

شرح الودود شریف

جلد 1

امام ابو داؤد سلیمان بن ابی شیبہ، بحسناتی

ترجمہ
ابوالعلا محمد سعید الدین ہمدانی
اَدَامَ اللہُ تَعَالٰی مَعَالِیْہِ وَبَارَکَ اَیَّامُہِ وَلِیَّالِیْہِ

شاح

علامہ محمد لیاقت علی خاں

دامت برکاتہم العالیہ

طالب دعا زوہیب حسن عطاری



مخبرہ

مسک اہلسنت و جماعت کے عقائد و

نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان

کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے

اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور

والیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>

شرح ابو داود شریف

— تصنیف —

امام ابو داؤد سلیمان ابن شیبہ شعبہ بیکنانی

— شاح —

علامہ محمد لیاقت علی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

— ترجمہ و تخریج —

ابوالعلاء محمد الدین جہانگیر
ادام اللہ تعالیٰ مقالیہ وبارک آیامہ ولیالیہ

1



زبید سنٹر، ۴۴، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

شہیر برادرز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شرح الودود شریف

ابوالعلاء محمد بن عبد اللہ بن جہانگیر	مترجم
علامہ محمد لیاقت علی صوفی	شراح
ملک شبیر حسین	باہتمام
اگست 2016ء	سن اشاعت
اے ایف ایس ایڈورٹائزرز	سرورق
اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور	طباعت
روپے	ہدیہ

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹریم، مارو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

میر القادری



جميع حقوق الطبع محفوظة للناس

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۶	دینا	۲۱	مقدمہ رضویہ
۴۶	غلط اجتہاد پر تنبیہ	۲۲	امام ابوداؤد رحمہ اللہ
۴۶	ابوالسائل رحمہ اللہ کے اجتہاد پر نکیر	۲۶	سنن ابوداؤد
۴۷	حضرت اسامہ رحمہ اللہ کے اجتہاد پر نکیر	۳۱	امام ابوداؤد رحمہ اللہ (سوانح حیات)
۴۸	حضرت ابوبکر رحمہ اللہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول	۳۹	صحابہ کرام رحمہم کی فقہی خدمات
۴۸	حضرت عمر رحمہ اللہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول	۳۹	صحابہ کرام رحمہم اور ان کی فقہی بصیرت
۵۱	حضرات صحابہ کرام رحمہم اور فقہ	۳۹	اسلاف کا صحابہ رحمہم کے تفقہ پر اعتماد
۵۲	فقہ کے معنی	۴۰	صحابہ کرام رحمہم اور تحصیل فقہ
۵۲	اصطلاحی معنی	۴۱	اصحاب اتمام والہ اجتہاد صحابہ رحمہم
۵۳	فقہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں	۴۲	عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رحمہم کا اجتہاد
۵۳	دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتوے کا محور وحی الہی تھا	۴۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ رحمہم کا اجتہاد
۵۳	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام رحمہم کا اجتہاد کرنا	۴۳	حضرت علی رحمہ اللہ کا ایک دلچسپ فیصلہ
۵۵	فقہ خلفائے راشدین رحمہم اور کبار صحابہ رحمہم کے دور میں	۴۳	دونوں صحابی رحمہ اللہ کے اجتہاد کی تصویب
۵۵	نئے مسائل کے اجتہاد و استنباط میں صحابہ کرام رحمہم کا مشیخ	۴۴	دونوں گروہوں کے اجتہاد کی تصویب
۵۶	فتویٰ دینے والے صحابہ رحمہم	۴۴	صحابہ رحمہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینا
۵۷	دور رسالت میں فتویٰ دینے والے صحابہ کرام رحمہم	۴۴	حضرت ابوبکر رحمہ اللہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ
۵۷	مکثرین فی الفتاویٰ صحابہ کرام رحمہم	۴۵	حضرت عمر رحمہ اللہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ
۵۷	فقہ و فتاویٰ میں متوسط درجہ کے صحابہ کرام رحمہم	۴۵	حضرت معاذ رحمہ اللہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ
۵۸	معروف مجتہدین صحابہ کرام رحمہم		حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی موجودگی میں صحابی رحمہ اللہ کو فیصلہ کرنے کا حکم
۵۸	حضرت عمر رحمہ اللہ کے اجتہاد کی چند مثالیں		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	کتاب الطہارت	۵۸	اجتہاد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منہج
۷۰	یہ کتاب طہارت کے بیان میں ہے	۶۰	زائے محمود اور رائے مذموم
۷۰	طہارت کے معنی و مفہوم کا بیان	۶۱	دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فقہ کے مدون نہ ہونے کی وجہ
۷۰	باب: قضائے حاجت کے لئے خلوت اختیار کرنا	۶۱	ضعیف حدیث اور قوت استدلال
۷۱	حاجت قضاء کے بغیر بے پردگی کی ممانعت کا بیان	۶۱	حدیث ضعیف
۷۲	باب: آدمی کا پیشاب کرنے کے لئے جگہ تیار کرنا	۶۲	حدیث ضعیف کا ضعف ختم ہو سکتا ہے
۷۲	استحباب و آداب بیت الخلاء کا بیان	۶۲	ضعیف کی اقسام
۷۳	پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا بیان	۶۲	فقہاء کا اختلاف
۷۵	بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان	۶۳	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے شرائط
۷۶	باب: جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو کیا پڑھے	۶۳	ضعیف اور مضعف میں فرق
۷۷	قضائے حاجت کے لیے آداب کا بیان	۶۳	حدیث ضعیف اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم
۷۸	جنات سے متعلق بحث کا بیان	۶۳	حدیث ضعیف اور قیاس کا تعارض
۷۸	الجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی	۶۳	حنفیہ و حنابلہ
۷۹	جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء	۶۴	شوافع اور مالکیہ
۸۱	جنات کے متعلق مفسرین کی آراء	۶۴	فقہ حنفی اور حدیث ضعیف
۸۲	جنات کو دیکھنے اور نہ دیکھنے میں احادیث میں تطبیق	۶۵	ضعیف حدیث اور عقائد
۸۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنات کو دیکھنے پر دلائل	۶۵	ایک شبہ
۸۶	مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات	۶۵	ضعیف حدیث اور فضائل
۸۷	صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد	۶۶	تذکرہ محدثات
۸۸	وحی اور نفر کا معنی ہے	۶۶	تیسری صدی کی معروف محدثات
	باب: قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا	۶۷	کریمۃ المروزیہ
۸۸	مکروہ ہونا	۶۷	چوتھی صدی کی مشہور محدثات
۸۸	طاق عدد و صیغوں سے استنباط کرنے کا بیان	۶۸	پانچویں صدی کی مشہور محدثات
۹۲	باب: اس بارے میں رخصت کا بیان	۶۸	چھٹی صدی کی مشہور محدثات
۹۵	باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کیسے ہٹایا جائے	۶۹	آٹھویں صدی ہجری
۹۵	باب: قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کا ناپسندیدہ ہونا	۶۹	نویں صدی کی محدثات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۶	باب: استنجاء کے بعد آدمی کا اپنا ہاتھ زمین پر مل لینا	۹۶	باب: جب آدمی پیشاب کر رہا ہو اس وقت سلام کا جواب دینا
۱۱۷	استنجاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے سائنسی و طبی فوائد	۹۷	باب: آدمی کا بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا
۱۲۱	منوعات استنجاء کے سائنسی و طبی فوائد	۹۸	باب: جس انگلی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اسے ساتھ لے کر بیت الخلاء میں جانا
۱۲۵	باب: مسواک کرنا	۹۸	باب: پیشاب (کے چھینٹوں) سے بچنا
۱۲۵	مسواک کے سنت ہونے کا بیان	۱۰۰	باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا
۱۲۶	مسواک کی تاکید کرنے کا بیان	۱۰۰	باب: آدمی کا رات کے وقت کسی برتن میں پیشاب کر کے پھر اسے اپنے پاس رکھ دینا
۱۲۷	مسواک کو ہر وقت ساتھ رکھنے کا بیان	۱۰۱	باب: وہ مقامات جہاں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے
۱۲۷	مسواک بستر وغیرہ پر رکھنے کا بیان	۱۰۲	باب: غسل کی جگہ پر پیشاب کرنا
۱۲۸	ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنے کا بیان	۱۰۳	جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے
۱۲۹	حالت وصال اور مسواک کرنے کا بیان	۱۰۳	باب: بل میں پیشاب کرنے کی ممانعت
۱۳۱	باب: مسواک کیسے کی جائے گی	۱۰۳	باب: جب آدمی بیت الخلاء سے باہر آئے تو کیا پڑھنا چاہئے
۱۳۱	مسواک کے استعمال کے محل کا بیان	۱۰۵	باب: استنجاء کرتے ہوئے شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے چھونے کا مکروہ ہونا
۱۳۲	باب: آدمی کا کسی دوسرے کی مسواک کے ذریعے مسواک کرنا	۱۰۵	باب: قضاء حاجت کے وقت پردہ کرنا
۱۳۲	بڑی عمر کے شخص کی فضیلت کا بیان	۱۰۶	باب: کن چیزوں کے ذریعے استنجاء کرنا منع ہے
۱۳۲	گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مسواک کرنے کا بیان	۱۰۸	کن چیزوں سے استنجاء کرنا جائز ہے اور کن سے ناجائز؟
۱۳۳	باب: مسواک کو دھولینا	۱۰۹	باب: پتھروں کے ذریعے استنجاء کرنا
۱۳۳	مسواک کے آداب کا بیان	۱۰۹	استنجاء کرنے کا بیان
۱۳۳	باب: مسواک کرنا فطرت میں سے ہے	۱۱۰	باب: استبراء کرنا
۱۳۳	دس چیزوں کا فطرت سے ہونے کا بیان	۱۱۰	باب: پانی کے ذریعے استنجاء کرنا
۱۳۷	فطرت کی بعض اشیاء کا بیان	۱۱۰	استنجاء کرنے کے فقہی مفہوم کا بیان
۱۳۸	مسواک کر کے پڑھی نماز کی فضیلت کا بیان	۱۱۵	اعادہ وضو کو لازم کرنے والی مقدار نجاست میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان
۱۳۹	باب: جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اس کا مسواک کرنا		
۱۴۰	باب: وضو کے فرائض		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۱	مدت مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۱۴۰	وضو کے چار فرائض کا بیان
۱۷۱	پچھٹے ہوئے موزوں پر مسح کرنے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۱۴۱	چوتھائی کے مسح پر احناف کی دلیل حدیث کا بیان
۱۷۱	باب: آدمی کا بے وضو ہوئے بغیر دوبارہ وضو کرنا	۱۴۱	ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں کے داخل ہونے میں فقہی دلائل کا بیان
۱۷۲	باب: کون سی چیز پانی کو نجس کر دیتی ہے	۱۴۲	کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں امام زفر علیہ الرحمہ کا موقف اور دلیل
۱۷۳	پانی کے قلمہ ہونے کے مفہوم کا بیان	۱۴۲	کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کا موقف و دلیل
۱۷۳	پانی کی قلت و کثرت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۱۴۳	پاؤں کو دھونے میں اسلاف فقہاء کے اختلاف کا بیان
۱۷۵	فقیہی تصریحات	۱۴۳	پاؤں پر مسح کرنے والوں کے دلائل و جوابات کا بیان
۱۷۶	پیشاب سے پانی کے نجس ہونے کی مقدار کے تعین کا فقہی بیان	۱۴۶	سر کے مسح کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان
۱۷۷	باب: بضاء کنوئیں کے بارے میں جو کچھ منقول ہے	۱۴۷	سر کے مسح کے تکرار ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ
۱۷۸	بئیر بضاء کے پانی کے حکم کا بیان	۱۴۸	وضو کے بغیر نماز قبول نہ ہونے کا بیان
۱۷۸	کنوئیں سے چوہا یا چڑیا وغیرہ زندہ نکالے جائیں تو پانی کا حکم	۱۴۸	وضو کے چار فرائض اعتقادی کا بیان
۱۷۹	جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے	۱۴۸	وضو کے بارہ فرائض عملی کا بیان
۱۸۰	جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے	۱۵۳	نماز کی کنجی وضو ہے
۱۸۰	وہ صورتیں جن سے تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے اور سارا کنواں ناپاک نہیں ہوتا	۱۵۳	وضو اور طہارت کے حکم شرعی کا بیان
۱۸۲	باب: پانی جنبی نہیں ہوتا	۱۵۵	وضو کے احکام سے متعلق فقہی بیان
۱۸۲	جن صورتوں میں پانی نجس نہیں ہوتا	۱۵۷	اطلاق مواجہہ سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان
۱۸۳	پانی کے متفرق احکام کا بیان	۱۵۷	وضو میں نیت سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان
۱۸۳	باب: ٹمھرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا	۱۵۹	سر کے مسح کی تقدیر سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان
۱۸۳	ٹمھرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان	۱۶۱	مسح کیلئے کم از کم انگلیوں کی مقدار میں فقہی مذاہب کا بیان
۱۸۵	باب: کتے کے جوٹھے سے وضو کرنا؟	۱۶۱	کانوں کے مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان
۱۸۶	آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان	۱۶۷	کعبین سے متعلق اختلاف فقہاء کا بیان
		۱۶۸	مسلل دھونے سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان
		۱۶۹	ترتیب اعضائے وضو سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۰۷	وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب	۱۸۷	گدھے وغیرہ کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کا بیان
۲۰۷	امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ	۱۸۸	باب: بلی کے جوٹھے کا حکم
۲۰۸	پڑھنا فرض ہے	۱۸۹	بلی کے جوٹھے کے حکم کا بیان
۲۰۸	ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے سنت ہونے میں احناف کا		باب: عورت کے وضو (یا غسل کے) بچائے ہوئے پانی سے
۲۰۸	موقف و دلیل:	۱۹۰	وضو کرنا
۲۰۸	وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے میں غیر مقلدین کا نظریہ	۱۹۱	باب: اس کی ممانعت
۲۰۸	و دلیل	۱۹۲	باب: سمندر کے پانی سے وضو کرنا
۲۰۹	ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے بارے میں امام طحاوی و امام قدوری	۱۹۲	باب: نبیذ سے وضو کرنا
۲۰۹	کا موقف و دلیل	۱۹۳	نبیذ تمر کے پانی سے وضو کرنے کا حکم
۲۰۹	حدیث ”لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَسْجِدِ اللَّهَ“ کا معنی		امام محمد علیہ الرحمہ کی حدیث لیلۃ الجن پر جرح و تعدیل کا
۲۱۰	وضو میں تسمیہ کے استحباب کا بیان	۱۹۳	جواب
۲۱۰	ہر اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا بیان	۱۹۵	جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں قاعدہ فقہیہ:
۲۱۰	بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے	۱۹۵	نبیذ تمر سے وضو کرنے یا نہ کرنے کا حکم
۲۱۱	بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی فضیلت	۱۹۶	مثبت ثانی سے اولی ہوتا ہی قاعدہ فقہیہ
۲۱۱	بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کرنے کا بیان		باب: جس وقت آدمی کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو کیا اس
۲۱۱	بسم اللہ کے سبب گناہ معاف ہونے کا بیان	۱۹۷	وقت وہ نماز ادا کر سکتا ہے
۲۱۲	وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بیان	۱۹۹	باب: وضو میں کتنا پانی کافی ہوگا
۲۱۳	بسم اللہ کے سبب شیطان کے ذلیل ہونے کا بیان	۲۰۰	باب: وضو کے دوران اسراف کرنا
۲۱۳	کپڑے تبدیل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان	۲۰۱	پانی میں اسراف کی ممانعت کا بیان
۲۱۳	بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے	۲۰۱	وضو میں اسراف سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان
۲۱۴	بسم اللہ کے سبب زہر کے اثر نہ کرنے کا بیان	۲۰۳	وضو کے مکروہات کا بیان
۲۱۴	جہنم انیس طبقات اور بسم اللہ کے حروف کا بیان	۲۰۳	وضو کے آداب کا بیان
۲۱۶	بسم اللہ کی برکت سے عذاب قبر سے نجات کا واقعہ	۲۰۴	باب: اچھی طرح وضو کرنا
۲۱۶	بسم اللہ کی برکت سے بوٹی میں شفا آ جانے کا واقعہ	۲۰۵	وضو میں پچیس مقامات احتیاط کا بیان
۲۱۶	بسم اللہ پڑھنے والا ڈوبنے سے بچ جائے گا	۲۰۶	باب: پیتل کے برتن کے ذریعے وضو کرنا
۲۱۶	بسم اللہ پڑھنے سے قفل کھل جانے کا واقعہ	۲۰۷	باب: وضو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۵	باب: جرابوں پر مسح کرنا	۲۱۷	بسم اللہ کی برکت سے عذاب سے بچنے کا واقعہ
۲۳۷	جرابوں سے مسح کے عدم جواز کا بیان		باب: آدمی کا ہاتھ دھونے سے پہلے اسے برتن میں داخل کر لینا
۲۳۷	کس طرح کے موزوں پر مسح کیا جائے	۲۱۷	
۲۳۷	جرابوں پر مسح کرنے میں غیر مقلدین کا جاہلانہ استدلال	۲۱۸	باب: نبی اکرم ﷺ کے وضو کا طریقہ
۲۳۸	عمل نبوی ﷺ سے جرابوں پر مسح کا ثبوت	۲۲۵	کانوں کا سر کے حکم میں داخل ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ
۲۳۹	غیر مقلدین کی غیر مقلدین سے تردید کا بیان		کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت میں مذاہب اربعہ
۲۳۹	اصل اور فرع میں اجتماع کا مسئلہ	۲۲۷	
۲۵۱	غیر مقلدین کے نزدیک موزے اتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا	۲۳۰	باب: تین، تین مرتبہ وضو کرنا
۲۵۱	وہ موزے جو سوتی ہیں ان پر مسح کرنا جائز نہیں	۲۳۱	باب: دو مرتبہ وضو کرنا
۲۵۲	جرابوں اور عمامہ پر مسح جائز نہ ہونے کی علت کا بیان	۲۳۲	باب: ایک مرتبہ وضو کرنا
۲۵۲	مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا قاعدہ فقہیہ	۲۳۲	وضو میں ایک مرتبہ دھونے کے مفہوم کا بیان
۲۵۳	فقہ حنفی کے مطابق جرابوں پر عدم مسح کے فقہی دلائل کا بیان	۲۳۲	باب: کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنا
۲۵۹	دھونے اور تیمم کو جمع نہ کیا جائے	۲۳۳	باب: ناک کو صاف کرنا
۲۵۹	باب: مسح کیسے کیا جائے گا	۲۳۳	ناک صاف کرنے کا فقہی مفہوم
۲۶۱	مسح کرنے کے طریقے کا بیان	۲۳۳	انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا بیان
۲۶۲	مسح کے ظاہر و باطن سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۲۳۵	انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا فقہی بیان
۲۶۲	باب: (شرم گاہ پر) پانی کے چھینٹے مارنا	۲۳۵	باب: داڑھی کا خلال کرنا
۲۶۳	باب: جب آدمی وضو کرے گا تو کیا پڑھے گا؟	۲۳۶	کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے کتنی کا مستحب ہے
۲۶۳	شرح	۲۳۶	باب: عمامہ پر مسح کرنا
۲۶۵	باب: آدمی کا ایک ہی وضو کے ذریعے کئی نمازیں ادا کرنا	۲۳۷	شرح
۲۶۶	باب: وضو کو متفرق طور پر کرنا	۲۳۷	باب: پاؤں کو دھونا
	باب: جب آدمی کو حدث کے بارے میں شک لاحق ہو جائے	۲۳۷	انگلیوں کے خلال کا بیان
۲۶۷		۲۳۸	باب: موزوں پر مسح کرنا
۲۶۸	باب: بوسہ لینے کے بعد وضو کرنا	۲۴۲	موزوں پر مسح کرنے کے احکام کا بیان
۲۶۹	عورت کو چھونے کے سبب فساد وضو میں مذاہب اربعہ	۲۴۴	باب: موزوں پر مسح کی مدت
۲۷۰	باب: شرم گاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا	۲۴۵	موزوں پر مسح کی مدت کا بیان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۹۱	مذی اور ودی میں غسل لازم نہ ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان	۲۷۰	باب: اس بارے میں رخصت کا بیان
۲۹۱	باب: اکسال (یعنی انزال کے بغیر صحبت کرنا)	۲۷۱	باب: اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا
۲۹۲	غسل فرض ہونے کے اسباب کا بیان	۲۷۱	اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے میں مذاہب اربعہ
۲۹۳	غسل میں کلی اور استنشاق کی فرضیت کا بیان		باب: کچے گوشت کو ہاتھ لگانے یا اسے دھونے کے بعد وضو کرنا
۲۹۴	بشرہ کی تعریف کا بیان	۲۷۲	
۲۹۴	باب: جنبی شخص کا دوبارہ صحبت کرنا	۲۷۳	باب: مرد ار کو چھونے کے بعد وضو نہ کرنا
۲۹۴	باب: جو شخص دوبارہ صحبت کرنا چاہتا ہو اس کا وضو کرنا	۲۷۳	باب: آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو نہ کرنا
۲۹۵	باب: جنبی شخص کا سو جانا	۲۷۶	باب: اس بارے میں سختی کا بیان
۲۹۵	باب: جنبی شخص کا کھانا پینا	۲۷۶	باب: دودھ پینے کے بعد وضو کرنا
۲۹۶	باب: جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ جنبی شخص وضو کرے گا	۲۷۷	باب: اس بارے میں رخصت کا بیان
۲۹۷	باب: جنبی شخص کا غسل کو مؤخر کر دینا	۲۷۷	باب: خون نکلنے کے بعد وضو کرنا
۲۹۸	باب: جنبی شخص کا قرآن کی تلاوت کرنا	۲۷۸	جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جن سے وضو نہیں ٹوٹتا
۲۹۹	قرآن پاک کو چھونے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان		قے اور نکسیر وغیرہ سے وضو کے ٹوٹ جانے میں فقہی مذاہب اربعہ
۳۰۰	حنفی مذاہب کا بیان	۲۷۹	
۳۰۰	شافعی مذاہب کا بیان	۲۸۰	باب: نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جانا
۳۰۰	مالکی مذاہب کا بیان	۲۸۱	نیند کے سبب وضو کے ٹوٹنے میں فقہی مذاہب
۳۰۰	حنبل مذاہب کا بیان	۲۸۳	نیند کے ناقض وضو ہونے سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان
	غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کیلئے تلاوت قرآن کا جواز		عادت سے ثابت ہونے والی چیز یقین کی طرح ہے
۳۰۱		۲۸۴	قاعدہ فقہیہ
	غیر مقلدین کے نزدیک جنبی حائض اور بے وضو کے سجدہ	۲۸۵	قاعدہ فقہیہ
۳۰۳	تلاوت کرنے کا مردود جواز	۲۸۵	فقہیہ کے سبب وضو کے ٹوٹ جانے کا فقہی بیان
	جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی	۲۸۵	فقہیہ کے ناقض وضو ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب
۳۰۵	کا مردود استدلال	۲۸۶	باب: اگر آدمی گندگی کو پاؤں کے نیچے دے کر آئے
۳۰۶	باب: جنبی شخص کا مصافحہ کرنا	۲۸۶	باب: جو شخص نماز کے دوران بے وضو ہو جائے
۳۰۷	باب: جنبی شخص کا مسجد میں داخل ہونا	۲۸۷	نماز میں بناء کرنے کی شرائط کا بیان
	حائض اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر	۲۸۸	باب: مذی کا حکم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۳۶	مذہب اربعہ کا بیان	۳۰۷	مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات
	باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کے علاوہ لذت حاصل کرنا	۳۱۰	جنبی کا بھول کر لوگوں کو نماز پڑھانا
۳۴۱		۳۱۲	آدمی کا نیند میں تری (کا نشان) پانا
	باب: جب کوئی عورت استحاضہ کا شکار ہو جائے اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت اپنے ان مخصوص ایام میں نماز ترک کر دے گی جن میں پہلے اسے حیض آیا کرتا تھا	۳۱۲	عورت کا وہ چیز دیکھنا جو مرد دیکھتا ہے
۳۴۳		۳۱۳	پانی کی اس مقدار کا تذکرہ جس سے غسل جائز ہوتا ہے
۳۴۵	استحاضہ کا بیان	۳۱۴	غسل جنابت کا بیان
	باب: جن حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حیض رخصت بھی ہو جائے تو بھی مستحاضہ وہ عورت نماز ترک نہیں کرے گی	۳۱۵	تمام ظاہر بدن پر پانی بہانے کا بیان
۳۴۸		۳۱۵	غسل میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا بیان
۳۴۹	استحاضہ سے متعلق متفرق مسائل کا بیان	۳۱۶	غسل کرنے کا طریقہ
	باب: جو اس بات کا قائل ہے کہ جب حیض آجائے گا تو وہ نماز ترک کر دے گی	۳۱۹	شرح
۳۵۰		۳۲۰	غسل کرنے فقہی طریقہ کار کا بیان
	باب: یہ جو روایت منقول ہے: استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی	۳۲۱	باب: غسل کے بعد وضو کرنا
۳۵۵		۳۲۱	باب: کیا عورت غسل کے وقت اپنے بال کھولے گی؟
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے گی اور دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ غسل کرے گی	۳۲۳	باب: جنبی شخص کا خطمی کے ذریعے اپنے سر کو دھونا
۳۵۸		۳۲۳	باب: پانی کا مرد اور عورت کے درمیان بہنا
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے گی اور دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ غسل کرے گی	۳۲۴	باب: حیض والی خواتین کے ساتھ کھانا پینا اور ساتھ رہنا
۳۶۰		۳۲۵	حیض کے معنی و مفہوم و احکام کا بیان
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک کے لئے غسل کرے گی	۳۲۷	باب: حیض والی عورت کا مسجد میں سے کوئی چیز پکڑنا
۳۶۳		۳۲۷	شرح
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے طہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی	۳۲۸	حیض والی عورت سے انتفاع سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے طہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی	۳۲۸	باب: حیض والی عورت نماز کی قضا نہیں کرے گی
۳۶۴		۳۲۸	باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کرنا
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے طہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی	۳۲۹	شرح
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے طہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی	۳۳۱	حائض کے آٹھ اسماء کا بیان
	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی انہوں نے طہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی		حائض سے جماع کرنے والے پر کفارے سے متعلق فقہی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۸۴	باب: حضرت کی حالت میں تیمم کرنا	۳۶۳	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ چند دن کے بعد دوبارہ غسل کر لیا کرے گی
۳۸۶	تیمم کرنے کی بعض صورتوں کا بیان	۳۶۳	باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی
۳۸۸	باب: جنہی شخص کا تیمم کرنا	۳۶۳	باب: جو لوگ صرف حدیث کی صورت میں وضو کا تذکرہ کرتے ہیں
۳۸۹	پانی نہ ملنے کی مدت تک تیمم کرتے رہنے کا بیان	۳۶۵	باب: اس عورت کا بیان جو ظہر کے بعد زردی یا نیالیہ مواد دیکھتی ہے
۳۹۰	شرح	۳۶۶	باب: استحاضہ والی عورت کے شوہر کا اس کے ساتھ صحبت کرنا
۳۹۱	باب: جنہی شخص کو ٹھنڈک کے حوالے سے اندیشہ ہو تو کیا وہ تیمم کر سکتا ہے	۳۶۶	باب: نفاس والی عورت کی مدت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے
۳۹۲	نواقض تیمم کا بیان	۳۶۷	نفاث کے معنی و مفہوم کا بیان
۳۹۲	تیمم کو توڑنے والی چیزوں کی دو اقسام ہونے کا بیان	۳۶۸	باب: حیض کے بعد غسل کرنا
۳۹۲	جنازہ کیلئے تیمم کی اباحت و عدم اباحت میں شوافع و احناف کا موقف و دلائل	۳۶۸	باب: تیمم کرنا
۳۹۳	تیمم کا معذور کے وضو کی طرح نہ ہونے میں فقہی مذاہب	۳۷۰	تیمم کی تعریف اس کی شرائط اور مذاہب فقہاء کا بیان
۳۹۳	اربعہ	۳۷۲	تیمم کے بعض مسائل کا بیان
۳۹۳	مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کرنے کا قاعدہ فقہیہ	۳۷۳	تیمم کی سنتوں کا بیان
۳۹۳	عام نمازوں کا خلیفہ ہونے کے باوجود حکم تیمم کا بیان	۳۷۹	تیمم کرنے کے طریقے کا بیان
۳۹۳	باب: زخمی شخص کا تیمم کرنا	۳۷۹	تیمم کا طریقہ
۳۹۵	شرح	۳۸۰	تیمم کی ضربوں میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان
۳۹۵	تیمم اور وضو میں ایک چیز کے کافی ہونے میں فقہی مذاہب	۳۸۰	حدیث ضربتان پر جرح و تعدیل کا بیان
۳۹۵	اربعہ کا بیان	۳۸۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مضطرب روایات
۳۹۶	مسئلہ پوچھنے کی اہمیت کا بیان	۳۸۲	مسح تیمم میں تمام عضو کو گھیر لینے کا حکم
۳۹۶	باب: تیمم کرنے والا شخص وقت کے دوران نماز ادا کرنے کے بعد پانی پالے (تو اس کا حکم کیا ہوگا)	۳۸۳	وضو اور تیمم کی تخلیظ میں فرق کا بیان
۳۹۷	شرح	۳۸۳	مسح والے امور میں استیجاب کا قاعدہ فقہیہ
۳۹۸	دوران نماز اگر پانی حاصل ہوا تو حکم شرعی کا بیان	۳۸۳	حکم تیمم سے والے مسح اور مشلہ میں فرق کیا جائے
۳۹۸	پانی کے انتظار میں مزید ذرائع سے اعلیٰ حضرت کا اشکال دور کرنا		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۹۹	باب: جمعہ کے لئے غسل کرنا	۳۹۹	کتاب الصلوٰۃ
۴۰۰	غسل جمعہ کے واجب ہونے میں فقہاء مالکیہ و احناف کا موقف و دلیل	۴۰۰	یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے
۴۰۰	غسل جمعہ کے سنت ہونے میں احناف کی دلیل	۴۰۰	صلوٰۃ کے معنی و مفہوم کا بیان
۴۰۱	علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف	۴۰۱	پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کی نماز کا بیان
۴۰۱	حکم منسوخ کی بقاء کا قاعدہ فقہیہ	۴۰۱	نماز کو چھوڑنے والے سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات
۴۰۱	حکم کی انتہاء علت کی انتہاء پر ہوتی ہے (قاعدہ فقہیہ)	۴۰۱	کا بیان
۴۰۵	باب: جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کی رخصت	۴۰۱	تارک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ
۴۰۶	باب: آدمی اسلام قبول کرے تو اسے غسل کا حکم دیا جائے گا	۴۰۵	تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ
۴۰۷	باب: عورت اپنے ان کپڑوں کو دھو لے گی جو اس نے حیض کے دوران پہنے ہوئے تھے	۴۰۶	فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات
۴۱۰	باب: اس کپڑے میں نماز ادا کرنا جس کو پہن کر اس آدمی نے اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی تھی	۴۰۷	تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب کا بیان
۴۱۰	باب: عورتوں کے کپڑوں (یعنی چادر وغیرہ پر) نماز ادا کرنا	۴۰۷	تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب کا بیان
۴۱۱	باب: اس بارے میں رخصت کا بیان	۴۰۷	فقہاء احناف کے موقف پر دلیل کا بیان
۴۱۲	باب: کپڑے پر منی لگ جانا	۴۰۷	باب: نماز کا فرض ہونا
۴۱۳	باب: چھوٹے بچے کا پیشاب کپڑے پر لگ جانا	۴۱۰	نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان
۴۱۳	باب: زمین پر پیشاب لگ جانا	۴۱۱	باب: (نمازوں کے) اوقات
۴۱۶	باب: جب زمین خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا	۴۱۲	نمازوں کے اوقات سے متعلق احکام کا بیان
۴۱۶	نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ	۴۱۳	دلوک کے معنی کا بیان
۴۱۷	زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے	۴۱۳	پانچ نمازوں کی فرضیت کا بیان
۴۱۷	دامن پر گندگی لگ جانا	۴۱۶	اوقات نماز کے متعلق احادیث اور فقہی مذاہب کا بیان
۴۱۸	جوتے پر گندگی لگ جانا	۴۱۶	شرح
۴۱۹	باب: کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو (اسے پہن کر جو نماز ادا کی تھی) اس کا اعادہ کرنا	۴۱۷	نماز ظہر کے وقت ایک مثل میں فقہی مذاہب اربعہ
۴۱۹	باب: کپڑے پر تھوک لگ جانا	۴۱۷	شرح
۴۲۰		۴۱۸	شفق کے فقہی معنی و مفہوم کا بیان
۴۲۱		۴۱۹	باب: نبی اکرم ﷺ کی نماز کا وقت آپ ﷺ کس طرح نماز ادا کرتے تھے؟
		۴۱۹	باب: ظہر کی نماز کا وقت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷۴	بت خانے کی جگہ پر مسجد بنانے کا بیان	۴۴۲	گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا بیان
۴۷۷	باب: محلوں میں مساجد بنانا	۴۴۳	شرح
۴۷۸	شرح	۴۴۶	باب: عصر کی نماز کا وقت
۴۸۰	نصاری اور یہودی مکانات عمل کا شکار ہیں	۴۴۹	شرح
۴۸۱	باب: مساجد میں چراغ جلانا	۴۴۹	اوقات ممنوعہ میں نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ
۴۸۲	مساجد سے متعلق احکام کا بیان	۴۵۱	باب: مغرب کی نماز کا وقت
۴۸۴	باب: مساجد میں کنکریاں رکھنا	۴۵۱	باب: عشاء کی نماز کا وقت
۴۸۵	باب: مسجد میں صفائی کرنا	۴۵۳	باب: صبح کی نماز کا وقت
۴۸۵	مساجد کی صاف رکھنے کا بیان	۴۵۴	تاخیر مستحب کا فقہی مفہوم
۴۸۶	باب: مساجد میں خواتین کا مردوں سے الگ ہونا		فجر کی نماز کو اسفار یا جلدی پڑھنے کے استحباب پر مذاہب
۴۸۶	عورتوں کا مسجد جانا کیسا؟	۴۵۴	اربعہ
۴۸۹	تراویح کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا	۴۵۵	فجر کی نماز کا مستحب وقت
۴۹۰	باب: آدمی مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھے گا	۴۵۵	باب: نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کرنا
۴۹۱	باب: مسجد میں داخل ہونے کے بعد نماز ادا کرنا		باب: جب کسی نماز کو انام اس کے وقت سے تاخیر سے ادا
۴۹۱	باب: مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت	۴۵۸	کرے
۴۹۲	باب: مسجد میں گشودہ چیز کا اعلان کرنے کا مکروہ ہونا	۴۶۰	باب: جو شخص نماز کے وقت سویا رہ جائے یا اسے بھول جائے
۴۹۳	باب: مسجد میں تھوکنے کا مکروہ ہونا	۴۶۱	قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ
۴۹۸	باب: مشرک شخص مسجد میں داخل ہو سکتا ہے	۴۶۲	قضاء نمازوں کی ترتیب میں فقہی مذاہب اربعہ
۴۹۹	شرح	۴۶۳	قضاء نمازوں کی ترتیب بھولنے کے بیان میں مذاہب اربعہ
	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کے مذہب کا	۴۶۵	فجر کی سنتوں کی قضاء میں فقہی مذاہب کا بیان
۴۹۹	بیان	۴۷۰	باب: مساجد تعمیر کرنا
۴۹۹	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۴۷۲	بہترین مقامات مساجد ہیں
۵۰۰	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۴۷۳	مساجد کی سجاوٹ کا بیان
۵۰۰	مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنفیہ کا نظریہ	۴۷۳	شرح
۵۰۳	مشرکین کا مساجد میں آنے سے متعلق احادیث و آثار	۴۷۴	مساجد پر فخر کرنا قیامت کی نشانی ہونے کا بیان
۵۰۵	یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالنا	۴۷۴	شرح

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۲۲	باب: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کی ممانعت ..	۵۰۸	باب: وہ مقامات جہاں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے ..
۵۲۲	شرح ..	۵۰۸	نبی کریم ﷺ کے خصائص کا بیان ..
۵۲۳	سات مقامات پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان ..	۵۰۸	نبی کریم ﷺ کے چند چند خصائص کبریٰ ..
۵۲۴	باب: بچے کو کس وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا ..	۵۱۰	عذاب یافتہ جگہ پر نماز نہ پڑھنے کا بیان ..
۵۲۵	بچوں کو نماز اور دینی ماحول فراہم کرنے کا بیان ..	۵۱۰	شرح ..
۵۲۷	پیدائش سے سات سال تک کا دورانہ ..	۵۱۱	قرآن مجید کا بیان ..
۵۲۷	سات سے دس سال کا درمیانی عرصہ ..	۵۱۱	بائبل کے حوالے ..
۵۲۸	باب: اذان کا آغاز ..	۵۱۲	ہاروت و ماروت کون تھے؟ ..
۵۲۸	اذان کا لغوی اصطلاحی مفہوم ..	۵۱۲	شہر بائبل ..
۵۲۸	اذان کی مشروعیت کا بیان ..	۵۱۳	انگیزہ فصیل اور برج بائبل وغیرہ ..
۵۳۰	باب: اذان کیسے دی جائے گی؟ ..	۵۱۳	بائبل کے کھنڈر اور چاہو بائبل ..
۵۳۲	اذان و اقامت کہنے کا مسنون طریقہ ..	۵۱۳	بائبل کے حکمران ..
۵۳۷	کلمات اذان میں مذاہب ائمہ کا بیان ..	۵۱۴	بائبل کا جادو ..
۵۳۸	حضرت ابو محمد زہری کی روایت کا محمل ..	۵۱۵	نمرود الجبار: ..
۵۳۹	کلمات اقامت میں مذاہب ائمہ ..	۵۱۵	بائبل کے باقی بادشاہ: ..
۵۳۹	اذان کا جواب ..	۵۱۶	ملوک بائبل کے اعمال: ..
۵۴۰	اذان و اقامت کے سنن و مستحبات و مکروہات کا بیان ..	۵۱۶	رنگ: ..
۵۴۵	تہذیبی قبلہ کا بیان ..	۵۱۷	شہر بائبل کی تعمیر ..
۵۴۷	نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق ..	۵۱۷	کنعان بن کوش بن حام ..
۵۴۸	اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم ..	۵۱۷	واقعہ بلبلہ ..
۵۴۸	استقبال قبلہ و تحری کرنے کا فقہی مذاہب اربعہ ..	۵۱۸	موصل بن جرموق کا بائبل پر قبضہ ..
۵۴۹	باب: اقامت کا بیان ..	۵۱۸	بخت نصر کا بیت المقدس پر حملہ ..
	اذان و اقامت کے کلمات کے بخت ہونے میں مذاہب اربعہ ..	۵۱۸	ایرائیوں کا بائبل پر تسلط: ..
۵۵۰	اربعہ ..	۵۱۹	نبط: ..
۵۵۱	اللہ اکبر کو ابتدائے اذان میں چار مرتبہ کہنے پر مذاہب اربعہ ..	۵۱۹	نمرود کے متعلق طبری کا بیان: ..
۵۵۱	باب: ایک آدمی کا اذان دینا اور دوسرے کا اقامت کہنا ..	۵۲۰	نمرود کے متعلق دوسری روایت: ..

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۸۰	شرح	۵۵۲	باب: بلند آواز میں اذان دینا
۵۸۱	باب: اقامت سن کر کیا کہا جائے؟	۵۵۲	شرح
۵۸۲	باب: اذان کے وقت دعا کے بارے میں روایات	۵۵۳	شرح
۵۸۳	وسیلہ بہ معنی ذریعہ تقرب	۵۵۳	بلند آواز سے اذان دینے کا بیان
۵۸۳	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز	۵۵۳	باب: مؤذن پر وقت کی پابندی لازم ہے
	انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کے متعلق احادیث	۵۵۳	شرح
۵۸۳	متعلق احادیث	۵۵۵	باب: مینارے پر اذان دینا
۵۸۵	وسیلہ بہ معنی درجہ جنت	۵۵۶	اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام کا ثبوت
۵۸۶	دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق کا بیان		اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات
۵۸۷	دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق	۵۶۲	یار رسول اللہ کہنے کے بارے میں دلائل و براہین
۵۸۷	وسیلہ بہ معنی مرشد کامل	۵۶۳	باب: اذان کے دوران مؤذن کا گھوم جانا
	تمام انبیاء و رسل میں سے فقط حضور ﷺ کا قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونے کا بیان	۵۶۸	باب: اذان اور اقامت کے درمیان دعا مانگنا
۵۸۸	اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم ﷺ کو قیامت کے دن مقام محمود پر فائز فرمانے کا بیان	۵۶۹	باب: جب آدمی مؤذن کو سنے تو کیا پڑھے گا؟
۶۰۶	ان روایات کی تائید میں ائمہ تفسیر کی آراء	۵۶۹	اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا بیان
۶۱۸	حضور ﷺ کا اپنی امت کے لیے قیامت کے دن شفاعت اختیار فرمانے کا بیان	۵۷۰	شرح
	حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے لیے دعائے شفاعت	۵۷۱	مقام محمود کی تحقیق کا بیان
۶۲۶	اختیار فرمانے کا بیان	۵۷۱	شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث کا بیان
	حضور نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کے لیے دعائے شفاعت	۵۷۲	قیامت کے دن نبی ﷺ کی شفاعت کی اقسام
۶۳۱	قیامت تک کے لیے مؤخر فرمانے کا بیان	۵۷۳	قیامت کے دن نبی ﷺ کو حمد کا جھنڈا عطا کیا جانا
	حضور نبی اکرم ﷺ کا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہونے کا بیان	۵۷۳	نبی ﷺ کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھانا
۶۳۰	باب: مغرب کی اذان کے وقت آدمی کیا پڑھے گا؟	۵۷۳	مقام محمود کے بارے میں چار مختلف قول ہیں
۶۴۱	باب: اذان دینے کا معاوضہ وصول کرنا	۵۷۷	آپ ﷺ کی شفاعت سے گناہگاروں کی بخشش کا بیان
۶۴۲	اجر ت پہلے سے طے ہونی چاہیے	۵۷۹	اذان کا جواب دینے کا بیان
۶۴۲	پوری مزدوری دی جائے	۵۷۹	شرح
		۵۸۰	اذان پڑھنے والے کے لیے جنت کی بشارت کا بیان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۶۵	تابعی حضرت ابواسحاق علیہ الرحمہ کا عمل	۶۴۲	قرآن کی تعلیم پر اجرت
۶۶۵	مشہور تابعی حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا فتویٰ و عمل	۶۴۳	ایک اعتراض
۶۶۵	امام حسن بصری علیہ الرحمہ کے اقوال و اعمال	۶۴۳	تصویر کا دوسرا رخ
	خلیفہ راشد و اول، تابعی، امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ	۶۴۴	علماء اور ائمہ کی تنخواہوں کا فقہی مسئلہ
۶۶۵	کافر مان	۶۴۵	قرآن و سنت کی تعلیم پر اجرت کا محاکمہ
۶۶۶	حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا عمل	۶۴۶	اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف
۶۶۶	تابعی جلیل امام الفقہاء امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب	۶۴۷	تعلیم قرآن پر اجرت کو جائز قرار دینے والوں کے دلائل
۶۶۶	امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ کا اعلان حق	۶۴۹	تعلیم قرآن مجید پر اجرت لینے کی تحقیق کا بیان
۶۶۶	علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اعتراف حق	۶۵۳	باب: وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دینا
۶۶۷	مفتی عزیز الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند کا اعتراف حق	۶۵۵	باب: تاہینا شخص کا اذان دینا
۶۶۷	مفتی فرید دیوبندی اکوڑہ خٹک کا اعتراف حق	۶۵۵	باب: اذان کے بعد مسجد سے باہر چلے جانا
۶۶۷	مفتی محمد شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند کا اعتراف حق	۶۵۵	باب: مؤذن کا امام کا انتظار کرنا
۶۶۷	احسن نانوتوی دیوبندی کا اعتراف حق	۶۵۶	باب: تثنویب کے بارے میں روایات
۶۶۷	سید امیر علی دیوبندی کا اعتراف حق	۶۵۶	اطلاقات تثنویب
۶۶۸	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۶۵۶	مسئلہ تثنویب میں فقہی احکام و دلائل کا بیان
۶۶۹	باب: جماعت ترک کرنے کی شدید مذمت	۶۵۷	تثنویب کے بارے میں فقہی آراء
۶۶۹	تارک جماعت کے گھروں کو آگ لگانے کا بیان	۶۵۸	فقہ حنفی کی کتب سے مسئلہ تثنویب کی اباحت
۶۷۱	سنت حدی کی تعریف		باب: جب نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہو اور امام نہ آئے
۶۷۱	سنت حدی کا حکم	۶۵۸	تو لوگ بیٹھ کر اس کا انتظار کریں گے
۶۷۱	سنت زوائد کی تعریف	۶۶۱	اقامت کے وقت کب کھڑا ہوا جائے؟
۶۷۱	سنت زوائد کا حکم		اقامت میں امام و مقتدی کا ”خی الصلوٰۃ“ سے پہلے کھڑا ہونا
۶۷۲	ترک جماعت کے عذرات کا بیان	۶۶۲	کیسا ہے؟
۶۷۳	باب: باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت	۶۶۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا عمل و اقوال
۶۷۳	شرح	۶۶۳	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تاکید
۶۷۴	جماعت کی بعض حکمتیں اور فائدے	۶۶۳	اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول
۶۷۵	باب: نماز کے لئے پیدل چل کر جانے کی فضیلت	۶۶۵	صحابہ و اکابر تابعین کا مذہب

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۹۶	باب: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟	۶۷۶	شرح
۶۹۷	استحقاقِ امامت ہونے کا بیان	۶۷۸	باب: تاریکی میں نماز کے لئے چل کر جانا
۶۹۸	امام مسجد کو کپڑے سلوا کر دینے کا بیان	۶۷۸	باب: نماز کے لئے جانے کے آداب
۷۰۱	فقہاء کے نزدیک امامت کا زیادہ کون حقدار ہے	۶۷۹	نماز کے آداب
۷۰۲	باب: خواتین کی امامت (کا حکم؟)	۶۸۱	نماز کی طرف چلنے کی فضیلت کا بیان
۷۰۳	عورتوں کی جماعت کرانے کا حکم	۶۸۲	باب: جو شخص نماز کے لئے نکلے اور نماز ہو چکی ہو
۷۰۷	عورتوں کا نماز کے لیے مسجد میں آنا مکروہ ہے	۶۸۲	باب: خواتین کا مسجد جانا
۷۰۷	خواتین کی امامت کی تحقیق	۶۸۳	باب: اس بارے میں شدید تاکید
۷۰۷	خواتین کی امامت کے متعلق احادیث کا بیان	۶۸۵	شرح
۷۰۸	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ	۶۸۶	باب: نماز کے لئے دوڑ کر جانا
۷۰۹	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ	۶۸۷	نماز کی طرف سکون سے آنے کا بیان
۷۰۹	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ	۶۸۷	باب: ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ جماعت ہونا
۷۱۰	خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ	۶۸۸	شرح
	باب: آدمی کا ایسے لوگوں کی امامت کرنا جو اسے ناپسند کرتے		ایک مسجد میں جماعت ثانی سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا
۷۱۱	ہوں	۶۸۸	بیان
۷۱۱	باب: نیک اور گناہگار کی امامت (کا حکم؟)	۶۸۹	پہلی دلیل:
۷۱۲	فاسق و فاجر کی امامت کا بیان	۶۹۰	دوسری دلیل
۷۱۳	فاسق امام کے پیچھے نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۶۹۰	تیسری دلیل:
۷۱۵	فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ	۶۹۰	مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل
۷۱۷	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ		باب: جو شخص اپنے گھر میں نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ جماعت
۷۱۸	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ	۶۹۳	کو پالے
۷۱۸	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ	۶۹۳	تو وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرے
۷۱۹	فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ		باب: جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کر چکا ہو پھر اگر وہ
۷۲۳	باب: نابینا کی امامت	۶۹۴	(نماز) باجماعت کو پالے تو کیا وہ (نماز کا) اعادہ کرے گا؟
۷۲۳	شرح	۶۹۶	باب: امامت اور اس کی فضیلت سے متعلق مجموعہ ابواب
۷۲۳	جماعت کے واجب یا سنت ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان	۶۹۶	باب: آدمی کا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلے جانا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۴۷	جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (حدیث)	۴۲۳	شرف علم کی بنیاد پر امامت کا حقدار ہونا
۴۷	مدرک رکوع کی رکعت کا عدم فاتحہ خلف الامام ہونے کا بیان	۴۲۳	شرف قرأت کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا
	امام کے پیچھے فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی قرأت میں	۴۲۳	شرف عمر کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا
۴۸	مذہب اربعہ	۴۲۵	امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا فقہی مفہوم
۴۹	جب امام نماز میں قرآن پڑھے تم چپ کر جاؤ	۴۲۵	امامت کے زیادہ حقدار ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ
۴۹	سورہ فاتحہ کی قرأت سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان	۴۲۶	ناپیدا آدمی کی امامت میں جواز و کراہت کا بیان
۴۲	سورہ فاتحہ کے بارے میں ائمہ کی ابحاث کا بیان	۴۲۷	فاسق اگر امام بنادیا جائے تو امامت جائز ہے
۴۲	امام محمد کے مذہب کی تحقیق	۴۲۷	باب: ملاقاتی (مہمان) کی امامت
۴۳	امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دس دلائل کا بیان	۴۲۸	باب: امام کا لوگوں کی جگہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہونا
	امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دلائل احادیث کی روشنی میں		باب: ایسے شخص کا لوگوں کی امامت کرنا جو پہلے وہ نماز ادا کر چکا ہو
۴۷	قاعدہ فقہیہ سے قرأت خلف الامام کی ممانعت کا بیان	۴۲۹	نفل نماز کی جماعت کا بیان
۵۲	باب: دو آدمیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی امامت کر رہا ہو تو وہ دونوں کیسے کھڑے ہوں گے؟	۴۳۰	باب: امام کا بیٹھ کر نماز پڑھنا
۵۳	باب: جب تین لوگ (نماز یا جماعت میں شریک) ہوں تو وہ کیسے کھڑے ہوں گے؟	۴۳۱	مرض کا سبب عذر ہونے کا بیان
۵۵	باب: امام کا سلام پھیرنے کے بعد منہ پھیر کر بیٹھنا	۴۳۲	مرض کے سبب عذر یا باحت کا بیان
۵۶	باب: امام کا اپنی جگہ پر نوافل ادا کرنا	۴۳۲	عذر کے سبب نماز میں قیام و رکوع وغیرہ میں رخصت کا بیان
	باب: امام کے آخری رکعت (کے سجدے) سے سر اٹھانے کے بعد اسے حدیث لاحق ہونا	۴۳۳	عذر کے سبب حرمت کا اہا حث کی جانب منتقل ہونے کا قاعدہ فقہیہ
۵۶	نماز میں خلیفہ بنانے سے متعلق احکام کا بیان	۴۳۳	حکم کا اہا حث سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کا بیان
۵۷	تکبیر تحریمہ سے نماز کی ابتداء اور سلام پر انتہاء کا بیان	۴۳۴	امام کی پیروی کرنے کا بیان
۵۸	تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب اربعہ	۴۳۴	ربنا لک الحمد آہستہ آواز کہنے میں اتفاق مذاہب اربعہ
۵۹	نماز میں تکبیر تحریمہ کی وجہ تسمیہ	۴۳۵	امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ممانعت کا بیان
۵۹	نماز میں تکبیر تحریمہ کی فرضیت کا بیان	۴۳۵	شرح قرآن کی قرأت کے وقت خاموش رہنے اور سننے کے حکم کا بیان
۶۰	نماز میں قیام کی فرضیت کا بیان	۴۳۶	آیت قرأت کا نماز سے متعلق ہونے کا بیان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۷۷۵	باب: نماز میں کپڑا (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا	۷۶۱	نماز میں قرأت کی فرضیت کا بیان
۷۷۶	شرح	۷۶۱	نماز میں رکوع کی فرضیت کا بیان
۷۷۷	تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات	۷۶۲	نماز میں سجدہ کی فرضیت کا بیان
۷۷۷	تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث	۷۶۲	نماز میں قعدہ اخیرہ کی فرضیت کا بیان
۷۷۹	تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا	۷۶۲	باب: مقتدی کو کس حد تک امام کی پیروی کرنے کا حکم ہے
۷۷۹	اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا	۷۶۳	سجدے میں پہلے ہاتھ یا گھٹنے زمین پر رکھنے میں مذاہب
۷۷۹	تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء	۷۶۳	اربعہ
۷۷۹	احناف کی تصریحات	۷۶۳	سجدے کے اعضاء کا بیان
۷۸۱	تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی مالکی	۷۶۳	سجدے میں ہاتھ زمین پر جبکہ کہنیوں کو اٹھا رکھنے کا بیان
۷۸۱	اور حنبلی فقہاء کی تصریحات	۷۶۵	دوسری رکعت کو الحمد للہ سے شروع کرنے کا بیان
۷۸۲	مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد	۷۶۶	شرائط اقتداء کا بیان
۷۸۵	ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق تحقیق	۷۶۶	باب: ایسے شخص کی شدید مذمت جو امام سے پہلے سر اٹھاتا یا
۷۸۶	باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی	۷۶۷	رکھتا ہے
۷۸۷	باب: عورت کا اوڑھنی کے بغیر نماز ادا کرنا	۷۶۸	امام سے پہلے سر سجدے سے اٹھانے پر وعید کا بیان
۷۸۷	مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے دلائل سے متعلق احادیث	۷۶۹	باب: جو شخص امام سے پہلے (نماز) ختم کر دیتا ہے
۷۸۷	آثار کا بیان	۷۶۹	باب: ان کپڑوں سے متعلق مجموعہ ابواب جن میں نماز ادا کی
۷۹۰	مرد کو مسجد میں اور عورت کو گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے	۷۶۹	جاتی ہے
۷۹۰	مرد و عورت کی نماز کا فرق اور فقہاء اربعہ	۷۷۰	شرح
۷۹۱	عبدالحی لکھنوی کا فیصلہ	۷۷۱	اشتمال کے ساتھ نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ
۷۹۲	عورت کی امامت مکروہ ہے	۷۷۱	باب: آدمی کو گدی پر کپڑا باندھ کر نماز ادا کرنا
۷۹۲	مرد و عورت کی نماز میں فرق سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا	۷۷۱	باب: آدمی کا ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کرنا جس کا کچھ حصہ
۷۹۲	بیان	۷۷۲	کسی دوسرے پر ہو
۷۹۵	باب: نماز کے دوران "سدل" کرنا	۷۷۲	باب: آدمی کا ایک قمیص میں نماز ادا کرنا
۷۹۵	سدل کے معنی و مفہوم کا بیان	۷۷۲	شرح
۷۹۶	مکروہات نماز کا بیان	۷۷۲	باب: جب کپڑا اچھوٹا ہو تو اسے تہبند کے طور پر باندھ لیا
۷۹۷	جن سے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے	۷۷۳	جائے

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۱۵	باب: ستونوں کے درمیان صف بنانا	۷۹۸	باب: عورتوں کے کپڑوں پر نماز ادا کرنا
	باب: صف میں کس کا امام کے قریب کھڑے ہونا مستحب ہے	۷۹۹	باب: آدمی کا گدی پر بال باندھ کر نماز ادا کرنا
۸۱۵	اور (صف سے) پیچھے ہونے کا ناپسندیدہ ہونا	۸۰۰	باب: جوتا پہن کر نماز ادا کرنا
۸۱۶	شرح	۸۰۲	باب: نمازی جب جوتا اتارتا ہے تو اسے کہاں رکھے؟
۸۱۷	میدان حشر میں حاضرین کی تین قسمیں	۸۰۲	باب: چٹائی پر نماز ادا کرنا
۸۱۸	باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ	۸۰۳	باب: بڑی چٹائی پر نماز ادا کرنا
۸۱۸	امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور صفوں کی ترتیب کا بیان	۸۰۴	شرح
	باب: خواتین کی صف (کا حکم)، پہلی صف سے پیچھے ہونے	۸۰۴	وباغت کھال کا بیان
۸۱۹	کا ناپسندیدہ ہونا	۸۰۴	وباغت کی تعریف
۸۲۰	پہلی صف میں شامل نہ ہونے والوں پر وعید کا بیان	۸۰۴	مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے
۸۲۰	شرح	۸۰۵	تکرہ جب صفت عامہ کے ساتھ ہو قاعدہ فقہیہ
	باب: صف (کے مقابل) میں امام کے کھڑے ہونے کا		فقہ شافعی و مالکی کے مطابق مردار کی کھال کا حکم و فقہاء
۸۲۱	مقام	۸۰۵	احناف کا جواب
۸۲۱	باب: جو شخص صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے		جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح
	صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز سے متعلق	۸۰۷	بھی سبب زوال نجاست ہے
۸۲۱	فقہی مذاہب اربعہ		ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح
	باب: آدمی کا صف (تک پہنچنے) سے پہلے رکوع میں چلے	۸۰۷	ہے (قاعدہ فقہیہ)
۸۲۲	جانا	۸۰۷	باب: آدمی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا
۸۲۲	عبادت میں حرم کی دعا کا بیان	۸۰۷	شرح
	رکوع والی تکبیر سے متعلق تکبیر تحریرہ کے ہونے یا نہ ہونے	۸۰۸	تجدے کی سنتوں کا بیان
۸۲۲	میں مذاہب اربعہ کا بیان	۸۰۹	باب: صفوں سے متعلق فروعی ابواب
۸۲۳	مقتدی کی اقسام کا بیان	۸۰۹	نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان
۸۲۳	امام کی اتباع نہ کرنے سے متعلق فقہی جزیات کا بیان	۸۱۰	باب: صفوں کو سیدھا رکھنا
۸۲۳	شرح سنن ابوداؤد و جلد اول کے اختتامی کلمات و دعا کا بیان	۸۱۰	فرشتوں کی طرح صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان
		۸۱۳	پہلی صف کی فضیلت کا بیان
		۸۱۳	شرح

مقدمه رضويه

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَوْضَحَ وَجْهَ دِينِهِ وَأَفْضَحَ وَجْهَ الشَّكِّ بِكُشْفِ النِّقَابِ عَنْ وَجْهِ
الْيَقِينِ بِالْعُلَمَاءِ الْمُسْتَنْبِطِينَ الرَّاسِخِينَ وَالْفَضْلَاءِ الْمُحَقِّقِينَ الشَّامِخِينَ الَّذِينَ نَزَّهُوا
كَلَامَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ مُمِيزِينَ عَنْ زَيْفِ الْمَخْلُطِينَ الْمَدْلُسِينَ وَرَفَعُوا مَنَارَهُ بِنَصَبِ الْعَلَائِمِ
وَأَسْنَدُوا عَمْدَهُ بِأَقْوَى الدَّعَائِمِ حَتَّى صَارَ مَرْفُوعًا بِإِبْتِنَاءِ الْعَالِي الْمَشِيدِ وَبِأَحْكَامِ الْمَوْثِقِ
الْمُدْمَجِ الْمُؤَكَّدِ مُسْنَدًا بِسُلْسَلَةِ الْحِفْظِ وَالْإِسْنَادِ غَيْرِ مُنْقَطِعٍ وَلَا وَاهٍ إِلَى يَوْمِ التَّنَادِ وَلَا
مَوْقُوفٍ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْبَيَانِ وَلَا مُعْضَلٍ مِمَّا فِيهِ مِنَ الْمَعَانِي (وَالضَّلَاةُ) عَلَى مَنْ بَعَثَ بِالَّذِينَ
الصَّحِيحُ الْحَسَنُ وَالْحَقُّ الصَّرِيحُ السَّنَنُ الْخَالِي عَنْ الْعِلَلِ الْقَادِحَةِ وَالسَّالِمُ مِنَ الطُّغْنِ فِي
أَدْلَتِهِ الرَّاجِحَةُ مُحْتَدِّ الْمُسْتَأْثَرِ بِالْخِصَالِ الْحَبِيدَةِ وَالْمَجْتَبَى الْمُخْتَصَّ بِالْخِلَالِ السَّعِيدَةِ
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ الْكَرَامِ مُؤَيِّدِي الدِّينِ وَمُظْهِرِي الْإِسْلَامِ وَعَلَى التَّابِعِينَ بِالْخَيْرِ وَالْإِحْسَانِ
وَعَلَى عُلَمَاءِ الْأُمَّةِ فِي كُلِّ زَمَانٍ مَا تَفَرَّدَ قَمَرِي عَلَى الْوَرْدِ وَالْبَانِ وَنَاحَ عِنْدَ لَيْبِ عَلَى نَوْرِ الْأَقْحَوَانِ
(وَبَعْدُ) فَإِنْ عَانِي رَحْمَةً رَبِّهِ الْغَنَى مُحَمَّدٌ لِيَاقَتَ عَلَى الرِّضْوَى الْحَنَفَى عَامِلَهُ رَبِّهِ وَوَالِدِيهِ
يُلْطِفُهُ الْخَفَى يَقُولُ أَنَّ السَّنَةَ إِخْدَى الْحَجَجَ الْقَاطِعَةَ وَأَوْضَحَ الْحُجَّةَ السَّاطِعَةَ وَبَهَا ثُبُوتِ
أَكْثَرِ الْأَحْكَامِ وَعَلَيْهَا مَدَارُ الْعُلَمَاءِ الْأَعْلَامِ وَكَيْفَ لَا وَهِيَ الْقَوْلُ وَالْفِعْلُ مِنْ سَيِّدِ الْأَنْبَاءِ فِي
بَيَانِ الْخِلَالِ وَالْحَرَامِ الَّذِينَ عَلَيْهِمَا مَبْنَى الْإِسْلَامِ فَصَرَفَ الْإِعْبَارَ فِي اسْتِخْرَاجِ كُنُوزِهَا
مِنْ أَهَمِّ الْأُمُورِ وَتَوْجِيهِ الْأَفْكَارِ فِي اسْتِكْشَافِ رَمُوزِهَا مِنْ تَعْيِيرِ الْعُبُورِ لَهَا مِنْقَبَةً تَجَلَّتْ
عَنِ الْحَسَنِ وَالْبَهَاءِ وَرَتَبَةً جَلَّتْ بِالْبَهْجَةِ وَالسَّنَاءِ وَهِيَ أَنْوَارُ الْهِدَايَةِ وَمَطَالَعُهَا وَوَسَائِلُ الدِّرَايَةِ
وَذَرَائِعُهَا وَهِيَ مِنْ مَخْتَارَاتِ الْعُلُومِ عَيْنُهَا وَمِنْ مَتَنَقِدَاتِ نَقُودِ الْمَعَارِفِ فَضْهَا وَعَيْنُهَا
وَلَوْلَاهَا لَمَا بَانَ الْخَطَأُ عَنِ الصَّوَابِ وَلَا تَمِيزَ الشَّرَابُ مِنَ السَّرَابِ وَلَقَدْ تَصَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ
السَّلَفِ الْكَرَامِ مِمَّنْ كَسَاهُمُ اللَّهُ تَعَالَى جَلَابِيبَ الْقَهْمِ وَالْأَفْهَامِ وَمَكْنَهُمْ مِنْ انْتِقَادِ الْأَلْفَافِ
الْفَصِيحَةِ الْمَوْسُئَةِ عَلَى الْمَعَانِي الصَّحِيحَةِ وَأَقْدَرَهُمْ عَلَى الْحِفْظِ بِالْحِفَافِ مِنَ الْمُتُونِ وَالْأَلْفَافِ
إِلَى جَمْعِ سَنَنِ مَنْ سَنَّ سَيِّدُ الْمُرْسَلِينَ هَادِيَةً إِلَى طَرَائِقِ شَرَائِعِ الدِّينِ وَتَدْوِينَ مَا تَفَرَّقَ
مِنْهَا فِي أَقْطَارِ بِلَادِ الْمُسْلِمِينَ بِتَفَرُّقِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ الْحَامِلِينَ وَالْفُقَهَاءَ مَذَاهِبِ
الْأَرْبَعَةِ.

امام ابوداؤد رحمہ اللہ

(202-275 ھ مطابق 817-889ء)

نام و نسب: امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا نام سلیمان بن اشعث اور آپ کی کنیت ابوداؤد ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد امام کے شاگرد خاص ابن داسہ نے امام کا نسب اسی طرح بیان کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا اسم منسوب ”مجتانی“ ہے۔ جو آپ کے وطن مالوف ”مجتان“ کی نسبت سے ہے۔ یہ قدیم صوبہ موجودہ دور کے اعتبار سے جنوب مغربی افغانستان کا حصہ ہے۔ اس صوبے کو تاریخ میں ”سیستان“ کے نام سے بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ مشہور روایات کے مطابق یہ صوبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں 18 ہجری میں عامر بن عمرو تیمی نے فتح کیا۔ جبکہ بعض مورخین کے نزدیک یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا۔

امام ابوداؤد 202 ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے جس زمانے میں ہوش سنبالا یہ علم حدیث کی تاریخ کا یادگار ترین دور ہے۔ امت میں قبولیت عامہ پانے والی ”صحاح ستہ“ کے تمام مؤلفین اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں اور بیشتر اساتذہ سے استفادہ میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہیں۔ اگرچہ زمانی اعتبار سے تقدیم و تاخیر ہو سکتی ہے۔

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں سے چند ایک کے اسامہ درج ذیل ہیں:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ، ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ، ابو حاتم رازی رحمہ اللہ، ابو زرہ رازی رحمہ اللہ، محمد بن یحییٰ ذہبی رحمہ اللہ

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے علم حدیث کی طلب میں مصر، حجاز، شام، عراق اور خراسان کے بہت سے علاقوں کا سفر کیا۔

بہت سے جلیل القدر اساتذہ سے استفادہ کے بعد جب امام ابوداؤد رحمہ اللہ مستند تدریس پر رونق افروز ہوئے تو انہوں نے بہت جلد اپنی قابلیت اور فضیلت کا لوہا منوالیا۔ ان کے اندر وہ تمام خصوصیات پائی جاتی تھیں جو کسی بھی عالم ربانی میں پائی جاسکتی ہیں۔ اسی لیے شیخ احمد ہروی نے انہیں علم حدیث کے شہسواروں میں سے ایک قرار دیا ہے جبکہ شیخ موسیٰ بن ہارون کا یہ کہنا ہے: امام ابوداؤد رحمہ اللہ کو دنیا میں علم حدیث کی خدمت کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں: میں نے امام ابوداؤد رحمہ اللہ سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حافظ ابن مندہ نے تو انہیں امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کے

بعد سب سے جلیل القدر محدث قرار دیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ جس زمانے سے تعلق رکھتے ہیں اس زمانے میں اسلامی معاشرے پر یونانی فلسفے کے اثرات بہت زیادہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم معاشرے میں ”معتزلہ“ کے نام سے ایک باقاعدہ مکتبہ فکر وجود میں آچکا تھا جو قرآن و سنت کے الفاظ کی تعبیر و تشریح، یونانی فلسفے کے نظریات کی روشنی میں کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ایسے تمام مسائل میں اپنے جلیل القدر استاد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق، خلف صالحین کے نظریے کو اختیار کیا۔

بہت سے مؤرخین نے فقہی اعتبار سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا شمار امام احمد رحمہ اللہ کے طبقہ ادنیٰ کے شاگردوں میں کیا ہے۔ ان مؤرخین میں ابواسحاق شیرازی، قاضی ابوحسین فراء اور امام ذہبی شامل ہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ دیگر فقہاء کی بہ نسبت انہوں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے شاگردوں کی فہرست بھی خاصی طویل ہے۔

.....

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بہت سی کتب یادگار چھوڑی ہیں جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

سنن ابوداؤد: اس کتاب کا تعارف اگلے صفحات میں تحریر ہے۔

مراہیل: اس کتاب میں انہوں نے مرسل روایات کو ابواب و فصول کے تحت مرتب کیا ہے۔ یہ کتاب بعض اختصارات کے ہمراہ 1310 ہجری میں مصر میں شائع ہوئی تھی۔

ناسخ و منسوخ: یہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی اہم کتب میں سے شمار کی جاتی ہے، لیکن صرف مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اس کا کوئی نسخہ منظر عام پر نہیں آسکا۔

کتاب الزہد: اس کتاب کا بھی مؤرخین نے ذکر کیا ہے یہ شائع نہیں ہو سکی۔

مسائل امام احمد رحمہ اللہ: عنوان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی فقہی آراء نقل کی ہوں گی، تاہم یہ کتاب بھی شائع نہیں ہو سکی البتہ اس کے کچھ قلمی نسخوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

الرؤ علی اهل القدر: امام ذہبی اور امام حزی نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ بھی امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کا صرف ذکر ملتا ہے۔

.....

علم و فضل کی خدمت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے شب جمعہ میں 16 شوال المکرم 275 ہجری کو اس دارِ فانی کو خیر باد کہا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی آغوش میں منتقل ہو گئے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا انتقال بصرہ میں ہوا جہاں آپ عمر کے آخری دور میں رہائش پذیر رہے تھے۔ شیخ عباس بن عبدالواحد ہاشمی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو سفیان ثوری رحمہ اللہ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ تعارف نام و نسب ابو داؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔
ابو داؤد سلیمان بن اشعث بن اسحق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سمستانی۔

سن پیدائش

امام ابو داؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی اسی لیے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے پھر بعض وجوہ کی بنا پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرے میں گزارے جو اس وقت علم و فن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

تحصیل علم

آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا صاحب کمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

اساتذہ و شیوخ

امام ابو داؤد تحصیل علم کے لیے جن اکابر و شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء دشوار ہے خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری و مسلم جیسے امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور ثعلبی ابوالولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

فن حدیث میں کمال

ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابو داؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ”ابو داؤد کے لیے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا ہوا تھا“ حافظ ابوطاہر نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا لان الحدیث وعلمہ بکمالہ لا امام اہلیہ ابو داؤد مثل الذی لان الحدید و سبکہ لبنی

اہل زمانہ داؤد فقہی ذوق اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام ابو داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کے لیے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا، چنانچہ حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصہ استیعاب کے سلسلے میں ابو داؤد کو جو بابت حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث و فقہ دونوں کے سرخیل تھے۔

زہد و تقویٰ

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد و عبادت اور یقین و توکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع و تقویٰ، عفت و تقویٰ! عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لیے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی قاعدہ نہ تھا اس لیے اس کو تنگ ہی رکھا۔ جو مہنج قناعت میں ہیں تقدیر پر شاکر ہے ذوق برابر نہیں کم اور زیادہ آپ کے فضل و کمال کا اعتراف ابو داؤد کو علم و عمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا چنانچہ حافظ نمونی بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابو داؤد دنیا میں حدیث کے لیے اور آخرت میں جنت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد بلا شک و ریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت احمد بن محمد بن لیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبد اللہ تسری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا: امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کر لیا انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

وفات امام ابو داؤد نے تہتر سال کی عمر پا کر سولہ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ یوم وفات روز جمعہ ہے۔ مثل ابوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا نور سے معمور یہ خاک شہستان ہو تیرا (اقبال) تصنیفات امام ابو داؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراسل۔ الرد علی القدریہ۔ النسخ والسنوخ۔ ماتصرو بہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔



سنن ابوداؤد

نبی اکرم ﷺ سے منقول مستند احادیث کا یہ مجموعہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ عرف عام میں ”سنن ابوداؤد“ کے نام سے معروف ہے۔ اہل علم کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے مرتب کردہ اس مجموعے کا نام ”سنن“ ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اہل مکہ کے نام اپنے خط میں خود اس مجموعے کو اسی نام سے ذکر کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اس مجموعے میں یہ کوشش کی ہے کہ اس میں فقہی احکام سے متعلق مستند احادیث کو ایک جگہ جمع کر دیں۔ انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ کسی ایسے راوی سے روایت نقل نہ کریں جو متروک الحدیث ہو۔ یعنی جس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہو۔ اس کے علاوہ انہوں نے ”سنن ابوداؤد“ میں زیادہ تر وہ روایات نقل کی ہیں جو محدثین کے نزدیک مشہور ہیں۔ تاہم انہوں نے اس کتاب میں کچھ ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جو متصل نہیں ہیں۔ یا تو وہ مرسل ہیں یا ان میں تدلیس پائی جاتی ہے لیکن کیونکہ علمی اعتبار سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے وابستہ دامن ہیں اور ان کے نزدیک مستند متصل حدیث کی عدم موجودگی میں مستند مرسل روایت سے استدلال کیا جاسکتا ہے اس لئے ان کے طریقے کے مطابق امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی مستند متصل روایات کی عدم موجودگی میں مرسل روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اگر کسی جگہ کوئی ایسی روایت نقل کریں جس میں انتہائی ضعف پایا جاتا ہو تو وہ اس کے ضعف کی وضاحت کر دیتے ہیں۔ انہوں نے خود یہ بات تحریر کی ہے: جس حدیث پر میں کوئی تبصرہ نہ کروں وہ روایت صالح ہوگی۔ بعض محققین کے نزدیک صالح سے مراد ”حسن“ ہوتا ہے۔

.....

خطیب بغدادی نے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے اپنے الفاظ یہ نقل کیے ہیں:

”میں نے اس کتاب میں صحیح اس سے مشابہت رکھنے والی اس کے قریب روایات ذکر کی ہیں اور جن روایات میں انتہائی ضعف پایا جاتا ہے انہیں میں نے بیان کر دیا ہے اور جنہیں بیان نہیں کیا وہ صالح ہیں جن میں سے بعض دوسریوں سے زیادہ مستند ہیں۔“

علماء کا یہ کہنا ہے: یہاں صحیح سے مراد ”صحیح لذاتہ“ ہے۔ جبکہ اس سے مشابہت رکھنے والی سے مراد ”صحیح لغیرہ“ ہے اور اس کے قریب سے مراد ”حسن لذاتہ“ ہے۔

لیکن اس کے باوجود علماء نے یہ بات بیان کی ہے: سنن ابوداؤد میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جن کے ضعیف ہونے کی امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے صراحت نہیں کی لیکن تحقیقی اعتبار سے وہ ضعیف کے مرتبے میں شمار کی جائیں گی۔

لیکن ان سب کے باوجود امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی مرتب کردہ ”سنن“ کو امت میں قبولیت عامہ نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ کہہ دیا: امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی مرتب کردہ کتاب ”سنن ابوداؤد“ مجتہد کے لئے کافی ہے۔ جبکہ حافظ محمد بن ابراہیم کا یہ قول ہے: سنن کے اعتبار سے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی کتاب سب سے بہتر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علم فقہ میں مہارت حاصل کرنے والے کے لیے سنن ابوداؤد کا مطالعہ ضروری ہے کیونکہ اس میں ایسی اکثر روایات مذکور ہیں جو فقہی مسائل میں مآخذ بنتی ہیں۔

•••-----•••-----•••

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی مرتب کردہ سنن کی انہی خوبیوں کی وجہ سے بہت سے اہل علم نے ”شرح“ کی شکل میں اس کی خدمت سرانجام دی جن میں سے چند ایک کا تعارف درج ذیل ہے:

i۔ معالم السنن: اس کے مصنف امام ابوسلیمان خطابی ہیں۔ یہ کتاب مکمل نہیں ہو سکی لیکن سنن ابوداؤد کی سب سے بہترین شرح شمار ہوتی ہے۔

ii۔ شرح لووی: یہ کتاب بھی مکمل نہیں ہو سکی اور اب اس کے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں۔

iii۔ شرح قرشی: اس کے مصنف قطب الدین ابوبکر بن احمد ہیں۔ اس کا بھی صرف تذکرہ ملتا ہے۔

iv۔ شرح مغلطائی: اس کے مصنف علاؤ الدین مغلطائی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

v۔ شرح عراقی: اس کے مصنف ولی الدین احمد بن عبدالرحیم عراقی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

vi۔ شرح سیوطی: اس کے مصنف امام جلال الدین سیوطی ہیں۔ یہ انتہائی تفصیلی شرح تھی۔ کتاب کے آغاز سے سجدہ سہو سے متعلق ابواب تک کی شرح 7 جلدوں میں ہوئی تھی۔ اگر یہ مکمل ہو جاتی تو 40 جلدوں سے زیادہ ہوتی لیکن یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی۔

vii۔ شرح عینی: اس کے مؤلف علم حدیث کی مشہور کتاب ”عمدة القاری شرح صحیح بخاری“ کے مؤلف حافظ بدرالدین محمود عینی ہیں۔ یہ بھی مکمل نہیں ہو سکی تاہم اس کے اجزاء شائع ہو چکے ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ سے ان کے پانچ شاگردوں نے سنن ابوداؤد کے نسخے روایت کیے ہیں اور ان نسخوں میں کچھ الفاظ اور روایات کی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ جن میں سے دو حضرات کے نسخے زیادہ مشہور ہوئے۔

i۔ ابوعلی لؤلؤی: (ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو بصری لؤلؤی۔ انتقال 333 ہجری)

ii۔ ابن داسہ: (ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ بصری)

ہمارے سامنے اس کتاب کا جو نسخہ موجود ہے اس کی احادیث کے متن کی تحقیق، تخریج اور تعلیق نگاری کی خدمت شیخ شعیب الارناؤط نے سرانجام دی ہے۔ اور ہم نے انہی کی تخریج کو انتخاب و اختصار کے ساتھ اس نسخے میں نقل کر دیا ہے۔ اس نسخے کے مطابق ”سنن ابوداؤد“ کی روایات کی تعداد 5274 ہے۔

حدیث یا سنت سے مراد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل اور سکوت ہے۔ سکوت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاموشی کو

کہتے جو انہوں نے کسی عمل کو دیکھ کر اختیار کیا اور اس سے منع نہیں فرمایا۔ کتاب اللہ تعالیٰ یعنی قرآن مجید کی کتابت تو آپ ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں مکمل کرائی تھی لیکن احادیث نبویہ ﷺ کی جمع و تدوین کا کام بعد میں آنے والے بزرگوں نے کیا۔ انہوں نے حدیث کو لکھنے سے پہلے وہ حدیث جس جس نے بیان کی اور جس جس نے سنی انکے نام بھی درج کیے۔

یہ ایسی شاندار علمی کاوش ہے جو کسی اور مذہب و ملت کے ہاں نہیں۔ ایک ہستی مبارکہ ﷺ کی احادیث جمع کرتے ہوئے کم و بیش ساڑھے پانچ لاکھ افراد کے حالات زندگی کتابوں میں محفوظ کر دیے گئے جو کہ اب کمپیوٹر کی ڈیٹا بیس میں سادے گئے ہیں۔ اس میدان کو ”اسماء الرجال“ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

احادیث کی جمع و تدوین کا کام اگرچہ دور نبوت میں شروع ہو چکا تھا اور کچھ اصحاب رسول ﷺ آپ ﷺ کی موجودگی میں ارشادات عالیہ سپرد قلم کرتے رہتے تھے لیکن تیسری صدی ہجری میں یہ علم ایک فن بن کر آسمان علم پر سورج کی طرح ابھرا اور آج تک آسمان روایت پر اس شان سے جلوہ افروز ہے کہ صدیاں گزر گئیں لیکن گہن اسکے قریب بھی نہیں پھٹکا۔ عظیم الشان محدثین نے ایک ایک روایت کے حصول کے لیے میلوں پیدل سفر کیا اسکو جانچا، پرکھا اور ٹھوک بجا کر دیکھا اور قابل اعتماد ہونے پر اپنے نسخوں میں درج کیا۔ امت مسلمہ پر انکا اتنا بڑا احسان ہے کہ تاقیامت انکا فیض جاری و ساری رہے گا۔ محدثین نے بے شمار کتب حدیث مدون کیں لیکن ان میں سے چھ کو اہل سنت کے ہاں بہت مقبولیت حاصل ہوئی جنہیں ”صحاح ستہ“ کہا جاتا ہے اور چار کو اہل تشیع کے ہاں بلند و بالا مقام ملا جنہیں ”کتب اربعہ“ یا اصول اربعہ“ بھی کہا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا نام امت مسلمہ کے ہاں ایک بہت ہی مستند محدث کی حیثیت سے مشہور ہے۔ انہوں نے محسن انسانیت ﷺ کی حدیثوں کو جمع کیا اور اپنی کتاب ”سنن ابی داؤد شریف“ میں مرتب کیا۔ آپ کا مکمل نام ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق اسدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ 202ھ میں بستان میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ سندھ اور ہرات کے درمیان واقع تھا اور ایک زمانے میں بہت شہرت رکھتا تھا تاریخ کی پرانی کتب میں اس کا بکثرت ذکر ملتا ہے۔ اس زمانے میں تحصیل علم کے لیے سفر کرنا ضروری خیال کیا جاتا تھا بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ قابلیت کو اسی پیمانے سے ناپا اور تولا جاتا تھا کہ کہاں کہاں کا سفر کیا گیا ہے تو عبث نہ ہوگا۔ آپ نے حصول علم کے لیے مصر، شام، حجاز، خراسان اور عراق وغیرہ کی طرف طویل اور دور دراز علاقوں میں سفر کیے، کبھی پیدل اور کبھی کبھی سوار ہو کر۔

آپ کی شہرت آپ کی زندگی میں ہی چہار دانگ عالم پہنچ چکی تھی لوگ آپ کو امام حدیث کی حیثیت سے جانتے تھے اور آپ کے درس میں جوق در جوق شریک ہوتے۔ شاہی خاندان کے اکثر افراد بھی آپ سے کسب فیض کرتے لیکن انہیں عوام الناس کی طرح اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ آپ جس شہر میں جاتے لوگوں کا جم غفیر شہر سے بہت باہر آپ کے استقبال کے لیے موجود ہوتا تھا۔ لیکن آپ کی طبیعت انتہائی سادگی اور بے تکلفی سے عبارت تھی۔ آپ اپنی قمیص کی ایک آستین کھلی رکھتے تھے تاکہ اس میں کچھ کمذات سسکیں اور دوسری آستین تنگ رکھتے تھے کہ اسراف کا عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ آپ کی طبیعت میں بڑھ و عبادت بھی بہت مناسب تھے اس لیے آپ کو عالم باعمل کہنا غلط نہ ہوگا۔

آپ نے وقت کے بہت مشہور علماء سے علم حاصل کیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ابوالولید طیبی، محمد بن کثیر العبدی، مسلم بن ابراہیم، احمد بن یونس اور سلیمان بن حرب جیسے بزرگوں کا نام بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہے۔ امام ترمذی اور امام نسائی جیسی نابغہ روزگار ہستیاں آپ کے شاگردوں میں سے ہیں ان کے علاوہ آپ سے سماع حدیث کرنے والوں کی اتنی لمبی فہرست ہے کہ جس کو سپرد قلم کرنے کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات بھی ایک طویل فہرست کے متقاضی ہیں۔ ”کتاب السنن“ آپ کی شہرت کی اصل وجہ ہے جسے امت مسلمہ ”سنن ابی داؤد“ کے نام سے جانتی ہے۔

آپ نے اس کتاب ”سنن ابی داؤد“ میں ایسی احادیث نبوی ﷺ کو جمع کیا ہے جو احکامات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شاید اسی لیے یہ کتاب فقہاء کے ہاں بھی بہت مقبول ہے۔ کتاب کی تکمیل کے بعد آپ نے اسکے مسودے کو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے اسے بے حد پسند کیا اور اسکے مندرجات کو سراہا۔ یہ کتاب احکامات اسلامیہ کا ماخذ مانی گئی ہے اور علماء کی ایک کثیر تعداد اس بات پر متفق ہے کہ قرآن و سنت کے احکامات کی تفہیم کے لیے ”سنن ابی داؤد“ کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحاح ستہ میں اس کتاب کو بہت اہم مقام حاصل ہے۔

اس کتاب سے قبل محدثین کے ہاں صرف جوامع اور مسانید لکھنے کا رواج تھا۔ ”جوامع“ جامع کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث نبوی ﷺ ہیں جن میں ہر طرح کی احادیث نبوی ﷺ ہوتی ہیں اور ”مسانید“ مسند کی جمع ہے اس سے مراد وہ کتب احادیث نبوی ﷺ ہیں جن میں کسی صحابی کی بیان کردہ تمام روایات جمع کر دی گئی ہوں۔ ”سنن ابی داؤد“ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ ”سنن“ سے مراد وہ کتب حدیث نبوی ﷺ ہیں جن میں فقہی ترتیب سے احادیث نبوی ﷺ درج کر دی گئی ہوں۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس اسلوب کا آغاز کیا جسے امت مسلمہ میں بہت پسند کیا گیا اور اس کتاب کے بعد بہت سے محدثین نے اس اسلوب پر قلم اٹھایا۔

”سنن ابی داؤد“ میں احکام سے متعلق احادیث نبوی ﷺ موجود ہیں۔ اس کتاب میں امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح ترین احادیث نبوی ﷺ کا ذکر کیا ہے اور اگر ایک حدیث کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہو تو اسکو سند عالی سے درج کرتے ہیں اور ساتھ میں دیگر اسناد کا ذکر بھی کر دیتے ہیں۔ ”اسناد“ سند کی جمع ہے جس سے مراد حدیث بیان کرنے والے بزرگ۔ ہیں جنہوں نے ایک سے سن کر دوسرے کو بتایا۔ جیسے نبی ﷺ سے صحابی نے سنا، صحابی سے تابعی نے، تابعی سے تابعی نے، تبع تابعی سے فقیہ نے اور فقیہ سے محدث نے سنا اور لکھ لیا اس لیے کہ حدیث بیان کرنے والے راوی کہلاتے ہیں اور اسے لکھ لینے والے محدث۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب میں لمبے واقعات والی احادیث کو اختصار سے بھی بیان کیا ہے۔ روایت کی سند میں اگر کسی طرح کا سقم موجود ہو تو اسکا بھی ذکر کرتے ہیں تاہم ایسے راویان جن کی شہرت محدثین کے ہاں کچھ اچھی نہیں ہے انکی روایات قبول نہیں کرتے۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حدیث نبوی ﷺ کے راویوں کی نام، انکی کنیتیں اور اگر انکے القابات ہوں تو ان کا ذکر بھی موجود ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ”متصل السند“ احادیث ہی داخل کتاب کی ہیں۔ ”متصل

السند“ احادیث سے مراد وہ روایات ہیں جن کا سلسلہ سند محسن انسانیت ﷺ تک جا پہنچتا ہے اور درمیان میں سب راویوں کی باہمی ملاقات ثابت ہوتی ہے یا انہوں نے ایک دوسرے کا زمانہ پایا ہوتا ہے۔

”سنن ابی داؤد“ میں چار ہزار آٹھ سو روایات درج کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی پزیرائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسکی کئی شروحات لکھی گئی ہیں۔ شروحات سے مراد تشریح ہے جیسے قرآن کی ”تفسیر“ ہوتی ہے اسی طرح حدیث نبوی ﷺ کی ”تشریح“ ہوتی ہے اور کسی کتاب حدیث نبوی ﷺ کی شروحات کا لکھا جانا گویا اس کی اہمیت اجاگر ہونا ہے۔ اس کتاب کی بہت سی شروحات لکھی گئیں لیکن ”معالم سنن“ از ابو سلیمان احمد خطابی، ”شرح سنن ابوداؤد“ از قطب الدین ابوبکر، ”شرح سنن ابوداؤد“ از ملا علاؤ الدین، سے مسائل سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

حافظ ذکی الدین نے ”مختصر سنن ابی داؤد“ اور ابن قیم الجوزی جیسی نابغہ روزگار شخصیت نے ”تہذیب السنن“ کے نام سے اس کتاب کی مختصرات بھی تحریر کی ہیں اور فی زمانہ سنن ابی داؤد کے کئی اردو اور انگریزی تراجم بھی مارکیٹ میں موجود ہیں۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، آسمان حدیث کا یہ ماہتاب 14 شوال 275 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ حضرت امام ابوداؤد کے جنازے میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ آپ اپنی طبعی موت سے فوت ہو چکے لیکن آپ کی کتاب ”سنن ابی داؤد“ قیامت تک آپ کو زندہ رکھے گی اور آنے والی نسلیں اس چشمہ فیض سے سیراب ہوتی رہیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ العزیز۔



امام ابوداؤد رحمہ اللہ

سوانح حیات

(۵۲۰۲-۵۲۷۵ھ)

نام و نسب:

سلیمان نام، ابوداؤد کنیت، اور نسب یہ ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی ہجستانی۔

ولادت و خاندان:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش آپ کے اپنے بیان کے مطابق ۵۲۰۲ھ میں ہوئی، قبیلہ ”ازد“ سے تعلق کی بناء پر ازدی کہلاتے ہیں۔

ہجستانی نسبت سیستان یا (ہجستان) میں سکونت کی وجہ سے ہے، جو سندھ و ہرات کے مابین اور قندھار (افغانستان) کے متصل واقع ہے۔

طلب حدیث کے لئے بلاد اسلامیہ کی سیاحت: آپ نے احادیث کی روایت و تحصیل کے لئے بلاد اسلامیہ کے علمی مقامات کا سفر کیا، جن میں مصر، شام، حجاز (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ)، بغداد، جزیرہ، بصرہ اور خراسان وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

کئی بار بغداد شریف لے گئے، نيساپور، مرو، اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے استفادہ کیا۔

اساتذہ و شیوخ

آپ کے اساتذہ و شیوخ حدیث تین سو (۳۰۰) سے زائد ہیں جن میں سے بعض مشاہیر درج ذیل ہیں:

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ،

ابو ثور، یحییٰ بن معین،

ابو بکر بن ابی شیبہ،

عثمان بن ابی شیبہ،

سعید بن منصور،

سلیمان بن حرب،

سليمان بن عبد الرحمن دمشقي، شجاع بن مخلد، محمد بن بشار بن دار بھري،

محمد بن صباح نزار دولابي،

محمد بن منھال،

مسدد بن مسدد،

قعنبي وغيره وغيره۔

تلامذہ:

امام ابو داؤد سے بہت سارے علمائے حدیث کو شرف تلمذ حاصل ہے، ان میں سے سنن کے برواۃ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ابو عمرو احمد بن علی بن حسن بھري۔

۲۔ ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لوؤنی۔ (م ۳۳۳ھ)

۳۔ ابو الطیب احمد بن ابراہیم اشثانی بغدادی۔

۴۔ ابو سعید احمد بن محمد بن سعید بن زیاد اعرابی۔ (م ۳۴۰ھ)

۵۔ ابو بکر محمد بن عبد الرزاق بن داس۔ (م ۳۴۶ھ)

۶۔ ابو الحسن علی بن الحسن بن العبد الانصاری۔ (م ۳۲۸ھ)

۷۔ ابو عیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرطلی الوزاق۔ (م ۳۲۰ھ)

۸۔ ابو اسامہ محمد بن عبد الملک بن یزید الرواس۔

۹۔ ابو سالم محمد بن سعید الجلووی۔

آپ کی دوسری کتابوں کے رواۃ میں: ۱۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بھري، ۱۱۔ ابو بکر احمد بن سلیمان النجود، ۱۲۔ اسماعیل بن محمد الصفار، ۱۳۔ ابو عبید محمد بن علی الآجری، اور دوسرے مشہور علماء میں آپ کے صاحبزادہ: ۱۴۔ ابو بکر، ۱۵۔ ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، ۱۶۔ حرب بن اسماعیل کرمانی، ۱۷۔ زکریا الباجی، ۱۸۔ ابو بکر محمد بن خلاد، ۱۹۔ اور احمد بن یسین ہروی وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں، صحاح ستہ کے مصنفین میں سے: ۲۰۔ امام ترمذی، ۲۱۔ اور امام نسائی کو بھی آپ سے تلمذ حاصل ہے۔

آپ کے شیخ امام احمد نے بھی آپ سے حدیث عتیرہ روایت کی ہے۔

حفظ و ضبط: امام صاحب کو حفاظ حدیث میں بہت بڑا مقام حاصل ہے۔

ابو حاتم کا بیان ہے: ”وہ حفظ کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک تھے۔“ (تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵)

محمد بن محمد فرماتے ہیں: ”ابو داؤد ایک لاکھ حدیث کا پورا مذاکرہ کیا کرتے تھے، اور جب آپ نے سنن مرتب کی تو تمام اہل زمانہ نے آپ کے حفظ اور سبقت علمی کا اعتراف کیا۔“ (تہذیب الکمال ۱۱/۳۶۵)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جمہور علمائے اسلام کو ان کے کمال حفظ کا اعتراف ہے۔“

جرح و تعدیل: علل حدیث میں آپ کو ملکہ راسخہ عطا ہوا تھا، جیسا کہ ممتاز علماء نے اس فن میں آپ کی مہارت کا اعتراف کیا

آپ کی قوت تمیز، اور نقد و نظر پر اساطین فن کا اتفاق ہے۔

احمد بن محمد بن یسین الہروی فرماتے ہیں: ”ابوداؤد حدیث نبوی، اور علم و عمل اسانید کے لحاظ میں سے ہیں، عبادت پاکدامنی، صلاح اور ورع و تقویٰ میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں“ (السیر ۲۱۱/۱۳، تہذیب الکمال ۳۶۵/۱۱)

ابوحاتم بن حبان کا ارشاد ہے: ”ابوداؤد فقہ، علم، حفظ، عبادت، ورع و تقویٰ، اور پختگی و مہارت کے اعتبار سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام تھے، آپ نے احادیث کی جمع و ترتیب اور تصنیف و تالیف کا کام کیا، اور سنن کا دفاع کیا۔“

(السیر ۲۱۲/۱۳، تہذیب المعجم ۱۷۲/۳)

حافظ ابن مندہ کا بیان ہے: ”احادیث کی تخریج، معلول و ثابت، اور غلط و صحیح میں تمیز کرنے والے چار آدمی ہیں: بخاری، مسلم، ان کے بعد ابوداؤد اور نسائی۔“ (شروط ابن مندہ، السیر ۲۱۲/۱۳، تہذیب الکمال ۳۶۵/۱۱)

ورع و تقویٰ: مسلم بن قاسم آپ کے ورع و تقویٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپ ثقہ اور زاہد تھے، حدیث کے ماہر تھے، اپنے وقت کے اس فن کے امام تھے۔“

اور حافظ ابوبکر الخلیل فرماتے ہیں: ”امام ابوداؤد اپنے عہد کے محقق امام ہیں، آپ کے زمانہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو علوم کی تخریج کی معرفت، اور مواضع حدیث کی بصیرت میں آپ سے بڑا ہو، آپ ورع و تقویٰ میں فائق و برتر تھے۔“ (تہذیب الکمال ۳۶۳/۱۱)

اسی طرح ابوحاتم بن حبان اور احمد بن محمد بن یسین الہروی وغیرہ نے بھی آپ کے ورع و تقویٰ کا تذکرہ خصوصی طور پر کیا

ہے۔

امام کے ورع و تقویٰ کے لئے یہ مثال ہی کافی ہے کہ آپ اپنی ایک آستین کشادہ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے، جب آپ سے دریافت کیا گیا تو فرمایا: ”ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں، اور دوسری کا کشادہ رکھنا غیر ضروری ہے۔“ (السیر ۲۱۷/۳)

آپ کا یہ فعل ورع و تقویٰ کے ساتھ احتیاط فی الحدیث یا احتیاط فی الروایت کی بھی غمازی کرتا ہے۔

فن حدیث میں تبحر و کمال: حدیث میں جلالت علم کا اعتراف کرتے ہوئے امام حاکم فرماتے ہیں: ”ابوداؤد اپنے وقت کے اہل حدیث کے بلا مقابلہ امام تھے۔“ (السیر ۲۱۲/۱۳)

اور علان بن عبد الصمد نے یہ رائے قائم کی ہے کہ آپ میدان حدیث کے شہسوار تھے۔ (السیر ۲۱۲/۱۳)

حافظ محمد بن اسحاق الصاغانی، اور ابراہیم الحریبی حدیث میں آپ کی مہارت نامہ کو یوں بیان کرتے ہیں: ”الین لابی داؤد الحدیث کما الین لداؤد الحدید“ یعنی ابوداؤد کے لئے حدیث ویسے ہی نرم اور آسان بنا دی گئی جیسے داؤد علیہ السلام سے لئے لوہا نرم کر دیا گیا۔ (السیر ۲۱۲/۱۳ و ۲۱۳/۱۳، تہذیب المعجم ۱۷۲/۳)

موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے اور آخرت میں جنت میں رہنے

نیز فرمایا کہ میں نے ابوداؤد سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔ (السیر ۱۳/۲۱۳)

فقہی ذوق و بصیرت: امام ابوداؤد کو جس طرح حدیث میں امامت کا درجہ ملا ہے اسی طرح آپ کو فقہ و اجتہاد میں بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی، فقہی بصیرت اور عمیق نظر رکھنے کے سبب بعض علماء نے تو آپ کو فقہ و اجتہاد میں امام بخاری کے بعد دوسرا درجہ دیا ہے، اور لکھا ہے کہ امام بخاری کے بعد امام ابوداؤد کا مرتبہ سب سے بلند ہے، اور پھر جملہ اصحاب تراجم و طبقات نے آپ کے اس وصف کا تذکرہ کیا ہے۔

آپ کے اس ذوق اور بصیرت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ”کتاب السنن“ کو صرف احکام و مسائل کی جمع و ترتیب تک ہی محدود رکھا۔
امام ابو حاتم آپ کو امام فقہ قرار دیتے ہیں۔

امام ابواسحاق شیرازی نے اصحاب صحاح ستہ میں سے صرف امام ابوداؤد ہی کو طبقات فقہاء میں شمار کیا ہے، اور یہ امتیاز آپ کو اسی فقہی بصیرت اور فقہی ذوق کی بدولت حاصل ہوا ہے۔
فقہی مذہب: ابواسحاق شیرازی نے امام صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی نسبت حنابلہ کی طرف کر دی ہے، نیز طبقات حنابلہ میں آپ کا ذکر ہے، اور بعض نے آپ کو شافعی المذہب لکھ دیا۔

حافظ ذہبی آپ کے تبحر علمی اور فقہ و حدیث میں امامت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ابوداؤد حدیث اور فنون حدیث میں امامت کے ساتھ کبار فقہاء میں سے ہیں، آپ کی کتاب السنن اس پر دلالت کرتی ہے، آپ اصحاب امام احمد کے منتخب لوگوں میں سے ہیں، امام احمد کے مجلس کی ایک مدت تک پابندی کی، اور اصول و فروع کے دقیق مسائل پر آپ سے سوالات کئے، آپ اتباع سنت اور سنت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے باب میں، اور دشوار گزار کلام و مسائل میں غور و خوض نہ کرنے میں سلف کے مذہب پر تھے۔ (السیر ۱۳/۲۱۵)

اسی طرح علامہ طاہر الجزائری کے بیان سے بھی امام ابوداؤد کے کسی دوسرے امام کے مقلد ہونے کی نفی اور تردید ہوتی ہے، فرماتے ہیں: ”أما البخاري وأبو داود فإمامان في الفقه وكانا من أهل الاجتهاد“ (تو یہ دونوں بخاری اور ابوداؤد فقہ کے امام ہیں، اور دونوں اہل اجتہاد میں سے ہیں)۔

وفات: امام صاحب کی وفات (۱۶) شوال بروز جمعہ ۲۷۵ھ (۸۷۳) برس کی عمر میں ہوئی، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعة
اولاد: اولاد میں صرف ایک صاحبزادے محدث ابوبکر عبد اللہ کا ذکر ملتا ہے۔

امام صاحب نے اپنی زندگی دین حنیف کی خدمت میں وقف کر رکھی تھی اس سلسلہ میں آپ نے زیادہ تر تصنیف و تالیف کا کام انجام دیا، آپ کی تالیفات میں سے جن کا ہمیں علم ہو سکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب السنن (مطبوع)

۲۔ المراسیل (مطبوع): یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب ہے، اس میں چھ سو مرسل روایات کا ذکر ہے، اور امام ابوداؤد

نے اس کو اپنی سنن کا اٹھارہواں جزء بتایا ہے، لیکن الگ سے مطبوع ہے۔

۳۔ «مسائل أبي داود للإمام أحمد»: یہ بھی لقمی ترتیب پر ہے، علامہ رشید رضا نے اسے سن ۱۳۵۳ھ میں اپنی تحقیق

سے شائع فرمایا۔

۴۔ «رسالة أبي داود لأهل مكة في وصف سنته» (مطبوع): یہ رسالہ امام موصوف نے اپنی سنن سے متعلق

تصنیف فرمایا، جو متعدد بار شائع ہو چکا ہے، ڈاکٹر محمد لطیف الصباغ نے اسے اپنی تحقیق سے ۱۳۹۴ھ میں شائع کیا۔

۵۔ «الرواة من الرجال خواتم»: ڈاکٹر باسم بن فيصل الجوابرہ نے اپنی تحقیق سے اس کو ۱۴۰۸ھ میں شائع

کیا۔

۶۔ «سؤالات أبي عبيد الآجري أبا داود في الجرح والتعديل»: ڈاکٹر محمد علی العمري نے اس کے تیسرے جزء

کی اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ میں تحقیق کر کے شائع کیا، بعد میں چوتھے اور پانچویں جزء کی تحقیق و اشاعت کی، اس کتاب کا پہلا اور

دوسرا جزء مفقود ہے۔

۷۔ «سؤالات أبي داود للإمام أحمد في جرح الرواة وتعديلهم»: ڈاکٹر زیاد محمد منصور نے اسے ۱۴۱۳ھ میں

تحقیق کر کے شائع کیا۔

۸۔ «الزهد»: تحقیق ضیاء الحسن السلفی (مطبوع بالدار السننہ بمبئی)۔

۹۔ «المسائل التي حلف عليها الإمام أحمد»: (تاریخ التراث العربی، تالیف فواد مزیکن ۲۹۵، مخطوط بالکتبہ الظاہریہ)۔

آپ کی درج ذیل کتابیں مفقود کے حکم میں ہیں:

۱۰۔ «الناسخ والمنسوخ»: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء للذہبی ۲۰۹/۳، تہذیب المعجم لابن حجر ۱۷۰/۳، تقریب المعجم لابن حجر ۷۶)

۱۱۔ «كتاب القدر»: (ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء للذہبی ۲۰۹/۳، تقریب المعجم لابن حجر ۷۶)

۱۲۔ «البعث والنشور»: (ملاحظہ ہو: کشف الظنون تالیف حاجی غلیف ملا کا تب علی ۱۳۰۲/۲)

۱۳۔ «دلائل النبوة»: (ملاحظہ ہو: تہذیب المعجم لابن حجر ۱۷۰/۳، ہدیۃ العارفین تالیف اسماعیل پاشا بغدادی ۳۹۵)

۱۴۔ «التفرد في السنن»: (ملاحظہ ہو: تقریب المعجم لابن حجر ۷۶، ہدیۃ العارفین تالیف اسماعیل پاشا بغدادی ۳۹۰)

۱۵۔ «مسند مالك بن أنس»: (تہذیب المعجم ۱۷۰/۳)۔

۱۶۔ «فضائل الأنصار»: (تقریب ۷۶)۔

۱۷۔ «أصحاب الشعبي»: (سؤالات وأجری ۱۸۱)۔

۱۸۔ «كتاب الكنى»: (الاصابة لابن حجر ۳۳۷)۔

۱۹۔ «ابتداء الوحي»: (تہذیب المعجم ۷۶)۔

۲۰۔ «أخبار الخوارج»: (تہذیب المعجم ۷۶)۔

۲۱۔ «كتاب الدعاء»: (تہذیب المعجم ۷۶)۔

سنن ابی داؤد کے مشہور نسخے

امام صاحب سے ”سنن“ کو روایت کرنے والے یوں تو نو تلامذہ ہیں، ذیل میں (کما تقدم) چند مشہور نسخوں کا تذکرہ مقصود ہے:

۱- نسخہ لؤلؤی: یہ نسخہ ہندوستان اور بلاد مشرق میں مروج ہے، اور ”سنن ابی داؤد“ سے عند الاطلاق یہی مفہوم ہوتا ہے، لؤلؤی نے امام صاحب سے ۲۷۵ھ میں اسے روایت کیا، اور یہ روایت اصح الروایات مانی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام صاحب سے آخری وقت میں املاء کیا گیا، اور اسی پر آپ کا انتقال ہوا، گویا یہ آخری نسخہ ہے۔

۲- نسخہ ابن داسہ: اس میں نسخہ لؤلؤی کے ساتھ قدرے یکسانیت پائی جاتی ہے، محض تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے، اور یہ نسخہ بلاد مغرب میں زیادہ مشہور ہے، علامہ خطابی (مؤلف معالم السنن) کے پاس یہی ابن داسہ کا نسخہ تھا۔

۳- نسخہ رملی: یہ نسخہ ابویسئ الرملی نے ۳۱۷ھ میں بیان کیا۔

۴- نسخہ ابن الأعرابی: دوسرے متداول نسخوں کے مقابل میں یہ نسخہ نامکمل ہے، چنانچہ علامہ خطابی لکھتے ہیں: ابن الأعرابی کی روایت میں کتاب الفتن والملاحم والحروف والجاتم مکمل، اور کتاب اللباس نصف کے قریب ساقط ہے، اسی طرح کتاب الوضوء، کتاب الصلاة اور کتاب النکاح کے بہت سارے اوراق بھی ان سے فوت ہو گئے ہیں۔

سنن ابی داؤد کی شروح و مختصرات

سنن ابی داؤد کی افادیت کے سبب ہر زمانہ کے علماء نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے، اور اس کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی توضیح و تشریح اور مختصرات و حواشی لکھنے میں خاص طور پر دلچسپی لی ہے، ذیل میں ان شروح و مختصرات کا تعارف پیش ہے:

۱- «معالم السنن»: یہ شرح مشہور محدث امام ابوسلیمان احمد بن محمد خطابی (م ۳۸۸ھ) کی ہے، سب سے متقدم ہے، اسے مطبعہ علمیہ حلب نے ۱۳۵۱ھ میں چار جلدوں میں شائع کیا ہے۔

۲- «شرح الإمام النووي» (م ۶۷۶ھ) ناتمام (ملاحظہ ہو: المنہاج السوی فی ترجمۃ الامام النووی للسیوطی ۷۴)۔

۳- «شرح الحافظ مسعود بن أحمد بن مسعود الحارثی البغدادی» (م ۷۱۱ھ) ابن رجب نے فرمایا کہ موصوف نے سنن ابوداؤد کے بعض حصوں کی شرح لکھی (الدلیل علی طبقات الرجال ۲/۳۳۳)۔

۴- «شرح قطب الدین»: یہ شیخ قطب الدین ابوبکر احمد بن دین شافعی (م ۷۵۲ھ) کی ہے، اور چار مبسوط جلدوں پر مشتمل ہے لیکن ناتمام ہے (کشف الظنون ۲/۱۰۰۵)۔

۵- «شرح الحافظ المغلطنی بن قلیج الجنفی» (م ۷۶۲ھ) ناتمام (کشف الظنون ۲/۱۰۰۵)۔

۶- «شرح الحافظ أحمد بن محمد بن إبراهیم المقدسی» (م ۷۶۵ھ) (الدرر الکامند لابن حجر ۲/۲۳۲)۔

۷- «السنن بعجالة العالم»: علامہ خطابی کی معالم کا اختصار ہے، جسے شہاب الدین ابومحمود احمد بن مقدسی (م ۷۶۸ھ) نے مرتب کیا، بعض نے اس کا نام عجالة العالم بن کتاب العالم ذکر کیا ہے، اور یہ چار جلدوں میں ہے۔

۸۔ «شرح ابن الملقن»: یہ شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی (م ۸۰۴ھ) کی شرح ہے، جو زوائد علی الصغیرین احادیث کی شرح پر مشتمل اور دو جلدوں میں ہے۔ (النور اللامع للحافظ السخاوی ۱۰۲/۶)

۹۔ «شرح الحافظ أبي زرعة العراقي»: یہ شیخ ولی الدین بن ابی زرعة العراقی (م ۸۲۶ھ) کی شرح ہے، لیکن

نامتام ہے۔

(النور اللامع للحافظ السخاوی ۱۰۲/۶)

اس کی معلومات اور افادیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ یہ ابتداء سے سجدہ سہو تک سات جلدوں میں ہے، اور ایک جلد میں صیام، حج اور جہاد وغیرہ ابواب کی شرح ہے، اور اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو چالیس جلدوں پر مشتمل ہوتی۔

۱۰۔ «شرح المحدث ابن رسلان الشافعي»: یہ احمد بن حسین بن رسلان الشافعی (م ۸۴۴ھ) کی مبسوط اور مفصل شرح ہے، اس کی تحقیق کلیۃ اصول الدین، جامعۃ الامام کے طلبہ نے ڈاکٹریٹ کے تحقیقی مقالہ کے لئے کی ہے، جن میں ڈاکٹر سہیل حسن عبدالغفار استاذ حدیث انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد بھی ہیں (اور زیر نظر ترجمہ میں سنن ابوداؤد سے متعلق مصوبات موصوف کے مقدمہ تحقیق سے مأخوذ ہے)، انہیں محققین فضلاء میں ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمن العمیر، اور ڈاکٹر محمد الخفیر ہیں، جنہوں نے اس کتاب کی تحقیق و تخریج اور ور اسہ کا کام کیا ہے۔

۱۱۔ «شرح الحافظ محمود بن أحمد العيني» (م ۸۵۵ھ) (تاریخ التراث العربی نوادر زکین ۱/۳۸۴)۔

۱۲۔ «مرقاۃ الصعود إلى سنن أبي داود»: تالیف علامہ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) یہ مختصر شرح ہے

(مطبوع)۔

۱۳۔ «شرح ابن عبد الهادي السندي»: یہ شرح ابوالحسن محمد بن عبدالبہادی السندی (م ۱۱۳۸ھ) کی ہے، جس کا نام «فتح الودود علی سنن ابی داؤد» ہے، (تاریخ التراث العربی نوادر زکین ۱/۳۸۴)۔

۱۴۔ «شرح ابن بهاء الدين المرجاني» (م ۱۳۰۶ھ) اس کا نام «عون الودود علی سنن ابی داؤد» ہے،

(الاعلام ۸/۳۷۸ و مجمع المؤلفین ۳/۳۹۴)

۱۵۔ «غاية المقصود في شرح سنن أبي داود»: تالیف علامہ شمس الحق عظیم آبادی (م ۱۳۲۳ھ) اس کی پہلی جلد ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی تھی، دوبارہ ۱۴۱۴ھ میں حدیث اکادمی فیصل آباد و دارالطحاوی ریاض سے تین جلدوں میں شائع ہوئی، جس میں آخری حدیث (۳۹۷) نمبر کی ہے، اور اس سے آگے کا مسودہ اب تک مفقود ہے۔

۱۶۔ «عون المعبود»: تالیف علامہ شمس الحق عظیم آبادی: یہ چار ضخیم جلدوں میں دہلی سے ۱۳۲۳ھ میں طبع ہوئی تھی، بیروت اور پاکستان سے اس کے فوٹو شائع ہو رہے تھے، نئے ٹائپ میں اس وقت مطبوع اور اہل علم کے یہاں رائج ہے۔

۱۷۔ «بذل المجهود في حل سنن أبي داود»: تالیف محدث خلیل بن احمد السہارنفوری (م ۱۳۲۶ھ)

(طبعة مصورة عن المطبعة البندیہ دار المکتب العلمیہ فی بیروت)۔

۱۸۔ «المنهل العذب المورود شرح سنن الإمام أبي داود»: تالیف شیخ محمود بن محمد خطاب السبکی م ۱۳۵۲ھ یہ تا

کھل تھی، لیکن بعد میں ان کے بیٹے امین السبکی نے کھل کیا اور اس کا نام ”فتح الملک المعبود تکملة المنہل العذب المورود“ رکھا، اور یہ بھی نا تمام ہے، (یہ کتاب ۱۳۵۱ھ میں دس حصوں میں طبع ہوئی)۔

۱۹۔ «عون الودود علی سنن أبي داؤد»: تالیف شیخ محمد بن نور الدین الہزاروی (م ۱۳۶۶ھ) یہ ۱۳۱۸ھ لکھنؤ میں طبع ہوئی،

(تجوید مختصہ فی فہمۃ السنتہ الطہرۃ ص ۲۱۶)۔

۲۰۔ «الدر المنصود شرح سنن أبي داؤد»: تالیف شیخ محمد یاسین القادانی (م ۱۳۱۰ھ) یہ بیس جلدوں میں مخطوطہ کی شکل میں موجود ہے (الامام ابو داؤد البجستانی ^{للشیخ} صالح البراک ص ۷۳)۔



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فقہی خدمات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کی فقہی بصیرت

فقہ فی الدین اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت سے اپنے مخصوص بندوں کو ہی نوازتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من یرذللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین۔ (۱)

خدا نے تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ اور جسے یہ عظیم نعمت حاصل ہو جاتی ہے وہ خود راہ راست پر ہوتا ہے اور لوگوں کو بھی صحیح راستے کی رہنمائی کرتا ہے، ان کے اچھے ہوئے مسائل کو سلجھاتا ہے، اور شیطان کا شکار ہونے سے بچا کر ان کو صراطِ مستقیم پر ڈالتا ہے، اسی لئے شیطان فقیہ سے بہت گھبراتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الفہما بابل۔" (۲)

"ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد انسانیت کے سب سے مقدس گروہ ہیں، اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام امت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ واسطہ ہیں، جن کے بغیر نہ امت کو قرآن ہاتھ آسکتا ہے، نہ قرآن کے وہ مضامین جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر چھوڑا ہے، نہ رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطہ کے بغیر علم ہو سکتا ہے، اس جماعت کو تفقہ فی الدین کی عظیم نعمت سے دافر حصہ ملا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و فیض صحبت نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علوم اور تفقہ فی الدین میں ایسے عمق و گہرائی اور نورانیت پیدا کر دی تھی کہ وہ خود معیار حق بن گئے، اور دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو یہ تمغہ ملا:

اصحابی کالنجوم فباہم اقتدیتم اھتدیتم۔ (۳)

اسلاف کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے تفقہ پر اعتماد

اس لئے سلف صالحین کی نظر میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم و فہم کی بہت زیادہ اہمیت تھی اور ہر دینی معاملہ میں ان حضرات کی سب سے پہلے یہی تلاش رہا کرتی تھی کہ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کیا مسلک اور طریقہ تھا، اور جب ان کی رائے معلوم ہو جاتی تو اس کو اپنے لئے اسوہ بنا لیتے، چنانچہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے حج کے متعلق ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو فرمایا:

کرہا عمرو عثمان فان یکن علما فہما اعلم منی وان یکن رائے افراے ہما افضل۔ (۴)

"حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے مکروہ سمجھتے تھے، اب اگر یہ علم تھا تو وہ مجھ سے اعلم تھے، اور اگر ان کی رائے تھی تو ان کی رائے میری رائے سے زیادہ بہتر ہے۔"

امام اوزنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد بقیہ بن ولید سے فرمایا:

یا بقیہ! العلم ما جاء عن اصحاب محمد ﷺ وما لم یجئ فلیس بعلم۔ (۵)
 "اے بقیہ! علم تو بس وہی ہے جو اس حضور ﷺ کے اصحاب سے منقول ہو اور جو ان سے منقول نہیں وہ علم ہی نہیں۔"
 اور عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ما حدثک عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخذ بہ وما قالوا فیہ برائے ہم قبل علیہ۔ (۶)

"لوگ جو باتیں تمہارے سامنے آنحضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے نقل کریں تو انہیں اختیار کر لو، اور جو اپنی رائے سے کہیں اسے نفرت کے ساتھ چھوڑ دو۔"

ان تصریحات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلاف کے یہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے علم و تفقہ کا کتنا وزن تھا، وہ حضرات سمجھتے تھے کہ جس طرح سنت مقاصد قرآنیہ کے لئے کاشف ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات مقاصد سنت کی تشریح کرنے والے ہیں، کیوں کہ وہ ارشادات اگر حضور اکرم ﷺ سے سنے ہوئے ہیں تو ظاہر ہے کہ آنحضور ﷺ کی بات سے افضل کوئی بات نہیں ہو سکتی، اور اگر وہ ان کی اپنی اجتہادی رائے ہے تو دین میں ان کی اجتہادی رائے سے افضل کس کی رائے ہو سکتی ہے؟
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تحصیل فقہ

عہد نبوت میں علم فقہ بلکہ کوئی علم مدون و مرتب نہیں تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کرتے، اس بناء پر علم فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کا صرف یہ طریقہ تھا کہ قرآنی آیات یا احادیث رسول میں جو حکم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتا تھا، یا ان سے جو باتیں ان حضرات کے سمجھ میں آتی تھیں، یا افعال رسول امثالاً نماز، وضو، روزہ، حج وغیرہ کا بغور مشاہدہ فرماتے اور قرآن و علامات سے ان کے شروط و ارکان طے فرماتے، اور مباح ہونا، واجب و منسوخ ہونا قرار دیتے تھے (۷) نیز سوال و استفسار کے ذریعہ بھی آپ ﷺ سے مسائل دریافت کئے جاتے تھے، قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نو سوالات کے جوابات مذکور ہیں اور احادیث میں سینکڑوں سوالات کا تذکرہ ہے۔

البتہ صحابیات کو ان تمام طریقہ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کا کم موقع ملتا تھا، اسی کے ساتھ بہت سے مخصوص نسوانی مسائل عام طور پر بیان بھی نہیں کئے جاسکتے تھے، اس لئے ان کو خاص طور سے سوال و استفسار کی ضرورت پیش آتی تھی، اور ان طرح فقہ کے بہت سارے مسائل واضح اور منکح ہو جاتے تھے، انصاریہ خواتین اس باب میں خاص طور پر ممتاز تھیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعن الحیاء ان یتفقھن فی الدین۔ (۸)
 "انصاریہ عورتیں کس قدر اچھی ہیں کہ فقہ فی الدین سے ان کو حیا باز نہیں رکھتی۔"

اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم مدینہ سے باہر رہا کرتے تھے ان کو بھی ہر وقت اس کا موقع نہیں مل سکتا تھا، اس لئے وہ لوگ آپ

میں اپنے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چند روز قیام کرتے تھے، اور فقہی تعلیم حاصل کر کے واپس چلے جاتے اور خود اپنی قوم کے معلم بن جاتے تھے، احادیث کی کتابوں میں اس قسم کی متعدد سفارتوں کا ذکر ہے جو قبائل عرب سے آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور ذہبی تعلیم حاصل کر کے واپس گئے، ہجرت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں مستقل طور سے حلقہ تدریس قائم تھا، جہاں اصحاب صفہ شب و روز تعلیم و تعلم میں مصروف رہا کرتے تھے، ایک دن آپ ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے برآمد ہوئے تو مسجد میں دو حلقے نظر آئے، ایک میں لوگ تلاوت و دعا کر رہے تھے اور دوسرے حلقے رائے تعلیم و تعلم میں مصروف تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ دونوں ٹیک کام کر رہے ہیں، پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

انما بعثت معلماً فجلس معهم۔ (۹)

"میں صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں، (یہ کہ کر) آپ ﷺ (تعلیم و تعلم والے) حلقہ میں بیٹھ گئے۔"

اس کے علاوہ انصار رضی اللہ عنہم کا ہر گھر مہمان خانہ ہونے کے ساتھ وہ ایک مستقل تعلیم گاہ بھی ہو گیا تھا، باہر سے جو مہاجر آتے، رسول اللہ ان کو انصار کے سپرد کر دیتے، اور وہ حضرات مہمان نوازی کے ساتھ ان کو دینی احکام بھی بتاتے، چنانچہ وفد عبد القیس آیا تو اس منت شائسانہ اعتراف کے ساتھ واپس گیا:

خیر اخوان الانوافراشنا واطابوا مطعمنا وابتوا واصبحوا يعلموننا کتاب ربنا وسنة نبينا۔ (۱۰)

"بڑے اچھے بھائی ہیں، نرم نرم بستر پر سلا یا، اچھے کھانے کھلائے، اور شب و روز خدا کی کتاب اور سنت نبوی ﷺ ہم کو سکھایا۔"

وفد بنو تمیم آیا تو ایک مدت تک مدینہ میں رہ کر احکام شریعہ کا علم حاصل کرتا رہا (۱۱) قبیلہ بنو سعد کی طرف سے حضرت ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آئے اور نماز روزے وغیرہ کے متعلق چند سوالات کر کے کہا میں اپنی قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں، (۱۲) غرض اس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہ کے ضروری اور عملی مسائل حاصل کرتے تھے۔

صحابہ افتاء وامل اجتہاد صحابہ رضی اللہ عنہم

ابن قیم اصحاب افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے، مکثرین، متوسطین اور مقلین، مکثرین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے کثرت سے فتاویٰ دیے ہیں، یہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، علامہ ابن حزم کے بقول ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ اس قدر ہیں کہ اگر نہیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے، چنانچہ ابو بکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو بیس جزاء میں جمع کیا ہے (۱۳)

متوسطین میں علامہ ابن قیم نے بیس صحابہ رضی اللہ عنہم کو شمار کیا ہے، جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ہیں، ان حضرات کے فتاویٰ کو اگر جمع کیا جائے تو ہر ایک کے فتاویٰ ایک مختصر جزء میں آ سکتے ہیں۔ (۱۴)

مقلدین سے مراد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جنہوں نے کم فتویٰ دیا ہے، ان سے صرف دو چار مسائل منقول ہیں، بقول ابن قیم ان تمام حضرات کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے تو ایک مختصر جزء میں آ جائے، ابن قیم نے اس سلسلہ میں ایک سو پچیس صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے نام ذکر کئے ہیں، جن میں اکثر اہمات المؤمنین، خواتین جنت کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، نواسہ رسول حضرت حسن و حسین شامل ہیں (۱۵)

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے فتویٰ دیا کرتے تھے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم تو وہ تھے جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جگہ دینی و انتظامی امور کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ وغیرہ، ظاہر ہے کہ جن مسائل کے بارے میں قرآن و حدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے وہاں یہ حضرات اپنے اجتہاد و رائے ہی سے فتویٰ دیا کرتے تھے، لیکن اس کے علاوہ بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی عہد نبوت میں فتویٰ دیا کرتے تھے، چنانچہ قاسم بن محمد بن ابی بکر سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان صادر علی رضی اللہ عنہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے (۱۶)

سہل بن ابی حمزہ راوی ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین مہاجر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تین انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فتویٰ دیا کرتے تھے (۱۷) اسی طرح حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے (۱۸) حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم فتاویٰ دیتے تھے اور اجتہاد سے کام لیتے تھے، خواہ وہ قاضی ہوں یا نہ ہوں، اسی کو علامہ آمدی اور ملا محب اللہ وغیرہ نے ترجیح دی ہے (۱۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ایک علاقے کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، وہاں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ کچھ لوگوں نے شیر کا شکار کرنے کے لئے ایک گڑھا کھودا، شیر اس میں آگرا، اب لوگوں کو جو معلوم ہوا تو اس کو دیکھنے کے لئے بھیڑ لگادی، کثرت ازدحام کی وجہ سے ایک شخص اس میں جاگرا، مگر گرتے گرتے اس نے دوسرے کو اور دوسرے نے تیسرے کو اور تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لی، اور چاروں اس گڑھے میں گر گئے، شیر جو کافی دیر سے خونخوار بنا بیٹھا تھا، اس نے چاروں پر حملہ کر کے زخمی کر دیا، اور چاروں مر گئے، اب اولیاء مقتول آپس میں لڑنے لگے، اور نوبت قتل و قتال تک پہنچ گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس

کو سمجھایا کہ چار کے بدلے سینکڑوں آدمی کی جان لے لینا دانشمندی کی بات نہیں ہے، آؤ تم سب کا میں فیصلہ کرتا ہوں، اگر منظور ہوا تو بہت اچھا ورنہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر اس کا فیصلہ کرالو، وہ سب اس پر راضی ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے واقعہ سن کر یہ فیصلہ دیا کہ دیت تو گڑھا کھودنے والے حضرات ادا کریں گے، البتہ چاروں کی دیت اس تفصیل سے ادا کی جائے کہ پہلے کرنے والے شخص کو چوتھائی دیت، دوسرے نمبر پر گرنے والے کو تہائی، تیسرے کو آدھی اور چوتھے کو پوری دیت دی جائے، اس تفصیل کو سن کر بعض لوگوں نے آپس میں اختلاف کیا، اور یہ واقعہ حضور ﷺ کی خدمت میں لے گئے، اور آپ ﷺ سے فیصلہ تنصیل کو سن کر بعض لوگوں نے ایک صاحب بنے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کر چکے ہیں، آپ ﷺ نے ہلکا، اس میں سے ایک صاحب بنے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اس کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا ہے۔ (۲۰)

"میرا فیصلہ بھی وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا ہے۔"

حضرت علی کا ایک دلچسپ فیصلہ

اسی طرح اہل یمن میں سے تین حضرات نے ایک مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پیش کیا کہ ایک باندی سے ایک ہی طہر میں غلطی سے تینوں نے جماع کر لیا، اور اس سے بچہ تولد ہوا، اب یہ بچہ کس کو ملے؟ تینوں میں سے ہر ایک اس بچہ کا دعویٰ کرتا تھا، حضرت علی نے سمجھوں کا دعویٰ سن کر فرمایا کہ تم میں سے دو برضاء در غبت تیسرے کے حق میں اپنے دعویٰ سے دست بردار ہو جاؤ تو مناسب رہے گا، لیکن کوئی اس پر تیار نہ ہوا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں قرعہ اندازی کروں گا، قرعہ اندازی میں جس کا نام نکل آئے گا میں بچہ اس کے حوالہ کر دوں گا، اور اس کو باندی کی دو تہائی قیمت اپنے دو بقیہ دعویہ داروں کو دینی ہوگی، چنانچہ قرعہ اندازی ہوئی، اس میں جس کا نام نکلا اسے بچہ دے دیا گیا، اور اس کو باندی کی دو تہائی قیمت ادا کرنے کا پابند بنایا گیا، جب یہ مقدمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ اس فیصلہ پر بہت سرور ہوئے، حدیث کے الفاظ ہیں: نفوک حتی بدت نواجذہ۔ (۲۱)

"چنانچہ آپ ﷺ ہنس پڑے، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے نواجذ دانت نظر آنے لگے" کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اللہ کی طرف سے صحیح فیصلہ کی توفیق ملی تھی۔

دونوں صحابی رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تصویب

دو صحابی رضی اللہ عنہم ایک سفر پر تشریف لے گئے، دوران سفر یہ ہوا کہ ان کا پانی ختم ہو گیا، اور نماز کا وقت آ گیا، دونوں حضرات نے پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی، ابھی اس نماز کا وقت باقی ہی تھا، کہ پانی ان حضرات کو مل گیا، اب دونوں حضرات کے درمیان یہ اختلاف ہوا کہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھی جائے یا تیمم کر کے پڑھی گئی نماز ہی کافی ہے، دونوں کی الگ الگ رائیں ہوئیں، ایک نے وضو کر کے نماز کا اعادہ کیا جبکہ دوسرے نے تیمم سے پڑھی گئی نماز کو ہی کافی سمجھا اور وضو کر کے نماز نہیں پڑھی، جب دونوں حضرات سفر سے واپس ہوئے تو حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے اپنے اجتہاد کو بیان کیا، آپ ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی، اور کسی کی تغلیط نہیں کی، حدیث کے الفاظ ہیں:

فقال للذي لم يعد اصبحت السنة واجزأ تك صلوتك وقال للذي توضأ واعاد لك الاجر

موتیں۔ (۲۲)

جس نے وضو کر کے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا ان کو مخاطب کر کے فرمایا تم نے سنت کے مطابق عمل کیا، تمہاری پہلے والی نماز معتبر ہے، اور جس نے وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھی تھی ان کو فرمایا کہ تم کو دو ہر ا اجر ملا۔

دونوں گروہوں کے اجتہاد کی تصویب

غزوہ احزاب کے موقع سے بنو قریظہ نے عہد شکنی کی تھی، اور مسلمانوں کے خلاف کفار و مشرکین کی مدد کی تھی، اس لئے جب کفار و مشرکین کا کام و نامرد ہو کر اپنے مقام کے لئے واپس ہو گئے تو بحکم خداوندی آپ ﷺ نے بنو قریظہ پر فوج کشی کی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بنو قریظہ والوں کے پاس جلد پہنچنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا یصلین احد الظہر الا فی بنی قریظہ۔ (۲۳)

"ظہر کی نماز سب بنو قریظہ پہنچ کر پڑھیں۔"

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعجلت ممکنہ تیار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو گئے، لیکن راستہ میں ظہر کی نماز کا وقت تنگ گیا، اور یہ اندیشہ ہونے لگا کہ بنو قریظہ پہنچتے پہنچتے ظہر کی نماز کا وقت نکل جائے گا، تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ حضور ﷺ کا مقصود جلد بنو قریظہ پہنچنے کا تھا، اور ہم لوگوں نے اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے، اب جب کہ ظہر کی نماز کے قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہو گیا ہے، تو ظہر کی نماز پڑھ لی جائے پھر بلا تاخیر سفر جاری رکھا جائے، چنانچہ ان حضرات نے راستہ میں نماز پڑھ لی، لیکن دوسرے حضرات نے ظاہر لفظ کو دیکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ جب آپ کی طرف سے بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھنے کا حکم ہوا ہے تو وہیں نماز پڑھی جائے اگرچہ ہماری نماز قضاء ہو جائے، یہ سمجھ کر انہوں نے راستہ میں نماز نہیں پڑھی، اور بنو قریظہ پہنچتے پہنچتے ظہر کی نماز کا وقت نکل گیا تھا اس لئے ان کو ظہر کی نماز قضا پڑھنی پڑی، آپ ﷺ کی خدمت میں جب یہ واقعہ پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی جماعت پر تکلیف نہیں فرمائی، علامہ نووی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ دونوں فریق چونکہ مجتہد تھے، اور دونوں مسأ شریعت ہی پر عمل کرنا چاہتے تھے، کسی کی نیت بری نہیں تھی، اس لئے آپ ﷺ نے کسی پر تکلیف نہیں فرمائی۔ (۲۴)

صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ دینا

حضور ﷺ کی تربیت کی وجہ سے جو فقہی ذوق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا تھا اس کا استعمال وہ حضرات دربار نبوی ﷺ میں بھی کیا کرتے تھے، اور صحیح نتیجہ پر رسائی ہو جانے پر سند صحت بھی عطا کی جاتی تھی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی موجودگی میں فتویٰ

غزوہ حنین کے موقع سے جب کہ ابتداء مسلمان پیچھے ہٹنے لگے، اور دشمنوں کا غلبہ ہو رہا تھا تو اس موقع سے ایک کافر کے حملہ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ مغلوب ہو رہے تھے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی جب ان پر نظر پڑی تو نظر بچا کر اس تک پہنچے اور ایسا وار کیا کہ اس کے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا، پھر جب لڑائی ختم ہوئی اور انجام کے لحاظ سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو جو انمردی کا مظاہرہ کرنے والے حضرات کے متعلق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو کسی کافر کو قتل کیا ہو اور وہ اس پر بینہ قائم کر دے تو اس کا سارا سامان اسی کو ملے گا۔"

یہ اعلان سن کر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ یکے بعد دیگرے تین بار کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کون میرے حق میں اس بات کی دریافت کیا کہ اے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ! بار بار تمہارے اٹھنے کا کیا مقصد ہے؟ میں نے واقعہ بیان کیا تو ایک صاحب نے میری تصدیق کی اور عرض کیا کہ اس مقتول کا سامان میرے پاس ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کو رضی کر دیں کہ وہ سامان سے جان پر کھیل کر قتل کوئی کرے اور اس کا فائدہ تم کو پہونچے ایسا نہیں ہو سکتا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد اور فتویٰ کی تصدیق فرمائی، اور سارا سامان حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا۔ (۲۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ

اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی، مقتدی کی حیثیت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد ایک صاحب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نیزی سے ان کے پاس پہونچے اور ان کے مونڈھوں کو حرکت دیتے ہوئے فرمایا: بیٹھ جاؤ، اہل کتاب کی ہلاکت کے منجملہ اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ نماز فرض اور سنت کے درمیان فصل نہیں کرتے تھے، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دعا دی اور فرمایا:

اصاب الله بك يا ابن الخطاب۔ (۲۷)

اے ابن خطاب! اللہ تعالیٰ خیر کی طرف تمہاری مزید رہنمائی فرمائے۔

صاحب مراقا نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درست اجتہاد اور صحیح فتویٰ دینے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصویب فرمائی، اور دعائیہ کلمات سے نوازا (۲۸)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ

ابتداءً اسلام میں اگر کوئی مسبوق ہو جاتا تھا تو پہلے اپنی فوت شدہ رکعات ادا کرتا تھا پھر امام کے ساتھ شامل ہوتا تھا، جس میں بظاہر امام کی مخالفت نظر آتی تھی کہ امام کبھی رکوع یا سجدہ میں ہوتا، لیکن مسبوق کبھی قیام اور کبھی قعدہ میں ہوتا، ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ مسبوق ہو گئے، جب صف میں شامل ہوئے تو نماز میں پہلے سے شامل صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کو اشارہ سے فوت شدہ رکعات کی تعداد بتائی، تاکہ وہ پہلے اپنی فوت شدہ رکعات کو مکمل کر لیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا، اور دل میں یہ خیال فرمایا کہ فوت شدہ رکعات کو ابھی ادا کرنے کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کروں گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعات کو ادا فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اجتہاد کی تصویب فرمائی اور سبھوں کو یہی طریقہ اپنانے کا حکم دیا، حدیث پاک کے الفاظ ہیں:

ان معاذ سن لکم سنۃ کذلک فافعلوا۔ (۲۹)

حضرت معاذ نے تم لوگوں کے لئے بہتر طریقہ جاری کیا ہے، تم لوگ اسی طرح کیا کرو۔
غزوہ خندق کے موقع سے بنو قریظہ نے عہد شکنی کر دی تھی، اور پورے عرب سے جمع شدہ لشکر غائب و خاسر ہو کر واپس لوٹ گیا اور بنو قریظہ کو اس عہد شکنی کی سزا کے لئے فوج کشی کی گئی تو وہ لوگ اپنے بارے میں حضرت سعد بن معاذ صکو حکم بنایا، آپ رضی اللہ عنہ زخموں سے چور بستر علالت پر تھے، اسی حالت میں آپ تشریف لائے اور اپنا فیصلہ سنایا، اس فیصلہ کو سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لقد حکمت فیہم بحکم اللہ عز وجل۔ (۳۰)

تم نے ان لوگوں کے بارے میں اللہ کے فیصلے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔
یہ احادیث واضح طور سے بتلاتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجتہاد کرتے تھے، اور صحابہ ہونے پر اس کی تصویب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی موجودگی میں صحابی رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے کا حکم دینا

یہی نہیں بلکہ بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت کی خاطر اپنی موجودگی میں آئے ہوئے مقدمہ کے فیصلہ کی ذمہ داری بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم پر ڈال دیا کرتے تھے، تاکہ ان کے اجتہاد اور قوت فیصلہ کا اندازہ کیا جاسکے، اور اگر کوئی چوک ہو جائے تو اس کی اصلاح کی جاسکے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مقدمہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اس کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا، انہوں نے معذرت کرنی چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر صحیح فیصلہ کرو گے تو دس نیکیاں ملیں گی، اور اگر کوشش کے بعد غلطی ہو جائے تب بھی تم کو ایک نیکی ملے گی (۳۱)

غلط اجتہاد پر تنبیہ

اور بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد واقعہ کے خلاف ہوتا تو اس پر نکیر بھی فرماتے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں تھے، ہمارے ایک ساتھی کے سر میں پتھر کی چوٹ آئی، رات میں ان کو بد خوابی ہوئی، تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مسئلہ دریافت کیا کہ میرے لئے تیمم کی اجازت ہے؟ ان کو بتایا گیا کہ جب تم کو پانی کے استعمال کرنے پر قدرت ہے تو تیمم کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟ چنانچہ انہوں نے غسل کر لیا، مگر پانی اس کے زخمی سر میں داخل ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا، واپسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب اس واقعہ کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

قتلہم قتلہم الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السوال۔

"لوگوں نے ان کو مار ڈالا، اللہ تعالیٰ ان کا ناس کرے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہیں تھا تو کیوں نہیں اہل علم سے معلوم کرنے کی کوشش کی، عاجز آدمی کے لئے شفاء تو سوال کرنے میں ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: اسے زخم پر مضبوطی سے پٹی باندھ لینی چاہئے تھی، اور وہ اس پر مس کر لیتا، اور پورے جسم پر پانی بہا لیتا (۳۲)

ابوالسائب رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نکیر

حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ بنت حارث کے شوہر حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کا انتقال حجۃ الوداع کے موقع سے ہو گیا تھا، حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ حمل سے تھیں، کچھ دنوں کے بعد ہی وضع حمل ہو گیا، اور متوفی عنہا زوجہا کی جو عدت چار مہینہ دس دن ہوتی ہے وہ نہ ہو پائی، انہوں نے وضع حمل ہوتے ہی یہ سمجھ لیا کہ ہماری عدت ختم ہو چکی، لہذا اگر کوئی پیغام نکاح دے تو اسے قبول کیا جاسکتا ہے، لیکن حضرت ابوالسائب رضی اللہ عنہ کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو انہوں نے:

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بأنفسھن اربعۃ اشھر وعشرۃ۔ (۲۲)
 "اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں، وہ بیویاں اپنے آپ کو (نکاح وغیرہ) سے روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔"

کی روشنی میں یہ فرمایا کہ جب تک چار مہینہ دس دن تمہارے شوہر کی وفات پر نہ گزر جائیں اس وقت تک تم عدت میں ہو، تم کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہو، یہ سن کر صحیح مسئلہ کی جانکاری کے لئے وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اپنا واقعہ اور حضرت ابوالسائب رضی اللہ عنہ کا فتویٰ سنایا، ساری باتوں کو سننے کے بعد آپ ﷺ نے جو ارشاد فرمایا اس کو وہ ان الفاظ میں نقل فرماتی ہیں:

فافتانی بانی قد حللت حین وضعت حملی وامرنی بالتزوج ان بدالی۔ (۲۳)
 آپ ﷺ نے میرے حق میں یہ فتویٰ دیا کہ وضع حمل ہوتے ہی تمہاری عدت پوری ہو گئی ہے، اگر مناسب رشتہ ہو تو نکاح کر سکتی ہو۔"

گویا آپ ﷺ نے ابوالسائب رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو قبول نہیں فرمایا، اور جو واقعہ تھا اس کی وضاحت حضرت سبیعہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کر دی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر نکیر

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ قبیلہ جمہینہ کی طرف ایک فوج لے کر چلے، ایک آدمی کو جیسے ہی انہوں نے قابو میں کیا تو اس نے فوراً مالہ الا اللہ پڑھ لیا، اس کے باوجود انہوں نے اسے ہلاک کر دیا، لیکن ان کے دل میں کھٹک پیدا ہوئی، جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ سنایا، آپ ﷺ نے نہایت تعجب سے فرمایا: جس شخص نے کلمہ پڑھ لیا تھا اس کو تم نے قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اس نے دل سے کلمہ نہیں پڑھا تھا، محض ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تم اس کے دل کو چیر کر دیکھ لیتے کہ اس نے اخلاص سے یہ کلمہ پڑھا تھا یا نہیں؟ آپ ﷺ بار بار یہ جملہ ارشاد فرما رہے تھے حتیٰ کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ آج ہی میں اسلام قبول کرتا، تاکہ اتنا بڑا گناہ مجھ سے حالت اسلام میں سرزد نہ ہوتا۔ (۳۵)

صحابہ رضی اللہ عنہم نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی حیات میں اور آپ ﷺ کی موجودگی میں اجتہاد کیا کرتے تھے، بلکہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے ان حضرات نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد بھی اجتہاد کیا ہے، اور امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب کوئی واقعہ پیش آتا تو سب سے پہلے ان کی نگاہ قرآن پاک کی طرف اٹھتی، اگر اس میں جواب مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، دوسرے نمبر پر احادیث کی تلاش و جستجو فرماتے، اگر اس میں حکم مل جاتا تو اس کے مطابق حکم نافذ کر دیتے، اگر خود سے کامیابی نہیں ملتی تو دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرماتے کہ آپ ﷺ سے منقول کوئی حدیث اس بارے میں کسی کے پاس ہے؟ اگر حدیث مل جاتی تو اس کے مطابق فیصلہ فرماتے، اگر خود سے حدیث تک رسائی نہیں ہوتی، اور نہ انفرادی طور پر معلوم کرنے سے حدیث معلوم ہوتی تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع فرماتے ان سے مشورہ کرتے، اور جب کسی ایک رائے پر صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو جاتے تو اسی کو نافذ کر دیتے۔ (۳۶)

اور اگر کوئی حدیث نہ ملتی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپس میں اختلاف ہوتا تو خود بھی اجتہاد فرماتے اور آپ رضی اللہ عنہ کا اجتہاد سب پر فائق ہوتا، مانعین زکوٰۃ سے جہاد کے متعلق تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف یہ تھا کہ ان سے جہاد نہ کیا جائے، حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی رائے کے حامی بلکہ ایک گوندہ اس پر مصر تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے جہاد کرنے کے حق میں تھے، اور بالآخر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے موقف کی حمایت کی، ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مانعین زکوٰۃ کے تیل آپ رضی اللہ عنہ کا موقف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس رائے کی جانب رجوع کر لینا صحت استدلال اور اصابت رائے کی دلیل ہے (۳۷) اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ایک خاص موقع سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: اللہ تعالیٰ آسمان پر اس بات کو ناپہنچ کرتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ غلطی کر جائیں (۳۸) علی حیدر آفندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے بارے میں یہ بھی صراحت کی: کان یصدر بعض الاحکام بناء علی اجتہاده۔ (۳۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں معمول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا، البتہ سنت نہ ملنے کی صورت میں آپ کی نظر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر جاتی تھی، اگر اس مسئلہ میں ان کا فیصلہ ہوتا تو اسے اختیار فرماتے، ورنہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے، بحث و مباحثہ کرتے، حتیٰ کہ بات منسوخ ہو جاتی (۴۰) ذاتی طور پر خود بھی ایک مسئلہ کے متعلق مختلف رائیں قائم کرتے، ان کو بطور یادداشت لکھتے بھی تھے، اور ان میں محو اثبات بھی کرتے رہتے تھے، چنانچہ میراث کے ایک خاص مسئلہ کے متعلق ایک یادداشت مرتب کی تھی جس کو اخیر میں مناد یا تھا۔ (۴۱)

الغرض شیخین رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ اور فیصلے محض شخص کاوش کا نتیجہ نہیں ہوتے تھے، عموماً صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کے بعد آخری شکل دی جاتی تھی، اس بنا پر ان حضرات کے اکثر قضایا اور فتاویٰ کی ہر جگہ پذیرائی ہوئی، اور تمام مجتہدین نے ان کو قبول کیا ہے (۴۲) یوں تو فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد تھی، اور ان سے بہت سے فتوے منقول بھی ہیں، اور کسی موقع پر ان سے یہ ثابت نہیں ہے کہ ان کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آیا ہو اور ان کے حل کرنے میں عدم دلچسپی دکھائی ہو، بلکہ اپنی دینی ذمہ داری سمجھ کر اس کے حل کرنے کی یا تو خود کوشش فرمائی یا پھر اپنے سے اعلم کی طرف رہنمائی فرمادی، آج ان کے فتوئی کتب حدیث و آثار میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ڈاکٹر داس قلعجی کو کہ انہوں نے موسوعہ فقہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو اکٹھا کرنے کا بہت ہی مبارک و مسعود کام شروع کیا ہے، متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ مستقل جلدوں میں جمع ہو گئے ہیں، اسی طرح شیخ ابو عبد اللہ سید بن کسروی بن حسن کی موسوعہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ایک بڑا کارنامہ ہے جس میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ بڑی محمود اور قابل تعریف کاوشیں ہیں جن کے ذریعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ واجتہادات سے استفادہ کرنے کا موقع موجودہ عہد کے اہل علم کو ملے گا، اور سلف سے علمی رابطہ زیادہ بہتر طور پر استوار ہو سکے گا۔

ائمہ اربعہ کی فقہ آج کل پوری دنیا میں رائج ہے، ان کی بنیاد عام طور پر چار صحابہ رضی اللہ عنہم: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ پر ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کوفہ میں رہتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو وہاں کا معلم، قاضی اور بیت المال کا ذمہ دار بنا کر بھیجا تھا، اس لئے آپ رضی اللہ عنہ سے اسی علاقے کے لوگوں نے زیادہ استفادہ کیا، وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے باقاعدہ فقہ کی تعلیم دی، آپ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں خاص طور سے یہ بات پائی جاتی تھی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ واحکام کو لکھ پیا کرتے تھے۔

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لم یکن احد له اصحاب معروفون حرروا فتیاء ومذاہبہ فی الفقہ غیر ابن مسعود۔ (۲۳)
 "عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے سوا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے تلامذہ نے ان کے فتاویٰ اور مذاہب فقہ کو نہیں لکھا۔"

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ میں حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ واسود رحمۃ اللہ علیہ بہت نامور ہوئے، ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ کو اس قدر ترقی دی کہ ان کے عہد میں فقہ کا ایک مختصر سا مجموعہ تیار ہو گیا، جس کے سب سے بڑے حافظ حماد تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اس لئے فقہ حنفی کی بنیاد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ واحکام پر قائم ہوئی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكان ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ الزمہم بمذہب ابراہیم واقراہہ لا یجاوزہ الا ما شاء اللہ۔

(۲۴)

"امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عصروں کے مذہب کے سخت متبع تھے، اور اس سے بہت کم ہٹتے تھے۔"

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے تلامذہ نے مکہ مکرمہ کو دارالعلوم بنایا تھا، اور وہاں کی سرزمین کو سیراب کیا تھا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جن کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے، انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اجتہادات سے بہت اعتناء کیا ہے، لہذا ان کی فقہ کی زمین درحقیقت عبد اللہ بن عباس کی فقہ سے تیار ہوئی ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں مقیم تھے، اور ان کی روایتوں کے سب سے بڑے جامع حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ تھے، اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور ان کا حلقہ درس بہت وسیع تھا، ان کے تلامذہ میں حضرت سعید بن مسیب، عطاء بن یسار، عروہ، قاسم

بن محمد وغیرہ نہایت ممتاز تھے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انہی دو بزرگوں کے تلامذہ یعنی، حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی تھی (۳۵) اس لئے انہوں نے انہی حضرات کے مذاہب پر اپنی فقہ کی بنیاد رکھی، چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولذلك تروى مالكا يلا زمر محجتهم - (۳۶)

"اس لئے تم دیکھو گے کہ امام مالک اہل مدینہ کی روش اور ان کے طرز کو لازم پکڑتے ہیں۔"

اور فقہ حنبلی چونکہ سابقہ تینوں فقہ کے وجود میں آنے کے بعد وجود میں آئی ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بلا واسطہ شاگرد ہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں یا پھر ان کے شاگردوں کے شاگردوں سے بھی فائدہ اٹھایا ہے، اس لئے ان کی فقہ پر ان حضرات کے منہج کا خاص اثر پڑا ہے، اس لئے فقہ حنبلی میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور ان کے فتاویٰ سے کافی اعتناء کیا گیا ہے، اور حتی الامکان قیاس سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی وجہ سے بعض حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ فقہ حنبلی کوئی مستقل مکتب فقہ نہیں ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے، یہ بھی ایک مستقل دبستان فقہ ہے، اور ان کی فقہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ ظاہری ہے اس کی قربت زیادہ ہے۔

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے فقہی ذوق اور اپنے اجتہاد کے لحاظ سے بھی امت میں فائق اور غیر معمولی احترام کے لائق ہیں، اور ان کا اجتہاد بعد کے مجتہدین کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قابل وثوق اور لائق اعتماد ہے، اس لئے ہر فقیہ نے ان کی آراء اور قیاس و اجتہاد سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وصحبه أجمعين۔

حوالہ جات

- (۱) بخاری حدیث نمبر: ۶۹، من يرد الله به خيرا، الخ۔ (۲) ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۱۸، فضل العلماء والحث على طلب العلم۔ (۳) جامع الاصول حدیث نمبر: ۱۳۶۹، فضائل الصحابة۔ (۴) جامع لبيان العلم حدیث نمبر: ۹۰۵، المنفعة بالعبرة الخ۔ (۵) جامع بيان العلم حدیث نمبر: ۸۹۵، العلم ما جاء الخ۔ (۶) جامع بيان العلم حدیث نمبر: ۹۱۲، ما حدثوك عن الخ۔ (۷) طبقات الفقهاء لابی اسحاق الشيرازي: ۱/۳۵۔ (۸) مسلم كتاب الطهارة حدیث نمبر: ۵۰۰۔ (۹) ابن ماجہ حدیث نمبر: ۲۲۵، فضل العلماء الخ۔ (۱۰) مسند احمد: ۴/۲۰۶، حدیث نمبر: ۱۶۸۱۵۔ (۱۱) مسند احمد: ۴/۲۰۶، حدیث نمبر: ۱۶۸۲۵۔ (۱۲) بخاری كتاب العلم حدیث نمبر: ۶۱۔ (۱۳) اعلام الموقعين: ۱/۲۱۔ (۱۴) اعلام الموقعين: ۱/۲۱۔ (۱۵) حوالہ سابق۔ (۱۶) طبقات ابن سعد: ۲/۳۳۵۔ (۱۷) سير اعلام النبلاء: ۱/۲۵۲۔ (۱۸) سير اعلام النبلاء: ۱/۸۶۔ (۱۹) الاحكام في اصول الاحكام للآمدي: ۴/۲۳۵، فواتح الرحموت مع مسلم الثبوت: ۲/۳۷۵۔ (۲۰) مسند ابوداؤد طيالسي حدیث نمبر: ۱۱۲، احاديث علي بن ابي طالب۔ (۲۱) نسائي حدیث نمبر: ۴۳۲۴، القرعة في الولد اذا تنازعا، حاشية السندی على النسائي (۲۲) ابوداؤد حدیث نمبر: ۲۸۶، في المتيمم يجد الماء بعد ما يصلي في الوقت (۲۳) مسلم حدیث نمبر: ۳۳۱۷، المبادرة بالغزو الخ۔ (۲۴) نووي على المسلم۔ (۲۵) بخاری حدیث نمبر: ۲۹۰۹، باب من لم يخمس الاسلاب الخ۔ (۲۶) بخاری حدیث نمبر: ۲۹۰۹، من لم يخمس الاسلاب الخ۔ (۲۷) السنن الكبرى للبيهقي حدیث نمبر: ۳۰۴۲، باب الامام يتحول عن مكانه اذا الخ۔ (۲۸) مرقاة المفاتيح: ۲/۷۷۱، باب الذكر بعد الصلوة۔ (۲۹) ابوداؤد: ۱/۵۰۶، باب كيف الاذان مع عون المعبود۔ (۳۰) مسلم حدیث نمبر: ۱۷۱۹، باب جواز قتال من نقض الخ۔ (۳۱) مسند احمد حدیث نمبر: ۱۷۸۵۸۔ (۳۲) ابوداؤد حدیث نمبر: ۴۲۶، باب في المجروح يتيمم۔ (۳۳) البقرة: ۳۳۳۔ (۳۴) بخاری حدیث نمبر: ۳۹۹۱، باب فضل من شهد بدرا۔ (۳۵) مسلم حدیث نمبر: ۹۱، باب تحريم قتل

الکافر بعد ان قال لا اله الا الله۔ (۲۶) اعلام الموقعین: ۱/۱۲، فی کلام الانمہ فی ادوات الفتیاء وشروطہا۔ (۲۷) تاریخ الخلفاء: ۱/۱۵۔ (۲۸) حوالہ سابق ص: ۱۷۔ (۲۹) دررالحکام فی شرح مجلۃ الاحکام: ۱/۲۵۔ (۳۰) اعلام الموقعین: ۱/۱۲، فی کلام الانمہ فی ادوات الفتیاء وشروطہا۔ (۳۱) اعلام الموقعین: ۱/۳۰۸، اخطاء اصحاب التی (۳۲) حجة الله البالغہ: ۱/۲۷۸، باب کیفیۃ تلقی الامۃ الشرع من النبی ﷺ (۳۳) اعلام الموقعین: ۱/۲۰، الصحابۃ سادۃ المفتیین والعلمائ (۳۴) حجة الله البالغہ: ۱/۳۰۷، باب اسباب اختلاف مذاهب الفقہاء، (۳۵) الدیباچ المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذاهب: ۱/۲، فی ترجیح مذہب مالک (۳۶) حجة الله البالغہ: ۱/۳۰۶، باب اسباب اختلاف مذاهب الفقہاء

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہ

فقہ و فتاویٰ کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنے پیغمبر دنیا میں تشریف لائے ہیں سبھی نے اپنی امتوں کی رہنمائی فرمائی ہیں اور حلال و حرام سے واقف کرائے اسے اسی کا نام فقہ و فتاویٰ ہے۔ بعض انبیاء کرام کے فتاویٰ خود قرآن کریم میں نقل کئے گئے ہیں، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے فتوے کا ذکر یوں ہے۔

و داؤد و سلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیہ غنم القوم و کنا لحکمہم شاہدین ففہمنا ہما سلیمان و کلا آتیناہ حکما و علما و کذا لک نجزی الحسنین۔ (۱)
"اور داؤد و سلیمان کا تذکرہ کیجئے جب دونوں نے فیصلہ کیا ایک کھیت کے بارے میں جبکہ اس کھیت میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت میں جا پڑیں اور اس کو چر گئیں اور ہم اس فیصلہ کو دیکھ رہے تھے سو ہم نے اس کی سمجھ سلیمان کو دے دی اور ہم نے ان دونوں کو ہی علم و حکمت عطا کی تھی اور ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔

قال قال رسول الله ﷺ بینما امرأتان معہما ابنان لہما اذ جاء الذئب فاخذ احدا لابنین فتحا کمتا الی داؤد فقضى به للکبری فخر جتا فدعا ہما سلیمان فقال ہاتوا السکین اشقہ بینہما فقالت الصغری یرحمک الله ہو ابنہا لا تشقہ فقضى به للصغری۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ان کے پاس ان دونوں کے بیٹے تھے اچانک بھیڑیا آیا اور دونوں بچوں میں سے ایک کو لے گیا (آخر کار) وہ دونوں فیصلہ کے لئے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں تو حضرت داؤد نے اس بچہ کا فیصلہ ان میں سے بڑی کے حق میں کر دیا وہ دونوں نکل گئیں پھر حضرت سلیمان نے ان دونوں کو بلوایا اور کہا کہ ایک چھری لاؤ اس بچہ کے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دیتا ہوں تو ان میں سے چھوٹی عورت بولی کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ﷺ اس کے دو ٹکڑے نہ کریں یہ بچہ اسی کا ہے تو حضرت سلیمان نے اس بچہ کا فیصلہ چھوٹی کے لئے فرمادیا۔
اور بھی کئی واقعات اس طرح کے ابن کثیر نے نقل کئے ہیں۔

دو جماعتوں کے کارنامے ناقابل انکار ہیں

اس سے کوئی فرد بشر انکار نہیں کر سکتا کہ دو جماعتوں کے کارنامے ہر دوں میں بہت نمایاں رہے ہیں:

(۱) محدثین عظام جنہوں نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات والفاظ کو ضبط اور جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔

(۲) دوسری جماعت فقہاء کرام کی ہے جنہوں نے آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ میں درائے سے کام لیا اور الفاظ

حدیث سے کہیں زیادہ معانی نصوص میں غور و فکر کر کے احکام و مسائل کا استنباط اور استخراج کیا اور استنباط و استخراج کے اصول و ضوابط کی ترتیب پر ان کی نگاہیں مرکوز رہیں۔

ہمارا مقصد دوسری جماعت سے متعلق کچھ پیش کرنا ہے۔

فقہ کے معنی

لغت میں فقہ کے معنی سمجھنا، چاہے مشکل بات ہو یا ظاہر دونوں کی سمجھ پر اس کا اطلاق ہے، بعض علماء نے فقہ کے معنی لکھے ہیں "فہم الشئ الدقیق" یعنی مشکل اور باریک بات کو سمجھنا، کہا جاتا ہے "فقهت کلامک" کہ میں آپ کی بات سمجھ گیا، یہ نہیں کہا جاتا "فقهت السماء والارض" کہ میں آسمان اور زمین کو سمجھ گیا، کیونکہ یہ دونوں واضح اور ظاہر ہیں۔

اصطلاحی معنی

اصطلاح شرع میں فقہ کی مختلف ادوار کے اعتبار سے مختلف تعریفیں کی گئی ہیں ابتداء جب فقہ کا اطلاق تقریباً تشریع کے معنی میں ہوتا تھا جس میں عقائد، عبادات اور معاملات بھی شامل تھے تو فقہ کی تعریف کی گئی: "الفقه هو معرفة النفس مالها وما عليها"، (۲ بعد کے دور میں جب علم عقائد کو مستقل الگ فن کی شکل دے دی گئی اور اس کو علم الکلام، علم التوحید والصفات اور علم العقائد کے نام سے موسوم کر دیا گیا تو علم فقہ کی تعریف کی گئی "الفقه هو علم بالاحکام الفرعية العملية بالأدلة التفصيلية"، (۳ یعنی احکام فرعیہ علمیہ کو دلائل تفصیلیہ سے جاننے کا نام علم فقہ ہے، صاحب بحر الرائق نے فقہ اور تفقہ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

اعلم ان معنى الفقه في اللغة الوقوف والاطلاع وفي الشريعة الوقوف الخاص
وبالوقوف على معاني النصوص وإشاراتها ودلالاتها ومضمراتها ومقتضياتها والفقيه
اسم للواقف عليه۔ (۴)

جاننا چاہئے کہ فقہ کے معنی لغت میں واقف ہونا اور مطلع ہونے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں خاص قسم کی واقفیت کا نام فقہ ہے یعنی نصوص شرعیہ کے معانی، ان کے اشارات، دلالات، مضمرات اور مقتضیات سے واقف ہونا یہ تو فقہ ہے اور جو ان سے واقف ہو اس کا نام فقیہ ہے۔

مطلب یہ کہ نصوص یعنی وحی و نبوت کی معلومات خواہ وہ کتاب اللہ (قرآن کریم) سے حاصل ہوں یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہوں، ان معلومات میں جن چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہو یا جن کی طرف وہ راہ نمائی کرتی ہوں یا ان کے جامع و مانع

الفاظ کی کلیت میں جو باتیں مضمر اور پوشیدہ ہوں یا جن امور کی وہ مقتضی ہوں ان ہی چیزوں کا نام شرعی اصطلاح میں فقہ ہے یعنی فقہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شریعت میں اپنی عقل سے کسی چیز کا اضافہ کر دیا جائے بلکہ نصوص شرعیہ (کتاب و سنت) کے احکام و نتائج میں جو عقل و اسباب اور مقاصد مضمر اور پوشیدہ تھے عقل ان کو نکالتی ہے اور پھر نئے پیش آنے والے مسائل کا حکم ان سے معلوم کرتی ہے عقل کی اسی کوشش کا نام فقہ و اجتہاد ہے۔

الحاصل فقہ اور اجتہاد سے دین میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا بلکہ انہیں چیزوں کا ظاہر کرنا ہوتا ہے جن پر نصوص مشتمل ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہر پیش آنے والے مسئلہ اور مشکل کا حل قرآن و سنت کی نصوص میں صراحتاً مل جائے یہ نہایت مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ نصوص کتاب و سنت محدود ہیں اور پیش آنے والے مسائل و حوادث لامحدود ہیں چارونا چار قرآن و سنت میں موجود اصول و ضوابط کی تطبیق ان حوادث و واقعات پر کرنا پڑے گی۔

فقہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

فقہ و فتاویٰ کا کام دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اب تک زبانی اور تحریری دونوں طرح چلا آ رہا ہے، زبانی فتوے کی مثالیں احادیث کے ذخیرہ میں بکثرت موجود ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تو آپ نے یہ جواب دیا اور تحریراً فتوے پر ترمذی شریف کی یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہزیوں کے عشر سے متعلق سوال لکھ کر بھیجا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا جواب تحریراً ارسال فرمایا تھا۔ خصوصاً جبکہ مسائل مدینہ (دار الخلافۃ) سے باہر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحریراً جواب ارسال فرماتے۔

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انه كتب الى النبي صلی اللہ علیہ وسلم يسئله عن الخضر اوت و بهی البقول فقال ليس فيها شيء۔ (۵)

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فتوے کا محور وحی الہی تھا

دور رسالت میں فقہ و فتاویٰ کی اساس وحی الہی پر تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسائل اور امور شرعیہ کے بیان کرنے میں پورا اعتماد وحی الہی پر فرمایا کرتے تھے، چاہے وہ وحی متلو (قرآن کریم) ہو یا وحی غیر متلو (احادیث مبارکہ)۔

وان مرجعه في التشريع كان الوحي بقسميه المتلو وهو القرآن وغير المتلو فهو السنة (۶) چنانچہ جب بھی آپ سے سوال کیا جاتا تو اگر اس کا جواب آپ کے پاس ہے تو عنایت فرمادیتے ورنہ وحی کا انتظار کرتے، اکثر احکامات کی آیتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوالات کے جواب میں ہی نازل ہوئی ہیں، احکام کی ان آیتوں کی تعداد بہت کم ہے جو بغیر کسی واقعہ اور بغیر کسی سوال کے نازل ہوئی ہوں اور حضرات مفسرین کرام نے ان کا کوئی سبب نزول بیان نہ کیا ہو۔

اما الاحكام التي انزلت بدون حادث او سوال فقليلة و قلما نرى حکما لن يذکر لها

المفسرون حادثاً انزل الحكم مرتباً عليه۔ (۷)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فقہ و فتاویٰ کی بنیاد وحی الہی پر تھی تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا اوقات

اجتہاد بھی کیا ہے اور رائے سے بھی حکم صادر فرمایا ہے کبھی ایسا ہوتا کہ سائل نے آپ ﷺ سے ایک سوال کیا اور اس سوال سے متعلق آپ کے پاس معلومات نہیں ہیں تو آپ ﷺ جبریل امین کے وحی لانے کا انتظار کرتے؛ لیکن جب صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا اور وحی نازل نہ ہوتی تو آپ ﷺ اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم صادر فرماتے اگر وہ حکم صحیح ہوتا تو اس کی باقی رکھا جاتا ورنہ خطا اجتہادی پر متنبہ کر دیا جاتا: واضح الاقوال عندنا انه عليه السلام فيما كان يعتلي به من الحوادث التي ليس فيها وحى منزل كان يخطر الوحى الى ان تمضي مدة الانتظار ثم كان يعمل بالرأى والا اجتہاد وسبب الحكم به۔ (۸)

(۱) سورۃ التحریم کی ابتدائی آیتوں کا شان نزول جو مفسرین عظام نے لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہد کو آپ ﷺ نے اپنے اوپر اپنی رائے اور اجتہاد سے حرام کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو خطا اجتہادی پر متنبہ کیا اور صحیح طریقہ پر گامزن فرمایا۔

(۲) جنگ بدر کے قیدیوں سے متعلق نبی کریم ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا تو دورائیں سامنے آئیں ایک یہ کہ قیدیوں سے فدیہ لے کر ان کو رہا کر دیا جائے یہ رائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تھی دوسری رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تھی کہ تمام قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور قیدیوں سے فدیہ لینا طے کر دیا لے ہوئے فدیہ کو ناجائز تو نہیں قرار دیا گیا البتہ اس رائے کے خلاف مصلحت ہونے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں وحی نازل فرمادی گئی: ما کان لنبی ﷺ ان یکون له اسری حتی یتخذن فی الارض تریدون عرض اللہ نیا واللہ یرید الاخرۃ۔ الایۃ۔ (۹)

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں یہاں تک کہ وہ زمین میں خوب خوریزی نہ کر لیں تم دنیا کے ساز و سامان کا ارادہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کا ارادہ فرماتے ہیں۔

آپ ﷺ کے اجتہاد کی اور بھی کئی مثالیں ہیں لیکن انہی دو مثالوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد کرنا

پہلی مثال: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا واقعہ صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں منقول ہے کہ ایک سفر میں وہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ساتھ تھے دونوں کو غسل کی حاجت ہو گئی پانی نہ ملنے کی صورت میں وضو کی جگہ تیمم کا حکم نازل ہو چکا تھا لیکن غسل کی صورت میں اگر پانی نہ ملے تو کیا کریں؟ اس کا حکم قرآن کریم میں صراحتاً نازل نہیں ہوا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو نماز کو موقوف کیا پانی ملنے تک اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے وضو اے تیمم پر قیاس کر کے یہ کیا کہ زمین پر لوٹ لگائی (اور پورے بدن پر مٹی ملی) جیسے چو پایا لوٹ لگاتا ہے:

فتبرغت فی الصعید کما تمرغ الدابة ثم اتیت النبی ﷺ فذکرت ذالک له فقال انما کان یکفیک ان تقول بیدیک ہکذا۔ (۱۰)

اور پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اجتہاد کو بیان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ بس ایسا کرتے (یعنی وضو اے تیمم کی طرح ہاتھ مار کر اشارہ کیا کہ غسل کے لئے بھی اتنی ہی تیمم کافی ہے پورے بدن پر

منی ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری مثال: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب نبی کریم ﷺ یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اے معاذ! تمہارے سامنے جب کوئی مسئلہ آئے گا تو فیصلہ کیسے کرو گے تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے پھر اللہ کے نبی ﷺ نے پوچھا کہ اگر اس میں نہ پایا تو؟ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر رسول اللہ ﷺ کی سنت سے، اللہ کے رسول ﷺ نے پھر پوچھا کہ اگر اس میں بھی نہ پایا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا، (حق کی جستجو میں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا: فضرِب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ فقال الحمد للہ الذی وفق رسول اللہ لما یرضی رسول اللہ۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سینے پر آپ نے (فرط مسرت میں) ہاتھ مارا اور فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے رسول کے رسول (قاصد و پیغمبر) کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر یہ نہیں فرمایا کہ اے معاذ تم اجتہاد سے لوگوں کو مسئلہ بتاؤ گے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؛ بلکہ ان کے جواب پر اللہ کی تعریف بیان کی۔

فقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں

سنہ ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک کا دور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا ہے یہ فقہ کے عروج اور ارتقاء کا دور ہے، آپ ﷺ کے بعد فتوحات اسلامیہ کا جولانہ ہی سلسلہ شروع ہوا خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہر روز کوئی نہ کوئی علاقہ مملکت اسلامیہ میں داخل ہو کر اس کا جز بن جاتا اس طرح مسلمانوں کا دوسری اقوام سے اختلاط بڑھتا گیا روزانہ نئے واقعات و حوادث سامنے آنے لگے کیونکہ ہر قوم کا مخصوص اخلاق و عادات اور مخصوص نظام حیات ہوتا تھا اور انہی اطوار و عادات پر ان کے معاشرتی و معاملاتی نظام کا مدار تھا ان نئے مسائل کے شرعی حل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن و حدیث میں غور و خوض کرنے کا موقع فراہم کیا چنانچہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہ و فتاویٰ کی لیاقت رکھنے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن و حدیث کے اصول و قواعد اور جزئیات کو سامنے رکھ کر نئے مسائل کا استنباط و استخراج کیا۔

نئے مسائل کے اجتہاد و استنباط میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا منہج

خليفة اول سيدنا ابو بكر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی فیصلہ آتا تو سب سے پہلے اس کا حل کتاب اللہ میں تلاش فرماتے تاکہ کسی صورت میں جو احادیث مبارکہ آپ کے حافظہ میں ہوتیں ان میں غور و فکر کرتے ان میں بھی اگر حکم نہیں ملتا تو آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور فرماتے کہ میرے پاس ایسا ایسا مسئلہ آیا ہے اگر اس سلسلہ میں کسی کے پاس نبی کریم ﷺ کا کوئی ارشاد ہو تو بتلائے کبھی تو ایسا ہوتا کہ مجمع میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بول اٹھتے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور مسئلہ حل ہو جاتا اور کبھی کوئی جواب نہ ملتا تو پھر آپ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتماع بلاتے اور پیش آمدہ مسئلہ میں ان سے رائے اور مشورہ کرتے اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو جاتا وہی

مسئلہ کا حل قرار پاتا۔

خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منہج اور طریقہ کار بھی یہی تھا کہ پہلے کسی مسئلہ کا حل کتاب اللہ میں تلاش کیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ میں اور اگر اس میں بھی نہ ملتا تو پھر تیسرے نمبر پر خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیا جاتا ہے، اگر ان میں کوئی مثال یا نظیر مل جاتی تو وہی مسئلہ کا حل ہوتا ورنہ تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع بلاتے اور اس کے اتفاق پر ہر مسئلہ فیصلہ صادر فرما دیا جاتا۔

الغرض خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک فقہ و فتنہ کی سب سے بڑی چار تھیں۔

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اجماع (۴) رائے اور قیاس۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اجماع وجود کے اعتبار سے تو قیاس سے مؤخر ہے لیکن ترتیب میں قیاس سے پہلے ہے۔

فتویٰ دینے والے صحابہ رضی اللہ عنہم

یہ بات مسلم ہے کہ نصوص شریعہ (کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ) سے اصول و کلیات کا استنباط اور فقہ و فتنہ کی حواشیات پر انکا انطباق ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ اجماع خاصے پڑھے لکھے لوگوں کے متعلق کتابوں میں اسلامی نصوص کے تحت سے متعلق جو واقعات منقول ہیں انہی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ کام ہر شخص کا نہیں ہے۔

ایک عربی زبان کے عالم کو لوگوں نے دیکھا کہ جب وہ استنجا کرتے ہیں تو باقاعدہ وضو کرتے ہیں اور پھر تین رکعت پڑھتے ہیں کسی نے دریافت کر لیا کہ یہ جو آپ ﷺ استنجا کرنے کے بعد نماز پڑھتے ہیں یہ کیسی نماز ہے بڑے نصہ میں جواب دیا کہ لوگوں کو حدیث کا علم نہ ہو تو میں کیا کروں پوچھا گیا وہ کنسی حدیث ہے تو مشہور حدیث "من استنجا فلیتر" (جو استنجا میں ڈھیلا استعمال کرے تو وہ طاق عدد استعمال کرے) پڑھ کر سنائی اور صحاح میں نکال کر اسے دکھا دیا حالانکہ ان سے معاملہ یہ ہو کہ فلیتر جس کا ترجمہ ہے کہ طاق عدد ڈھیلا استعمال کرے اسی فلیتر کا ترجمہ انہوں نے سمجھ لیا کہ وتر کی نماز پڑھے۔

احادیث شریفہ میں کئی مثالیں اس طرح کی ملتی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم حدیث و قرآن میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر نہ تھے مثلاً آیت کریمہ "حتی یتبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود" (۱) کا مطلب ایک صحابی رضی اللہ عنہ رسول ﷺ نے یہ خیال فرمایا کہ اس سے مراد سیاہ اور سفید دھاگے ہیں؛ لہذا وہ دوکانے اور سفید دھاگے لے کر نگر کے نیچے کا کر سو گئے لیکن اس سے صحیح صادق کے بارے میں جب کچھ پتہ نہ چلا تو آنحضرت ﷺ سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ "ان وسادک احمر یض" تمہارا کپڑا چوڑا ہے، یعنی اس سے مراد تورات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے تم نے ان دونوں کو اپنے نگر کے نیچے ڈال دیا۔

اس لئے فقہ و فتاویٰ میں وہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قابل اعتبار مانے گئے جنہوں نے قرآن کریم کو رسول اللہ ﷺ سے پڑھا، سیکھا اور سمجھا اور اس کے معنی و مطلب، مانع و منسوخ اور اسباب نزول وغیرہ علوم کو حاصل کیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اصحاب فتویٰ شمار کیا جاتا ہے جن کی تعداد ایک سو تیس سے زائد تھی جن میں مرد و عورت دونوں شامل تھے۔

والذین حفظت عنہم الفتوی من اصحاب رسول اللہ صاۃ و نئیف و ثلاثون نفسا مابین

رجل وامرأة۔ (۱۲)

دور رسالت میں فتویٰ دینے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

ان میں سے چودہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں بھی فتوے کا کام انجام دیا ہے۔ ۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ۷۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۸۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ۹۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ ۱۱۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ۱۲۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۱۴۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔ (۱۳)

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں فتویٰ دینا گویا ایک طرح سے اگلے دور کے لئے مجتہدین کی جماعت تیار کرنا تھی اور فتویٰ دینے کی مشق کرانا تھی۔

مکثرین فی الفتاویٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکثرین فی الفتاویٰ کہلاتے ہیں اگر ان کے فتاویٰ کو مستقل کتابوں میں جمع کیا جائے تو کئی ضخیم کتابوں کی شکل میں تیار ہوں گے، چنانچہ ابوبکر محمد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فتاویٰ کو تیس جلدوں میں جمع کیا ہے (۱۴) وہ سات صحابہ رضی اللہ عنہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

فقہ و فتاویٰ میں متوسط درجہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے بہت زیادہ فتاویٰ منقول نہیں ہے اور بہت کم بھی نہیں بلکہ قلت و کثرت کے بین بین ہیں ان کی تعداد تیرہ (۱۵) ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۴۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ۸۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ ۹۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ۱۰۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ۱۱۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۱۲۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ۱۳۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ۔

وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو مقلین فی الفتویٰ کہلاتے ہیں: ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے صرف ایک یا دو فتوے منقول ہیں وہ مقلین فی الفتویٰ کہے جاتے ہیں ان کی تعداد ایک سو چھبیس (۱۶۶) ہیں، ان میں اکثر مرد ہیں جبکہ کچھ عورتیں بھی، اس تعداد

میں شامل ہیں جن سے ایک دو یا تین مسکوں میں فتویٰ دینا ثابت ہے۔ (۱۵)

معروف مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

رائے اور اجتہاد سے فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ مہارت خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تھی، دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں یہ کام انہوں نے کچھ زیادہ ہی انجام دیا ہے، ان کے اجتہاد و رائے سے فتویٰ دینے میں مہارت کی روٹن دلیل ان کا وہ پیغام ہے جو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بصرہ کے قاضی کے پاس بھیجا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ خط کافی لمبا ہے اس میں ہماری بحث سے متعلق یہ جزء ہے:

الفہم الفہم فیما تلجلج فی صدرک مما لیس فی کتاب اللہ ولا سنة النبی ﷺ ثم اعرف الاشباہ والامثال فقس الامور عند ذالک بنظائرہا واعمد الی اقربہا الی اللہ واشبہہا بالحق۔ (۱۶)
جو مسئلہ تمہیں کتاب و سنت میں نہ ملے اور اس سے متعلق تمہارے دل میں شبہ ہو تو اس کے مشابہ اور ہم مشکل مسائل کو حاصل کرو اور ان نظیروں پر تم قیاس کرو اور جو امر اللہ کے حکم کے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ مشابہ ہو اسے اختیار کر لو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس طرح کے خطوط دوسرے قضاة کے پاس بھی بھیجے تھے قاضی شریح کوفہ کے قاضی کے پاس آپ نے جو خط بھیجا تھا اس کا مضمون بھی اسی سے ملتا جلتا ہے یوں تو نبی کریم ﷺ کے زمانہ سے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فقہ و فتاویٰ کے کام میں مشغول تھے سبھی نے اجتہاد سے کام لیا ہے؛ لیکن ان میں سب سے زیادہ شہرت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی چند مثالیں

سرزمین فارس کے اہل قری پر جزیہ کا تعین، واقعہ ہجرت سے اسلامی تاریخ اور سن کا آغاز، مسلمانوں کے لئے بیت المال کا لقم اور تراویح کی نماز میں ایک امام کے پیچھے مسجد میں سب لوگوں اکٹھا کرنا اس میں آپ کا اجتہاد یہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے نماز تراویح کو باقاعدہ جماعت کے ساتھ شروع کرائے اور نہ تراویح کے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے قولاً ترغیب بھی دی ہے۔ "من قام رمضان ایما ناً واحتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ" (۱۷) اور عملاً کئی رات آپ ﷺ نے باجماعت نماز پڑھائی بھی ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذوق و شوق کو دیکھ کر اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ نماز ان پر فرض نہ کر دی جائے، آپ ﷺ نے تین یا چار راتوں کے بعد جماعت سے تراویح کی نماز نہیں پڑھائی، (۱۸) لیکن جب نبی کریم ﷺ کے بعد فرضیت کا اندیشہ نہیں رہا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر کے باقاعدہ تراویح کی نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا اور سب کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔

اجتہاد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منہج

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو اصحاب فقہ و فتویٰ ہیں انہیں وادی اجتہاد کی سیر بہر حال کرنا پڑی ہے اور اجتہاد کے سلسلہ میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مختلف منہج رہا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منہج ان کے اس ارشاد سے بالکل واضح اور مستحکم

ہو جاتا ہے فرماتے ہیں:

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله فان جاءه امر ليس في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه ﷺ فان جاءه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ فليقض بما قضى به الصالحون فان جاءه امر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ﷺ ولا قضى به الصالحون فليجتهد برأيه۔ (۱۹)

آج کے بعد جس شخص کو قاضی بنایا جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں میں اگر فیصلہ موجود ہو تو اس پر فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جس کا حکم نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ نے اس جیسا کوئی فیصلہ فرمایا ہے تو صالحین کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی معاملہ ایسا آجائے کہ نہ اس کا حکم کتاب اللہ میں ہے اور نہ نبی کریم ﷺ نے کوئی ایسا فیصلہ کیا ہے اور نہ صالحین کے فیصلوں میں اس کی مثال موجود ہے تو وہ پھر وہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔

مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے "متونی عنہا زوجہا قبل الدخول" یعنی اس عورت کے بارے میں پوچھا گیا جس کے شوہر کا انتقال دخول سے پہلے ہو جائے اور اس کے لئے کوئی مہر مقرر نہ کیا گیا ہو تو اس کو کتنا مہر دیا جائے گا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لہا مثل صداق نساء لاوکس ولا فسط وعلیہا العدة ولہا المیراث" کہ اس کو مہر مثل ملے گا نہ اس میں کمی ہوگی نہ زیادتی اور اس پر عدت بھی واجب ہوگی اور اسے وراثت میں حصہ بھی ملے گا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ٹھیک آپ کے فیصلہ جیسا فیصلہ ہمارے قبیلہ کی ایک عورت، بدوع بنت داثق کے بارے میں رسول ﷺ نے فرمایا تھا یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے کہ میرا فیصلہ نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کی موافقت کر گیا۔ (۲۰)

رائے اور اجتہاد سے دیا ہوا فتویٰ اگر صحیح اور درست ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے اور اگر غلط ہوتا تو اس کو اپنی طرف منسوب کرتے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے یہی معمول تھا حضرات شیخین (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کا

"ان ابابکر کان یقول اذا اجتهد برأیه ہذا رائی فان یکن صواباً فمن اللہ و ان یکن خطأ فمنی واستغفر اللہ"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منشی نے ایک مرتبہ یہ لکھ دیا۔ "ہذا مارائے اللہ ورائی عمر" یہ رائے اللہ کی ہے اور عمر کی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں یوں لکھنا چاہئے تھا۔

ہذا مارأی عمر فان یکن صواباً فمن اللہ و ان یکن خطأ فمنی عمر"

یہ رائے اگر درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر اس میں خطا سرزد ہوئی ہے تو عمر کی طرف سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مفوضہ کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب سے پہلے یہ فرمایا:

اقول فیہا برائی فان یکن صواباً فمن اللہ و ان یکن خطأ فمنی و من الشیطان واللہ و

رسولہ برئ منہ۔

"میں اس سوال کا جواب اپنی رائے سے دے رہا ہوں اگر صحیح ہو تو اللہ کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے بری ہیں۔" (۲۱)

البتہ آپ ﷺ نے کچھ مخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے لکھنے کی اجازت دی تھی چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے احادیث کا ایک مجموعہ الصادقہ کے نام سے جمع کیا تھا۔ لیکن حدیث و فقہ کی باضابطہ تدوین اس زمانہ میں نہیں ہوئی بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی شکل میں سب سے پہلے فقہ کی تدوین ہوئی اور احادیث رسول یوں تو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں بھی بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے لکھی تھیں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صحیفوں کا ذکر مسند احمد وغیرہ میں ہے لیکن باضابطہ حدیث کی تدوین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور خلافت میں کرائی اور پھر فقہی ترتیب پر حدیث کی تدوین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کی، اور علم فقہ کی تدوین موجودہ ترتیب کے مطابق (عبادات معاملات و عقوبات) کتاب در کتاب، باب در باب، اور فصل در فصل حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نامور تلامذہ کرام کے ساتھ ملکر کی، اسی لئے اکتوفقہ کا مدون اذل کہا جاتا ہے:

فاول من دون الفقہ والقانون الاسلامی ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۲۲)

اسی بنا پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: من اراد الفقہ فہو علی ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ جو شخص بھی فقہ حاصل کرنا چاہے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا محتاج ہے۔

رائے محمود اور رائے مذموم

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ رائے اور اجتہاد کا استعمال حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے ضرورت کے وقت کیا ہے؛ لیکن وہیں کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے کی مذمت کے سلسلہ میں بھی کتابوں میں اقوال ملتے ہیں تو یہاں یہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں کہیں رائے اور اجتہاد کو اختیار کیا ہے تو ضرورت اور حاجت کے وقت نہایت خشیت الہی اور احتیاط کے ساتھ کیا ہے اور رائے کی جو مذمت منقول ہے وہ اس لئے تاکہ لوگ ہر ضرورت اور بغیر علم کے رائے زنی کرنے پر کہیں جری نہ ہو جائیں اور بسا اوقات غیر دین کو دین میں داخل کرنے سے بھی نہ چوکیں۔

الغرض رائے مذموم وہ رائے کہلائے گی جس میں مفتی اتباع ہوی اور خواہش نفس کا شکار ہو جائے اور ایسا فتویٰ صادر کرے جس کی اسلام میں کوئی اصل نہ ہو:

فالْمَذْمُومُ انْما ہو اتباع الهوی فی الفتوی مع عدم الاستناد الی اصل من الدین یرجع الیہ۔ اور رائے محمود وہ رائے ہے جس کی تعریف حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے مکتوب میں فرمائی ہے "اعرف الشاہ والامثال ثم قس الامور عند ذالک"۔ (۲۳)

دور نبوی منہج پیچیدہ میں فقہ کے مدون نہ ہونے کی وجہ
ذکر کردہ مثالوں سے یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ فقہ اسلامی کی ابتداء شروع اسلام سے ہوئی ہے لیکن اس کی

تہذیب دور نبوی منہج پیچیدہ سے اس لئے نہیں ہوئی کہ خود اللہ کے رسول منہج پیچیدہ نے قرآن کے علاوہ دیگر چیزوں (حدیث و فقہ) کو
سمجھنے سے منع فرمادیا تھا (۲۳) اس اندیشہ سے کہ کہیں قرآن کا غیر قرآن کے ساتھ اختلاط نہ ہو جائے اور سابقہ آسمانی کتابوں کی
طرح انبیاء و صلحاء کے کلاموں کے ساتھ خلط ملط ہو کر ضائع نہ ہو جائے۔

درجات

(۱) سورة الانبياء آیت ۷۸ (۲) فواتح مع مستقصى (۳) مقدمة الموسوعة الفقهية ۱/۱۲ (۴) مقدمة البحر الرائق (۵)
ترمذی ۱/۸۱ (۶) تاريخ الفقه الاسلامی ص ۱۴ (۷) تاريخ التشريع الاسلامی ص ۱۴ (۸) اصول السرخی ۱/۹۱ (۹)
سورة الانفال ۱۰۰ (۱۰) صحيح مسلم ۱/۱۱۱ (۱۱) سورة البقرة ۱۸۷ (۱۲) اعلام الموقعين ۱/۲۱ (۱۳) الفكر السامي
۱/۱۱۱ (۱۴) بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز ۱/۸۴ (۱۵) اعلام الموقعين ۱/۲۱ (۱۶) اعلام الموقعين ۱/۱۲ (۱۷)
المدخل الفقهي العام: ۱/۸۰ (۱۸) صحيح مسلم باب الترغيب في قيام رمضان ۲۵۹ (۱۹) صحيح مسلم ۲/۲۵۱ (۲۰)
سنن نسائي ۲/۲۰۵ (۲۱) ترمذی ۲/۳۶ (۲۲) تاريخ التشريع الاسلامی ۱۰ بحوالہ اودھ میں افتاء کے مراکز (۲۳) مقدمة
فتاوى قاتار خانيه (۲۴) المدخل الفقهي العام ۱/۸۰ (۲۵) مسلم ۲/۱۴

ضعیف حدیث اور قوت استدلال

فقہ اسلامی کی بنیاد جن چار چیزوں پر ہے ان میں سے ایک اہم ماخذ حدیث نبوی منہج پیچیدہ بھی ہے، جس کے بیان و نقل میں
انتہائی حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے، ماضی میں بعض اسباب کے تحت احادیث کو وضع کرنے اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کو گمراہ
کرنے کی ناپاک سازش کی گئی تھی، جن کے خلاف محدثین نے سخت محاذ آرائی کی؛ اسی پس منظر میں "اہل جرح و تعدیل" کی
جماعت کا ظہور ہوا؛ جنہوں نے موضوع اور من گھڑت احادیث کو چھانٹ کر موضوعات کے نام سے الگ کر دیا اور راویوں کے
حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے احوال و اعمال کے مطابق احادیث کی تقسیم کر دی، ان ہی اقسام میں ایک "ضعیف" حدیث بھی
ہے، جو فی الحال موضوع بحث ہے، اس کے تحت تعارف، حکم اور اس میں فقہاء کا اختلاف اور دیگر ضروری امور کو بیان کیا جائے گا:

حدیث ضعیف

حدیث ضعیف کی تعریف میں متقدمین اور متأخرین کی الگ الگ رائیں ہیں، متقدمین کی اصطلاح میں "ضعیف" وہ حدیث
کہلاتی ہے جو منکر اور باطل نہ ہو اور اس کے راوی متہم بالکذب نہ ہو؛ گویا متقدمین کے یہاں حدیث صحیح ہی کی ایک قسم "حدیث
ضعیف" ہے اور اسے متأخرین کی اصطلاح میں "حدیث حسن" کہا جاتا ہے اور متقدمین نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اس ضعیف حدیث
کے خلاف اگر کوئی حدیث صحیح نہ ہو تو پھر اس حدیث ضعیف (حدیث حسن عند المتأخرین) پر عمل کیا جائے گا اور اسے قیاس پر بھی
ترجیح دی جائے گی۔ (اعلام السنن: ۱/۶۰)

لیکن متأخرین کی اصطلاح میں "حدیث ضعیف" وہ کہلاتی ہے جس میں حدیث صحیح و حسن کے شرائط نہ پائے جائیں، اس کے

راوی غیر عادل یا متہم یا کذاب یا مستور الحال ہوں اور وہ متعدد طرق سے مروی بھی ہو تو اس میں شدید حسرت تھی کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دینے کے لیے کافی تھا۔ (انکسار قرآن مجید ص ۳۰۰)

حدیث ضعیف کا ضعف ختم ہو سکتا ہے

اگر حدیث ضعیف ہے تو اس کا ضعف مختلف قرائن سے دور ہو سکتا ہے۔ ان میں سے ایک تعدد طرق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حدیث ضعیف کئی سندوں سے مروی ہو تو اس کی وجہ سے وہ ضعف سے نکل جاتی ہے اور اسے قوی و صحیح قرار دیا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ان تھمیں کے مطابق یہ حدیث متبرک و محبر کی چار اقسام میں سے ایک ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۳)

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حسن لغیرہ بھی اصل میں ضعیف ہی ہے، مگر اس کی قوت پہنچنے والے ہر وہ وجہ سے اس میں ترمیم پیدا ہو جاتا ہے۔ (فتح المغیرہ ص ۳۵/۳۶)

"الحسن لغیرہ اصل ضعیف و إنما طرأ علیہ الحسن یا لہ عند الذی عندہ"۔ (برایہ: المعجم ص ۲۳)

ترجمہ: حسن لغیرہ دراصل ضعیف ہے اور اس میں حسن دیگر روایات کے اس کی تائید کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ ضعف کسی راوی کے فسق یا کذب یا بیانی کی وجہ سے نہ ہو، کیونکہ تعدد طرق ان کے کذب و فسق کے احتمال کو ختم کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۱)

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث ضعیف کسی اصل شرعی و دلیل شرعی کے موافق ہو، خوب کوئی نص قرآنی ہو یا قوی صحابی ہو یا شریعت کا کوئی قاعدہ و ضابطہ ہو۔ (نزد الخیر ص ۲۹)

اس کے علاوہ بھی کچھ قرائن ہیں جو کہ حدیث ضعیف کو تقویت پہنچاتے ہیں؛ اسی لیے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تجلید میں ذکر فرمایا ہے کہ: اگر کوئی ایسا قرینہ مل جائے جو حدیث ضعیف کو قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کو راجح بنائے تو اس کو "حسن لغیرہ" کہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲/۱۳ - مولد امام حسن مجتبیٰ ص ۲۶۹)

ضعیف کی اقسام

زمانہ قدیم میں حدیث کی دو ہی قسمیں ہوا کرتی تھیں؛ لیکن سب سے پہلے جس نے احادیث کو تین قسموں میں منقسم کیا وہ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے، صحیح، حسن، ضعیف، ان ہی کی اس تقسیم کو مد نظر رکھتے ہوئے احادیث ضعیف کی پھر چار قسمیں سامنے آتی ہیں:

(۱) وہ ضعیف جس کا ضعف تعدد طرق اور دیگر قرائن سے دور ہو جاتا ہو (۲) ضعیف متوسط الضعف (۳) ضعیف شدید الضعف (۴) موضوع۔

فقہاء کا اختلاف

قسم اول سے تو اتفاق احتجاج و استدلال جائز ہے اور قسم سوم و چہارم سے اتفاق استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ البتہ قسم دوم

سے استدلال کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و امام اہل بیت رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ منہجاً دیتے ہیں؛ جب کہ بہت سے علماء اس سے منع کرتے ہیں۔ (المسود فی اصول الفقہ: ۲۷۳۔ اصول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۲۷۴)

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے شرائط

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تین شرطیں بیان کی ہیں: (۱) اس حدیث کا ضعف ضعیف شدید نہ ہو یعنی اس کا راوی کا زب اور دروغ گوئی میں مشہور نہ ہو اور نہ فاحش غلطیوں کا مرتکب ہو۔

(۲) حدیث جس مفہوم پر مشتمل ہو اس کی ایسی بنیاد موجود ہو جو معمول بہ ہو، یعنی اس پر عمل کرنا اپنے اندر غرابت کا کوئی پہلو نہ رکھتا ہو اور اسلام کے ثابت اور مقررہ معروف قواعد کے خلاف نہ ہو۔

(۳) دوران عمل اس کے ثبوت کا عقیدہ نہ رکھا جائے؛ بلکہ از روئے احتیاط اس پر عمل ہو، یعنی اس طور پر نہ قبول کی جائے کہ واقعہ حدیث صحیح النسب سے ہے؛ بلکہ اس بناء پر عمل کیا جائے کہ ممکن ہے کہ نفس الامر میں اس کی نسبت آپ سنی پیغمبر کی طرف درست ہو۔ (اعلام السنن: ۱/۵۸)

ضعیف اور مضعف میں فرق

حدیث مضعف کا درجہ حدیث ضعیف سے اونچا ہوتا ہے کہ احکامات میں حدیث مضعف سے استدلال کیا جاتا ہے اور ضعیف سے فقط فضائل میں ہی استدلال کرنا درست ہے۔

دوسرا فرق: جو "علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ" نے بیان کیا ہے کہ مضعف وہ حدیث ہے جس کے متن میں یا سند میں ایسا وقتی ضعیف آ گیا ہو، جس کی تلافی دیگر اسناد و روایات سے ہو سکتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایسی احادیث کو بعض مرتبہ اپنے صحیح میں جگہ دی ہے۔ (اعلام الموقعین: ۱/۸۲)

حدیث ضعیف اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حدیث ضعیف کا درجہ حدیث صحیح سے کمتر قرار دیتے ہیں؛ البتہ وہ حدیث ضعیف کے بالمقابل فتاویٰ و اقوال صحابہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

(المسود فی اصول الفقہ: ۲۷۶۔ حیات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۳۵۰)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو فقہی فتاویٰ منقول ہیں، ان کی ایک بڑی تعداد ہے جو مختلف واقعات و حوادث سے متعلق ہیں، ان فتاویٰ و اقوال میں رنگارنگ کی غذا، فکری اور طرح طرح کے امراض اجتماعی کی چارہ گری موجود ہے۔

(اعلام الموقعین: ۱/۸۳)

اگر ان کے فتاویٰ و اقوال کا تعارض حدیث ضعیف سے ہو جائے تو فتاویٰ صحابی کو ترجیح حاصل ہوگی؛ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم درس رسالت کے چراغ ہیں، ان کا ہر قول و عمل سنت کے مطابق ہوا کرتا تھا، ان کے کلام سے کلام رسالت کی بوجھتی ہے اور انہوں نے دین کو پہلو رسالت میں رہ کر جتنا سمجھا اور سیکھا ہے دوسرا ان کی خاک تک نہیں پہنچ سکتا، ان کے اقوال و افعال میں کسی

قسم کا شبہ نہیں ہے اور حدیث ضعیف کی صحت و عدم صحت مشتبہ ہے؛ لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ و اقوال کو ضعیف حدیث پر ترجیح حاصل ہوگی۔

حدیث ضعیف اور قیاس کا تعارض

جب کبھی حدیث ضعیف اور قیاس میں تضاد نظر آئے تو فقہاء کرام رضی اللہ عنہم کے اس سلسلے میں دو نقطہ نظر ہیں۔

حنفیہ و حنبلیہ

ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ ضعیف حدیث کی موجودگی میں قیاس کوئی معنی نہیں رکھتا؛ بلکہ قیاس کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے، حدیث اگرچہ ضعیف ہے؛ لیکن بہر حال موجود تو ہے اور اس میں صحت کا بھی پہلو ہے؛ اس لیے قیاس کے مقابلہ میں حدیث ضعیف ہی کو ترجیح دی جائے گی (الاحکام لابن حزم: ۵۳/۲)

چنانچہ امام احمد کا قول خود ان کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ نقل کرتے ہیں کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح حاصل ہوگی۔ (اصول امام احمد بن حنبل: ۲۷۳۔ المسودہ فی اصول الفقہ: ۲۷۵)

ایک مرتبہ عبداللہ نے اپنے والد امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ کسی جگہ ایک محدث ہیں جو درج حدیث دیا کرتے ہیں اور وہ حدیث کی صحت و ضعف میں تمیز نہیں کر پاتے اور اسی جگہ ایک صاحب رائے شخص موجود ہو، جو اپنی رائے اور قیاس سے مسائل کو حل کرتا ہو اور ایک ایسا شخص جو علم سے ناواقف حلال و حرام میں تمیز خود سے نہ کر پاتا ہو تو وہ مسئلہ کس سے دریافت کرے، محدث سے یا صاحب رائے سے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا محدث سے مسئلہ دریافت کرے، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ ضعیف حدیث کو قیاس پر ترجیح دی جائے گی۔ (الاحکام لابن حزم: ۵۳/۲)

شوافع اور مالکیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نص قرآنی اور حدیث صحیح نہ ہو تو پھر حدیث ضعیف کو نظر انداز کر کے قیاس کرنا واجب ہوگا، شعیب اسی طرح مالکیہ میں سے قاضی ابوالفرج اور ابوبکر الاہری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ حدیث ضعیف پر قیاس کو ترجیح حاصل ہوگی۔ (بدایہ المجتہد: ۲۹/۱)

فقہ حنفی اور حدیث ضعیف

احناف کا مذہب چونکہ حدیث ضعیف (بقول معتدین جو درحقیقت حدیث حسن ہے) کو قیاس کے مقابلے میں ترجیح دینے کا ہے؛ اسی لیے فقہ حنفی میں بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں جن میں قیاس کو نظر انداز کر کے حدیث ضعیف پر عمل کیا گیا ہے، مثلاً:

۱۔ نمازی حالت صلوٰۃ میں قہقہہ لگا دے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا وضو نہ ٹوٹے؛ کیونکہ قہقہہ میں خروج نجاست کا تحقق نہیں ہوتا ہے؛ مگر اس سلسلہ میں ایک ضعیف حدیث ہے جو یہ بتلاتی ہے کہ ایسے شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے؛ لہذا قیاس کو ترک کر کے احناف نے یہاں ضعیف حدیث پر عمل کیا اور قہقہہ کو ناقض وضو قرار دیا۔ (اعلام الموقعین: ۸۵/۱)

۲۔ دس درہم سے کم کے سرقہ میں بھی قطع ید کا حکم قیاس کے مطابق ہونا چاہیے؛ کیونکہ وہ بھی تو شرعاً سرقہ ہے؛ لیکن ایک

”ضعیف حدیث“ کے کہنے سے مراد ہے کہ اس حدیث کو کچھ حدیث کے قیاس کے مقابلہ میں ہی ضعیف حدیث کی حجت ہے۔ (معارف السنہ: ۱۲۸)

ضعیف حدیث اور عقائد

جیسے عقیدہ، کلام ربی، کلام اللہ کے ثبوت کے لیے مشہور یہ تو تر حدیث ضروری ہے، حدیث ضعیف اور خبر واحد ثبوت عقائد کے لیے کافی نہیں ہے۔ (معارف السنہ: ۱۲۸) چنانچہ خبر واحد سے عقائد کے باب میں استدلال کیا ہے لیکن وہ بھی حدیث ضعیف کے خلاف ہے۔ نہایت کے قائل ہیں کہ حدیث ضعیف سے عقائد کے باب میں استدلال کرنا درست نہیں ہے؛ چنانچہ یہ شریف احمد جو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”حدیث ضعیف“ سے عقائد یا دینی عقائد میں استدلال کرنا جائز نہیں۔ (برساتِ نبوی، ص ۱۷۷ حدیث رقم: ۱۷۷)

نکتہ

یہاں اس شبہ کا ذکر ہے کہ سنیوں میں احادیث و صحابہ کا یہ مسلک بیان کیا گیا کہ وہ حدیث ضعیف کو معتبر سمجھتے ہیں اور فقہ حنفی سے کچھ ایسے مسٹر بھی ذکر کئے گئے جن میں حدیث ضعیف کی بناء پر قیاس کو چھوڑ دیا گیا ہے، بقا ہر یہ دعویٰ سابقہ تصریحات کے خلاف ہے؛ لیکن یہ شبہ اس لیے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حدیث ضعیف کی اصطلاح درحقیقت دو ہیں، ایک متاخرین کی اصطلاح ہے، جس کی وضاحت اسی مقالہ کے ابتداء میں کی جا چکی ہے اور دوسری اصطلاح متقدمین کی ہے (اس کی وضاحت بھی ابتداء میں کی جا چکی ہے) کہ وہ حضرات حسن وغیرہ کو بھی ضعیف کے قرار میں شمار کرتے تھے؛ چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ:

”وینس انواراً بالحدیث التضعیف فی اصطلاح السلف هو الضعف فی اصطلاح المتأخرین: ین ما یسمیہ المتأخرون حتماً قد یسمیہ المتقدمون ضعیفاً۔ (اعلام الموقعین: ۱۲۸)

ترجمہ: سلف کی اصطلاح میں حدیث ضعیف سے مراد وہ حدیث نہیں ہے جسے متاخرین حدیث ضعیف کہتے ہیں؛ کیونکہ متقدمین کی اصطلاح میں اس حدیث کو بھی ضعیف کہہ دیا جاتا ہے جسے متاخرین نے حسن کا درجہ دیا ہے۔
اس لیے فقہائے کبار کے باب کے علاوہ جہاں کہیں احادیث و صحابہ حدیث ضعیف کو قابل حجت شمار کرتے ہیں اس سے مراد حجت میں کی اصطلاح ہے اور اس سے ”حدیث حسن“ ہی مراد ہے، متاخرین کی اصطلاح کے مطابق حدیث ضعیف مراد نہیں ہے۔

ضعیف حدیث اور فضائل

علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تعلق سے کافی طویل بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں متعدد ذہاب و نقل کیا ہے، جن میں سے ایک حافظ الحدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ضعیف حدیث کسی بھی باب میں حجت نہیں بن سکتی، چاہے وہ فضائل کا باب ہی کیوں نہ ہو؛ البتہ اگر محدثین کی اصطلاح کے مطابق ضعیف حدیث ہو کہ اس کے طرق متعدد

ہوں جس کی وجہ سے اس کا ضعف ختم ہو جاتا ہے تو اس سے فضائل کے باب میں استدلال کرنا، مست ہوگا لیکن حزم کہتے ہیں کہ ضعیف حدیث کے مقابلہ میں قیاس اولیٰ ہے؛ کیونکہ حدیث ضعیف آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، دلائل میں امر قطعی ہو تو شرعاً وہ معاف ہے؛ بلکہ اس پر اجتہاد کا ثواب بھی ملے گا۔ (نور اللمع: ۱۰۰)

دوسرا مذہب جس کو علامہ سقاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جمہور کا مذہب کہہ کر بیان کیا ہے اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور ماہلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جسے جمہور کا اجماعی مسلک قرار دیا ہے کہ فضائل کے باب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔ (انتقادی تصدیق: ۱۱۰)

ائمہ حدیث میں عبد اللہ بن مبارک، عبد الرحمن بن مہدی، امام احمد وغیرہ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(اصول امام محمد بن حنبلی: ۲۷۳)

تقی الدین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مباحث اس لیے ہے کہ اگر ایسی حدیث نفس الامر اور واقع میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنا اس کا حق تھا اور اگر واقع میں صحیح نہ تھی تو بھی فضائل کے باب میں اس پر عمل کرنے کی وجہ سے دین میں کوئی فساد لازم نہیں آئے گا، اس لیے کہ یہ صورت تعلیل و تحریم اور کسی کے حق سے متعلق نہیں ہے اور پھر یہ جواز مطلق نہیں ہے؛ بلکہ ماقبل میں ذکر کردہ شرائط کے ساتھ ہے۔ (شرح الکوکب المیر: ۵۷/۲)

اس لیے فضائل کے باب میں حدیث ضعیف کا اعتبار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

تذکرہ محدثات

چند ایسی نامور خواتین کا تذکرہ جو علم حدیث میں معروف ہوئیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا حبیبہ رسول کریم ﷺ، سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے فقہیہ و عالم صحابی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و فضل کے متعلق اپنا اور اپنے جیسے دوسرے ساتھیوں کا تجربہ بیان کرتے ہیں۔ ہم اصحاب رسول ﷺ کو جب کبھی کسی حدیث کے معاملے میں کوئی مشکل پیش آئی اور ہم نے اسے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا تو ان کے پاس اس کا علم پایا۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب من فضل عائشہ: 3883)

عمرہ بنت عبد الرحمن ابن شہاب زہری، قاسم بن محمد کو کہتے ہیں کہ میں تمہیں علم کا بہت حریص دیکھتا ہوں کیا میں تمہیں اس کے خزانے پر مطلع نہ کروں؟ علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو جاؤ عمرہ کے پاس۔ قاسم بن محمد کا کہنا ہے کہ عمرہ کے پاس جا کر مجھے ایسا لگا کہ وہ کبھی نہ خشک ہونے والا سمندر ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء، 4/508)

تیسری صدی کی معروف محدثات

تیسری صدی میں عابدۃ المدینہ، ام عمر الشقیفہ، زینب بنت سلیمان، نفیصہ بنت حسن بن زید، خدیجہ ام محمد، عبدۃ بنت عبد الرحمن، عباسہ ام احمد ابن حنبلی کی اہلیہ اور دیگر بہت سی خواتین قابل ذکر ہیں جنہوں نے حدیث رسول ﷺ پر باقاعدہ لیکچرز دیے، جن میں بڑے بڑے محدثین شامل ہوتے تھے۔ عابدہ جو ایک سیاحہ قاصدہ لوندی تھیں لیکن افق حدیث کا چمکتا ہوا ستارہ بھی تھیں، جب محمد بن یزید نے انہیں حبیب بن الولید الدحون الاندلسی کو بہہ کر دیا تو وہ ان کے علم سے اتنا متاثر ہوئے کہ انہیں آزاد

پیدا کر کے لازوال نقوش چھوڑے، انکے دروس میں بے شمار لوگ شریک ہوتے تھے۔

پانچویں صدی کی مشہور محدثات

پانچویں صدی میں مشہور صوفی حسن بن علی الدقاق کی بیٹی اور ابوقاسم القشیری کی زوجہ محترمہ فاطمہ نے بھی سند عالی کے لیے شہرت پائی جو ابونعیم الاسفرائینی اور حاکم نیشاپوری سے حدیث روایت کرتی تھیں (تاریخ اسلام، ت: بشار 10/457) اس کے علاوہ خدیجہ بنت محمد شاجہانیہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 10/118) شہیدہ بنت قاضی ابن ابی عمرہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 9/893) خدیجہ بنت البقال (تاریخ اسلام، ت: بشار 16/636) اور جبرۃ السوداء (تاریخ اسلام، ت: بشار 16/637) نے شہرت پائی۔

چھٹی صدی کی مشہور محدثات

چھٹی صدی میں ام ابیہاء فاطمہ بنت محمد مسندۃ اصفہان (تاریخ اسلام، ت: بشار 11/716) ام الخیر فاطمہ بنت علی مسندۃ خراسان (تاریخ اسلام، ت: بشار 11/576) مسندۃ الوقت خدیجہ بنت محمد (تاریخ اسلام، ت: بشار 14/43) تجنی بنت عبداللہ (تاریخ اسلام، ت: بشار 12/550) اور شہدۃ بنت احمد مسندۃ العراق سند عالی کے لیے مشہور ہیں۔ (التعقیۃ لمرآۃ روایۃ السنن واداء سانیہ ص: 105) شہدۃ جنہیں فخر النساء کا خطاب دیا گیا ان کے حلقہ درس میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوا کرتی، علوسند میں ان کی اس شہرت کی وجہ سے بہت سے لوگوں نے غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے انہیں اپنا استاد قرار دیا، ذکی الدین البرزالی نے ان کا مطیعہ آٹھ اجزاء میں مرتب کیا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج: ۱، ص: 394/15 نیز دیکھیے اعمدة السامع والفرعاب فی مطیعہ شہدۃ)

ساتویں صدی ہجری میں ام محمد زینب بنت احمد المقدسی (المتوفیہ 722ھ) نے طلب حدیث کی خاطر فلسطین سے مصر، شام اور یمن کا سفر کیا، زینب علماء سے علم حدیث حاصل کرنے اور اجازت حدیث لینے کے بعد جب مسند تدریس پر پیشیں تو دور دراز سے طلبہ سفر کر کے ان کے پاس سماع حدیث کے لیے کھینچے چلے آتے۔ (ذیل التعقیۃ فی روایۃ السنن واداء سانیہ ص: 388/2)

عائشہ بنت ابراہیم یہ لڑکھنوی الشراکھی کے نام سے پہچانی جاتی ہیں انہوں نے بھی اس میدان میں کمال حاصل کرنے کے بعد مصر، شام اور بعلبک وغیرہ میں درس حدیث کا سلسلہ جاری رکھا۔ (التعقیۃ والایضاح لسانی ذیل مذکرۃ المختار، ص: 109) عائشہ بنت محمد بن مسلم الحمرانیہ جو سلائی کڑھائی کر کے اپنا پیٹ پالتی تھیں، کثرت روایت کے علاوہ بعض اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد حیثیت رکھتی تھیں۔ (ذیل التعقیۃ فی روایۃ السنن واداء سانیہ ص: 382/2)

ابن بطوطہ نے اپنے سفر دمشق کے دوران 726ھ میں جامع بنی امیہ میں ان سے سماع حدیث کیا۔ مسندۃ خراسان زینب بنت عبدالرحمن بن الحسن الاشعریہ، جن کی وفات سند عالی کے انقطاع کا باعث بنی۔ (التعقیۃ لمرآۃ روایۃ السنن واداء سانیہ ص: 501)

عائشہ بنت معمر الاصبہانیہ مسند ابی یعلیٰ کی روایت میں شہرت کی حامل تھیں مشہور محدث ابن نقطۃ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ (التعقیۃ لمرآۃ روایۃ السنن واداء سانیہ ص: 449)

مسندہ، شام کریمہ بنت عبدالوہاب بھی ایک منفرد حیثیت کی حامل تھیں جنہیں روایت حدیث کے لیے بڑے بڑے علماء سے اجازت حاصل تھی۔ اور وہ کبھی روایت حدیث سے انکاتی نہیں تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء، 23/92)

زینب بنت عبد اللہ بن اسعد المکی کے دروازے پر ہمیشہ طلبہ علم کا ہجوم رہتا (الاعلام للوکی 3/66) شامیہ لمة الحق متعدد اجزاء حدیث کی روایت میں منفرد تھیں (تاریخ اسلام: بشار 15/542) عجبیہ بنت محمد البغدادیہ نے اپنا مشیخہ دس اجزاء میں مرتب کیا۔
(تاریخ اسلام: بشار 14/581)

آٹھویں صدی ہجری

اسماء بنت محمد ابی المواہب ابن حصری، امۃ العزیز بنت ذہبی، فاطمہ بنت البرزلی، اسماء بنت خلیل بن کیکلہ بن العلافی، رقیہ بنت ابن دقین العید، زینب بنت ابن قدامہ المقدسی، زینب بنت ابن جماعی الکلتانی، ام البہاء، زینب بنت ابن انجمی، ست النعم بنت العلامہ بنجم الدین الحرانی، ست الوزراء بنت عمر ابن منجا، ستیہ بنت تقی الدین السکی، ستیہ بنت نجم الدین الدمیاطی، عائشہ بنت ابراہیم حافظ المزنی کی اہلیہ، عائشہ بنت عبد اللہ محب الدین الطبری کی پوتی، لوزہ بنت عبد اللہ مولاء ابن دقین العید، ست الکرکب علی ابن حجر کی بہن، زینب بنت عبد اللہ کی بیٹی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (الدرر الکامر فی أعیان الملک الثمہ)

تاریخ دمشق کے مؤلف ابن عساکر اپنے مشیخہ میں 80 خواتین کا ذکر کرتے ہیں جن سے انہوں نے درس حدیث لیا۔ ابوطاہر السلفی اپنی کتاب مشیخہ البغدادیہ بنجم السفر اور مشیخہ الاصبہانیہ میں اور ابوسعید السمعانی الخیر فی انجم الکبیر میں متعدد خواتین کو اپنے شیوخ میں شمار کرتے ہیں جن سے انہوں نے بطریق سماع یا اجازۃ روایت کی۔

وفیات الاعیان کے مؤلف ابن خلکان زینب بنت اشعری م 524ھ کے شاگرد رہے۔ ابن بطوطہ کا شمار اگرچہ محدثین میں نہیں ہوتا لیکن شوق طلب حدیث میں متعدد خواتین و حضرات اور خصوصاً زینب بنت احمد کمال م 710ھ سے سماع کیا۔ نویں صدی کے مشہور محدث عفیف الدین جنید نے سنن داری کا درس فاطمہ بنت احمد قاسم سے لیا۔ نفیہ بنت ابراہیم برزالی اور ذہبی کی استاد ہیں، حافظ العرقی اور انجمی ست العرب بنت محمد البخاری کے شاگرد رہے۔ (الاعلام للوکی 3/77)

نویں صدی کی محدثات

نویں صدی میں جس کثیر تعداد میں خواتین تعلیمات نبویؐ کی فروغ میں مصروف نظر آتی ہیں، تعداد کے اعتبار سے یہ کثرت دوسرے ادوار میں نظر نہیں آتی ان میں سے جن خواتین نے بطور خاص شہرت پائی ان کا ذکر باعث طوالت ہوگا۔ یہاں مثال کے طور پر سخاوی اور ابن حجر کی ایک ایک استاد کا ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ام ہانی مریم بنت عبد الرحمن البوریہ م 871ھ جنہیں ادب، شعر اور خطاطی میں مہارت کے علاوہ حفظ قرآن اور اسلامی علوم پر بھی عبور تھا۔ انہیں قاہرہ اور مکہ میں حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے باقاعدہ تدریس کے ساتھ حدیث میں اجازت نامے جاری کرنے کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ مریم بنت احمد الاذری بھی اس میدان میں سند کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے اساتذہ کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابن حجر نے ان کی باقاعدہ ایک بنجم مرتب کی، ان کے شاگردوں کی تعداد بھی ان گنت ہے۔

(المجمع المؤسس 2/559، انباء الغر 5/126)



1- کِتَابُ الطَّهَارَةِ

یہ کتاب طہارت کے بیان میں ہے

طہارت کے معنی و مفہوم کا بیان

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ طہارت کا معنی ہے "پاکیزگی" جبکہ اس کا متضاد، ناپاکی، گندگی، ملاء نلت، نجس، نجاست وغیرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اعضاء مخصوصہ کو دھونا طہارت کہلاتا ہے۔

طہارت کی دو اقسام ہیں (۱) طہارت حقیقی جیسے پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرنا (۲) طہارت حکمی جیسے تیمم کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے۔ وہ طہارت جو پانی کے ساتھ حاصل کی جائے اس کی بھی دو اقسام ہیں (۱) طہارت خفیفہ جیسے وضو (۲) طہارت غلیظہ جیسے غسل مصنف نے اپنی کتاب کو طہارت خفیفہ (وضو) سے شروع کیا ہے کیونکہ وہ طہارت عام اور غالب ہے۔ (جو برویہ، کتاب طہارت، بیروت)

نماز میں طہارت سے مراد ظاہری طور پر نمازی کے جسم، لباس اور اعضاء جوارح کو آلودگی سے پاک رکھنا ہے اور باطنی طور پر اپنے نفس کو خطاؤں، گناہوں اور اخلاقی برائیوں سے پاک کرنا، قلب کو حب دنیا سے پاک رکھنا اور غیر اللہ کو دل سے لکال دینا ہے۔ جس طرح ظاہری بدن کو پاک رکھنے کی تاکید کی گئی ہے، اسی طرح باطن، نفس اور دلوں کو پاک رکھنا اس سے کئی درجے زیادہ واجب ہے۔ ان پاکیزگیوں میں سے ایک حقوق کی ادائیگی، اور ہر چیز اور ہر شخص کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھنا ہے۔

اہل معرفت کا کہنا ہے کہ جب تک تمہارا نفس تمہارے ہاتھوں سلامت ہے تو گویا تم نے نفس کا حق ادا کیا اور جب تک خدا کی مخلوق تمہارے ہاتھوں سلامت ہے تو گویا تم نے اُن کا حق ادا کر دیا ہے۔

بَابُ التَّخْلِیِّ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے لئے خلوت اختیار کرنا

1- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنِ قَعْنَبٍ الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ذَهَبَ الْمَذْهَبُ أَبْعَدَ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو

1- صحیح لکھو، و هذا اسناد حسن من اجل محمد بن عمرو، وهو ابن علقمة اللخمي، عبد العزيز بن محمد: هو المروزي، وابو سلمة: هو ابن عبد الرحمن بن عوف، واخرجه الترمذي (20)، والنسائي في "الكبرى" (16)، وابن ماجه (331) من طرق عن محمد بن عمرو، بهذا الاسناد، وهو في "مسند احمد" (18171)، وله شاهد من حديث عبد الرحمن بن ابي نزار عبد النسائي في "الكبرى" (17)، وابن ماجه (334)، واساده صحيح.

کے اوصاف کی لورائی کرنوں سے اپنے دل و دماغ کو روشن کریں، اس کی جو صفات ہیں ان کو حتی الامکان اپنے اندر پیدا کریں اس لئے وہ پسند کرتا ہے۔ بندے شرم و حیا کے اصولوں پر کار بند رہیں، ان عظیم اوصاف سے اپنے دامن کو بالامال کریں اور پردہ پوشی کو کسی حال میں ترک نہ کریں، لہذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شرم اور پردے کے معاملے میں غفلت اور لا پرواہی نہ برتیں۔

بَابُ الرَّجُلِ يَتَّبِعُ الْبَوْلَ

باب: آدمی کا پیشاب کرنے کے لئے جگہ تیار کرنا

۳- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو الثَّيَّاحِ، قَالَ: حَدَّثَنِي شَيْخٌ، قَالَ لَنَا قَدِيمٌ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ الْبَصْرِيُّ، فَكَانَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى، فَكُتِبَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى أَبِي مُوسَى يَسْأَلُهُ عَنْ أَشْيَاءَ، فَكُتِبَ إِلَيْهِ أَبُو مُوسَى: إِنِّي كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَرَادَ أَنْ يَبُولَ، فَأَتَى دَمِثًا فِي أَصْلِ جِدَارٍ قَبَالَ، ثُمَّ قَالَ: صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَبُولَ فَلْيَزِدْ لِبَوْلِهِ مَوْضِعًا

③③ ابوتیاح بیان کرتے ہیں: مجھے ایک بزرگ نے یہ بات بتائی: جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ تشریف لائے تو انہیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منقول کچھ احادیث بیان کی گئیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر ان سے کچھ چیزوں کے بارے میں دریافت کیا: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا: ایک دن میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا، نبی اکرم ﷺ نے پیشاب کرنے کا ارادہ کیا، آپ ایک دیوار کی جڑ کے پاس موجود نرم مٹی کے پاس آئے، اور وہاں پیشاب کیا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب کسی شخص نے پیشاب کرنا ہو تو اسے پیشاب کرنے کے لیے (مناسب) جگہ تلاش کرنی چاہئے۔“

مستحبات و آداب بیت الخلاء کا بیان

۱. جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا اور کپڑے پہن کر بیت الخلاء میں جانا اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنے کپڑوں کو

نہاست اور مستعمل پانی سے۔ بچانا ۲. سر کوڈ حانپ کر بیت الخلاء میں جانا۔

۳. جنگل میں جائے تو لوگوں کی نظروں سے دور نکل جانا۔

۴. انگلی وغیرہ جس میں اللہ کا نام یا قرآن کی آیت یا کسی رسول یا کسی بزرگ کا نام یا حدیث وغیرہ کے الفاظ کھدے

ہوں تو اسے نکال دے اگر تعویذ وغیرہ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو ساتھ ہونے میں کراہت نہیں۔

۵. پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھنا: بسم اللہ الرحمن الرحیم یا اللہم انی اعوذ بک من الخبث والنجاست۔ ترجمہ:

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں تاپاک جنوں اور ناپاک جفیوں سے۔

۳- اسنادہ ضعیف لاہام شیخ ابی الثیاح، حماد: هو ابن سلمہ، و ابو الثیاح: هو یزید بن حمید الضبی، و اخر حہ البیہقی 931/ من طریق ابی

داود، بہذا الاسناد، و اخر حہ الطہالسی (519)، و احمد (19537) و (19537) و (19714)، و الرویانی (558)، و الحاکم 4653-

۱۰۔ دھوئیں ہوئے وقت پہلے بائیں پاؤں داخل کرنا پھر آتے پہلے دائیں پاؤں نکالنا۔
 ۱۱۔ کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولنے بلکہ بیٹھنے کے قریب بوتر کھولے ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولنے۔
 ۱۲۔ دونوں پاؤں کو قاصد سے رکھے۔ یعنی کھل کر بیٹھے اور بائیں پاؤں پر۔ زور زیادہ دے کر بائیں طرف جھکا رہے۔
 ۱۳۔ بات نہ کرے نہ زبان و صلیقہ وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے، البتہ دل میں اللہ کے ذکر کا خیال کر سکتا ہے اس وقت کا ذکر اپنی نجاستوں کا احساس اور اللہ پاک کی پاکی کا خیال کرنا ہے چھینک اور سلام اور اذان کا جواب نہ۔ دے خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمد للہ پڑھنے زبان سے نہ پڑھے۔
 ۱۴۔ کسی دینی مسئلہ پر غور نہ کرے۔

۱۵۔ جنا ضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے۔ نہ اپنے بدن سے کھیل کرے۔ نہ آسمان کی طرف نظر اٹھائے بلکہ زیادہ دیر تک نہ بیٹھا رہے۔

۱۶۔ جب قارغ ہو جائے تو مقام نجاست کو صاف کر کے کھڑا ہو جائے۔ اور سیدھا ہونے سے پہلے بدن کو چھپالے۔
 ۱۷۔ بیت الخلاء سے باہر آ کر یہ دیا پڑھے الحمد للہ العظیم الذی اخرجنا من ذنوبنا ما یغفرنی (وہی فی ما یغفرنی) غفرانک ربنا وایک المصیر ط۔

۱۸۔ پانی سے استنجا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کھائیوں تک دھونا تاکہ۔ خوب صاف سترا ہو جائے۔

(زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ ایک مرتبہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کی پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (انھیں دیکھ کر) فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں پر عذاب نازل ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں نازل ہو رہا ہے (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا "مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا "پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "کھجور کی" ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے آدھوں آدھ چیرا ان میں ایک ایک کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے (یہ دیکھ کر) پوچھا "یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شاید (اس عمل سے) ان کے عذاب میں (اس وقت تک کے لئے) کچھ تخفیف ہو جائے جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں۔" (صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد اول، حدیث نمبر 317)

مسلم کے الفاظ کی مناسبت سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلا آدمی جس پر اس کی قبر میں عذاب نازل ہو رہا تھا وہ تھا جو پیشاب سے بچتا نہیں تھا یعنی پیشاب کرتے وقت اس بات کی احتیاط نہیں کرتا تھا کہ چھینٹیں اس کے اوپر نہیں پڑیں ایک دوسری روایت میں لایا۔ ستراء کے الفاظ ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ "وہ آدمی پیشاب سے پاکی طلب نہیں کرتا تھا" نیز ایک روایت میں لا یستتر کے الفاظ مذکور ہیں استنا کے معنی آتے ہیں عضو تناسل کو زور سے جھاڑنا یا کھینچنا تاکہ پیشاب کے جو قطرے اندر رہ گئے ہوں وہ نکل جائیں اس طرح معنی یہ ہوں گے وہ آدمی پیشاب گاہ کو اچھی طرح جھاڑ کر پیشاب کے قطروں کو نکالتا نہ تھا۔ بہر حال ان تمام

اتفاق کے مقبوم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مطلب سب کا یہی ہے کہ وہ پیشاب سے پاکی اور صفائی حاصل نہیں کرتا تھا اور چونکہ پیشاب سے پاکی حاصل نہ کرنا گناہ
تیسرا اور تہذیب کے بطلان کا سبب ہے اس لئے اسے اللہ کی جانب سے عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ اس سلسلہ میں ایک خاص بات
یہ رہی ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں یہ غلط اور گمراہ کن خیال پیدا ہو گیا ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں یہ ثابت نہیں
ہے کہ آپ ذہبی سے پیشاب خشک کرتے تھے اس لئے ہر آدمی کو چاہئے کہ پیشاب کے بعد ڈھیلے کا استعمال نہ کرے، یہ انتہائی
گمراہی اور کم عقلی کی بات ہے، مگر کسی آدمی کا مزاج ہی اتنا قوی اور مضبوط ہو، نیز اسے اس بات کا یقین ہو کہ پیشاب سے فارغ ہو
جانے کے بعد قطرے نہیں آئیں گے تو البتہ اس کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ صرف پانی سے استنجاء کر لے ڈھیلے کا استعمال کرنا اس کے
لئے ضروری نہیں ہوگا۔

اور جس کے قطرہ دیر تک آتا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر اگر وہ ڈھیلے کا استعمال کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہوگا اور
جس کے قطرہ دیر تک آتا ہو جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے تو پھر اگر وہ ڈھیلے کا استعمال نہ کرے صرف پانی سے پاک کرے گا تو اس
کے پانچواں اور کپڑا وغیرہ گندہ اور ناپاک ہوگا، جہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا سوال ہے تو اس کے بارے میں عرض
ہے کہ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج مبارک مضبوط اور قوی انتہائی طاقتور تھے اس لئے آپ ڈھیلے کا استعمال نہیں فرماتے تھے صرف
پانی ہی سے استنجاء پاک کر لیتے تھے۔

پھر دوسرے یہ کہ وہ فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ثابت نہ ہو مگر اس کا کرنا کسی نہ کسی وجہ سے مطلوب اور ضروری ہو تو اسے
یہ کہہ کرنا قابل اعتناء قرار نہیں دیا جاسکتا کہ یہ فعل چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اس لئے ہم بھی اسے نہیں کرتے مثلاً آپ
صلی اللہ علیہ وسلم نے قصہ نہیں کرائی ہے اب اگر کسی دوسرے کو قصہ کی حاجت ہو اور وہ یہ کہے کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصہ نہیں کرائی
ہے اس لئے میں قصہ نہیں کراتا تو ظاہر ہے کہ یہ بات اسی کے لئے نقصان دہ ہوگی۔ بہر حال مقصد یہ ہے کہ نظر شارع کی غرض پر
ہونی چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ شارع کا اصل مقصد کیا ہے اور وہ ظاہر ہے کہ "طہارت" ہے جس کی ہمیں تاکید کی گئی ہے اس
لئے ہمیں تو طہارت حاصل کرنی چاہئے خواہ وہ کسی طرح حاصل ہو پانی سے حاصل ہو یا ڈھیلے سے اس قسم کے بیہودہ احتمالات نکال
کر اور غلط حیلہ و بہانہ کر کے اپنے کپڑوں کو گندہ کرنا اور نجاست میں اپنے آپ کو ملوث کرنا اور پھر اسی طرح نماز پڑھنا انتہائی غلط اور
گمراہی کی بات ہے، پیشاب سے بچنے اور اس سے احتیاط کرنے کی کتنی اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد
سے ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عذاب قبر اکثر پیشاب کی بناء پر ہوتا ہے (اس لئے) پیشاب سے پاکی حاصل کرو۔ "یا
اتی طرح فرمایا "پیشاب سے پرہیز کرو اس لئے کہ وہ اس چیز کا اول ہے جس کی وجہ سے بندہ قبر میں حساب (کی سختی) میں گرفتار
ہوگا (خبرانی) پھر اس کے علاوہ ایک چیز یہ بھی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ثابت ہے کہ وہ پیشاب کے بعد
ذہبی استعمال کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ صحابی کا نفس حجت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "میری سنت کو
نیز پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو بھی لازم پکڑو۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ پر کہ پیشاب کے بعد ڈھیلے کا استعمال کرنا چاہئے اہل سنت کا اتفاق و

اجبار ہے، واللہ عمر "نیر" کے معنی ہیں سخن چینی، یعنی کوئی آدمی ایسے دو آدمیوں کی بات جن میں آپس میں دشمنی ہو ایک دوسرے سے کھینچ کر پھیلانے کے لئے پہنچائے یا کوئی آدمی دو آدمیوں میں دشمنی پیدا کرے اس طرح کہ ایک کی بات دوسرے کے پاس قسم دے گا اور اس انداز سے نقل کرے جس سے اشتعال پیدا ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "نیر" کے معنی یہ ہیں کہ کسی کی گفتگو کسی دوسرے آدمی سے ضرر پہنچانے کے لئے نقل کی جائے بہر حال آج کل عرف عام ہے جسے "چغل خوری" فرماتے ہیں وہی معنی "نیر" کے ہیں "چغل خوری" چونکہ انسانی اور اخلاقی نقطہ نظر سے انتہائی بدترین اور کبھی خصلت ہے اور اس لئے اسلام بھی چغل خور کو انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور چغل خوری کو ایک بدترین برائی قرار دیتا ہے چنانچہ صحیحین میں منقول ہے کہ "جنت میں چغل خور داخل نہیں ہوگا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ کعب احبار سے جو ایک بڑے یہودی عام تھے اور بعد میں اسلام لائے، پوچھا کہ تم نے تو دیت میں سے سب سے بڑا گناہ کون سا پڑھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "چغل خوری"۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا گناہ قتل کے گناہ سے بھی زیادہ جیتناک ہے! انہوں نے کہا "قتل بھی چغل خوری ہی سے ہوتے ہیں اور دوسری برائیاں بھی اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔" حدیث کے آخر میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی تر شاخ لے کر اس کے دو ٹکڑے کئے اور ایک ایک ان دونوں قبروں پر گاڑ دیا اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی اس وقت کے لئے ان کے عذاب میں شاید کچھ تخفیف ہو جائے "تو عذاب کے تخفیف کا سبب علماء یہ لکھتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ یہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت اسے برداشت نہ کر سکی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ اولیت میں ان کے لئے رحم و کرم کی درخواست کی، ادھر غفور الرحیم نے بھی اپنے حبیب کی درخواست کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور فیصدِ صادر فرمادیا کہ جب تک ان پر گاڑی ہوئی شاخیں خشک نہ ہوں اس وقت تک ان دونوں پر عذاب میں کمی کر دی جائے۔

اس کی وضاحت بھی ایک دوسری روایت میں موجود ہے جسے مسلم نے نقل کیا ہے اس کے آخری الفاظ یہی ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی ہے کہ جب تک یہ شاخیں تر رہیں گی یہ عذاب میں گرفتار نہیں رہیں گے۔" بہر حال بظاہر تو اس کا سبب یہی معلوم ہوتا ہے جس کی تصدیق بھی مسلم کی اس روایت سے ہو جاتی ہے، ویسے علماء نے اس کے علاوہ بھی بہت سے اسباب لکھے ہیں جو دیگر کتابوں اور شروح میں وضاحت کے ساتھ منقول ہیں۔

علامہ کرمانی کا قول ہے کہ تخفیفِ عذاب کا سبب وہ تر شاخ تھی کہ اس کے اندر رُفْعِ عذاب کی خاصیت تھی مگر یہ خاصیت اس کی نفس نہیں تھی بلکہ یہ خاصیت اسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اور صلحاء اور اللہ کے نیک بندوں کو چاہئے کہ وہ قبور پر جایا کریں تاکہ ان کی وجہ سے اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہو کیونکہ صالحین کا قبور پر جانا مردوں کے عذاب میں تخفیف کا باعث ہوتا ہے۔ (حاشیہ بخاری از کرمانی)

بیٹھ کر پیشاب کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو آدمی یہ حدیث بیان کرے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب

کرتے تھے خواہے کچھ نہ مانو آپ ﷺ نے تو ہمیشہ پیشاب کیا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 343)

ابن مکی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جو روایت نقل فرمائی ہے اس سے تو بھراحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث اس بات کی بالکل نفی کر رہی ہے۔

اب ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے علم کے مطابق خبر دے رہی ہیں یعنی انہوں نے چونکہ رسول اللہ ﷺ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہوئے کبھی گھر میں نہیں دیکھا تھا اس لئے انہوں نے اس بات کی سرے سے غلطی کر دی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ باہر سے متعلق ہے اور وہ بھی عذر کی بناء پر تادیر ہے اور ظاہر کہ تادیر میں معدوم کی مانند ہے نیز عذر کی بناء پر اسے مستثنیٰ بھی قرار دیا جاسکتا ہے لہذا ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض باقی نہیں رہا۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ

باب: جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو کیا پڑھے

4 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهٍ. حَدَّثَنَا حَبَّادُ بْنُ زَيْدٍ. وَعَبْدُ الْوَارِثِ. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: عَنْ حَبَّادٍ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ: عَنْ عَبْدِ الْوَارِثِ قَالَ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ شُعْبَةُ. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ. وَقَالَ مَرَّةً: أَعُوذُ بِاللَّهِ. وَقَالَ وَهَبُ: فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ پڑھتے: (یہاں حماد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:)"اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

(جبکہ عبد الوارث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:)"میں نے کرا اور مؤمن جنت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:)"شعبہ نے عبد العزیز کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:)"اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں"۔

ایک مرتبہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:)"میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

وہیب نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:)"اے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے"۔

5 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الشَّافِعِيُّ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ هُوَ

4- اسنادہ صحیح. عبد الوارث: هو ابن سعيد العبدي. و أخرجه مسلم (375)، والترمذي (6) من طريق حماد بن زيد، بهذا الاسناد. وأخرجه مسلم (375)، والبيهقي (19) من طريقين عن عبد العزيز بن وهب، به. وهو في "مسند أحمد" (11947) و (11983). وانظر ما بعده

ابن مسعود، عَنْ أَنَسٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ وَقَالَ شُعْبَةُ، وَقَالَ مَرْثَا، أَعُوذُ بِاللَّهِ (۱) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

”اے اللہ اے شک میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔“

شعبہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے یہ الفاظ نقل کیے: ”میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

■ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الْحَشُوشَ مُحْتَضِرَةٌ، فَإِذَا آتَى أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلْيَتَّقِلْ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ (۲) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

ان قضائے حاجت کے مقامات پر (شیاطین وغیرہ) موجود ہوتے ہیں، جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لیے آئے تو اسے یہ پڑھنا چاہئے:

”میں مذکر اور مؤنث جنات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

قضائے حاجت کے لیے آداب کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جب تک بیٹھنے کے قریب نہ ہو کپڑا بدن سے نہ ہٹائے اور نہ حاجت سے زیادہ بدن کھولے پھر دونوں پاؤں کشادہ کر کے بائیں پاؤں پر زور دے کر بیٹھے اور کسی مسئلہ دینی میں غور نہ کرے کہ یہ باعث محرومی ہے اور چھینک یا سلام یا اذان کا جواب زبان سے نہ دے اور اگر چھینکے تو زبان سے الحمد للہ نہ کہے دل میں کہہ لے اور بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نہایت کو دیکھے جو اس کے بدن سے نکلے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ اس سے بوا سیر کا اندیشہ ہے اور پیشاب میں نہ تھو کے نہ ناک صاف کرے نہ بلا ضرورت کھنکھارے نہ بار بار ادھر ادھر دیکھے نہ بیکار بدن چھوئے نہ آسمان کی طرف نگاہ کرے بلکہ شرم کیساتھ سر جھکائے رہے جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے آلہ کو جڑ کی طرف سے سر کی طرف سونپتے کہ جو قطرے رکے ہوئے ہیں نکل جائیں پھر ڈھیلوں سے صاف کر کے کھڑا ہو جائے اور سیدھے کھڑے ہونے سے پہلے بدن چھپالے جب قطروں کا آنا موقوف ہو جائے تو کسی دوسری جگہ طہارت کیلئے بیٹھے اور پہلے تین تین بار دلوں ہاتھ دھو لے اور طہارت خانہ میں یہ دعا پڑھ کر جائے۔

بِسْمِ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى دِينِ الْإِسْلَامِ اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ الَّذِينَ

لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لونا اونچا رکھے کہ چھینک نہ پڑیں اور پہلے پیشاب کا مقام

5- اسنادہ صحیح، الحسن بن عمرو السدوسی روی عنہ جمع، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وقد ذكره ابن اباد وداود لا يروى الا عن ثقة، وباقى رجاله ثقات، وكيع: هو ابن الجراح، وشعبة: هو ابن الحجاج، واخرجه البخاري (142) و (6322)، والترمذي (5) من طريق شعبة، بهذا الاسناد، وهو في "مسند احمد" (13999)، و "صحیح ابن حبان" (1407)، وانظر ما قبله.

6- واخرجه النسائي في "الكبرى" (9820)، وابن ماجه (296) من طريق شعبة، والنسائي في "الكبرى" (9821) من طريق اسماعيل ابن علية، عن سعيد بن ابى عروبہ، كلاهما (شعبة وسعيد) عن قتادة، بهذا الاسناد.

دھوئے پھر پانچ نہ کامتہ اور طہارت کے وقت پاخانہ کا مقام سانس کا زور بیچے کودے کر ڈھیلارکھیں اور خوب اچھی طرح دھوئیں کہ دھوئے کے بعد ہاتھ سر برباتی نہ رہ جائے پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالیں اور اگر کپڑا پاس نہ ہو تو بار بار ہاتھ سے پونچھیں کہ برائے نام تری رہ جوئے اور اگر سوسہ کاغذ ہو تو روٹائی پر پانی چھڑک لیں پھر اس جگہ سے باہر آ کر یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَآئِ طَهُوْرًا وَّ اَوَّلَ اِسْلَامِ نُوْزًا وَّ اَوَّلَ اِیْمَانٍ دَلِیْلًا اِلٰی اللّٰہِ وَّ اِلٰی جَنّٰتِ النَّعِیْمِ اَللّٰهُمَّ حَضِّنْ لِّیْ حَسَنَ و طَہْرَ قَلْبِیْ وَ مَخْصِرَ ذَنْوِیْ۔

آگے یا پیچھے سے جب نجاست نکلے تو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے اور اگر صرف پانی ہی سے طہارت کر لی تو بھی جائز ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب طہارت، بیروت)

جنات سے متعلق بحث کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ کہیے کہ میری طرف سے یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے۔ جو سیدھی راہ کی طرف دیتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور بے شک ہمارے رب کی بزرگی بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ بیٹا۔ (الحج: ۳-۱)

الحجن کا لغوی اور اصطلاحی معنی

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: جن کا اصل معنی ہے: کسی چیز کا حواس سے مخفی ہونا، قرآن مجید میں ہے: فَلَمَّا رَآہُ عَلَیْہِ الْبَیْلِ رَاٰ کَوْکَبًا (النعام: ۷۶) جب رات نے اس کو چھپا لیا تو اس نے ستارہ دیکھا۔
الحجن قب کو کہتے ہیں کیونکہ وہ حواس سے مخفی ہوتا ہے الحجن اور الحجوم کا معنی ڈھال ہے جو اپنے صاحب کو دشمن کے وار سے محفوظ رکھتی ہے اور چھپاتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

اِتَّخَذُوْا اٰیٰتِہُمْ جَنَّةَ الْہٰۤیۡلِ (البقرہ: ۱۹) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا۔

اور حدیث میں ہے: الصوم جنة روزہ ڈھال ہے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۳۹۲، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۱۵۱)

جنت ہر اس باغ کو کہا جاتا ہے جس میں بہت گھنے درخت ہوں جو زمین کو چھپالیں۔

اور آخرت کی جنت کو جنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کے باغ سے مشابہ ہے یا اس وجہ سے کہ اس کی نعمتیں انسانوں کی آنکھوں اور باقی حواس سے مخفی ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَلَا تُغْنِیْہُ نَفْسٌ مَّا اَخْفٰی لَہُمْ مِنْ فَزَۃٍ اَعْیٰنِ (اسجد: ۱۷) سو کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لیے کیونکر چھپائی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت کا لفظ فرمایا ہے، جو جمع کا صیغہ ہے کیونکہ جنت سات ہیں: جنت الفردوس، جنت عدن، جنت النعیم، جنت الماویٰ، دار السلام، دار الخلد اور علیین۔

اور جب تک پیٹ میں بچہ رہے اس کو الحجنین کہتے ہیں کیونکہ پیٹ کا بچہ بھی لوگوں کے حواس سے مخفی ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَإِذَا نَسَمُ أَجَنَّةً فَمِنْ بَطْنٍ أَمْهَنَكُم (الحج: ۳۲) جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔
اور الجن اس روحانی مخلوق کو کہتے ہیں جو تمام حواس سے مخفی ہوتی ہے، اس کے مقابلہ میں انس ہے، اس بناء پر الجن میں فرشتے اور شیاطین بھی داخل ہیں، ابلیس ہر فرشتہ جن ہے کیونکہ وہ مستور ہے لیکن ہر جن فرشتہ نہیں ہے، اسی بناء پر ابو صالح نے کہا: تمام فرشتے جن ہیں، ایک قول یہ ہے کہ روحانی مخلوق کی تین قسمیں ہیں، جو اخبار اور نیک ہیں اور وہ فرشتے ہیں اور جو اشرار اور بدکار ہیں وہ شیاطین ہیں، اور جو متوسط ہیں جن میں اختیار بھی ہیں اور اشرار بھی ہیں وہ جنات ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: جنات نے کہا:

وَأَنَا مِنَ السَّالِمِينَ وَمِنَّا الْفَاطُونَ (الجن: ۱۳) اور ہم میں سے چند اطاعت گزار ہیں اور کچھ سرکش ہیں۔
جنات کی ایک قسم کے متعلق فرمایا:

وَأَجَانٌ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلِ مِنْ نَارِ السَّمُومِ (الحجر: ۲۷) اور ہم نے اس سے پہلے جنات کو دھوئیں والی آگ سے پیدا کیا۔ (المفردات ج ۱ ص ۱۲۸، مکتبہ نزار مصطفیٰ مکرم، ۱۳۱۸ھ)

علامہ جمال الدین محمد بن محمد بن مکرّم افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: الجن، جان کی ایک قسم ہے، اس کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور اس لیے کہ وہ لوگوں کو دکھائی نہیں دیتے۔ الجن، جن کا باپ ہے، اس کو آگ سے پیدا کیا گیا پھر اسی سے اس کی نسل چلی، روایت ہے کہ ایک مخلوق زمین میں رہتی تھی، اس نے زمین میں فساد کیا اور خون ریزی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے زمین میں فرشتوں کو بھیجا جنہوں نے زمین کو صاف کیا۔ (لسان العرب ج ۳ ص ۲۱۹-۲۱۸، مختط، دار صادر، بیروت، ۲۰۰۲ء)

علامہ سید محمد بن محمد زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ لکھتے ہیں: جن و انس کے برخلاف ہے، اس کا واحد جنی ہے، الصحاح میں مذکور ہے: اس کو جن اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ دکھائی نہیں دیتا، زمانہ جاہلیت میں فرشتوں کو جنات کہا جاتا تھا کیونکہ فرشتے آنکھوں سے مخفی ہوتے ہیں، ابلیس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے جن تھا، زمخشری نے کہا ہے کہ جناب اور ملائکہ ایک نوع ہیں لیکن ان میں سے جو خبیث اور سرکش ہو وہ شیطان ہے اور جو پاکیزہ ہو وہ فرشتہ ہے، ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ مصنف (صاحب قاموس) کا جن کی تفسیر ملائکہ سے کرنا مردود ہے، کیونکہ ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں نہ کہ نار سے، جب کہ جن نار سے پیدا کیا گیا ہے اور ملائکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان میں تناسل نہیں ہوتا، اور نہ وہ مذکر اور مؤنث بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے جمہور علماء نے الا ابلیس (البقرہ: ۳۳) کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ استثناء منقطع ہے اور استثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیبا اس کو بھی فرشتوں منقطع ہے اور باستثناء متصل اس صورت میں ہے چونکہ یہ فرشتوں کے ساتھ مل جل کر رہتا تھا اس لیے تغلیبا اس کو بھی فرشتوں کے ساتھ شامل کر کے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔

(تاج العروس شرح القاموس ج ۹ ص ۱۶۳، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

جنات کے متعلق فلاسفہ اور مفکرین کی آراء

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: جناب کے ثبوت میں علماء کا شروع سے اختلاف رہا ہے، اکثر فلاسفہ سے یہ منقول ہے کہ وہ جناب کے ثبوت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ ابو علی بن سینا نے اپنے رسالہ حدود الاشیاء میں لکھا ہے: الجن دیوان

حوائی ہے، جو مختلف اشکال میں مشکل ہو جاتا ہے اور اس اسم کی شرح ہے، اس کا یہ کہنا کہ یہ اسم کی شرح ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ واقع میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لیکن جمہور ارباب ملل اور انبیاء علیہم السلام کے مصدقین جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور قد ماہ فلاسفہ بھی جنات کے ثبوت کو مانتے ہیں اور جنات کو ارواح سفلیہ کہتے ہیں، ان کا قول ہے کہ جناب کی ماہیات مختلف ہوتی ہیں، بعض شریر ہوتے ہیں اور بعض شریف ہوتے ہیں جو نیکیوں سے محبت کرتے ہیں، اور بعض خبیث ہوتے ہیں وہ برائیوں اور آفتوں سے محبت رکھتے ہیں، اور ان کی انواع کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی علم کو نہیں، یہ موجودات مجردہ ہیں (غیر مادی ہیں) اور خبروں کے عالم ہوتے ہیں اور افعال شاقہ پر قادر ہوتے ہیں، ان کا سنا اور دیکھنا ممکن ہے۔ جنات کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اجسام ہیں: قرآن مجید میں جناب اور ملائکہ کا ثبوت ہے، اور اس کا ثبوت ہے کہ ملائکہ کو افعال شاقہ پر عظیم قوت حاصل ہوتی ہے اور جنات بھی اسی طرح ہیں، پھر یہ ملائکہ ہمارے پاس ہمیشہ حاضر ہوتے ہیں اور وہ کرنا کاتبین ہیں اور وہ محافظ فرشتے ہیں اور یہ فرشتے قبض روح کے وقت بھی حاضر ہوتے ہیں اور یہ فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی حاضر ہوتے تھے اور مسلمانوں اور حاضرین مجلس میں سے کوئی بھی ان کو نہیں دیکھتا تھا اور قبض روح کے وقت بھی ان کا کوئی نہیں دیکھتا تھا، بہر حال یہ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر فرد میں علوم کثیرہ پیدا کرے اور اس کو مشکل اور شدید دشوار افعال پر قدرت عطا کر دے اور اس تقدیر پر جنات کا وجود ممکن ہے، خواہ ان کے اجسام لطیف ہوں یا کثیف ہوں اور ان کے اجرام کبیر ہوں یا صغیر ہوں، اور وہ ہم کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۶۶۳-۶۶۱ ملخصاً، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

سر سید احمد خان لکھتے ہیں: قرآن میں جن کا جو لفظ آیا ہے، اس سے بدوی اور دیگر غیر متمدن اور غیر تربیت یافتہ لوگ مراد ہیں۔ قرآن مجید میں چودہ جگہ الجن والانس کا لفظ آیا ہے اور ہر موقع پر ان غیر متمدن لوگوں کو کسی نئی صفت اور خاصیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تفسیر القرآن ج ۳ ص ۸۹-۹۰ ملخصاً، علی گڑھ، ۱۸۸۵ء، بحوالہ دائرہ معارف اسلام ج ۷ ص ۲۶۶، دانش گاہ پنجاب، لاہور)

غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

قرآن کریم میں جن اور انس کے الفاظ متعدد مقامات پر اکٹھے آئے ہیں۔ انس کے عنوان میں بتا چکے ہیں کہ عربوں میں الانس ان قبیلوں کو کہتے تھے جو ایک مقام پر مستقل طور پر سکونت پذیر ہو جائیں گے، لیکن جن وہ قائل تھے جو جنگلوں اور صحراؤں میں جگہ بہ جگہ پھرتے رہتے تھے اور اس طرح شہر والوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے تھے۔ انہیں خانہ بدوش قبائل (Nomadic Tribes) کہا جاتا ہے۔ اب بھی دنیا میں جہاں جہاں اس قسم کے قائل پائے جاتے ہیں وہ شہر والوں سے دور دور، جنگلوں اور بیابانوں میں رہتے ہیں۔ آج کل وسائل، رسائل و رسائل کے عام ہو جانے سے، ان قبائل اور شہر والوں کی زندگی میں بہت سے امور مشترک ہو چکے ہیں، اس لیے ان میں کوئی بنیادی بعد محسوس نہیں ہوتا، لیکن جس زمانے میں ملنے جلنے کے وسائل اور نشر و اشاعت کے طریق عام نہیں تھے، شہر والوں اور ان خانہ بدوش صحرائیوں کے تمدن و معاشرت، عادات و اطوار، خصائص و خصائل اور ذہنی اور نفسیاتی کیفیات وغیرہ میں اس قدر فرق تھا کہ یہ دونوں ایک نوع کے افراد نظر نہیں آتے تھے۔ عربوں میں یہ صحرائی قبائل بہت زیادہ تھے (انہیں بدیا اعراب کہا جاتا تھا) چونکہ قرآن کا پیغام شہریوں اور صحرائیوں سب کی طرف تھا، اس لیے اس نے جن و انس دونوں گروہوں کو مخاطب کیا ہے۔ ان مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ وہاں جن سے مراد

جگہ ہے، اگر تم نے ان سہیلوں میں سے کسی کو محروم میں رہتے ہوئے نہ رکھا تو اس کو تمہارے لئے ہے۔ اور تمہارے لئے
بعد بھی وہ سب نظر آئے تو اس کو مار دو ووشیطان ہے۔ (محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ)

حضرت ابوالبہرہ بن عبدالمندری البدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محروم میں مبتلا نہ رہنے کی
کوئی کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان محروم میں جنت میں نہیں کی جگہ
میں رہتے ہیں، اگر تم ان میں سے کسی کو رکھو تو اس کو تمہارے لئے ہے، اگر تمہارے لئے ہے تو تمہارے لئے ہے۔ (محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ)

جناب اجسام کا قہر خفیہ ہے، جن پر قدرت پر حاکمیت غالب ہوتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ قدرت بزرگ ایک قول ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ یہ ابران سے جدا ہونے والے تھیں شریر و حق۔ (تفسیر لیتھنن ص ۱۸۸) اور ایک قول یہ ہے کہ یہ
سید محمود آلوی متوفی ۱۲۷۱ھ لکھتے ہیں:

جناب اجسام کا قہر خفیہ ہے، جن پر قدرت غالب ہے، اس کی دلیل یہ آیت ہے:
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ طِينٍ ثَابِتٍ (الرحمن: ۱۵) اور جن کو تمہاری آگ کے شعلے سے پیدا کیا
ایک قول یہ ہے کہ یہ اجسام عموماً یہ ہیں اور تمہارے صورتوں کو قبول کر لیتے ہیں یہ ان کی ایک قسم مختلف اشکال کو قبول کر لیتے ہیں یہ
لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں، اور بھی اپنی صورت اسیر کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں اور بھی اپنی اس ہی صورت
میں دکھائی دیتے ہیں، جس صورت میں ان کو پیدا کیا گیا اور یہ مشہور انبیاء و مسووات اللہ و سائرہ غیرہ کے ساتھ مخصوص ہے، اور ان
اولیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے، جن کو اللہ تعالیٰ ان کی اصلی صورت دکھانا چاہے، ان کو سخت مشکل اور دشوار کاموں کے کرنے کی
قوت حاصل ہوتی ہے، اور اس میں کوئی عقلی مانع نہیں ہے کہ بعض اجسام ہیفیڈ کی نوع و دیگر اجسام ہیفیڈ کی، سیت سے مختلف ہو اور ان
میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ یہ حیات و اور انھوں نے عجیبہ پر قدرت کو قبول کر لیں، اور جدیدہ سائنس نے بعض جسم ہیفیڈ میں سے خواص
کو ثابت کیا ہے جن سے عقل حیرات ہوتی ہے، تو ہو سکتا ہے جنت کے اجسام بھی ای طرح ہوں، اور ان میں سے بعض کی بات
ہیں کہ عقل ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ (ذوق لکھنؤ ۲۹۷ ص ۲۹۷) اور شریعت میں ۱۴۱۰ھ

اس امر کی تحقیق کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو دیکھا تھا یا نہیں؟
بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کو نہیں دیکھا نہ ان کا کوئی مستحق، آپ کی طرف صرف
جنت کے کلمہ کی وحی نازل کی گئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے سرے قرآن مجید پر حاکمیت نہ ان کو دیکھا
تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کا قصد کر کے گئے، اس اثنا میں شریعت (جنت) اور آسمان کی
خبروں کے درمیان کوئی پیرز حاکم ہو گئی تھی اور ان کے اوپر آگ کے ٹوٹے پھینکے جاتے تھے، پھر شریعت میں وہاں آجائے تھے، وہ
ایک دوسرے سے پوچھتے: اب کیا ہو گیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: رے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی چیز قائم ہو گئی ہے اور

ہم پر آگ کے گولے پھینکے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان وہی چیز حائل ہوئی ہے جو تازہ ظہور میں آئی ہے، تم زمین کے مشارق اور مغارب میں سفر کرو اور دیکھو کہ کون سی چیز ظہور میں آئی ہے، پھر وروادانہ ہوئے اور زمین کے مشارق اور مغارب کا سفر کیا اور وہ اس پر غور کرتے تھے کہ ان کے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کیا چیز حائل ہوئی ہے، پھر وہ جنات تہامہ میں پہنچے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے پاس تھے، اس وقت آپ عکاظہ کے بازار کا قصد کرنے والے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے، جب جنات نے قرآن مجید سنا تو انہوں نے کہا: غور سے سنو، یہی وہ چیز ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان حائل ہوئی ہے، پھر وہ وہیں سے اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے اور انہوں نے کہا: اے ہماری قوم!

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الْرَّشْدِ فَأَتَيْنَاهُ طَوْلَنَ نَشْرِكُ بِهِ نَبِيَّنَا أَخْذًا (الحج: ۱۰۲)

ہم نے عجب قرآن (کلام) سنا ہے جو سیدھا راستہ دکھاتا ہے، ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کریں گے۔

اور اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی:

قُلْ أُوْحِي إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (الحج: ۱۰۱)

(اے رسول مکرم!) آپ کہیے کہ میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔

اور آپ کی طرف جناب کے قول کی وحی کی گئی تھی۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۷۷۳، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۴۹، سنن ترمذی رقم الحدیث:

۳۲۲۳، مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۲ طبع قدیم، مسند احمد ج ۳ ص ۱۲۹ طبع جدید، رقم الحدیث: ۲۷۷۱، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ، سنن الکبریٰ للنسائی رقم

الحدیث: ۱۱۶۲۵۰-۱۱۶۲۳، مسند ابی یوسف، رقم الحدیث: ۲۳۶۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۶۵۲۶، المسند رک ج ۲ ص ۵۰۳، سنن کبریٰ للبخاری ج ۲ ص ۲۲۶۔

(۲۲۵)

اور بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے:

علقہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ میں سے کوئی شخص اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، جب آپ کی جنات سے ملاقات ہوئی تھی؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی آپ کے ساتھ نہیں تھا، لیکن ایک رات ہم نے آپ کو گم پایا اور ہم کو یہی خیال آتا تھا کہ کسی دشمن نے آپ کو دھوکا دے دیا، یا آپ کے ساتھ کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا، ہم نے انتہائی پریشانی میں وہ رات گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا، ہم نے کہا: یا رسول اللہ! اور ہم نے آپ سے اپنی پریشانی بیان کی، آپ نے فرمایا: میرے پاس ایک جن دعوت دینے آیا، میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان کے سامنے قرآن پڑھا، پھر آپ ہم کو لے کر گئے اور ان کے نشانات اور آگ کے نشانات ہمیں دکھائے، شبی نے بیان کیا کہ انہوں نے آپ سے ناشتہ طلب کیا تھا، عامر نے کہا: یہ ایک جزیرہ کے جن تھے، آپ نے فرمایا: ہر وہ ہڈی جس پر اللہ کا نام پڑھا گیا ہو جب وہ تمہارے ہاتھوں میں آئے گی تو گوشت سے بھر جائے گی، اور اسی طرح گوشت تمہارے جانوروں کا چارہ بنے گا، پس اے مسلمانو! ان دونوں چیزوں سے استیفاء نہ کیا کرو، یہ تمہارے بھائی جنات کی (اور ان کے

رسول اللہ ﷺ کے جنات کو دیکھنے پر دلائل

یہ امر متفق علیہ ہے کہ حضرت سلیمان السلام کی جناب پر حکومت تھی اور آپ جناب سے مشقت والے کام لیتے تھے، قرآن مجید میں ہے: حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جن نے کہا:

قال عفريت من الجن انا اتيك به قبل ان تقوم من مقامك واني عليه لقوي امين۔ (النمل: ۳۹)

ایک سرکش جن نے کہا: میں وہ تخت آپ کے پاس اس سے پہلے لے آؤں گا کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور بے شک میں اس پر ضرور قوت والا امانت دار ہوں۔

اور جب حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جنات کو دیکھتے تھے تو ضروری ہوا کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کو بھی یہ وصف حاصل ہو، کیونکہ آپ افضل الرسل ہیں، اور خصوصیت کے ساتھ آپ کے جنات کو دیکھنے اور ان پر تصرف کرنے کی قوت کے حصول پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک سرکش جن رات کو مجھ پر حملہ آور ہوا تا کہ میری نماز منقطع کر دے، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قدرت دی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتیٰ کہ تم سب صبح اٹھ کر اس کو دیکھتے، پھر مجھے اپنے بھائی حضرت سلیمان کی یہ دعایا دآئی: اے میرے رب! مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو، پھر آپ نے اس کو ناکام واپس کر دیا۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۳۶۱۱، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۵۳۱۰، مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۸)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب کو دیکھا ہے، نبی ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے ساتھ چلیں تا کہ آپ جنات کے سامنے قرآن پڑھیں، وہ آپ کے ساتھ گئے حتیٰ کہ شعب ابن ابی ادب کے ساتھ مقام الحجون کے نزدیک پہنچے، آپ نے میرے سامنے ایک خط کھینچ کر فرمایا: اس کبیرے آگے نہ بڑھنا، پھر آپ الحجون کی طرف گئے تے جنات بہت بڑے اجسام میں آپ کی طرف بڑھے، وہ اس طرح دف بجارے تھے جس طرح عورتیں دف بجاتی ہیں حتیٰ کہ انہوں نے آپ کو ڈھانپ لیا اور آپ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، میں اٹھا پھر آپ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا، پھر آپ نے قرآن کی تلاوت کی اور آپ کی آواز بلند ہو رہی تھی، جنات زمین سے ملے ہوئے تھے میں ان کی آواز سن رہا تھا اور ان کو دیکھ نہیں رہا تھا۔

دوسری روایت میں ہے: انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں اللہ کا نبی ہوں، انہوں نے کہا: آپ کے حق میں کون گواہی دے گا؟ آپ نے فرمایا: یہ درخت، پھر فرمایا: آؤ اے درخت! وہ درخت اپنی جڑوں کو کھینچتا ہوا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا، آپ نے اس سے فرمایا: تم میرے لیے کس چیز کی گواہی دیتے ہو؟ اس درخت نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: جاؤ! وہیں لوٹ جاؤ جہاں سے آئے ہو، حتیٰ کہ وہ درخت اسی طرح لوٹ گیا، حضرت ابن مسعود نے کہا: جب آپ میرے پاس واپس آئے تو آپ نے پور چھا: کیا تم میرے پاس آنا چاہتے تھے؟ میں نے کہا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ممکن نہیں تھا، یہ جنات قرآن سننے کے لیے آئے تھے، پھر اپنی قوم کو عذاب سے ڈرانے کے

ہے وہیں گئے، انہوں نے مجھ سے خوراک کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ان کے لیے ہڈیوں اور میٹنیوں کی خوراک دی، پس تم
میں سے کوئی شخص ہڈی سے استحجام نہ کرے نہ میٹھی سے۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود کی روایات میں امام رازی کی توجیہات اور ان پر۔۔۔۔۔ مصنف کا تبصرہ

امام رازی لکھتے ہیں:

ان روایات کی تکذیب کی کوئی ضرورت نہیں ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جنت کو نہیں دیکھا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ آپ نے جناب کو دیکھا ہے اور ان میں تطبیق کی حسب ذیل
صورتمیں ہیں:

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس واقعہ کو روایت کیا ہے، جب پہلی بار جنات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن
مجید کی تلاوت سنی تھی اور اس وقت آپ نے جناب کو نہیں دیکھا تھا، پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم
دیا گیا، جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(۲) اگر جنات کا واقعہ ایک ہی بار ہوا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھا اور ان کا کلام سنا اور وہ آپ پر ایمان لائے، پھر
جب وہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے تو انہوں نے اس واقعہ کی حکایت کرتے ہوئے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے اور اس
طرح اور اس طرح ہوا، تب اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی کہ انہوں نے اپنی قوم سے کیا کہا۔

(امام رازی نے اس تقدیر پر یہ نہیں بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور ان کا کلام سنا تھا تو پھر
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو دیکھنے اور سننے کی نفی کی ہے، اس کا کیا عمل ہوگا؟)

(۳) اگر یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے تو یہ کہا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کی طرف جانے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے
سامنے قرآن مجید پڑھنے کا حکم دیا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہیں سمجھ سکے کہ جنات نے کیا کہا ہے اور انہوں نے قرآن کریم سن کر کیا کیا، تب
اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی کی کہ انہوں نے کیا کہا ہے اور کیا کیا ہے۔ (تفسیر کبرج ۱۰ ص ۶۶۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

امام رازی کی یہ توجیہ بھی دودجہ سے صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ اس توجیہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دیکھنے
اور سننے کی نفی کا محمل بیان نہیں کیا، اور ثانیاً اس لیے کہ یہ کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کا کلام نہیں سمجھ سکے، بہت سنگین جسارت
ہے، ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل اور دیگر فرشتوں کا کلام سمجھ لیں،
حیوانات، پہاڑوں، پتھروں اور درختوں کا کلام سمجھ لیں، اللہ سبحانہ کی وحی کو سمجھ لیں اور جنات کا کلام نہ سمجھ سکیں۔ ہم امام رازی کو
بہت بڑا مفسر اور محقق گردانتے ہیں، مگر ان کی یہ بات ہم سے ہضم نہیں ہو سکی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے زیادہ جواب دیئے
کے شوق میں امام رازی سے یہ تقصیر ہو گئی۔ دیگر مفسرین نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اب ہم اس کو پیش کر رہے ہیں۔

مذکورہ احادیث کے متعلق دیگر مفسرین اور محدثین کی توجیہات

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: ایک قول یہ ہے کہ لیلۃ الجن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو دیکھا تھا اور یہ قول زیادہ

ثابت ہے۔ (الجامع الاحکام، قرآن ۱۴ ص ۵، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۵ھ)

علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: یہ آیت اس میں ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کو جنت کے سننے کا علم اللہ تعالیٰ نے ہی سے ہوا اور آپ نے جنات کا مشاہدہ نہیں کیا اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے جنات کو دیکھا ہے اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ واقعہ متعدد بار ہوا ہے۔ (روح المعانی ج ۲ ص ۲۹۳ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

مفسرین کے بعد اب ہم ان روایات کے متعلق محدثین کی تصریحات پیش کر رہے ہیں

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیثوں میں تعارض ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعے ہیں اور ان میں کوئی تعارض اور تناقض نہیں ہے۔

(آئین المسلمین ج ۲ ص ۳۹۳ دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۷ھ)

علامہ یحییٰ بن شرف نوادی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ دو الگ الگ واقعے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تعلق نبوت کی ابتداء سے ہے، جب جنات آئے اور انہوں نے آپ سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی، قل اوحی الی الایۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کے بہت بعد کے واقعہ کا ذکر ہے، اس وقت اسلام مشہور ہو چکا تھا اور اللہ ہی کو علم ہے کہ اس کے بعد کتنا عرصہ گزر چکا تھا۔

(معجم شرح النوادی ج ۲ ص ۱۶۳، مکتبہ نزل مصطفیٰ، مکہ، ۱۴۱۷ھ)

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ لکھتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا تحقق بعث کے ابتدائی ایام کے ساتھ ہے اور حضرت ابن مسعود کی حدیث کا تعلق، اس کے بعد بعد کا ہے، کیونکہ اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور وہ ہجرت کے بعد (۷ھ) میں اسلام لائے تھے اور نبی ﷺ نے جنات کے متعدد وفود کا آنا ثابت ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۶۸۷ دار الفکر، بیروت، ۱۴۳۰ھ)

صحابہ کرام کے جنات کے قول کی خبر دینے کے فوائد

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے اصحاب کو یہ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے واقعہ جن کے متعلق آپ پر کیا وحی فرمائی ہے، اس کے حسب ذیل فوائد ہیں:

(۱) تاکہ حضرات صحابہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس طرح آپ کو انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا ہے، اسی طرح آپ کو جنات کی طرف بھی مبعوث فرمایا ہے۔

(۲) قریش یہ جان لیں کہ جنات کے خیر میں سرکشی ہے، اس کے باوجود جب انہوں نے قرآن مجید کے اعجاز کو جان لیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے، اور قرآن مجید سنتے ہی مسلمان ہو گئے۔

(۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات بھی انسانوں کی طرح مکلف ہیں، ان میں سے نیکوں کو ثواب اور بدکاروں کو عذاب

ہوگا۔

(۴) جنات ہمارا کلام سنتے ہیں اور ہماری لغات کو جانتے ہیں، اور جب نبی ﷺ ان کی طرف مبعوث ہیں تو ضروری ہوا کہ

آپ بھی ان کی زبان سمجھتے ہوں، ورنہ آپ کیسے ان کے سوالات کے جواب دیں گے۔

(۵) جنات نے کہا: ہم اسلام کو اپنی قوم کی طرف پہنچائیں گے، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص مسلمان ہو جائے وہ دوسروں تک خصوصاً اپنی قوم تک اسلام کا پیغام پہنچائے۔

وحی اور نفر کا معنی ہے

نیز اس آیت میں وحی کا لفظ ہے، وحی کا معنی ہے: کلام خفی، دل میں کسی نیک بات کا ڈالنا، اگر نبی کے دل میں بات ڈالی جائے تو وحی ہے اور ولی کے دل میں نیک بات ڈالی جائے تو وہ الہام ہے، اور وحی کا اصطلاحی معنی ہے: وہ کلام خفی جو انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں ڈالا جائے خواہ فرشتہ کے واسطے سے ہو یا اس کے بغیر قرآن مجید میں ہے۔

وَأَوْحَىٰ إِلَيْنَا هَٰذَا الْقُرْآنَ (الانعام: ۱۹) آپ کہیے: مجھ پر اس قرآن کی وحی کی گئی ہے۔

نیز اس آیت میں نفر کا لفظ ہے، اس کا معنی ہے: تین سے لے کر نو افراد کی جماعت۔

نیز جنات نے کہا: ہم نے بہت عجیب قرآن سنا ہے، یعنی اس میں جو فصاحت اور بلاغت سے نصیحتیں کی گئی ہیں، ہم کو ان پر بہت تعجب ہے، یہ ایسا فصیح کلام ہے جس کی کوئی مثالی نہیں ہے۔ (تفسیر بیان القرآن، سورہ الجن، لاہور)

بَابُ كَرَاهِيَةِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ قَضَاءِ الْحَاجَةِ

باب: قضاے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنے کا مکروہ ہونا

7- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: قِيلَ لَهُ لَقَدْ عَلِمْتُمْ نَبِيَّكُمْ كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةَ، قَالَ: أَجَلْ لَقَدْ نَهَانَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ، وَأَنْ لَا نَسْتَنْجِيَ بِالْيَبِينِ، وَأَنْ لَا يَسْتَنْجِيَ أَحَدُنَا بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ، أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ عَظْمٍ

*** حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے: ان سے کہا گیا: آپ کے نبی (ﷺ) نے آپ کو ہر چیز کی، یہاں تک کہ قضاے حاجت (کے آداب) کی بھی تعلیم دی ہے، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں!

آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع کیا ہے، کہ ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کریں، اور (یہ حکم دیا ہے کہ) ہم دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کریں اور یہ کہ کوئی شخص تین سے کم پتھروں کے ذریعے استنجاء نہ کرے، اور یہ کہ ہم میٹھی یا ہڈی سے استنجاء نہ کریں۔

طاق عدد دھیلوں سے استنجاء کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی سرمہ لگائے تو اسے چاہئے کہ طاق

7- اسنادہ صحیح، ابو معاویہ: هو محمد بن حازم الضرير، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وإبراهيم: هو ابن يزيد الحمصي، وعبد الرحمن بن يزيد: هو الحمصي الكوفي. وأخرجه مسلم (262)، والترمذي (16)، والنسائي في "الكبرى" (40)، وابن ماجه (316) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد. وقرن الاعمش عند مسلم والنسائي في الموضع الثاني وابن ماجه بمنصور بن المعتمر. وهو في "مسند احمد" (23703)

سلائیاں لگائے جس نے ایسا کیا (یعنی طاق سلائیاں لگائیں) اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی استنجاء کرے تو اسے چاہئے کہ طاق ڈھیلے استعمال کرے (یعنی تین پانچ یا سات) جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی کچھ کھائے جو چیز خلال میں نکلے تو اسے چاہئے کہ پھینک دے اور جو چیز زبان سے نکلے تو اسے چاہئے کہ نکل لے، جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کچھ گناہ نہیں اور جو آدمی پاخانہ کے لئے جائے تو اسے چاہئے کہ پردہ کرے، اگر کوئی چیز پردہ کی نہ ملے تو (کم از کم) ریت کو جمع کر کے اس کا تودہ اپنے پیچھے کر لے اس لئے کہ شیطان بنی آدم (انسان) کے پاخانہ کے مقام پر کھیلتا ہے جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا کوئی گناہ نہیں۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 331)

طاق سلائوں سے سرمہ لگانے کا مطلب یہ ہے کہ تین سلائی ایک آنکھ میں لگائے، زیادہ بہتر یہی ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی ایسا ہی معمول منقول ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک سرمہ دانی تھی اس میں سے آپ سرمہ اس طرح لگاتے تھے کہ تین سلائی ایک آنکھ میں لگاتے اور تین سلائی دوسری آنکھ میں لگاتے۔ بعضوں نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ تین سلائیاں دائیں آنکھ میں لگائے اور دو سلائیاں بائیں آنکھ میں لگائے، نیز کچھ حضرات نے کہا ہے کہ پہلے دو سلائیاں دائیں آنکھ میں لگائے اور دو سلائیاں بائیں آنکھ میں لگائے اور اس کے بعد پھر ایک سلائی دائیں آنکھ میں لگائے تاکہ ابتدا بھی دائیں آنکھ سے ہو اور اختتام بھی دائیں ہی آنکھ پر ہو، جو آدمی طاق سلائی لگائے گا اس کے لئے بہتر اور اچھا ہوگا اور جو آدمی طاق سلائی نہ لگائے گا اس میں کوئی حرج اور گناہ بھی نہیں ہے کیونکہ طاق سلائی لگانا مستحب ہے۔

آپ ﷺ نے طاق ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کے بارے میں جو یہ فرمایا ہے کہ جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور جس نے ایسا نہ کیا تو کوئی گناہ نہیں۔

اس سے حنفیہ کے مسلک کی تائید ہوتی ہے کہ تین یا طاق ڈھیلے لینے واجب نہیں ہیں اس سے کم اور زیادہ بھی لئے جاسکتے ہیں البتہ طاق ڈھیلے بیجا مستحب ہے، کھانا کھانے کے بعد خلال سے نکالی ہوئی چیز کو منہ سے پھینک دینے کو بہتر قرار دیا جا رہا ہے اور زبان سے نکالی ہوئی چیز کو نکل لینے کے لئے کہا جا رہا ہے اس لئے کہ تنکے سے خلال کرنے میں اکثر خون بھی نکل آتا ہے اس لئے احتیاطاً اس کو پھینک دینا ہی بہتر ہے زبان سے چونکہ خون نکلنے کا احتمال نہیں ہوتا اس لئے اس کو نکل لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر اتنی بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ جس نے ایسا نہ کیا کوئی گناہ نہیں "تو یہ حکم اسی صورت میں ہوگا جب کہ خون نکلنے کا یقین نہ ہو بلکہ احتمال ہو اگر خون نکلنے کا یقین ہو تو پھر خلال میں ہر طرح کی نکلی ہوئی چیز کا نکلنا حرام ہوا، اس کا پھینک دینا واجب ہوگا۔

آخر حدیث میں فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی پاخانہ کے لئے جائے تو پاخانہ کے وقت اسے پردہ کر کے بیٹھنا چاہئے یعنی ایسی جگہ بیٹھے جہاں لوگ نہ دیکھ سکیں اگر پردہ کے لئے کچھ نہ پائے بایں طور کے نہ تو ایسی جگہ ہے جو گھری ہوئی اور لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہو اور نہ اپنے پاس ایسا کوئی کپڑا یا کوئی دوسری چیز ہے جس سے پردہ کیا جاسکے تو اس وقت یہ کرنا چاہئے کہ ریت کا تودہ جمع کر لے اور اس کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جائے اس طرح کسی نہ کسی حد تک پردہ ہو جائے گا۔

فَقَدْ مَنَّا الشَّاءَ . فَوَجَدْنَا مَرَّاحِيضَ قَدْ بُنِيَتْ قَبْلَ الْقِبْلَةِ . فَكُنَّا نَنَحِرُ عَنْهَا وَنَسْتَغْفِرُ اللَّهَ .

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:)

”جب تم قضاے حاجت کے لیے آؤ تو پاخانہ یا پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ نہ کرو، بلکہ (مدینہ منورہ سے حساب سے) مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرو۔“

(حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ہم شام آئے تو وہاں ہمیں ایسے بیت الخلاء ملے، جو قبلہ رخ پہنچے گئے تھے، تو ہم (قبلہ کی سمت سے) منہ موڑ کر بیٹھے تھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے تھے۔

شرح

قضاے حاجت کے لئے اس حدیث میں مشرق یا مغرب کی طرف رخ کرنے کا حکم آیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے لئے تھا کیونکہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مکہ مکرمہ واقع ہے، اس لئے وہاں قبلہ کی طرف رخ یا پشت شمال یا جنوب کی طرف بنتا ہے، جبکہ ہندوپاک کے رہنے والوں کے لئے مشرق یا مغرب۔ لہذا برصغیر اور اسی طرح ریاض شہر میں قضاے حاجت کے وقت شمال یا جنوب کی طرف رخ کیا جائے گا۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عمومی حکم بیان فرمایا ہے اور آبادی و صحراء کی کوئی تفریق نہیں کی ہے اس لئے فقہاء و علماء کی ایک بڑی جماعت (جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں) نے فرمایا ہے کہ قضاہ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا جائز ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل و بیابان میں۔

ہندوپاک کے جمہور علماء (جو شیخ نعمان بن ثابت یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قرآن حدیث پر مبنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں) نے بھی یہی کہا ہے کہ قضاہ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا جائز ہے۔ علماء کرام کی ایک دوسری جماعت نے کہا ہے کہ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ تعلیمات کے پیش نظر حتی الامکان قضاہ حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ نہیں کرنی چاہئے خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل و بیابان میں، لیکن ترمذی میں وارد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت (میں ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قضاہ حاجت کرتے دیکھا کہ آپ ملک شام کی طرف رخ کر کے اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے قضاہ حاجت کر رہے تھے) کی بناء پر آبادی میں گنجائش ہے، صحراء میں جائز نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے فرمایا کہ قبلہ کی طرف رخ کر کے قضاہ حاجت کرنا تو جائز نہیں البتہ پیٹھ کر کے قضاہ حاجت کرنے کی گنجائش ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت ایک قانون کی حیثیت رکھتی ہے اس کے مقابلہ میں دوسری روایات و واقعات جزئیات کے درجہ میں ہیں۔ لہذا بخاری و مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابوداؤد، سوطا مالک، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح

ابن حبان اور سنن الداری وغیرہ میں وارد حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل کیا جائے گا کیونکہ اس میں ضابطہ کلیہ بیان کیا گیا ہے، دیگر واقعات میں تاویل و توجیہ کی جائے گی۔

نیز حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث قوی ہے یعنی اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو بیان کیا گیا ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ ظاہری تعارض کے وقت قوی حدیث کو ترجیح دی جائے گی۔ جہاں تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا تعلق ہے تو اس میں کئی احتمالات ہیں، مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے قصداً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا بلکہ اتفاقاً آپ پر نظر پڑ گئی تھی، جس کی وجہ سے غلطی کا بھی امکان ہے۔ اس روایت کے علاوہ دیگر روایات سے بھی استدلال کیا گیا ہے مگر وہ تمام روایات حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے سند کے اعتبار سے کمزور ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے بھی مختلف احتمالات لئے ہوئے ہیں۔

پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ ہمیں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنے سے حتی الامکان بچنا چاہئے اور گھر میں بیت الخلاء بناتے وقت اس کا اہتمام کرنا چاہئے کہ قضاء حاجت کے وقت ہمارا رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف نہ ہو۔ اگر بیت الخلاء پہلے سے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت رخ یا پیٹھ قبلہ کی طرف ہوتا ہے تو بیت الخلاء میں لگی ہوئی سیٹ کا رخ تبدیل کرنا چاہئے اور جب تک تبدیل نہیں کر سکتے ہیں تو سیٹ پر اس طرح بیٹھیں کہ رخ یا پیٹھ کسی حد تک قبلہ کی طرف سے ہٹ جائے۔ یاد رکھیں کہ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی روشنی میں فقہاء و علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک جس میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا جائز نہیں ہے، خواہ گھر کے اندر بنے بیت الخلاء میں پیشاب یا پاخانہ کر رہے ہوں یا کسی جنگل و بیابان میں اور یہی قول احتیاط پر مبنی ہے۔

10- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ يَحْيَى، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ أَبِي مَعْقِلٍ الْأَسَدِيِّ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَتَيْنِ بِبَوْلٍ أَوْ غَائِطٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَبُو زَيْدٍ هُوَ مَوْلَى بَنِي ثَعْلَبَةَ

*** حضرت معقل بن ابومعقل اسدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ہم پیشاب یا پاخانہ کرتے ہوئے دونوں قبلوں (یعنی خانہ کعبہ یا بیت المقدس) کی طرف رخ کریں۔
(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ابوزید نامی راوی بنو ثعلبہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔)

شرح

حدیث میں جہت اور سمت کا جو تعین فرمایا گیا ہے وہ اہل مدینہ کے اعتبار سے یا ان لوگوں کے لئے جو اسی سمت رہتے ہیں اس لئے کہ مدینہ میں قبلہ جنوب کی طرف پڑتا ہے اس لئے ان کو تو مشرق اور مغرب ہی کی طرف منہ اور پشت کرنی ہوگی، ہمارے ملک

10- اسنادہ صحیفہ لجهالة أبي زيد مولى بني ثعلبة، وهب: هو ابن خالد و آخره ابن ماجه (319) من طريق عمرو بن يحيى المازني، بهذا الاسناد. وهو في مسند احمد (17838).

والوں کے لئے یا ان ممالک کے لئے جو اس سمت میں واقع ہیں ان کو مشرق اور مغرب کی طرف منہ اور پشت نہ کرنی چاہئے یہ نہ یہاں کے اعتبار سے قبلہ مغرب کی طرف پڑتا ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، ہمارے امام صاحب تو فرماتے ہیں کہ پیشاب، پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ نہ رن چاہئے خواہ جنگل ہو یا آبادی و گھر ہو، اگر کرے گا تو مرتکب حرام ہوگا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قبلہ کی طرف منہ اور پشت کرنا جنگل میں تو حرام ہے آبادی و گھر میں حرام نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل پہلی حدیث ہے جو ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اس حدیث میں قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کا حکم مطلقاً ہے اس میں جنگل و آبادی و گھر کی کوئی قید نہیں ہے لہذا جو حکم جنگل کا ہوگا وہی حکم آبادی کا بھی ہوگا یہ حدیث نہ صرف یہ کہ حضرت ابویوب عی سے منقول ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بڑی تعداد اس کی روایت کرتی ہے۔ پھر امام صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ اور پشت نہ کرنے کا حکم قبلہ کی تعظیم و احترام کے پیش نظر دیا ہے لہذا جس طرح جنگل میں تعظیم قبلہ ملحوظ رہے گا اسی طرح آبادی و گھر میں بھی احترام قبلہ کا لحاظ ضروری ہوگا جیسا کہ قبلہ کی طرف تھوکنا اور پاؤں پھیلانا ہر جگہ منع ہے۔

امام محی السنۃ نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جو حدیث روایت کی ہے وہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پشت کرنا گھر میں جائز ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اول تو یہ ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو گھر میں بیت الخلاء کے اندر قبلہ کی طرف پشت اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے اس حکم کے نفاذ سے پہلے دیکھا ہوگا، لہذا یہ حکم پہلے کے لئے ناسخ ہے، پھر دوسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کئے ہوئے نہیں بیٹھے ہوں گے بلکہ آپ ﷺ اس انداز سے گھوم کر بیٹھے ہوں گے کہ حقیقت میں قبلہ کی طرف پشت نہ ہوگی اور ظاہر ہے کہ موقع کے نزاکت کے پیش نظر عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہو کر بغور تو آپ ﷺ کو دیکھا نہیں ہوگا، بلکہ جب یہ چھت پر چڑھے تو ان کی نظر اچانک ادھر بیت الخلاء کی طرف اٹھ گئی ہوگی اس لئے اس میں سرسری طور پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی نشست کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے اس حدیث کے بارے میں جب یہ احتمال بھی نکل سکتا ہے تو پھر حضرت شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے مسلک کی دلیل کے لئے اس کا سہارا لینا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

(شرح مسلم نووی، تہذیب سب فائدہ کراچی)

11- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَيْسَى، عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ، عَنْ مَرْوَانَ الْأَصْفَرِ، قَالَ: رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ أَتَاخَ رَاحِلَتَهُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ، ثُمَّ جَلَسَ يَبُولُ إِلَيْهَا، فَقُلْتُ: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَلَيْسَ قَدْ نُهِيَ عَنْ هَذَا؟ قَالَ: بَلَى إِنَّمَا نُهِيَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْفَضَاءِ فَإِذَا كَانَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ شَيْءٌ يَسْتُرُكَ فَلَا بَأْسَ

❁❁ مروان اصفر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے قبلہ کی سمت میں اپنی سواری بٹھائی اور پھر بیٹھ کر اس کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنے لگے، میں نے کہا: اے ابو عبدالرحمان! کیا اس سے منع نہیں کیا گیا؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! کھلی جگہ پر اس سے منع کیا گیا ہے، لیکن جب تمہارے اور قبلہ کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے۔

شرح

اس مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے دلیل پکڑتے تھے جسے اس باب کی پہلی حدیث میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف پشت کر کے پاخانہ کرتے ہو دیکھا تھا اور یہ اسی موقع پر بتایا جا چکا ہے کہ اس فعل میں کئی احتمالات پیدا ہوتے ہیں جبذا فعل محتمل کو دس کے طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور پھر اس کی بھی وضاحت کی جا چکی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر احادیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کرنے کا حکم عام ہے اس میں جنگل کی تخصیص نہیں ہے اسی لئے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے کہ اس حکم میں جنگل و آبادی سب برابر ہیں قبلہ کی طرف منہ و پشت کرنا ہر جگہ ممنوع ہے خواہ جنگل کا کھلا میدان ہو یا آبادی میں گھرے ہوئے مکانات۔

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

12 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ حَبَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: لَقَدْ أَرْتَقَيْتُ عَلَى ظَهْرِ الْبَيْتِ، فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى لَبَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو اینٹوں پر بیٹھ کر، بیت المقدس کی طرف رخ کر کے قضائے حاجت کرتے ہوئے دیکھا۔

13 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ مُجَابِدٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: نَهَى نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةُ بِبَوْلٍ، فَرَأَيْتُهُ قَبْلَ أَنْ يَقْبُضَ بِعَامٍ يُسْتَقْبَلُهَا ﴿﴾ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع کیا کہ ہم پیشاب کرتے ہوئے قبلہ کی طرف رخ کریں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس (قبلہ) کی طرف رخ کر کے (قضائے حاجت کرتے ہوئے) دیکھا۔

شرح

عذر کے سبب ایسا کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ كَيْفِ التَّكْشُفِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کیسے ہٹایا جائے

14 - حَدَّثَنَا زُبَيْرُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ رَجُلٍ. عَنِ ابْنِ عُثْمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ حَاجَةً لَا يَرْفَعُ ثَوْبَهُ حَتَّى يَذْنُوبَ مِنَ الْأَرْضِ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ - وَهُوَ ضَعِيفٌ - قَالَ أَبُو عِيْسَى الرَّمْلِيُّ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْوَلِيدِ. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. أَخْبَرَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ. أَنَّ حَضْرَتَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بَيَّانَ كَرْتِے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اپنا کپڑا اس وقت ہی نہیں اٹھاتے تھے جب تک زمین کے قریب نہ ہو جاتے تھے۔
(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت عبد السلام بن حرب نے اعمش کے حوالے سے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے، اور یہ (سند) "ضعیف" ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الْكَلَامِ عِنْدَ الْحَاجَةِ

باب: قضائے حاجت کے وقت کلام کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

15 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ. حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ. عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. عَنْ هِلَالِ بْنِ عِيَّاضٍ. قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَخْرُجُ الرَّجُلَانِ يَضْرِبَانِ الْغَائِطَ كَاشِفَيْنِ عَنْ عَوْرَتَيْهِمَا يَتَحَدَّثَانِ. فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَنْقُثُ عَلَى ذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لَمْ يُسْنِدْهُ إِلَّا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ

❁❁ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب دو آدمی قضائے حاجت کے لیے جا کر، اپنی شرمگاہوں سے پردہ ہٹا کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس (حرکت) پر ناراض ہوتا ہے۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صرف عکرمہ بن عمار نے اس روایت کو ”مرفوع“ حدیث کے طور پر نقل کیا ہے۔

شرح

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے، تو اس کے لیے مناسب ہے کہ ایسے وقت میں ہی چلا جائے جب اس پر قضائے حاجت کا بہت زیادہ تقاضا ہو بلکہ یہ شخص اس حالت کے طاری ہونے سے پہلے پہلے ہی بیت الخلاء میں داخل ہو جائے، اس دوران یہ شخص اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز جس پر اللہ کا نام (یا قرآن پاک کی آیت

وغیرہ لکھی ہوئی) ہونے لے جائے، اور نیچے سر بھی نہ جائے، جب دروازے کے پاس پہنچ جائے تو بیت الخلاء میں داخل ہونے والی دعا پڑھنے سے قبل بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے، پھر دعائے ماثورہ اللہم اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ پڑھے، پھر پاؤں اندر داخل کرے، پھر زمین کے قریب ہو کر ستر کھولے، پھر اپنے پاؤں کو قدرے کشادہ کر کے اس طرح بیٹھے کہ اس کے بدن کا زیادہ وزن بائیں پاؤں پر ہو، اس حالت میں یہ شخص آخری امور (مثلاً علم دین، نقد وغیرہ) کے بارے میں نہ سوچے، کوئی شخص اس کو سلام کرے تو اسے جواب نہ دے، مؤذن کی آواز اس کے کانوں میں پڑے تو اس کا جواب نہ دے۔

اس حالت میں اس کو چھینک آئے تو الحمد للہ نہ کہے، اپنے اعضاء مستوروں کی طرف نہ کرے، بدن سے نکلنے والی تندی کی طرف بھی نہ دیکھے، پاخانہ پر تھوک، ناک کی رینٹھ، اور بلغم وغیرہ نہ تھو کے، بہت زیادہ دیر تک وہاں نہ بیٹھے، آسمان کی طرف نہ دیکھے بلکہ معتدل کیفیت کے ساتھ رہے، پھر جسم سے خارج ہونے والی نجاست کو پانی ڈال کر اچھی طرح بہا دے، پھر جب فارغ ہو جائے تو شرمگاہ کے نیچے کی جانب موجود رگ پر اپنی انگلی پھیر کے اسے اچھی طرح پیشاب کے قطرہوں سے خالی کر دے، پھر تین ہاتھروں سے اپنے عضو سے نجاست دور کرے، پھر فارغ ہو کے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے پہلے اپنے تمام عورت و چھپاؤں سے اپنے دایاں پاؤں بیت الخلاء سے باہر نکال کر قضائے حاجت کے بعد کی دعا پڑھے غُفْرَانْکَ، الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَفْضَلَ عَلَیْیَ الْاَذٰی وَغَافِلِیْ۔ (رد المحتار مع الدر المختار، کتاب الطہارۃ، باب الا نجاس، دار عالم الکتاب، بیروت)

بَابُ اَيُّوْذِ السَّلَامِ وَهُوَ یَبُوْلُ

باب: جب آدمی پیشاب کر رہا ہو اس وقت سلام کا جواب دینا

16 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ، وَابُو بَكْرِ ابْنَا ابْنِ شَيْبَةَ قَالَا: حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ سَعْدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنِ الضَّحَّاكِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ

قَالَ ابُو دَاوُدَ: وَرَوَى عَنْ ابْنِ عُمَرَ، وَغَيْرِهِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ

①② حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزرا، آپ ﷺ نے اس سے سلام کیا تو آپ ﷺ نے اسے جواب نہیں دیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے۔

”نبی اکرم ﷺ نے تیمم کر کے پھر اس شخص کے سلام کا جواب دیا۔“

17 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنِ حُصَيْنِ بْنِ الْمُنْذِرِ ابْنِ سَاسَانَ، عَنِ الْمُهَاجِرِ بْنِ قُتَيْبَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَبُوْلُ

فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ حَتَّى تَوَضَّأَ، ثُمَّ اعْتَذَرَ إِلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَذْكُرَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَأَتَذْكُرَ

عَلَى طَهْرٍ أَوْ قَالَ: عَلَى طَهَارَةٍ

حضرت مہاجر بن قنفذؓ بیان کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ اس وقت پیشاب کر رہے تھے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں سلام کا جواب نہیں دیا، آپ ﷺ نے وضو کر کے (پھر انہیں سلام کا جواب دیا) اور پھر یہ غدر بیان کیا:

”مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ (کا نام) ذکر کروں۔“
یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔

بَابُ فِي الرَّجُلِ يَذْكُرُ اللَّهَ تَعَالَى عَلَى غَيْرِ طَهْرٍ

باب: آدمی کا بے وضو حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا

18 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ خَالِدِ بْنِ سَلَمَةَ يَعْني الْغَفَاءَ. عَنِ الْبَيْهَقِيِّ. عَنْ عُرْوَةَ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہر وقت (یعنی ہر حالت میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

شرح

امام احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں۔

عبادت دو ۲ قسم ہے مقصودہ کہ خود مستقل قربت ہو دوسری قربت کیلئے محض وسیلہ ہونے کو مقرر نہ ہوئی ہو، دوسری غیر مقصودہ کہ صرف وسیلہ ہے اور ان میں ہر قسم سے بعض مشروطہ بطہارت ہیں کہ بے طہارت جائز نہیں خواہ طہارت صغریٰ یعنی وضو بھی شرط ہو یا صرف کبریٰ یعنی غسل اور بعض غیر مشروطہ تو عبادات چار ۴ قسم ہو گئیں:

(۱) مقصودہ مشروطہ جیسے نماز و نماز جنازہ و سجدہ تلاوت و سجدہ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کیلئے طہارت کاملہ شرط یعنی نہ حدث اکبر ہو نہ اصغر۔ نیز یاد پر تلاوت قرآن مجید کہ مقصود بالذات ہے اور اس کیلئے صرف حدث اکبر سے طہارت شرط ہے بے وضو جائز ہے۔

(۲) مقصودہ غیر مشروطہ کہ ہو تو مقصود بالذات مگر اس کیلئے طہارت ضرور نہ ہو مطلقاً خواہ صغریٰ جیسے اسلام لانا سلام کرنا سلام کا جواب دینا سب مقصود بالذات ہیں اور ان کیلئے اصلاً طہارت شرط نہیں نیز یاد پر تلاوت قرآن مجید کہ اس کیلئے طہارت صغریٰ یعنی با وضو ہونا ضرور نہیں۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ یاد پر تلاوت جب کے اعتبار سے قسم اول میں ہے اور بے وضو کے اعتبار سے قسم دوم میں۔

(۳) غیر مقصودہ مشروطہ کہ ہو تو دوسری عبادت کا وسیلہ مگر بے طہارت جائز نہ ہو خواہ صرف طہارت کبریٰ شرط ہو یا کاملہ جیسے مصحف شریف کا پڑھنا کہ بے وضو بھی حرام ہے اور مسجد میں جانا کہ صرف حدث اکبر میں حرام اور حدث اصغر میں جائز ہے۔

(۴) غیر مقصودہ غیر مشروط کہ وسیلہ ہو اور طہارت شرط نہیں جیسے اذان و اقامت کہ وسائل نماز ہیں اور جب سے بھی صحیح اگرچہ اس کی اقامت زیادہ مکروہ ہے اور مسجد میں جانا کہ بے وضو جائز ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ دخول مسجد جب کے لحاظ سے قسم سوم میں ہے اور محدث کی نظر سے قسم چہارم میں۔ پانی نہ ہونے کی حالت میں چاروں قسموں کیلئے تمسح صحیح ہے اور نماز صرف اسی سے ہو سکے گی جو اس عام نیت تطہیر و رفع حدث سے کیا گیا یا خاص قسم اول کی نیت سے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْخَاتِمِ يَكُونُ فِيهِ ذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى يُدْخِلُ بِهِ الْخَلَاءَ

باب: جس انگوٹھی میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا سے ساتھ لے کر بیت الخلاء میں جانا

19- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ أَبِي عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ، عَنْ هَتَّامٍ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ وَضَعَ خَاتِمَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ وَإِنَّمَا يُعْرَفُ. عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ زِيَادِ بْنِ سَعْدٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتِمًا مِنْ وَرَقٍ، ثُمَّ أَلْقَاهُ وَالْوَلَمُ فِيهِ مِنْ هَتَّامٍ، وَلَمْ يَزُودِ إِلَّا هَتَّامٌ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو اپنی انگوٹھی اتار دیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت "منکر" ہے، ابن جریر سے معروف روایت وہ ہے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"نبی اکرم ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوا کر (پہنی) پھر آپ ﷺ نے اسے اتار دیا۔"

اس روایت میں ہمام نامی راوی کو وہم ہوا ہے اور یہ روایت صرف ہمام نے ہی نقل کی ہے۔

بَابُ الْإِسْتِئْذَانِ مِنَ الْبَوْلِ

باب: پیشاب (کے چھینٹوں) سے بچنا

20- حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُجَاهِدًا، يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ، فَقَالَ: إِنَّهُمَا يُعَذَّبَانِ، وَمَا يُعَذَّبَانِ فِي كَبِيرٍ، أَمَّا هَذَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ، وَأَمَّا هَذَا فَكَانَ يَمْسُو بِالنَّمِيمَةِ، ثُمَّ دَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِأُثْنَيْنِ، ثُمَّ غَرَسَ عَلَى هَذَا وَاحِدًا، وَعَلَى هَذَا وَاحِدًا، وَقَالَ: لَعَلَّهُ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَنْبَسَا، قَالَ هَنَّادٌ: يَسْتَتِرُ مَكَانَ يَسْتَتِرُهُ.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ ﷺ نے ارشاد

بَابُ الْبَوْلِ قَائِمًا

باب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

23 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، وَمُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ

حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ وَهَذَا لَفْظُ حَفْصِ عَنْ سُلَيْمَانَ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: أَمَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةً قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا، ثُمَّ دَعَا بَنَاءً فَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: قَالَ: فَذَهَبْتُ اتَّبَاعًا قَدَّ عَانِي حَتَّى كُنْتُ عِنْدَ عَقِيْبِهِ

(۱۰۰) حضرت حذیفہ بن یمانؓ بھی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کوڑے کے ڈھیر پر تشریف لائے، آپ ﷺ نے

(وہاں) کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر آپ ﷺ نے پانی منگوا یا (اور اس سے وضو کرتے ہوئے) موزوں پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد بریلوی فرماتے ہیں:) ایک سند کے ساتھ یہ الفاظ منقول ہیں: میں پیچھے ہٹنے لگا، تو آپ ﷺ نے مجھے (قرب)

بلایا، یہاں تک کہ میں آپ ﷺ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہوا۔

شرح

متفقہ طور پر تمام علماء کرام کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ تحریمی ہے یا

مکروہ تنزیہی چنانچہ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ جہاں تک حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل کا تعلق ہے اس کے بارے میں علماء کرام لکھتے ہیں کہ چونکہ ایام جاہلیت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے

کا طریقہ رائج تھا اور ان کو وہی عادت پڑی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا، یا ہو سکتا ہے کہ کسی عذر کی بنا پر

انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہو۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے متعلق بھی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ

ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے اس سلسلہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی کسی عذر کی بنا پر ایسا کیا ہو گا اور

علماء کرام نے وہ عذر بھی لکھے ہیں چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ وہاں نجاست کی وجہ سے آپ نے بیٹھنے کی جگہ نہیں پائی

اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے حجر مبارک میں درد تھا اور بعض حضرات کی تحقیق

کے مطابق پیٹھ میں درد تھا، اس کی بناء پر آپ ﷺ بیٹھ نہیں سکتے تھے اس لئے کھڑے ہو کر پیشاب کر لیا۔

(شرح مسلم، نووی، ترمذی کتب خانہ کراچی)

بَابُ فِي الرَّجُلِ يَبُولُ بِاللَّيْلِ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ يَضَعُهُ عِنْدَهُ

باب: آدمی کا رات کے وقت کسی برتن میں پیشاب کر کے پھر اسے اپنے پاس رکھ دینا

24 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ حُكَيْمَةَ بِنْتِ أُمِّمَةَ بِنْتِ

رُقَيْقَةَ، عَنْ أُمِّهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَحٌ مِنْ عَيْنَانِ تَحْتَ رِجْلِهِ، يَبُولُ

فِيهِ بِاللَّيْلِ

حکیمہ بنت امیمہ بنت رقیقہ اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لکڑی سے بنا ہوا ایک برتن تھا، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی کے نیچے موجود رہتا تھا، رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پیشاب کر لیتے تھے۔

شرح

چونکہ رات میں سردی وغیرہ کی بناء پر اٹھنا تکلیف دہ اور پریشانی کا سبب ہوتا ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ اس کام کے لئے مخصوص کر لیا تھا، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں پیشاب کی حاجت ہوتی تھی تو اس پیالہ میں پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ اور اگر حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو یہاں بھی تعلیم امت ہی مقصد سامنے آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے امت کے لئے یہ آسانی پیدا کر دی ہے کہ جب رات میں پیشاب کی حاجت ہو اور سردی وغیرہ کی تکلیف کی بناء پر باہر نکلنا دشوار ہو تو کسی برتن وغیرہ میں پیشاب کر لیا جائے اور صبح اٹھ کر اسے پھینک دیا جائے تاکہ ایک طرف تو تکلیف اور پریشانی میں مبتلا ہونے سے بچا جائے اور دوسری طرف رات میں بیت الخلاء جانے سے بچ جائیں جو شیاطین کا مسکن ہے اور شیاطین دن کے مقابلہ میں رات کو زیادہ ضرر اور تکلیف پہنچانے کا سبب ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ امت کے لئے یہ تعلیم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی جذبہ رحمت و شفقت کی مرہونِ منت ہے جو اعمال و افعال میں ہر مرحلہ پر آسانی و سہولت کی صورت میں نظر آتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب اسی پیالہ میں سے پی گئے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ جب تک وہ زندہ رہے ان کے بدن سے خوشبو آتی رہی اور نہ صرف ان کے بدن سے بلکہ کئی نسلوں تک ان کی اولاد کے بدن میں بھی وہی خوشبو باقی رہی۔

بَابُ الْمَوَاضِعِ الَّتِي نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبَوْلِ فِيهَا

باب: وہ مقامات جہاں پیشاب کرنے کی ممانعت ہے

25- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ. عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اتَّقُوا اللَّاعِنِينَ. قَالُوا: وَمَا اللَّاعِنَانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الَّذِي يَتَخَلَّى فِي طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ ظِلِّهِمْ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”لعنت والے دو کاموں سے بچو“ لوگوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! لعنت والے دو کام کون سے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے راستے میں، یا ان کے سائے میں قضاے حاجت کرنا۔

26- حَدَّثَنَا اسْحَاقُ بْنُ سُوَيْدٍ الرَّمْلِيُّ. وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَبُو حَفْصٍ. وَحَدِيثُهُ أَتَمُّ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ

26- حسن لغیرہ، و هذا اسناد ضعيف لجهالة أبي سعيد الحميري، وروايته عن معاذ مقطوعة، فإنه لم يذكره. و اخرجہ اس ماجہ (328) من طریق يافع بن يزيد، بهذا الاسناد. وله شاهد من حديث أبي هريرة، وهو السائف قبله. و آخر من حديث جابر عبد ابن ماجہ (329)، و اسنادہ صحيح. و ثالث من حديث ابن عمر عبد ابن ماجہ (330)، و اسنادہ صحيح. و رابع من حديث ابن عباس عبد احمد (2715)، و اسنادہ صحيح.

الْحَكَمِ حَدَّثَهُمْ قَالَ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْجُمَيْرِيَّ، حَدَّثَهُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقُوا الْمَلَائِئِثَ الثَّلَاثَةَ: الْبَرَّازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَقَارِعَةَ الظَّرِيقِ، وَالظِّلَّ

❦ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تین لعنتی کاموں سے بچو، پانی کے گھاٹ پر، عین راستے میں، یا سائے میں پاخانہ کرنا۔“

شرح

یہ تین افعال ایسے ہیں جو لعنت کا سبب ہیں یعنی جب کوئی آدمی کسی راستہ پر، یا گھاٹ پر، یا سایہ کی جگہ پر پاخانہ کرتا ہے تو جو لوگ اس راستہ سے گزرتے ہیں یا گھاٹ کو استعمال کرتے ہیں، یا سایہ دار جگہ پر آتے ہیں وہ اس آدمی پر لعنت بھیجتے ہیں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ آدمی ان افعال بد کی بنا پر لوگوں کی ان منفعت اور آرام کو جو ان جگہوں سے مختص ہیں فاسد کرتا ہے، لہذا یہ ظالم ہوا اور ظالم آدمی ملعون ہوتا ہے۔ موارد ان مکانوں کو فرماتے ہیں جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر آپس میں بات چیت کرتے ہیں، بعض علماء کرام نے کہا ہے کہ موارد جمع مورد گھاٹ کو کہتے ہیں جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ سایہ، عام ہے خواہ درخت کا سایہ ہو یا کسی اور چیز کا جہاں لوگ سوتے اور بیٹھتے ہوں، نیز اپنے جانوروں کو باندھتے ہیں۔

بَابُ فِي الْبَوْلِ فِي الْمُسْتَحَمِّ

باب: غسل کی جگہ پر پیشاب کرنا

27 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ أَخْبَدُ: حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ، وَقَالَ الْحَسَنُ: عَنْ أَشْعَثَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي مُسْتَحَمِّهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ فِيهِ قَالَ أَحْمَدُ: ثُمَّ يَتَوَضَّأُ فِيهِ فَإِنَّ عَامَّةَ الرُّسُواسِ مِنْهُ

❦ حضرت عبد اللہ بن معقل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کوئی بھی شخص غسل خانہ میں پیشاب بر گز نہ کرے، کہ پھر وہ وہیں غسل بھی کرے گا۔“

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”پھر وہ وہیں وضو بھی کرے گا، اسی وجہ سے زیادہ تر وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔“

28 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حُمَيْدِ الْجُمَيْرِيَّ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ

27- صحیح لغیرہ در قولہ: ”فإن عامة الرُّسُواسِ مِنْهُ“ فإنه موقوف، وهذا اسناد رجاله ثقات، إلا أن الحسن البصري لم يصرح بسند عبد الله بن معقل، وهو في ”مسند احمد“ (20569)، و”مصنف عبد الرزاق“ (978)، ومن طريق عبد الرزاق أخرجه ابن ماجة (304)، وأخرجه الترمذی (21)، والسانی فی ”الکبری“ (33) من طریق عبد الله بن المبارك، عن معمر، به، وهو في ”مسند احمد“ (20569)، و”صحیح ابن حبان“ (1255).

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یمتشیط احدنا کل یوم۔ اَوْ یَبُولَ فِی مُغْتَسِلِہٖ ﴿۱۰﴾ حمید بن عبد الرحمن حمیری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات ایک صاحب سے ہوئی، جو اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے

صحابی تھے، جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے صحابی تھے، انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ کوئی شخص روزانہ نہ گتھی کرے، یا غسل خانہ میں پیشاب کرے۔

جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے

علامہ ابن قیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جن جگہوں میں استنجاء کرنا مکروہ ہے وہ درج ذیل ہیں: پانی میں، حوض یا چشمے کے کنارے، پھل دار درخت کے نیچے، کھیتی میں، ہر ایسے سایہ میں جہاں لوگ بیٹھتے ہوں، مساجد اور عید گاہ کے پہلو میں، قبرستان میں اور مسلمانوں کی گزر گاہ میں، سورج یا چاند کی طرف منہ کر کے، ڈھلوان (نیچے والی سطح) میں بیٹھ کے اوپر کی جانب پیشاب کرنا، ہوا کے زرخ پر پیشاب کرنا، چوہے، سانپ یا چیونٹی کے بل میں پیشاب کرنا۔ غرض جس جگہ سے بھی لوگوں کا نفع وابستہ ہو اور وہاں ناپاکی یا گندگی ان کے لیے تکلیف دہ ہو یا اس عمل کی وجہ سے خود اس کو کسی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو، وہاں پیشاب پاخانہ کرنا جائز نہیں ہے۔

(المحرر الرقی، کتاب الطہارۃ، باب الانہاس، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

۱. استنجاء کرتے وقت قبلہ کی طرف کومنہ یا پیٹھ کرنا خلاف ادب و مکروہ۔ تزیہی ہے

۲. ہڈی، خشک گوہر، لید، کھانے کی چیز، شیشہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ پکی ٹھیکری، پکی اینٹ، پتے، بال، روئی، کونکہ، نمک، ریشمی کپڑا۔ اور ہر قیمتی اور محترم چیز سے استنجاء کرنا مکروہ ہے

۳. بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجاء کرنا، لیکن اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو۔ تو کراہت نہیں۔

۴. نجس چیزوں سے استنجاء کرنا

۵. ایسی چیزوں سے استنجاء کرنا جو نجاست صاف نہ کرے جیسے سرکہ۔ وغیرہ ۶. ایسی چیزوں سے استنجاء کرنا جس سے انسان اور

اس کے جانور نفع حاصل کر سکیں

۷. جس پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے خود یا کوئی اور شخص استنجاء کر چکا ہو، لیکن اگر پتھر کے کئی کونے ہوں اور ہر مرتبہ نئے کونے سے

استنجاء کرے تو۔ کراہت نہیں۔

۸. کاغذ سے استنجاء کرنا اگرچہ کورا ہو

۹. بلا اجازت کسی غیر آدمی کے پانی یا کپڑے یا کسی اور چیز سے استنجاء کرنا ہے

۱۰. بمز م شریف سے استنجاء پاک کرنا

۱۱. ایسی جگہ استنجاء کرنا کہ کسی غیر شخص کی نظر اس کے ستر پر پڑتی ہو

پانی سے استنجاء پانچ قسم پر ہے، ان میں سے پہلی دو قسم کا استنجاء فرض ہے ۱. بخرج کا اس وقت دھونا فرض ہے جبکہ جنابت یا حیض و

نفاس کی۔ وجہ سے غسل کرے

باب ما يقول الرجل اذا خرج من الخلاء

باب: جب آدمی بیت الخلاء سے باہر آئے تو کیا پڑھنا چاہئے

30 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعْتَمِدٍ الثَّاقِبِيُّ، حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْقَاسِمِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ قَالَ: "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبِّيَ الْأَكْبَرُ" (ابن أبي شيبة، المصنف، 1094، والحاكم، 346، والبيهقي، 1131، وابن حبان، 5227، والطبرانی، الكبير، 23/346).

باب كراهية مَن الدُّكْرِ بِالْيَسُونِ فِي الْإِسْتِغْرَاءِ

باب: استنجاء کرتے ہوئے شرم گاہ کو دائیں ہاتھ سے پھونکے کا مکروہ ہونا

31 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِیْ إِسْحَاقَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا بَالَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسُ ذِكْرَةَ يَمِينِهِ، وَإِذَا آتَى الْخَلَاءَ فَلَا يَمَسُّ شَيْئًا مِنْ يَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلَا يَشْرِبُ نَفْسًا وَاحِدًا (مسند ابی حنبلہ، 1094، والحاكم، 346، والبيهقي، 1131، وابن حبان، 5227، والطبرانی، الكبير، 23/346).

32 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ بْنِ سُلَيْمَانَ الْبَصْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي زَائِدَةَ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ الْاِفْرِيقِيُّ عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، وَمَعْبُدٍ، عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهَبٍ الْخَزَاعِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَفْصَةُ زَوْجَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْعَلُ يَمِينَهُ لَطْعَامِهِ وَشَرَابِهِ وَثِيَابِهِ، وَيَجْعَلُ شِمَالَهُ لِمَا يَسُورِي ذَلِكَ (مسند ابی حنبلہ، 1094، والحاكم، 346، والبيهقي، 1131، وابن حبان، 5227، والطبرانی، الكبير، 23/346).

33 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ يُونُسَ، عَنْ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَمْنَى لَطْفُورِهِ (مسند ابی حنبلہ، 1094، والحاكم، 346، والبيهقي، 1131، وابن حبان، 5227، والطبرانی، الكبير، 23/346).

32 - صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لضعف ابی ايوب الافريقی - وهو عبد الله بن علي الاررق - ولا اضطراب عاصم - وهو ابن ابي الحود - فيه، ابن ابي زائدة: هو يحيى بن زكريا، ومعبد: هو ابن خالد الكوفي، واخرجه ابو يعلى (7042) و (7060)، وابن حبان (5227)، والطبرانی في الكبير (23/346)، والحاكم (1094)، والبيهقي (1131) من طريق ابن ابي زائدة، بهذا الاسناد.

وَكَلَامِهِ. وَكَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرَى لِخَلَايِهِ. وَمَا كَانَ مِنْ أَدَى.

⑤⑥ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو کرنے، اور کھانے (جیسے کاموں) کے لیے مخصوص تھا اور بایاں ہاتھ قضائے حاجت اور دیگر اس جیسی چیزوں کے لیے مخصوص تھا۔

34 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بُزَيْعٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَظَاءَ. عَنْ سَعِيدٍ. عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ. عَنْ إِبْرَاهِيمَ. عَنِ الْأَسْوَدِ. عَنْ عَائِشَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ ⑤⑥ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔

بَابُ الْإِسْتِثَارِ فِي الْخَلَاءِ

باب: قضائے حاجت کے وقت پردہ کرنا

35 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ. أَخْبَرَنَا عَيْسَى بْنُ يُونُسَ. عَنْ ثَوْرٍ. عَنِ الْخُصَيْنِ الْحُبَرَانِيِّ. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ أَكْتَحَلَ فَلْيُؤْتِرْ. مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ. وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ. وَمَنْ اسْتَجَمَرَ فَلْيُؤْتِرْ. مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ. وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ. وَمَنْ أَكَلَ فَمَا تَخَلَّلَ فَلْيَلْفِظْ. وَمَا لَا كِبْلَسَانِهِ فَلْيَبْتَلِغْ. مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ. وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ. وَمَنْ أَتَى الْغَائِطَ فَلْيَسْتَتِرْ. فَإِنْ لَمْ يَجِدْ إِلَّا أَنْ يَجْمَعَ كَثِيبًا مِنْ رَمْلِ فَلْيَسْتَذِ بِرُءُ. فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَلْعَبُ بِسُقَاعِدِ بَنِي آدَمَ. مَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَحْسَنَ. وَمَنْ لَا فَلَا حَرَجَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ أَبُو عَاصِمٍ. عَنْ ثَوْرٍ. قَالَ: خُصَيْنٌ الْحَبَرَانِيُّ. وَرَوَاهُ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الصَّبَّاحِ. عَنْ ثَوْرٍ. فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدٍ الْخَيْرُ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ⑤⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص سر مل لگائے وہ طاق تعداد میں لگائے جو ایسا کرتا ہے وہ اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی گناہ بھی نہیں ہے جو شخص ڈھیلے استعمال کرے اسے طاق تعداد میں کرنے چاہئیں جو ایسا کرتا ہے تو اچھا کرتا ہے لیکن جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے جو شخص کھانے کے بعد (دانتوں کا) خلال کرتا ہے۔ اسے چیز پھینک دینی چاہئے اور جو چیز وہ اپنی زبان کے ذریعے (دانتوں کے درمیان میں سے) نکالتا ہے اسے نکل لینا چاہئے جو ایسا کرتا ہے تو اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے جو شخص قضائے حاجت کے آتا ہے اسے پردہ کرنا چاہئے۔ اگر اسے کچھ نہیں ملتا تو ریت کا ٹیلا بنا کر اس کی طرف پیٹھ کر لے کیونکہ شیطان اولاد آدم کی شرم گاہوں کے ساتھ کھیلتا ہے جو شخص ایسا کرتا ہے تو اچھا کرتا ہے اور جو نہیں کرتا تو کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت ابو عاصم نے ثور سے نقل کی ہے۔)

حصین حمیری بیان کرتے ہیں: عبد الملک بن صباح نے یہ روایت ثور سے نقل کی ہے اور اس میں (راوی کا نام) ابو سعید الخدری

بیان کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوسعید الخدری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔)

بَابُ مَا يَنْهَى عَنْهُ أَنْ يُسْتَنْجَى بِهِ

باب: کن چیزوں کے ذریعے استنجاء کرنا منع ہے

36- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ قُضَّالَةَ الْبَصْرِيِّ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ الْقُتَيْبَانِيِّ، أَنَّ شَيْمَةَ بْنَ بَيْتَانَ، أَخْبَرَهُ عَنْ شَيْبَانَ الْقُتَيْبَانِيِّ قَالَ: إِنَّ مَسْلَمَةَ بْنَ مُخَلَّدٍ اسْتَعْمَلَ رُوَيْفِعَ بْنَ ثَابِتٍ عَلَى أَسْفَلِ الْأَرْضِ، قَالَ شَيْبَانُ: فَبِزْنَا مَعَهُ مِنْ كَوْمٍ شَرِيكِ، إِلَى عُلُقَمَاءَ أَوْ مِنْ عُلُقَمَاءَ إِلَى كَوْمٍ شَرِيكِ يُرِيدُ عُلُقَمَاءَ فَقَالَ رُوَيْفِعُ: إِنْ كَانَ أَحَدُنَا فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْخُذُ بِضَوْأَخِيهِ عَلَى أَنْ لَهُ النِّصْفُ مِمَّا يَغْنَمُ، وَلَنَا النِّصْفُ وَإِنْ كَانَ أَحَدُنَا لَيَطِيرُ لَهُ النَّصْلُ وَالزَّيْشُ، وَلِلْآخِرِ الْقِدْحُ ثُمَّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ بَعْدِي، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحَيْتَهُ، أَوْ ثَقَلَدَ وَتَرَا، أَوْ اسْتَنْجَى بِزَجِيعٍ دَابَّةٍ، أَوْ عَظِيمٍ فَإِنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ بَرِيءٌ.

شیبان قتیبانی بیان کرتے ہیں: مسلمہ بن مخلد نے حضرت روفیع بن ثابت رضی اللہ عنہ کو زیریں حصے کا ٹھکانہ مقرر کیا۔ شیبان بیان کرتے ہیں: ہم ان کے ساتھ کوم شریک سے علقماء کی طرف جا رہے تھے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) سلمہ، سے کوم شریک کی طرف جا رہے تھے۔

راوی کی مراد علقماء ہے تو حضرت روفیع نے بتایا:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی کمزور سواری اس شرط پر لے لیتا تھا (تاکہ وہ اس پر جہاد میں شریک ہو) اور اسے مال غنیمت میں سے جو کچھ ملے گا۔ اس کا نصف (وہ سواری کے مالک کو) ادا کرے گا اور نصف ہمارے پاس رہے گا تو ایسا بھی ہوتا کہ ہم میں سے کسی ایک کے حصے میں تیر کا پھل یا اس کا پر آتا اور دوسرے کے حصے میں تیری کڑی آتی پھر حضرت روفیع رضی اللہ عنہ نے بتایا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے روفیع ہو سکتا ہے میرے بعد تمہیں لمبی زندگی ملے تو تم لوگوں کو یہ بات بتا دینا کہ جو شخص اپنی داڑھی کو گرہ لگاتا ہے یا تانت باندھتا ہے یا جانور کے گوبر یا ہڈی کے ذریعے استنجاء کرتا ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لاتعلق ہیں۔

37- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُفَضَّلٌ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ شَيْمَةَ بْنَ بَيْتَانَ، أَخْبَرَهُ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَيْضًا، عَنْ أَبِي سَالِمٍ الْجَيْشَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، يَذْكُرُ ذَلِكَ وَهُوَ مَعَ مُرَابِطٍ

بِحَضْنِ بَنِي تَيْمُوتَ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَضْنُ الْيُونِ بِالتَّضَايُعِ عَنْ جَوَلِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ شَيْبَانُ بْنُ أُمَيَّةَ يُسَمَّى ابْنًا حَذَنَفَةً

یعنی ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بھی یہی حدیث ذکر

کی ہے حدیث میں اس وقت اس کے ساتھ یہ ابیون کے قلعے کی پیروی کر رہے تھے۔

(ابوداؤد ابوداؤد نے فرماتے ہیں: ابیون کا قلعہ قضاہ میں ایک پراثر ہے۔)

(ابوداؤد ابوداؤد نے فرماتے ہیں: ابوداؤد شیبان بن امیہ ہے) جو سابقہ روایت میں شیبان قبائی کے نام سے مذکور ہے)

اس کی کثرت ابوحذیفہ ہے۔

28 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ: حَدَّثَنَا رُوْحُ بْنُ عُبادَةَ: حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ:

حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ: أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ

نَسْتَسْخِ بِعَظْمٍ أَوْ بَغِيرِ

یعنی حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا ہے کہ ہم (استحجاء کرتے

ہوئے) ہڈی یا ہڈی سے (شرم گاہ) پر نہیں۔

29 - حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْجَمْعِيُّ: حَدَّثَنَا ابْنُ عِيَّاشٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي عَمْرٍو السُّؤْمِيَّ:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الدَّيْلَمِيِّ: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: قَالَ: قَدِمَ وَقَدْ الْجَنِّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالُوا: يَا مُحَمَّدُ: إِنَّهُ أَمَّتَكَ أَنْ يَسْتَسْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ رَوْثَةٍ أَوْ حَمَةِ. فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ

لَنَا فِيهَا رُزْقًا. قَالَ: فَنَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنات کا وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے عرض

کی: اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت کو ہڈی یا ہڈی سے منع کر دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان

میں ہمارے لئے رزق مقرر کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایسا کرنے سے) منع کر دیا۔

کن چیزوں سے استحجاء کرنا جائز ہے اور کن سے ناجائز؟

شیخ الاسلام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ کاغذ، کھانے کی چیز، گوشت، درخت کے پتوں، نجس اشیاء، ہڈی، لید، گوبر، شیشہ، پختہ اینٹ،

کوئلہ، ٹھیکری، بال اور اسی طرح دائیں ہاتھ سے استحجاء کرنا جائز نہیں، اس کے علاوہ ہر ایسی چیز جو قابل احترام نہ ہو، خوراک نہ ہو،

جسم کے لیے نقصان دہ بھی نہ ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اس سے استحجاء کرنا جائز ہے۔

(المختار فی الصحیح، کتاب الطہارۃ، ص ۱۱۱، استیعاب، ۱/۱۱۱، کتاب الطہارۃ، ص ۱۱۱، بیروت)

39 - اسنادہ ضعیف، ابن عباس - وہو اسماعیل، وان كان صدوقاً في روايته عن اهل بلده، وهذا منها - قد نورد بهذا السباق، وله يتابع عليه الا

من طريق ضعيف، رصفه بهذا السباق النار قضي واليهقي. واحرجه من طريق أبي داود البیهقي 1091، والبعوى (180)، وقال البیهقي.

— دہشامی عمر قوی، واحرجه النار قضي (149) من طريق اسماعيل بن عباس، به، وقال: اسنادہ ضعیف لیس ثابت

بَابُ الْإِسْتِجَاءِ بِالْحِجَارَةِ

باب: پتھروں کے ذریعے استنجاء کرنا

40- حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ قُرْطٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا ذَهَبَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْغَائِطِ، فَلْيَذْهَبْ مَعَهُ بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ يَسْتَطِيبُ بِهِنَّ، فَإِنَّهَا تُجْزِئُهُ عَنْهُ ۖ ۞ ۞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”جب کوئی شخص قضاے حاجت کے لئے جائے تو وہ اپنے ساتھ تین پتھر لے جائے جن کے ذریعے وہ پاکیزگی حاصل کرے تو یہ اس کے لئے کافی ہوگا۔“

41- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ خُرَيْمَةَ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُرَيْمَةَ، عَنْ خُرَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، قَالَ: سُمِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِسْتِجَاءِ، فَقَالَ: بِثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ لَيْسَ فِيهَا رَجِيْعٌ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ أَبُو أُسَامَةَ، وَابْنُ نُسَيْرٍ، عَنْ هِشَامِ يَعْنِي ابْنَ عُرْوَةَ ۞ ۞ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے پاکیزگی حاصل کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تین ایسے پتھروں کے ذریعے (پاکیزگی حاصل کی جائے گی) جن میں گوبر (یا مینگی) نہ ہو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابواسامہ اور ابن نمیر نے ہشام کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔)

استنجاء کرنے کا بیان

استنجاء سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔ اور استنجاء کرنا جائز ہے پتھر اور جو چیز پتھر کے قائم مقام ہے اس سے مسح کرے۔ حتیٰ کہ وہ اس کو پاک کر دے۔ کیونکہ مقصود صفائی ہے اور جو مقصود ہے اسی کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور اس میں کوئی عدد مسنون نہیں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا: تین ضروری ہیں۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور چاہیے کہ وہ تین پتھروں سے استنجاء کرے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس استنجاء کرے پس وہ طاق کرے۔ لہذا جس نے ایسا کیا تو اس نے اچھا عمل کیا اور جس نے ایسا نہ کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔ اور یہ طریقہ واحد پر بھی واقع ہوگا۔ جو امام شافعی کی روایت ہے اس میں ظاہر کو ترک کیا گیا ہے۔ لہذا ایک پتھر جس کے تین کونے ہوں جس نے اس سے استنجاء کیا بالا جماع جائز

ہے۔ (ہدایہ، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْإِسْقِيزَاءِ

باب: استبراء کرنا

42 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَخَلْفَ بْنِ هِشَامٍ الثَّقَفِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى التَّوَّامُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو يَعْقُوبَ التَّوَّامُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: بَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَامَ عُمَرُ خَلْفَهُ يَكُوِّرُ مِنْ مَاءٍ، فَقَالَ: مَا هَذَا يَا عُمَرُ، فَقَالَ: هَذَا مَاءٌ تَتَوَضَّأُ بِهِ، قَالَ: مَا أَمِرْتُ كُلَّمَا بَلْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ، وَلَوْ فَعَلْتُ لَكَانَتْ سُنَّةً

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے پیشاب کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پانی کا برتن لے کر آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے عمر! یہ کس لئے ہے؟ انہوں نے عرض کی: یہ پانی ہے تاکہ آپ ﷺ اس کے ذریعے وضو کر لیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں جب بھی پیشاب کروں تو وضو بھی کروں۔ اگر میں ایسا کر لیتا ہوں تو یہ سنت ہو جائے گا۔

بَابُ فِي الْإِسْتِجَاءِ بِالْهَاءِ

باب: پانی کے ذریعے استنجاء کرنا

43- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَعْنَى الْوَاسِطِيِّ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَعْنَى الْحَدَّادِ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا، وَمَعَهُ غُلَامٌ مَعَهُ مِضَاةٌ، وَهُوَ أَصْغَرُ نَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ السِّدْرَةِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدْ اسْتَنْجَى بِالنَّاهِي.

۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ایک باغ کے اندر تشریف لے گئے آپ ﷺ کے ساتھ ایک خرکا تھا جس کے پاس دھوکا برتن تھا۔ وہ لڑکا ہم میں سے سب سے زیادہ کم عمر تھا۔ اس نے وہ برتن بیری کے درخت کے پاس رکھ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے قصائے حاجت کی۔ پھر آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پانی کے

استنباط کرنے کے فقہی مفہوم کا بیان

پاخانہ یا پیشاب مرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر چلی رہے اسکے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب سے نہ صرف پاک ہوتا ہے بلکہ اس کے بعد پانی سے دھو ڈالنا چاہیئے۔ پاخانہ کے بعد مٹی کے تین ڈھیلوں سے پاخانہ سے مقام و صفائے پھر پانی سے دھو ڈالے۔ استنجان چیزوں سے جائز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں، جیسے پاک مٹی کا ڈھیلہ، نیت، لکڑی، پھنا، بواب قیمت پڑا اور اس کے سوا ایسی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کر دیں

بشرطیکہ قیمت دالی اور احترام۔ والی نہ ہوں۔ پاک مٹی کو ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دیکر بیٹھے، قبلہ کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا، سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے، تین یا پانچ یا سات مٹی کے ڈھیلے اپنے ساتھ لے جائے صاف کرتے وقت پہلے ڈھیلے کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے۔

یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں اس کے برخلاف، پہلے ڈھیلے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے اور تیسرے کو آگے لائے اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے۔ اور طریقہ مقصود نہیں بلکہ صفائی کا مددگار ہے اصل مقصود صفائی اور پاکی ہے خواہ جس طریقہ سے بھی حاصل ہو جائے۔ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو جاتی ہے تو تین کی گنتی پوری کر لے اور اگر تین سے بھی صفائی حاصل نہ ہو اور چار سے حاصل ہو تو پانچواں ڈھیلا اور لے تاکہ طاق ہو جائیں کیونکہ طاق عدد کا استعمال مستحب ہے۔

مستحب یہ ہے کہ پاک ڈھیلے یا پتھر دائیں طرف رکھے اور استعمال کئے ہوئے بائیں طرف رکھے اور ان کی نجس جانب نیچے کو کر دے، ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے۔ افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کر کے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر ڈھیلے یا پتھر پر جوزمین سے انھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو حرکت دے یہاں تک کہ رطوبت خشک ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض کے نزدیک استبرائی یعنی پیشاب کے بعد چند قدم چلنا یا زمین پر پاؤں مارنا یا کھارنا یا دائیں ٹانگ پر بائیں ٹانگ لپیٹنا اور پھر اس کے برعکس کرنا واجب ہے۔ تاکہ رکا ہوا قطر نکل جائے، لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں اور ہر شخص کے لئے اپنا اطمینان ضروری ہے اور یہ استبرائی کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر ٹھکر پہلے ڈھیلے سے مقام پیشاب کو خشک کر لے پھر پانی سے طہارت کر لے یا صرف پانی سے طہارت کر لے پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ کے کلائی تک دھو لے پھر اگر روزہ دار نہ ہو پاخانہ کے مقام کو خوب ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھے اور بائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے اور اسقدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو اور چکناٹی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے، دھونے کا کچھ شمار مقرر نہیں اگر دوسو والا شخص ہو تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونا مقرر کر لے۔

عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھو لے عورت مرد سے زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، پیشاب کے مقام کو پہلے دھوئے یہی۔ مختار ہے استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ استنجا کے بعد ہاتھ کلائیوں تک دھو لے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب ستھرا ہو جائے۔ جائزے میں گرمیوں کی نسبت مبالغہ کرے اور اگر گرم پانی ہو تو جائزے۔ کا حکم بھی گرمیوں کی طرح ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

44- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ. عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ. عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ. عَنْ أَبِي صَالِحٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: نَزَلَتْ بِذِهِ الْآيَةِ فِي أَهْلِ قُبَاءَ. (فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا) (التوبة: 108). قَالَ: كَانُوا يَسْتَنْجُونَ بِالنَّاءِ.

وَمَنْزَلَتْ فِيهِمْ بَيِّنَاتٍ

یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

”اس میں ایسے لوگ ہیں جو اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح سے پاکیزگی حاصل کریں۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ لوگ پانی کے ذریعے استنجا کرتے تھے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ہوئی۔

شرح

اور عندہ لگا اس مسجد کے بارے میں اختلاف ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے، پس ایک گروہ نے کہا ہے: وہ مسجد قبا ہے۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، شحاک، اور حسن رضوان اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین سے مروی ہے اور انہوں نے قول باری: (آیت) سن اول یوم۔ سے استدلال کیا ہے، اور مدینہ طیبہ میں پہلے دن مسجد قبا ہی بنائی گئی تھی، کیونکہ یہ حضور نبی مکرم و معظم ﷺ کی مسجد سے پہلے بنائی گئی تھی، یہ حضرت ابن عمر اور ابن مسیب رضوان اللہ تعالیٰ عنہما اجمعین نے کہا ہے (۱) (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۱۳)

اور امام مانک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بیان کیا ہے جسے آپ سے ابن وہب، اشہب اور ابن قاسم نے روایت کیا ہے، اور ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: انہوں نے فرمایا: دو آدمی اس مسجد کے بارے میں جھگڑ پڑے جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی، تو ایک آدمی نے کہا: وہ مسجد قبا ہے اور دوسرے نے کہا: وہ حضور نبی مکرم و معظم ﷺ کی مسجد ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسجدی حدی وہ میری یہ مسجد ہے (۲)

(جامع ترمذی، باب من سورۃ النعیم: حدیث نمبر ۳۰۲۳، ضیاء القرآن پبلیشرز)

امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے۔

پہلا قول واقعہ کے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ قول باری تعالیٰ: فید میں ظرف کی ضمیر رجال مطہرین کا تقاضا کرتی ہے پس وہ مسجد قبا ہے۔ اور اس پر دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے انہوں نے فرمایا: یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (آیت) فیہ رجال یحبون ان یتطہروا۔ واللہ یحب المطہرین۔ فرمایا: وہ پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے پس ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ علامہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ مسجد قبا والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (۳) (جامع ترمذی، کتاب التیمیم، جلد ۲، صفحہ ۱۳۹)

اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل قبا کو فرمایا: شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی کی تعریف کرتے ہوئے تم پر احسان فرمایا ہے، تم کیا کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: سب ہم بول و براز کے شراب پانی کے ساتھ جوتے ہیں (۴) (تفسیر طبری، جلد ۱۱، صفحہ ۳۹)

سے ابو داؤد نے روایت کیا ہے، اور دارقطنی نے حضرت طلحہ بن نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: مجھے

حضرت ابو الجواب: حضرت جوہر بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ پانی کی کیسی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ پانی کی اور عبادت کے بارے میں تمہاری بہت اچھی قرینہ میں عمل کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: اس کے سوا کوئی نہیں، بے شک ہم اس سے کوئی جب بول و براز کے لیے نکلے تو وہ زیادہ پسند کرتا ہے کہ پانی کے ساتھ استنجہ کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی ہے پس تم اسے لازم پکڑو (د)

(سنن دارقطنی، کتاب الصلوٰۃ، جلد ۱، صفحہ ۶۲، سنن ابن ماجہ، باب: استنجاء بعد منیٰ، حدیث نمبر ۳۳۸، تفسیر قرآن، ج ۱، صفحہ ۱۰۱)

اور یہ حدیث تصحیف کرتی ہے کہ آیت میں جس مسجد کا ذکر ہے وہ مسجد قبا ہے مگر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور نبی مکرم و معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نص بیان کی ہے کہ وہ آپ کی مسجد ہے پس اس کے ساتھ کوئی فکر و فکر کا عمل نہیں ہے۔

اور ابو کریب نے بیان کیا ہے ہمیں ابواسامہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا، ہمیں صالح بن حیاء نے بیان کیا ہے انہوں نے کہا ہمیں عبد اللہ بن بریدہ نے قول باری تعالیٰ: (آیت) فی بیوت اذن للہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ (نور: ۳۶)

بارے میں بیان کیا ہے آپ نے فرمایا: بے شک یہ چار مساجد ہیں جنہیں انبیاء علیہم السلام نے بنایا ہے، کعبہ معظمہ کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اور بیت اور محابیت المقدس کو حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اور مدینہ طیبہ کی مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد قبا وہ ہیں جن کی بنیاد تنوئی پر رکھی گئی ہے، ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا ہے۔

(آیت) من اول یوم۔ من نحو یوں کے نزدیک یہ منذ کے مقابلے میں ہے، پس منذ ظرف زمان میں اور مکان میں من کے قائم مقام ہے، پس کہا گیا ہے: بے شک یہاں من کا معنی منذ کی مثل ہے اور تقدیر کلام ہے: منذ اول یوم ابتدائی بنیاد (پہلے دن سے اس کی بنیادوں کی ابتداء کی گئی) اور یہ بھی کہا گیا ہے: اس کا معنی ہے من تاسیس اول الا یام (پہلے دن کی بنیاد سے) پس یہ اس فصل کے مصدر پر داخل ہے جو اس سے ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

لبن الديار بقنة الحجر اقوين من حجب ومن دهر (i) (زاوالسير، جلد ۲، صفحہ ۴۷۸)
یعنی من مرنج ومن مردھر:

اور جس نے اس طرف دعوت دی ہے وہ یہ ہے کہ علمائے نحو کا یہ اصول ہے کہ من کے ساتھ ازمان کو جر نہیں دی جائے گی، بلکہ ازمان بومند کے ساتھ جر دی جائے گی، آپ کہتے ہیں: عارایتہ منذ شہر او سنة او یوم اور یہ نہیں کہہ سکتے: من شہر اور نہ من سنة اور نہ ہی من یوم کہہ سکتے ہیں پس جب کلام میں من واقع ہو اور اس کے پیچھے متصل زمانہ ہو تو وہاں کوئی مضمر لفظ مقدر مانا جائے گا جسے من کے ساتھ جر دی جاسکتی ہو، جیسا کہ ہم نے شعر کی تقدیر میں ذکر کیا ہے، ابن عطیہ نے کہا ہے: میرے نزدیک اچھا یہ ہے کہ یہ آیت تقدیر عبارت سے مستغنی ہو اور یہ کہ من لفظ اول کو جر دے رہا ہو، کیونکہ یہ البداءۃ (ابتداء) کے معنی میں ہے گویا کہ من مبتدأ الا یام کہا ہے۔ (۲) (الححر والوجیز، زیر آیت مذہ)

قوله تعالى: (آیت) احق ان تقوم فيه۔ یعنی یہ بان تقوم ہے، پس یہ محل نصب میں ہے اور احن یہ ن سے الفعل الففعل کا صیغہ ہے اور الفعل دو مشترک چیزوں کے درمیان داخل ہوتا ہے، اور ان دونوں میں سے ایک میں وہ مشترک تین دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے، پس مسجد ضرار اگرچہ باطل ہے اس میں کوئی حق نہیں ہے، لیکن یہ دونوں حق میں مشترک۔ تب یا تو اسے بنانے والے کے اعتقاد کی وجہ سے یا اس کے اعتقاد کی وجہ سے جو یہ گمان کرتا ہے کہ مسجد ہونے کی وجہ سے اس میں قیام جائز ہے، لیکن دونوں اعتقادوں میں سے ایک اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطل باطل ہے۔ اور دوسرا ظاہر اور باطن حق ہے۔ اور اسی کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) اصحاب الجنة يومئذ خير مستقرا واحسن مقيلا۔ (الفرقان) (اہل جنت کا اس دن اچھا ٹھکانا ہوگا اور دو پہر گزارنے کی جگہ بڑی آرام دہ ہوگی)

اور یہ بات معلوم ہے کہ خیر اور اچھائی کو جہنم سے دور کر دیا گیا ہے، لیکن یہ ہر فرقہ کے اس اعتقاد کے مطابق ہے کہ وہ خیر پر ہے اور اس کی طرف اس کا لوٹنا خیر ہے، کیونکہ ہر گروہ اس کے ساتھ خوش ہے جو اس کے پاس ہے۔ اور یہ العسل اعلیٰ من الخلل (کہ شہد سر کے سے زیادہ شریں ہے) کے قیل سے نہیں ہے، کیونکہ شہد اگرچہ میٹھا ہے پس ہر وہ شی جو ملائم ہو وہ میٹھی ہوتی ہے، کیا آپ جانتے نہیں ہیں کہ بعض لوگ سر کے کو شہد پر مقدم کرتے ہیں درآنحالیکہ مفرد کے مقابلے میں مفرد ہو اور کسی غیر کی طرف مضاف مضاف کے مقابلے میں ہو۔

قوله تعالى: (آیت) فید۔ جنہوں نے کہا ہے کہ مسجد سے مسجد النبی ﷺ مراد لی جائے گی تو پھر (آیت) احق ان تقوم فید۔ میں ہاضمیر اسی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور (آیت) فید رجال میں بھی ضمیر اسی کے لیے ہے، اور جنہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد مسجد قبا ہے تو پھر فید میں ہاضمیر اس کی طرف لوٹے گی۔ یہ اس اختلاف کی بنا پر ہے جو پہلے گزر چکا ہے۔ اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی تعریف بیان کی ہے جنہوں نے نظافت اور طہارت کو پسند کیا اور نظافت و پاکیزگی کو ترجیح دی اور یہ انسانی مروت ہے اور شرعی وظیفہ ہے۔ (جامع ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۵)

ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم اپنے خاندنوں کو کہو کہ وہ پانی کے ساتھ صفائی اور پاکیزگی حاصل کریں، کیونکہ میں ان سے شرم و حیا محسوس کرتی ہوں، فرمایا: یہ حدیث صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، باب ما جاء فی الاستنجاء بالماء حدیث نمبر ۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اور یہ ثابت ہے کہ حضور نبی مکرم و معظم ﷺ اپنے ساتھ استنجاء کے لیے پانی لے جاتے تھے، پس آپ تخفیف اور خشک کرنے کے لیے پتھر استعمال کرتے تھے اور پاکیزگی اور طہارت کے لیے پانی۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۵)

علامہ ابن عربی نے کہا ہے: قیروان کے علماء اپنے وضو کی جگہوں میں مٹی کے ڈھیلے رکھتے تھے ان کے ساتھ صفائی کرتے تھے پھر پانی کے ساتھ صفائی کرتے تھے پھر پانی کے ساتھ استنجاء کرتے تھے۔

مخرج سے نکلنے والی نجاست کو صاف کرنا لازم ہے اور تمام بدن اور کپڑے کی نجاست میں تطہیر (یعنی اسے پاک کرنا) لازم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں کے لیے پانی کے موجود ہونے اور نہ ہونے کی دونوں حالتوں میں رخصت ہے۔ اور اسی کے مطابق عام علماء نے کہا ہے، اور ابن حبیب نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے: پتھروں کا استعمال نہیں کیا جائے گا مگر صرف

پانی نہ ہونے کی حالت میں۔ (احکام القرآن، جلد ۲، ص ۱۰۱۵)

اعادہ وضو کو لازم کرنے والی مقدار نجاست میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اور وہ اخبار جو پانی کے موجود ہونے کے باوجود پتھروں کے استعمال کے بارے میں ثابت ہیں وہ اسے رد کرتی ہیں۔ بدنوں اور کپڑوں سے نجاست زائل کرنے کے بارے میں علماء نے مابین اختلاف ہے، حالانکہ ان کا پسووں کے خون کی معافی اور اس سے تجاوز پر اجماع ہے جب تک کہ وہ انتہائی نجس اور زیادہ نہ ہو، نجاست کے ازالہ میں علماء نے تین اقوال ہیں: پہلا قول یہ ہے کہ وہ واجب فرض ہے، اس کی نماز جائز نہیں ہوتی جس نے ناپاک کپڑے میں نماز پڑھی چاہے وہ اس کے بارے جاننے والا ہو یا بھولنے والا یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حسن اور ابن سیرین رضوان اللہ تعالیٰ عنہما اجماع سے مروی ہے اور یہی امام شافعی، امام احمد اور ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے، اور اسے ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے اور یہی قول ابو الفرج المالکی اور علامہ طبری کا ہے، مگر علامہ طبری نے کہا ہے: اگر نجاست درہم کی مقدار ہو تو وہ نماز کا اعادہ کرے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے دبر کے حلقہ پر قیاس کرتے ہوئے درہم کی مقدار کی رعایت کرنے کا قول کیا ہے۔ اور ایک گروہ نے کہا ہے: کپڑوں اور بدنوں سے نجاست کو زائل کرنا سنت سے ثابت ہے، یعنی یہ وجوب سنت ہے فرض نہیں ہے، انہوں نے کہا ہے: جس نے نجس کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ وقت کے اندر نماز کا اعادہ کرے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر اس پر کوئی شی نہیں ہے۔

یہ قول امام مالک اور ابو الفرج کے سوا آپ کے اصحاب کا ہے اور آپ سے ابن وہب کی ہدایت بھی ہے اور خون تھوڑا ہونے کی صورت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اس سے نماز کا اعادہ نہیں کیا جائے گا نہ وقت میں اور نہ ہی وقت کے بعد اور پل و براز میں سے تھوڑا بھی ہو تو نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سے یہ سب لیث کا قول ہے۔ اور ان سے ابن القاسم نے کہا ہے: یاد دھونے کی حالت میں نجاست کو زائل کرنا واجب ہوتا ہے نہ کہ نسیان اور بھول کی حالت میں اور یہ ان کے مفردات میں سے ہے۔ اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے ان شاء اللہ، کیونکہ حضور نبی مکرم و معظم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انہما لیعذبان وما یعذبان فی کبر اما احدهما فکان یمشی بالنمیمۃ وامام الاخر فکان لا یستتر من بولہ الحدیث (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، جلد ۱، صفحہ ۱۸۲)

(بے شک ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ میں عذاب نہیں دیا جا رہا ان میں سے ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا) اسے بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے اور تیرے لیے یہی کافی ہے، اور عنقریب اس کا ذکر سورۃ سبحان میں آئے گا، انہوں نے کہا ہے: اور آدمی کو عذاب نہیں دیا جاتا مگر واجب ترک کرنے پر اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور نبی مکرم و معظم ﷺ سے روایت بیان کی ہے آپ نے فرمایا: اکثر عذاب قبر پیشاب کی وجہ سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۹، ایضاً، حدیث نمبر ۳۳۱، فیاء القرآن جلی کیشنز)

دوسروں نے حضور نبی مکرم و معظم ﷺ کے نماز میں اپنے نعلین مبارک اتارنے سے استدلال کیا ہے جب کہ حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو مطلع کیا کہ ان میں قدر اور اذیت رساں شے لگی ہوئی ہے الحدیث۔ اسے ابو داؤد وغیرہ نے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے، اس کا ذکر عنقریب سورۃ طہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ، انہوں نے کہا: جب آپ ﷺ نے اس نماز کا اعادہ کیا جو آپ پڑھ چکے تھے تو یہ اس پر دلیل ہے اس کو زائل کرنا سنت ہے اور آپ کی نماز صحیح ہے اور کامل نماز کے حصول کے لیے آدمی نماز کا اعادہ کر سکتا ہے جب تک وقت موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ اور ہا قلیل و کثیر کے درمیان فرق تو یہ بغلی درہم کی مقدار کے برابر ہے (یعنی بڑے درہم وہ ہیں جن کی دینار کی گولائی کی مقدار کے برابر ہو) اور اسے دبر کے حلقہ پر قیاس کیا گیا ہے۔ یہ دو وجہوں سے فاسد ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ مقداریں قیاس سے ثابت نہیں ہوتیں لہذا یہ مقدار قبول نہیں کی جائے گی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ دبر کے بارے میں اس میں جو تخفیف کی گئی ہے وہ ضرورت اور حاجت کے سبب رخصت ہے اور حاجت اور رخصتوں پر کسی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ قیاس سے خارج ہیں پس انہیں اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ (احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۱۰۱۶)

بَابُ الرَّجُلِ يَدُلُّكَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ إِذَا اسْتَنْجَى

باب: استنجاء کے بعد آدمی کا اپنا ہاتھ زمین پر مل لینا

45- حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا اسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ - وَهَذَا لَفْظُهُ - ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي الْمُخَرَّمِيَّ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَرْبٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَى الْخَلَاءَ، أَتَيْتُهُ بِسَاقٍ فِي ثَوْبٍ أَوْ رِكْوَةٍ فَاسْتَنْجَى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثٍ وَكَيْعٌ: ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ بِسَاقٍ آخَرَ فَتَوَضَّأَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ الْأَسْوَدِ بْنِ عَامِرٍ أَثَمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب قضاء حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو میں پتھر کے برتن یا چھال میں پانی لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آ جاتا اور آپ ﷺ اس کے ذریعے استنجاء کر لیتے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے وکیع کی حدیث میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں:

پھر آپ ﷺ اپنا دست مبارک زمین پر ملتے پھر میں دوسرا برتن لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے وضو کر لیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسود بن عامر کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے۔)

45- حسن لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف، شریک - وهو ابن عبد الله النخعي - سيء الحفظ، وبالي رجاله لقات، ابراهيم بن خالد: هو ابو ثور العقبة صاحب الشافعي، ووكيع هو ابن الجراح، وابو زرعة: هو ابن عمرو بن حريز، وخرجه بنحوه النسائي (48)، وابن ماجه (358) و (473) من طريق شريك، بهذا الاسناد، وهو في "مسند احمد" (8104)، و"صحيح ابن حبان" (1405)، وفي الباب حديث عائشة عبد ابن ماجه (354) قالت: ما ريت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - خرج من غائط قط الا مسح ماء، واستاده صحيح، وصححه ابن حبان (1441)، وعن اس بن مالك قال: كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يدخل الخلاء فاحمل انا وغلام اناوة من ماء وعثره يستنجي بالماء، اخرجه البحاري (150) و (152)، ومسلم (271).

استنجاء کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے سائنسی و طبی فوائد

1: رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔ قضائے حاجت کے لیے پہلے ۱۰۰ بار مانا بہت زیادہ بہتر ہے۔ سانس اور طب کی رو سے چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت جدید سانس زیادہ چلنے پر زور دے رہی ہے، حتیٰ کہ امریکہ کے بڑے بڑے ہسپتالوں میں یہ بات نمایاں لکھی ہوئی ہے:

"پاؤں پہلے پیدا ہو یا پیہ؟"

ظاہر ہے کہ پاؤں پہلے پیدا ہوا، اس معقولے کا مقصد قوم کو زیادہ سے زیادہ پیدل چلائیں دعوت و یمانیہ۔ باغیہ سہری۔

"جب سے شہر پھیلنے لگے ہیں، آبادی بڑھنے لگی ہے اور کھیت ختم ہونے لگے ہیں، اس وقت سے اب تک امراض کی بہتات ہو گئی ہے۔ کیونکہ جب سے دور چل کر قضاے حاجت کرنا چھوڑ دیا ہے اس وقت سے اب تک قبض، گیس، تخی اور جکیر کے امراض بڑھ گئے ہیں"

چلنے سے آنتوں کی حرکات تیز ہو جاتی ہیں، جس کی وجہ سے قضاے حاجت تسلی بخش ہوتی ہے۔ آج لیونگ ایم پیٹ افٹا، اسی میں پیشاب کرتے ہیں اور باہر چل کر نہیں جاتے، اسی لیے آج حاجت غیر تسلی بخش ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ایم پیٹ افٹا، میں زیادہ وقت گزارنا پڑتا ہے۔

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے کچی اور نرم زمین کا انتخاب فرماتے تھے۔ اس میں بھی بہت زیادہ ممانعتی فوائد ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔ لیول پاؤل اپنی کتاب "اصول صحت" میں لکھتا ہے:

”انسانیت کی بقا مٹی سے ہے اور فنا بھی مٹی ہے۔ جب سے مٹی پر قضاے حاجت چھوڑ کر ہم نے تلخت زمین (فلک) ادا، ڈبلیوسی وغیرہ) استعمال کرنا شروع کی ہے، اس وقت سے اب تک مردوں میں جنسی کمزوری اور پتھری کا رجحان بڑھ گیا ہے اور ان کے اثرات پیشاب کے غدود پر پڑتے ہیں۔“

در اصل جب آدمی کے جسم سے فضلات نکلنے ہیں تو مٹی ان کے جراثیم اور تیزابی اثرات جذب کر لیتی ہے۔ یہاں فلوئس و نیو وائس کیفیت سے عاری ہیں۔ اس لیے وہ تیزابی اور جراثیمی اثرات دوبارہ ہمارے جسم پر براہ راست پڑتے ہیں اور نہ ہم انسانی صحت سے مرض کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ ایک اور ماہر طب لکھتے ہیں۔

نرم اور بھر بھری زمین ہر چیز کو جذب کر لیتی ہے۔ چونکہ پیشاب اور پاخانہ جیڑی میں فضلہ ہے اس لئے یا اس میں پانی ہے کہ اس کو جذب کرنے اور اس کے چھینٹے اُڑ کر بدن اور کپڑوں پر پڑنے کو روکتے۔

جس کے لیے مغربی تہذیب نے "کموڈ" صحائف کو ایجاد کیا ہے۔ اس کے ذریعے سے انسان کو اپنی نفسی حالت کا علم ہو سکتا ہے۔ اس کے ذریعے سے انسان کو اپنی نفسی حالت کا علم ہو سکتا ہے۔ اس کے ذریعے سے انسان کو اپنی نفسی حالت کا علم ہو سکتا ہے۔

طریقہ ہے۔ اسی کو اکی اکی سے پاخانہ صحت خارج بھی نہیں ہو پاتا کہ انہیوں میں پھنسا رہتا ہے نیز کھانا کو استعمال کر کے بعد طبیعت
جگہ پر بیٹھ کر شرمگاہ کو دھونا پڑتا ہے۔ ڈبیلوی پر قضاے حاجت کرنے سے کئی ایک مہلک امراض لاحق اور کئی ایک نقصانسانی جسم
میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

ڈبیلوی پر بیٹھ کر قضاے حاجت کرنے سے اعصابی تناؤ اور کھچاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے جسم انسانی اسٹرب ہونے کا
غالب امکان ہے۔

ڈبیلوی (W.C) کی مدد سے پاخانہ کرنے کی وجہ سے حاجت بھی طبعی نہیں ہوتی ہے جو کہ انتہائی وحیدہ بیماریوں کو جنم
دیتی ہے جیسے قبض، تجیر، معدے کی جلن، شرمگاہ کی جلن، گیس اور بواسیر وغیرہ۔

ڈبیلوی پر قضاے حاجت کرنے کے لیے کرسی کی طرح بیٹھنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے پاخانے کا صحت اور طبیعت اخراج ممکن
نہیں ہو پاتا اور فضلہ بڑی آنت میں اٹک کر رہ جاتا ہے۔ جو بے شمار بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔

ڈبیلوی پر قضاے حاجت کے باوجود بعد میں پیشاب کے قطرے گرنے کا غالب امکان رہتا ہے اور قطرات گرنے سے
خارش اور دوسری کئی متعدی امراض وجود میں آتی ہیں۔

ڈبیلوی کی مدد سے قضاے حاجت کرنے سے آنتوں اور معدے پر زور نہیں پڑتا جس کی وجہ سے معدے اور آنتوں کے
بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے معدے کی جلن، بد ہضمی اور معدے کا السر وغیرہ۔

یہ جدیدیت کی پہچان ڈبیلوی وضع جسم کی فطری کیفیت کے خلاف ہے۔ جب سنت کے مطابق قضاے حاجت کی جاتی ہے تو
اس وقت دماغ پورے جسم کو ڈھیلے رہنے اور پاخانے کے مقام کو پاخانہ خارج کرنے کا حکم ارسال کرتا ہے۔ لیکن ڈبیلوی استعمال
کرنے سے پورا جسم ڈھیلا نہیں ہو پاتا اور پاخانہ کا مقام بھی کسار ہوتا ہے جس کی وجہ سے بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے نہایت مفید ہیں بلکہ کسی مذہب میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ جب تک پیغمبر اسلام
ﷺ والا طریقہ طہارت نہ اپنایا جائے گا تو طہارت و استنجاء کا اصل مقصد پورا نہیں ہوگا۔ رسول اللہ نے کس قدر خوبی کے ساتھ
انسان کو طہارت و پاکیزگی کا نظام عطا فرمایا کہ آج طبی ماہرین بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ

"واقعی پیغمبر اسلام ﷺ والا نظام طہارت بے مثل و بے مثال ہے اور رسول اللہ (ﷺ) کے بتائے اور اپنائے ہوئے طریقے
نہایت مفید ہیں"

بہر حال فلتس سسٹم فطری انداز اور طریقے کے قریب تر ہے۔ اسی لیے اس کے نقصانات کم اور ڈبیلوی سے بہت کم ہیں۔ لیکن
جو فوائد کچی زمین اور نرم مٹی پر حاجت کرنے کے ہیں وہ یہاں میسر نہیں ہو سکتے، چونکہ مٹی اور میدان ہر جگہ میسر نہیں اس لیے فلتس
بہر حال بہتر ہے۔

3: رسول اللہ ﷺ پاؤں کشادہ کر کے اور بائیں پاؤں پر زور دے کر خاموشی سے سر جھکائے فراغت حاصل کر لیتے تھے۔
اس طریقے میں بھی سائنسی و طبی فوائد ہیں۔ ان میں چند ملاحظہ فرمائیں۔ فزیالوجی کے ایک سمیر پر و فیر کہتے ہیں:

"میں مراکش میں تھا۔ ایک یہودی ڈاکٹر کے پاس بخار کی دوائی کے لیے جانا پڑا۔ ڈاکٹر کافی بوڑھا تھا۔ جب میں نے اپنا نام

لکھو یا تو وہ کہنے لگا:

"کیا تم مسلمان ہو؟"

میں نے کہا: "جی ہاں میں مسلمان ہوں۔" یہودی ڈاکٹر کہنے لگا:

"اگر ایک طریقہ جو خود تمہارے نبی ﷺ کا ہے، زندہ ہو جائے تو لوگ کئی امراض سے بچ جائیں"

میں حیران ہوا اور میں نے پوچھا:

"ڈاکٹر! وہ کون سا طریقہ ہے؟" یہودی ڈاکٹر نے کہا:

"وہ قضائے حاجت کا طریقہ ہے۔ اگر قضائے حاجت کیلئے اسلامی طریقے پر بیٹھا جائے تو اپنڈے، سائس، دائمی

قبض، بواسیر اور گردوں کے امراض پیدا ہی نہیں ہوں گے۔ اگر مسلمان اپنے نبی کریم ﷺ والا طریقہ حاجت اپنائیں گے تو وہ

ان تمام بیماریوں سے بچ جائیں گے"

پروفیسر صاحب کہتے ہیں:

"میں اپنے نبی کریم ﷺ کے اس طریقے سے واقف نہ تھا۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے علم دین کو تھوڑا سا وقت بھی نہ دیا

کہ اتنے اہم اور ضروری مسائل ہی سیکھ لیتا۔ اس وقت مجھے اس طریقے سے شناسائی کا اشتیاق ہوا۔ میں نے اس یہودی ڈاکٹر سے تو

نہ پوچھا، ہاں مراکش میں ہی ایک عالم دین تھے۔ میں ان کے پاس حاضر ہوا اور ان سے طریقہ دریافت کیا۔ جب انہوں نے مجھے

وہ طریقہ بتایا اور سمجھایا تو میں نے فی الفور اس پر عمل شروع کر دیا۔ پہلے پہل تو مجھے کچھ دقت ہوئی لیکن اس کے فوائد جلد ہی میری سمجھ

میں آ گئے اور اس وقت سے اب تک میں حاجت کے لیے وہی طریقہ استعمال کرتا ہوں جو میرے نبی ﷺ نے تعلیم فرمایا تھا"

جدید سائنس حضور ﷺ کی اس قضائے حاجت کے طریقے پر مسلسل ریسرچ کر رہی ہے اور اب تو غیر مسلم سائنسدان بھی یہ

کہتے ہیں:

"صحت و زندگی کی بقاء اور خوشحالی کے لیے پیغمبر اسلام ﷺ کے حاجت والے طریقے سے بڑھ کر کوئی طریقہ نہیں۔ پیغمبر

اسلام (?) کے اس طریقے پر عمل کرنے سے گیس، پیچیدہ، بدہضمی، قبض اور گردوں کے امراض واقعی کم ہو جاتے ہیں اور مستقل آپ

(?) والا طریقہ اپنا کر ان امراض کو ختم بھی کیا جاسکتا ہے"

4: رسول اللہ ﷺ استنجاء کے لیے پہلے ڈھیلے استعمال فرماتے اور ڈھیلے خالق عدد میں استعمال فرماتے تھے۔ اس سنت

مبارکہ میں بھی کئی سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیں:

جدید سائنس کی ریسرچ کے مطابق مٹی میں نوشادر اور اعلیٰ درجے کے دفع تعفن اجزاء موجود ہیں۔ چونکہ پاخانہ اور پیشاب

سارے کا سارا فضلہ ہوتا ہے اور جراثیموں سے لبریز ہوتا ہے اس لیے اس کا جلد انسانی کو لگنا انتہائی نقصان دہ ہے۔ اگر اس کے کچھ

اجزاء جلد پر چپک جائیں یا ہاتھ پر رہ جائیں تو بے شمار امراض کے پھیلنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ڈاکٹر بلوک لکھتے ہیں:

"ڈھیلے کے استعمال نے سائنسی اور تحقیقی دنیا کو درطہ حیرت میں ڈال رکھا تھا لیکن اب یہ حقیقت سامنے آ گئی ہے کہ مٹی کے

تمام اجزاء جراثیموں کے قاتل ہیں۔ جب ڈھیلے کا استعمال ہوگا تو پوشیدہ اجزاء پر مٹی لگنے کی وجہ سے ان پر بیرونی طور پر چپنے ہوئے

تمام جراثیم مرجائیں گے۔ بلکہ تحقیقات نے تو یہ بھی ثابت کر دکھایا ہے کہ مٹی کا استعمال شرمگاہ کو کینسر سے بچاتا ہے۔ میں نے ایسے مریضوں کو جن کی شرمگاہ پر زخم تھے اور خراش بھی پڑ گئی تھی، مستقل مٹی استعمال کرائی اور انہیں مٹی سے استنجہ کرنے کو کہا تو مریض جبرت انگیز طریقے سے صحت مند ہو گئے۔

الغرض میرا تمام محقق، مستدانوں اور اطباء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ مٹی سے بنا ہوا انسان پھر مٹی سے عافیت پائے گا۔ چاہے دنیا کے تمام فارمولے استعمال کر لے اس کو نقطہ تغیر اسلام منہ نہیں دے گی۔ طریقوں ہی سے بیماریوں سے تحفظ ملے گا۔

آج کل استنجاء اور طہارت کے لیے نشو و پیر یا پھر ٹائلٹ پیپر کا استعمال کیا جاتا ہے اور لوگ بڑے شوق سے اس کا استعمال کرتے ہیں۔ تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ ٹائلٹ پیپر سے اچھی طرح صفائی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ گندگی جسم پر باقی رہ جاتی ہے جو صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ مگر غسل کی بھی حاجت ہو تو انسان اسی طرح ٹائلٹ پیپر سے باقی ماندہ گندگی کیساتھ ہی پانی میں بیٹھ جاتا ہے جس سے نہ صرف وہائی امراض بڑھتے ہیں بلکہ فب کا سارا پانی بھی پلید اور گندا ہو جاتا ہے جو کہ غسل کے لیے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اگر پھر بھی انسان اس سے نہالے تو اس کا سارے کا سارا جسم ناپاک اور گندا ہو جاتا ہے۔ یہ مغربی تہذیب کا انسان کے حق میں نقصان ہے جو کسی بھی مسلمان کو ہرگز گوارہ نہیں ہونا چاہیے۔

ٹائلٹ پیپر بنانے والی فیکٹری کے ایک ملازم سے ایک ڈاکٹر اور ماہر طب کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اس ملازم سے پوچھا کہ کیا اس نرم و لطیف اور لطیف ٹائلٹ پیپر کی تیاری میں کوئی خطرناک کیمیکل استعمال ہوتا ہے؟ تو ملازم نے کہا کہ:

"ڈاکٹر صاحب! اس کے بنانے میں بے شمار کیمیکل استعمال ہوتے ہیں۔ بعض کیمیکل تو انتہائی مہلک ہیں جن سے جلدی امراض، ایگریمیا اور جلد میں رنگت کی تبدیلی کے امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔"

اس وقت تمام یورپ ٹائلٹ پیپر استعمال کر رہا ہے۔ پچھلے دنوں اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا کہ اس وقت یورپ میں شرمگاہ کے مہلک امراض خاص طور پر شرمگاہ کا کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اس کے سبب باب کے لیے جب تحقیق ہو رہی ہے تو اس بورڈ کی رپورٹ صرف دو چیزوں پر مشتمل تھی۔ بورڈ کا کہنا ہے کہ یہ مہلک امراض اور شرمگاہ کا کینسر فضیلے کی صفائی کے لیے ٹائلٹ پیپر کا استعمال کرنے اور پانی استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بڑھ رہا ہے۔ ایک یورپین ڈاکٹر "کینن ڈیویس" نے پوری یورپی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

اگر تم اسی طرح زندگی گزارتے رہے کہ غلاطت اور پاخانہ کے مقام کو پانی کی بجائے ٹائلٹ پیپر سے صاف کرتے رہے تو پھر تم بہت جلد شرمگاہ کا کینسر، مہلک ریانسہ، پھیپھوند کے امراض اور جلد انفیکشن کے امراض کا شکار ہو جاؤ گے۔

یورپ کا یہ تحفہ ہمارے لیے بہتر ہے یا نقصان دہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ چونکہ یورپین استنجاء کے لیے صرف ٹائلٹ پیپر پر ہی کثف کرتے ہیں اور پانی استعمال نہیں کرتے، اسی لیے ٹائلٹ پیپر ان کے لیے مہلک ثابت ہوتا ہے لیکن اگر ٹائلٹ پیپر کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال کیا جائے تو اس کے مضر اثرات نہ ہونے کے برابر ہو جائیں۔

5 رسول اللہ ﷺ استنجاء کے لیے پہلے مٹی کے ڈھیلے اور پھر پانی استعمال فرماتے تھے۔ خالی پانی سے بھی استنجاء کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حدیث اللہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"پانی سے استنجا کرنا انبیاء کرام علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہے۔" (صحیح مسلم۔ باب: صال الملم ۲)
پانی کا نکالت کی عظیم نعمت ہے۔ یہ ہر ملائکت کو طہارت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسلام نے انعام طہارت کو اتنا واضح اور پاک بنا دیا ہے کہ اس کو مانے بغیر چارہ نہیں۔ ہم کیا غیر مسلم سائنسدان اور اطباء بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہائٹ ملن مستشرق کا کہنا ہے،

"اسلام پاکیزگی اور صفائی کا مذہب ہے۔ تمام مذاہب اس سے اپنی پاکیزگی کا باب پورا کرتے ہیں۔ اسلام کا طریقہ استنجا بھی بے مثال ہے کہ اس سے جسم پر گندگی کا ذرہ بھی باقی نہیں رہتا۔ اگر کسی جسم کو پانی لگائے بغیر صاف کیا جائے تو قہر بات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ جسم کا حصہ بھی صاف نہیں ہوگا بلکہ لالک ہار یوں کا پیش خیمہ بن جائے گا۔ پھر پانی کے استعمال سے تو جسم کے اس حصے (شرمگاہ) کا درجہ حرارت نارمل ہو جاتا ہے، جو کہ نہایت مفید ہے کہ اس سے بڑا سیر وغیرہ نہیں آونے پاتی۔ اگر پانی استعمال نہ کیا جائے تو حاجت کے وقت مخصوص اعضاء کے علاوہ تمام اعضاء جسم کا درجہ حرارت بھی بڑھ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان مختلف بے شمار امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

ممنوعات استنجا کے سائنسی و طبی فوائد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب سے بچنے کے بارے میں پرزور احکامات ارشاد فرمائے۔ اس کے علاوہ پیشاب کو روکنے، کھڑے اور چھتے پانی میں پیشاب کرنے، راستہ میں پیشاب کرنے، سایہ دار اور پھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے، آواز کے زخ پیشاب کرنے، ابل اور سوراخ میں پیشاب کرنے، غسل خانے میں پیشاب کرنے، کھڑے آد کر پیشاب کرنے، لید، گوہر، ہڈی سے استنجا کرنے اور قبلہ رخ منہ یا پیٹھ کر کے پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

نیز طہارت کیلئے دایاں ہاتھ پانی ڈالنے اور بائیں ہاتھ سے صفائی کرنے، قضائے حاجت کے بعد کسی چیز (صابن یا مٹی) سے ہاتھ دھو لینے اور قضائے حاجت کرتے ہوئے پردے کا سخت خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ان تعلیمات کے بے شمار سائنسی اور طبی فوائد ہیں۔ ان تعلیمات میں سے ہر ایک کے مختصر مختصر چند فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔

1: احادیث میں کثرت کے ساتھ پیشاب سے نہ بچنے پر وعیدیں آئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذاب قبر پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے"

مستشرق "ڈاکٹر جانٹ ملن" کہتا ہے:

"رانوں کی خارش اور پھسیوں، پیڑوں کی جلد کا ادھرتا، سرینوں اور اس کی اطراف کی ارجی اور عضو خاص کے زخم کے مریض جب بھی میرے پاس آتے ہیں تو میرا ان سے پہلا سوال یہی ہوتا ہے کہ "کیا وہ پیشاب سے بچتے ہیں؟"، ان میں سے اکثر پیشاب سے نہیں بچتے اور پھر لا علاج اور مشکل امراض لے کر میرے پاس آتے ہیں۔"

جینز اور پینٹ کی زنجیری اور بن کھول کر پیشاب کرنے اور پھر بغیر استنجا کے فوراً باندھ لینے کی صورت میں پیشاب کے

قطرات اعضاء جسم پر گرتے رہتے ہیں جس سے جلدی امراض اور دیگر بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں

2: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کو روکنے سے منع فرمایا اور فقہاء رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"پیشاب اگر سواری پر آ جائے تو اسی وقت دیر کیے بغیر سواری کو روکے اور پہلے پیشاب کرے۔ اسی طرح اگر جماعت کا وقت ہو گیا ہے اور پیشاب آ گیا ہے تو پہلے پیشاب کرے، پھر وضو اور پھر جماعت کے ساتھ ملے۔ کسی کام کو کرتے ہوئے پیشاب آ جائے تو پہلے پیشاب سے فراغت حاصل کر لی چاہیے۔"

پیشاب کو نہ روکنے اور بروقت پیشاب کر دینے کے درج ذیل طبی فوائد ہیں:

میڈیکل کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ جب بھی پیشاب یا پاخانہ آ جائے تو اسی وقت اس سے فراغت حاصل کی جائے۔ میڈیکل نے حاجت ضروریہ پیشاب اور پاخانہ کو روکنے سے منع کیا ہے۔ میڈیکل فیلڈ کے ساتھ تعلق رکھنے والے سنیر کہتے ہیں:

"حاجت ضروریہ کو روکنا گونا گوں بے شمار امراض کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ اس میں زیادہ نقصان دماغ، معدہ، اعصاب اور گردوں کو ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو حاجت ضروریہ کے روکنے سے تے اور چکر شروع ہو جاتے ہیں جو کہ نہایت ہی مضر ثابت ہوتے ہیں۔"

3: رسول اللہ ﷺ ٹکڑے ہوئے پانی میں پیشاب اور پاخانہ کرنے سے منع فرمایا۔ اس کے طبی اور سائنسی فوائد ملاحظہ فرمائیں۔

کنواں، تالاب، جوہڑ اور جمیل جیسے کھڑے پانی میں اگر قدامت کی بجائے گی تو پانی میں جراثیموں کے داخل ہونے سے تمام پانی آلودہ اور خطرناک امراض کا سبب بن جائے گا۔ اب اگر کوئی ذی روح (پرندے، جانور یا انسان وغیرہ) اس پانی کو پئے گا تو وہ کئی ایک مہلک امراض کا شکار ہو جائے گا مثلاً تپ عرقہ، تائی فائیڈ، جراثیمی یرقان، آنسوؤں کے کیڑوں کے انڈے کی پیدائش، پیراسائٹ اور طفیلی کیڑوں کی پیدائش وغیرہ۔

اس کے علاوہ کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے خود بھی کئی بیماریوں کا شکار ہو سکتا ہے مثلاً پیشاب کے چھینٹے اڑنے کی وجہ سے ایک قسم کی بھاپ اٹھتی ہے جو پیشاب کرنے والے کو کئی بیماریوں میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اس بھاپ سے سونگھنے کی قوت سلب ہو سکتی ہے، آدمی آنکھوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے اور دماغ و گلے پر بھی گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔

4: رسول اللہ ﷺ نے چلتے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ اس کی سائنسی اور طبی وجہ ملاحظہ فرمائیں:

چلتا پانی جیسے دریا، نہریں اور نالے کیونکہ قریب قریب سیکور کر جاتے ہیں۔ کئی انسان اور جانور اس پانی سے نفع لیتے ہیں۔ اگر فضلہ کی وجہ سے یہ پانی آلودہ ہو جائے تو چلتے چلتے جراثیم کا گڑھ بن جاتا ہے اور بیماریاں پھیلاتا جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس نہریا نالے وغیرہ کو پار کرنے کے لیے پانی سے گزرے گا تو اس کا جتنا جسم پانی میں جائے گا اس کو نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس پانی سے الرجی، پھوڑے، پھنسیاں اور وبائی خارش وغیرہ بھی پھیلتی ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی شخص چلتے پانی میں پیشاب کرے گا تو اس سے بو اٹھے گی جو کہ دماغ اور پیچڑوں کے لیے انتہائی مضر ہے۔

5: رسول اللہ ﷺ نے گزرگاہوں اور راستوں میں پیشاب کرنے سے بڑی سختی سے منع فرمایا۔ اس کے طبی، طبی اور

سائنسی فوائد درج ذیل ہیں:

راستہ سے ہر کوئی گزرتا ہے اور جب راستہ میں پیشاب نیا جاتا ہے تو پیشاب کی بو اور تھام فضا میں مچک ہو جاتا ہے اور ہوا کی وجہ سے اس راستہ سے گزرنے والوں کے جسم میں ہرابت گرجا جاتا ہے جس سے سانس کی پہاٹم پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پیشاب کی بو اور جراثیم سے آلودہ ہوا اگر انسان کے اندر پہنچ جائے تو دل، جگر اور پتے کی بیماریاں کا بھی غالب گمان ہو جاسکتا ہے۔

16: احادیث اور فقہ میں سایہ دار اور چھلدار درخت کے نیچے پیشاب کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس کے چند طبعی طبی اور

سائنسی فوائد یہ ہیں:

سایہ دار درخت لوگوں کے قیام اور سکون کی جگہیں ہیں۔ یہاں فضلہ کرنا انتہائی مہیا ہے اور اس سے یقیناً بے اثرات مرتب ہوتے ہیں کہ اس درخت کے سائے میں بیٹھنے والے کئی قسم کی وبائی امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ نیز چھلدار درخت سے گزرنے والے پھل بھی گندگی سے آلودہ ہو کر قابل استعمال نہ رہ سکتے گا۔

17: احادیث اور فقہ میں ہوا کے رخ پر پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے طبی و سائنسی فوائد صحت ذیل ہیں۔

اگر ہوا کے رخ پر پیشاب کیا جائے تو ہوا کے دباؤ کی وجہ سے وہ پیشاب اڑ کر جسم، چہرے اور کپڑوں پر پڑے گا جس سے جسم اور کپڑے پلید ہو جائیں گے۔ نیز اس پیشاب کے جراثیم بھی مساموں کے راستے سے جسم میں داخل ہو کر الرجی، بخارش، خفاخون اور کئی اور جلدی امراض پیدا کریں گے۔ آنکھوں میں پڑنے سے آنکھیں سوج جائیں گی، سرخ ہو جائیں گی۔ علاوہ انہی آنکھوں میں خارش ہونے اور پانی کے بہنے کے ساتھ ساتھ کئی وبائی بیماریاں بھی لاحق ہو سکتی ہیں۔ اور اگر ہوا کی وجہ سے پیشاب اڑ کر منہ میں چلا گیا تو اس سے منہ کی بیماری لاحق ہونے کے ساتھ ساتھ منہ کا قانچ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ منہ میں زخم، مسوڑھوں میں پیپ اور دانتوں کی بیماری بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ زبان اور گلہ بھی بڑی طرح متاثر ہو سکتا ہے۔

8: حضور نبی کریم ﷺ نے مل اور سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا اس کے بھی بے شمار سائنسی اور طبی فوائد

ہیں۔ مثلاً

اگر زہریلے جانور کے مل میں پیشاب کیا گیا تو اس جانور کے باہر نکل کر نقصان پہنچانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بعض زمینیں گلرزودہ اور شورہ زدہ ہوتی ہیں اور ان کے بلوں اور سوراخوں میں تیزاب اور شورہ کے مادے جمع ہوتے ہیں۔ اگر ان میں پیشاب کیا گیا تو پیشاب چونکہ خود ایک تیزاب ہے اور جب ایک تیزاب دوسرے تیزاب سے ملے گا تو زہریلے بخارات اٹھ کر جسم انسانی کو نقصان پہنچائیں گے۔

9: رسول اللہ ﷺ نے غسل کی جگہ پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے کہ اس سے بے شمار دوسرے پیدا ہوتے ہیں۔ فقہاء

کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:

"غسل کی جگہ پیشاب نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے عقل اور ذہن پر اثر پڑتا ہے، یادداشت کمزور ہو جاتی ہے اور آدمی کئی

دوسروں میں پھنس کر شیطان اور بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔"

ایک سائنسی میگزین بنام "سائنس اور صحت" میں لکھا ہے:

”حسل کی جگہ پیشاب کرنے سے شہوتِ نفسانی کی زیادتی ہوتی ہے اور اس سے معاشرتی مہلکات پیدا ہوتے ہیں۔ حسل کی جگہ پیشاب کرنے سے انسان نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ حسل کی جگہ پیشاب کرنے سے گردے میں پتھری پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال حسل کی جگہ پیشاب کرنے سے اور بھی بہت سے نقصانات کا قوی اندیشہ ہے“

10: حضور نبی کریم ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ چونکہ پیشاب جراثیموں سے پُر ہوتا ہے اور بعض اوقات اس میں بعض امراض (سوزاک، آتشک، گردوں کا جراثیمی انفیکشن وغیرہ) کی وجہ سے پیپ بھی موجود ہوتی ہے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے اس کے چھینٹے بدن اور لباس کو آلودہ کر دیتے ہیں جس سے کئی امراض وجود میں آ سکتے ہیں۔ اس طرح پیشاب کرنے سے غدودِ قدامیہ پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ متورم ہو کر بڑھ جاتا ہے جس کی وجہ سے پیشاب بند ہو جاتا ہے قطرہ قطرہ آتا ہے اور دھار بھی تنگی ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ اور بھی کئی امراض جنم لے سکتے ہیں۔

11: حضور نبی کریم ﷺ نے لید اور ہڈی سے احتیاء کرنے سے اس لیے منع فرمایا ہے کہ لید میں بے شمار مہلک جراثیم ہوتے ہیں کیونکہ یہ ایک جانور کا فضلہ (پاخانہ) ہے اور ہر پاخانہ جراثیموں سے پُر ہوتا ہے۔ لید میں ٹش اور تپ محرقہ کے جراثیم بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر لید سے احتیاء کیا جائے تو وہ جراثیم جسم میں منتقل ہو کر بیمار کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اس سے شرمگاہ کو بھی بہت سے بیماریاں لاحق ہو سکتی ہیں۔ جیسے خارش، جلن، پیپ کا پڑھنا اور شرمگاہ کا کینسر وغیرہ۔

ہڈی سے جب گوشت کھا کر پیچیک دیا جاتا ہے تو اس کو جانور کھاتے ہیں۔ بعض جانوروں کے لعاب میں خطرناک جراثیم ہوتے ہیں مثلاً کتے کے لعاب میں ایک خاص جراثیم ہوتا ہے جو اس کی کھائی ہوئی ہڈی پر لعاب کے ساتھ منتقل ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ہڈی پر مٹی، گرد و غبار اور گندگی وغیرہ جم جاتی ہے اس گرد و غبار میں گونا گوں جراثیم پائے جاتے ہیں۔ اب اگر یہ ہڈی احتیاء کیلئے استعمال کی جائے گی تو دیگر جراثیموں کے ساتھ ساتھ کتے کا خاص جراثیم بھی جسم میں منتقل ہو جائے گا جس سے فسادِ خون، دل، جگر، پتا، انتڑیوں اور معدے کے امراض لاحق ہو سکتے ہیں۔

12: رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق قبلہ کی طرف تھوکنا، پیشاب کرتے ہوئے پیٹھ اور منہ کرنا منع ہے۔ اس میں بھی کئی ایک طبی و سائنسی فوائد ہیں۔ چنانچہ اکثر ”ڈارون“، ”ڈاکٹر“، ”لیڈ بیئر“ اور ”ڈاکٹر“ الیگزینڈر کی تحقیق کے مطابق ”کاسمک ورلڈ“ کا نظام انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ خانہ کعبہ کے چاروں طرف سے نکلنے والی مثبت شعاعیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پیشاب، پاخانہ اور تھوک جو کہ خالص منفی شعاعیں ہیں کعبہ کی طرف ڈالنے سے آدمی کے لیے مسلسل نقصان کا باعث بنیں گی۔ مشہور پیراسائیکالوجسٹ ڈاکٹر کامن ہیمن نے اس بات کو اپنی تحقیقی زندگی کا حصہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے کعبہ کی طرف سے مسلسل مثبت شعاعیں پوری کائنات میں پھیل رہی ہیں اور اس طرح منفی شعاعوں (تھوک، پیشاب اور پاخانہ وغیرہ) کا رجحان ضرر کا باعث ہے۔

13: رسول اللہ ﷺ کا فرمان مہلک ہے کہ:

”طہارت کے لیے پانی دائیں ہاتھ سے ڈالو اور صفائی کے لیے بائیں ہاتھ استعمال کرو۔ خبردار دایاں ہاتھ احتیاء کے لیے استعمال نہ کرو۔ جب کوئی شخص تھوے حاجت کیلئے جائے تو اپنی شرمگاہ کو بھی اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوے۔“ (متفق علیہ)

استنجاء فقط بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیے۔ انکی کئی وجوہات ہیں۔ دائیں ہاتھ سے ثبوت اور بائیں ہاتھ سمٹنی شعائیں نکلتی ہیں۔ اگر استنجاء کے لیے دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو جسم کا شعائی نظام بگڑ جائے گا اور اس کے بد اثرات دماغ اور حرام مغز پر پڑیں گے۔ چیز کھانے کیلئے چونکہ دایاں ہاتھ استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اگر استنجاء کے لیے بھی دایاں ہاتھ استعمال کیا جائے تو پھر کھانا کھاتے وقت مادی نفرت کے پھیلنے کا ڈر ہے۔

14: قضائے حاجت کے بعد رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہمیشہ مٹی پر ہاتھ زگر زگر دھوتے تھے۔ اس میں بھی بے شمار طبی فوائد ہیں۔ مثلاً ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں اور اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم یا مختلف کیمیکلز موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر دیتے ہیں۔ اگر ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھالیا جائے، کھانے والے برتن میں ہاتھ داخل کر دیئے جائیں، کلی کر لی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم یا آسانی ہمارے کھانے، منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جاسکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعائیں ایک ایسا حلقہ بنا لیتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رد ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر ہاتھ دھونے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر حقیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم کا معمول تھا کہ قضائے حاجت کے بعد ہاتھوں کو مٹی سے مثل مثل کر دھوتے تھے۔ چونکہ ہاتھوں کو جراثیم لگے ہوتے ہیں اور بعض جراثیم ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام پانی سے ضائع نہیں ہوتے اس لیے ہاتھوں کو مٹی یا صابن وغیرہ سے صاف کر لینا ایک اہم سنت اور طبی و سائنسی اصول ہے۔ مٹی اعلیٰ درجے کی "انٹی سپٹک" ہے حتیٰ کہ اس میں کتے کے جراثیموں (جو کہ سب سے زیادہ قوی جراثیم ہوتے ہیں) کو بھی مار ڈالنے کی قوت و طاقت موجود ہوتی ہے، اس لیے یہ عام جراثیموں کو تو فوراً ہی ختم کر دیتی ہے۔ (شیخ احمد دیدات کی کتاب، اسلامی نظام زندگی)

بَابُ السَّوَاكِ

باب: مسواک کرنا

مسواک کے سنت ہونے کا بیان

تمام علماء کرام کے نزدیک سنت ہے مگر حنفیہ کے نزدیک خاص طور پر وضو کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وضو نماز کے وقت مسواک کرنا مستنون ہے، نیز نماز فجر اور نماز ظہر سے پہلے بھی مسواک کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے، مسواک کرنے میں بڑی خیر و برکت اور بہت فضیلت ہے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ مسواک کرنے کی فضیلت میں چالیس احادیث وارد ہوئی ہیں، پھر نہ صرف یہ کہ مسواک کرنا ثواب کا باعث ہے بلکہ اس سے جسمانی طور پر بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں چنانچہ مسواک کرنے

شرح

عشاء کی نماز کو تاخیر سے پڑھنا اور ہر نماز کے وقت مسواک کرنا مستحب اور بڑی فضیلت کی بات ہے اسی طرف یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میری امت دشواری میں مبتلا ہو جائے گی تو میں یہ فرض قرار دیتا کہ تمام مسلمان عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھا کریں" اب تاخیر کی حد کیا ہے؟

اس بارے میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ تہائی یا آدمی رات تک عشاء کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ دوسری بات آپ ﷺ مسواک کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ اگر اس معاملہ میں بھی تنگی و مشکلات کا خوف نہ ہوتا تو اس بات کا اعلان کر دیتا کہ ہر نماز کے وقت یعنی ہر نماز کے وضو کے وقت مسواک کرنا فرض ہے۔

لیکن آپ ﷺ چونکہ امت کے حق میں سراپا رحمت و شفقت ہیں اس لئے آپ نے ان چیزوں کو فرض کا درجہ نہیں دیا کہ فرض ہونے کی شکل میں مسلمان تنگی اور تساہلی کی بناء پر ان فرائض پر عمل نہیں کر سکیں گے نتیجے کے طور پر گناہ گار ہوں گے، لہذا ان کو صرف مستحب ہی قرار دیا کہ اگر کوئی آدمی ان پر عمل نہ کرے اس سے کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور کوئی اللہ کا بندہ اس پر عمل حیرا ہو جائے تو پیاس کے حق میں سراسر سعادت و نیک بختی کی بات ہوگی۔

مسواک کو ہر وقت ساتھ رکھنے کا بیان

47- حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ ابْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَوْلَا أَنِ أَشُقُّ عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: فَرَأَيْتُ زَيْدًا يَجْلِسُ فِي الْمَسْجِدِ، وَإِنَّ السِّوَاكَ مِنْ أُونِ مَوْضِعِ الْقَلَمِ مِنْ أُونِ الْكَاتِبِ، فَكُلَّمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ اسْتَاكَ

﴿﴾ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت کا شکار کر دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔"

ابو سلمہ کہتے ہیں: میں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ان کی مسواک ان کے کان میں اس جگہ رکھی ہوتی تھی جہاں کاتب کان پر قلم رکھتے ہیں وہ جب بھی نماز کے لئے اٹھتے تھے تو مسواک کر لیتے تھے۔

مسواک بستر وغیرہ پر رکھنے کا بیان

حضرت حمید بن عبد الرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ سرور کونین ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) جب کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا تو (اپنے دل میں یا اپنے بعض احباب سے کہا) کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ (جب تہجد کے لئے اٹھیں گے تو آپ ﷺ کو میں نماز کے وقت دیکھتا رہوں گا تا کہ میں آپ ﷺ کے افعال دیکھوں) (اور پھر اسی

کے مطابق عمل کروں) چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کہ جسے عمرہ فرماتے ہیں پڑھ لی تو لیٹ گئے (اور کچھ دیر آرام کیا، پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کہ یہ آیت (رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ خَلْقًا مِّثْلَنَا بِأَبْطَلًا) 3۔ آل عمران: 191) پڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس آیت تک پہنچے (إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ) 3۔ آل عمران: 194) بے شک تو وعدے سے پھرا نہیں کرتا۔ پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں سے مسواک نکالی، اس کے بعد ایک چھاگل میں سے جو آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھی (وضو کرنے یا مسواک تر کرنے کے لئے) پیالہ میں پانی نکالا پھر مسواک کرنے کے بعد (وضو کرنے یا پہلے کے وضو کے ساتھ نماز پڑھنے) کھڑے ہوئے اور (جب) آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی، میں نے (دل میں) کہا کہ جتنی دیر آپ سوئے تھے اتنی ہی دیر اب آپ ﷺ نے نماز پڑھی پھر آپ ﷺ لیٹ گئے اور میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ جتنی دیر آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی اتنی ہی دیر سوئے، پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے اور جو کچھ پہلے کیا تھا وہی اب کیا یعنی مسواک وغیرہ کی اور جو کچھ (یعنی آیت مذکورہ) پہلے پڑھا تھا وہی اب پڑھا، رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر سے پہلے اسی طرح تین مرتبہ کیا۔"

(سنن نسائی، مشکوٰۃ شریف، جلد اول: حدیث نمبر 1183)

آیت پڑھنے کے سلسلے میں دو احتمال ہیں، ایک تو یہ کہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس رات کو مذکورہ آیت (إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ) 3۔ آل عمران: 194) تک ہی پڑھی۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ نے یہ آیتیں آخر سورت تک پڑھی ہوں گی مگر سننے والے نے آیت (إِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيعَادَ) 3۔ آل عمران: 194) کے بعد کی آیتیں نہیں سنی ہوں گی۔ اسی طرح اس حدیث میں اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تطبیق بھی پیدا ہو جائے گی جس سے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آخر سورت تک تلاوت کی تھی۔

ہر نماز کے لئے نیا وضو کرنے کا بیان

48 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْدٍ الطَّائِيُّ. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. قَالَ: قُلْتُ: أَرَأَيْتَ تَوَضُّؤَ ابْنِ عُمَرَ لِكُلِّ صَلَاةٍ طَاهِرًا، وَغَيْرِ طَاهِرٍ، عَمَّ ذَاكَ؟ فَقَالَ: حَدَّثَنِيهِ أَسْمَاءُ بِنْتُ زَيْدٍ ابْنِ الْخَطَّابِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنَ أَبِي عَامِرٍ، حَدَّثَهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِالْوُضُوءِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، طَاهِرًا وَغَيْرِ طَاهِرٍ، فَلَمَّا شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ، أَمَرَ بِالسَّوَاكِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَى أَنَّ بِهِ قُوَّةً، فَكَانَ لَا يَدْعُ الْوُضُوءَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ رَوَاهُ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

محمد بن یحییٰ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے عبداللہ سے دریافت کیا۔ کیا آپ نے بات دیکھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے تھے خواہ وہ پہلے سے با وضو ہوں یا نہ ہوں۔ اس کی وجہ کیا تھی تو انہوں نے بتایا: سیدہ اسماء بنت زید نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کو یہ بات بتائی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کو ہر نماز کے لئے وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا خواہ آپ ﷺ با وضو ہوں یا بے وضو ہوں جب یہ بات

آپ ﷺ کے لئے دشواری کا باعث بنی تو آپ ﷺ کو ہر نماز کے لئے مسواک کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ سمجھتے تھے کہ ان میں یہ قوت ہے تو وہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا نہیں چھوڑتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابراہیم بن سعد نے یہ روایت محمد بن اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس میں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحب زادے کا نام) عبید اللہ ذکر کیا ہے۔

حالت وصال اور مسواک کرنے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جن انعامات سے مجھے خصوصی طور پر نوازا ان میں سے یہ بھی

کہ رسول کریم ﷺ نے میرے گھر میں اور میری باری کے دن وفات پائی، آپ ﷺ نے میرے سینہ اور منہ کی درمیان

اپنی جان جاں آفرین کے سپرد کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی وفات کے وقت میرے اور آپ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا

(جس کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کے ان آخری لمحات میں میرے عزیز بھائی عبدالرحمن ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ جب

میرے پاس آئے تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور رسول کریم ﷺ میرے سینہ سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ

آپ ﷺ کی نظر (بار بار) ان کی طرف (یعنی عبدالرحمن کی طرف یا یہ کہ ان کی مسواک کی طرف) اٹھ رہی ہے۔ میں یہ بات

چونکہ جانتی تھی کہ آپ ﷺ (عام طور یا تہدیلی ذائقہ کے وقت خاص طور پر) مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اس لئے میں نے

پوچھا کہ کیا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ یہ مسواک آپ ﷺ کے لئے لے لوں؟ آپ ﷺ نے سر کے اشارہ سے بتایا کہ ہاں لے

لو۔ میں نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ مسواک لے کر آپ ﷺ کو دیدی۔ آپ ﷺ نے (مسواک کرنی چاہی تو اس کے سخت

ہونے کی وجہ سے) دشواری محسوس کی، اب میں نے عرض کیا کہ میں آپ کی آسانی کے لئے اس مسواک کو (اپنے دانتوں سے) نرم

کروں؟ آپ ﷺ نے پھر سر کے اشارہ سے اجازت دی تو میں نے مسواک کو نرم کر دیا اور آپ ﷺ نے وہ مسواک اپنے

دانتوں پر پھیری (بالکل آخری لمحات اس طرح گزرے کہ اس وقت) آپ ﷺ کے سامنے پانی کا ایک برتن رکھا ہوا تھا اس پانی

میں آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ ڈالتے اور (بھگو کر) اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے اور فرماتے: لا الہ الا اللہ، موت کے وقت

تئیں ہیں پھر آپ ﷺ نے (دعا کے لئے یا آسمان کی طرف اشارہ کرنے کے لئے) ہاتھ اٹھا کر یہ کہنا شروع کیا: (اے اللہ مجھ

کو رفتی اعلیٰ میں شامل فرما! یہاں تک کہ روح پرداز کرگئی اور آپ ﷺ کے دست مبارک نیچے گر پڑے۔"

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد ۱۴، حدیث نمبر 558)

اور میری باری کے دن وفات پائی" کے ذریعہ حضرت عائشہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ وفات کے

دن تک مرض الموت کی پوری مدت میں میرے ہی گھر میں رہے لیکن میری مزید خوش بختی یہ رہی کہ جس دن آپ ﷺ کی وفات

ہوئی وہ حساب کے اعتبار سے وہی دن تھا جس میں میرے ہاں قیام کی باری آتی جامع الاصول میں لکھا ہے کہ جس دن آنحضرت

ﷺ کے مرض الموت کی ابتداء ہوئی اس دن بھی آپ ﷺ حضرت عائشہ ہی کے ہاں تھے اور اس کے بعد جس دن درد سراور

نباری میں شدت پیدا ہوئی تو آپ ﷺ حضرت میمونہ کے ہاں تھے۔

میرے سینہ اور منہ کی درمیان" کا مطلب یہ ہے کہ پاک روح نے جس وقت جسد اطہر سے پرواز کی تو آپ ﷺ حضرت عائشہ کے سینہ اور گردن سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ یہ بات حضرت عائشہ کے مقام محبوبیت اور کمال قرب و تعلق پر دلالت کرتی ہے حضرت عائشہ کا ارشاد طرق کثیرہ سے نقل کی گئی جاکم اور ابن سعد کی اس روایت: اس وقت آنحضرت ﷺ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا" کے معارض نہیں ہے کیونکہ اول تو ان دونوں نے جن طرق کثیرہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے ان میں سے کوئی بھی طریق سند ایسا نہیں ہے جو کسی بھی طرح کی ایک خرابی سے خالی نہ ہو دوسرے یہ کہ اگر ان طرق کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اس روایت کی تاویل یہ کی جائے کہ آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں وفات سے پہلے تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے لعاب دہن کو جمع کر دیا تھا" یعنی جب آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمن کی مسواک اپنے منہ میں لے کر کرنی چاہی اور اس کے سخت ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو دشواری ہوئی تو پھر حضرت عائشہ نے اس مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کیا اور آپ ﷺ نے وہ نرم کی ہوئی مسواک اپنے دانتوں پر پھیری اس طرح دونوں کے لعاب دہن حضرت عائشہ کے منہ میں بھی جمع ہوئے اور آنحضرت ﷺ کے منہ میں بھی پس حضرت عائشہ نے گویا یہ واضح کیا کہ آنحضرت ﷺ کے مقدس لعاب دہن کی برکت حاصل ہونا یوں تو ہمیشہ میرے لئے بڑی نعمت رہا لیکن عین وفات کے وقت اس لعاب دہن کی برکت کا حصول تو میرے لئے بہت بڑی نعمت تھی کیونکہ وہ وقت تمام برکتوں اور سعادتوں کا انتہائے آخر تھا یا اس جملہ کے ذریعہ حضرت عائشہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کے لعاب دہن کی برکت مجھے اسی وقت حاصل ہوئی اس سے قبل اور کبھی یہ نعمت مجھے حاصل نہیں ہوئی تھی۔

اور بھگو کر اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے" اس سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اس وقت آپ ﷺ کے مزاج مبارک پر حرارت کا بہت غلبہ تھا اور بھیگا ہوا ہاتھ چہرہ پر پھیر لینے سے ایک گونہ تسکین مل جاتی تھی لیکن اس میں آنحضرت ﷺ کی طرف سے اپنے عجز اور عبودیت کا اظہار کا اشارہ بھی تھا اور اس سے یہ بات بھی نکلی کہ سکرات الموت کے وقت یہ عمل ہر مریض کو اختیار کرنا چاہیے اور اگر خود مریض اس پر قادر نہ ہو تو تیمارداروں کو چاہئے کہ وہ اس سنت پر عمل کرتے ہوئے پانی میں ہاتھ تر کر کے مریض کے چہرے پر پھیریں یا اس کے حلق میں پانی نکالیں کیونکہ اس سے کرب میں تخفیف ہوئی ہے بلکہ اگر حاجت شدید ہو تو پھر پانی نکالنا واجب ہوتا ہے۔

سکرات الموت سے پناہ مانگنا اور جان بہ لب مریض کے لئے ان سختیوں میں آسانی کی دعا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ سے یہ الفاظ منقول ہیں کہ: میں نے آنحضرت ﷺ کو نزع کے وقت دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے پاس رکھے ہوئے پانی کے پیالہ میں اپنا ہاتھ تر کر کے چہرہ مبارک پر پھیرتے جاتے تھے اور زبان مبارک پر یہ دعا جاری تھی، لا الہ الا اللہ ان لموت سکرات۔ ایک روایت میں سکرات الموت کے بجائے سکرات الموت کے الفاظ ہیں، مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے کہ: الہی موت کی ان سختیوں کے وقت میری مدد فرما! مجھ کو رفیق علی میں شامل فرما "رفیق" اسم جنس ہے کہ اس کا طلاق فرد واحد پر بھی ہوتا ہم اور بہت سوں پر بھی پس رفیق علی" سے مراد انبیاء کرام ہیں جو اعلیٰ علیین میں پہنچ چکے ہیں، اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں اس دعا کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ (یعنی انبیاء کے ساتھ) محمد یقین کے ساتھ شہداء کے ساتھ اور صاحبین کے ساتھ کہ دی لوگ) اچھے رفیق ہیں) یا یہ کہ "رفیق علی" سے مراد علماء اعلیٰ اور عالم ملکوت یعنی آسمانوں میں رہنے والے

رشتے وغیرہ ہیں۔

اور بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ "رفیق اعلیٰ" سے مراد اللہ رب العزت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر بھی "رفیق" کا اطلاق منقول ہے جیسے ایک روایت میں آیا ہے کہ: اس کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ چاہے آپ ﷺ (ابھی دن اور دنیا میں رہنا پسند کر لیں چاہے اس کے پاس (بارگاہ حق میں) پہنچ جائیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اخترت الرفیق الاعلیٰ (میں نے رفیق اعلیٰ کو اختیار کیا)

بَابُ كَيْفَ يَسْتَاكُ

باب: مسواک کیسے کی جائے گی

49 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَسَلِيمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ غِيلَانَ بْنِ جَرِيرٍ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مُسَدَّدٌ قَالَ: أَتَيْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسْتَحِيلُهُ فَرَأَيْنَاهُ يَسْتَاكُ عَلَى لِسَانِهِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ سُلَيْمَانُ: قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَاكُ، وَقَدْ وَضَعَ السِّوَاكَ عَلَى طَرَفِ لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُولُ: اِهْ اِهْ يَغْنِي يَتَهَنَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: فَكَانَ حَدِيثًا طَوِيلًا وَلَكِنِّي اخْتَصَرْتُهُ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ آپ ﷺ سے سواری کے لئے جانور مانگیں تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی زبان پر مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔

سلیمان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے یہ بات بیان کی ہے۔ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ مسواک کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے مسواک اپنی زبان کے ایک طرف رکھی ہوئی تھی اور آپ اُہ اُہ کی آواز نکال رہے تھے یعنی یوں جیسے آپ کو تے آرہی ہو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسدود بیان کرتے ہیں: یہ حدیث طویل ہے جسے انہوں نے مختصر طور پر نقل کیا ہے۔)

مسواک کے استعمال کے محل کا بیان

علامہ شیخ ابن امیر الحاج متوفی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں۔

مسواک کے استعمال کا وقت قبل وضو ہے۔ ایسا ہی روضۃ الناطلی اور بدائع میں ہے اور زاہدی نے اسے کفایۃ العیبتی، وسیلہ اور شفا سے نقل کیا ہے۔ اور اس پر کچھ شہادت صحیح مسلم کی اس حدیث سے ملتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے روایت فرمائی کہ سرکار نے مسواک کی اور وضو کیا پھر اٹھ کر نماز ادا کی۔ اور سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دن یا رات میں جب بھی سوکر بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے۔ اور محیط، تحفۃ الفقہاء، زاد الفقہاء اور مبسوط شیخ الاسلام میں ہے کہ مسواک کا وقت کُلّی کرنے کی حالت میں ہے تاکہ صفائی مکمل

ہو جائے۔ اور طہرائی نے حضرت ایوب سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب وضو فرماتے تو تین بار ناک میں پانی لے جاتے اور نکلی کرتے اور انگلی منہ میں داخل کرتے۔ اس حدیث سے کچھ دلالت ہوتی ہے کہ مسواک کا وقت نکلی کرنے کی حالت میں ہے اس لئے کہ انگلی استعمال کرنا مسواک استعمال کرنے کا بدل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ بدل میں مشغولی اسی وقت ہو جس وقت اصل میں مشغولیت ہوتی۔ (حلیۃ النہی شرح منیۃ المصلی، کتاب طہارت، بیروت)

بَابُ فِي الرَّجُلِ يَسْتَاكُ بِسِوَاكَ غَيْرِهِ

باب: آدمی کا کسی دوسرے کی مسواک کے ذریعے مسواک کرنا

50 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى. حَدَّثَنَا عَنَبَسَةُ بْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَنْ وَعِنْدَهُ رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا أَكْبَرُ مِنَ الْآخَرِ، فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ فِي فَضْلِ السِّوَاكِ، أَنْ كَبِّرَ أَكْبَرُ السِّوَاكِ أَكْبَرَهُمَا، قَالَ أَحَدُهُمَا هُوَ ابْنُ حَزْمٍ: قَالَ لَنَا أَبُو سَعِيدٍ هُوَ ابْنُ الْأَعْرَابِيِّ: هَذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ مسواک کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے پاس دو آدمی موجود تھے جن میں سے ایک دوسرے سے عمر میں بڑا تھا۔ تو نبی اکرم ﷺ کی طرف یہ بات وحی کی گئی کہ بزرگ جانے والی مسواک بڑی عمر کے شخص کو دیں تو نبی اکرم ﷺ نے وہ مسواک ان میں سے اس شخص کو دی جو بڑی عمر کا تھا۔

بڑی عمر کے شخص کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کون سا آدمی بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر اس شخص نے پوچھا اور کون سا آدمی برا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور برے عمل ہوں۔ (احمد، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1211)

حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ حکم اغلب کے اعتبار سے ہے یعنی اچھے یا برے عمل زیادہ ہوں گے تو وہ شخص یا برا قرار پائے گا اور اگر اچھے اور برے عمل دونوں برابر ہوں گے تو پھر وہ ایک وجہ سے تو اچھا کہلائے گا اور ایک وجہ سے برا، اگرچہ اس بات کا ثابت ہونا ناادر ہے۔

حضرت عبید بن ابی خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو شخصوں کے درمیان بھائی چارہ کر دیا تھا (یعنی ان دونوں کو جو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے، بھائی بھائی بنا دیا تھا) ان میں سے ایک شخص اللہ کی راہ میں مارا گیا (یعنی جہاد میں شہید ہو گیا) اور اس کی شہادت کے ایک ہفتہ یا قریب ایک ہفتہ کے بعد دوسرا شخص بھی صاحب فراش ہو کر فوت ہو گیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھی اور جب وہ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے مرحوم کی جو نماز جنازہ پڑھی ہے اس میں تم نے کیا پڑھا ہے اور کیا کہا ہے (یعنی تم نے نماز جنازہ میں مرحوم کے لئے کیا دعا کی ہے؟) صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ اس کے گناہ بخش دے، اس پر رحمت نازل

برے اور اس کو اس کے (شہید ہو جانے والے) ساتھی کے پاس جنت کے اعلیٰ درجہ میں پہنچا دے جیسا کہ وہ دونوں اس دنیا میں اتفاق و اتحاد کے ساتھ اور یکجا رہتے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ تو پھر اس کی وہ نماز کہاں گئی جو اس نے اپنے ساتھی کی نماز کے بعد کے دنوں میں پڑھی تھی اور اس کے ان اعمال کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے ساتھی کے اعمال کے بعد (کے دنوں میں) کئے تھے۔ یا یہ فرمایا کہ اس کے ان روزوں کا ثواب کہاں گیا جو اس نے اپنے اس ساتھی کے روزوں کے بعد کے دنوں میں رکھے تھے؟ (یعنی تم نے مرحوم کے حق میں جو یہ دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اس بھائی و ساتھی کے پاس جنت میں پہنچائے جو شہید ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے گمان میں اس شخص کا درجہ و مرتبہ اپنے اس شہید بھائی کے درجہ و مرتبہ سے کم ہے۔ اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو پھر بتاؤ کہ اس مرحوم کی وہ نمازیں و روزے اور وہ دوسرے اچھے اعمال اور ان کا اجر و ثواب کہاں جائے گا جو اس نے اپنے بھائی کے انتقال کے بعد کے دنوں میں کئے ہیں، بلاشبہ جنت کے اندر اور قرب الہی میں دو شخصوں کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ اس فاصلہ سے بھی زیادہ ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ (ابوداؤد سنائی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1212)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص اپنے ساتھی کی شہادت کے بعد جتنے زائد دنوں تک زندہ رہا اور ان دنوں میں اس نے جو عبادات و اعمال صالحہ کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اپنے شہید بھائی و ساتھی کے مرتبہ سے بھی بلند ہو گیا ہے۔ اس موقع پر بجا طور پر یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ بعد میں وفات پانے والا مذکورہ شخص محض ان عبادات و اعمال کی وجہ سے کہ جو اس نے ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے، اس شخص پر فضیلت کیسے پاسکتا ہے جو اس سے پہلے میدان جنگ میں شہید ہو گیا تھا اور جب کہ اس نے اللہ کی راہ میں اور دین حق کی سربلندی کی خاطر شہادت کا درجہ پایا اور جام شہادت بھی اس نے اس زمانہ میں نوش کیا جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف فرما تھے، اسلام اپنے ابتدائی زمانہ کے نہایت پر آشوب حالات سے گزر رہا تھا اور دین کے مددگاروں کی کمی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دوسرے شخص کو پہلے شخص (شہید) کے مقابلہ زیادہ افضل قرار دینا محض اس کے ان اعمال کی وجہ سے نہیں ہے جو اس نے اس ایک ہفتہ کے دوران کئے تھے بلکہ اصل بات یہ تھی کہ وہ شخص بھی اسلامی لشکر ہی کا ایک فرد تھا اور اللہ کی راہ میں مرابط کے فرائض انجام دیا کرتا تھا نیز میدان جنگ میں شہید ہونے کی صادق نیت رکھتا تھا، لہذا اس نیت کا یہ پھل اس کو ملا کہ اس کو گویا شہادت کا درجہ دیا گیا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کا ہم مرتبہ ہو گیا اور پھر اس نے اس ساتھی کی شہادت کے بعد کے دنوں میں جو نیک اعمال کئے ان کی وجہ سے اس کا مرتبہ اور زیادہ بڑھ گیا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے مسواک کرنے کا بیان

51- حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ سُرَيْجٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ: لِعَائِشَةَ بِأَيِّ شَيْءٍ كَانَ يَبْدَأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ؟ قَالَتْ: بِالسَّوَاكِ

مقدم بن شریح اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: مسواک۔

بَابُ غَسْلِ السِّوَاكِ

باب: مسواک کو دھولینا

52- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَشَّارٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ. حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ بْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ الْحَاسِبُ. حَدَّثَنِي كَثِيرٌ. عَنْ عَائِشَةَ. أَنَّهَا قَالَتْ: كَانَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ. فَيُعْطِينِي السِّوَاكَ لَا غَسِلَهُ. فَأَبْدَأُ بِهِ فَأَسْتَاكُ. ثُمَّ أَغْسِلُهُ وَأَذْفَعُهُ إِلَيْهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ مسواک کر کے وہ مسواک مجھے دے دیتے تھے تاکہ میں اسے دھو دوں لیکن میں پہلے وہ مسواک خود کرتی تھی پھر اسے دھو کر نبی اکرم ﷺ کو دیتی تھی۔

مسواک کے آداب کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کم سے کم تین تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک کرے اور ہر مرتبہ مسواک کو دھولے اور مسواک نہ بہت نرم ہونہ سخت اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو میوے یا خوشبودار پھول کے درخت کی نہ ہو چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی اور اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ مسواک کرنا دشوار ہو جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔ مسواک جب قابل استعمال نہ رہے تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے کہ ایک تو وہ آلہ ادائے سنت ہے اس کی تعظیم چاہئے دوسرے آب دہن مسلم ناپاک جگہ ڈالنے سے خود محفوظ رکھنا چاہئے اسی لئے پاخانہ میں تھوکنے کو علما نے نامناسب لکھا ہے۔ (در مختار و شامی، کتاب طہارت، بیروت)

دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑنا مستحب ہے کہ چھنگلیاں نیچے اور انگوٹھا برابر میں اور باقی تین انگلیاں اوپر رہیں۔ منہ باندھ کر نہ پکڑیں تین مرتبہ مسواک کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی لینا چاہئے۔ اول اوپر کے دانتوں پر داہنی طرف سے ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائیں اور پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں میں ملیں۔ اس طرح تین بار کریں اور ہر بار دھولیں۔ زبان اور تالو بھی صاف کریں۔ مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پھر انہیں یعنی منہ کی لمبائی میں پھرائیں۔ دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں کیونکہ اس سے مسوڑھوں کی جڑوں کے چھلنے اور خون نکلنے کا اندیشہ ہے۔ مسواک کو دھو کر شروع کریں اور استعمال کے بعد دھو کر دیوار وغیرہ کے ساتھ اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ کی جانب اوپر ہو۔ یوں ہی لٹا نہ رکھیں۔ مسواک کا وقت وضو سے پہلے یا کھانے کے وقت ہے۔ اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے دانتوں کو ملنا مستحب ہے یا مونے پکڑے سے دانت صاف کر لیں کہ سب میل کچیل جاتا رہے۔

بَابُ السِّوَاكِ مِنَ الْفِطْرَةِ

باب: مسواک کرنا فطرت میں سے ہے

دس چیزوں کا فطرت سے ہونے کا بیان

53- حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ. حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ. عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ. عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ

عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ، عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَاعْقَاءُ الدَّخِيَةِ، وَالسِّوَاكِ، وَالِاسْتِنْشَاقُ بِالنَّاءِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَتَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ - يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ بِالنَّاءِ -، قَالَ زَكْرِيَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِيتُ الْعَاشِرَةَ إِلَّا أَنْ تَكُونَ الْمَضْمَضَةُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”دس چیزیں فطرت کا حصہ ہیں۔ مونچھیں چھوٹی کرنا، داڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، ناخن تراشنا، جوڑوں کو دھونا، بگلوں کے بال اکھیرنا، زیر ناف بال مونڈھنا اور پانی استعمال کرنا یعنی پانی کے ذریعے استنجاء کرنا۔“

زکریا بیان کرتے ہیں: مصعب نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے: دسویں بات میں بھول گیا ہوں لیکن وہ کلی کرنا ہوگی۔

شرح

اس حدیث میں جن دس چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ تمام چیزیں پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں سنت تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت یعنی دین اسلام میں بھی سنت ہیں چنانچہ اکثر علماء کرام کے نزدیک فطرت کے یہی معنی ہیں، دوسری شروحات میں اس کے علاوہ علماء کے دوسرے اقوال بھی منقول ہیں لیکن طوالت کی بناء پر یہاں سب کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ پہلی چیز لبوں کے بال یعنی مونچھوں کا کٹوانا ہے، اس سلسلہ میں مختار مسلک ”یہی ہے مونچھیں کتروائی جائیں اور اس طرح کتروائی جائیں کہ اوپر کے ہونٹ کا کنارہ معلوم ہونے لگے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت یہ ہے کہ مونچھیں بھوؤں کی برابر رکھنی چاہئیں۔ البتہ غازیوں اور مجاہدوں کو زیادہ مونچھیں بھی رکھنی جائز ہے کیوں کہ زیادہ مونچھیں دشمن کی نظر میں دہشت کا باعث ہوتی ہیں اور اس سے ان پر رعب چھا جاتا ہے، مونچھوں کا زیادہ کٹوانا کہ ان کا نشان بھی باقی نہ رہے یا بالکل منڈوانا مکروہ ہے بلکہ بعض علماء کے نزدیک حرام ہے مگر بعض علماء نے اسے سنت بھی کہا ہے۔

دوسری چیز داڑھی کا بڑھانا ہے، اس کے بارے میں علماء کا فیصلہ ہے کہ داڑھی کی لمبائی ایک مٹھی کے برابر ہونا ضروری ہے اس سے کم نہ ہونا چاہئے اگر مٹھی سے زیادہ بھی ہو جائز ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے نہ بڑھ جائے۔

داڑھی کو منڈوانا یا پست کرنا حرام ہے کیونکہ یہ اکثر مشرکین مثلاً انگریز و ہندو کی وضع ہے، اسی طرح منڈی ہوئی یا پست داڑھی ان لوگوں کی وضع ہے جنہیں دین سے کوئی حصہ نصیب نہیں ہے کہ جن کا شمار ”گروہ قلندری و مدشریب“ میں ہوتا ہے۔ داڑھی کے بال ایک مٹھی کے برابر چھوڑنا واجب ہے اسے سنت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے جیسے نماز عید کو سنت فرماتے ہیں حالانکہ عید واجب ہے۔ اگر لمبائی یا چوڑائی میں کچھ بال آگے بڑھ کر بے ترتیب ہو جائیں تو ان کو کترا کر برابر کرنا جائز ہے،

53- الصحيح و قفہ و هذا اسناد ضعيف لضعف مصعب بن شيبة، وقد انفرد برفعه، وباقي رجاله ثقات. واحرجه مسلم (261) في الشواهد، والترمذي (2961)، والسناني في ”الكبرى“ (9241)، وابن ماجه (293) من طريقين عن زكريا بن ابي زائدة، بهذا الاسناد. وهو في ”مسند احمد“ (25060). واحرجه السناني في ”المجتبى“ (5041) من طريق سليمان التيمي، و (5042) من طريق جعفر بن اياس ابى بشر، كلاهما عن طريق بن حبيب قوله. وقال السناني: حديث سليمان التيمي و جعفر بن اياس اشبه بالصواب من حديث مصعب بن شيبة، ومصعب منكر الحديث. وقال الدارقطني في ”العلل“ 5/ الورقة 24: وهما ثبت من مصعب بن شيبة و اصح حديثاً. وقال ابن حجر في ”التحليص“ 1/ 77: وهو معلول.

لیکن بہتر یہ ہے کہ انہیں بھی نہ کتر وایا جائے، اگر کسی عورت کی وازمی نکل آئے تو اسے صاف کر ڈالنا مستحب ہے۔
تیسری چیز مسواک کرنا ہے، اس کے متعلق پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ مسواک کرنا بالاتفاق علماء کرام کے نزدیک سنت ہے، بلکہ امام ابو داؤد اور حماد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اسے واجب کہا ہے۔ حضرت شاہ اسماعیل نے اس سے بھی بڑھ کر یہ بات لکھی ہے کہ اگر کوئی آدمی مسواک کو قصداً چھوڑ دے تو اس کی نماز باطل ہوگی۔

چوتھی چیز ناک میں پانی دینا ہے، اس کا مسئلہ یہ ہے کہ وضو کے لئے ناک میں پانی دینا مستحب ہے اور غسل کے لئے ناک میں پانی دینا فرض ہے یہی حکم کلی کا بھی ہے کہ وضو میں کلی کرنا سنت ہے اور غسل میں فرض ہے۔

پانچویں چیز ناخن کا کٹنا ہے، ناخن کسی طرح بھی کٹوائے جائیں اصل سنت اور اہو جائے گی لیکن اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ ناخن کٹوانے کے وقت یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کے ناخن کٹوائے جائیں اس کے بعد بیچ کی انگلی کے اس کے بعد اس کے پاس کی انگلی کے پھر چھٹیا کے پھر بعد میں انگوٹھے کے ناخن کٹوائے جائیں، اس کے بعد بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے ناخن اس طرح کٹوائے جائیں کہ سب سے پہلے چھٹیا کے اس کے بعد اس کے پاس کی انگلی اس کے بعد بیچ کی انگلی اس کے بعد شہادت کی انگلی اور پھر بعد میں انگوٹھے کے ناخن کٹوائے جائیں۔

بعض علماء کرام نے یہ طریقہ بھی لکھا ہے کہ سب سے پہلے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ناخن کٹوانا شروع کرے اور چھٹیا پر پہنچ کر روک دے پھر بائیں ہاتھ کی چھٹیا سے شروع کرے اور اس کے انگوٹھے تک پہنچ کر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم کر دے۔ اسی طرح پھر کے ناخن اس طرح کٹوانا چاہئے کہ پہلے دائیں پیر کی چھٹیا سے کٹوانا شروع کرے اور آخر میں بائیں پیر کی چھٹیا پر لے جا کر ختم کرے بعض علماء کرام نے لکھا ہے کہ جمعہ کے روز ناخن کتر دانا مستحب ہے، کچھ حضرات نے ناخن کٹوا کر ان کو زمین میں دفن کر دینے کو بھی مستحب لکھا ہے، اگر ناخن پھینک دیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن ان کو پاخانہ میں یا غسل کی جگہ میں پھینکنا مکروہ ہے۔

چھٹی چیز براجم یعنی جوڑوں کی جگہ کو دھونا ہے، براجم فرماتے ہیں انگلیوں کی گانٹھوں (جوڑوں) کو اور اس کی اوپر کی کھال کو جو جنت دار ہوتی ہے اس میں اکثر میل جمع ہوتا ہے۔

خصوصاً جو لوگ ہاتھ سے کام کاغذ زیادہ کرتے ہیں ان کی انگلیاں سخت ہو جاتی ہیں اور ان میں میل جم جاتا ہے، لہذا ان کو دھونے کی تاکید فرمائی جارہی ہے، اسی طرح بدن کے وہ اعضاء جن میں میل جم جانے کا گمان ہو جیسے کان، بغل، ناف ان کو بھی دھونے کا یہی حکم ہے۔

ساتویں چیز بغل کے بالوں کو صاف کرنا ہے، اس مسئلہ میں مختلف استعمال فرمایا گیا ہے، بعض بال اکھاڑنے کو فرماتے ہیں، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ بغل کے بالوں کو منڈانا سنت نہیں ہے بلکہ ان کو ہاتھ سے اکھاڑنا سنت ہے مگر بعض علماء نے کہا ہے کہ بغل کے بالوں کو ہاتھ سے اکھاڑنا اس آدمی کے لئے افضل ہے جو اس کی تکلیف کو برداشت کر سکتا ہو، ویسے بغل کے بالوں کا منڈانا یا نور سے صاف کرنا بھی جائز ہے۔

آخر میں چیز زیر ناف بائیں و منڈنا ہے، یہ بھی سنت ہے، منڈنا بال، اگر منڈانے کی بجائے اکھاڑے جائیں، یا نور سے

صاف کئے جائیں تو بھی ان کے حکم میں شامل ہوں گے مگر قیچی سے کاٹنے میں سنت ادا نہیں ہوتی۔ مقعد (پاخانہ کے مقام) کے گرد جو بال ہوتے ہیں ان کو بھی صاف کرنا مستحب ہوتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیر ناف بالوں (نورے) (نورہ ایک خاص مرکب چیز کو فرماتے ہیں جو ہڑتال اور چونے سے ملا کر بتائی جاتی تھی جس سے بال اڑ جاتے ہیں)۔ سے صاف کیا کرتے تھے واللہ اعلم۔

عورتوں کو زیر ناف بال اکھاڑنا اولیٰ ہے کیونکہ اس سے خاوند کو رغبت زیادہ ہوتی ہے، نیز عورت کے اندر چونکہ خواہشات نفسانی اور شہوت تنانوے حصہ ہوتی ہے اور مرد میں صرف ایک حصہ ہوتی ہے اور یہ طے ہے کہ زیر ناف بال اکھاڑنے سے شہوت کم ہوتی ہے اور موٹے سے قوی ہوتی ہے، لہذا عورت کے مناسب حال یہی ہے کہ وہ بال اکھاڑے اور مرد کے مناسب حال یہ ہے کہ وہ موٹے۔ زیر ناف بال موٹے، بغل کے بال اکھاڑنے، مونچھیں کتروانے اور ناخن کٹوانے کی مدت زیادہ، سے زیادہ چالیس دن ہونی چاہئے، چالیس دن کے اندر اندر ان کو صاف کر لینا چاہئے اس سے زیادہ مدت تک انہیں چھوڑے رکھنا مکروہ ہے۔ نویں چیز پانی کا کم کرنا یعنی پاکی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔ انتقاص الماء کے دو مطلب ہیں ایک تو یہی جو راوی نے بیان کئے ہیں یعنی پانی کے ساتھ استنجاء کرنا چونکہ استنجاء کرنے میں پانی خرچ ہوتا ہے اور کم ہو جاتا ہے اس لئے اس انتقاص الماء (پانی کا کم کرنا) سے تعبیر کیا گیا ہے، دوسرے معنی یہ کہ پانی کے استعمال یعنی استنجاء کرنے کی بناء پر پیشاب کو کم کرنا، مطلب یہ ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے کی وجہ سے پیشاب کے قطرے رک جاتے ہیں اس طرح پیشاب میں کمی ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری روایت میں انتقاص کی جگہ لفظ انتقاض آیا ہے اس کے معنی ہیں ستر کے اوپر پانی چھڑکنا جیسا کہ پہلی حدیثوں میں گزر چکا ہے، بہر حال یہ دونوں چیزیں بھی سنت ہیں۔ ختنہ چونکہ شعائر اسلام میں سے ہے اس لئے اگر کسی شہر کے تمام لوگ ختنہ ترک کر دیں تو امام وقت کو ان کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے تا آنکہ وہ لوگ اس اسلامی شعائر کو اختیار کر لیں جیسے آذان کے بارے میں حکم ہے۔ ختنہ کرنے کی عمر اور وقت کے تعین میں علماء کے میناں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک پیدائش کے ساتویں دن ختنہ کر دینا چاہئے جیسے عقیقہ ساتویں دن ہوتا ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک ایک سال اور بعض کے نزدیک نو سال کی مدت ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی قید نہیں ہے، جب چاہے ختنہ کر دیا جائے، گویا بالغ ہونے سے پہلے پہلے جب بھی وقت اور موقع ہو ختنہ کرایا جاسکتا ہے، امام اعظم کے نزدیک اس صورت میں بلوغ سے پہلے کی شرط بطور خاص ہے کیونکہ ختنہ کرنا سنت ہے اور بالغ ہونے کے بعد ستر چھپانا واجب ہے اس لئے اگر کوئی آدمی بالغ ہونے کے بعد ختنہ کرائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے ایک سنت کو ادا کرنے کے لئے واجب کو ترک کر دیا حالانکہ سنت کی ادائیگی کے لئے واجب کو ترک کر دینا جائز نہیں۔

فطرت کی بعض اشیاء کا بیان

54- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. وَدَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ. قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ. عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَمَّارٍ بْنِ يَاسِرٍ. قَالَ: مُوسَى. عَنْ أَبِيهِ. وَقَالَ دَاوُدُ: عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ الْمَضْمَضَةِ. وَالِاسْتِنْشَاقِ. فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ

يَذْكُرُ اغْتَاءَ اللَّحْيَةِ وَزَادَ وَالْخِتَانِ. قَالَ: وَالْإِنْتِضَاحَ وَلَمْ يَذْكُرِ انْتِقَاصَ الْمَاءِ - يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى نَحْوُهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ. وَقَالَ: خَمْسٌ كُلُّهَا فِي الرَّأْسِ. وَذَكَرَ فِيهَا الْفَرْقُ

وَلَمْ يَذْكُرْ اغْتَاءَ اللَّحْيَةِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى نَحْوَ حَدِيثِ حَتَّادٍ. عَنْ طَلْحِ بْنِ حَبِيبٍ. وَمُجَابِدٍ. وَعَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

النَّزَنِيِّ قَوْلُهُمْ وَلَمْ يَذْكُرُوا اغْتَاءَ اللَّحْيَةِ
وَفِي حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مَرْزُومٍ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ: وَاغْتَاءَ اللَّحْيَةِ

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّخَلِيفِيِّ. نَحْوُهُ وَذَكَرَ: اغْتَاءَ اللَّحْيَةِ. وَالْخِتَانِ

... حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”بے شک کئی مرتبہ اور تاک میں پانی ڈالنا فطرت کا حصہ ہیں۔“

اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے تاہم انہوں نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا اور یہ الفاظ مزید نقل
کئے ہیں ”قتلہ کرے“ اور انہوں نے قتلہ انتضاح ذکر کیا ہے۔ انہوں نے قتلہ انتقام الماء یعنی استنجاء کرنا نقل نہیں کیا۔

(ابوداؤد و بیہقی فرماتے ہیں:) اس کی مانند روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے جس میں یہ الفاظ

ہیں:

”پانچ چیزیں ہیں وہ تمام ہر مس میں ہیں۔“

اس میں انہوں نے مانگ نکالنے کا ذکر کیا ہے اور داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

(ابوداؤد و بیہقی فرماتے ہیں:) اس کی مانند روایت ایک اور سند کے ساتھ بکر بن عبداللہ مرنی کے حوالے سے ان کے اپنے

قول کے طور پر منقول ہے اور انہوں نے داڑھی بڑھانے کا ذکر نہیں کیا۔

محمد بن عبداللہ نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روایت نقل کی ہے۔

اس میں داڑھی بڑھانے کا ذکر ہے۔

ابراہیم نخعی نے بھی اس کی مانند روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے داڑھی بڑھانے اور ختنہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔

مسواک کر کے پڑھی نماز کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ نماز جس کے لئے مسواک کی گئی (یعنی

وضو کے وقت) اس نماز پر جس کے لئے مسواک نہیں کی گئی ستر درجے کی فضیلت رکھتی ہے۔

(مسند مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 366)

اس حدیث سے بھی مسواک کی فضیلت کا اظہار ہو رہا ہے کہ مسواک کی وجہ سے نماز کے مراتب و درجات کی کمی پیش ہوتی

ہے، چنانچہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کسی آدمی نے ایک نماز تو اس طرح پڑھی کہ اس نے اس نماز کے لئے وضو کے وقت مسواک اور ایک

نماز اس طرح پڑھی کہ اس کے لئے وضو کے وقت مسواک نہیں کی تو پہلے نماز جس کے لئے مسواک کی گئی ہے اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لئے مسواک نہیں کی گئی فضیلت اور ثواب کی زیادتی ستر درجہ زیادہ ہوگی۔ گویا دوسری نماز کے مقابلہ میں پہلی نماز کا ثواب ستر نماز زیادہ ملے گیا۔

بَابُ السَّوَالِ لِمَنْ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ

باب: جو شخص رات کے وقت بیدار ہو اس کا مسواک کرنا

55 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ مَنْصُورٍ. وَحُصَيْنٍ. عَنْ أَبِي وَائِلٍ. عَنْ حَدِيثِهِ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاةً بِالسَّوَالِ ۖ

حضرت حدیثہ مدنیہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب رات کے وقت (نیند سے بیدار ہو کر) اٹھتے تھے تو آپ ﷺ اپنے منہ کو مسواک کے ذریعے صاف کرتے تھے۔

56 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَنَادٌ. أَخْبَرَنَا بَهْزُ بْنُ حَكِيمٍ. عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى. عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ. عَنْ عَائِشَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوَضِّعُ لَهُ وَضُوئَهُ وَيَسْوَاكُهُ. فَإِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ تَخَلَّى ثُمَّ اسْتَاكَ

سیدہ عائشہ صدیقہ مدنیہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے لئے وضو کا پانی اور مسواک رکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپ رات کے وقت اٹھتے تھے تو قضاء حاجت کرتے تھے اور پھر مسواک کرتے تھے۔

57 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ. حَدَّثَنَا هَتَامٌ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ. عَنْ أَمْرِ مُحَدِّدٍ. عَنْ عَائِشَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَزُقُّدُ مِنَ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ. فَيَسْتَنْقِظُ إِلَّا تَسْوِكَ قَبْلَ أَنْ يَتَوَضَّأَ

سیدہ عائشہ صدیقہ مدنیہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات میں یا دن میں جب بھی سو کر اٹھتے تھے تو آپ ﷺ وضو کرنے سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

58 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْنٍ. حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ. أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ. عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ. قَالَ: بَيْتٌ لَيْلَةً عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَنْقِظَ مِنْ مَنَامِهِ. أَتَى طَهُورَهُ فَأَخَذَ سِوَاكَهُ فَاسْتَاكَ. ثُمَّ تَلَا بِرُذْرِهِ

55- اسادہ صحیح. شعبان: هو الثوري، ومنصور: هو ابن المعتمر، وحصين: هو ابن عبد الرحمن السلمي، وأبو وائل: هو شقيق بن سلمة. وأخرجه البخاري (245) و (889) و (1136)، ومسلم (255)، والنسائي في "الكبرى"، وابن ماجة (286) من طرق عن أبي وائل، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (23242)، و "صحيح ابن حبان" (1072).

57- حسن لغیره، وهذا اسناد صحيح لضعف علي بن زيد - وهو ابن خديعان - وجهالة امام محمد - وهي امر اويدس جدعان، يقال: اسمها امية. ويقال: امية، وباقى رجاله ثقات. همام: هو ابن يحيى العوذی. وأخرجه ابن سعد في "الطبقات" 483/1، وابن ابي شيبة 1691، واحمد (24900)، واسحاق بن راهويه (1401)، والطبرانی في "الوسط" (3557)، و (6843)، والبيهقي 391/1 من طريق همام، بهذا الاسناد. ولشاهد من حديث ابن عمر عند احمد (5979) بسند حسن ولغظه كان لا ينام الا والمسواك عنده، فاذا استيقظ بدأ بالسواك.

الآيَاتِ: (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَاختِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ) حَتَّى قَارَبَ أَنْ يَخْتِمَ السُّورَةَ - أَوْ خَتَمَهَا - ثُمَّ تَوَضَّأَ فَأَتَى مُصَلَّاهُ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ مَا شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ، يَسْتَاكُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ أَوْتَرَ رَجَعَ إِلَى فِرَاشِهِ فَنَامَ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ فَفَعَلَ مِثْلَ ذَلِكَ كُلِّ ذَلِكَ، قَالَ: فَتَسَوَّكَ وَتَوَضَّأَ، وَهُوَ يَقُولُ: (إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ) حَتَّى خَتَمَ السُّورَةَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم ﷺ کے ہاں ٹھہر گیا جب نبی اکرم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے تو آپ ﷺ اپنے وضو کے پانی کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنی مسواک لے کر مسواک کی پھر آپ ﷺ نے یہ آیات تلاوت کیں۔

”بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات اور دن کے اختلاف میں عقل مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔“

یہاں تک قریب تھا کہ آپ اس سورت کو ختم کر دیتے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اس سورت کو ختم کر دیا (یعنی اسے سورت کے آخر تک پڑھا) پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا پھر آپ ﷺ اپنی نماز کی مخصوص جگہ پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف واپس گئے اور سو گئے جتنا اللہ کو منظور تھا پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا پھر آپ ﷺ اپنے بستر کی طرف واپس تشریف لائے اور سو گئے پھر آپ ﷺ بیدار ہوئے پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا ہر مرتبہ آپ ﷺ مسواک کرتے تھے اور دو رکعت ادا کرتے تھے پھر آپ ﷺ نے وتر ادا کر لئے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن فضیل نے یہ روایت حصین سے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ”پھر آپ ﷺ نے مسواک کی اور وضو کیا اور یہ پڑھا۔“

”بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں“ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس سورت کو مکمل پڑھا۔

بَابُ فَرَضِ الْوُضُوءِ

باب: وضو کے فرائض

وضو کے چار فرائض کا بیان

طہارت کے فرائض تین اعضاء کو دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے اور فرائض غسل میں ہمارے تینوں علماء علیہم الرحمہ کے نزدیک کہنیاں اور مخنئے میں شامل ہیں جبکہ حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے (چوتھا فرض) اور وہ چیز جو سر کا مسح کرنے میں فرض قرار دی گئی ہے۔ وہ ما تھا یعنی پیشانی کی مقدار ہے اور وہ سر کا چوتھا حصہ ہے۔ جس طرح حدیث پاک میں ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر تشریف

انسائی - الطہارۃ ((125 سنن ابی داؤد - الطہارۃ ((149 سنن ابی داؤد - الطہارۃ ((150 سنن ابی داؤد - الطہارۃ ((151 سنن ابی داؤد - الطہارۃ ((159 سنن ابن ماجہ - الطہارۃ وصحبہ ((389 سنن ابن ماجہ - الطہارۃ وصحبہ ((545 سنن ابن ماجہ - الطہارۃ وصحبہ ((550 مسند احمد - الطہارۃ
الکوفیین ((4/244 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/245 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/248 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/247 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/248 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/249 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/250 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/251 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/252 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/253 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((4/254 مسند احمد - أول مسند الکوفیین ((713 سنن ترمذی - الطہارۃ

ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں کے داخل ہونے میں فقہی دلائل کا بیان

(الی المرافق) سے مراد (مع للرافق) ہے، جیسے فرمان ہے آیت (وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَنْفُسِهِمْ إِنَّهُ كَانَ خَوَّافًا كَثِيرًا) 4- احزاب: 2) یعنی قسیموں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کر دیہ بڑا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں، بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔

دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے، وضو کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے شانے کو بھی وضو میں دھوئے کیونکہ بخاری مسلم میں حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے ہوئے اعضاؤں سے آئے گی پس تم میں سے جس سے وہ ہو سکے وہ اپنی چمک و دور تک لے جائے صحیح مسلم میں ہے سو من کو وہاں تک زور پہنائے جائیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں امام زفر علیہ الرحمہ کا موقف اور دلیل

امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں کہ وضو کے اعضاء میں سے ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں اور پاؤں سے دھونے میں ٹخنے شامل نہیں ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جس آیت سے وضو کے اعضاء کو دھونے کی فرضیت ثابت ہے اس میں ”الی“ حرف استعمال ہوا ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک۔ وہ اس مسئلہ کو روزے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے ”ثُمَّ أَتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ“ (البقرہ: ۱۸۷) ترجمہ: پھر رات تک تم روزے کو پورا کرو۔

امام زفر فرماتے ہیں اس آیت میں ”الی“ کے ماقبل کا حکم ”الی“ کے مابعد یعنی روزے کا حکم رات کو شامل نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو دھونے کے حکم میں کہنیاں اور پاؤں کو دھونے کے حکم میں ٹخنوں کا دھونا شامل نہیں ہے۔ کیونکہ کہنیوں اور ٹخنوں سے ماقبل حکم غسل غایت ہے اور مابعد کا حکم مغیہ ہے لہذا غایت یہاں پر مغیہ کے حکم میں داخل نہ ہوگی۔

کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کا موقف و دلیل

احناف ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام زفر کا آیت صوم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت صوم میں رات دن کی جنس سے نہیں ہے جبکہ کہنیاں اور ٹخنے یہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی جنس سے ہیں لہذا غایت وہاں مغیہ میں داخل نہ ہوگی جہاں وہ ماقبل کی

جنس سے نہ ہوگی اور اگر غایت با قبل کی جنس سے ہوگی تو غایت مغیہ میں داخل ہوگی۔ لہذا دھونے کا حکم کبھیوں اور ٹخنوں کو بھی شامل ہے۔ (الجواب النور)

ائمہ ثلاثہ کی جو دلیل صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ غایت تو اس لئے یہاں مذکور ہے تاکہ اس غایت کے جو کچھ علاوہ ہے اس کو دھونے کے حکم سے ساقط کرے یعنی اگر ”الی الرافق“ مذکور نہ ہوتا تو مکمل ہاتھ اور اسی طرح ”الی الکعبین“ مذکور نہ ہوتا تو مکمل پاؤں دھونے پڑتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مکمل ہاتھوں کا دھونا یا پاؤں کا دھونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی سے بھی بطور حکم ثابت نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ کبھیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے موقف پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیت صوم میں لفظ ”صوم“ بمعنی امساک یعنی رکنا ہے اگر کوئی شخص ایک ساعت کیلئے بھی رک جائے تو اس پر صوم کا اطلاق درست ہے۔ جبکہ لفظ ”کعب“ اس ہڈی کا نام ہے جو ابھری ہوئی ہے اور اگر اس ہڈی کا کچھ حصہ دھویا جائے تو اس پر غسل کعب کا اطلاق نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام زفر جس مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کبھیوں اور ٹخنوں کو حکم غسل سے خارج سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان کا یہ قیاس کرنا درست ہی نہیں۔ کیونکہ مقییس اور مقییس علیہ کے درمیان نہ تو علت مشترکہ پائی جارہی ہے اور نہ درجہ اتہم کوئی مناسبت پائی جارہی ہے۔

پاؤں کو دھونے میں اسلاف فقہاء کے اختلاف کا بیان

اور (ارجلکم) لام کی زیر سے عطف ہے جو (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا رُءُوسَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا) 5۔ المائدہ: 6) پر ماتحت ہے دھونے کے حکم کے۔ ابن عباس یونہی پڑھتے تھے اور یہی فرماتے تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عروہ، حضرت عطاء، حضرت عکرمہ، حضرت حسن، حضرت مجاہد، حضرت ابراہیم، حضرت نضاک، حضرت سدی، حضرت مقاتل بن حیان، حضرت زبیری، حضرت ابراہیم تیمی وغیرہ کا یہی قول اور یہی قرأت ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پاؤں دھونے چاہئیں۔

پاؤں پر مسح کرنے والوں کے دلائل و جوابات کا بیان

آیت کے اس جملے کی ایک قرأت اور بھی ہے یعنی (وارجلکم) لام کے زیر سے اور اسی سے شیعہ نے اپنے اس قول کی دلیل لی ہے کہ چیزوں پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عطف سر کے مسح کرنے پر ہے۔ بعض سلف سے بھی کچھ ایسے اقوال مروی ہیں جن سے مسح کے قول کا وہم پڑتا ہے، چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ موسیٰ بن انس نے حضرت انس سے لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ حجاج نے ابواز میں خطبہ دیتے ہوئے طہارت اور وضو کے احکام میں کہا کہ منہ ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھویا کرو عموماً پیروں پر ہی گندگی لگتی ہے۔ پس تلوؤں و اور پیروں کی پشت کو اور ایڑی کو خوب اچھی طرح دھویا کرو۔ حضرت انس نے جواباً کہا کہ اللہ سچا ہے اور حجاج چھوٹا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آیت (وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا) 5۔ المائدہ: 6) اور حضرت انس کی عادت تھی کہ پیروں کا جب مسح کرتے انہیں بالکل بھگولیا کرتے، آپ ہی سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے، ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پیروں کا دھونا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا۔ حضرت قتادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن ابی حاتم

میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ آیت میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے۔

ابن عمر، علقمہ، ابو جعفر، محمد بن علی اور ایک روایت میں حضرت حسن اور جابر بن زید اور ایک روایت میں مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے پیروں پر مسح کر لیا کرتے تھے شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے، آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم تھا ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں پر مسح کا حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامر سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرائیلؑ پیروں کے دھونے کا حکم لائے ہیں آپ نے فرمایا جبرائیلؑ مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ پس یہ سب آثار بالکل غریب ہیں۔

اور محمول ہیں اس امر پر کہ مراد مسح سے ان بزرگوں کی ہلکا دھونا ہے، کیونکہ سنت سے صاف ثابت ہے کہ پیروں کا دھونا واجب ہے، یاد رہے کہ زیر کی قرأت یا تو مجاورت اور تناسب کلام کی وجہ سے ہے جیسے عرب کا کلام حجر ضرب غرب میں اور اللہ کے کلام آیت (غالبہم ثبات منہ من خضرت و انتہی و خلقوا اساور من فضة و منہم منہم شرا ابنا طہور) (76- الدھر: 21) میں لغت میں عرب میں پاس ہونے کی وجہ سے دونوں لفظوں کو ایک ہی اعراب دے دینا یا کثرا پایا گیا ہے۔ حضرت امام شافعی نے اس کی ایک توجیہ یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب پیروں پر جراثیم ہوں بعض کہتے ہیں مراد مسح سے ہلکا دھونا ہے جیسے کہ بعض روایوں میں سنت سے ثابت ہے۔

الغرض پیروں کا دھونا فرض ہے جس کے بغیر وضو نہ ہوگا۔ آیت بھی یہی ہے اور احادیث میں بھی یہی ہے جیسے کہ اب ہم انہیں وارد کریں گے، انشاء اللہ تعالیٰ بیہقی میں ہے حضرت علی بن ابوطالبؓ ظہر کی نماز کے بعد بیٹھک میں بیٹھے رہے پھر پانی منگوا یا اور ایک چلو سے منہ کا، دونوں ہاتھوں سر کا اور دونوں پیروں کا مسح کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمانے لگے کہ لوگ کھڑے کھڑے پانی پینے کو مکروہ کہتے ہیں اور میں نے جو کیا یہی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اور فرمایا یہ وضو ہے اس کا جو بیوضو نہ ہوا ہو (بخاری)

فصلوں میں سے جن لوگوں نے پیروں کو مسح اسی طرح قرار دیا جس طرح جراثیم پر مسح کرتے ہیں ان لوگوں نے یقیناً غلطی کی اور لوگوں کو گمراہی میں ڈالا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی خطا کار ہیں جو مسح اور دھونا دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں نے امام ابن جریر کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے احادیث کی بنا پر پیروں کے دھونے کو اور آیت قرآنی کی بنا پر پیروں کے مسح کو فرض قرار دیا ہے۔ ان کی تحقیق بھی صحیح نہیں، تفسیر ابن جریر ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروں کو رگڑنا واجب ہے اور اعضاء میں یہ واجب نہیں کیونکہ حیرت میں کی مٹی وغیرہ سے رگڑتے رہتے ہیں تو ان کو دھونا ضروری ہے تاکہ جو کچھ لگا ہو ہٹ جائے لیکن اس رگڑنے کیلئے مسح کا لفظ لائے ہیں اور اسی سے بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسح اور غسل جمع کر دیا ہے حالانکہ دراصل اس کے کچھ معنی ہی نہیں ہوتے مسح تو غسل میں داخل ہے چاہے مقدم ہو چاہے مؤخر ہو پس حقیقتاً امام صاحب کا ارادہ یہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور اس کو نہ سمجھ کر اکثر فقہاء نے اسے مشکل جان لیا، میں نے مکرر غور و فکر کیا تو مجھ پر صاف طور سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ امام صاحب دونوں قرأتوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں پس زیر کی قرأت یعنی مسح کو تو وہ محمول کرتے ہیں دنگ پر یعنی اچھی طرح مل رگڑ کر صاف کرنے پر اور زیر کی قرأت کو غسل پر یعنی دھونے پر دلیل ہے ہی پس وہ دھونے اور ملنے

دونوں کو واجب کہتے ہیں تاکہ زیر اور زبر کی دونوں قرأتوں پر ایک ساتھ ہو جائے "اب ان احادیث کو سنئے جن میں پیروں کے دھونے کا اور پیروں کے دھونے کے ضروری ہونے کا ذکر ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان امیر المومنین حضرت علی بن ابوطالب حضرت ابن عباس حضرت معاویہ حضرت عبداللہ بن زید عاصم حضرت مقداد بن معدی کرب کی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنے پیروں کو دھویا، ایک بار یا دو بار یا تین بار، عمرو بن شعیب کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کیا اور اپنے دونوں پیروں کو دھوئے پھر فرمایا یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ آئے تو ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے کیونکہ عصر کی نماز کا وقت کافی دیر سے ہو چکا تھا ہم نے جلدی جلدی اپنے پیروں پر چھو اچھوٹی شروع کر دی تو آپ نے بہت بلند آواز سے فرمایا وضو کو کامل اور پورا کرو ایڑیوں کو خرابی سے آگے نکلنے سے، ایک اور حدیث میں ہے ویل ہے ایڑیوں کیلئے اور ٹکوں کیلئے آگ سے۔ (متفق و عام)

اور روایت میں ہے ٹخنوں کو ویل ہے آگ سے (مسند امام احمد) ایک شخص کے پیر میں ایک درہم کے برابر جگہ بیدھلی دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا خرابی ہے ایڑیوں کیلئے آگ سے (مسند)

سنن ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھ کر جن کی ایڑیوں پر اچھی طرح پانی نہیں پہنچا تھا اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان ایڑیوں کو آگ سے خرابی ہوگی،

مسند احمد میں بھی حضور ﷺ کے یہ الفاظ وارد ہیں۔ ابن جریر میں دو مرتبہ حضور ﷺ کا ان الفاظ کو کہنا وارد ہے راوی حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں پھر تو مسجد میں ایک بھی شریف و وضع ایسا نہ رہا جو اپنی ایڑیوں کو بار بار دھو کر نہ دیکھتا ہو اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کی اڑی یا ٹخنے میں بعد درہم کے چڑی خشک رہ گئی تھی تو یہی فرمایا پھر تو یہ حالت تھی کہ اگر ذرا سی جگہ پیر کی کسی خشک رہ جاتی تو وہ پورا وضو پھر سے کرتا، پس ان احادیث سے کھلم کھلا ظاہر ہے کہ پیر کا دھونا فرض ہے، اگر ان کا مسح فرض ہوتا تو ذرا سی جگہ کے خشک رہ جانے پر اللہ کے نبی ﷺ وعید سے اور وہ بھی جہنم کی آگ کی وعید سے نہ ڈراتے، اس لئے کہ مسح میں ذرا ذرا سی جگہ پر ہاتھ کا پہنچنا داخل ہی نہیں۔ بلکہ پھر تو پیر کے مسح کی وہی صورت ہوتی ہے جو پیر کے اوپر جراب ہونے کی صورت میں مسح کی صورت ہے۔

یہی چیز امام ابن جریر نے شیعوں کے مقابلہ میں پیش کی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اس کا پیر کسی جگہ سے ناخن کے برابر دھلا نہیں خشک رہ گیا تو آپ نے فرمایا لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔ یہی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے، مسند میں ہے کہ ایک نمازی کو آپ نے نماز میں دیکھا کہ اس کے پیر میں بعد درہم کے جگہ خشک رہ گئی ہے تو اسے وضو لوٹانے کا حکم کیا۔ حضرت عثمان سے حضور ﷺ کے وضو کا وضو کا طریقہ جو مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے انگلیوں کے درمیان خلال بھی کیا۔

سنن میں ہے حضرت صبرہ نے رسول اللہ ﷺ سے وضو کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وضو کامل اور اچھا کرو

انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی اچھی طرح دھو ہاں روزے کی حالت میں ہو تو اور بات ہے، مسند و غیرہ میں ہے حضرت عمرو بن عبسہ کہتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وضو کی بابت خبر دیجئے آپ نے فرمایا جو شخص وضو کا پانی لے کر کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی دیتا ہے اس کے منہ سے نعنوں سے پانی کے ساتھ ہی خطائیں جھڑ جاتی ہیں جبکہ وہ ناک جھاڑتا ہے پھر جب وہ منہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے تو اس کے منہ کی خطائیں داڑھی اور داڑھی کے بالوں سے پانی کے گرنے کے ساتھ ہی جھڑ جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے کہنیوں سمیت تو اس کے ہاتھوں کو گناہ اس کی پوریوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں، پھر وہ مسک کرتا ہے تو اس کے سر کی خطائیں اس کے بالوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ ہی اس کے پیروں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں، پھر وہ کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے کے مطابق دھوتا ہے تو انگلیوں سے پانی نکلنے کے ساتھ ہی اس کے پیروں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں، پھر وہ کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے لائق جو حمد و ثنا ہے اسے بیان کر کے دو رکعت نماز جب ادا کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ تولد ہوا ہو۔ یہ سن کر حضرت ابو امامہ نے حضرت عمرو بن عبسہ سے کہا خوب غور کیجئے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح سنا ہے؟ کیا یہ سب کچھ ایک ہی مقام میں انسان حاصل کر لیتا ہے؟ حضرت عمرو نے جواب دیا کہ ابو امامہ میں یوزما ہو گیا ہوں، میری ہڈیاں ضعیف ہو چکی ہیں، میری موت قریب آ چکی ہے، مجھے کیا فائدہ جو میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں، ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں، تین دفعہ نہیں، میں نے تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سات بار بلکہ اس سے بھی زیادہ سنا ہے، اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

صحیح مسلم کی دوسری سند والی حدیث میں ہے پھر وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے جیسا کہ اللہ نے اسے حکم دیا ہے۔ پس صاف ثابت ہوا کہ قرآن حکیم کا حکم پیروں کے دھونے کا ہے۔ ابو اسحاق سہمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فی اللہ سے بواسطہ حضرت حارث روایت میں حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں قدم جوتی میں ہی جھگو لئے اس سے مراد جوتیوں میں ہی ہلکا دھوتا ہے اور چہل جوتی پیر میں ہوتے ہوئے پیر محل سکتا ہے غرض یہ حدیث بھی دھونے کی دلیل ہے۔

سر کے مسح کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لئے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا، حضرت عبداللہ بن زید بن عامر صحابی سے ایک شخص نے کہا "آپ وضو کر کے ہمیں بتلائیے۔" آپ نے پانی منگوا لیا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دفعہ دھوئے، پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی دیا، تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا، پھر کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھ سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گدی تک لے گئے، پھر وہاں سے سینہ تک واپس لائے، پھر اپنے دونوں پیروں دھوئے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ابو داؤد میں حضرت معاذ بن حضرت مقداد سے بھی اسی طرح مروی ہے، یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے جو آیت کو محمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کی وضاحت جانتے ہیں۔ احناف کا مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر

مسح کا اطلاق ہو جائے، اس کی کوئی حد نہیں۔ سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہو گیا تو فرضیت پوری ہو گئی، ان دونوں جماعتوں کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ دالی حدیث ہے کہ نبی ﷺ پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا آپ نے اپنے دونوں پہنچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کلائیوں پر سے کپڑا ہٹایا اور پیشانی سے ملے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کر لیا۔

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسح کرنے میں پورے سر کو گھیر لیا جائے گا کیونکہ لفظ "رأس" کا اطلاق پورے سر پر ہوتا ہے اور رؤس پر جو "ب" داخل ہوئی ہے وہ زائدہ ہے اس کا معنی یہ ہو گا کہ پورے سر کا مسح کرو اور یہ امام مالک نے احتیاط کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رأس کا ذکر ہوا ہے جو پورے رأس یعنی سر کو شامل ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے۔ اور لفظ "رؤس" پر جو "ب" داخل ہے وہ "بعض" کا تقاضہ نہیں کرتی۔ کیونکہ "ب" الصاق کیلئے آئی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ فعل کا الصاق مفعول کے ساتھ ہو لہذا یہاں مسح کا الصاق "رأس" کے ساتھ ہو گا۔

اور رأس کا اطلاق تمام سر پر ہو گا لہذا تمام سر کا مسح کرنا ضروری ہے یا اس کے اکثر حصے کا مسح۔ کیونکہ اکثر عدم کل کی وجہ سے کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴، ح ۲۰۲)

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ سر کے مسح کے بارے میں جو حکم کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے وہ اجمالی طور پر ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے لہذا حدیث مغیرہ بن شعبہ جس کو امام بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے اس حدیث اور دیگر احادیث سے اس کی تفصیل آگئی جس سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح "تامیہ" یعنی چوتھائی سر کی مقدار فرض ہے۔

سر کے مسح کے تکرار ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار ہو یا ایک ہی بار؟ امام شافعی کا مشہور مذہب اول ہے اور امام احمد اور ان کے قبیلین کا دوم۔ دلائل یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان وضو کرنے بیٹھتے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالتے ہیں، انہیں دھو کر پھر کلی کرتے ہیں اور ناک میں پانی دیتے ہیں، پھر تین مرتبہ منہ دھوتے ہیں، پھر تین تین بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوتے ہیں، پہلے دایاں پھر بایاں۔ پھر اپنے سر کا مسح کرتے ہیں پھر دونوں ہاتھ تین تین بار دھوتے ہیں پہلے داہنا پھر بایاں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا اور وضو کے بعد آپ نے فرمایا جو شخص میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم)

سنن ابی داؤد میں اسی روایت میں سر کے مسح کرنے کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہے کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا، حضرت علی سے بھی اسی طرح مروی ہے اور جن لوگوں نے سر کے مسح کو بھی تین بار کہا ہے انہوں نے حدیث سے دلیل لی ہے۔ جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔ حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ نے وضو کیا پھر اسی طرح روایت ہے اور اس میں کلی کرنی اور ناک میں پانی دینے کا ذکر نہیں اور اس میں ہے کہ پھر آپ نے تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر فرمایا میں نے حضور ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور آپ نے فرمایا جو ایسا وضو کرے اسے کافی ہے۔ لیکن حضرت عثمان سے

جو حدیثیں صحاح میں مروی ہیں ان سے تو سر کا مسح ایک بار ہی ثابت ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

وضو کے بغیر نماز قبول نہ ہونے کا بیان

59 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِیْهِذَمَةَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ قَتَادَةَ. عَنْ أَبِي الْعَلِیْجِ. عَنْ أَبِيهِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ، وَلَا صَلَاةً بِغَيْرِ طَهْوَرٍ. (ابو یحییٰ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ خیانت کے مال میں سے دیا گیا صدقہ اور وضو کے بغیر نماز قبول نہیں کرتا۔"

وضو کے چار فرائض اعتقادی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فرض کا اطلاق رکن پر بھی ہوتا ہے اور شرط پر بھی، جیسا کہ درمختار میں ہے۔ اور اس پر بھی جو نہ رکن ہے نہ شرط ہے، جیسے ان امور میں ترتیب جو ایک رکعت میں بلا تکرار شروع ہوئے ہیں جیسے قعدہ کی ترتیب سجدہ پر، سجدہ کی رکوع پر، رکوع کی قرأت پر، قرأت کی قیام پر۔ کہ یہ سب ترتیبیں فرض ہیں، نہ رکن ہیں نہ شرط۔ جیسا کہ شامی میں غنیۃ سے نقل ہے۔ اقوال شاید انھوں نے یہ دیکھا کہ یہ ترتیبیں تو رکن کی طرح داخل نماز ہیں نہ شرط کی طرح خارج نماز ہیں بلکہ دونوں کے درمیان برزخ ہیں۔ ورنہ اس میں صاحب تامل کے لئے کلام کی گنجائش ہے۔ تو اس میں تامل کرنا چاہیے۔

(الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مکتبہ الدلی، فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، ج ۱، ص ۱۰۰)

60 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ. عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةً أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ. حَتَّى يَتَوَضَّأَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی شخص کی نماز جبکہ وہ ہے وضو نہ کرے، اس وقت تک قبول نہیں کرتا جب تک وہ وضو نہ کرے۔"

وضو کے بارہ فرائض عملی کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے مذہب صحیح معتد مفتی بہ پر وضو میں فرض عملی بمعنی مذکور اتنی ارکان علیہ کہ یہاں وہی واجب اعتقادی ہیں بارہ ہیں جن میں اکثر کا استخراج متادل پر ہمارے بیان سابق سے دشوار نہیں کہ مفتی بہ کی غیر، خور سے تمیز صریح اور اپنے کم علم بھائیوں کی تفہیم کے لئے صاف تصریح بہتر ہے۔

(۱) (دونوں لب، حق یہ ہے کہ ان کا دھونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر لب ف خوب زور سے بند کر لئے کہ ان کی کچھ تحریر جو عادی طور پر بند کرنے میں کھلی رہتی اب چھپ گئی اور اس پر پانی نہ بہا نہ کھلی کی وضو نہ ہوگا، ہاں عادی طور پر خاموش بیٹھنے کی حالت میں لبوں کا جتنا حصہ باہم مل کر چھپ جاتا ہے وہ دین کا تابع ہے کہ وضو میں اس کا دھونا فرض نہیں۔ اگر لب خوب زور سے بند کر کے وضو کیا اور کھلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔

در مختار میں ہے: یجب غسل ما یظهر من الشفة عند انضامها۔ لب بند ہونے کے وقت اس کا جو حصہ کھلا رہتا ہے اسے دھونا لب ہے۔ (در المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتہائی دہلی)

در المختار میں ہے: ی بدتر ص کما صححه فی الخلاصة ولفراد ما یظهر عند انضامها الطبعی لا عند انضامها عند انکشافه۔ یعنی فرض ہے۔ جیسا کہ غلامہ میں اسے صحیح کہا اور مراد وہ حصہ ہے جو لب کے طبعی طور پر بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے صرف وہ نہیں جو شدت اور تکلیف سے بند ہونے کے وقت کھلا رہتا ہے۔ (در المختار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۲، ۳، ۴) بھوؤں، ف، موچھوں، بچی کے نیچے کی کھال جب کہ بال چھدرے ہوں کھال نظر آتی ہو وضو میں دھونا فرض ہے ہاں گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے تو وضو میں ضرور نہیں، غسل میں جب بھی ضرور ہے۔

(۵) داڑھی ف چھدری ہو تو اس کے نیچے کی کھال دکھانا فرض اور گھنی ہو تو جس قدر بال دائرہ رخ میں داخل ہیں ان سب کا دھونا فرض ہے، بچی صحیح و مستند ہے، ہاں جو بال نیچے چھونے ہوتے ہیں ان کا مسح سنت ہے اور دھونا مستحب، اور نیچے ہونے کے یہ معنی کہ داڑھی کو ہاتھ سے وزن (تھوڑی) کی طرف دبائیں تو جتنے بال منہ کے دائرہ سے نکل گئے ان کا دھونا ضروری نہیں باقی کا ضرور ہے، ہاں خاص جڑیں ان کی بھی دھونی ضرور کہ ان کا دھونا بعینہ کھال کا دھونا ہوگا اور گھنی داڑھی میں اس کا دھونا ساقط ہو چکا ہے۔

بھوؤں موچھیں بچی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضو میں فرض ہے۔ کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے کتنی کا مستحب۔

در مختار میں ہے: غسل جمیع اللحیۃ فرض عملیاً علی المذهب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لا خلاف ان للستر سل لا یجب غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الخنثیۃ التی تری بشرتہا یجب غسل ما تحتہا نہر۔ پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتی بہ پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ خیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے کی جلد دھونا ضروری ہے۔ (نبرت)

(در المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتہائی دہلی)

اسی میں ہے: لا غسل باطن العینین والانتف والفم واصل شعر الحاجین واللحیۃ والشارب۔ آنکھ، ناک اور دہن کے اندونی حصے اور بھوؤں، داڑھی اور موچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(ت) (در المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتہائی دہلی)

در المختار میں ہے: قوله واصل شعر الحاجین یحمل علی ما اذا کانا کثیفین اما اذا بدت البشرۃ فیجب کیا باتی له قریباً عن البرهان وکذا یقال فی اللحیۃ والشارب ونقله ح عن عصام الدین شارح الہدایۃ ط شرح کی عبارت "بھوؤں کے بالوں کی جڑیں الخ" اس صورت پر محمول ہے جب بھوؤں کے بال گھنے ہوں اور اگر جلد دکھائی

دینی ہو تو جلد و دھونا ضروری ہے جیسا کہ اس کے شرح ہی میں برہان کے حوالہ سے آ رہا ہے۔ اسی طرح دائرہ می اور مونچھ کے بارے میں بھی کہا جائے گا اور اسے طہی نے عصام الدین شارجہ ہدایہ سے نقل کیا ہے۔ طحاوی۔

(رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی میں ہے: قوله لا خلاف ای بین اهل المذہب علی جمیع الروایات طاح۔ عبارت نہر "کوئی اختلاف نہیں" یعنی اہل مذہب کے درمیان تمام روایات پر کوئی اختلاف نہیں۔ (رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اقول: فلا ینافی ما قدمنا لثبوت الخلاف من غیرنا۔ اقول: تو اس کے منافی نہیں جو پہلے ہم نے ذکر کیا کیونکہ غیر خفیہ کا اس میں اختلاف موجود ہے۔

اسی میں ہے: قوله المسترسل ای الخارج عن دائرة الوجه وفسره ابن حجر فی شرح المنہاج بما لو مد من جهة نزوله لخرج عن دائرة الوجه۔ عبارت نہر "دائرہ می کے لئے ہوئے بال" یعنی وہ جو چہرے کے دائرے سے خارج ہیں اور ابن حجر نے شرح منہاج میں اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ حصہ جسے نیچے کو پھیلا یا جائے تو دائرہ رخ سے باہر ہو جائے۔

(رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اسی میں ہے: قوله بل یسن ای المسح لکونه الاقرب لمرجع الضمیر وعبارة المنیة صریحة فی ذلک ج۔ عبارت نہر "بلکہ مسنون ہے" یعنی مسح، اس لئے کہ ضمیر کا قریب تر مرجع وہی ہے، اور منیہ کی عبارت اس بارے میں صریح ہے۔ طہی۔ (رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۶) کنپیاں، کان اور رخسار کے مسح میں جو حصہ ہے اس کا دھونا واجب ہے جتنا حصہ دائرہ می اور کان کے مسح میں ہے وہ مطلقاً اور جتنا بالوں کے نیچے ہے اگر بال چھدرے ہوں تو وہ بھی، ہاں گھنے ہوں تو اس کا فرض بالوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔

(۷) دونوں کہنیاں تمام و کمال۔ (۸) انگوٹھی، چھلے وغیرہ باجائز، ناجائز ہر قسم کے گھنے مرد، عورت سب کے لئے جب کہ تنگ ہوں کہ بے آثارے ان کے نیچے پانی نہ بہے گا آثار کر دھونا فرض ہے ورنہ بلا بلا کر پانی ڈالنا کہ ان کے نیچے بہہ جائے مطلقاً ضرور ہے۔

وضو میں انگوٹھی چھلوں چوڑیوں وغیرہ گھنوں کا حکم۔

درختار میں ہے: لو خاتمہ ضیقاً نزعہ او حرکہ وجوباً۔ اگر انگوٹھی تنگ ہو تو ضروری ہے کہ اسے اتار دے یا حرکت دے۔ (ت) (۱) الدر المختار کتاب الطہارۃ طبعی مکتبہ الدلی

(۹) مسح کی نیم سر کی کھال یا خاص سر پر جو بال ہیں (نہ وہ کہ صرف سے نیچے لٹکے ہیں) ان پر پہنچنا فرض ہے، مگر، دوپٹے وغیرہ پر مسح ہرگز کافی نہیں مگر جب کہ کپڑا اتنا باریک اور نرم اتنی کثیر ہو کہ کپڑے سے پھوٹ کر سر یا بالوں کی مقدار شری پر پہنچ جائے۔

ن: مسئلہ: سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔

ف: مسئلہ: ٹوپی یا دوپٹہ اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔

بحر میں ہے: فی معراج الدراية لو مسحت على خمارها ونفذت البلة الى رأسها حتى ابتل قدر الربع منه يجوز قال مشائخنا اذا كان الخمار جديداً يجوز لا ینقض ثوب الجديد لم تسد بالاستعمال فتنفذ البلة اما اذا لم یکن جدیداً لا يجوز لانسد اثقوبه۔

معراج الدراية میں ہے کہ عورت نے اگر دوپٹے پر مسح کیا اور تری نفوذ کر کے سر تک پہنچی یہاں تک کہ سر کا چوتھائی حصہ نم ہو گیا تو جائز ہے۔ ہمارے مشائخ فرماتے ہیں، جب دوپٹہ نیا ہو تو جائز ہے اس لئے کہ نئے کپڑے کے سوارخ استعمال کی وجہ سے بند نہ ہوئے ہوں گے تو تری نفوذ کر جائیگی، لیکن اگر نیا نہ ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کے سوارخ بند ہو چکے ہوں گے۔ (ت)

(الحرم الرائق کتاب الطہارۃ باب السح علی الثوبین، ای، یہ سعید کہتی تھیں، ۱)

اقول: جرت فـ عاداتهم رحمهم الله باحالة الامور على مظانها الا غلبية كقولهم في شرب الجنب ماء يجرى عن المضغضة ان جاهلا لعبه لا عالما لمصه وفي عض الكلب على ثوب ينجس في الرضا لسيلان لعابه دون الغضب لجفافه ووقوع الفارة حية في البئر ينجس لو هاربة من هرة لبوله والا لا ونظائره لا تحصى والذي يعرف المناط يعرف المقصود فالمناط نفوذ البلة الى قدر الفرض فان علم اجزاً ولو الثوب خلقاً والا لا ولو جديداً كما لا يخفى۔

اقول: حضرات مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ معاملات کو غالب گمان کی جگہوں کے حوالے کرتے ہیں جیسے جنب کے پانی پینے سے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ جاہل ہے تو اس کا پینا کلی کی جگہ کام دے گا کیونکہ وہ منہ بھر کر بڑے بڑے گھونٹ پئے گا اور عالم ہے تو کافی نہ ہوگا کیونکہ وہ چوس چوس کر پئے گا، اور کپڑے پر کتے کے دانت کاٹنے سے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ رضا کی حالت میں ہو تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا کیونکہ اس کا لعاب بہتا ہوگا اور غصے میں ہو تو ناپاک نہ ہوگا کیونکہ اس کا تھوک خشک ہو چکا ہوگا اور کنویں میں چوہے کے زندہ گرنے سے متعلق کہتے ہیں اگر بلی سے بھاگتے ہوئے گرا تو کنواں ناپاک ہو جائے گا کیونکہ اس کا پیشاب لگتا ہوگا، ورنہ ناپاک نہ ہوگا، اور اس کی بے شمار نظیریں ہیں جو مدار کار سے آشنا ہے وہ مقصد پہچان لیتا ہے تو یہاں مدار اس پر ہے کہ تری مقدار فرض تک نفوذ کر جائے اگر نفوذ معلوم ہے تو یہ کافی ہے اگر چہ کپڑا پرانا ہے ورنہ کافی نہیں اگر چہ کپڑا نیا ہو، جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

ف: مسئلہ: عادات الفقہاء بناء الامر على المظنة الغالبة ويعرف المراد من عرف المناط۔

(۱۰) نم کم از کم چوتھائی سر کو استیغاب کر لیمو الصحیح المفتی بہ لماخوذ وان قیل وقیل وقد اشتهرت المسألة متونا وشروحا (یہی صحیح، مفتی بہ، ماخوذ ہے۔ اگر چہ ضعیف اقوال متعدد ہیں اور یہ مسئلہ متون و شروح میں معروف و مشہور ہے (ت)

(۱۱) کعبین گنوں یعنی نخنوں کا نام ہے اُن کے بالائی کناروں سے ناخنوں کے منتہی تک ہر حصے پر زے ذرے ذرے کا جھلنا فرض ہے اُس میں سے ہر سوزن برابر اگر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی وضو نہ ہوگا، ہاں پاؤں میں تیسرا استثناء جو گزرا اپنے محل

پر مسلم ہے جس کی تحقیق فقیر کے فتویٰ بیان غسل میں ملے گی، چلے اور سب کہنے کہ گھٹوں پر یا ان سے نیچے ہوں ان کا حکم وہی ہے جو فرض ہشتم میں گزرا۔

(۱۲) منہ، ہاتھ، پاؤں تینوں عضووں کے تمام مذکورہ اعضاء پر پانی کا بیٹا فرض ہے نقطہ ہے گاہا تھ پھر جانا یا تیل کی طرف پانی چھڑ لینا تو بالا جماع کافی نہیں اللهم الامام فی الرجلین (مگر وہ جو بیروں سے متعلق گزرا۔ ت) اور صحیح مذہب میں ایک ہونہ ہر جگہ سے ٹپک جانا بھی کافی نہیں کہ سے کم دو ہونہیں ہر ذرہ ابدان مذکورہ پر سے بہیں۔
ف: مسئلہ ضروریہ: منہ، ہاتھ، پاؤں کے ذرے ذرے پر پانی بیٹا فرض ہے نقطہ بھی گاہا تھ پہنچنا کافی نہیں کم از کم ہر پر ذرے پر سے دو قطرے ٹپکے۔

در مختار میں ہے۔ چہرے کا دھونا یعنی "تقاطر" کے ساتھ پانی بہانا اگرچہ ایک ہی قطرہ ٹپکے، اور فیض میں ہے کہ اس صبح یہ ہے کہ کم از کم دو قطرے ٹپکیں اھ (الدر المختار، کتاب الطہارۃ طبع مہتابی دہلی)

فقال ح ثم ط ثم ش کلہم فی حواشی الدر بدل علیہ صبغة التفاعل اھ اماما عن ابی یوسف ان الغسل مجرد بل المحل بالماء سال اول لم یسل ولا جلہ جعل فی البحر الاسالة مختلفا فیہا بینہ و بین الطرفین وزعم ان اشتراطہا هو ظاهر الروایۃ مختار کے حواشی میں حلی پھر طحاوی پھر شامی لکھتے ہیں، اس پر تفاعل کا صیغہ (تقاطر) دلائل کریم ہے اھ لیکن وہ جو امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ دھونا، اعضاء وضو کو پانی سے صرف ترک کر لینے کا نام ہے پانی بہے یا نہ بہے، اور اسی وجہ سے بحر میں بہانے کو امام ابو یوسف اور طرفین کے درمیان مختلف فیہ ٹھہرایا ہے اور ان کا خیال ہے کہ بہانے کا شرط ہونا یہ ظاہر الروایہ ہے۔ (در المختار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت) (در المختار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

تو حق جس سے انحراف نہیں اور جس کی طرف رجوع کے سوا کچھ روا نہیں وہ یہ ہے کہ اس روایت کی تاویل وہ ہے جو حدیث میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عضو سے قطرہ دو قطرہ بہ جائے اور تسلسل کے ساتھ نہ گرے۔ یہ حق کیوں نہ ہو اس کا یہ مطلب نہ لیں تو معاذ اللہ یہ نص کا انکار اور شرع کی تبدیلی ہوگی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے دھونے کا حکم دیا ہے اور یہ نکتہ عرفی کسی طرح بھی دھونا نہیں۔ اور خود بحر میں لکھا ہے کہ غسل بفتح غین (دھونا) لغت میں کسی پر پانی بہا کر اس سے میل وغیرہ دور کرنے کا نام ہے اھ۔ اجراء، اسالہ، بہنا ایک ہی چیز ہے مولیٰ سمعہ و تعالیٰ نے اعضاء کے درمیان فرق رکھا ہے کہ کسی میں دھونے کا عمل مقرر فرمایا ہے اور کسی میں مسح رکھا ہے، اگر یہ مان لیں کہ بیٹا ضروری نہیں تو تمام اعضاء میں مسح ہی کا عمل رہ جائے گا، اس لئے کہ پانی جب بہے گا نہیں تو صرف یہ ہوگا کہ تری پہنچ گئی اور یہی مسح ہے

(در المختار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت) (در المختار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اقول: تو محقق بحر جیسی شخصیت کو یہ نہ چاہئے تھا کہ اسے مختلف فیہ ٹھہرائیں کہ جالوں کو اس کی جسارت ہو جیسا کہ اس وقت ہر دیکھتے ہیں کہ ان میں کتنے ایسے ہیں کہ پیشانی اور رخسار وغیرہ میں اس سے زیادہ نہیں کرتے کہ بھیگا ہوا ہاتھ لگا دیتے ہیں نہ پانی بہتا ہے نہ کوئی قطرہ نکلتا ہے اگر کسی کو بتایا جائے کہ دیکھو کہیں یا تلوے یا ایڑی میں تھوڑی سی جگہ خشک رہ گئی تو بس ہاتھ اس جگہ پھیر دے گا اور اس میں پانی کی باقی ماندہ تری کو کافی سمجھے گا از سر نو دوسرا پانی بھی نہ لے گا، پانی بہانا تو دور کی بات ہے، تو خدا ہی کی بارگاہ میں

ثابت ہے اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر عظمت والے خدا کے برتری سے۔ (اولیٰ وضو، کتاب طہارت، ص ۱۱۰)

نماز کی کنجی وضو ہے

۵۱۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْخَلَفِيَّةِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رِضَى اللَّهِ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَخْوِيفُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”نماز کی کنجی وضو ہے اور یہ تکبیر کے ذریعے شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر یہ ختم ہوتی ہے۔“

وضو اور طہارت کے حکم شرعی کا بیان

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَايِبِ أَوْ لَمْ تُسْنِمِ الْيَسَامَ فَلَكُمْ تَجِدُوا مَاءً فَمَسِيئُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (المائدہ: ۵)

امام ابو عبد اللہ قرطبی لکھتے ہیں۔ اس آیت میں حسب ذیل فقہی مسائل ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱) قشیری اور ابن عطیہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں نازل ہوئی جب غزوہ الربیعہ میں آپ کا ہارگم ہو گیا تھا یہ آیت وضو ہے ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لیکن اس حیثیت سے کہ وضو ان کے نزدیک ثابت تھا اور مستعمل تھا تو اس آیت نے اس میں ان کے لیے کچھ زیادتی نہ کی مگر اس کی تلاوت انہیں تیمم میں رخصت کا فائدہ دیا۔ (الحرر الوجیز ج ۲ ص ۱۶۰ ادارۃ الکتب العلمیہ) ہم نے سورۃ النساء کی آیت میں اس کے خلاف ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

اس آیت کا مضمون داخل ہے جو عہد کی وفا اور احکام شرع کی تابعدار کا حکم دیا گیا ہے اور جو اس میں نعمت کو مکمل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے یہ رخصت نعمت کی تکمیل سے ہے۔

مسئلہ نمبر: (۲) (آیت) اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ۔ کے مراد میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ایک جماعت نے کہا: یہ لفظ نماز کے ہر قیام کو شامل ہے خواہ وہ قائم پاک ہو یا محدث ہو، پس اس کے لیے مناسب ہے کہ جب نماز کے قیام کے لیے کھڑا ہو تو وضو کرے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور یہ آیت تلاوت کرتے تھے، ابو محمد دارمی نے اپنی مسند میں یہ ذکر کیا ہے، اس کی مثل عکرم نے روایت کیا ہے، ابن سیرین نے کہا: خلفاء ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں: یہ آیت محکمہ ہے اس میں نسخ نہیں ہے، ایک طائفہ نے کہا: یہ خطاب نہیں کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ حضرت عبد اللہ بن حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی اکرم ﷺ کو ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا، پس آپ پر

یہ شائق گزار تو آپ کو سوال کا حکم دیا گیا وضو کا حکم اٹھایا گیا مگر حدیث کی صورت میں، حضرت علقمہ بن فغواء نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے وہ صحابہ میں سے تھے اور یہ جو کہ کی طرف دلیل (راہنما) تھے یہ آیت رسول اللہ ﷺ کی رخصت کے لیے نازل ہوئی کیونکہ آپ کوئی عمل نہیں کرتے تھے مگر با وضو ہو کر، نہ کسی سے بغیر وضو کے کلام کرتے تھے نہ کسی کو بغیر وضو کے سلام کا جواب دیتے تھے، پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے آگاہ فرمایا کہ وضو صرف نماز کے قیام کے لیے ہے دوسرے اعمال کے لیے وضو نہیں ہے۔ ایک جماعت نے کہا: اس آیت سے مراد فضیلت طلب کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو ہے، نبی مکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے حتیٰ کہ فتح مکہ کے روز ایک وضو کے ساتھ پانچوں نمازوں کو جمع کیا تا کہ امت کے لیے مسئلہ بیان ہو جائے کہ ایک وضو کے ساتھ کئی نمازیں پڑھنا جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: اس قول کا ظاہر یہ ہے کہ فتح کے درود سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو مستحب تھا واجب نہ تھا حالانکہ مسئلہ ایسا نہیں ہے جب کوئی امر وارد ہوتا ہے تو اس کا مقتضا وجوب ہوتا ہے۔ خصوصاً صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک جیسا کہ ان کی سیرت سے معروف ہے، دوسرے علماء نے کہا: پہلے ہر نماز کے لیے وضو فرض تھا پھر فتح مکہ کے موقع پر منسوخ ہو گیا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وجہ سے انہوں نے فرمایا: نبی مکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور آپ ﷺ کی امت کا حکم اس سے عطف تھا، یہ حدیث آگے آئے گی،

اور حضرت سید بن نعمان رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صبا کے مقام پر ایک وضو کے ساتھ عصر اور مغرب کی نماز پڑھیں، اور یہ عز و خیر میں تھا اور یہ ۶ ہجری تھا، بعض نے کہا: سات ہجری تھا اور فتح مکہ آٹھ ہجری میں تھا، یہ حدیث صحیح ہے جسے امام مالک نے موطا میں روایت کیا تھا، اس کو بخاری اور مسلم نے بھی تخریج کیا ہے، اس دونوں حدیثوں سے ظاہر ہو گیا کہ فتح مکہ سے پہلے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے جب فتح مکہ کا دن تھا تو آپ نے ایک وضو کے ساتھ (پانچ) نمازیں پڑھیں اور خفین پر مسح کیا، حضرت عمر نے کہا: آج آپ نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! یہ میں نے جان بوجھ کر کیا ہے (۱) (صحیح مسلم کتاب المبارکات، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیوں کیا تھا اور یہ استفسار کیوں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سوال اس لیے کیا کہ خبر کی نماز سے لے کر آج تک جو نماز پڑھتے تھے اس کی نادرۃ مخالفت تھی، ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم ﷺ ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے خواہ آپ ظاہر ہوتے یا غیر ظاہر ہوتے، حمید نے کہا: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم کیسے کرتے تھے؟ حضرت انس نے کہا: ہم ایک وضو کرتے تھے (۱) (جامع ترمذی کتاب المبارکات، جلد ۱، صفحہ ۱۰) ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نبی مکرم ﷺ سے مروی ہے فرمایا: وضو پر وضو نور ہے۔ (۲) (اتحاف المساکین، اسرار المبارکات، جلد ۲، صفحہ ۵۹۵) نبی مکرم ﷺ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ پر سلام کیا جب کہ آپ پیشاب کر رہے تھے آپ نے اسے جواب نہ دیا حتیٰ کہ تم کینا پھر سلام کا جواب دیا اور فرمایا میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں اللہ کا ذکر کروں مگر طہارت پر۔ اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ سعدی اور زید بن اسلم نے کہا: (آیت) اذ انتم الی الصلوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ جب تم بستروں سے اٹھ کر نماز کا ارادہ کرو، اس تاویل سے مقصود تمام احداث کو شامل کرنا ہے خصوصاً غنجد جس سے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ فی نفسہ حدیث ہے یا

ان سے پچھا کیا: کیا آپ نے کسی اہل علم سے سنا ہے کہ وازمی چہرے سے ہے اس پر پانی گزانا چاہیے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہاں اور وضو میں اس کا خلال کرنا لوگوں کے امر سے نہیں ہے اس پر عیب لگا پانچ سے ایسا کیا، ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت کیا ہے فرمایا: وضو کرنے والا پانی وازمی کے ظاہر کو مرکت دے اس میں ہاتھ داخل کیے بغیر فرمایا: یہ پاؤں کی انگلیوں کی مثل ہے، ابن عہد الحکم نے کہا: وازمی کا خلال کرنا وضو اور غسل میں واجب ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وازمی کا وضو میں خلال کیا۔ اس حدیث کے تمام طرق ضعیف ہیں، ابن قویز مند او نے ذکر کیا ہے کہ ملا، کا اتفاق ہے یہ وضو میں وازمی کا خلال کرنا واجب نہیں ہے مگر ایک روایت میں عبد بن جبر سے مروی ہے ان کا قول ہے: کیا وجہ ہے کہ وازمی اگنے سے پہلے وازمی کو دھوتا ہے اور جب وازمی اگ آتی ہے تو اسے نہیں دھوتا؟ کیا وجہ ہے کہ مرد اپنی نموزی کو دھوتا ہے اور وازمی والا نہیں دھوتا؟ امام عیاد نے فرمایا: تیم واجب ہے اس میں ہلد کا مسح کرنا ہے چہرے میں بال اگنے سے پہلے، پھر تمام ملا، کے نزدیک وازمی اگنے کے بعد ہلد کا مسح سا قلم ہو جاتا ہے، اسی طرح وضو کا حکم ہے، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس نے تمام وازمی کا دھونا واجب قرار دیا ہے اس نے اسے چہرے میں شمار کیا ہے، کیونکہ وجہ المواجهہ سے باخوڑ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مطلقاً وجہ (چہرہ) دھونے کا حکم دیا ہے اس سے مرد سے وازمی والے کو خاص نہیں کیا ہاں ظاہر قرآن کے مطابق اس کا دھونا واجب ہے، کیونکہ وہ ہلد کا بدل ہے۔

میں کہتا ہوں: اس قول کو ابن عربی نے اختیار کیا ہے، انہوں نے کہا: اور میں بھی یہی کہتا ہوں کیونکہ روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وازمی مبارک کو دھوتے تھے۔ (ادکام القرآن ابن عربی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

اس کو ترمذی وغیرہ نے قریح کیا ہے فعل کے ساتھ متل متعین ہو گیا، ابن المنذر رضی اللہ عنہ نے اسحاق سے روایت کیا ہے کہ جس نے وازمی کا خلال جان بوجہ ترک کیا وہ امادہ کرے، ترمذی نے حضرت عثمان بن عفان سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وازمی مبارک کا خلال کرتے تھے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ماہنامہ ترمذی، کتاب الطہرات، جلد ۱، صفحہ ۱۶)

ابو عمر نے کہا: اور جنہوں نے وازمی کے لٹکے ہوئے بالوں کا دھونا واجب قرار نہیں دیا ان کا نظریہ یہ ہے کہ اصل جس کا حکم دیا وہ ہے ہلد کا دھونا، پس ہلد کے اوپر جو ظاہر ہے اس کا دھونا بھی واجب ہے اور وازمی سے جو لٹکے ہوئے بال ہیں اس کے پیچھے والے حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، پس وازمی کا دھونا اس کا بدل ہے، ان کے سامنے رخسار پر جو کان تک ہال ہیں ان کے دھونے میں اختلاف ہے، ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جو کان پٹی سے پیچھے جو وازمی کے بالوں کے پیچھے بال ہیں وہ چہرے سے نہیں ہیں، ابو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں کسی فقیہ کو نہیں جانتا جس نے ایسا قول کیا ہو جو ابن وہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب نے کہا: کان اور اس کے مقابل رخسار کے بالوں کے درمیان جو سفیدی ہے وہ چہرے سے ہے اس کا دھونا واجب ہے، اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے بالخص ملا، نے فرمایا: اس سفیدی کا دھونا مستحب ہے، ابن عربی نے کہا: میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس کا دھونا واجب نہیں ہے۔ (ادکام القرآن ابن عربی، جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

اطلاق مواجبہ سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

میں کہتا ہوں: یہ قاضی عبدالوہاب کا مختار قول ہے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کیا اس پر مواجبہ کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم، اس احتمال کے سبب علماء کا اختلاف ہے کی چہرہ دھونے کا امر تاک اور منہ کے اندر کودھونے کو شامل ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل اور اسحق رحمۃ اللہ علیہم وغیرہما کا نظریہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں منہ اور تاک کے اندر کودھونا واجب ہے مگر امام احمد نے کہا: جو وضو میں تاک میں پانی ڈالنے کو ترک کر دے وہ اعادہ کرے اور جس نے کلی کو ترک کیا وہ اعادہ نہ کرے، علامۃ العقباء کا نظریہ یہ ہے کہ وضو اور غسل میں یہ دونوں سنت ہیں، کیونکہ دھونے کا حکم ظاہر کو شامل ہے باطن کو شامل نہیں اور عرب و جد اس کو کہتے ہیں جو سامنے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے تاک میں پانی ڈالنے اور کلی کرنے کو اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیا اور نہ مسلمانوں سے ان کو واجب کہا ہے اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور فرائض صرف ان صورتوں میں ثابت ہوتے ہیں۔

اور ربی آنکھیں تو ان پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ آنکھوں کے اندر کا حصہ کا دھونا لازم نہیں مگر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی آنکھوں میں پانی چھڑکتے تھے۔ (المحرر الوجیز، جلد ۲، ص ۱۶۱، دارالکتب العلمیہ)

ان کا دھونا ساقط ہے تکلیف کی وجہ سے اور حرج کی وجہ سے۔ (احکام القرآن ابن ابراہیم جلد ۲، صفحہ ۵۶۳)

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اسی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب مایہنا ہو گئے تھے تو وہ اپنی آنکھوں کو دھوتے تھے، کیونکہ اس سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی تھی، جب چہرہ کے حکم سے یہ ثابت ہو گیا تو سر میں سے کچھ حصہ بھی چہرہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے جس طرح سر کے عموم کے وجوب کے قول پر چہرے میں سے سر کے ساتھ کسی جز کا مسح کرنے سے مقدر نہیں ہوتا، اصول فقہ میں سے ایک اصل پر مبنی ہے وہ یہ کہ جس چیز کو بغیر واجب مکمل نہ ہوتا ہو اس کا حکم بھی واجب ہوتا ہے واللہ اعلم۔

وضو میں نیت سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

مسئلہ نمبر: (۴) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ وضو میں نیت کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: **انما الاعمال بالنیات**۔ (۴) (صحیح بخاری) (کتاب الایمان، جلد ۱، صفحہ ۲) اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس میں ایمان، وضو، نماز، زکوٰۃ حج، روزہ اور احکام داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) **قُلْ كُلٌّ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ**۔ (بنی اسرائیل: ۸۴) یعنی ہر شخص اپنی نیت پر عمل کرتا ہے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن جہاد اور نیت باقی ہے (۵)

(صحیح بخاری، کتاب الجہاد، ص ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷

ہے، جب ہم کہتے ہیں: اس پر نیت واجب نہیں اس پر اس فعل کا قصد واجب نہیں جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ جو شخص تک حاصل کرنے کے لیے غسل کرے کسی اور غرض کے لیے غسل کرے اس نے واجب کی ادائیگی کا قصد کیا، حدیث میں صحیح ہے کہ وضو گناہوں کو مٹاتا ہے اگر یہ بغیر نیت کے صحیح ہوتا تو گناہوں کو نہ مٹاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) وما امرنا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین۔ (البینہ: ۵) نہیں حکم دیا گیا انہیں مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ تعالیٰ کے دین کو اس کے لیے خاص کر کے ہوئے۔

مسئلہ نمبر: (۵) ابن عربی نے کہا: بعض علماء نے کہا: جو شخص غسل کی نیت سے نہر کی طرف نکلا تو یہ نیت اس کے لیے کافی ہوگی اگر راستے میں اس کی نیت جدا ہوگئی، اگر حمام کی طرف نکلا اور راستے میں اس کی نیت جدا ہوگئی تو اس کی نیت باطل ہوگئی، قاضی ابوہریر بن عربی نے کہا: کم سمجھ مفتیوں نے اس پر یہ قائم کیا کہ نماز کی نیت ہم دو قولوں پر نکالتے ہیں اور انہوں نے اس میں ایک نص ان سے ذکر کی ہے جو ظن اور یقین میں فرق نہیں کرتا اس نے کہا: بکبیر پر نیت کو مقدم کرنا جائز ہے، تعجب ہے اس گروہ پر جس نے مفتی اور مجتہد ہونے کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے اسے نہ توفیق دی اور نہ درست سمت لگایا، جان لو اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے، وضو میں نیت کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، اس میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مختلف ہے جب یہ اتفاق کے مرتبہ سے گرئی تو بعض مواقع میں اس کی تقدیم کو چھوڑا گیا ہے ربی نماز تو اس میں ائمہ میں سے کسی کا اختلاف نہیں، یہ اصل مقصود ہے پس اصل مقصود متفق علیہ کو فرما تاہم مختلف فیہ پر کیسے محمول کیا جائے گا یہ تو انتہائی عبادت ہے اور رہاروزہ شرع نے اس میں حرج کو اٹھا دیا ہے جب اس کی ابتدا نیت کی تقدیم سے غفلت کے وقت میں ہو۔ (احکام القرآن لابن العربی، جلد ۲، ص ۵۶۷)

مسئلہ نمبر: (۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وابد بکم الی للرافق۔ علماء کا مرافق کے تحدید میں داخل ہونے میں اختلاف ہے ایک قوم نے کہا: مرافق (کبئیاں) داخل ہیں، کیونکہ (الی) کا ما بعد جب ما قبل کی جنس سے ہو تو وہ اس میں داخل ہوتا ہے یہ سیبویہ وغیرہ نے کہا: ہے، سورۃ البقرہ میں واضح طور پر گزر چکا ہے، بعض علماء نے فرمایا: دھونے میں کبئیاں داخل نہیں ہیں۔ دونوں روایتیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں، دوسری روایت اشہب کی ہے، پہلی روایت اکثر علماء کا نظریہ ہے اور واضح ہے کیونکہ دارقطنی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو اپنی کبئیوں پر پانی پھیرتے تھے بعض علماء نے فرمایا: الی بمعنی مع ہے جیسے عربوں کا قول ہے، الذود الی الذود ابل۔ اس میں الی بمعنی مع ہے۔ یہ اس کا محتاج نہیں جیسا کہ ہم نے سورۃ النساء میں بیان کیا ہے ہاتھ عربوں کے نزدیک انگلیوں سے لے کر کندھے تک ہے، اسی طرح پاؤں انگلیوں سے لے کر ران تک ہے اور کبئی الید (ہاتھ) کے اہم کے تحت داخل ہے اگر مع الرافق کا معنی ہو تو منہ نہیں جب الی فرمایا: کبئی قطعی طور پر غسل میں داخل ہوگئی اور کبئی ناخنوں تک مغسولہ رہی، یہ کلام صحیح ہے لغت اور معنی اصول پر جاری ہوتی ہے، ابن عربی نے کہا: مسئلہ قاضی ابو محمد نے علیحدہ سمجھا ہے کہ انہوں نے کہا: الی الرافق ہاتھوں میں سے متروک کی حد ہے نہ کہ مغسول کے لیے حد ہے اسی وجہ سے کبئیاں غسل میں داخل ہیں۔

میں کہتا ہوں: جب ہاتھ اور پاؤں کا اطلاق لغت میں اس پر ہوتا ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہاتھ اور پنڈلیوں تک پاؤں دھوتے تھے، فرماتے ہیں: میں نے اپنے قلیل سفینہ پر کو یہ کہتے سنا مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں

یک وضو پہنچتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۲)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: لوگوں کو اس کے خلاف پر اجماع ہے کہ وضو میں اس کی حدود سے تجاوز نہ کرے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے زیادہ کیا اس نے تعدی اور ظلم کیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۳۳، ایضاً سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۱۵، فضیلاً، القرآن ہی نشہ ۱)

دوسرے علماء نے کہا: یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا فعل ان کا مذہب تھا اور وہ اس کے ساتھ مفرد تھے انہوں نے یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حکایت نہیں کیا ہے۔ انہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اتم الغر المجلون۔ اور تبلیغ الحلیہ سے استنباط کیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) و امسحوا برءوسکم۔ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے کہ مسح لفظ مشترک ہے، ہر اس اس عضو سے عبارت ہے جس کو لوگ ضرورت جانتے ہیں اس میں سے چہرہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے وضو میں اس کا ذکر فرمایا اور چہرہ غسل کے لیے متعین فرمایا تو باقی حصہ مسح کے لیے بچ گیا اگر غسل کا ذکر نہ ہوتا تو سر اور چہرہ سب کا مسح کرنا لازم ہوتا یعنی سر کے ہا، آنکھیں، ناک، منہ سب کا مسح لازم ہوتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سر کے مسح کے وجوب میں اس چیز کی طرف اشارہ کیا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے ان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو وضو میں سر کا بعض حصہ ترک کر دیتا ہے، امام مالک نے فرمایا اگر کوئی چہرہ کا بعض حصہ دھونے سے چھوڑ دے تو کیا جائز ہوگا؟ اسی سے واضح ہوا جو ہم نے ذکر کیا کہ دونوں کان سر سے ہیں اور ان کا حکم، سر کا حکم ہے، زہری کا قول اس کے خلاف ہے انہوں نے کہا: یہ دونوں چہرہ سے ہیں چہرہ کے ساتھ ان کا دھویا جائے گا، امام شعبی کا قول اس کے خلاف ہے اس کے کہا: کانوں کا جو آگے والا حصہ ہے وہ چہرہ سے ہے اور کانوں کا ظاہر سر سے ہے، الراس (سر) کو راس اس کے علوی وجہ سے کہا جاتا ہے اور اس میں بالوں کے اگنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ اسی سے راس الجمل (پھاڑ کی چوٹی) ہے ہم نے کہا کہ سر جملہ اعضاء کا نام ہے کیونکہ شاعر کا قول ہے:

إذا احتملوا راسی وفي الراس أكثری: وغودر عند اللئقی ثم سائری:

سر کے مسح کی تقدیر سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

سر کے مسح کی تقدیر میں علماء کے گیارہ اقوال ہیں، تین اقوال امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں، دو قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور چھ اقوال ہمارے علماء کے ہیں، ان سے صحیح ایک ہے اور وہ پورے سر کے مسح کو جو وہ ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے علماء کا اجماع ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا بہتر ہے اور جس نے ایسا کیا اس نے وہ کیا جو اس پر لازم تھا، باوجود زائد ہے تبہ بعض کے لیے نہیں ہے اس کا معنی ہے (آیت) و امسحوا برءوسکم۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کا دخول یہاں تیمم میں اس کے دخول کی طرح ہے فرمایا: (آیت) و امسحوا برءوسکم۔ اگر اس کا معنی تبہ بعض ہوتا تو اس جگہ بھی تبہ بعض کا فائدہ دیتی۔ یہ قطعی بات ہے۔

بعض علماء نے فرمایا: با داخل ہوئی ہے تاکہ بدیع معنی کا فائدہ دے، غسل لفظ مفہول بہ کا تقاضا کرتا ہے اور مسح لفظ مسمون بہ کا تقاضا نہیں کرتا اگر (آیت) و امسحوا برءوسکم۔ ہوتا تو سر پر کسی چیز کے بغیر ہاتھ کو گزارتے ہوئے مسح کرنا جائز ہوتا پس ہ

داخل ہوئی تاکہ مسح یہ کافہ دے اور وہ پانی سے گویا فرمایا (آیت) و امسحوا برءوسکم۔ الماء اور یہ لغت دو اعتبار سے فصیح ہے، یہ تو قلب کے اعتبار سے جیسا کہ سیبویہ نے کہا ہے:

کنوا حریش حمامہ نجدیہ ومسحت باللتین عصف الاثم
اثر کے عصف کے ساتھ مسح اللہ ہے پھر قلب کیا گیا، یا فعل میں اشتراک کی بنا پر اور اس کی نسبت تساوی کی بنا پر جیسے شاعر کا قول ہے:

مثل القنا فذہد اجون قد بلغت نجران او بلغت سوء انہم ہجر
یہ ہمارے علماء کی باکے معنی کے بارے گفتگو ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے قول: (آیت) و امسحوا برءوسکم۔ میں بعض سر اور تمام سر کا احتمال ہے اور سنت دلالت کرتی ہے کہ بعض سر کا مسح کافی ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر مسح کیا۔ (مکمل کتاب الطہارت جلد اول صفحہ ۳۲)

دوسری جگہ فرمایا: اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) فامسحوا برءوسکم۔ تیمم میں کیا بعض چہرہ پر مسح کرنا کافی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تیمم میں چہرے کا مسح غسل کا بدل ہے، پس غسل کی پوری جگہ پر مسح کرنا ضروری ہے، سر کا مسح اصل ہے، یہ ان دونوں کے درمیان فرق ہے، ہمارے علماء نے حدیث کا جواب یہ دیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید یہ کسی عذر کی وجہ سے کیا ہو خصوصاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فعل سفر میں کیا تھا اور یہ اعذار کی جگہ ہے اور جلدی اور اختصار کا مقام ہے اور اکثر فراموشی مشقت اور خطرے کی وجہ سے حذف ہو جاتے ہیں، پھر آپ نے پیشانی پر اکتفا نہیں کیا حتیٰ کہ عمامہ پر مسح کیا، مسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ (مکمل کتاب الطہارت جلد اول صفحہ ۳۲)

اگر پورے سر کا مسح واجب نہ ہوتا تو عمامہ پر مسح نہ کرتے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۹) جمہور علماء کا نظریہ یہ ہے کہ ایک دفعہ پورے سر کا مسح کرنا کافی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کرے، حضرت انس رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عطاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ابن میرین دو مرتبہ مسح کرتے تھے، ابو داؤد نے کہا: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام احادیث جو صحیح ہیں دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ ہے۔ انہوں نے تین مرتبہ وضو کا ذکر کیا انہوں نے کہا: سر کا مسح کیا اور عدد کا ذکر نہیں کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت جلد اول صفحہ ۱۵، مسند صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۵، ترمذی، قرآن مجلی کبیر)

مسئلہ نمبر: (۱۰) علماء کا اختلاف ہے کہ مسح کا آغاز کہاں سے کرے؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: سر کے اگلے حصہ سے شروع کرے، پھر اپنے ہاتھوں کو پیچھے کی طرف لے جائے پھر آگے کی طرف لے آئے، یہ حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث کے مطابق ہے جس کو مسلم نے تخریج کیا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔ حسن بن جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سر کے پیچھے حصہ سے شروع کرے، انہوں نے ربیع بنت معوذ بن عمرو کی حدیث کی بنا پر یہ کہا ہے، اس حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اس کا دارودار عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ پر ہے اور محدثین کے نزدیک یہ حافظ نہیں ہے۔ ابو داؤد نے بشر بن مفضل عن عبداللہ عن الربیع کی روایت سے تخریج کیا ہے ابن عجلان نے عن الربیع کے سلسلہ سے روایت کیا ہے

کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے پاس دھو کیا اور سارے سر کا مسح کیا بالوں کی چوٹی سے ہر طرف سے آپ ﷺ نے بالوں کو اپنی بیچ سے حرکت نہیں دیتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۷۷، ایضاً صحیح بخاری کتاب الوضوء، حدیث نمبر ۹۷۱، بخاری، القرآن، علی (کتاب))

مسح کیلئے کم از کم انگلیوں کی مقدار میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ سر کے درمیان سے مسح شروع کرتے تھے اور اس باب میں اصح ترین حدیث حضرت عبداللہ بن زید کی حدیث ہے، اور جو بعض سر کے مسح کو جائز قرار دیتے ہیں وہ آگے والے بعض حصہ کا نظریہ رکھتے ہیں، ابراہیم اور شعبی سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: اپنے سر کی دونوں اطراف میں جس طرف کا بھی مسح کرے جائز ہوگا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے صرف الیافوخ کا مسح کیا اور اتباع منعقد ہے کہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ اکٹھا مسح کرنا بہتر ہے اور اجزاء پر مسح جائز ہے اگر ایک ہاتھ سے مسح کرے، اور اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جس نے ایک انگلی سے مسح کیا حتیٰ کہ اس کا نظریہ ہے سر کے کسی حصہ پر مسح جائز ہے۔ یہ سفیان ثوری کا قول ہے سفیان نے کہا: اگر ایک انگلی کے ساتھ سر کا مسح کیا تو جائز ہے بعض نے فرمایا: جائز نہیں ہے کیونکہ یہ مسح کی سنت سے خروج ہے گویا وہ کھیلنے والا ہے مگر یہ کہ مرض کی وجہ سے ضرورت ہو، پس مناسب ہے کہ اجزاء میں مختلف نہ ہو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا: تین انگلیوں سے کم انگلیوں کے ساتھ سر کا مسح کرنا جائز نہیں۔ پھر سر کے بالوں پر ہاتھوں کو لوٹانے میں اختلاف ہے کیا یہ فرض ہے یا سنت ہے۔ اس بات پر اجماع ہونے کے بعد کہ پہلا مسح فرض ہے اور جمہور کے نزدیک یہ سنت ہے بعض علماء نے فرمایا: یہ فرض ہے۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) اگر متوضی مسح کی جگہ سر کو دھو دے تو ابن عربی نے کہا: ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں جانتے کہ یہ جائز ہے مگر ہمیں امام فخر الاسلام الشافعی نے اپنے درس میں ابو العباس بن القاسم سے روایت کر کے بتایا کہ یہ جائز نہیں ہے، یہ داؤد کے مذہب میں ظوہر کی اتباع کی وجہ سے فاسد ہے اور شریعت کو باطل کرنے والا ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے فرمایا (آیت) یعملون ظاہراً من الحیوة (الہود: ۷) اور فرمایا: ام بظاہر من القول (الہود: ۳۳)

حالانکہ یہ غسل کرنے والا وہ بھی کرنے والا ہے جس کا اسے حکم دیا گیا تھا اور زیادتی بھی اس نے کی، اگر کہا جائے کہ یہ زیادتی اس لفظ سے خارج ہے جس کا مکلف کیا گیا تھا، ہم کہیں گے: فعل کو کل تک پہنچانے کے معنی سے خارج نہیں، اسی طرح اگر سر کا مسح کیا پھر حلق کر لیا تو اس پر مسح کا اعادہ نہیں ہے۔

کانوں کے مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

مسئلہ نمبر: (۱۲) دونوں کان امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد، ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کے نزدیک سر سے ہیں پھر نئے پانی سے ان کے مسح میں اختلاف ہے، امام مالک، اور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نئے پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کرے، اس پانی کے سوا جس کے ساتھ سر کا مسح کیا تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نئے پانی کا کہا ہے انہوں نے فرمایا: ان کا مسح کرنا سنت ہے نہ یہ چہرہ سے ہیں اور نہ سر سے ہیں۔ کیونکہ علماء کا اتفاق ہے کہ کانوں پر جو بال ہیں حج میں ان کا حلق نہیں ہے۔ ابو ثور رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس مسئلہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی طرح ہے، ثوری

رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سر کے ساتھ ایک پانی کے ساتھ کانوں کا مسح کیا جائے گا، سلف صالحین جماعت سے صحابہ اور تابعین سے اس قول کی مثل مروی ہے، راویوں نے کہا: اگر کانوں کا مسح کیا تو بہتر ہے ورنہ اس پر پتھر واجب نہیں کیونکہ قرآن میں دونوں کا ذکر نہیں، اسے کہا جائے گا، اس کا اسم ان دونوں کو اپنے ضمن میں لیے ہوئے ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، نسائی اور ابوداؤد وغیرہ کی کتابوں میں احادیث صحیحہ وارد ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کانوں کے ظاہر اور باطن کا مسح کیا اور اپنی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کیا۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، حدیث نمبر ۱۰۵-۱۰۶، ابی داؤد، القرآن، جلد اول، صفحہ ۱۰۵)

اور کتاب اللہ میں ان کا عدم ذکر دلالت کرتا ہے کہ یہ فرض نہیں ہے جیسا کہ چہرے اور ہاتھوں کا ذکر ہے اور کانوں کے مسح کی سنت حدیث سے ثابت ہے اہل علم متوضی کے لیے اپنے کانوں کے مسح کے ترک کو ناپسند کرتے ہیں کانوں کو ترک کے سنت کا ترک بناتے ہیں اور اس پر اعادہ کو واجب نہیں کرتے مگر اسحاق نے کہا: اگر کانوں کا مسح ترک کرے تو جائز نہیں، احمد نے کہا: اگر کانوں کا مسح جان بوجھ کر ترک کرے تو میں اعادہ پسند کرتا ہوں، علی بن زیاد مالکی سے مروی ہے انہوں نے کہا: جس نے وضو یا نماز کی سنت میں کسی سنت کو جان بوجھ کر ترک کیا تو وہ اعادہ کرے۔ یہ فقہاء کے نزدیک ضعیف ہے، سلف میں سے اس کا کوئی قائل نہیں اور انظر اس کا تقاضا کرتی ہے اگر اس طرح ہوتا تو اس کے علاوہ فرض واجب معروف نہ ہوتا، جس نے کہا: کان چہرے سے ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی جو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ میں یہ کہتے تھے۔ سجد و جہی للذی خلقہ و صورہ و شق سمعہ و بصرہ۔ (جامع الترمذی، کتاب الدعوات، جلد ۲، صفحہ ۱۱۷، ایضاً حدیث نمبر ۵۲۹، ابی داؤد، القرآن، جلد اول، صفحہ ۱۰۵)

میرے چہرے نے سجدہ کیا اس ذات کے لیے جس نے اسے پیدا کیا اور اس کی تصویر بنائی اور اس کی سمع و بصر کو بنایا سمع کی نسبت چہرہ کی طرف کی پس ثابت ہوا کہ ان کے لیے چہرہ کا حکم ہے، مصنف ابی داؤد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ یکبارگی کانوں کے ظاہر و باطن کو دھویا پھر اپنے پاؤں کو دھویا پھر فرمایا: وضو کے متعلق سوال کرنے والے یہاں ہیں؟ میں نے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، جلد اول، صفحہ ۱۱۵)

جنہوں نے کہا: کانوں کو چہرہ کے ساتھ دھویا جائے گا اور ان کے باطن کا سر کے ساتھ مسح کیا جائے گا انہوں نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ چہرہ کو دھونے کا حکم دیا اور سر کے مسح کا حکم دیا جو کانوں میں سے سامنے ہے اس کا دھونا واجب ہے، کیونکہ وہ چہرہ سے ہے اور جو سامنے نہیں ہے اس کا مسح واجب ہے، کیونکہ وہ سر سے ہے، اس قول کا آثار رد کرتے ہیں کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کانوں کے ظاہر اور کانوں کے باطن کا مسح کرتے تھے، یہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت ابن عباس اور حضرت ربیع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم کی حدیث سے ثابت ہے اور جنہوں نے کہا: وہ دونوں سر سے ہیں انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے جو مناجاتی سے مروی ہے: جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے خطائیں نکل جاتی ہیں حتیٰ کہ کانوں سے خطائیں نکل جاتی ہیں۔ (موطا امام مالک، کتاب الطہارۃ، جلد اول، صفحہ ۳۱) اس حدیث کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے تخریج کیا ہے۔

مسند نمبر: (۱۳) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) وارجلکم۔ نافع، ابن ماسر اور کسائی نے (آیت) ارجلکم۔ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے ولید بن مسلم نے نافع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے (آیت) ارجلکم۔ کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، یہ حسن اشعش سلیمان کی قرات ہے، ابن کثیر، ابو عمر اور حمزہ نے وارجلکم کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے ان قراتوں کی وہ صحیح ہے اور

عروں سے نفل کے ساتھ ثابت ہے کہ مسح نفل کے معنی میں ہوتا ہے پس اس کا قول رائج ہوا جس نے کہا: جری قرأت سے مراد نفل ہے نصب کی قرأت جس میں کوئی احتمال نہیں ہے اس سے مراد بھی نفل ہے اور کثرت احادیث سے ثابت بھی نفل ہے اور ان کے دھونے کے ترک پر وعید اخبار صحیحہ میں وارد ہے جن کی کثرت کو شمار نہیں کیا جاسکتا، ان احادیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے اور ان کے دھونے کے ترک پر وعید اخبار صحیحہ میں وارد ہے جن کی کثرت کو شمار نہیں کیا جاسکتا، اور ان احادیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے پھر سر میں مسح ان کے درمیان داخل ہے جو چیزیں دھوئی جاتی ہیں ترتیب کے بیان کے لیے اس بنا پر کہ رطلین سے پہلے مضمول ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: فاغسلوا وجوهکم وابدیکم الی اللرافق وارجلکم الی الکعبین وامسحوا برؤسکم۔

جب اس (سر) الرطلین (پاؤں) سے پہلے مضمول تھا ملاوت میں ان پر مقدم کیا گیا، واللہ اعلم، نہ یہ کہ دونوں سر کے ساتھ مشترک ہیں، کیونکہ تطہیر کی مفت میں ان پر اس کو مقدم کیا۔

عام بن کلب نے ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما نے مجھ پر وارجلکم پڑھا حضرت علی نے یہ سنا جب کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کر رہے تھے فرمایا: (آیت) وارجلکم یہ کلام میں مقدم اور موخر میں سے ہے۔

ابو اسحاق نے عارث سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اغسلوا الاقدام الی الکعبین۔ اپنے قدموں کو ٹخنوں تک دھو، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے وارجلکم نصب کے ساتھ پڑھا، بعض علماء نے فرمایا: الرطلین، میں جبران کے مسح کی قید کے لیے آئی ہے لیکن جب کہ ان پر خفین ہوں اور یہ قید ہم نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی کیونکہ آپ ﷺ سے مسح کرنا صحیح ثابت نہیں مگر جب ان پر خفین تھے۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنے نفل سے اس حالت کو بیان کیا جس میں پاؤں دھوئے جاتے ہیں اور اس حالت کو بیان کیا جس میں مسح کیا جاتا ہے، یہ بہتر قول ہے، اگر کہا جائے کہ خفین پر مسح سورۃ المائدہ کے ساتھ منسوخ ہے۔

(ماہج ترمذی، کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۱۳)

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مسح کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے رو کیا اور امام مالک نے بھی اس کا ایک روایت میں انکار کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس نے کسی چیز کی نفی کی اور دوسرے نے اس کا اثبات کیا تو ثانی کے لیے حجت نہیں، خفین پر مسح کو بہت سے صحابہ اور تابعین نے ثابت کیا، حضرت حسن بصری نے کہا: مجھے ستر صحابہ نے بتایا کہ وہ خفین پر مسح کرتے تھے اور نقل صحیح کے ساتھ امام سے ثابت ہے فرمایا: جریر نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور خفین پر مسح کیا، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے پیشاب کیا، پھر وضو کیا اور خفین پر مسح کی، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث کو وہ پسند کرتے تھے، کیونکہ جریر کا اسلام سورۃ المائدہ کے نزول کے بعد تھا۔ (صحیح مسلم کتاب الطہارۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۳-۳۴)

یہ نص ہے اس کو رد کرتی ہے جو انہوں نے ذکر کیا اور انہوں نے جس روایت سے حجت پکڑی ہے وہ یہ ہے واقدی عن عبد الحمید بن جعفر عن ابیہ جریر نے سورۃ مضان کو اسلام قبول کیا اور المائدہ ذی الحجہ میں یوم عرفات کو نازل ہوئی، یہ حدیث اپنے ضعف کی وجہ سے ثابت نہیں، اس سورۃ میں سے عرفہ کے دن (آیت) الیوم اکملت لکم دینکم۔ نازل ہوا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، امام

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں مسیح علی النقیس میں جریر کی حدیث کو بہتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کا اسلما سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد ہے اور جو حضرت ابویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ صحیح نہیں ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم نہیں تھا، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لوٹایا تھا اور ان کی طرف سائل کو پھیرا تھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سائل کو فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ الحدیث (صحیح مسلم، کتاب الصلوات جلد اول ص ۳۵)

اور رہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو ان سے انکار مروی ہے وہ منکر ہے صحیح نہیں ہے صحیح وہ ہے جو انہوں نے اپنی موت کے وقت ابن نافع کو کہا: میں اپنے لیے طہارت کو پسند کرتا ہوں اور جس نے مسح پر اکتفا کیا اس میں حرج نہیں دیکھتا اسی پر محمول کیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جو ابن وہب رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: میں سفر و حضر میں مسح نہیں کرتا، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں کو خنیں پر مسح کرنے کا حکم دیا اور خود خنیں اتار کر وضو کیا اور فرمایا: مجھے وضو محبوب ہے، اسی طرح حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے اس بنا پر مسح کو ترک کیا جس بنا پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ترک کیا تو میں اس پر انکار نہیں کروں گا، ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور اس پر عیب نہیں لگائیں گے مگر یہ کہ وہ اس کو ترک کر دے اور وہ اس طرح اس کو نہ دیکھے جس طرح اہل بدعت نے کیا ہے، پس اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جائے گی، واللہ اعلم، بعض علماء نے کہا: اگر حکم لفظ پر معطوف ہے معنی پر معطوف نہیں یہ غسل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ معنی کی رعایت ہوتی ہے نہ لفظ کی، جر، جوار کی وجہ سے ہے جس طرح عربوں نے کہا اور قرآن میں اور دوسری عرب کلام میں یہ پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) یوسل علیکم شواظ من نار، ونحاس۔ (الزمن: ۲۵) جر کے ساتھ ہے (☆) (یعنی ایک قرات میں نحاس جر کے ساتھ ہے) کہا: نحاس دھواں ہے اور فرمایا: (آیت) هو قران مجید، فی لوح محفوظ۔ (البروج) امراء النقیس نے کہا: کبر اناس فی بجاد مزمل:

مزمل کو جر، جوار کی وجہ سے ہے مزمل مرد ہے اس کا اعراب رفع ہے۔ نہیر نے کہا:

لعب الزمان بہا و غیر ہا بعدی سوا فی المورد القطر:

ابو حاتم نے کہا: القطر پر رفع تھا لیکن المورد کے جوار کی وجہ سے اس کو جر دی گئی ہے جس طرح عربوں نے کہا ہے حد آخر نصب ثرب۔ انہوں نے اس (خراب) کو جر دی ہے حقیقتہً اس کا اعراب رفع ہے یہ انقیض، ابو عبیدہ کا مذہب ہے، نحاس نے اس کو رد کیا ہے فرمایا: یہ قول غلط ہے، کلام میں جوار نہیں ہوتا کہ اس پر قیاس کیا جائے یہ غلط ہے اس کی مثال الاقواء ہے۔

میں نے کہا: اس میں قطعی باب یہ ہے کہ پاؤں میں فرض غسل ہے جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے خشک ایڑیوں کے لیے ہلاکت ہے اور قدموں کے پیٹ آگ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مراد کی مخالفت پر ہمیں ڈرایا گیا ہے اور یہ معلوم کہ آگ کا عذاب نہیں دیا جاتا مگر واجب کے ترک پر اور یہ معلوم ہے کہ مسح میں استیعاب (گھرا دھا ط) نہیں ہوتا اور مسح کے قائلین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مسح ظاہر پر ہوتا ہے بطون پر نہیں ہوتا، اس حدیث سے اس شخص کا بطلان واضح

اگرچہ اس نے کھانا یا دھواں اس کے ذریعہ پاؤں کے پلوں میں شمع کا داخل نہیں اور غسل کے ساتھ پاؤں سے پلوں کو دھویا جائے
 ہے نہ پاؤں کا نہیں، اور اگر کسی دوسری چیز سے پاؤں کا اتنا ہوا کہ جس سے اپنے قدموں کو دھویا اس سے واجب و
 ادا کیا اور کسی کا نہ کرنے والے کے بارے میں ایک اور سے روایت کرتے آئے ہیں اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے
 روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مرتبہ اور تین مرتبہ اپنے پاؤں دھوتے تھے حتیٰ کہ انہوں نے صاف کرتے تھے،
 تیسرے لیے پاؤں دھوئے ہیں یہ روایت مایہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے پس واضح ہو گیا کہ جہاں قرأت میں غسل ہے نہ کہ کس جیسا
 کہ ہم نے آگیا ہے اور (آیت) اور حکم میں عامل۔ لافسلا اور عرب ایک شے کا دوسری شے پر ایک غسل کے ساتھ وطف
 کرتے ہیں اس سے ساتھ ایک شے کا (دہلی ہے تو کہتا ہے: نکات الفہر والمسن، یعنی میں نے دودھ پیا یعنی اللہ سے پہلے غسل
 مکرر ہے۔

ان سے شام کا قول ہے: علفتها تبنوا ماء باردا:

ایک اور نے کہا: وادب زوحک فی الوغی متفلا سبفا ورعھا:

ایک اور نے کہا: واطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا:

ایک اور نے کہا: وادب زوحک فی الوغی متفلا سبفا ورعھا:

ان ائمہ میں سے یہ ہے: علفتها تبنوا ماء باردا: متفلا سبفا ورعھا: اطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا
 وادب زوحک فی الوغی متفلا سبفا ورعھا: اطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا: اطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا
 شراب الہان، اکل غرقوس (آیت) وادب زوحک فی الوغی متفلا سبفا ورعھا: اطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا
 اور کے مراد غسل ہے۔ واللہ اعلم۔

اما تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) الی الکعبین۔ بخاری نے روایت کیا ہے مجھے موی نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں وہب نے
 بتایا انہوں نے کہا ہے: روایت کیا ہے یہ ان میں سے انہوں نے اپنے آپ سے روایت کیا فرمایا عمرو بن ابی حسن کے پاس گیا
 انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے متعلق پوچھا تو انہوں نے پانی کا ایک برتن منگوایا پھر نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا پہلے اس برتن سے ہاتھوں پر پانی اٹھایا، پھر اپنے ہاتھوں کو تین مرتبہ دیکھا، پھر اپنے ہاتھوں کو برتن
 میں داخل کیا، پھر ہاتھ کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر ناک سے پانی ہمارا یہ عمل تین باروں سے کیا پھر اپنے ہاتھ کو پانی میں داخل کیا اور
 تین مرتبہ اپنے ہاتھ کو دھویا، پھر اپنے ہاتھوں اور اٹھل لیا اور تین مرتبہ لہاں تک اپنے ہاتھوں کو دھویا، پھر اپنے ہاتھوں کو پانی میں
 اٹھلایا اور اپنے ہاتھ کی دھوئے اپنے ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے پھر پیچھے سے آگے لے آئے یہ عمل ایک مرتبہ کی، پھر اپنے
 پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، جلد ۱، صفحہ ۱۸۰، باب الوضوء، جلد ۱، صفحہ ۱۸۰، جلد ۱، صفحہ ۱۸۰)

بعد حدیث ایلی ہے کہ (آیت) وادب زوحک فی الوغی متفلا سبفا ورعھا: اطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا: اطفلت بالجلھتین طلاءھا ونعماھا
 کے لیے علم کی کتاب میں حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں واضح طور پر اس کی تفسیر آئی ہے کہ پہلے آپ
 ہاتھوں کو آگے سے پیچھے لے گئے اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے، اس کے بعد سے وضو کیا، پھر انہیں پیچھے گدی کی طرف

لے گئے، اور پھر پیچھے سے آگے لے آئے، ہر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، پھر انہیں پیچھے گدی کی طرف لے گئے پھر انہیں لوٹایا حتیٰ کہ اس تک واپس لے آئے جس سے آغاز کیا تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ۱، صفحہ ۱۲۳)

کعبین سے متعلق اختلاف فقہاء کا بیان

علماء کا کعبین کے بارے میں اختلاف ہے، جمہور علماء کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ دو ہڈیاں ہیں جو پاؤں کے پیلو میں اٹھی ہوئی ہوتی ہیں۔ (المحرر الوجیز جلد ۲، صفحہ ۱۶۳ اور کتاب العلم)

اسی نے علماء کے قول کا انکار کیا ہے کہ کعب، قدم کی پیٹھ پر ہے۔ یہ اس نے الصحاح میں کہا ہے، اور ابن القاسم روایت کرتے ہیں محمد بن حسن نے بھی یہی کہا ہے۔ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے وضو کی حد یہاں تک مقرر کی ہو لیکن عبد الوہاب نے اکتعین اس کے بارے میں ایسے الفاظ لکھے ہیں جن میں تخلیل اور ابہام ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں اس کی مخالفت کرنے والا نہیں جانتا کہ کعبین پنڈلی کے جوڑ کی دو ہڈیاں ہیں جو اٹھی ہوئی ہیں، طبری نے یونس سے انہوں نے اشہب سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: الکعبان وہ حد ہے جس تک دھونا واجب ہے یہ دو ہڈیاں ہیں جو پنڈلی کے ساتھ ملی ہوئی ہیں ایڑی کے سامنے ہیں اور کعب قدم کے اوپر ظاہر نہیں۔

میں کہتا ہوں: لغت اور سنت میں نہیں صحیح ہے، کعب عرب کلام میں العلو سے ماخوذ ہے، اسی وجہ سے کعب کہا جاتا ہے کعبت المرأة کہا جاتا ہے جب عورت کے پستان گول ہو جائیں اور ابھر جائیں، کعب القناتہ نیزہ کی گرہ پر دو جوڑوں کے درمیان کی جگہ کو کعب کہتے ہیں، کبھی یہ شرف اور مجد کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی سے حدیث ہے واللہ لا یزال کعبک عالی اللہ کی قسم تیری بزرگی ہمیشہ بلند رہے گی۔

سنت میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو ابو داؤد نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اللہ کی قسم! اپنی صفوں کو درست کرو ورنہ تمہارے دلوں کے درمیان مخالفت پیدا کر دے گا، فرمایا: میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ اپنا کندھا اپنے ساتھی کے کندھے سے، اپنا گھٹنا اپنے ساتھی کے گھٹنے سے، اپنا کندھا اپنے ساتھی کے گھٹنے سے ملائے ہوئے تھا (۱)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۹۶، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۶۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

العقب، ایڑی کے ہڈی کے نیچے پاؤں کا پچھلا حصہ ہے، اور العرقوب پنڈلی اور پاؤں کا جوڑ ہے، اسی سے حدیث ہے خشک عراقیب (ایڑیوں) کے لیے آگ سے ہلاکت ہے (۲) (صحیح مسلم، کتاب الطہارت جلد ۱، صفحہ ۱۲۵)

یعنی جب ایڑیوں کو دھویا نہ گیا ہو جیسا کہ ارشاد ہے (خشک) ایڑیوں اور قدموں کے لیے آگ کا عذاب ہے (۳)

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۸، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

ابن وہب نے مالک سے روایت کیا ہے کسی پر وضو میں اور غسل میں پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا نہیں ہے، جفاء اور علق میں خیر نہیں ہے۔ ابن وہب نے کہا: پاؤں کی انگلیوں کے خلال کرنے کی رغبت دی گئی ہے، ہاتھوں کی انگلیوں میں ضروری ہے، ابن القاسم نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ جس نے اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال نہیں کیا اس پر کچھ نہیں ہے، محمد بن خالد نے ابن القاسم سے انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے: جس نے نہر پر وضو کیا اور اپنے پاؤں کو پانی میں

حرکت دینی تو جائز نہ ہوگا حتیٰ کہ پاؤں کو ہاتھوں سے دھوئے، ابن القاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں سے دھونے پر قہر ہو تو جائز ہے۔

میں کہتا ہوں: سچ یہ ہے کہ انگلیوں کے درمیان کی جگہ کو دھویا جائے گا، کیونکہ وہ بھی پاؤں سے ہیں جیسا کہ ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ ہاتھ سے ہے، ہاتھوں کی انگلیوں کے کھلا ہونے اور پاؤں کی انگلیوں کا ملا ہوا ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، انسان و پورے پاؤں دھونے کا حکم دیا گیا ہے جس طرح پورے ہاتھوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ جب وضو فرماتے تو اپنی انگلیوں کو اپنی چھوٹی انگلی سے ملتے تھے۔ (۴)

(سنن بیہقی، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۷، ایضاً صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۹، فضلاء القرآن جلد ۱، ص ۱۰۰)

نیز یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں دھوتے تھے، یہ عموم کا تقاضا کرتا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آخری عمر میں اپنے پاؤں کی تمام انگلیوں کو یا بعض انگلیوں کو اپنی چھوٹی انگلی سے ملتے تھے اس حدیث کی بنا پر جو انہیں ابن وہب نے بیان کی انہوں نے ابن ابیہر اور لیث بن سعد سے روایت کی انہوں نے یزید بن عمر وغفاری سے روایت کی انہوں نے ابو عبد الرحمن حبلی سے روایت کی انہوں نے مستور دین شدا قرشی سے روایت کی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا اپنے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان کی جگہ کا اپنی چھوٹی انگلی سے خلال کرتے تھے ابن وہب نے کہا: مجھے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ اچھا ہے، میں نے ان سے یہ صرف اس گھڑی سنا، ابن وہب نے کہا: میں نے ان سے سنا اس کے بعد وضو میں انگلیوں کے خلال کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس کا حکم دیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خللوا بین الأصابع لا تخللها النار (۵) احکام القرآن جلد ۱، ص ۵۸۰

انگلیوں کا خلال کرونا کہ آگ ان کا خلال نہ کرے، یہ خلال کے ترک پر وعید ہے پس جو ہم نے کہا وہ ثابت ہو گیا۔

مسلسل دھونے سے متعلق فقہی مذاہب کا بیان

آیت کے الفاظ متواتر وضو کرنے کا تقاضا کرتے ہیں یعنی اعضاء کو لگا تار دھوئے، درمیان میں وقفہ نہ کرے اور درمیان میں کوئی فعل نہ کرے جو وضو سے نہ ہو، علماء کا اس کے متعلق اختلاف ہے، ابن ابی سلمہ اور ابن وہب نے کہا: پے درپے وضو کرنا، ذکر و نسیان میں وضو کے فرائض سے ہے جس نے اپنے وضو کے اعضاء کے درمیان جان بوجھ کر یا بھول کر وقفہ کیا تو جائز نہ ہوگا۔ ابن عبدالحکم نے کہا: بھول کر وقفہ کرے یا جان بوجھ کر کرے وضو جائز ہوگا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابن القاسم نے کہا: اگر جان بوجھ کر فرق کیا تو پھر جائز نہ ہوگا بھول کر کیا تو جائز ہوگا۔ ابن حبیب کی روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر جان بوجھ کر وقفہ جائز ہے مسح میں جائز نہیں، یہ پانچ اقوال ہیں جو دو اصلوں پر قائم ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے مطلق حکم دیا ہے متواتر وضو کرے یا وقفہ کرے (تیری مرضی مقصود تمام اعضاء میں نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت غسل کا وجود ہے۔)

(۲) یہ عبادات ہیں جو مختلف ارکان والی ہیں پس اس میں تو ابالی اور تواتر واجب ہے جس طرح نماز ہے، یہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

ترتیب اعضائے وضو سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

آیت کے الفاظ ترتیب کو بھی اپنے ضمن میں رکھتے ہیں، ترتیب کے بارے میں اختلاف ہے، بہری نے کہا: ترتیب سنت ہے سنت ہے ظاہر مذہب یہ ہے کہ بھولنے والے کے لیے ترتیب کا نہ ہونا جائز ہے اور جان بوجھ کر ترتیب چھوڑنے والے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے فرمایا: جائز ہے اور مستقبل میں ترتیب کو قائم رکھے، ابو بکر القاسمی وغیرہ نے کہا: یہ جائز نہیں، کیونکہ یہ کھیلنے والا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام اصحاب کا نظریہ یہ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابو عبیدہ قاسم بن سلام، اسحاق، ابو ثور کا یہی قول ہے ابو مصعب مالکی کا بھی یہ نظریہ ہے، اس نے اس کو اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے، اس کو اس نے اہل مدینہ سے حکایت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ہیں کہ جس نے وضو میں ہاتھوں کو دھونے میں شہر سے مقدم کیا اور آیت کی ترتیب کے وضو نہ کیا تو جس نے اس وضو کے ساتھ نماز پڑھی اس کا اعادہ لازم ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اکثر روایات یہ ہیں کہ روانہ تعقیب کا موجب ہے اور نہ ترتیب کا موجب ہے، یہی قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور اسکے اصحاب کا ہے، اور یہی ثوری، اوزاعی، لیث بن سعد، حنفی اور داؤد بن علی کا نظریہ ہے الکیا طبری نے کہا: اللہ تعالیٰ کے ارشاد: (آیت) فاسکوا بوجہ حکم وایدیکم کا ظاہر اجزاء کا تقاضا کرتا ہے وہ علیحدہ علیحدہ وقت سے اعضا کو دھوئے یا متواتر وضو کرے جیسا کہ صحیح مذہب شافعی سے ہے اور یہ اکثر علماء کا مذہب ہے، ابو عمر نخعی اللہ عنہ نے کہا: مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: آئندہ نماز کے لیے ترتیب سے نیا وضو کرنا مستحب ہے یہ اس پر وہ واجب خیال نہیں کرتے تھے، یہ ان کے مذہب کا ماحاصل ہے، علی بن زیاد نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے فرمایا: جس نے اپنے بازوؤں کو دھویا، پھر اپنے چہرے کو دھویا، پھر اسے اسی جگہ یاد آگیا تو وہ بازوؤں کو دھونے کا اعادہ کرے اور اگر اسے یاد نہ آئے حتیٰ کہ اس نے نماز پڑھ لی تو وہ وضو اور نماز کا اعادہ کرے، علی نے کہا پھر اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نماز کا اعادہ نہ کرنے اور آئندہ نماز کے لیے وضو کا اعادہ کرے، اختلاف کا سبب وہ ہے جو بعض علماء نے کہا کہ قافا غسلوا میں تعقیب کا موجب ہے، کیونکہ جب یہ جواب شرط ہے تو اس نے مشروط مربوط کر دیا پس یہ تمام میں ترتیب کا تقاضا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہ چہرے سے آغاز کرنے کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ یہ شرط کی جزا اور جواب ہے یہ تمام میں ترتیب کا تقاضا کرتی ہے اگر جواب شرط ایک معنی ہوتا جب جواب شرط تمام جملے ہیں تو پھر کوئی پروا نہیں جس سے آغاز کیا جائے، کیونکہ مطلوب حاصل ہو جاتا ہے، بعض علماء نے فرمایا: ترتیب داؤد کی وجہ سے آتی ہے لیکن حقیقتہً ایسا نہیں کیونکہ تو کہتا ہے: تقافل زید و عمرو، محکم بکر و خالد پس باب مفصلہ میں اس کا دخول اسے ترتیب سے خارج کر دیتا ہے یہ کہنا صحیح ہے، ترتیب چار وجوہ سے ہے۔

(۱) اس سے آغاز کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا جیسا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آپ نے حج فرمایا، ہم اس سے شروع کریں جس سے اللہ تعالیٰ نے آغاز فرمایا۔

(۲) سلف کا اتباع ہے وہ ترتیب سے وضو کرتے تھے۔

(۳) وضو کو نماز کی تشبیہ کی وجہ سے۔

(۴) اس ترتیب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت اختیار فرمائی۔

اور جنہوں نے اجازت دی انہوں نے اس پر حجت پکڑی ہے کہ جنابت کے اعضاء کے دھونے میں ترتیب سے نہ ہونے پر اجماع ہے اسی طرح وضو کے اعضاء کے دھونے میں ترتیب نہیں ہے، کیونکہ اس سے مراد غسل ہے نہ کہ آغاز کرنا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: مجھے کوئی پروا نہیں، جب مکمل وضو کروں، اپنے جس عضو سے آغاز کروں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: اپنے ہاتھوں کو دھونے سے پہلے اپنے پاؤں سے آغاز کرنے میں کوئی حرج نہیں، دارقطنی نے کہا: یہ روایت مرسل ہے ثابت نہیں ہے، اولی ترتیب کا وجوب ہے، واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۱۸) جب وضو میں مشغولیت سے نماز کا وقت فوت ہو جائے تو اکثر علماء کے نزدیک تیمم نہیں کر سکتا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایسی صورت میں تیمم کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ تیمم اصل میں نماز کے وقت کی حفاظت کے لیے ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو نماز کو پانی ملنے تک مؤخر کرنا واجب ہوتا۔ جمہور علماء نے اس ارشاد (آیت) فلم تجدوا ماء فتيمموا۔ سے حجت پکڑی ہے اور یہ پانی پانے والا ہے تیمم کی صحت کی شرط نہیں پانی جاتی پس تیمم نہیں کرے گا۔

مسئلہ نمبر: (۱۹) بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ نجاست کا زائل کرنا واجب نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (آیت) اذ انتم الی الصلوۃ۔ استنجاء کا ذکر نہیں فرمایا اور وضو کا ذکر نہیں فرمایا، اگر نجاست کا زائل کرنا واجب ہوتا تو پہلے اس کا ذکر کیا جاتا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب کا قول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اشہب کی روایت بھی یہی ہے، ابن القاسم نے کہا: یاد ہوتے ہوئے نجاست کا ازالہ ضروری ہے اور نسیان کی صورت میں اس کا زائل کرنا ساقط ہو جاتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نجاست کا زائل کرنا ہے جب وہ بغلی درہم کی مقدار سے زائد ہو، مراد بڑا درہم ہے جو مشقال کی ہیئت پر ہوتا ہے یہ تخریج مقدار کے منہ پر قیاس کیا ہے جو معاف ہے، صحیح ابن وہب کی روایت ہے کیونکہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں والوں کے متعلق فرمایا: انہیں عذاب ہو رہا ہے اور (تمہارے نزدیک) کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ایک چغلی کھاتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ (صحیح مسلم کتاب البہار، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱)

اور عذاب ہمیشہ واجب کے ترک پر ہوتا ہے ظاہر قرآن میں کوئی حجت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیت وضو میں خاص وضو کا طریقہ بیان فرمایا ہے، نجاست کے ازالہ وغیرہ سے تعرض نہیں فرمایا: آیت کریمہ خفین پر مسح پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے، اس مسئلہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تین روایات ہیں۔

- (۱) مطلقاً انکار جیسا کہ خوارج کہتے ہیں یہ روایت منکرہ ہے صحیح نہیں ہے یہ پہلے گزر چکی ہے۔
- (۲) سفر میں مسح کرے حضر میں نہ کرے، کیونکہ مسح کی اکثر روایات سفر میں ہیں اور سہلۃ (کوڑے کا ڈھیر) والی حدیث حضر میں مسح کے جواز پر دلالت کرتی ہے اس حدیث کو مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تخریج کیا ہے فرمایا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے کوڑے کے ڈھیر پر آئے دیوار کے پیچھے آپ کھڑے ہوئے جس طرح تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے پس آپ نے پیشاب کیا، میں آپ سے تمور اور ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ فرمایا، میں آیا، آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ پیشاب سے فارغ ہو گئے ایک روایت میں یہ زائد ہے کہ آپ نے وضو فرمایا اور خفین پر مسح کیا، اسی کی مثل شریح بن ہانی کی حدیث ہے فرمایا: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا میں نے ان سے خفین پر مسح کے

متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا: تم حضرت ابن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان پوچھو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کرتے تھے ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: مسافر کے لیے تین دن تک مسح ہے اور قیم کے لیے ایک دن اور ایک رات تک مسح ہے۔ (۱) (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۳۵)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسافر خفین پر مسح بغیر کسی وقت کی قید کر سکتا ہے، یہ یوسف بن سعد کا قول ہے، ابن وہب نے کہا: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا ہمارے شہر والوں کے نزدیک اس میں کوئی وقت کی تعیین نہیں۔ ابو داؤد نے حضرت ابی بن عمارہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں خفین پر مسح کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اس نے عرض کی: ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا: ایک دن، اس نے پوچھا: دو دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دو دن اس نے پوچھا: تین دن۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور جتنا چاہے۔ ایک روایت میں ہے ہاں جو تیرے لیے ظاہر ہو۔ ابو داؤد نے کہا: اس کی سند میں اختلاف ہے یہ قوی نہیں ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۲۱)

دست مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، نعمان رحمۃ اللہ علیہ اور طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مقیم ایک دن اور ایک رات مسح کرے اور مسافر تین دن مسح کرے، یہ انہوں نے شریع کی حدیث اور اس کی مثل احادیث کی بنا پر کہا ہے: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون اور بعض خلفاء کی طرف آپ کے خطوط میں یہ روایت کیا گیا ہے ان کے اصحاب نے انکار کیا ہے۔ تمام علماء کے نزدیک مسح کرنا اس کے لیے جس نے طہارت پر خفین کو پہنا ہو، کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے فرمایا: میں ایک رات ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، الحدیث، اس حدیث میں ہے میں جھکا تا کہ آپ کے جوڑے اتار دوں آپ ﷺ نے فرمایا: ان کو رہنے دو میں نے طہارت کی حالت میں پہنے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۱۳۳)

آپ نے دونوں پر مسح فرمایا، اصغ کا خیال ہے کہ یہ تیمم کی طہارت ہے، یہ بنا ہے کی تیمم حدیث کو اٹھا دیتا ہے داؤد اس مسئلہ میں منفرد ہے، اس نے کہا: ہاں طہارت سے مراد صرف نجاست سے طہارت ہے جب پاؤں نجاست سے پاک ہوں تو خفین پر مسح کرنا جائز ہے۔ اختلاف کا سبب طہارت کے اسم میں اشتراک ہے۔

پہلے ہوئے موزوں پر مسح کرنے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام مالک کے نزدیک خفین پر مسح جائز ہے جب ان میں تھوڑی سی بھین ہو، ابن خویر منداد نے کہا: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھین انتفاع اور پہننے سے مانع نہ ہو، اس میں چلنا ممکن ہو، امام مالک کے قول کی طرح لیث، ثوری، امام شافعی، اور طبری، کا قول ہے ثوری اور طبری سے پہنی ہوئی خف پر مسح کی اجازت مروی ہے، اوزاعی نے کہا: خف پر اور قدم کا جو حصہ ظاہر ہے اس پر مسح کرے، یہ طبری کا قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اگر پاؤں کا جو حصہ ظاہر ہو وہ تین انگلیوں سے کم ہو تو مسح کرے اور جب تین انگلیوں کی مقدار پاؤں ظاہر ہو تو اس پر مسح نہ کرے یہ محمد بن یحییٰ کا قول ہے، یہ معلوم ہے کہ صحابہ اور تابعین کے

مرد سے تھوڑی باتن سے سلامت نہیں ہوتے تھے، پھر کے نزدیک یہ محال ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جب پاؤں کے انگلی حصہ میں باتن اور اس پر مسح جائز نہیں، حسن بن علی نے کہا: خوف پر مسح کرے جب جو حصہ ظاہر ہو جو راب نے اسے احباب رکھا اور اگر قدم کا کوئی حصہ ظاہر ہو تو مسح نہ کرے، ابو عمر نے کہا: یہ ان کے مذہب پر ہے کہ مسح جو رابوں پر جائز ہے جب اور سولی ہوں، یہ ثوری، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔

جو رابوں پر مسح سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو رابوں پر مسح جائز نہیں مگر جب کہ وہ پٹے کی ہوں، یہ امام مالک کا ایک ہے، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ جو رابوں پر مسح جائز نہیں، اگرچہ وہ بھلہ ہوں، ابو داؤد کی کتاب میں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جو رابین اور لعلین پر مسح کیا، ابو داؤد نے کہا: عہد الرحمن بن مہدی اس حدیث کو بیان نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ سے معروفا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لعلین پر مسح کیا، اس حدیث کو حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے یہ قوی نہیں اور نہ متصل ہے، ابو داؤد نے کہا: حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابو مسعود، حضرت براء بن عازب، حضرت انس بن مالک، حضرت ابو امامہ، حضرت سہل بن سعد، حضرت عمرو بن حریث رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو رابوں پر مسح کیا، یہ حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ (۱) (سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت، جلد ۱، ص ۲۱۱، بیہاکی بخاری حدیث نمبر ۲۷۳، ص ۲۷۳، القرآن و تفسیر)

رواہ لعلین پر مسح تو ابو محمد داری نے اپنی سند میں روایت کیا ہے کہ ہمیں ابو نعیم نے بتایا انہوں نے کہا ہمیں یونس نے بتایا انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں نے عہد خیر سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا اور لعلین پر مسح کیا، پھر وضعت فرمائی اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا جیسے تم نے مجھے دیکھا تو میرے خیال میں قدموں کا باطن مسح کا ظاہر سے زیادہ حذر ہے، ابو محمد داری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے ارشاد (آیت) واسعوا برؤوسکم وارجلکم الی اللعین۔ سے منسوخ ہے۔ (سنن داری، کتاب الطہارت، جلد ۱، ص ۱۳۷)

بَابُ الرَّجُلِ يُجَدِّدُ الْوُضُوءَ مِنْ غَيْرِ حَدَثٍ

باب: آدمی کا بے وضو ہوئے بغیر دوبارہ وضو کرنا

62- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَزِيدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَكْبَرُ حَدِيثٍ أَنَّهُ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ عُطَيْفٍ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ: عَنْ أَبِي عَطِيْفٍ الْهَدَلِيِّ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، فَلَمَّا لَوْدِي بِالظُّهْرِ كَوْنًا فَصَلَ، فَلَمَّا لَوْدِي بِالْعَصْرِ كَوْنًا، فَقُلْتُ

62- اسنادہ ضعیف لضعیف عبد الرحمن بن زیاد - وهو الاثر ہی - وجہا لابی عطیف - او عطیف - الہدلی، واخرجه الترمذی (60)، وابن ماجہ (512) من طریق عبد الرحمن بن زیاد الاثر ہی، بهذا الاسناد، وضعیف الترمذی.

نَحْنُ لَقَائِهِ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَوَّهًا عَلَى طَهْرٍ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا حَدِيثٌ مُسْنَدٌ وَهُوَ أَكْثَرُ

ابو حنیفہ ہذا بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا جب ظہر کے لئے اذان ہوئی تو انہوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ جب عصر کے لئے اذان ہوئی تو انہوں نے پھر وضو کیا تو میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”جو شخص پہلے سے وضو ہونے کے باوجود وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت مسند کی نقل کردہ ہے اور یہ زیادہ مکمل ہے۔)

شرح

ایک تو مطلقاً وضو کرنے کا ثواب واجز مقرر ہے وہ تو ملنا ہی ہے لیکن جو آدمی وضو پر وضو کرے تو اس کے واسطے اس مقررہ اجر و ثواب کے علاوہ مزید دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اس سلسلہ میں علماء لکھتے ہیں کہ یہ اجر و ثواب اس وقت ملتا ہے جب کے پہلے وضو کے بعد فرض یا نفل نماز پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد پھر دوسرا وضو کرے۔ شرح السنۃ میں منقول ہے کہ تجدید وضو اس وقت مستحب ہے جب کہ پہلے وضو سے کوئی نماز پڑھ چکا ہو اور بعض علماء کے نزدیک اگر پہلے وضو کے بعد نماز نہ پڑھی ہو تو وضو کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ مَا يُنَجِّسُ الْمَاءَ

باب: کون سی چیز پانی کو نجس کر دیتی ہے

• حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، وَغَيْرُهُمْ، قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَاءِ وَمَا يَنْجُسُهُ مِنَ الدَّوَابِّ وَالسَّبَاعِ، فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْصِلِ الْخَبَثُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ الْعَلَاءِ وَقَالَ عُثْمَانُ، وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ الصَّوَابُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا: جس میں سے جانور اور درندے آکر پیتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب پانی دو قلعے ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ الفاظ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی راوی کے ہیں:)

عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یہ روایت محمد بن عباد بن جابر سے منقول ہے۔

کے علم میں ہوگا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس حدیث کے پیش تحریر ہے جو پانی دو
تھکے برابر ہوگا اسے ماء کثیر کہیں گے اور جو پانی دو قلوں کے برابر نہ ہوگا وہ "ماء قلیل" کہلائے گا۔ حضرت امام حنفی رحمہ اللہ
نے پانی کے ماننے والے یہ فرماتے ہیں کہ "اگر پانی اتنی مقدار میں ہو کہ اس سے ایک تھکے دو جانے سے دوسرا تھکا نہ
ہو" ماء کثیر ہے اور اگر دوسرا تھکا رہنے لگے تو وہ "ماء قلیل" ہے۔ "بعد کے بعض حنفی علماء نے "دردرد" کو ماء کثیر کہا ہے جنہی اتنی
جوش ہو کہ ہاتھ لپ اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھا لیں تو زمین نہ کھلے ایسے جوش کو دردرد کہتے ہیں۔
یہ جو ایسے جوش کے پانی میں جو "دردرد" ہو انکی نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دھوان نہ دیتی ہو جیسے پیشاب، خون،
زہر وغیرہ چاروں طرف وضو کرنا درست ہے جدھر سے چاہے وضو کر سکتا ہے، البتہ اگر اتنے بڑے جوش میں اتنی نجاست پڑ
جائے کہ پانی کا رنگ یا طرز بدل جائے یا بہہ جانے لگے تو پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر جوش کی شکل یہ ہو کہ نہ دردرد میں ہاتھ اور
پانچ ہاتھ ہو یا ایسے ہی سب سے کم ہوں ہاتھ چوڑا چار ہاتھ ہو تو یہ دردرد کی شکل ہی کہلاتا ہے۔

۵۴۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ يَعْقِبٍ ابْنِ
يَعْقَبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، قَالَ أَبُو كَامِلٍ: ابْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْمَاءِ يَكُونُ فِي الْفَلَاقِ
فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا: جو دیران
نہ ہو رہا ہے۔

اس کے بعد راوی نے، اس کی مانند روایت ذکر کی ہے۔

۵۵۔ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَاصِمُ بْنُ الْمُنْذِرِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُتْنَيْنِ
فَإِنَّهُ لَا يَنْجُسُ۔

قال أبو داود: حماد بن زيد وقفه، عن عاصم

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب پانی دو تھکے ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔"

(امام ابوداؤد سیفی فرماتے ہیں: حماد بن زید نامی راوی نے یہ روایت عاصم سے موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے۔

طرے یا جاری پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت میں فقہی تصریحات

مجموعہ مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ناپاک کی حالت میں ٹھہرے ہوئے

پانی میں غسل نہ کرے (تاکہ پانی ناپاک نہ ہو جائے) لوگوں نے کہا "ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پھر کس طرح نہانا چاہئے؟ انہوں نے فرمایا "اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی (چلو سے) لے کر پانی سے باہر نہانا چاہئے۔"

یہاں جس پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں نہانے سے روکا جا رہا ہے اس سے ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی مراد ہے کیونکہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی ماء جاری یعنی بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا اور پھر اس میں نہانا بھی جائز ہے۔

بعض علماء کرام نے کہا کہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ پانی پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اس میں کوئی آدمی پیشاب کرنے کا تو اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں پیشاب کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عمومی طور پر سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے پانی رفتہ رفتہ مستحیر (تبدیل) ہو جائے گا یعنی جب اس میں زیادتی اور کثرت سے پیشاب کیا جائے گا تو پانی کا رنگ مرہ اور بوتینوں چیزیں بدل جائیں گی اور پانی اصل حیثیت کھو کر ناپاک ہو جائے گا۔ لہذا اب اس حدیث میں مذکورہ حکم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلی شکل یعنی پانی کم ہونے کی صورت میں تو یہ نجی حرمت کے لئے ہے کیونکہ کم پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

دوسری شکل یعنی پانی زیادہ ہونے کی صورت میں کراہت کے لئے ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ اصطلاح شریعت میں "کم پانی" اور زیادہ پانی کی مقدار اور اس کی تحدید کیا ہے؟ تو اس سلسلے میں انشاء اللہ تعالیٰ اگلے صفحات میں پوری وضاحت کی جائے گی۔ اسے بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں پانی کے ساتھ جاری یعنی بہنے والے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ اگر پانی جاری یعنی بہنے والا ہو تو خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں نجاست مبتلا پیشاب وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

یہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ یہ تمام تفصیلات دن کے لئے ہیں، رات میں جنابت کے خوف کی وجہ سے مطلقاً اس میں قضاء حاجت مکروہ اور ممنوع ہے کیونکہ جنات رات کو وہیں رہتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر ندی و نالے اور تالاب جو ہزاروں نہروں وغیرہ رات کو جنات کا مسکن ہوتی ہیں۔ حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مہنی پانی میں ہاتھ دھو کر لے کے لے ڈالے تو پانی مستعمل یعنی ناقابل استعمال نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی میں ہاتھ اس لئے ڈالے تاکہ اپنے ہاتھوں کو ناپاکی دور کرنے کے لئے اس میں دھوئے تو اس شکل میں اپنی مستعمل یعنی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔

پیشاب سے پانی کے نجس ہونے کی مقدار کے تعین کا فقہی بیان

حضرت عہد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "سرکارِ دو عالم ﷺ سے اس پانی کا حکم پوچھا گیا جو جنگل میں زمین پر جمع ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر چو پائے درختوں سے اس پر آتے جاتے رہتے ہیں (یعنی جانور وغیرہ اس پانی پر آ کر اسے پیتے ہیں اور اس میں پیشاب وغیرہ بھی کرتے ہیں، آپ ﷺ فرمایا کہ اگر پانی دو ٹکوں کے برابر ہو تو وہ ناپاکی کو قبول نہیں کرتا (یعنی نجاست وغیرہ پڑتے سے ناپاک نہیں ہوتا)۔" (مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، دارقطنی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد کی ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ "وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔") (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 448)

بَابُ مَا جَاءَ فِي بَثْرِ بَضَاعَةٍ

باب: بضاعہ کنوئیں کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَيْبَانَ الْأَنْبَارِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ائْتَوْضًا مِنْ بَثْرِ بَضَاعَةٍ وَهِيَ بَثْرٌ يَصْحُ فِيهَا الْحَيْضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَاءُ طَهُورٌ لَا يَنْجِسُهُ شَيْءٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ رَافِعٍ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: کیا ہم بضاعہ کے کنوئیں سے وضو کر لیں کریں (راوی کہتے ہیں: وہ ایک ایسا کنواں تھا جس میں حیض والی عورتوں کے کپڑے اور کتوں کا گوشت اور بدبودار چیزیں ڈالی ہوئی تھیں) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بعض حضرات نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: عبد الرحمن بن رافع (یعنی ایک راوی کا نام مختلف

ذکر کیا ہے)

۵۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ سَلِيطِ بْنِ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعِ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ الْعَدَوِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّهُ يُسْتَقَى لَكَ مِنْ بَثْرِ بَضَاعَةٍ وَهِيَ بَثْرٌ يُلْقَى فِيهَا لُحُومُ الْكِلَابِ وَالْمَحَايِضُ وَعَذِيرُ النَّاسِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يَنْجِسُهُ شَيْءٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ قُتَيْبَةَ بْنَ سَعِيدٍ قَالَ: سَأَلْتُ قَيْمَ بَثْرِ بَضَاعَةٍ عَنْ عُقْبَاهَا؟ قَالَ: أَسْمَرٌ مَا يَكُونُ فِيهَا الْمَاءُ إِلَى الْعَانَةِ قُلْتُ: فَإِذَا نَقَصَ قَالَ: دُونَ الْعَوْرَةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدَرْتُ أَنَا بَثْرَ بَضَاعَةٍ بِرِدَائِي مَدَدْتُهِ عَلَيْهَا ثُمَّ ذَرَعْتُهُ فَإِذَا عَرَضُهَا سِنَّةٌ أَذْرَعُ وَسَأَلْتُ الَّذِي فَتَحَ لِي بَابَ الْبُسْتَانِ فَأَدْخَلَنِي إِلَيْهِ هَلْ غَيْرَ بِنَاؤُهَا عَمَّا كَانَتْ عَلَيْهِ؟ قَالَ: لَا. وَرَأَيْتُ فِيهَا مَاءً مُتَغَيَّرَ اللَّوْنِ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ کو یہ بات بتائی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بضاعہ کے کنوئیں سے پانی لایا جاتا ہے وہ ایک ایسا کنواں ہے جہاں کتوں کا گوشت، حیض والی عورتوں کے کپڑے اور لوگوں کی عذیر (مدھن) ڈالی جاتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بے شک پانی پاک ہوتا ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے قتیبہ بن سعید کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے، میں نے بضاعہ کنویں کے نگران سے اس کی گہرائی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے بتایا اس میں زیادہ سے زیادہ اتنا پانی آتا ہے جو ناف سے نیچے ہو میں نے دریافت کیا: جب یہ کم ہو تو یہ کتنا ہوتا ہے تو اس نے کہا: پردے کی جگہ سے نیچے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے بھی بضاعہ کنویں کی پیمائش اپنی چادر کے ذریعے کی ہے۔ میں نے اسے اس پر پھیلا دیا پھر میں نے اسے ناپا تو اس کی چوڑائی چھ بالشت جتنی تھی جس شخص نے میرے لئے باغ کا دروازہ کھولا تھا اور وہ مجھے باغ کے اندر لے کر آیا تھا میں نے اس سے دریافت کیا: پہلے یہ جس حالت میں تھا کیا اس کی بناوٹ میں کوئی تبدیلی بھی کی گئی ہے۔ اس نے جواب دیا: جی نہیں۔ میں نے اس کنویں میں پانی دیکھا کہ اس کی رنگت تبدیل ہو چکی تھی۔

بیر بضاعہ کے پانی کے حکم کا بیان

بیر بضاعہ مدینہ کے ایک کنویں کا نام ہے وہ ایک ایسی جگہ واقع تھا جہاں نالے کی رو آتی تھی اس نالے میں جو گندگی اور غلاظت ہوتی تھی وہ اس کنویں میں پڑتی تھی مگر کہنے والے نے کچھ اس انداز سے بیان کیا جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ لوگ خود اس میں نجاست ڈالتے تھے، حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ اس قسم کی گندگی اور غلط چیزوں کا ارتکاب تو عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا چہ جائے کہ وہ ایسی غیر شرعی غیر اخلاقی چیز کا ارتکاب کرتے جو افضل المؤمنین تھے۔ بہر حال اس کنویں میں بہت زیادہ پانی تھا اور چشمہ دار تھا اس لئے جو گندگی اس میں گرتی تھی بہرہ کر نکل جاتی تھی بلکہ علماء کی تحقیق تو یہ ہے کہ اس وقت کنواں جاری تھا اور نہر جاری کی طرح ایک باغ میں بہتا بھی تھا چنانچہ جب آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے کنویں کی اس صفت کی وجہ سے اس کے پانی کے بارے میں وہی حکم فرمایا جو ماء کثیر یا جاری پانی کا ہوتا ہے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ نجاست پڑنے سے کوئی پانی ناپاک نہیں ہوتا خواہ وہ تھوڑا پانی ہو یا زیادہ پانی بلکہ یہ حکم ماء کثیر یعنی زیادہ پانی کا ہے، قلیل یعنی کم پانی کا یہ حکم نہیں ہے۔ حنفیہ کے بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ چشمہ دار کنواں بھی ”جاری پانی“ کا حکم رکھتا ہے یعنی جو حکم بہنے والے پانی کا ہوتا ہے وہی چشمہ دار کنویں کا ہوتا ہے۔

کنوئیں سے چوہا یا چڑیا وغیرہ زندہ نکالے جائیں تو پانی کا حکم

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ جب کنوئیں میں چوہا، چڑیا، مرغی، بلی اور بکری گر گئی اور انہیں زندہ نکال لیا تو اس کنوئیں کا پانی نجس نہ ہوگا۔ اور اس سے کچھ بھی پانی نکالنا واجب نہیں۔ اور دلیل استسماں یہ ہے کہ جب تک یہ جانور زندہ ہیں پاک ہیں جبکہ قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں کسی ایک کے بھی گرنے سے پانی نجس ہو جائے گا۔ اگرچہ انہیں زندہ نکال لیا گیا ہے کیونکہ ان جانوروں میں نجاست کا راستہ ہے۔ اور نجاست پانی میں حلول کر گئی ہے۔ جبکہ ہم نے قیاس کو رسول اللہ ﷺ کی

حدیث کی سے وجہ ترک کر دیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کی وجہ سے ترک کر دیا۔

امام ابو جعفر اور فقیہ ابو علی یہ دونوں فقہاء اپنی اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جب کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے اگر چہ اسے اسی وقت نکالا جائے بیس سے تیس تک ڈول پانی کے نکالے جائیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کسی کنوئیں میں چوہا گر جائے اور مر جائے تو اس سے سات ڈول پانی نکالا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ محض ڈول نکالے جائیں۔ اس روایت کے مطابق پانی فاسد نہیں ہوتا اور ان سے ایک روایت ہے بیس یا تیس ڈول نکالے جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب کسی کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو اس سے چالیس ڈول نکالے جائیں۔ اسلاف یعنی متقدمین فقہاء نے اس مسئلہ پر اتفاق کر لیا ہے کہ کنوئیں کے مسائل میں اسلاف کے اقوال کی اتباع کرتے ہیں۔ نیاں کو ترک کر دیا جائے گا۔ (المحیط، ج ۱، ص ۶۷، بیروت)

جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے

اگر کنوئیں میں نجاست غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ نجاست تھوڑی ہو یا بہت۔ اور خواہ کسی چیز کے ساتھ لگ کر گری ہو یا صرف نجاست گری ہو ہر حال میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اور وہ خشکی کا رہنے والا ہو۔ اگر وہ کنوئیں میں گر جائے تو اس کے تین درجہ ہیں۔

اول: بکری یا اس کی مثل

دوم: بلی اور اس کی مثل۔

سوم: چوہا اور اس کی مثل۔

پس جو جانور بکری کے برابر یا اس سے بڑے ہوں وہ بکری کے حکم میں ہیں۔ ایسے کسی جانور کے کنوئیں میں گر کر مر جانے سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر چہ وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو۔ اور اگر مر کر پانی میں گرے تب بھی یہی حکم ہے۔ جو جانور بلی کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بکری سے چھوٹے ہوں وہ بلی کے حکم میں ہیں اور جو جانور چوہے کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں۔ ان دونوں قسم کے جانوروں میں سے کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا باہر سے گر کر مرے تو جب تک پھول یا پھٹ نہ جائے اس وقت تک کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ حصہ ناپاک ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور سب پھول جائے یا پھٹ جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے بال یا پاؤں یا دم یا کوئی اور حصہ جسم جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا کنوئیں میں گرتے وقت کٹ جائے تو اس کے گرتے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں رہ کر اس کا جسم اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا جسم پھٹ گیا ہو۔ باہر سے پھول کر یا پھٹ کر گرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر کنوئیں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کہ کب گرا ہے تو فتویٰ اسی پر ہے کہ جب دیکھا جائے اس وقت

سے کنواں ناپاک سمجھا جائے گا۔ اس سے پہلے کے نماز و وضو سب درست ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اگر وہ جانور ابھی پھولا یا پھنا نہیں تو جن لوگوں نے اس کنوئیں سے وضو کیا ہے وہ دن رات کی نمازیں دہرائیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں ان کو پھر سے دھونا چاہئے اور اگر پھول گیا ہو یا پھٹ گیا ہو تو تین دن رات کی نمازیں دہرانا چاہیے۔ البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا وہ نہ دہرائیں۔

جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے

۳. دو بلیاں ایک بکری کے حکم میں ہیں۔ تین چوہے ایک بلی کے حکم میں اور۔ چھ چوہے ایک بکری کے حکم میں ہیں۔
 ۴. بڑا سانپ یا گرگٹ یا مینڈک۔ بڑی چیچڑی اور بڑی چھکی اگر خون والے۔ ہوں تو چوہے و بلی کے حکم میں ہیں۔
 ۵. خنزیر کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مرجائے یا زندہ نکل آئے اور خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے۔
 اگر کے علاوہ اگر کوئی جانور گرے اور زندہ نکل آئے۔ اگر اس کے جسم پر نجاست کا ہونا معلوم ہے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ اگر نجاست تو جسم پر نہیں لیکن اس کا منہ پانی تک پہنچا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور جھوٹے مشکوک کا بھی تمام پانی نکالا جائے گا اور مکروہ ہے تو پانی بھی مکروہ ہے پس اس سے جس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ نہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے کنواں ناپاک نہیں ہوگا (لیکن اکثر اس کا قوی امکان ہے اس لئے جن جانوروں کے پیشاب و پاخانہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا۔ ہی مناسب ہے)

۶. مسلمان میت اگر غسل سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ کافر کی میت غسل سے قبل گرے یا غسل کے بعد۔ ہر حال میں تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگر زندہ آدمی بوڑھا یا جوان یا بچہ مرد یا عورت کنوئیں میں گر کر مر جائے تب۔ بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔

۷. ہر جاندار کا بچہ اپنے بڑے کا حکم رکھتا ہے۔

۸. اونٹ یا بکری کی میٹگیاں اگر کنوئیں میں کثیر مقدار میں گریں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ کثیر وہ ہیں جن کو عرف عام میں کثیر کہیں یا دیکھنے والا کثیر سمجھے اور صحیح یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی ڈول خالی نہ جائے تو کثیر ہیں ورنہ قلیل تر یا خشک سالم یا ٹوٹی ہوئی گوبر یا لید یا میٹگی سب کا ایک ہی حکم ہے۔

۹. مرغی۔ بٹخ اور مرغابی کی بیٹ سے تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

وہ صورتیں جن سے تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے اور سارا کنواں ناپاک نہیں ہوتا

۱. اگر چوہا یا اس کے مثل چڑیا وغیرہ جانور کنوئیں میں گر کر مر جائیں یا مرا ہوا گرے لیکن پھولے یا پھنے نہیں تو بیس سے تیس ڈول نکالے جائیں یعنی تیس ڈول وجوب کے طور پر اور تیس ڈول استحباب کے طور پر نکالے جائیں۔ دو چوہوں کا بھی یہی حکم ہے

بڑی چیزیں اور بڑی چھپکلی وغیرہ جن میں بہتا۔ خون ہوتا ہے جو ہے کے حکم میں ہے۔

۲. بلی یا اس کے مثل کوئی جانور مثلاً کبوتر یا بلی وغیرہ گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے مگر پھولا یا پھٹا نہ ہو تو چالیس سے پچاس یا ساٹھ ڈول نکالے جائیں یعنی چالیس وجوہاً اور پچاس یا ساٹھ ڈول استحباباً نکالے جائیں یہی حکم ایک بلی اور ایک چوہے کے ترے پر ہے جن صورتیں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا۔

۱. پاک چیز کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

۲. مسلمان کی لاش نہلانے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں۔ ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی یا

پھٹی نہ ہو۔

۳. شہید نہلانے سے پہلے بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر خون کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو اور اس کا خون

پینے کی۔ مقدار تک پانی میں نہ ملے۔

۴. زندہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو اگر اس کے

کپڑے اور جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور پانی سے استنجا کئے ہوئے ہے تو خواہ کافر ہو یا مسلمان مرد یا عورت

جنسی ہو یا غیر جنسی کنواں پاک ہے اگر شک ہو کہ کپڑا پاک ہے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک ہے لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا تیس

ڈول نکال دینا مستحب ہے۔ اور اگر اس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو۔ تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ کافروں کا

جسم اور کپڑا عموماً ناپاک ہی رہتا ہے اور نجاست حکمی سے کافر بطعموم پاک نہیں ہوتا تو اگر وہ کنوئیں میں اترنے سے پہلے نہالے اور

پاک کپڑے باندھ کر کنوئیں میں اترے تو کنواں پاک ہے اگر نہ نہائے اور اپنے انہی مستعمل کپڑوں سمیت کنوئیں میں اترے یا

گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے گا (اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی مسلمان کے لئے ہونا چاہیے)

۵. خنزیر کے سوا سب جانوروں کی خشک ہڈی۔ بال یا ناخن گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا لیکن اگر اس میں گوشت یا

چکنائی لگی ہو تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ آدمی کا گوشت یا کھال ناخن کی مقدار سے کم گر جائے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ ناخن

کے برابر یا اس سے زیادہ گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

۶. خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے پانی میں گر کر زندہ نکل آنے سے کنواں پاک ہے بشرطیکہ اس کا جسم پاک ہو اور منہ پانی

تک نہ پہنچے لیکن عموماً جانوروں کا جسم ناپاک رہتا ہے اور منہ کا لعاب پانی میں نکلنے کا قوی امکان ہے نیز خوف و دہشت کی وجہ سے

پیشاب و پاخانہ کر دینے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے سارے پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دینا چاہئے۔ اگر منہ پانی تک پہنچے تو ان

کر مچھوئے کا اعتبار ہوگا۔

۷. طاہر و مطہر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں۔ ناپاک نہ ہوگا۔

۸. مرغی۔ بلی یا مرغابی کے علاوہ کسی اور پرندے کا پیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔

۹. اونٹ یا بکری وغیرہ کی میٹھی تر ہو یا خشک سالم ہو یا ٹوٹی ہوئی۔ گوبر ہو یا لید تھوڑی مقدار میں کنوئیں میں گرنے سے کنواں

ناپاک نہیں ہوتا اور تھوڑی مقدار یہ ہے کہ ہر دفعہ ڈول نکالنے میں گوبر میٹھی وغیرہ وغیرہ ساتھ نہ آئے یہی صحیح ہے۔

۱۰. اگر زندہ چوہا وغیرہ کنوئیں میں سے نکلے تو بیس ڈول نکالنا افضل ہے۔ اگر بلی اور آزاد مرغی وغیرہ زندہ نکلے تو بیس تا چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے بکری وغیرہ گھرے تو بیس ڈول نکالے یہ سب اطمینان قلب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے پس اگر کچھ بھی نہ نکالے تب بھی وضو جائز ہے مستحب ڈول بیس سے کم نہ نکالے یہی افضل ہے۔

۱۱. جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہ ہو جیسے کھسی پتھر وغیرہ ان کے پانی میں گر کر مر جانے یا مرا ہوا گر جانے یا پھول یا پھٹ جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اس سے وضو اور غسل درست ہے لیکن ان کا پینا یا کھانے میں استعمال کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الْمَاءِ لَا يُجْنِبُ

باب: پانی جنبی نہیں ہوتا

68 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: اغْتَسَلَ بَعْضُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جَفْنَةٍ، فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَتَوَضَّأَ مِنْهَا أَوْ يَغْتَسِلَ، فَقَالَتْ: لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمَاءَ لَا يُجْنِبُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ نے ایک بڑے برتن سے غسل کیا پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے اور اس سے وضو کرنے لگے (راوی کو شک ہے کہ شاید یہ الفاظ ہیں:) غسل کرنے لگے تو اس خاتون نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! میں جنابت کی حالت میں تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پانی کو جنابت لاحق نہیں ہوتی۔

جن صورتوں میں پانی نجس نہیں ہوتا

۱. چمگادڑ کے پیشاب اور بیٹ سے پانی و کپڑا نجس نہیں ہوتا۔

۲. جس جانور میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے کھسی۔ پتھر۔ بھڑ۔ چیونٹی۔ و پچھو وغیرہ پانی میں مر جائے تو پانی نجس نہیں ہوگا۔

۳. جو جانور پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور رہتے ہیں ان کے پانی میں مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا جیسے مچھلی۔ مینڈک اور کیڑا۔ اس میں فرق نہیں کہ وہ پانی میں مرے یا باہر مرے پھر پانی میں ڈال دیں۔ اگر پھول یا پھٹ جائے تب بھی۔ یہی حکم ہے مگر وہ پانی پینا مکروہ ہے۔

۴. جو جانور پیدائش پانی کے نہ ہوں مگر وہ پانی میں رہتے ہوں جیسے۔ بلخ۔ مرغابی وغیرہ ان کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

68- صحیح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لا يضر اب روى سماك - وهو ابن حزم - عن عكرمة ابو الاحوص: هو سلام بن سليم الكوفي و اخرج الترمذی (65)، والسنائی فی "المجیبی" (325)، وابن ماجه (370) من طریقین عن سماك، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (2100)، و "صحیح ابن حبان" (1241). ويشهد له حديث ابی سعيد السلف قبله وشواهد.

۵. خنزیر کے سوا ہر جاندار کے بال ہڈی۔ پٹھا۔ کھر (سم) چرا ہوا یا بے چرا پاک ہیں۔ جبکہ ان پر چکنائی نہ لگی ہو ورنہ چکنائی کی وجہ سے ناپاک ہوں گے۔ آدمی کے بال ہڈی کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بال منڈھے ہوئے یا کٹے ہوئے ہوں اگر اکھڑے ہوئی ہوں تو نجس۔ ہوں گے۔

۶. صبح یہ ہے کہ مشک نافہ ہر حالت میں پاک ہے اور ذبح کئے ہوئے۔ جانور کا مشک نافہ بالاتفاق پاک و حلال ہے۔

۷. خنزیر کے تمام اجزاء نجس ہیں۔

۸. جس پرندہ کا گوشت حرام ہے اس کی سیٹ کنوئیں میں گرے تو دفع حرج کے۔ سبب پاک ہے۔

پانی کے متفرق احکام کا بیان

۱. وہ کوزہ جو گھر میں زمین پر اس لئے رکھ دیتے ہیں کہ ان سے مشکوں میں سے پانی نکالیں گے تو ان سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز ہے۔ جب تک یہ۔ معلوم نہ ہو کہ ان پر نجاست لگی ہے۔

۲. ایسے حوض سے وضو و غسل جائز ہے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس میں نجاست پڑی ہوگی مگر یقین نہ ہو اور اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کا حال پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس سے۔ وضو کرنا ترک نہ کرے۔

۳. اگر جنگل میں تھوڑا پانی ملے تو جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔ صرف اس وہم پر وضو نہ چوڑے کہ شاید یہ نجس ہو۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے اس میں سے پانی نکال سکے تو پاک رد مال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور رد مال سے پانی ہاتھ پر ہاتھ کو پاک کر لے۔

۴. اگر بچے یا بڑے آدمی جاہل و کافر وغیرہ ذول یاری پر ہاتھ لگاتے ہیں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو ڈول اور رسی پاک ہے۔ اگر کوئی کافر یا کوئی بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی تو ناپاک ہو جائے گا لیکن چھوٹے بچے کے ہاتھ کا اعتبار نہیں۔ اس لئے جب تک کوئی اور پانی نہ ملے اس کے۔ ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے اگر کر لے تو جائز ہے۔

۵. جب پانی نجاست کے پڑنے سے نجس ہو جائے اگر اس کے تینوں اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے۔ جانوروں کو پلانا اور مٹی ڈال کر گار بنانا بھی جائز نہیں اور وہ پیشاب کی طرح نجس ہوگا اور اگر تینوں اوصاف نہیں بدلے تو اس میں سے جانوروں کو پلانا اور مٹی بھگو کر گار بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا جائز ہے مگر وہ گار مٹی مسجد کی دیواروں وغیرہ پر نہ لگائی جائے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِي

باب: بھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا

69 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِي حَدِيثِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ
 (۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ اس نے پھر اسی میں سے غسل بھی کر لینا ہے۔“

70 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَحْيَى. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ. قَالَ: سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ. عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَبُولَنَّ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الدَّائِمِ. وَلَا يَغْتَسِلُ
 فِيهِ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کوئی بھی شخص ٹھہرے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے اور نہ ہی اس میں غسل جنابت کرے۔“

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا ”تم میں سے کوئی آدمی اس ٹھہرے ہوئے پانی
 میں جو بہنے والا نہ ہو پیشاب نہ کرے کہ پھر اسی میں غسل کرنے لگے (یعنی کسی دانشمند سے یہ بعید ہے کہ وہ پانی میں پیشاب کر لے
 پھر اسی پانی سے غسل کر لے۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم) صحیح مسلم کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی
 آدمی ناپاکی کی حالت میں ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل نہ کرے (تاکہ پانی ناپاک نہ ہو جائے) لوگوں نے کہا ”ابو ہریرہ رضی اللہ
 عنہ پھر کس طرح نہانا چاہئے؟“ انہوں نے فرمایا ”اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی (چلو سے) لے کر پانی سے باہر نہانا چاہئے۔“

(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 445)

یہاں جس پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس میں نہانے سے روکا جا رہا ہے اس سے ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی مراد ہے کیونکہ ماء
 کثیر یعنی زیادہ پانی ماء جاری یعنی بہنے والے پانی کا حکم رکھتا ہے جو پیشاب وغیرہ سے ناپاک نہیں ہوتا اور پھر اس میں نہانا بھی جائز
 ہے۔ بعض علماء کرام نے کہا کہ ماء کثیر یعنی زیادہ پانی میں بھی پیشاب کرنا ممنوع ہے اگرچہ وہ پانی پیشاب وغیرہ سے نجس نہیں ہوتا۔
 کیونکہ اگر اس میں کوئی آدمی پیشاب کرے گا تو اس کے دیکھا دیکھی دوسرے بھی اس میں پیشاب کرنے لگیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا
 کہ عمومی طور پر سب ہی لوگ اس میں پیشاب کرنے کی عادت میں مبتلا ہو جائیں گے جس کی وجہ سے پانی رفتہ رفتہ مستحیر (تبدیل)
 ہو جائے گا یعنی جب اس میں زیادتی اور کثرت سے پیشاب کیا جائے گا تو پانی کا رنگ حرہ اور بوتنیوں چیزیں بدل جائیں گی اور پانی
 اصل حیثیت کھو کر ناپاک ہو جائے گا۔ لہذا اب اس حدیث میں مذکورہ حکم کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ پہلی شکل یعنی پانی کم
 ہونے کی صورت میں تو یہ نجی حرمت کے لئے ہے کیونکہ کم پانی میں پیشاب کرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ دوسری شکل یعنی پانی
 زیادہ ہونے کی صورت میں کراہت کے لئے ہے۔

اسے بھی سمجھ لیجئے کہ حدیث میں پانی کے ساتھ جاری یعنی بہنے والے کی قید کیوں لگائی گئی ہے؟ اس قید کی وجہ یہ ہے کہ اگر پانی
 جاری یعنی بہنے والا ہو تو خواہ کم ہو یا زیادہ ہو اس میں نجاست مثلاً پیشاب وغیرہ پڑنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ نیز علماء کرام نے
 لکھا ہے کہ یہ تمام تفصیلات دن کے لئے ہیں، رات میں جنابت کے خوف کی وجہ سے مطلقاً اس میں قضائے حاجت مکروہ اور ممنوع

ہے کیونکہ جنات رات کو وہیں رہتے ہیں جہاں پانی ہوتا ہے چنانچہ اکثر و بیشتر غمی و نا لے اور تالاب جو بڑا اور غیرہ رات کو جنات کا مسکن ہوتی ہیں۔ حدیث کے آخری حصے سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی جنبی پانی میں ہاتھ نکالنے کے لئے ڈالے تو پانی مستعمل یعنی ناقابل استعمال نہیں ہوگا اور اگر وہ پانی میں ہاتھ اس لئے ڈالے تاکہ اپنے ہاتھوں کو ناپاکی دور کرنے کے لئے اس میں دھوئے تو اس شکل میں اپنی مستعمل یعنی ناقابل استعمال ہو جائے گا۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِسُورِ الْكَلْبِ

باب: کتے کے جوٹھے سے وضو کرنا؟

71- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، فِي حَدِيثِ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَهِّرُوا إِنَاءَكُمْ إِذَا وَلَغَ فِيهِ الْكَلْبُ، أَنْ يُغْسَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ، أَوْ لَا بُنَّ بَنَاتٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ أَيُّوبُ، وَحَبِيبُ بْنُ الشَّهِيدِ، عَنْ مُحَمَّدٍ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں سے پہلی مرتبہ مٹی کے ذریعے دھویا جائے۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایوب اور حبیب نامی راوی نے محمد بن سیرین کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔)

72- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ يَعْنِي ابْنَ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، جَمِيعًا عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ بِمَعْنَاهُ، وَلَمْ يَزِفْعَاهُ وَزَادَ: وَإِذَا وَلَغَ الْهَرُّ غُسِلَ مَرَّةً.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم ان راویوں نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا اور اس میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں:

”جب بلی اس میں منہ ڈال دے تو اسے ایک مرتبہ دھویا جائے۔“

73- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ، حَدَّثَهُ.

71- اسنادہ صحیح، زائدہ: ہو ابن قدامة، و ہشام: ہو ابن حسان، و محمد: ہو ابن سیرین، و اخرجه مسلم (279) (91)، و الترمذی (91)، و النسائی فی "الکبری" (68) من طرق عن محمد بن سیرین، بهذا الاسناد، و اخرجه البخاری (172)، و مسلم (279) (90)، و النسائی فی "المجتبی" (63)، و ابن ماجہ (394) من طریق الاعرج، و مسلم (279) (92) من طریق ہمام، و النسائی فی "الکبری" (66) من طریق ثابت مولی عبد الرحمن بن زید، و (67) من طریق ابی سلمة، و (69) من طریق ابی رافع، و اربعتهم عن ابی ہریرة، و لم يذكر الاعرج و ثابت و ابو سلمة التراب و اخرجه مسلم (279) (89)، و النسائی فی "الکبری" (65) و فی "المجتبی" (335) من طریق علی بن مسهر.

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ السَّابِعَةَ بِالثَّرَابِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَأَمَّا أَبُو صَالِحٍ، وَأَبُو رَزِينٍ، وَالْأَعْرَجُ، وَثَابِتُ الْاُخْتَفِ، وَهَنَامُ بْنُ مُنَبِّهٍ، وَأَبُو الشَّدِيدِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ رَوَوْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَلَمْ يَذْكُرُوا الثَّرَابَ ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو اور ساتویں مرتبہ مٹی کے ذریعے صاف کرو۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) جہاں تک ابو صالح، ابو رزین، اعرج، ثابت اخف، ہمام بن منہ اور ابوسدی عبد الرحمن کا تعلق ہے تو ان حضرات نے یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اور انہوں نے اس میں مٹی کا ذکر نہیں کیا۔

74- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ، عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنِ ابْنِ مُغْفَلٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِقَتْلِ الْكِلَابِ، ثُمَّ قَالَ: مَا لَهُمْ وَلَهَا، فَرَخَّصَ فِي كَلْبِ الصَّيْدِ، وَفِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَقَالَ: إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِي الْإِنَاءِ فَأَغْسِلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَالثَّامِنَةَ عَفْوَةً بِالثَّرَابِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا قَالَ ابْنُ مُغْفَلٍ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کتوں کو مار دینے کا حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں کا ان سے کیا واسطہ؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے شکاری کتا اور بکریوں کی حفاظت والا کتا پالنے کی اجازت دی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھولو اور آٹھویں مرتبہ اسے مٹی کے ذریعے مانجھ لو۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) راوی نے اسی طرح لفظ ابن مغفل کہا ہے۔

آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان

۱. آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جینی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو خواہ وہ کافر ہو لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا۔ مثلاً شراب پینے وال اگر اس وقت پانی پئے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پئے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نکل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔ شرابی کے جھوٹے سے ہر حالت میں بچنا ہی۔ چاہئے۔

۲. عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

۳. حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے اگر چہ نہ ہوں جیسے گائے۔ بکری۔ بیل۔ کبوتر۔ فاختہ وغیرہ لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے دودھ اور گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر

مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔
۴. بگھوڑے کا جھوٹا بالا جماع پاک ہے۔

۵. جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا خواہ پانی میں رہتے ہوں یا خشکی۔ میں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔
۶. کیزے جو گھروں میں رہتے ہیں جیسے سانپ۔ نیولا۔ چھپکلی وغیرہ دیگر جانور اور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔
بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کے بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے۔ لیکن فقیر کے لئے جو اس کے بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ اگر بلی نے کوئی جانور چاہا وغیرہ کھا کر فوراً پیا تو اس کا جھوٹا پاک ہے اور کچھ دیر ٹھہر کر پیا کہ اس عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے تو اس کا جھوٹا پاک نہیں ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔
۷. شکاری پرندوں مثلاً شکر۔ باز۔ چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ کوئے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے۔ اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں۔

۸. خنزیر کتا شیر چیتا بھیڑ یا ہتھی گیدڑ اور دوسرے درندوں چو پاؤں کا جھوٹا نجس ہے۔ کتے کے چائے برتن کا تین بار دھونا واجب ہے اور سات۔ بار دھونا اور پہلی اور آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔

۹. فخر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والے ہونے میں شک ہے۔ مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں دونوں میں چاہے جس کے پہلے کرے لیکن وضو کو مقدم کرنا افضل ہے ایسے پانی سے وضو کرنے میں احتیاطانیت بھی کر لے۔

۱۰. ہر جانور کے پینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

گدھے وغیرہ کے جوٹھے پانی سے وضو کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ "سرکارِ دو عالم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا ہم اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں جس کو گدھوں نے استعمال کیا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ہاں! (اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے) اور اس پانی سے بھی (وضو کرنا جائز ہے) جس کو درندوں نے استعمال کیا ہو۔ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ شریف: جداول: حدیث نمبر 454)

اس مسئلے میں کہ گدھوں یا خچروں کا استعمال کردہ پانی پاک ہے یا نہیں؟ کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ اس مسئلے میں جو احادیث منقول ہیں ان میں تعارض ہے چنانچہ بعض احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا استعمال مکروہ حرام ہے اور بعض احادیث سے ان کی اباحت کا پتہ چلتا ہے، جیسا کہ مرقات میں دونوں قسم کی احادیث جمع کی گئی ہیں لہذا ان کے ظاہری تعارض کو دیکھتے ہوئے اس کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا اور پھر احادیث کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اس مسئلے کے بارے میں اختلاف منقول ہے چنانچہ حضرت ابن عمر فاروق رضی اللہ عنہ گدھوں اور خچروں کے مستعمل کو نا پاک کہتے تھے مگر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے پاک ہونے کے قائل تھے۔

اس حدیث سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درندوں کا مستعمل پاک ہے جیسا کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی

مسک ہے مگر حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک درندوں کا استعمال کیا ہونا پاک ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب کوئی درندہ پانی وغیرہ کو استعمال کرے گا تو اس میں اس کا لعاب یقیناً پڑے گا اور لعاب گوشت سے پیدا ہوتا ہے اور ظاہر کہ درندوں کا گوشت ناپاک ہوتا ہے اس لئے اس کے استعمال کئے ہوئے کو بھی ناپاک کہا جائے گا۔ اب جہاں تک ان حدیثوں کا تعلق ہے جن سے درندوں کے مستعمل کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے، اس کے بارے میں علماء کرام فرماتے ہیں کہ ان احادیث کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ ان احادیث کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی کیونکہ ان احادیث کی صحت ہی میں کلام کیا جاتا ہے کہ آیا یہ احادیث صحیح بھی ہیں یا نہیں؟ اگر ان احادیث کو صحیح مان بھی لیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ ان احادیث سے درندوں کے مستعمل پانی کے پاک ہونے کا ثبوت ملتا ہے اس سے وہ پانی مراد ہے جو جنگل میں بڑے بڑے تالابوں میں جمع ہوتا ہے، چنانچہ اس کی تصریح آگے آنے والی احادیث سے بھی جو حضرت یحییٰ اور حضرت ابو سعید رحمہما اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں، ہوتی ہے جن میں وضاحت کے ساتھ ثابت ہو رہا ہے کہ اگر درندے نے ایسے پانی کو استعمال کیا جو بہت زیادہ مثلاً کسی بڑے تالاب وغیرہ میں پانی ہے تو پاک ہوگا اگر پانی تھوڑا ہوگا تو وہ درندوں کے استعمال کر دینے سے ناپاک ہو جائے گا۔

پھر اس بات کو ذہن نشین کر لیجئے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ ان احادیث میں درندے اور پانی علی العموم مراد ہیں کہ پانی خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ وہ درندوں کے استعمال کرنے سے ناپاک نہیں ہوتا تو کیا اس شکل میں یہ لازم نہیں آتا کہ کتوں کے جھولے کو بھی پاک کہا جائے حالانکہ کوئی بھی کہے کہ جھولے کو پاک نہیں کہتا "لہذا اس سے معلوم ہوا کہ جن احادیث سے درندوں کے جھولے پانی کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اس سے وہی پانی مراد ہے جو جنگل میں بڑے بڑے تالابوں میں جمع رہتا ہے اور جو بہت زیادہ ہوتا ہے۔" اس موقع پر برہیل تذکرہ ایک مسئلہ بھی سن لیجئے۔ یہ تو آپ سب ہی جانتے ہیں کہ کتے کا لعاب وغیرہ بھی ناپاک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کتوں کا لعاب وغیرہ کپڑے یا بدن کے کسی حصے پر لگ جائے تو اس کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہوتا ہے مگر اس سلسلے میں اتنی بات یاد رکھئے کہ اگر کسی کتے نے کسی آدمی کے بدن کے کسی حصے کو منہ سے پکڑ لیا یا کسی کپڑے کو منہ میں دبایا تو اس کا مسئلہ یہ ہے کہ کتے نے اگر غصے کی حالت میں پکڑا یا دبا ہے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔

اور اگر غصے کی حالت میں نہیں بلکہ بطور کھیل کود کے اس نے پکڑا اور دبایا ہے تو وہ ناپاک ہو جائے گا اس لئے بدن کے اس حصے کو اور کپڑے کو دھو کر پاک کرنا ضروری ہوگا۔ اس فرق کی وجہ علماء یہ لکھتے ہیں کہ جب کتا کسی چیز کو غصے کی حالت میں پکڑتا ہے تو اسے دانتوں سے پکڑتا ہے لہذا اس کے دانت میں کوئی رطوبت نہیں ہوتی اس لئے اس چیز پر ناپاکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور جب کسی چیز کو کھیل کے طریقہ پر پکڑتا ہے تو اسے دانتوں سے نہیں پکڑتا بلکہ ہونٹوں سے پکڑتا ہے اور ہونٹ چونکہ لعاب وغیرہ سے تر ہوتے ہیں اس لئے اس کی ناپاکی اس چیز کو بھی ناپاک کر دیتی ہے۔

بَابُ سُورِ الْهَرَّةِ

باب: بلی کے جوٹھے کا حکم

75 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ

عَنْ حُمَيْدَةَ بِنْتِ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ. عَنْ كُبْشَةَ بِنْتِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ - وَكَانَتْ تَحْتَ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ - أَنَّ
 أَبَا قَتَادَةَ دَخَلَ فَسَكَبَتْ لَهُ وَضُوءًا. فَجَاءَتْ هِرَّةٌ فَشَرِبَتْ مِنْهُ. فَأَصْغَى لَهَا الْإِنَاءَ حَتَّى شَرِبَتْ.
 قَالَتْ كُبْشَةُ: فَرَأَى أَنْظُرَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: اتَّعَجِبِينَ يَا ابْنَةَ أَخِي؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيُسْتَبْنَجَسُ بِنَجَسٍ. إِنَّهَا مِنَ الطَّوَافِينَ عَلَيْكُمْ وَالطَّوَافَاتِ

﴿﴾ سیدہ کبشہ بنت کعب بن مالک جو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی اہلیہ تھیں وہ بیان کرتی ہیں: ایک مرتبہ
 حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ (گھر میں) تشریف لائے۔ میں نے ان کے وضو کے لئے پانی رکھا۔ ایک بلی آئی اور اس میں سے پینے لگی تو
 انہوں نے وہ برتن اس بلی کی طرف کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بلی نے پانی پی لیا۔ سیدہ کبشہ بیچن بیان کرتی ہیں: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ
 عنہ نے مجھے دیکھا کہ میں ان کی طرف (غور سے) دیکھ رہی ہوں تو انہوں نے دریافت کیا۔ اے میری بھتیجی کیا تم حیران ہو رہی ہو؟
 میں نے جواب دیا: جی ہاں تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے:
 ”یہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہے۔ یہ تمہارے ہاں آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے۔“

78 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ. عَنْ دَاوُدَ بْنِ صَالِحِ بْنِ دِينَارِ الثَّمَارِ.
 عَنْ أُمِّهِ. أَنَّ مَوْلَاتَهَا أَرْسَلَتْهَا بِهَرِيسَةَ إِلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. فَوَجَدَتْهَا تُصَلِّي. فَأَشَارَتْ إِلَى أَنَّ
 ضَعِيهَا. فَجَاءَتْ هِرَّةٌ. فَأَكَلَتْ مِنْهَا. فَلَمَّا انْصَرَفَتْ أَكَلَتْ مِنْ حَيْثُ أَكَلَتِ الْهِرَّةُ. فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهَا لَيُسْتَبْنَجَسُ بِنَجَسٍ إِنَّهَا مِنَ الطَّوَافِينَ عَلَيْكُمْ. وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِفَضْلِهَا

﴿﴾ داؤد بن صالح اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ان کی مالکن نے ہریرہ دیکر انہیں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں
 بھیجا (وہ خاتون بیان کرتی ہیں:) میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ انہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ تم اسے
 رکھ دو پھر ایک بلی آئی اور اس میں سے کھانے لگی جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز مکمل کر لی تو انہوں نے وہاں سے ہی کھانا شروع کیا
 جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بتائی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
 ”یہ (یعنی بلی) نجس نہیں ہوتی ہے یہ تمہارے ہاں آنے جانے والے جانوروں میں سے ایک ہے۔“

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی بتایا) میں نے نبی اکرم ﷺ کو بلی کے (پینے کے بعد) چھوڑے ہوئے پانی کے ساتھ وضو
 کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بلی کے جوٹھے کے حکم کا بیان

بلی کا جوٹھا پاک ہے لیکن مکروہ ہے جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر مکروہ ہے۔ (ہدایہ اولین ص ۲۸، بلی)
 پاک ہونے کی دلیل۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک برتن سے وضو

کیا۔ جس کو پہلے ملی پہنچ چکی تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ (مٹی) نجس نہیں ہے یہ تو طوافین اور طوافات میں سے ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

مٹی کے ناپاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے۔ کہ ”الہرة سبع“ مٹی درندہ ہے ایک دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ مٹی کا جو ٹھاپا ک ہو جبکہ دوسری دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ مٹی کا گوشت ناپاک ہے لہذا اس کا جو ٹھا بھی ناپاک ہونا چاہیے۔ پس فقہاء نے اس کیلئے کراہت کا حکم ثابت کر دیا۔ (ہدایہ مع البیان ج ۱ ص ۲۸، الجہان دہلی)

بَابُ الْوُضُوءِ بِفَضْلِ وَضُوءِ الْمَرْأَةِ

باب: عورت کے وضو (یا غسل کے) بچائے ہوئے پانی سے وضو کرنا

77 - حَدَّثَنَا سَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، وَنَحْنُ جُنُبَانِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے اور ہم دونوں اس وقت جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔

78 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ ابْنِ خَزَبُوذٍ، عَنْ أُمِّ صُبَيْةَ الْجُهَنِيَّةِ، قَالَتْ: اخْتَلَفَتْ يَدَيَّ وَيَدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْوُضُوءِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ

سیدہ ام صبیہ جہنیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وضو کے دوران میرا ہاتھ اور نبی اکرم ﷺ کا دست مبارک ایک ہی برتن میں باری باری پڑھتے تھے۔

79 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ يَتَوَضَّئُونَ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مُسَدَّدٌ: مِنَ الْإِنَاءِ الْوَاحِدِ جَمِيعًا

77 - اسنادہ صحیح، یحیی: هو ابن سعید القطان، وسفیان: هو ابن سعید الثوری، ومنصور: هو ابن المعتمر، وإبراهیم والاسود: هما النحعیان، وأخرجه البخاری (299)، والنسائی فی "الکبری" (229) من طریق سفیان، بهذا الاسناد، = وأخرجه البخاری (261)، ومسلم (319) (41) و(321) (43) و(45) و(46)، والترمذی (1851)، والنسائی فی "الکبری" (73) و(229) و(236) من طرق عن عائشة، وبعضهم لم يدكر الجنابة. وهو فی "مسند احمد" (24014) و(25583)، و"صحیح ابن حبان" (1108). وانظر ما سیاتی برقم (98) و(238).

❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مرد اور خواتین (یعنی میاں بیوی) وضو کیا کرتے تھے۔

مسند نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "ایک ہی برتن سے ایک ساتھ ہی وضو کیا کرتے تھے۔"

80 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: كُنَّا نَتَوَضَّأُ نَحْنُ وَالنِّسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ، نُدْثِي فِيهِ أَيْدِينَا ❀❀ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم لوگ (یعنی مرد) اور خواتین (یعنی میاں بیوی) ایک ہی برتن سے وضو کیا کرتے تھے ہم اپنے ہاتھ اس میں ایک ساتھ داخل کیا کرتے تھے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ

باب: اس کی ممانعت

81 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُبَيْرٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ حُسَيْنِ بْنِ الْحَنِيئِ، قَالَ: لَقِيتُ رَجُلًا صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ سِنِينَ، كَمَا صَحِبَهُ أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ الْمَرْأَةُ بِفَضْلِ الرَّجُلِ، أَوْ يَغْتَسِلَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ الْمَرْأَةِ، زَادَ مُسَدَّدٌ: وَلَيَغْتَرِفَا جَمِيعًا ❀❀ حمید حمیری بیان کرتے ہیں: میری ملاقات ایک ایسے صاحب سے ہوئی جو چار سال تک نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے تھے جس طرح (اتنے ہی عرصے تک) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت مرد کے بچائے ہوئے پانی سے غسل کرے یا مرد عورت کے بچائے ہوئے پانی سے غسل کرے۔

مسند نامی راوی نے یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں "ان دونوں کو ایک ساتھ چلو میں پانی لینا چاہئے۔"

82 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ يَغْنِي الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي حَاجِبٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَمْرٍو وَهُوَ الْأَقْرَعُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَتَوَضَّأَ الرَّجُلُ بِفَضْلِ طَهُورِ الْمَرْأَةِ

❀❀ حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہما جو اقراع ہیں وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ مرد عورت کے وضو سے بچائے ہوئے پانی سے وضو کرے۔

82 - رجالہ ثقات، وهو في "مسند الطيالسي" (1252)، لکن لم يصرح فيه باسم الصحابي، وقال: عن رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم. - ومن طريق الطيالسي أخرجه الترمذي (64)، والنسائي في "المعجمي" (343)، وابن ماجة (373) وصرحوا باسم الصحابي. وأخرجه الترمذي (63) من طريق سليمان التيمي، عن أبي حجاب، عن رجل من بني غفار، وهو في "مسند أحمد" (17863)، و"صحيح ابن حبان" (1260).

بَابُ الْوُضُوءِ بِمَاءِ الْبَحْرِ

باب: سمندر کے پانی سے وضو کرنا

83 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَلَمَةَ، مِنْ آلِ ابْنِ الْأَزْرَقِ، أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ - وَهُوَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ - أَخْبَرَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَأَلَ رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا نَزَكِبُ الْبَحْرَ، وَنَحْمِلُ مَعَنَا الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهِ عَطِشْنَا، أَفَتَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ الطَّهُّورُ مَاءُ الْجَلِّ مَيْتَتُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں۔ ہم اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے کر جاتے ہیں اگر ہم اس کے ذریعے وضو کر لیں تو خود پیا سے رہ جائیں گے تو کیا ہم سمندر کے پانی سے وضو کر لیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيدِ

باب: نبید سے وضو کرنا

84 - حَدَّثَنَا هَنَادٌ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شَرِيكَ، عَنْ أَبِي قَزَارَةَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةُ الْجِنِّ: مَا فِي إِدَاوَتِكَ؟ قَالَ: نَبِيدٌ، قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُورٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ: سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ أَبِي زَيْدٍ، أَوْ زَيْدٍ، كَذَا قَالَ شَرِيكَ، وَلَمْ يَذْكُرْ هَنَادٌ لَيْلَةَ الْجِنِّ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جنات (کی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری) کی رات نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: تمہارے برتن میں کیا ہے؟ انہوں نے عرض کی: نبید ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کھجور پاک ہوتی ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے۔

سلیمان بن داؤد نے ابو زید سے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) زید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ شریک بیان کرتے ہیں: ہناد نے جنات سے ملاقات کی رات ذکر نہیں کیا۔

85 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنْ عَامِرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ؟ فَقَالَ: مَا كَانَ مَعَهُ مِنَّا أَحَدٌ

✽ ✽ ✽ علقمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: جنات کی (نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضری) کی رات آپ میں سے کون نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا؟ تو انہوں نے بتایا: ہم میں سے کوئی بھی نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں تھا۔

86 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، أَنَّهُ كَرِهَ الْوُضُوءَ بِالنَّيْبِ، وَقَالَ: إِنَّ التَّيْمَةَ أَعْجَبُ إِلَيَّ مِنْهُ ✽ ✽ ✽ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ انہوں نے دودھ یا نبیذ کے ذریعے وضو کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ یہ فرماتے تھے: میرے نزدیک اس کے مقابلے میں تیمم کر لینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

87 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ، قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ، عَنْ رَجُلٍ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ، وَلَيْسَ عِنْدَهُ مَاءٌ، وَعِنْدَهُ نَبِيذٌ أَيْغْتَسِلُ بِهِ؟ قَالَ: لَا ✽ ✽ ✽ ابوخلدہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابو العالیہ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا جس کو جنابت لاحق ہو جاتی ہے اور اس کے پاس پانی نہیں ہوتا البتہ اس کے پاس نبیذ ہوتی ہے تو کیا وہ اس کے ذریعے غسل کر لے؟ انہوں نے جواب دیا: جی نہیں۔

نبیذ تمر کے پانی سے وضو کرنے کا حکم

اگر وضو کرنے والے نے صرف نبیذ تمر کا پانی پایا تو امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ وہ وضو کرے اور تیمم نہیں کرے گا۔ اس کی دلیل ”لیلۃ الجن“ والی حدیث ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے جب پانی نہ پایا تو نبیذ تمر سے وضو کیا۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: تیمم کرے گا اور نبیذ تمر کے ساتھ وضو نہ کرے۔ اور ایک امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی طرح مروی ہے۔ اور امام شافعی نے فرمایا یہ نبیذ تمر والی حدیث کی بجائے آیت تیمم پر عمل کریں کیونکہ وہ آیت اس حدیث سے زیادہ قوی ہے یا وہ حدیث اس آیت سے منسوخ ہے۔ کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور حدیث لیلۃ الجن مکی ہے۔

اور امام محمد علیہ الرحمہ نے فرمایا: کہ وضو کرے اور تیمم بھی کرے کیونکہ حدیث میں اضطراب ہے اور اسکی تاریخ مجہول ہے لہذا احتیاط کے طور پر دونوں کو جمع کرنا واجب ہے۔ ہم نے کہا کہ ”لیلۃ الجن“ متعدد تھیں لہذا نسخ کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں۔ اور ایسی حدیث مشہورہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہو اس کے ساتھ کتاب اللہ پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةُ الْجِنِّ عِنْدَكَ ظُهُورٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا شَيْءٌ مِنْ نَبِيذٍ فِي إِدَاوَةٍ، قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ، وَمَاءٌ ظُهُورٌ، فَمَتَوَضَّأَ هَذَا حَدِيثٌ وَكَيْعٌ - بِبَابِ الْوُضُوءِ بِالنَّبِيذِ

(ابن ماجہ، بخاری، ابن عدی، مسند احمد، طبرانی، ابوداؤد، بیہقی، مسلم، ترمذی، استفادھا)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ الجن کو ان سے فرمایا تمہارے پاس پانی

ہے۔ عرض کیا پانی ہے مگر نیند میں سے کچھ ہے فرمایا: مجبور پاکیزہ ہے اور اس کا پانی پاک ہے۔ پس آپ نے اس سے وضو کیا۔

امام محمد علیہ الرحمہ کی حدیث لیلۃ الجن پر جرح و تعدیل کا جواب

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حدیث لیلۃ الجن کو حضرت ابوہزارہ نے ابو زید سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

”عن مسعود أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ لَيْلَةَ الْجِنِّ: مَا فِي إِذَاوَتِكَ؟ قَالَ: نَبِيذٌ تَمْرٍ. قَالَ: تَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُوْرٌ“

اس کو امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں ”فتضاء منہ“ اور امام ابن ابی شیبہ نے ایک طویل روایت بیان کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔

(بَلْ مَعَكَ مِنْ وَضُوءٍ؟ قُلْتُ لَا. قَالَ: فَمَا فِي إِذَاوَتِكَ؟ قُلْتُ: نَبِيذٌ تَمْرٍ. قَالَ: تَمْرَةٌ حُلُوْلَةٌ وَمَاءٌ طَيِّبٌ. ثُمَّ تَوَضَّأَ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ)

اور اس روایت کو ضعیف کہا ہے کیونکہ امام ترمذی نے کہا کہ ابو زید مجہول ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ابوہزارہ مجہول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ راشد بن کیسان مجہول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی دوسرا آدمی مجہول ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابو زید کو قاضی ابوبکر ابن عربی نے جامع ترمذی کی شرح میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ عمرو بن حریت کے غلام ہیں اور انہوں نے راشد بن کیسان العنسی الکوفی سے روایت کی ہے۔ اور ابودورق نے انہیں جہالت سے نکالا ہے۔ اور ابو ہزارہ کے بارے میں شیخ تقی الدین الامام نے کہا ہے کہ ان کی جہالت محل نظر ہے۔ کیونکہ ابوہزارہ نے اس حدیث کو اہل علم کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ جیسے سفیان، شریک، اسرائیل، جراح بن طیح، قیس بن ربیع،

ابن عدی نے کہا ہے کہ ابوہزارہ کی یہ حدیث مشہور ہے اور ابوہزارہ کا نام راشد بن کیسان ہے۔ اور اسی طرح امام دارقطنی نے کہا ہے۔

اور جو روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ لیلۃ الجن ہم میں سے کوئی ایک بھی حاضر نہ تھا جو اس حدیث کے معارض ہے۔ حالانکہ ابن ابی شیبہ والی حدیث ان کے ساتھ ہے۔

اور ابو حفص بن شاہین بیان کرتے ہیں کہ میں ”لیلۃ الجن“ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ وَعَنْهُ أَنَّهُ رَأَى قُرْغَا مِنَ الزُّطِّ فَقَالَ: هَؤُلَاءِ أَشْبَهَ مَنْ رَأَيْتُ بِالْجِنِّ لَيْلَةَ الْجِنِّ“

اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ ان کے سوا کوئی ایک بھی شریک نہ تھا یعنی ان کی شرکت کا اختصاص ہے۔ اور اس حدیث میں ان کی شرکت کا بیان ہو گیا۔ اسی طرح امام ابو محمد المطلبوسی نے اپنے کتاب ”التنبیہ علی الاسباب الموجبة لخلاف“ میں ذکر کیا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۱۱، بیروت)

جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں قاعدہ فقہیہ:

جب نفی اور مثبت جمع ہو جائیں تو اثبات کو تقدم حاصل ہوتا ہے۔

نبیذ تمر سے وضو کرنے یا نہ کرنے کا حکم

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ نے بدائع میں لکھا ہے۔ ابو العالیہ الریاحی سے مروی ہے کہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ ایک سمندری سفر میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا کشتی والوں کے پاس پانی ختم ہو چکا تھا ان کے پاس شیرہ کھجور تھا تو بعض نے اسی سے وضو کر لیا اور سمندر کے پانی سے وضو کو مکروہ سمجھا اور بعض نے سمندر کے پانی سے وضو کر لیا، یہ اجماع کی حکایت ہے کیونکہ جو حضرات سمندر کے پانی سے وضو کر رہے تھے تو وہ اس کے پانی سے وضو کے جواز کے قائل تھے اور انہوں نے نبیذ تمر سے وضو اس لئے نہ کیا کہ انہوں نے ماء مطلق کو پایا اور جو نبیذ تمر سے وضو کر رہے تھے وہ سمندر کے پانی کو طہور نہیں سمجھتے تھے، یاد رہے کہ یہ پانی ناراضگی اور عذاب کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا ہے شاید ان کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ سمندر کا پانی پاک کرنے والا اور اس کا مردہ حلال ہے تو پانی نہ ہونے کی صورت میں انہوں نے نبیذ تمر سے وضو کیا۔

(بدائع الصنائع، مطلب الماء، القید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶)

بدائع میں ہے کہ وہ نبیذ تمر جس میں اختلاف ہے اس کی معرفۃ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی جائیں تو ان کی مٹھاس پانی میں آجائے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبیذ تمر کی یہی تفسیر منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سے لیلۃ الجن میں وضو فرمایا تھا، آپ نے فرمایا میں نے کچھ کھجوریں پانی میں ڈال دی تھیں تو اس کو اس پانی پر محمول کیا جائے جس میں مٹھاس پیدا ہو گئی ہو اور مطلق پانی سے نکل گیا ہو، جیسا اس حدیث کی ابتداء میں بروایت ابن شیبہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کیا تمہارے پاس وضو کا پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے تو شہ دان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا نبیذ تمر ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو میٹھی کھجوریں اور پاک پانی ہے، تو اگر وہ پانی مطلق ہوتا تو آپ جواب میں نہ نہ فرماتے۔

بدائع میں ہے کہ اگر نبیذ شیرہ کی طرح گاڑھا ہو تو بلا اختلاف اس سے وضو جائز نہیں ہے اور اسی طرح اگر رقیق ہے مگر اس میں اتنا جوش آگیا ہو کہ جھاگ دے گیا ہو کیونکہ اب یہ مسکر ہو گیا اور مسکر حرام ہے لہذا اس سے وضو جائز نہیں، نیز یہ کہ جس نبیذ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تھا وہ رقیق اور میٹھا تھا لہذا کڑوا اور گاڑھا نبیذ اس کے حکم میں نہیں۔

تاہم ملک العلماء نے اس تمام گفتگو کے بعد جو ہم نے اوپر ذکر کی، فرمایا: عرب کی عادت تھی کہ وہ کھاری پانی میں کھجوریں ڈالتے تھے تاکہ پانی میٹھا ہو جائے (بدائع الصنائع، مطلب الماء، القید ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ بھی جائز ہے کہ وہ دونوں سے وضو کے جواز کے قائل ہوں جبکہ نبیذ پر پانی غالب ہو، جیسا کہ ان شاء اللہ آئے گا، تو جس نے اس سے وضو کیا اس نے سمندری پانی سے وضو کو نبیذ اس کے پاس ہے اس کا پانی غالب ہے اور جس نے سمندری پانی سے وضو کیا اس کو اس نبیذ میں شک تھا جو اس کے پاس موجود تھا تو اس نے بطور کراہت

تحریکی اس سے وضو نہ کیا اور سمندری پانی سے وضو کر لیا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

میں کہتا ہوں یہ جواب بھی اُن دو حضرات کے قول کی طرف میلان ہے، مگر میرے نزدیک یہ جواب درست نہیں، کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو پانی کا نام باقی رہتا اور مطلق رہتا اور اس سے مطلقاً وضو جائز ہوتا۔ شیخ نے آخر میں فرمایا نبیذ تمر سے وضو کا جواز قیاس کے برخلاف ثابت ہے، کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو صرف مطلق پانی سے ہی جائز ہو، اور یہ مطلق پانی نہیں ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ماء مطلق پر قدرت ہوتے ہوئے اُس سے وضو جائز نہیں، لیکن اس کا جواز روئے نص ثابت ہے اس لئے ہمیں ضرورت ہوئی کہ ہم حدیث کا جواب دیں، اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت تمیم بے منسوخ ہے، اور اس لئے اتقانی امام محمد کے قول کی طرف مائل ہوئے کہ وضو اور تمیم دونوں کو جمع کیا جائے تاکہ طہارت بالیقین حاصل ہو جائے۔ میں کہتا ہوں میری ناقص سمجھ میں یہ بات نہ آ سکی کہ یہ اجماع کیونکر ہو گیا کہ پانی نہ ہونے کے وقت نبیذ تمر سے وضو جائز ہے، کیونکہ جن حضرات نے سمندر کے پانی سے وضو کیا ممکن ہے کہ وہ موجودہ حالت میں نبیذ تمر سے وضو کو جائز نہ سمجھتے ہوں کیونکہ پانی موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبیذ تمر سے وضو کو بالکل جائز نہ سمجھتے ہوں یہاں تک کہ اگر نبیذ موجود ہو اور پانی نہ موجود ہو تو وہ تمیم کے قائل ہوں جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مفتی بہ ہے اور سلف کی عرف میں کراہت جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲، ص ۷۳، رمضان ۱۲۷۵ھ، لاہور)

ثبت ثانی سے اولی ہوتا ہی قاعدہ فقہیہ

ثبت ثانی سے اولی ہوتا ہے۔ (النار، ۱۹۷)

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی مثبت اور منفی حکم میں تعارض آجائے تو امام کرنی علیہ الرحمہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مثبت ثانی سے افضل ہوتا ہے۔ جبکہ فقہاء احناف میں بھی اختلاف ہے بعض مواضع ایسے ہیں جہاں مثبت اولی ہوتا ہے اور بعض مواضع ایسے ہیں جہاں ثانی اولی ہوتا ہے لہذا فقہاء نے اس اختلاف کو حل کرتے ہوئے ایک اور قاعدہ بیان کیا ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے۔ اس کا ثبوت اس حدیث سے فقہاء احناف کا استدلال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حالت احرام میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ (صحیح مسلم ج ۱، ص ۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حالت احرام میں حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا ہے جبکہ دوسری روایات سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے حالت احرام میں نکاح سے منع فرمایا ہے اور آپ حالت حلت میں نکاح کیا تھا۔

حضرت یزید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حالت حلت میں نکاح کیا، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا میری اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ تھیں۔

(صحیح مسلم ج ۱، ص ۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

فقہاء احناف کے نزدیک مذکورہ قاعدہ کے مطابق حالت احرام میں نفس نکاح جائز ہے کیونکہ نکاح عقد کی مثل ہے اس میں کوئی

ممانعت نہیں ہے۔ (قواعد فقہیہ، ص ۴۱۲، شبیر برادرزادہ)

بَابُ أَيُّصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ؟

باب: جس وقت آدمی کو پیشاب یا پاخانہ کی حاجت ہو کیا اس وقت وہ نماز ادا کر سکتا ہے

88- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ، أَنَّهُ خَرَجَ حَاجًّا، أَوْ مُعْتَمِرًا وَمَعَهُ النَّاسُ، وَهُوَ يَوْمُهُمْ، فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ أَقَامَ الصَّلَاةَ، صَلَاةَ الصُّبْحِ، ثُمَّ قَالَ: لِيَتَقَدَّمَ أَحَدُكُمْ وَذَهَبَ إِلَى الْخَلَاءِ فَإِنِّي سَبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِذَا أَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يَذْهَبَ الْخَلَاءَ وَقَامَتِ الصَّلَاةُ، فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى وَهَبُ بْنُ خَالِدٍ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، وَأَبُو صُرَّةَ، هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَرْقَمِ وَالْأَكْثَرُ الَّذِينَ رَوَوْهُ، عَنْ هِشَامٍ، قَالُوا: كَمَا قَالَ زُهَيْرٌ

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: وہ حج کرنے کے لئے یا شاید عمرہ کرنے کے لئے نکلے ان کے ساتھ دوسرے لوگ بھی تھے۔ وہ ان لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے ایک دن انہوں نے صبح کی نماز کے لئے اقامت کی پھر انہوں نے فرمایا: تم میں سے کوئی ایک شخص آگے بڑھے پھر وہ قضائے حاجت کرنے کے لئے چلے گئے۔ (واپس آکر انہوں نے بتایا) میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب کسی شخص کا قضائے حاجت کے لئے جانے کا ارادہ ہو (یعنی اس کی ضرورت درپیش ہو) اور نماز کھڑی ہو چکی ہو تو آدمی کو پہلے قضائے حاجت کر لینی چاہئے۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) وہیب بن خالد اور شعب بن اسحاق اور ابو صمرہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ایک شخص سے نقل کی ہے جس نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ سے اسے نقل کیا ہے جبکہ اکثر راویوں نے یہ روایت ہشام کے حوالے سے روایت کی ہے اور اسی طرح بیان کیا ہے جس طرح زبیر نے بیان کیا ہے۔

89- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى الْمَعْنِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي خَرَّازَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ - قَالَ ابْنُ عِيْسَى فِي حَدِيثِهِ: ابْنُ أَبِي بَكْرٍ - ثُمَّ اتَّفَقُوا أَخُو الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ - قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَجِئَ بِطَعَامِهَا، فَقَامَ الْقَاسِمُ يُصَلِّي، فَقَالَتْ: سَبَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُصَلِّي بِحَضْرَةِ الطَّعَامِ، وَلَا وَهُوَ يُدْأِغُهُ الْأَخْبَثَانِ

حضرت عبداللہ بن محمد جو قاسم بن محمد کے بھائی ہیں (اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں) وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھے۔ ان کا کھانا آگیا تو قاسم اٹھ کر نماز ادا کرنے لگے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”ایسے وقت میں نماز ادا نہ کی جائے جب کھانا آچکا ہو اور نہ ہی ایسے وقت میں ادا کی جائے جب آدمی پیشاب یا پاخانے کو روک رہا ہو۔“

90- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْنٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عِيْنٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيحٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَدِّي، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَفْعَلَهُنَّ: لَا يُؤْمَرُ رَجُلٌ قَوْمًا فَيُخْضُ نَفْسَهُ بِالْذِّعَاءِ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ، وَلَا يَنْظُرُ فِي قَعْرِ بَيْتٍ قَبْلَ أَنْ يَسْتَأْذِنَ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ دَخَلَ، وَلَا يُصَلِّي وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تین چیزیں کسی کے لئے بھی حلال نہیں ہیں کہ وہ ان پر عمل کرنے۔ کوئی بھی شخص جو لوگوں کی امامت کرتا ہو وہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف بطور خاص اپنے لئے دعا نہ کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ ان کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا اور کوئی شخص اجازت لئے بغیر گھر کے اندر نہ جھانکے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو گویا (وہ اجازت لئے بغیر) اندر داخل ہو گیا اور کوئی شخص ایسی حالت میں نماز ادا نہ کرے کہ اس نے پاخانہ کو روکا ہو اور جب تک وہ ہلکا پھلکا نہیں ہو جاتا۔“

91- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ السُّلَمِيُّ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ثَوْرٌ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ شَرِيحٍ الْحَضْرَمِيِّ، عَنْ أَبِي حَيٍّ الْمُؤَدِّي، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُصَلِّيَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتَّى يَتَخَفَّفَ - ثُمَّ سَأَلَ نَحْوَهُ عَلَى هَذَا اللَّفْظِ قَالَ: وَلَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُؤْمَرَ قَوْمًا إِلَّا بِإِذْنِهِمْ، وَلَا يَخْتَضُّ نَفْسَهُ بِذِّعْوَةٍ دُونَهُمْ، فَإِنْ فَعَلَ فَقَدْ خَانَهُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مِنْ سُنَنِ أَبِي الشَّامِ لَمْ يُشْرِكْهُمْ فِيهَا أَحَدٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی حالت میں نماز ادا کرے کہ اس نے پاخانہ کو روکا ہو اور جب تک وہ (پاخانہ کر کے) ہلکا پھلکا نہیں ہو جاتا۔ اس کے بعد راوی نے انہی الفاظ کے مطابق حدیث بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔“

”اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی اجازت کے بغیر ان کی امامت کرے اور نہ یہ جائز ہے کہ لوگوں کو چھوڑ کر صرف اپنے لئے دعا کرے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو وہ

91- صحیح لغيره، لاجرحہ الترمذی (357)، وابن ماجہ (619) و (623) من طریقین عن حبيب بن صالح، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (22415)، ورواية ابن ماجه الاولى مختصرة بصلاة الحاقن، والثانية بدعاء الامام لنفسه فقط. واجرجه ابن ماجه (617) من طريق الشفري بن نسير، عن يزيد بن شريح، عن ابي امامة. وهو في "مسند احمد" (22152). والسفر بن نسير ضعيف. وسباني بعده من طريق ثور بن يزيد، عن يزيد بن شريح، عن ابي حبي المؤذن، عن ابي هريرة. ولقوله: "لا ينظر في قعر بيت حتى يستاذن" شاهد من حديث ابي هريرة عند البخاري (6888)، ومسلم (2158).

ان کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ اہل شام کی نقل کردہ ان احادیث میں سے ایک ہے جن میں کوئی ان کا شریک نہیں

ہے۔

بَابُ مَا يُجْزِئُ مِنَ الْمَاءِ فِي الْوُضُوءِ

باب: وضو میں کتنا پانی کافی ہوگا

92- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا هَمَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ صَفِيَّةَ
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک صاع پانی سے غسل کر لیتے تھے اور ایک مد پانی سے وضو کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابان نے یہ روایت قتادہ کے حوالے سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے صفیہ نامی خاتون کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔

93- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي زَيَْادٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ، وَيَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیتے تھے اور ایک مد (پانی) سے وضو کر لیتے تھے۔

94- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ حَبِيبِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبَادَ بْنَ تَمِيمٍ، عَنْ جَدِّتِهِ وَهَى أُمِّ عَمَارَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ قَائِمًا يَأْتِيهِ فِيهِ مَاءٌ قَدْرُ ثُلُثِي الْمُدِّ
سیدہ ام عمارہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ کی خدمت میں برتن لایا گیا جس میں اتنا پانی تھا جو دو تہائی مد جتنا ہوگا۔

95- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبِرَّازُ، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
95- اسنادہ ضعیف، شریک- وهو ابن عبد الله النخعي- سىء الحفظ، وقد خولف في سياق المتن كما سياتى. عبد الله بن جبر: هو عبد الله بن عبد الله بن جبر، نسب الى جده، واخرجه الترمذی (615) من طريق وكيع، عن شريك، بهذا الاسناد، بلفظ: "يجزئ في الوضوء رطلان من ماء." وهو في "مسند احمد" (12839) بلفظ الترمذی، و (12843) بلفظ المصنف، واخرج مسلم (325) (50)، والنسائی (74) و (75) من طريق شعبه، حدثني عبد الله بن عبد الله بن جبر، به، بلفظ: كان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يغتسل بخمس مكاكيك، ويتوضا بمكوك، وهو في "مسند احمد" (12105)، و "صحیح ابن حبان" (1203)

بْنِ جَبْرِ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِأَنَاءٍ يَسَعُ رَظْلَيْنِ، وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ، عَنْ شَرِيكَ، قَالَ: عَنِ ابْنِ جَبْرِ بْنِ عَتِيكَ، قَالَ: وَرَوَاهُ سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيْسَى، حَدَّثَنِي جَبْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ، سَمِعْتُ أَنَسًا إِذَا قَالَ: يَتَوَضَّأُ بِكَوْكٍ وَلَمْ يَذْكُرْ رَظْلَيْنِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ، يَقُولُ: الصَّاعُ خَمْسَةُ أَرْطَالٍ، وَهُوَ صَاعُ ابْنِ أَبِي ذَلْبٍ، وَهُوَ صَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❀❀ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایسے برتن سے وضو کرتے تھے جس میں دو رطل (پانی) آسکتا تھا اور آپ ﷺ ایک صاع (پانی) سے غسل کر لیتے تھے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) شعبہ نے یہ روایت نقل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: عبد اللہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے تاہم اس راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "ایک مکوک (پانی) سے وضو کر لیتے تھے۔ اس راوی نے دو رطل کا ذکر نہیں کیا۔"

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن آدم نے یہ روایت شریک سے نقل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: یہ جبر کے صاحب زادے سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: سفیان نے یہ روایت عبد اللہ بن عیسیٰ سے نقل کی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں: جبر بن عبد اللہ نے مجھے یہ حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ایک صاع پانچ رطل کا ہوتا ہے۔
(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ صاع (یعنی صاع کی یہ مقدار) ابن ابی ذؤب کی ہے اور نبی اکرم ﷺ کے صاع کی بھی یہی (مقدار) ہے۔

بَابُ الْإِسْرَافِ فِي الْمَاءِ

باب: وضو کے دوران اسراف کرنا

96 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَتَّادٌ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَغْفَلٍ، سَمِعَ ابْنَهُ يَقُولُ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْقَصْرَ الْأَبْيَضَ عَنْ يَمِينِ الْجَنَّةِ إِذَا دَخَلْتُهَا، فَقَالَ: أَيْ بَنِيَّ، سَلِ اللَّهَ الْجَنَّةَ، وَتَعَوَّذْ بِهِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ قَوْمٌ يَعْتَدُونَ فِي الظُّهُورِ وَالْدُّعَايِ

❀❀ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

”اے اللہ! میں تجھ سے جنت کے دائیں طرف موجود سفید محل کا سوال کرتا ہوں کہ جب میں اس (جنت) میں داخل ہوں (تو وہ مجھے مل جائے) تو حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور جہنم سے بچنا مانگو۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”اس امت میں عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو طہارت حاصل کرنے اور دعائے مانگنے میں حد سے تجاوز کریں گے۔“

پانی میں اسراف کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) سرکارِ دو عالم ﷺ کا گزر حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر ہوا جب کہ وہ وضو کر رہے تھے آپ ﷺ نے (یہ دیکھ کر) فرمایا ”اے سعد! یہ کیا اسراف (زیادتی ہے)؟“ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں! اگرچہ تم نہر جاری ہی پر (کیوں نہ وضو کر رہے) ہو۔“ (مسند احمد بن حنبل، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 402)

یہ حدیث اس بات پر تنبیہ کر رہی ہے کہ وضو و غسل میں پانی ضرورت سے زیادہ خرچ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اسراف ہے اور اسراف شریعت کی نگاہ میں کوئی محبوب چیز نہیں ہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو میں پانی زیادہ خرچ کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں تنبیہ فرمائی اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ پانی کوئی نایاب اور کم یاب چیز تو ہے نہیں پھر اس میں اسراف کے کیا معنی؟ اسی بنا پر انہوں نے سوال بھی کیا کہ کیا وضو میں بھی اسراف ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسراف تو اسے بھی کہیں گے کہ تم نہر جاری پر بیٹھ کر وضو کرو اور پانی زیادہ خرچ کرو جب کہ نہر یا دریا وغیرہ سے کتنا بھی پانی خرچ کر دیا جائے اس میں کوئی کمی واقعی نہیں ہو سکتی۔ اس جملہ کی تشریح علماء کرام یہ کرتے ہیں کہ نہر جاری پر اسراف اس لئے ہوتا ہے کہ جب کوئی آدمی حدود شریعت سے تجاوز کر کے ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرتا ہے تو اس میں عمر اور وقت یوں ہی ضائع ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اسراف ہے۔

علامہ طیبی نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس سے اس بات میں مبالغہ منظور ہے کہ جس چیز میں اسراف متصور نہیں ہے جب اس میں بھی اسراف ہو سکتا ہے تو پھر ان چیزوں کا کیا حال ہوگا جس میں اسراف واقعہ ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ وضو اور غسل وغیرہ میں ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف میں شامل ہے اور یہ چیز مناسب نہیں ہے۔

وضو میں اسراف سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہر جاری میں اسراف جائز کہ پانی ضائع نہ جائے گا اور اس کے غیر میں مکروہ تحریمی۔ مدقق علانی نے در مختار میں اسی کو مختار رکھا علامہ مدقق عمر بن نجیم نے نہر الفائق میں کراہت تحریم ہی کو ظاہر کیا اور اسی کو امام قاضی خان و امام شمس الائمہ حلوانی وغیرہما اکابر کا مشاود کلام قرار دیا کہ ترک اسراف کو سنت کہنے سے اُن کی مراد سنت مؤکدہ ہے اور سنت مؤکدہ کا ترک مکروہ تحریمی، نیز مقتضائے کلام امام زبیری کہ مطلق مکروہ سے غالباً مکروہ تحریمی مراد ہوتا ہے۔ اور بحر الرائق میں اسے تفسیر کلام مشنّی بتایا کہ اُس میں اسراف کو منہیات سے شمار فرمایا اور ہر منہی عنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

اس کے مضمون و سیاق کے پیش نظر کیونکہ کتابوں میں مفہوم معتبر ہوتا ہے جیسا کہ در مختار، غزالی، وغیرہ میں ہے۔ اور اس کے مقتضائے دلیل کے پیش نظر بھی، جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

[۱] خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطہارۃ، الفصل الثالث، مکتبہ حبیبہ کوئٹہ، ۲۱/۱ [۲] خلاصۃ الفتاویٰ، کتاب الطہارۃ، الفصل الثالث، مکتبہ حبیبہ کوئٹہ، ۲۵/۱
بلکہ ہستانی میں جوہر کے حوالے سے ہے کہ بہتے پانی میں اسراف جائز ہے اس لئے کہ پانی بے کار نہ جائے گا، تو تا مل کرو۔

پھر فرمایا: پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر دریا کا پانی یا اپنی ملکیت کا پانی استعمال کرے لیکن طہارت حاصل کرنے والوں کے لئے وقف شدہ پانی ہو جس میں مدارس کا پانی بھی داخل ہے تو اسراف حرام ہے۔ بحر میں ہے:

امام زہبی نے اس کے مکروہ ہونے کی صراحت فرمائی اور منشی میں اسے منہیات سے شمار کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ منہ الخالق میں نہر سے ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ اسراف مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ کراہت مطلق بولی جائے تو تحریمی کی جانب پھیری جاتی ہے تو منشی کا کلام سراج کے مطابق ہے اور منہ الخالق میں ہے صحیح یہ کہنا ہے کہ "خانیہ کے مطابق" جیسا کہ پوشیدہ نہیں اس لئے کہ سراج کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

بلکہ انہوں نے مکروہ تنزیہی ہونے کو اوجہ کہا پھر امام زہبی نے اس کا مکروہ ہونا اور منشی سے منہی عنہ ہونا نقل کیا اور افادہ کیا کہ اس کا مقتضا کراہت تحریم ہے۔ یہ اس قول کو اختیار کرنا نہ ہوا بلکہ منشی سے جو مفہوم اخذ ہوتا ہے اسے بتانا ہوا جیسے اس سے پہلے انہوں نے بتایا کہ صاحب فتح کے ترک اسراف کو مندوبات سے شمار کرنے کا مقتضایہ ہے کہ اسراف بالکل مکروہ نہ ہو تو اس میں اس کا اتباع درکنار اس کی جانب میلان بھی نہیں، خصوصاً جبکہ ان کے کلام میں آب رواں کے اندر حکم اسراف جاری ہونے کی تصریح بھی نہیں۔ اور مطلق بولنا اس مقام پر حکم کو صاف صریح طور پر عام قرار دینے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے کہ پانی کو ضائع کرنے اور نہ کرنے کا تین فرق موجود ہے تو انہیں قول اول کا متبع کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ اسی لئے جن حضرات کے کلام کا مقتضا ممانعت ہے انہیں ہم نے قول چہارم میں ذکر کیا، قول اول کے تحت ذکر نہ کیا اس لئے کہ قول اول اسی کی جانب منسوب ہو سکتا ہے جو صاف طور پر اس کا قائل ہو کہ اسراف کا حکم دریا کو بھی شامل ہے۔ ہاں اس قول کی پیروی غبیۃ میں ہے کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں: اسراف مکروہ بلکہ حرام ہے اگرچہ نہر جاری کے کنارے ہو اس لئے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تبذر تبریرا اور فضول خرچی نہ کر۔

تنبیہ (۲) صاحب بحر پر تو تعریف کی تھی اور صاحب در مختار کے معاملہ میں تو تصریح کر دی اور لکھا کہ شارح نے یہاں تجویز بیان کیا جنہیں معلوم ہے کہ وہ مشائخ مذہب میں سے کسی کا کلام نہیں

اقول: اس کدورت سے دُر بھی کسی دُرِ کمون کی طرح صاف ہے۔ علامہ محشی کو در مختار کے لفظ "لوماء النھر" سے دھوکا ہوا اور التوفی من النھر اور التوفی بماء النھر (دریا سے وضو کرنا اور دریا کے پانی سے وضو کرنا) کی تعبیروں میں فرق نہ کر سکے۔ یہاں دُر

مختار کے قول "لو ہماء النھر" پر دیکھا کہ میں نے یہ حاشیہ لکھا ہے: اقول: (پانی میں اسراف مکروہ تحریمی ہے اگر نہر کے پانی سے طہارت حاصل کرے) یعنی نہر کے پانی سے زمین میں (وضو کرے) نہر کے اندر نہیں انہوں نے وقف شدہ پانی کو خارج کرنے کے لئے حکم آب مباح اور آب مملوک کو عام کرنا چاہا ہے تو یہ اس کے منافی نہیں جو وہ کہستانی کے حوالے سے جواہر سے سابقاً نقل کر چکے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

[۱] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع معتدل دہلی ۱/۲۲ [۲] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتہد دہلی ۱/۲۴ [۳] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایام سعید کہنی کراچی ۱/۲۹

وضو کے مکروہات کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عورت کے غسل یا وضو کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا۔ وضو کیلئے نجس جگہ بیٹھنا۔ نجس جگہ وضو کا پانی گرانا۔ مسجد کے اندر وضو کرنا۔ اعضائے وضو سے لوٹے وغیرہ میں قطرہ ٹپکانا۔ پانی میں ریٹھ یا کھنکھار ڈالنا۔ قبلہ کی طرف تھوک یا کھنکھار ڈالنا یا کھلی کرنا۔ بے ضرورت دنیا کی بات کرنا۔ زیادہ پانی خرچ کرنا۔ اتنا کم خرچ کرنا کہ سنت ادا نہ ہو۔ منہ پر پانی مارنا یا منہ پر پانی ڈالتے وقت پھونکنا۔ ایک ہاتھ سے منہ دھونا کہ رافضیوں و دشمنان صحابہ و ہنود کا شعار ہے۔

گلے کا مسح کرنا بائیں ہاتھ سے کھلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا۔ داہنے ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ اپنے لئے کوئی لوٹا وغیرہ خاص کر لینا۔ تین جدید پانیوں سے تین بار سر کا مسح کرنا۔ جس کپڑے سے استنجہ کا پانی خشک کیا ہو اس سے اعضائے وضو پونچھنا۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا اور اگر کچھ سوکھا رہ جائے تو وضو ہی نہ ہوگا۔ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے۔ یونہی ہر مکروہ کا ترک سنت۔

(در مختار، کتاب طہارت، بیروت)

وضو کے آداب کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وضو میں حسب ذیل امور آداب کے طور پر ہیں۔

(۱) اسراف کو ترک کرنا۔

(۲) بہت کم پانی لینے کو ترک کرنا۔

(۳) اس کپڑے سے اعضا وضو کو نہ پونچھنا جن سے استنجہ کی جگہ کو پونچھا ہو۔

(۴) لوگوں سے باتیں نہ کرنا۔

(۵) بلا ضرورت وضو میں لوگوں سے مدد نہ لینا۔ وبری نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضرت

انس حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کراتے تھے۔

(۶) وضو کے لیے خود پانی لانا۔

(۷) استنجاء کے وقت اس انگلی کو اتار لینا جس پر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہو۔

(۸) وقت سے پہلے وضو کی تیاری کرنا۔

(۹) ہر عضو ہوتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا۔

(۱۰) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا۔

(۱۱) انگلی کے نیچے سے پانی گزارنا۔

(۱۲) چہرے پر پانی سے چھپکے نہ مارنا۔

(۱۳) جن اعضاء کو دھوئے ان پر ہاتھ پھیرے۔

(۱۴) اطمینان سے وضو کرنا۔

(۱۵) مل جل کر دھونا خصوصاً سر دیوں میں۔

(۱۶) چہرے ہاتھوں اور پیروں کو مقررہ حدود سے زیادہ دھونا تاکہ قیامت کے دن زیادہ سے زیادہ اعضاء سفید ہوں۔

(۱۷) وضو کے بعد یہ پڑھنا سبحانک اللہم اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدًا عبدہ

ورسولہ اللہم اجعلنی من التوابین (الخ)

(۱۸) قبلہ رو ل کھڑے ہو کر وضو کا پانی پینا۔ ایک قول یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیٹھ کر (اسی طرح آب زمزم قبلہ رو کھڑے ہو کر

پینا مستحب ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے۔ (آیت) ومن یعظم شعائر اللہ فانہما من تقوی القلوب (الحج: ۳۲) اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم بجالا یا تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

(۱۹) وضو کے بعد دو رکعت نماز سنت الوضو پڑھنا۔

(۲۰) اپنے کپڑوں کو وضو کے قطروں سے بچانا۔

(۲۱) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

(۲۲) وضو کے پانی میں نہ تھوکرنا۔

(۲۳) تین دفعہ سے زیادہ نہ دھونا۔

(۲۴) دھوپ میں گرم شدہ پانی سے وضو نہ کرنا۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۷۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۵ھ)

بَابُ فِي اسْبَاغِ الْوُضُوءِ

باب: اچھی طرح وضو کرنا

97- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَحْيَى. عَنْ سُفْيَانَ. حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ. عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ. عَنْ أَبِي يَحْيَى. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى قَوْمًا وَأَعْقَابُهُمْ تَلَوُّحٌ. فَقَالَ: وَيْلٌ لَكُمْ أَعْقَابُ مِنَ النَّارِ. اسْبِغُوا الْوُضُوءَ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کی ایزیاں (وضو کرنے کے بعد) چمک رہی تھیں (یعنی سوکھی نظر آ رہی تھیں) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (اس طرح کی) ایزیاں جہنم کی بربادی ہے تم

لوگ اچھی طرح وضو کیا کرو۔

وضو میں پچیس مقامات احتیاط کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ وضو میں پچیس مقامات خاص احتیاط کے حامل ہیں۔ وضو میں پچیس ۲۵ جگہ ہیں جن کی خاص احتیاط مرد و عورت سب پر لازم ہے۔

(۱) پانی مانگ یعنی ماتھے کے سرے سے پڑنا، بہت لوگ لب یا چلو میں پانی لے کر ناک یا ابرو یا نصف ماتھے پر ڈالتے ہیں پانی تو بہہ کر نیچے آیا وہ اپنا ہاتھ چڑھا کر اوپر لے گئے اس میں سارا ماتھا نہ دھلا بھیگا ہاتھ پھر ادر وضو نہ ہوا۔

(۲) پٹیاں جھکی ہوں تو انہیں ہٹا کر پانی ڈالے کہ جو حصہ پیشانی کا اُن کے نیچے ہے دھلنے سے نہ رہ جائے۔

(۳) بھوؤں کے بال چھدرے ہوں کہ نیچے کی کھال چمکتی ہو تو کھال پر پانی بہنا فرض ہے صرف بالوں پر کافی نہیں۔

(۴) آنکھوں کے چاروں کوئے، آنکھیں زور سے بند کرے، یہاں کوئی سخت چیز جمی ہوئی ہو تو چھڑا لے۔

(۵) پلک کا ہر بال پورا بعض وقت کچھ وغیرہ سخت ہو کر جم جاتا ہے کہ اُس کے نیچے پانی نہیں بہتا اُس کا چھڑانا ضرور ہے۔

(۶) کان کے پاس تک کشتی ایسا نہ ہو کہ ماتھے کا پانی گال پر اتر آئے اور یہاں صرف بھیگا ہاتھ پھرے۔

(۷) ناک کا سوراخ نہ اگر کوئی گہنا یا تنکا ہو تو اسے پھر پھر اکر دور نہ یونہی دھاڑ ڈالے، ہاں اگر بالکل بند ہو گیا تو حاجت نہیں۔

نہ ناک کا سوراخ، ہاتھ پاؤں کے چھلے، کلائی کے گہنے چوڑیاں۔

(۸) آدمی جب خاموش بیٹھے تو دونوں لب مل کر کچھ حصہ چھپ جاتا کچھ ظاہر رہتا ہے یہ ظاہر رہنے والا حصہ بھی دھلنا فرض

ہے، اگر گتلی نہ کی اور منہ دھونے میں لب سمیٹ کر بزور بند کر لئے تو اس پر پانی نہ بہے گا۔

(۹) ٹھوڑی کی ہڈی اُس جگہ تک جہاں نیچے کے دانت جتے ہیں۔

(۱۰) ہاتھوں کی آٹھوں گھائیاں۔

(۱۱) انگلیوں کی کروٹیں کہ ملنے پر بند ہو جاتی ہیں۔

(۱۲) دسوں ناخنوں کے اندر جو جگہ خالی ہے، ہاں میل کا ڈر نہیں۔

(۱۳) ناخنوں کے سرے سے گہنیوں کے اوپر تک ہاتھ کا ہر پہلو، چلو میں پانی لے کر کلائی پر الٹ لینا ہرگز کافی نہیں۔

(۱۴) کلائی کا ہر بال جڑ سے نوک تک۔ ایسا نہ ہو کہ کھڑے بالوں کی جڑ میں پانی گزر جائے نوکیں رہ جائیں۔

(۱۵) آرسی، چھلے اور کلائی کے ہر گہنے کے نیچے۔

97- حدیث صحیح، و هذا اسناد حسن، ابو یحییٰ - وهو مصدع الاعرج - روی عنه جمع، و اخرج له مسلم فی المتابعات، و وثقه العجلی۔
یحییٰ: هو ابن سعید القطان، و سفیان: هو الثوری، و منصور: هو ابن المعتمر. و اخرجہ مسلم (241) (26)، و النسائی فی "الکبری" (136)،
و ابن ماجہ (450) من طرق عن منصور، بهذا الاسناد. و رواية النسائی مختصرة بقوله: "اسبقوا الوضوء." و اخرجہ البخاری (60)، و مسلم
(241) (27)، و النسائی فی "الکبری" (5854) و (5855) من طریق یوسف بن ماہک، عن عبد اللہ بن عمرو بنحوہ. و هو فی "مسند
حمد" (6528) و (6809) و (6976)، و "صحیح ابن حبان" (1055) قال الحافظ فی "الفتح" 2661/1: و قد تواترت الاخبار عن السی-
صلی اللہ علیہ وسلم - فی صفة وضوئہ انه غسل رجلیه، و هو المبین لامر اللہ، و قد قال فی حدیث عمرو بن عیسیٰ الذی رواہ ابن حریمة (165)
و غیرہ مطولاً فی فضل الوضوء:

- (۱۶) عورتوں کو پھنسی چوڑیوں کا شوق ہوتا ہے انہیں ہٹا ہٹا کر پانی بہائیں۔
 (۱۷) چوتھائی سر کا مسح فرض ہے پوروں کے سرے گزار دینا اکثر اس مقدار کو کافی نہیں ہوتا۔
 (۱۸) پاؤں کی آٹھوں گھائیاں۔
 (۱۹) یہاں انگلیوں کی کروٹیں زیادہ قابل لحاظ ہیں کہ قدرتی ملی ہوئی ہیں۔
 (۲۰) ناخنوں کے اندر کوئی سخت چیز نہ ہو۔
 (۲۱) پاؤں کے چھتے اور جو گھنا گٹوں پر یا گٹوں سے نیچے ہو اس کے نیچے سیلان شرط ہے۔
 (۲۲) مکے۔
 (۲۳) تلوے۔
 (۲۴) ایزیاں۔
 (۲۵) کوٹھیں خاص ف بہ مردان۔
 ف: وضو میں پانچ مواقع اور ہیں جن کی احتیاط خاص مردوں پر لازم۔
 (۲۶) مونچھیں۔

۴ (۲۷) صحیح مذہب میں ساری داڑھی دھونا فرض ہے یعنی جتنی چہرے کی حد میں ہے نہ لگی ہوئی کہ ہاتھ سے گلے کی طرف کو دباؤ تو ٹھوڑی کے اُس حصے سے نکل جائے جس پر دانت جے ہیں کہ اس کا صرف مسح سنت اور دھونا مستحب ہے۔
 (۲۸ و ۲۹) داڑھی مونچھیں چھدری ہوں کہ نیچے کی کھال نظر آتی ہو تو کھال پر پانی بہنا۔ (۳۰) مونچھیں بڑھ کر لبوں کو چھپالیں تو انہیں ہٹا ہٹا کر لبوں کی کھال دھونا اگرچہ مونچھیں کیسی ہی گھنی ہوں۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب طہارت، لاہور)

بَابُ الْوُضُوءِ فِي آيَةِ الصُّفْرِ

باب: پیتل کے برتن کے ذریعے وضو کرنا

- 98 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنِي صَاحِبُ لِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كُنْتُ أَعْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَوْرٍ مِنْ شَبِيهِ.
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ پیتل سے بنے ہوئے برتن سے غسل کرتے تھے۔
- 99 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَنَّ إِسْحَاقَ بْنَ مَنْصُورٍ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَحْوِهِ.
 یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔
- 100 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، وَسَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: جَاءَ نَارِسُ بْنُ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فَأَخْرَجَنَا لَهُ مَاءً فِي ثَوْرٍ مِنْ صُغْرِ فَتَوَضَّأَ
 ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے
 لئے پانی نکالا جو پیتل کے برتن میں تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا۔

بَابُ فِي التَّسْبِيحَةِ عَلَى الْوُضُوءِ

باب: وضو کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھنا

101 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى، عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَا وُضُوءَ لَهُ، وَلَا وُضُوءَ لِمَنْ
 لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
 ”اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا وضو نہ ہو اور اس شخص کا وضو نہیں ہوتا جو (وضو کے آغاز میں) اس پر اللہ کا نام نہیں
 لیتا۔“

102 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنِ الدَّرَاوَزْدِيِّ، قَالَ: وَذَكَرَ
 رِبِيعَةَ، أَنَّ تَفْسِيرَ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ أَنَّهُ
 الَّذِي يَتَوَضَّأُ وَيَغْتَسِلُ، وَلَا يَنْوِي وُضُوءَ الْوُضُوءِ، وَلَا غُسْلًا لِلْجَنَابَةِ
 ﴿﴾ دروردی بیان کرتے ہیں: ربیعہ نے یہ بات ذکر کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث ”اس شخص کا وضو نہیں ہوتا
 (جو وضو کے آغاز میں) اس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کرتا“ اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ شخص جو وضو کرتے ہوئے اور غسل کرتے ہوئے نماز
 کے لئے وضو یا جنابت کے غسل کی نیت نہیں کرتا۔

وضو کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا سنت یا مستحب

اور ابتداء میں وضو میں اللہ کا نام لینا (سنت) ہے اس لیے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام
 نہ لیا اور اس سے مراد فضیلت کی نفی ہے اور اصح یہ ہے کہ تسمیہ مستحب ہے اگرچہ (صاحب قدوری) نے کتاب (قدوری) میں اس کو
 سنت کہا ہے اور تسمیہ استنجا سے پہلے بھی پڑھے اور اس کے بعد بھی یہی صحیح ہے۔
 حضرت عبدالرحمن بن ابی سفیان اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ
 نے فرمایا اس شخص کا وضو نہیں جس نے اللہ کا نام نہ لیا ہو۔

(جامع ترمذی، ج ۱، ص ۶، فاروقی کتب خانہ ملتان، ابو داؤد، ابن ماجہ، ترمذی، طبرانی، دار قطن، بیہقی، ابن حبان، ابن خزیمہ، مسلم، تصرف اسنادھا)

100 - اسنادہ صحیح، الحسن بن علی: هو الخلال، وأبو الوليد: هو هشام بن عبد الملك الطيالسي، وأخرجه البخاري (197)، واس ماحه
 (471) من طريق عبد العزيز بن عبد الله الماجشون، بهذا الاسناد.

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے

امام مالک فرماتے ہیں کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا فرض ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بغیر بسم اللہ پڑھے وضو نہیں ہے۔ اور اگر کوئی شخص بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کو دل پر حمل کیا جائے گا کیونکہ دل قائم مقام زبان ہے۔ تاکہ حرج دور کیا جائے کیونکہ دوبارہ وضو کرنے میں حرج ہوگا۔

ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے سنت ہونے میں احناف کا موقف و دلیل:

ائمہ احناف کے نزدیک بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا سنت ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت وضو شرط کی قید سے خالی یعنی مطلق ہے۔ لہذا اس کو اطلاق پر جاری رکھیں گے۔ مقید اس لئے نہیں کریں گے کہ ترک تسمیہ سے بھی وضو کے اطلاق میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ پانی کی خلقت ہی طہارت کیلئے ہے۔ جو پانی میں اصل ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر کیا اس کا سارا بدن پاک ہوا۔ اور جس نے وضو کیا اور اللہ کا نام ذکر نہ کیا اس کے بدن کا وہ حصہ پاک ہوا جہاں تک پانی پہنچ گیا۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴۴، بیروت)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام محمد بن الحاج علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مجھے اس شخصیت سے تعجب ہے جس نے صرف اس حدیث سے سنت ہونے پر استدلال کیا ہے اس سے وہ حدیث مراد ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے؟ پس آپ نے برتن میں دست مبارک رکھا اور فرمایا: بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو، تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبل رہا تھا حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام نے وضو کر لیا، اور وہ ستر کے قریب تھے۔ اس حدیث کو امام نسائی، ابن خزیمہ اور بیہقی نے بھی روایت کیا۔ امام بیہقی نے فرمایا: بسم اللہ کے بارے میں روایت کی جانے والی یہ صحیح ترین حدیث ہے۔ امام نووی نے کہا کہ اس کی سند عمدہ ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی، التسمیہ علی الوضوء ۱/۴۳)

ہر وضو کے لیے بسم اللہ کے سنت ہونے پر اس حدیث کی دلالت کا ضعیف ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ اس جگہ تو تھوڑے پانی میں برکت حاصل کرنے کیلئے بسم اللہ پڑھی گئی ہے۔ اس کا وضو نہیں جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا۔“ سے گزشتہ استدلال کے مطابق زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح سنت کے ترک کرنے سے فضیلت اور کمال کی نفی ہوتی ہے فی الجملہ مستحب کے ترک سے بھی نفی ثابت ہوتی ہے، اس بحث سے استحباب کے قول کی ترجیح ثابت ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

وضو کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے میں غیر مقلدین کا نظریہ و دلیل

علامہ محمود الباہر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اہل ظواہر یعنی غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ کے بغیر وضو جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک اس حدیث میں ”لا“ نفی جنس کیلئے ہے حقیقت یہ ہے کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا شرط ہے۔ (غیر مقلدین اگرچہ قیس کے

مخالف ہیں) لیکن اس مسئلہ میں وہ اس حدیث کو دوسری حدیث پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ (۱) صلاۃ لا یفتاحہ البیاب (وہو افاذ الیٰ وجوب۔

کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ حدیث وجوب کا فائدہ دیتی ہے لہذا اس کا تقاضہ یہ ہے بسم اللہ وضو کیلئے واجب یا شرط ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث فاتحہ مشہور ہے جبکہ حدیث تسمیہ فی الوضو غیر مشہور ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے ہر نماز میں فاتحہ پڑھی لیکن ہر وضو میں بسم اللہ نہیں پڑھی۔ اور حکم دلیل کی قوت سے ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ قوت یہاں نہیں ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ہم وضو میں بسم اللہ کو شرط یا واجب قرار دیں تو اس سے کتاب اللہ پر زیادتی لازم آئے گی۔ جو کہ جائز نہیں۔ اس کا تیسرا جواب یہ ہے اس سے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو درست نہیں۔

ابتداءً وضو میں بسم اللہ کے بارے میں امام طحاوی و امام قدوری کا موقف و دلیل

یہ ائمہ فرماتے ہیں کہ وضو میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ ﷺ کا وضو جو مروی ہے اس میں انہوں نے تسمیہ کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت مہاجر بن قنفذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا پس آپ ﷺ نے جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ وضو سے فارغ ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی چیز نے بھی سلام کے جواب سے منع نہیں کیا مگر میں نے طہارت کے بغیر اللہ کا ذکر پسند نہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ، باب البز، مسلم علیہ وجہ ہول۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کے وقت اللہ کا ذکر طہارت سے پہلے کرنا پسند نہیں فرمایا اور بسم اللہ بھی اللہ کا ذکر ہے لہذا اس کا ترک بھی ثابت ہوا اور جب آپ ﷺ سے کسی عمل کا سنت کے ساتھ ساتھ ترک بھی ثابت ہو تو ہو مستحب ہوتا ہے۔ (عنا یہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۴، دار الفکر، بیروت)

حدیث "لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يُسَمِّ اللَّهَ" کا معنی

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث احاد میں سے ہے۔ اور خبر واحد کے ساتھ کتاب اللہ کے مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں لہذا اس حدیث کو کمال وضو کی نفی پر محمول کریں گے۔ اور یہی معنی سنت ہے جیسا حدیث میں ہے۔

قَوْلِ النَّبِيِّ لَا صَلَاةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ إِلَّا فِي الْمَسْجِدِ

مسجد کے ہمسائے کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔ کیونکہ اگر مسجد کے ہمسائے سے جماعت چھوٹ جائے اور وہ بعد جماعت گھر میں نماز پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے اور اس کی نماز درست ہے البتہ ثواب میں کمال کی نفی ضرور ہوگی۔ جو اسے مسجد میں حاصل ہوتا تھا۔ اس حدیث کے پیش نظر ہم کہیں گے کہ بسم اللہ وضو کے شروع میں پڑھنا نبی کریم ﷺ سے مواظبت سے ثابت ہے لہذا سنت ہے صاحب ہدایہ کا سنت کہنے کی وجہ یہ بھی ہے دلیل میں قوت ہے کہ "لا وضو" یعنی نفی مشیٰ یقیناً کسی امر معین میں ہوتی ہے۔

وضو میں تسمیہ کے استحباب کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پاکی ہے اسے جو خطا و نسیان سے منزہ ہے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، تم ہر نماز کے وقت اپنی آرائش اختیار کرو۔ اس سے نماز کے اندر ستر عورت کی فرضیت کے استدلال پر، کلام کرتے ہوئے شرائط نماز کی بحث میں محقق علی الاطلاق کی عبارت صرف اس قدر ہے، حق یہ ہے کہ ستر عورت کے بارے میں اس آیت کی دلالت ظنی ہے اس لئے اس کا مقتضائیں وجوب ہوگا نماز میں۔ اور بعض حضرات نے ستر عورت کے بارے میں اس آیت سے قطعیت ثبوت لی اور حدیث، لا صلوة الا نکض الا بخمار، (بالغہ کے لئے اوڑھنی کے بغیر نماز نہیں) سے قطعیت اثبات و دلالت لی اور دونوں کے مجموعے سے ستر کی فرضیت ثابت کی، حالانکہ حدیث میں ستر پر دلالت کی قطعیت اگر مان لی جائے تب بھی اس استدلال پر جو کلام ہے وہ محتاج بیان نہیں، ورنہ اس مسئلہ نے تو خود حدیث مذکور کی نظیر لا وضوء لمن لم یسم (جس نے بسم اللہ نہ پڑھی اس کا وضو نہیں) اور لا صلوة لچار المسجد الا فی المسجد (مسجد کے پڑوسی کے لئے نماز نہیں مگر مسجد ہی میں) وغیرہ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ وجوب پر ان سب کی دلالت ظنی ہے۔ اور واقعہ وجوب پر ان سب کی دلالت کے ظنی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ ان سب میں وضو نماز کے کامل ہونے کی نفی ہو (اور لا صلوة، لا وضوء کہہ کر حقیقت نماز اور حقیقت وضو کی نفی مقصود نہ ہو) (جد الممتار علی رد المحتار، کتاب الطہارۃ، الجمع السلاوی مبارک پورا نڈیا، ۱/۹۶)

ہر اہم کام کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا بیان

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر وہ ذیشان کام کہ جس کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے۔ ہر کام جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ ناکمل رہتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبکہ ارشاد فرمایا جس کا مفہوم ہے۔ گھر کا دروازہ بند کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، چراغ گل کرو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، برتن ڈھکو تو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو، کھانا کھانے، پانی پینے، وضو کرنے، سواری پر سوار ہونے اور اترتے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی ہدایت قرآن و حدیث میں بار بار آئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، مطبوعہ بیروت)

بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان بھی کھانے میں شامل ہو جاتا ہے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار کھانا شروع کیا تو ایک لڑکی ڈور تکی ہوئی آئی، اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کیونکہ اس نے بسم اللہ نہیں کہا تھا اس کے فوراً بعد ایک اعرابی آ گیا اس نے بھی بغیر بسم اللہ کہے برتن میں ہاتھ ڈالا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر فرمایا۔

جب کھانے پر بسم اللہ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے اس لڑکی کے ساتھ آیا تا کہ ہمارا کھانا کھائے، میں نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا، پھر وہ اعرابی کے ساتھ آیا، میں نے اعرابی کا بھی ہاتھ پکڑ لیا، اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں

میری جان ہے، شیطان اس وقت ان دونوں ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت امیہ بن نخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کھانا کھا رہا تھا اس نے بسم اللہ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا جب آخری لقمہ رہ گیا تو اس نے بسم اللہ اولہ و آخرہ کہا اس پر رسول اللہ صلی علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا شیطان اس شخص کے ساتھ برابر کھا تا رہا جب اس نے بسم اللہ کہا تو شیطان نے جو کچھ کھایا پیا تو تے کر دیا۔ (ابوداؤد، نسائی)

معلوم ہوا شیطانی اثرات سے بچاؤ کے لئے بسم اللہ ایک بہترین ڈھال ہے اور کھانے کے ساتھ اس کا استعمال برکت کا باعث ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی فضیلت

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "شاید تم لوگ الگ الگ کھانا کھاتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ ﷺ" آپ ﷺ نے فرمایا "کھانا اکٹھے کھایا کرو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا کرو اللہ تعالیٰ تمہارے کھانے میں برکت ڈال دیں گے۔" اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے پر شیطان کو اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

بسم اللہ پڑھ کر دروازہ بند کرنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "رات سونے سے قبل) بسم اللہ پڑھ کر دروازے بند کیا کرو کیونکہ بسم اللہ پڑھ کر بند کپے گئے دروازے شیطان کھول نہیں سکتا۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب رات کا اندھیرا چھا جائے تو اپنے بچوں کو گھروں میں روک لیا کرو کیونکہ اس وقت شیطان اور جن پھیل جاتے ہیں عشاء سے کچھ دیر بعد بچوں کو چھوڑ دو اور گھر کا دروازہ بسم اللہ پڑھ کر بند کرو، چراغ بسم اللہ کہہ کر بجھاؤ، پانی کا برتن بسم اللہ پڑھ کر ڈھانپ دو اور دوسرے برتن بھی بسم اللہ کہہ کر ڈھانپو اگر برتن ڈھانچنے کے لیے کوئی ڈھکن نہ ملے تو کوئی چیز آڑھی رکھ دو۔" اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ (بخاری)

اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی بسم اللہ کی ب کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے ابلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی نوری ہو یا ناری فیض یاب ہوتی ہے۔

بسم اللہ کے سبب گناہ معاف ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے گا تو

اللہ تعالیٰ اس کے ہر حرف کے بدلے چار ہزار نیکیوں کا ثواب لکھے گا اور چار ہزار خطاؤں کو معاف فرمائے گا اور چار ہزار درجے بلند فرمائے گا۔ (زمزم پبلشرز)

اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے 19 حروف ہیں۔ ایک دفعہ پڑھنے سے ہزار نیکیوں کا ثواب ہزار گناہ معاف اور ہزار درجات کی بلندی سبحان اللہ امیر رب کریم کی عطا کے کیا کہنے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ رب العالمین کی آخری کتاب قرآن کریم کا جو ہر ہے جب کسی دل میں اتر جاتی ہے گھر کر لیتی ہے پھر اس میں کسی اور شے کی نہ گنجائش رہتی ہے نہ ضرورت۔ جو رفعت راحت برکت اور عظمت اسے عطا ہے کسی دوسرے عمل کو نہیں۔ اسی میں جلال ہے اسی میں جمال۔ اسی میں ہیبت بھی ہے اور قدرت بھی عزت بھی ہے منزلت بھی قوت بھی ہے جبروت بھی بسم اللہ کی ب کے نقطے کی برکت سے فیض کے چشمے ابلا کرتے ہیں اور اللہ کریم کی ہر مخلوق خاکی ہو یا آبی نوری ہو یا ناری فیض یاب ہوتی ہے جب یہ نازل ہوئی تو شیطان نے اپنے سر پر خاک ڈالی اور اس پر پتھر برسائے گئے۔ اللہ رب العالمین نے اپنی عزت اور جلالت کی قسم کھائی کہ جس کام میں بھی میرا یہ برکت والا نام لیا جائے گا برکت ہوگی جس بیمار پر پڑھا جائے گا شفا ہوگی جو اسے پڑھے گا جنت نصیب ہوگی۔

وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا بیان

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم وضو کرنے لگے تو بسم اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ نگہبان فرشتے جب تک تم فارغ نہ ہو گے برابر تیری نیکیاں لکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تو وہ وضو مکمل کر چکے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے بسم اللہ الرحمن نازل ہوئی جب یہ نازل ہوئی تو مشرق سے مغرب تک بادل چھا گیا۔ ہوائیں ٹھہر گئیں جانور کان لگا کر سننے کیلئے مستعد ہو گئے۔ شیطان کو انکارے مارے گئے اور اللہ نے اپنی عزت کی قسم کھالی کہ جس مریض پر اس کا نام لیا جائے گا اسے شفاء ہوگی۔

جب قیامت کا دن ہوگا اور اس امت کے اعمال تولے جائیں گے تو ان کی ایک ایک رکعت دوسروں کی ہزار ہزار نیکیوں سے بھی بڑھ جائے گی جس پر لوگ تعجب کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کی نماز میں بسم اللہ تھی۔ ایک فاسق کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھ کر پوچھا اللہ نے تیرے ساتھ کیا کیا؟ اس نے جواب دیا اللہ نے مجھے

اس لیے بخش دیا کہ میں ایک دن مکتب کی طرف سے نکلا اور ایک پڑھنے والے نے بسم اللہ پڑھی اسے سن کر میرے دل میں اللہ کے نام کی شیرینی نے اثر کیا اور اسی وقت میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ہم دو چیز جمع نہ کریں گے 1۔ اللہ کے نام کی شیرینی 2۔ جان کنی کی تلخی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس کاغذ کو جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہو کر پڑا دیکھے اور اللہ کے نام کی عظمت کے خیال سے اٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کو صدیقوں میں لکھتا ہے اور اس کے والدین سے عذاب کم کر دیتا ہے اگرچہ وہ حد سے بڑھنے والوں میں ہوں۔

حدیث میں ہے کہ شب معراج میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ بہشت میں جو چار نہریں جاری ہیں ان کی اصل کہاں سے ہے حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو اپنی براق پر سوار کیا اور خود آگے آگے چلے۔ پانچ سو برس کی راہ پر ایک نور کا قہر ملا جس کے چار دروازے تھے اور ہر دروازے سے ایک نہر بہتی تھی۔ اس قہر کا دروازہ کھول کر بیس برس کی راہ چل کر صدر قہر میں ایک نور کا تختہ نظر آیا تو دیکھا کہ اس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے اور بسم کی میم سے ایک نہر اور اللہ کی ہ سے دوسری نہر اور رحمن کی میم سے تیسری نہر اور رحیم کی میم سے چوتھی نہر جاری ہے۔ اسی وقت آپ ﷺ کو حکم الہی پہنچا کہ آگاہ ہو جائیے آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص ایک مرتبہ اس کو پڑھے گا میں اسے ان چاروں نہروں سے سیراب کروں گا۔

بسم اللہ کے سبب شیطان کے ذلیل ہونے کا بیان

مسند احمد میں ہے آنحضرت ﷺ کی سواری پر آپ کے پیچھے جو صحابی سوار تھے ان کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی اونٹنی ڈار ا پھسلتی تو میں نے کہا کہ شیطان کا ستیاناس ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نہ کہو، اس سے شیطان پھولتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا ہاں بسم اللہ کہنے سے وہ کبھی کی طرح ذلیل و پست ہو جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۵۹، بیروت)

کپڑے تبدیل کرتے وقت بسم اللہ پڑھنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنات کی آنکھوں اور بنی آدم کی شرمگاہوں کے درمیان پردہ اور حجاب کی صورت یہ ہے کہ آدمی جب کپڑے اتارے تو بسم اللہ پڑھے۔ (معجم الاوسط، طبرانی، ۷۰۶۶)

بسم اللہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے

نبی کریم ﷺ کی سنت یہ ہے کہ ہر قابل ذکر کام سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھا کرتے تھے ہر مسلمان کو اس سنت کی اتباع کرتے ہوئے بسم اللہ سے کام شروع کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے گھر میں داخل ہوتے وقت، گھر سے نکلنے وقت، سواری پر سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلکہ چلتے ہوئے سواری کو ٹھوکر لگ جائے یا خود اپنے آپ کو ٹھوکر لگ جائے تب، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلنے وقت، بلکہ بیت الخلاء میں داخل ہونے سے ذرا پہلے، اور وہاں سے نکلنے کے فوراً بعد، کھانا کھاتے وقت، پانی پیتے وقت، کپڑے پہنتے، جوتے پہنتے وقت، کوئی کتاب پڑھتے وقت، کوئی خط یا تحریر لکھتے وقت، اپنے روزگار کا کام

شروع کریں تو اس وقت بسم اللہ پڑھیں۔ کھانے میں کوئی چیز ڈالیں تو بسم اللہ پڑھ کر ڈالیں۔ کھانا چننے کے لئے نکالیں تو بسم اللہ پڑھ کر نکالیں۔ کوئی کپڑا سینا یا بننا شروع کریں تو بسم اللہ سے شروع کریں۔ غرض اس طرح اپنے روزمرہ کے کاموں کو بسم اللہ سے شروع کرنا اپنے معمولات میں شامل کر لیا جائے تو یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں محنت اور دشواری کچھ نہیں اور ذرا دھیان دینے سے انسان کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے بلکہ اس عمل کی برکت سے یہ سارے کام جو بظاہر دنیوی کام نظر آتے ہیں بذات خود عبادت بن جاتے ہیں۔ مومن بسم اللہ سے ہر کام کا آغاز کر کے گویا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر کسی کام کی تکمیل ممکن نہیں۔ اور اس اعتراف کے نتیجے میں اس کے دنیا کے سارے کام بھی دین کا ایک حصہ اور عبادت بن جاتے ہیں۔

بسم اللہ کے سبب زہر کے اثر نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھتا ہے اللہ اس کے نامہ اعمال میں دس ہزار نیکیاں لکھتا ہے اس کی دس ہزار برائیاں مٹاتا ہے اور دس ہزار درجے بلند کرتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کچھ مجوسیوں نے عرض کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں کوئی ایسی نشانی بتائیں کہ جس سے ہم پر اسلام کی حقانیت واضح ہو چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے زہر قاتل منگوایا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے کھالیا۔ بسم اللہ کی برکت سے اس زہر قاتل نے آپ رضی اللہ عنہ پر کوئی اثر نہ کیا۔ یہ منظر دیکھ کر مجوسی بے ساختہ پکار اٹھے دین اسلام حق ہے۔

جہنم انیس طبقات اور بسم اللہ کے حروف کا بیان

جہنم کے انیس طبقات ہیں اور بسم اللہ کے حروف ہیں جو شخص ایک بار بسم اللہ پڑھ لے گا وہ ان سب طبقات جہنم سے نجات پائے گا۔ ایک اعرابی نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بڑا گنہگار ہوں آپ ﷺ میرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھا کرو تو وہ ارحم الراحمین حیرے گناہ بخش دے گا وہ اعرابی متعجب ہو کر کہنے لگا بس اتنا ہی یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان مرد یا عورت سچے دل سے اور یقین کے ساتھ بسم اللہ پڑھا کرے گا تو اللہ اپنے فضل و کرم سے اس بندہ کو دوزخ سے آزاد کرے گا۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے باہری دروازے پر بسم اللہ لکھ لیا وہ ہلاکت سے (صرف دنیا میں) بے خوف ہو گیا۔ جو شخص کسی جانور پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے تو اس جانور کے ہر قدم پر اس سوار کے حق میں ایک نیکی لکھی جائے گی اور جو کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھ لے گا جب تک وہ اس میں سوار رہے گا اس کے واسطے نیکیاں ہی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ جب استاد بچے سے کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو تو استاد، بچے اور اس کے والدین کے لئے نجات لکھ دی جاتی ہے اور جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان اس طرح کھلتا ہے جس طرح سیسہ کھلتا ہے۔ اللہ کریم ہمیں بسم اللہ کی برکات و فضیلت کو پڑھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مفسرین نے کہا جب طوفانِ نوح نے اس دنیا کو اپنے خوفناک عذاب کے چنگل میں گھیر لیا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو وہ بھی خوفِ غرق سے ہراساں و لرزاں تھے انہوں نے غرق سے نجات پانے اور اس عذابِ الہی سے محفوظ رہنے کے لئے بسم اللہ بحرِ یہا و مرہا کہا اس کلمہ کی برکت سے ان کی کشتی غرقابی سے محفوظ و سالم رہی مفسرین کہتے ہیں کہ جب اس آدمی کلمہ کی وجہ سے اتنے ہیبتناک طوفان سے نجات حاصل ہوئی تو جو شخص اپنی پوری عمر اس پورے کلمہ یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اپنے ہر کام کی ابتداء کرنے کا التزام کرے وہ نجات سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے؟

علماء لکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں انیس حروف ہیں دوزخ کے موکل بھی انیس ہیں لہذا بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہر حرف کے ذریعہ ان میں سے ہر ایک کی بلا دفع ہو سکتی ہے نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ دن رات کو چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں پانچ گھنٹوں کے لئے تو پانچ وقت کی نمازیں مقرر فرمائی گئیں اور بقیہ انیس گھنٹوں کے لئے یہ انیس حروف عطا فرمائے گئے تاکہ ان انیس گھنٹوں میں ہر نشست و برخاست ہر حرکت و سکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعہ برکت و عبادت حاصل ہو یعنی ان حروف بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں۔

علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ سورتِ برأت کو جو قتل کفار کے حکم پر مشتمل ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم سے خالی رکھا گیا ہے کیونکہ یہ کلمہ رحمت ہے جو موقع کا مقتضی نہیں ہے اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت بھی صرف بسم اللہ اکبر کہنا مقرر فرمایا گیا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کیونکہ ذبح کی صورت قہرِ عذاب کی شکل ہے اور یہ کلمہ رحمت (یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم) اس کا محل اور اس کا مقتضی نہیں لہذا جو شخص اس کلمہ رحمت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم پر ہر وقت اور ہر آن مداومت کرتا ہے جس کا اولیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ہر روز ستر مرتبہ فرض نماز میں یہ کلمہ اپنی زبان پر جاری کرتا ہے کہ وہ شخص غضب و عذاب سے محفوظ اور ثواب سے محفوظ ہوگا۔

اس آیت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے خواص میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص بیت الخلاء جائے تو اسے چاہئے کہ وہ بسم اللہ کہہ کر جائے تاکہ اس کی وجہ سے اس کی شرم گاہ اور جنات کے درمیان پردہ واقع ہو جائے کوئی شخص بسم اللہ کہہ کر بیت الخلاء جاتا ہے تو اس کا خاصہ یہ ہے کہ جنات کی نظر اس کی شرم گاہ کی طرف نہیں جاتی، لہذا جب اس کی تاثیر یہ ہے کہ یہ آیت انسان اور اس کے دنیاوی دشمن جنات کے درمیان پردہ بن جاتی ہے تو امید ہے کہ یہ ایک مسلمان اور عذابِ عقبی کے درمیان بھی یقیناً پردہ بن کر حائل ہوگی۔

بسم اللہ کی برکت سے عذاب قبر سے نجات کا واقعہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبر کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ اس میت کو عذاب ہو رہا ہے یہ دیکھ کر چند قدم آگے تشریف لے گئے اور وہاں سے استنجاء کر کے واپس تشریف لائے اب جو اس قبر پر سے گزرے تو دیکھا کہ اس قبر میں نور ہی نور ہے اور وہاں رحمت الہی کی بارش ہو رہی ہے۔ آپ بہت حیران ہوئے اور بارگاہ الہی میں عرض کیا یا اللہ! مجھے اس کا راز بتایا جائے۔ ارشاد فرمایا اے روح اللہ! یہ بندہ سخت گناہگار تھا جس کی وجہ سے عذاب میں گرفتار تھا لیکن اس نے اپنی بیوی حاملہ چھوڑی تھی اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ اور آج اسے مکتب بھیجا گیا استاذ نے اسے بسم اللہ پڑھائی۔ تو ہماری رحمت کو حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اس شخص کو عذاب دوں کہ جس کا بچہ زمین پر میرا نام لے رہا ہے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ کی برکت سے بوٹی میں شفا آنے کا واقعہ

ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیٹ میں نہایت سخت درد ہوا، حق تعالیٰ نے بارگاہ میں عرض کیا۔ ارشاد ہوا کہ جنگل کی فلاں بوٹی کھاؤ۔ چنانچہ آپ نے کھائی۔ اور فوراً آرام آگیا۔ کچھ دنوں بعد دوبارہ پھر وہی بیماری ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر وہی دوائی استعمال کی مگر درد میں زیادتی ہو گئی۔ عرض کیا یا اللہ! اس میں کیا راز ہے کہ ایک ہی دوا میں تاثیر دو طرح کی ہے ایک مرتبہ اس نے مجھے شفا دی ہے اور دوسری مرتبہ اس نے میرے مرض اور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ الہی اس میں راز کیا ہے۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ! پہلی دفعہ تم میری طرف سے اس بوٹی کی طرف گئے تھے اور دوسری مرتبہ تم اپنی طرف سے بوٹی کی طرف گئے ہو حالانکہ شفا تو صرف میرے نام میں ہے۔ میرے نام کے بغیر دنیا کی ہر چیز زہر قاتل ہے اور میرا نام اس کا تریاق ہے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ پڑھنے والا ڈوبنے سے بچ جائے گا

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھا تھا۔ ”بسم اللہ بحر ہا و مر سحا ان ربی لغفور رحیم“ اس وجہ سے بیڑا پار ہوا۔ لہذا جو شخص کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو ان شاء اللہ وہ ڈوبنے سے بچے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ملکہ بلقیس کو خط لکھا تو اس میں یہ لکھا ”انہ من سلیمان وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیم“ اس کی برکت سے بلقیس کو قبول حق نصیب ہوا اور وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں آئی۔ اور پورا ملک یمن حضرت سلیمان علیہ السلام کے قبضے میں آیا۔

بسم اللہ کی برکت ہی وہ نعمت ہے جسے انسان اگر زندگی میں پڑھتا رہے تو ثواب ہی ثواب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ کھانا کھانے سے پہلے اگر بسم اللہ پڑھ لی جائے تو انسان اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح جب مسلمان کو قبر میں اتارا جائے تو ”بسم اللہ علی ملۃ رسول اللہ“ (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھا جائے۔ (تفسیر روح البیان، معانی نعیمی)

بسم اللہ پڑھنے سے قفل کھل جانے کا واقعہ

تفسیر روح البیان میں بسم اللہ کے ماتحت ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں تشریف لے گئے اور جنتوں کی سیر فرمائی۔ تو وہاں چار نہریں ملاحظہ فرمائیں ایک پانی کی۔ دوسری دودھ کی۔ تیسری شراب طہور کی۔ اور چوتھی نہر شہد کی

تھی، جبرائیل امین سے دریافت کیا گیا کہ یہ نہریں کہاں سے آرہی ہیں حضرت جبرائیل امین نے عرض کیا کہ مجھے اس کی خبر نہیں۔ دوسرے فرشتے نے عرض کیا کہ ان چاروں کا چشمہ میں دیکھاتا ہوں۔ ایک جگہ لے گیا وہاں ایک درخت تھا۔ جس کے نیچے ایک عمارت بنی ہوئی تھی اور دروازے پر قفل لگا ہوا تھا۔ اور اس کے نیچے سے یہ چاروں نہریں نکل رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا: یہ دروازہ کھولو۔ عرض کیا اس کی چابی میرے پاس نہیں۔ بلکہ آپ کے پاس ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم حضور ﷺ نے پڑھ کر اس قفل کو ہاتھ لگا یا تو دروازہ کھل گیا۔ تو آپ ﷺ نے اندر جا کر ملاحظہ فرمایا کہ اس عمارت میں چارستون ہیں اور ہرستون پر بسم اللہ لکھی ہے اور ”بسم اللہ کی“ ”میم“ سے پانی جاری ہے لفظ ”اللہ“ کی ”ہ“ سے دودھ جاری ہے۔ ”رحمن“ کی ”میم“ سے شراب طہور جاری ہے۔ اور ”رحیم“ کی ”میم“ سے شہد جاری ہے۔ اندر سے آواز آئی اے محبوب ﷺ! آپ کی امت میں سے جو شخص ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ پڑھے گا وہ ان چاروں نہروں کا مستحق ہوگا۔ (تفسیر روح البیان، مطبوعہ بیروت)

بسم اللہ کی برکت سے عذاب سے بچنے کا واقعہ

اسی طرح تفسیر کبیر میں بسم اللہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے کہ فرعون نے خدائی کے دعوے سے پہلے ایک مکان بنوایا تھا اور اس کے بیرونی دروازے پر ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ لکھی تھی۔ جب ابن نے خدائی دعویٰ کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ کی لیکن اس نے آپ کی تبلیغ قبول نہ کی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خلاف دعائے ضرر کی۔ تو وحی آئی، اے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام! یہ تو اسی قابل ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جائے لیکن اس کے دروازے پر ”بسم اللہ“ لکھی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ عذاب سے بچا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے فرعون کے گھر پر عذاب نہ آیا بلکہ وہاں سے نکال کر دریا میں ڈبو دیا گیا۔ (تفسیر کبیر، مطبوعہ بیروت)

بَابُ فِي الرَّجُلِ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ أَنْ يَغْسِلَهَا

باب: آدمی کا ہاتھ دھونے سے پہلے اسے برتن میں داخل کر لینا

103 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، وَأَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَا يَغْسِلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّهُ لَا يَذَرُنِي آيِنَ بَاتَتْ يَدُهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب تم میں سے کوئی ایک شخص رات کے وقت بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ (وضو کے) برتن میں اس وقت تک داخل نہ کرے جب تک وہ پہلے اسے تین مرتبہ دھونے کیونکہ وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا۔“

104 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْنِي بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَلَمْ يَذْكُرْ أَبَا رَزِينٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: یعنی یہی حدیث نقل کرتے ہیں تاہم

اس راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”دو مرتبہ یا تین مرتبہ“ اور اس راوی نے ابو رزین کا ذکر نہیں کیا۔

105 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ التُّرَاذِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ تَوْبِهِ، فَلَا يَدْخُلُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنْ أَحَدُكُمْ لَا يَذَرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ، أَوْ أَيْنَ كَانَتْ تَطُوفُ يَدُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ برتن میں اس وقت تک داخل نہ کرے جب تک اسے تین مرتبہ دھونہ لے، کیونکہ کوئی شخص یہ بات نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ رات بھر کہاں رہا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس کا ہاتھ کہاں گھومتا رہا۔“

بَابُ صِفَةِ وَضُوءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب: نبی اکرم ﷺ کے وضو کا طریقہ

106 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ، عَنْ حُمْرَانَ بْنِ أَبَانَ، مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ ثَلَاثًا فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ تَبَضَّضَ وَاسْتَذْبَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى إِلَى الْبِرْفَقِ ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ قَدَمَهُ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ الْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوءِي هَذَا، ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ، لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ، غُفِرَ اللَّهُ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

حمران بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں پر تین مرتبہ پانی انڈیل کر ان دونوں کو دھویا پھر انہوں نے کلی کی۔ ناک صاف کیا اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اپنے دائیں بازو کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں کو اسی طرح دھویا پھر انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا پھر انہوں نے اپنے دائیں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر بائیں کو اس طرح دھویا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے اس وضو کی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے اور پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس کے دوران وہ اپنے خیالات میں مشغول نہ رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ گناہوں کی مغفرت کر دیتا ہے۔“

107 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا الصَّخَّاءُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ وَرْدَانَ، حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي حُمْرَانُ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ تَوَضَّأَ، فَذَكَرَ

تَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَضْمَضَةَ وَالِاسْتِنْشَاقَ، وَقَالَ فِيهِ: وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ هَكَذَا، وَقَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ دُونَ هَذَا كَفَّاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الصَّلَاةِ

✽✽✽ حمران بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کیا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے البتہ اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں) انہوں نے تین مرتبہ اپنے سر پر مسح کیا پھر اپنے دونوں پاؤں کو تین مرتبہ دھویا پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص اس سے کم مرتبہ وضو کرتا ہے تو یہ اس کے لئے کافی ہوگا۔“ اس راوی نے نماز کا بھی ذکر نہیں کیا۔

108 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ زِيَادٍ الْمُؤَدِّي، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيِّ، قَالَ: سُئِلَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوءِ فَدَعَا بَاءً، فَأَنَّى بِيضَاةٍ فَأَضْغَاها عَلَى يَدَيْهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ أَدْخَلَهَا فِي الْبَاءِ فَتَهَضَّبَ ثَلَاثًا، وَاسْتَنْشَرُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَأَخَذَ مَاءً، فَسَحَّ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ، فَغَسَلَ بَطْنَيْهِمَا وَظُهُورَهُمَا مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: آيِنَ السَّائِلُونَ عَنِ الْوُضُوءِ؟ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَحَادِيثُ عُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الصَّحَاحُ كُلُّهَا تَدُلُّ عَلَى مَسْحِ الرَّأْسِ آثَةً مَرَّةً، فَإِنَّهُمْ ذَكَرُوا الْوُضُوءَ ثَلَاثًا، وَقَالُوا فِيهَا: وَمَسَحَ رَأْسَهُ وَلَمْ يَذْكُرُوا عَدًّا كَمَا ذَكَرُوا فِي غَيْرِهِ ✽✽✽ عثمان بن عبد الرحمن تیمی بیان کرتے ہیں: ابن ابی ملیکہ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا: انہوں نے پانی منگوایا ان کی خدمت میں وضو کا برتن لایا گیا۔ انہوں نے اسے اپنے دائیں ہاتھ پر اٹھایا پھر انہوں نے وہ ہاتھ پانی میں داخل کیا اور تین مرتبہ کلی کی تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا انہوں نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر دایاں بازو تین مرتبہ دھویا پھر بائیں بازو تین مرتبہ دھویا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کر کے پانی لیا اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا۔ انہوں نے ان کے اندرونی اور بیرونی حصے کو ایک مرتبہ دھویا پھر انہوں نے دونوں پاؤں دھوئے پھر یہ بات بیان کی وضو کے بارے میں دریافت کرنے والے لوگ کہاں ہیں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

107- عبد الرحمن بن وردان روی عنه ثلاثاً، وقال ابن معين: صالح، وقال أبو حاتم: ما وجدته بأساً، وقال الدارقطني: صالح، وفي رواية يرفع به، وقوله: "ومسح رأسه ثلاثاً" شاذ، فقد انفرد به عبد الرحمن بن وردان، وروى عن غير طريق حمران أيضاً كما سيأتي في التبرجيج، وأخرجه البزار (418- زوائد)، والدارقطني (303)، والبيهقي/621 من طريق عبد الرحمن بن وردان، بهذا الاسناد، وأخرجه بنحوه بدكر مسح الرأس ثلاثاً أحمد (436)، والدارقطني (304)، والبيهقي/621-63 من طريق ابن دارة مولى عثمان، عن عثمان، وأخرجه كذلك الدارقطني (301)، والبيهقي/631 من طريق عبد الله بن جعفر، عن عثمان.

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول تمام روایات صحیح ہیں۔ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا جائے گا کیونکہ ان تمام راویوں نے تین مرتبہ وضو کرنے کا ذکر کیا ہے اور اس نے یہ بات ذکر کی ہے کہ سر کا مسح کیا لیکن انہوں نے تعداد کا ذکر نہیں کیا جس طرح دوسری چیزوں کا ذکر کیا ہے۔

109 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عِيسَى، أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي عُلْقَمَةَ، أَنَّ عُثْمَانَ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ، فَأَفْرَغَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى، ثُمَّ غَسَلَ هُمَا إِلَى الْكُوعَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ مَضَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، وَذَكَرَ الْوُضُوءَ ثَلَاثًا، قَالَ: وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ، وَقَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ مَا رَأَيْتُمُونِي تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَأَتَمَّ

ابوعلقمہ بیان کرتے ہیں: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانی منگوا یا۔ انہوں نے وضو کیا۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا پھر دونوں ہاتھوں کو پونچوں تک دھویا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر انہوں نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر راوی نے تین مرتبہ وضو کرنے کا بھی ذکر کیا ہے تاہم اس میں انہوں نے یہ کہا۔ انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا اور پھر دونوں پاؤں دھولے پھر یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا جس طرح تم لوگوں نے مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد راوی نے زہری کی نقل کردہ روایت کی مانند حدیث بیان کی جو زیادہ مکمل ہے۔

110 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ عَامِرِ بْنِ شَقِيقٍ بْنِ جَرَوَةَ، عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ رَأْسَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ هَذَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنْ إِسْرَائِيلَ قَالَ: تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَقَطَّ

شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے اپنی دونوں کلاہیاں تین تین مرتبہ دھوئیں اور اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کیا۔ پھر انہوں نے یہ بات بیان کی میں نے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) وکیع نے یہ روایت اسرائیل سے نقل کی ہے انہوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "تین مرتبہ وضو کیا۔"

111 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ خَالِدِ بْنِ عُلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: أَتَانَا عَلِيُّ بْنُ رِزْوَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ صَلَّى فِدْعًا بِطَهُورٍ، فَقُلْنَا مَا يَصْنَعُ بِالطَّهُورِ وَقَدْ صَلَّى مَا يُرِيدُ، إِلَّا لِيَعْلَمَنَا، فَأَمَّا

111 - اسنادہ صحیح، ابو عوانہ: هو الوضاح بن عبد الله الشكري، وعبد خير: هو ابن يزيد الهمداني، واخرجه النسائي في "الكبرى" (77) من طريق ابى عوانة، بهذا الاسناد، واخرجه مختصراً بالمضمضة والاستنشاق ابن ماجه (404) من طريق شريك النخعي، عن خالد بن علقمة، به، واخرجه الترمذی (49) من طريق ابى اسحاق، عن عبد خير، به، واخرجه النسائي (101) من طريق الحسين بن علي، عن علي، وهو في "مسند احمد" (1199)، وانظر ما سياتي بالارقام (112-116).

يَأْتِيهِ فِيهِ مَاءٌ وَطَسَّتْ فَأَفْرَغَ مِنَ الْإِنَاءِ عَلَى يَمِينِهِ، فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، فَتَمَضَّضَ وَنَثَرَ مِنَ الْكَفِّ الَّذِي يَأْخُذُ فِيهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَغَسَلَ يَدَهُ الشِّمَالِ ثَلَاثًا، ثُمَّ جَعَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى ثَلَاثًا، وَرِجْلَهُ الشِّمَالِ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَعْلَمَ وَضُوءِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ هَذَا.

عبد خیر بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے وہ نماز ادا کر چکے تھے انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوایا۔ ہم نے سوچا یہ وضو کے پانی کے ذریعے کیا کریں گے جب کہ یہ نماز ادا کر چکے ہیں۔ یہ ضرور ہمیں تعلیم دینا چاہتے ہوں گے پھر ایک برتن لایا گیا جس میں پانی موجود تھا اور ایک طشت لایا گیا انہوں نے برتن میں سے اپنے دائیں ہاتھ پر پانی انڈیلا پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی پھر ناک میں پانی ڈالا انہوں نے ایک ہی مرتبہ چلو میں پانی لے کر کلی کی تھی اور ناک

میں پانی ڈالا تھا پھر انہوں نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنے دائیں بازو کو تین مرتبہ دھویا۔ اپنے بائیں بازو کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر انہوں نے اپنا ہاتھ برتن میں داخل کیا اور اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر انہوں نے اپنا دایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا اور پھر بائیں پاؤں تین مرتبہ دھویا۔ پھر انہوں نے یہ بات بیان کی۔

”جو شخص یہ چاہتا ہو کہ نبی اکرم ﷺ کے وضو کے بارے میں جان لے تو وہ یہ ہے (جو میں نے کر کے دکھایا ہے)۔“

112 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوَانِيُّ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ زَائِدَةَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عُلْقَمَةَ الْهَمْدَانِيُّ، عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، قَالَ: صَلَّى عَلَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْغَدَاةَ، ثُمَّ دَخَلَ الرَّحْبَةَ فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَتَاهُ الْغُلَامُ بِإِنَاءٍ فِيهِ مَاءٌ وَطَسَّتْ، قَالَ: فَأَخَذَ الْإِنَاءَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، فَأَفْرَغَ عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى، وَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فِي الْإِنَاءِ فَتَمَضَّضَ ثَلَاثًا وَاسْتَنْشَقَ ثَلَاثًا، ثُمَّ سَاقَ قَرِيبًا مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَوَانَةَ، قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ مُقَدِّمَةً وَمُؤَخَّرَةً مَرَّةً ثُمَّ سَاقَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ.

عبد خیر بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی پھر وہ کھلے میدان میں داخل ہوئے۔ انہوں نے پانی منگوایا غلام ایک برتن لے کر آیا جس میں پانی موجود تھا اور ساتھ ایک طشت لے آیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے برتن پکڑا اور اپنے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیل کر دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ برتن میں داخل کیا اور تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا۔

اس کے بعد راوی نے تقریباً اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے جس طرح کی ابو عوانہ سے منقول ہے پھر انہوں نے اپنے سر کا آگے والے حصے کا اور پیچھے والے حصے کا مسح کیا۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

113 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ مَا زِيكَ بْنَ

عُرْفُطَةً. سَمِعْتُ عَبْدَ خَيْرٍ، رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَيْ بِكَرْسِيٍّ فَقَعَدَ عَلَيْهِ، ثُمَّ أَيْ بِكَوْزٍ مِنْ مَاءٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا. ثُمَّ تَمَضَّضَ مَعَ الْإِسْتِثْقَا بِمَاءٍ وَاحِدٍ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ.
 (۱۱۳) عبد خیر بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کے لئے ایک کرسی لائی گئی وہ اس پر تشریف فرما ہوئے پھر پانی کا ایک برتن لایا گیا آپ نے اپنا ہاتھ تین مرتبہ دھویا پھر ایک ہی پانی کے ذریعے ناک میں پانی ڈالنے کے ہمراہ کلی کی (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)۔

114 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ، حَدَّثَنَا رَبِيعَةُ الْكِنَانِيُّ، عَنِ الْيَنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ حُبَيْشٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَسَمِعَ عَنْ وَضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ، وَقَالَ: وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِهِ حَتَّى لَمَّا يَقْطُرُ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا كَانَ وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۱۴) زر بن حبیش بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنا جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو (کے طریقے) کے بارے میں سوال کیا گیا تھا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے جس میں انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے) انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا لیکن (سر میں سے) قطرے نہیں ٹپکے پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں تین تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے یہ بات بیان کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اس طرح کا تھا۔

115 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الطُّوسِيُّ، حَدَّثَنَا جُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا فِطْرٌ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَاحِدَةً، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 (۱۱۵) عبد الرحمن بن ابولیلی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا پھر یہ بات بیان کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح وضو کرتے تھے۔

116 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَبُو تَوْبَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي حَيَّةَ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَوَضَّأَ فَذَكَرَ وَضُوءَهُ كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ: ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّمَا أَحْبَبْتُ أَنْ أُرِيَكُمْ طَهْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱۱۶) ابو حبیہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وضو کے بارے میں یہ بات ذکر کی کہ انہوں نے ہر عمل تین تین مرتبہ کیا پھر یہ بات بیان کی کہ انہوں نے اپنے سر کا مسح کیا اور

113 - اسنادہ صحیح، وقد احتطاشعبة في تسمية شيخه، فقال: مالك بن عرفة، والصواب: خالد بن علقمة، وقد خطاشعبة فيه عيز واحدم القاد المرجوع اليهم في هذا الفن. واحرجه النسائي في "الكبزي" (83) و (163) من طريق شعبة، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد"

پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر یہ بات بیان کی۔ میں نے یہ چاہا کہ میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے وضو (کا طریقہ) دکھاؤں۔

117 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ رُكَّانَةَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ الْخَوْلَانِيِّ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ دَخَلَ عَلَى عَلِيٍّ يَعْنِي ابْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَقَدْ أَهْرَاقَ الْمَاءَ قَدْعًا يَوْضُوءَ، فَأَتَيْنَاهُ بِتَوْرٍ فِيهِ مَاءٌ، حَتَّى وَضَعْنَاهُ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، أَلَا أُرِيكَ كَيْفَ كَانَ يَتَوَضَّأُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قُلْتُ: بَلَى، قَالَ: فَأَصْنَعِي الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ فغَسَلَهَا، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى فَأَفْرَغَ بِهَا عَلَى الْأُخْرَى، ثُمَّ غَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ جَمِيعًا، فَأَخَذَ بِهِمَا حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ أَلْقَمَ إِبْهَامَيْهِ مَا أَقْبَلَ مِنْ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ الثَّالِثَةَ مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ الْيُمْنَى قَبْضَةً مِنْ مَاءٍ، فَضَبَّهَا عَلَى نَاصِيَّتِهِ فَتَرَكَهَا تَسْتَنْ عَلَى وَجْهِهِ، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ وَظَهْرَهُ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَيْهِ جَمِيعًا فَأَخَذَ حَفْنَةً مِنْ مَاءٍ فَضَرَبَ بِهَا عَلَى رِجْلَيْهِ، وَفِيهَا النَّعْلُ فَفَتَلَهَا بِهَا، ثُمَّ الْأُخْرَى مِثْلَ ذَلِكَ قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: قُلْتُ: وَفِي النَّعْلَيْنِ؟ قَالَ: وَفِي النَّعْلَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ شَيْبَةَ، يُشَبِّهُ حَدِيثَ عَلِيٍّ، لِأَنَّهُ قَالَ فِيهِ حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ جُرَيْجٍ: وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّةً وَاحِدَةً، وَقَالَ ابْنُ وَهْبٍ فِيهِ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ ثَلَاثًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ میرے ہاں تشریف لائے۔ انہوں نے پانی بہا لیا تھا۔ (یعنی وہ استنجاء کر کے آئے تھے) پھر انہوں نے وضو کے لئے پانی منگوا یا تو ہم پتھر کے بنے ہوئے برتن میں ان کے پاس پانی لے کر آئے اور وہ ان کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے فرمایا: اے ابن عباس کیا میں تمہیں دکھاؤں کہ نبی اکرم ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ میں نے گزارش کی جی ہاں راوی بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برتن اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور اپنے ہاتھ کو دھویا پھر انہوں نے اپنا دایاں ہاتھ (برتن میں) داخل کیا اور اس کے ذریعے دوسرے ہاتھ پر پانی بہا یا پھر انہوں نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر انہوں نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا پھر دونوں ہاتھ ایک ساتھ برتن میں داخل کئے اور اس کے ذریعے پانی کا لپ لیا اور وہ اپنے چہرے پر ڈالا انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کے آگے کے حصے کی طرف لگایا پھر دوسری مرتبہ ایسا کیا پھر تیسری مرتبہ ایسا کیا پھر انہوں نے اپنی دائیں ہتھیلی میں تھوڑا سا پانی لیا اور اسے اپنی پیشانی پر ڈالا اور پھر اسے اپنے چہرے پر بہنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر انہوں نے اپنے دونوں بازو کہنیوں تک تین تین مرتبہ دھوئے پھر انہوں نے اپنے سر کا اور کانوں کے باہر کے حصے کا مسح کیا پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ (برتن میں) داخل کئے اور پانی کا لپ لے کر اسے اپنے پاؤں پر ڈالا انہوں نے پاؤں میں جوتے پہنے ہوئے تھے انہوں نے وہ پانی جوتوں سمیت اپنے پاؤں پر ڈالا تھا۔ انہوں نے اس کے

ذریعے اپنے پاؤں کو ملا پھر دوسرے پاؤں کے ساتھ اسی طرح کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا جوتوں میں (انہوں نے وضو کیا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جوتوں میں کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے یہ دریافت کیا: کیا جوتوں میں کیا انہوں نے جواب دیا: جوتوں میں کیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دریافت کیا: کیا جوتوں میں کیا؟ انہوں نے فرمایا: جوتوں میں کیا۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن جریج نے شبیہ کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول روایت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے کیونکہ اس روایت میں حجاج بن محمد نے ابن جریج کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے اپنے سر کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

ابن وہب نے ابن جریج کے حوالے سے منقول اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے اپنے سر کا تین مرتبہ مسح کیا۔

118 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ عَاصِمٍ - وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ -: هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ: نَعَمْ، فَدَعَا بِوَضُوءِي فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ يَدَيْهِ، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَرَّ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْيَرْفَقَيْنِ، ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَذْبَرَ بَدَأَ بِمُقَدِّمِ رَأْسِهِ، ثُمَّ ذَهَبَ بِهِمَا إِلَى قَفَاةٍ، ثُمَّ رَدَّاهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ.

عمر بن یحییٰ مازنی، اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے یہ کہا، یہ صاحب عمرو بن یحییٰ نامی راوی کے دادا ہیں۔ (ان سے یہ کہا) کیا آپ یہ کر کے مجھے دکھا سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ تو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں پھر انہوں نے وضو کا پانی منگوا یا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر انڈیلا۔ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر کھلی کی ناک میں پانی ڈالا ایسا تین مرتبہ کیا پھر انہوں نے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ پھر دونوں بازو دو مرتبہ کہنیوں تک دھوئے۔ پھر انہوں نے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اپنے سر کا مسح کیا وہ اسے آگے کی طرف سے پیچھے کی طرف لے کر گئے اور پیچھے سے آگے کی طرف لے کر آئے انہوں نے سر کے آگے والے حصے سے آغاز کیا تھا اور پھر دونوں ہاتھوں کو گدی تک لے کر گئے تھے پھر انہیں واپس اسی جگہ لے کر آئے تھے جہاں سے آغاز کیا تھا پھر انہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

119 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ عَاصِمٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: فَتَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَّ مِنْ كَفِّ وَاحِدَةٍ يَفْعَلُ ذَلِكَ، ثَلَاثًا، ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَهُ

یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے ایک ہی چلو کے ذریعے کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایسا انہوں نے تین مرتبہ کیا اس کے بعد انہوں نے اسی کی مانند روایت نقل

کی ہے (جو پہلے ذکر ہوئی ہے)

120 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ الشَّرَحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ حَبَّانَ بْنَ وَاسِعٍ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدِ بْنِ عَاصِمٍ الْمَازِنِيَّ، يَذْكُرُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ وَضُوءَهُ، وَقَالَ: وَمَسَحَ رَأْسَهُ بِمَاءٍ غَيْرِ فَضْلِ يَدَيْهِ، وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَتَقَابَهُمَا

حبان بن واسع بیان کرتے ہیں: ان کے والد نے انہیں یہ بات بتائی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید بن عامر مازنی رضی اللہ عنہ کو یہ بات ذکر کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر کا مسح اس پانی کے ذریعے کیا تھا جو بازوؤں کے (بچے ہوئے) پانی کے علاوہ نہیں تھا اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے یہاں تک کہ انہیں اچھی طرح صاف کیا۔

121 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَيْسَرَةَ الْحَضْرَمِيُّ، سَمِعْتُ الْيَقْدَامَ بْنَ مَعْدِي الْكِنْدِيَّ، قَالَ: أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَيَغْسِلُ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ تَبْطِئُ وَاسْتَنْشَقُ ثَلَاثًا وَغَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأَذْنَيْهِ ظَاهِرِيًّا وَبَاطِنِيًّا

حضرت مقدم بن معدیکرب کنڈی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں وضو کا پانی لایا گیا آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اپنا چہرہ تین مرتبہ دھویا پھر دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے سر کا اور دونوں کانوں کے اندر دھوئی اور بیرونی حصے کا مسح کیا۔

کانوں کا سر کے حکم میں داخل ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا تو اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ تین تین مرتبہ دھوئے پھر سر کا مسح کیا اور فرمایا کان سر میں داخل ہیں ابو عیسیٰ کہتے ہیں کہ قتیبہ حماد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے یا ابو امامہ کا اس باب میں حضرت انس سے بھی روایت منقول ہے۔

امام ترمذی نے کہا اس حدیث کی سند زیادہ قوی نہیں صحابہ اور تابعین میں سے اکثر اہل علم کا یہی قول ہے کہ کان سر میں داخل ہیں، سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، امام احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک کانوں کو سامنے کا حصہ چہرے میں اور پیچھے کا حصہ سر میں داخل ہے اسحاق کہتے ہیں مجھے یہ بات پسند ہے کہ کانوں کے اگلے حصے کا مسح چہرے کے ساتھ اور پیچھے کا مسح سر کے ساتھ کیا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 36)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دونوں کان سر سے ہیں۔ امام دارقطنی اس

حدیث کو ۵۵ مختلف اسناد کے ساتھ لائے ہیں۔

جن میں مرفوع اور غیر مرفوع دونوں طرح کی روایات جمع ہیں۔ (سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۱۰۱، دار المعرفہ، بیروت)

احناف کے نزدیک سر کے پانی کے ساتھ ہی کانوں کا مسح کرنا سنت ہے اور دلیل یہ حدیث ہے کہ اذان بھی راس سے ہیں جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ نئے پانی کے ساتھ سنت ہے۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کانوں کا مسح نئے پانی کے ساتھ کیا۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سر کا مسح اور کانوں کا مسح ایک ہی پانی کے ساتھ کیا۔ (عنا یہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۲۹، دار الفکر، بیروت)

122 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، وَيَعْقُوبُ بْنُ كَعْبٍ الْأَنْطَاقِيُّ - لَفْظُهُ - قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، عَنْ حَرِيزِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنِ الْقَدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَلَمَّا بَلَغَ مَسْحَ رَأْسِهِ، وَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى مُقَدِّمِ رَأْسِهِ، فَأَمَرَهُمَا حَتَّى بَلَغَ الْقَفَا، ثُمَّ رَدَّهُمَا إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي بَدَأَ مِنْهُ، قَالَ مُحَمَّدٌ: قَالَ: أَخْبَرَنِي حَرِيزٌ، ❁❁ حضرت مقدم بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا جب آپ سر کے مسح تک پہنچے تو آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں سر کے آگے والے حصے پر رکھیں اور پھر آپ انہیں پیچھے لے کے گئے یہاں تک کہ گدی تک لے آئے پھر آپ ﷺ ان دونوں کو واپس اسی جگہ پر لے آئے جہاں سے آپ ﷺ نے آغاز کیا تھا۔ محمود نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حریر نے مجھے خبر دی۔

123 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، وَهَشَامُ بْنُ خَالِدٍ، التَّمَنِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: وَمَسَحَ بِأُذُنَيْهِ ظَاهِرِيَّتَهُمَا وَبَاطِنِيَّتَهُمَا، زَادَ هَشَامٌ وَأَدْخَلَ أَصَابِعَهُ فِي صِنَاخِ أُذُنَيْهِ ❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں کانوں کے ظاہری اور باطنی (یعنی اندرونی اور بیرونی) حصے کا مسح کیا۔

ہشام نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں کانوں کے سوراخ میں داخل کی۔

124 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ الْحَرَّانِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَزْهَرِ الْمُغِيرَةُ بْنُ فَرْوَةَ، وَيَزِيدُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ، تَوَضَّأَ لِلنَّاسِ كَمَا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ، فَلَمَّا بَلَغَ رَأْسَهُ غَرَفَ غَرْفَةً مِنْ مَاءٍ، فَتَلَقَّاهَا بِشِمَالِهِ حَتَّى وَضَعَهَا عَلَى وَسْطِ رَأْسِهِ حَتَّى قَطَرَ الْمَاءُ، أَوْ كَادَ يَقْطُرُ، ثُمَّ مَسَحَ مِنْ مُقَدِّمِهِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ، وَمِنْ مُؤَخَّرِهِ إِلَى مُقَدِّمِهِ، ❁❁

❁❁ مغیرہ بن فروہ اور یزید بن ابومالک بیان کرتے ہیں: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے وضو کر کے دکھایا جس طرح انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا تھا جب وہ سر تک پہنچے تو انہوں نے پانی کا چلو یا اس پانی کو اپنے

ہاتھ پر ڈالا اور پھر اس ہاتھ کو اپنے سر کے درمیان پر رکھا یہاں تک کہ پانی کہ کچھ قطرے (ان کے سر پر ٹپک گئے) پھر انہوں نے اپنے سر کے آگے کے حصے سے لے کر پیچھے والے حصے تک اور پیچھے والے حصے سے لے کر آگے والے حصے تک مسح کیا۔

125 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، بِهَذَا الْإِسْنَادِ، قَالَ: فَتَوَضَّأُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا وَغَسَلَ

رِجْلَيْهِ بِغَيْرِ عَدَدٍ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

انہوں نے تین تین مرتبہ وضو کیا اور دونوں پاؤں کی گنتی کے بغیر دھوئے۔

126 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْمَفْضَلِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ عَقِيلٍ، عَنْ الزُّبَيْعِ بْنِ مَعُوذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْتِينَا فَحَدَّثَنَا أَنَّهُ ثَلَاثًا، وَوَضَّأَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مَرَّةً، وَوَضَّأَ يَدَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَرَّتَيْنِ يَمُؤْخَرِ رَأْسِهِ، ثُمَّ بِمُقَدِّمِهِ وَبِأُذُنَيْهِ كُلَّتَيْهِمَا ظُهُورَهُمَا وَبَطْنَهُمَا، وَوَضَّأَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا مَعْنَى حَدِيثِ مُسَدَّدٍ.

سیدہ زبیب بنت معوذ بن عفراءؓ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اس خاتون نے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے لئے وضو کا پانی انڈیلو اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا۔ ایک مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اپنے دونوں بازو تین تین مرتبہ دھوئے اپنے سر پر دو مرتبہ مسح کیا۔ آپ نے سر کے پیچھے والے حصے سے آغاز کیا اور پھر آگے کے حصے پر مسح کیا پھر دونوں کانوں کے بیرونی اور اندرونی حصے کا مسح کیا پھر آپ نے اپنے دونوں پاؤں پر تین تین مرتبہ وضو کیا (یعنی انہیں دھویا)۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت مسدد کی نقل کردہ روایت کی ہم معنی ہے۔

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کی سنت میں مذاہب اربعہ

حضرت سلمہ بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم وضو کرو تو ناک صاف کرو اور جب استنجاء کے لیے پتھر استعمال کرو تو طاق عدد میں لو اس باب میں حضرت عثمان لقیط بن صبرہ ابن عباس مقدم بن معدیکرب وائل بن حجر ابو ہریرہ سے بھی روایات مذکور ہیں ابو عیسیٰ کہتے ہیں حدیث سلمہ بن قیس حسن صحیح ہے اہل علم نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں اختلاف کیا ہے ایک گروہ کے نزدیک وضو میں ان دونوں کو چھوڑنے سے نماز دوبارہ پڑھنی ہوگی اور انہوں نے وضو اور جنابت میں اس حکم کو یکساں قرار دیا ہے ابن ابی لیلیٰ عبد اللہ بن مبارک احمد اور اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔

امام احمد نے فرمایا کلی کرنے سے ناک میں پانی ڈالنے کی زیادہ تاکید ہے ابو عیسیٰ نے فرمایا کہ ایک گروہ نے کہا کہ جنابت میں

اعادہ کرے وضو میں نہ کرے سفیان ثوری اور بعض اہل کوفہ کو یہی قول ہے اور ایک گروہ کے نزدیک نہ وضو میں اعادہ کرے اور نہ

غسل جنابت میں کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہیں۔

لہذا جوان دونوں کو وضو اور غسل جنابت میں چھوڑ دے تو اس پر اعادہ نہیں ہے امام مالک اور امام شافعی کا یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 26)

127 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، يُغَيِّرُ بَعْضُ

مَعَانِي بَشْرًا، قَالَ فِيهِ: وَتَكْضِضُ وَاسْتَنْشَرُ ثَلَاثًا

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے لیکن اس نے بشر کی نقل کردہ روایت کے بعض مفہوم کو متغیر کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”نبی اکرم ﷺ نے تین مرتبہ کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔“

128 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الْهَمْدَانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ

عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنِ الرَّبِيعِ بِنْتِ مَعْوِذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَمَسَحَ الرَّأْسَ كُلَّهُ، مِنْ قَرْنِ الشَّعْرِ كُلِّ نَاحِيَةٍ، لِمُنْصَبِ الشَّعْرِ، لَا يُحَرِّكُ الشَّعْرَ عَنْ هَيْئَتِهِ

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان کے ہاں وضو کرتے ہوئے اپنے پورے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے ہر طرف سے اوپر سے نیچے کی طرف مسح کرتے ہوئے طول و عرض میں پورے سر کا مسح کیا یہاں تک کہ سر کے (پچھے سے) نیچے والے حصے کا بھی مسح کیا۔ آپ ﷺ نے بالوں کو ان کی ہیئت سے حرکت نہیں دی۔

129 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُضَرَ، عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، أَنَّ رُبَيْعَ بِنْتِ مَعْوِذِ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ قَالَتْ: فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَمَسَحَ مَا أَقْبَلَ مِنْهُ وَمَا أَدْبَرَ، وَصَدَّغِيهِ وَأَذْنِيهِ مَرَّةً وَاحِدَةً

سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے اس کے آگے کے حصے کا اور پیچھے کے حصے کا اور دونوں کانوں کا اور دونوں کانوں کا ایک مرتبہ مسح کیا۔

130 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنِ

الرَّبِيعِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ بِرَأْسِهِ مِنْ فَضْلِ مَاءٍ كَانَ فِي يَدِهِ

سیدہ ربیع رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے بازو (دھونے سے) نکال جانے والی پانی کے ذریعے اپنے سر کا مسح کیا۔

131 - حَدَّثَنَا ابْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

129 - حسن لغیرہ درون مسح الصدغین، وهذا اسناد ضعیف کسابقہ، واخر بنہ الترمذی (34) عن قتيبة بن سعيد، بهذا الاسناد، وهو في "مسند احمد" (27022). وانظر ما سلف برقم (126).

مُحَمَّدُ بْنُ عَقِيلٍ، عَنِ الزُّبَيْعِ بْنِ مُعَوِّذٍ ابْنِ عَفْرَاءَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، فَأَدْخَلَ
إِصْبَعِيهِ فِي حُجْرِي أُذُنِيهِ

❀❀ سیدہ ربیع بنت معوذ بن عفرہ بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنی دو انگلیاں دونوں کانوں کے
سوراخوں میں داخل کی۔

132 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، وَمُسَدَّدٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ
مُصْرِفٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ رَأْسَهُ مَرَّةً وَاحِدَةً
حَتَّى يَبْلُغَ الْقَذَالَ - وَهُوَ أَوَّلُ الْقَفَا. وَقَالَ مُسَدَّدٌ - مَسَحَ رَأْسَهُ مِنْ مُقَدِّمِهِ إِلَى مُؤَخَّرِهِ حَتَّى أَخْرَجَ
يَدَيْهِ مِنْ تَحْتِ أُذُنَيْهِ، قَالَ مُسَدَّدٌ: فَحَدَّثْتُ بِهِ يَحْيَى فَأَنْكَرَهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ، يَقُولُ: إِنَّ ابْنَ عُيَيْنَةَ زَعَمُوا أَنَّهُ كَانَ يُنْكِرُهُ. وَيَقُولُ إِيشُ هَذَا
طَلْحَةُ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ

❀❀ طلحہ بن مصرف اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے سر پر
ایک مرتبہ مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ قذال تک پہنچے (راوی یا امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں) یہ گدی کا
ابتدائی حصہ ہے۔

مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ ﷺ نے اپنے سر کے آگے والے حصے سے پیچھے والے حصے تک مسح کیا
یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے نیچے سے نکالے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: میں نے یہ روایت یحییٰ کو سنائی تو انہوں نے اسے منکر قرار دیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ابن عیینہ کے بارے میں لوگوں نے یہ
بات بیان کی ہے کہ وہ اس حدیث کو منکر قرار دیتے تھے وہ یہ کہتے تھے یہ کیسی (سند ہے) کہ یہ طلحہ کے حوالے سے ان کے والد کے
حوالے سے ان کے دادا سے منقول ہے۔

133 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُورٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ
بْنِ خَالِدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ -
فَذَكَرَ الْحَدِيثَ - كُلَّهُ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، قَالَ: وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَأُذُنَيْهِ مَسْحَةً وَاحِدَةً

❀❀ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ بات منقول ہے: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے
دیکھا۔ اس کے بعد انہوں نے حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ بات مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تمام اعضاء تین تین مرتبہ دھوئے

133 - حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف، عباد بن منصور ضعیف لسوء حفظه وتغيره وتدليس، وباقي رجاله ثقات، واخرجه ضمن حديث

مطول احمد (3490) عن يزيد بن هارون، بهذا الاسناد، واخرجه الطبراني (12504) من طريق عباد بن منصور، به، وذكر فيه ان النبي - صلى

الله عليه وسلم - تَوَضَّأَ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ولم يذكر مسح الرأس مرة، والاحاديث السالفة برقم (106) و(111) و(118) و(121) تشهد له

وہ یہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے سر اور کانوں پر ایک مرتبہ مسح کیا۔

134 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَقُتَيْبَةُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، وَذَكَرَ وَضُوءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَحُ الْمَاقِنِينَ، قَالَ: وَقَالَ: الْأُذُنَانِ مِنَ الرَّأْسِ، قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: يَقُولُهَا: أَبُو أُمَامَةَ، قَالَ قُتَيْبَةُ: قَالَ حَمَّادٌ: لَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ مِنْ أَبِي أُمَامَةَ - يَعْنِي قِصَّةَ الْأُذُنَيْنِ - قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ سِنَانِ بْنِ رَبِيعَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ ابْنُ رَبِيعَةَ كُنْيَتُهُ أَبُو رَبِيعَةَ

❁❁ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے یہ بات بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ ناک کی طرف والے آنکھ کے کنارے کا بھی مسح کیا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے دونوں کان سر کا حصہ ہیں۔

سلیمان بن حرب بیان کرتے ہیں: یہ بات حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کی ہے۔

قتیبہ نامی راوی کہتے ہیں: حماد نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے مجھے نہیں معلوم کہ یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے ہیں یا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے ہیں یعنی وہ الفاظ جو دونوں کانوں کے بارے میں ہیں۔

قتیبہ نامی راوی نے سنان بن ابوربیعہ کے حوالے سے روایت نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ربیعہ کے صاحب زادے ہیں اور ان کی کنیت ابوربیعہ ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا

باب: تین، تین مرتبہ وضو کرنا

135 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَجُلًا آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ الطُّهُورُ فَدَعَا بِمَاءٍ فِي إِنَاءٍ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا، ثُمَّ غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَدْخَلَ إصْبَعَيْهِ السَّبَّاحَتَيْنِ فِي أُذُنَيْهِ، وَمَسَحَ بِإِبْهَامَيْهِ عَلَى ظَاهِرِ أُذُنَيْهِ، وَبِالسَّبَّاحَتَيْنِ بَاطِنِ أُذُنَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: هَكَذَا الْوُضُوءُ فَمَنْ زَادَ عَلَى هَذَا أَوْ نَقَصَ فَقَدْ أَسَاءَ وَظَلَمَ - أَوْ ظَلَمَ وَأَسَاءَ -

❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کی عرض کی: یا رسول اللہ! وضو کیسے کیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے برتن میں پانی منگوا یا آپ نے اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر دونوں بازو تین مرتبہ دھوئے پھر

اپنے سر کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلیاں کانوں میں داخل کی اور اپنے دونوں انگوٹھوں کے ذریعے کانوں کے باہر والے حصے کا مسح کیا۔ شہادت کی انگلیوں کے ذریعے آپ ﷺ نے کان کے اندرونی حصے کا مسح کیا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں پاؤں تین تین مرتبہ دھوئے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسی طرح وضو کیا جائے گا جو شخص اس سے زیادہ کرتا ہے یا کم کرتا ہے تو وہ برا کرتا ہے اور ظلم کرتا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) وہ ظلم کرتا ہے اور برا کرتا ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّتَيْنِ

باب: دو مرتبہ وضو کرنا

136 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا زَيْدُ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَوْبَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْفَضْلِ الْهَاشِمِيُّ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دو دو مرتبہ وضو کیا ہے۔

137 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ: أَتُحِبُّونَ أَنْ أُرِيَكُمُ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ؟ فَدَعَا يَأْنَاءَ فِيهِ مَاءً فَأَغْتَرَفَ غَرْفَةً بِيَدِهِ الْيُسْرَى فَتَنَظَّفَى وَاسْتَنْشَقَ، ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَجَمَعَ بِهَا يَدَيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ أَخَذَ أُخْرَى فَغَسَلَ بِهَا يَدَهُ الْيُسْرَى، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ نَفَضَ يَدَهُ، ثُمَّ مَسَحَ بِهَا رَأْسَهُ وَأُذُنَيْهِ، ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَةً أُخْرَى مِنَ الْمَاءِ فَرَشَّ عَلَى رِجْلَيْهِ الْيُسْرَى، وَفِيهَا النَّعْلُ، ثُمَّ مَسَحَهَا بِيَدَيْهِ يَدِ فَوْقِ الْقَدَمِ وَيَدِ تَحْتَ النَّعْلِ، ثُمَّ صَنَعَ بِالْيُسْرَى مِثْلَ ذَلِكَ

عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہم سے فرمایا: کیا تم لوگ یہ بات پسند کرتے ہو کہ میں تمہیں یہ بات دکھاؤں کہ نبی اکرم ﷺ کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ پھر انہوں نے ایک برتن منگوا یا جس میں پانی موجود تھا۔ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے اس میں سے ایک چلولیا اور اس کے ذریعے کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر انہوں نے دوسرا چلولیا اور دونوں ہاتھوں میں پانی اکٹھا کر کے اپنے چہرے کو دھویا۔ پھر انہوں نے ایک اور چلولیا اور اس کے ذریعے اپنے دائیں بازو کو دھویا پھر ایک اور لیا اس کے ذریعے اپنے بائیں بازو کو دھویا پھر انہوں نے مٹھی بھر پانی لیا اور اسے اپنے ہاتھ پر چھڑکا پھر انہوں نے اس کے ذریعے اپنے سر دونوں کانوں کا مسح کیا پھر انہوں نے مٹھی بھر پانی دوسری مرتبہ لیا اور اسے اپنے دائیں پاؤں پر بہایا جس میں انہوں نے جوتے پہنے ہوئے تھے پھر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اس پر مسح کیا یوں کہ ان کا ایک ہاتھ پاؤں کے اوپر تھا اور ایک ہاتھ جوتے کے نیچے تھا پھر انہوں نے بائیں پاؤں کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مَرَّةً مَرَّةً

باب: ایک مرتبہ وضو کرنا

138 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ،

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِوُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَتَوَضَّأَ مَرَّةً مَرَّةً ﴿عطاء بن یسار، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کرتے ہیں: کیا میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے وضو کے بارے میں نہ بتاؤں؟ پھر انہوں نے ایک ایک مرتبہ وضو کیا۔﴾

وضو میں ایک مرتبہ دھونے کے مفہوم کا بیان

ابن عجلان کے مذکورہ طریق سے نسائی کی روایت میں سابقہ الفاظ کے بعد یہ ہے: اور اپنا چہرہ دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ ایک

ایک بار دھوئے۔ اور اپنے سر اور دونوں کانوں کا ایک بار مسح کیا۔ الحدیث۔

اس میں اور سعید بن منصور سے نقل شدہ روایت میں اس کی وضاحت موجود ہے جو میں نے ذکر کیا کہ مضمرہ واستنشق کا تذکرہ تمام سنتوں کے احاطہ کو مستلزم نہیں کہ ترک تخلیت کے منافی ہوں۔ کیوں کہ روایات "ایک بار" کے لفظ پر متفق ہیں اور احادیث میں ایک کی تفسیر دوسری سے ہوتی ہے۔ پھر جب مخرج ایک (زید بن اسلم) ہیں تو ایک حدیث دوسری کی مفسر کیوں نہ ہوگی۔

اقول: اس کی تقویت اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابن ابی شیبہ کے یہاں یہ حدیث مطولاً اس اضافہ کے ساتھ ہے: ثم غرغرة لمسح رأسه واذنيه (پھر ایک چلو بے کر اپنے سر اور دونوں کانوں کا مسح کیا) تو جس چلو سے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں میں سے ہر ایک کا وضو ہو جاتا تھا وہ اگر سر میں استعمال ہوتا تو اسے دھونے کا کام کر دیتا (نہ کہ اس سے صرف مسح ہوتا)۔ (سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الاذنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲ المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الطہارۃ باب فی الوضوء کم صومرة حدیث ۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

بَابُ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الْمَضْمُضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ

باب: کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں فرق کرنا

139 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ لَيْثًا، يَذْكُرُ عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: دَخَلْتُ - يَعْنِي - عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ، وَالْمَاءُ يَسِيلُ مِنْ وَجْهِهِ

وَلِخَيْتِهِ عَلَى صَدْرِهِ، فَرَأَيْتُهُ يَفْصِلُ بَيْنَ الْمَضْمُضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ۔ ﴿لیث نے طلحہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ پانی آپ کے چہرے اور داڑھی پر بہتا ہوا۔ آپ ﷺ کے سینے پر آ رہا تھا میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے درمیان فصل کیا (یعنی دونوں کے لئے الگ سے پانی لیا)۔﴾

خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت وضو کر رہے تھے۔ پانی آپ کے چہرے اور داڑھی پر بہتا ہوا۔ آپ ﷺ کے سینے پر آ رہا تھا میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے درمیان فصل کیا (یعنی دونوں کے لئے الگ سے پانی لیا)۔

بَابُ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ

بَابُ: نَاكِ كُوصَافٍ كَرْنَا

140 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْثُرْ ۖ ۞ ۞ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص وضو کرے تو وہ اپنے ناک میں پانی ڈال کر اسے صاف کرے۔“

141 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُلَيْبٍ، عَنْ قَارِظٍ، عَنْ أَبِي غَطَفَانَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَنْثِرُوا مَرَّتَيْنِ بِالِغَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

۞ ۞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”دو یا تین مرتبہ اچھی طرح ناک صاف کرو۔“

ناک صاف کرنے کا فقہی مفہوم

علامہ ابن عابدین محمد امین آفندی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے بار اس پر پانی بہہ جائے اور روزہ دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے اور یہ دونوں کام داہنے ہاتھ سے کرے پھر بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے۔ (فتاویٰ شامی، کتاب طہارت، بیروت)

انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا بیان

142 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، فِي آخِرِينَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطٍ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، قَالَ: كُنْتُ وَافِدَ بَنِي الْمُتَنَفِقِ - أَوْ فِي وَفْدِ بَنِي الْمُتَنَفِقِ - إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ نُصَادِفْهُ فِي مَنْزِلِهِ، وَصَادَفْنَا عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَ: فَأَمَرْتُ لَنَا بِخَزِيرَةٍ

142 - حدیث صحیح، و هذا الاسناد حسن من اجل يحيى بن سليم - وهو الطائفي - وقد توبع عنده احمد في "المسند" (16384) وغيره باسناد صحيح. واخرجه مختصراً بالامر باسباغ الوضوء وتخليل الاصابع النسائي في "الكبرى" (116)، وابن ماجه (448)، ومختصراً بالامر بالاسباغ والمبالغة في الاستنشاق الترمذي (788)، والنسائي في "المجتبى" (87)، وابن ماجه (407) من طريق يحيى ابن سليم، بهذا الاسناد. واخرجه مختصراً بالامر بتخليل الاصابع الترمذي (38)، والنسائي في "الكبرى" (116)، ومختصراً بالامر بالاسباغ والمبالغة في الاستنشاق النسائي (99) من طريق سفيان، عن اسماعيل بن كثير ابى هاشم، به. وهو في "مسند احمد" (16384)، و "صحيح ابن حبان" (1054). وسياتي بعده برقم (3973)، ومختصراً برقم (2366).

فَصْنَعْتُ لَنَا. قَالَ: وَأَتَيْنَا بِقِنَاعٍ - وَلَمْ يَقُلْ قُتَيْبَةُ: الْقِنَاعُ: الطَّبَقُ فِيهِ تَمْرٌ - ثُمَّ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هَلْ أَصَبْتُمْ شَيْئًا؟ - أَوْ أَمَرَ لَكُمْ بِشَيْءٍ؟ قَالَ: قُلْنَا: نَعَمْ. يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: فَبَيْنَا نَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُلُوسٌ. إِذْ دَفَعَ الرَّاعِي غَنَمَهُ إِلَى الْمَوَاحِ. وَمَعَهُ سَخْلَةٌ تَنْعَرُ. فَقَالَ: مَا وَلَدْتَ يَا فَلَانُ؟ قَالَ: بِهِمَّةٌ. قَالَ: فَادْبَحْ لَنَا مَكَانَهَا شَاةً. ثُمَّ قَالَ: لَا تَحْسِبَنَّ وَلَمْ يَقُلْ: لَا تَحْسِبَنَّ أَنَا مِنْ أَجْلِكَ ذَبَحْنَاهَا. لَنَا غَنَمٌ مَاءَةٌ لَا نُرِيدُ أَنْ تَزِيدَ. فَإِذَا وَلَدَ الرَّاعِي بِهِمَّةً. ذَبَحْنَا مَكَانَهَا شَاةً قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. إِنَّ لِي امْرَأَةً وَإِنَّ فِي لِسَانِهَا شَيْئًا. يَعْنِي الْبَذَاءَ - قَالَ: فَطَلِّقْهَا إِذَا. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لَهَا صُحْبَةً. وَلِي مِنْهَا وَلَدٌ. قَالَ: فَمُرْهَا يَقُولُ: عِظْهَا فَإِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسْتَفْعَلْ. وَلَا تَضْرِبْ ظَعِينَتَكَ كَضْرِبِكَ أُمَيَّتَكَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَخْبِرْنِي. عَنِ الْوُضُوءِ قَالَ: أَسْبِغِ الْوُضُوءَ. وَخَلِّ بَيْنَ الْأَصَابِعِ. وَبَالِغٌ فِي الْإِسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا.

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو مخفق کے وفد کے طور پر (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) بنو مخفق کے وفد میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ بیان کرتے ہیں: جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے آپ ﷺ کو گھر میں موجود نہیں پایا۔ ہم نے اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھر میں موجود پایا۔ راوی بیان کرتے ہیں: انہوں نے ہمارے لئے خزیرہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ وہ ہمارے لئے تیار کیا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر ہمارے پاس قناع لایا گیا۔ قتیبہ نامی راوی نے لفظ قناع ذکر نہیں کیا ہے۔ ویسے قناع اس ٹوکے کو کہتے ہیں جس میں کھجوریں ہوں پھر نبی اکرم ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا: کیا تم لوگوں نے کچھ کھایا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کیا تمہارے لئے (کچھ کھانے کا) حکم دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ! ابھی ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران بکریوں کا چرواہا نبی اکرم ﷺ کی بکریاں باڑے کی طرف لے کر جا رہا تھا۔ اس کے ہمراہ بکری کا ایک بچہ تھا جو آواز نکال رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے فلاں! کیا بکری نے بچے کو جنم دے دیا ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں بچہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اس کی جگہ ہمارے لئے ایک بکری ذبح کر دو پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ یہ گمان نہ کرنا (راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لا تحسبن ارشاد نہیں فرمایا:) کہ ہم تمہاری وجہ سے اسے ذبح کر رہے ہیں۔ ہماری ایک سو بکریاں ہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ زندہ ہوں جب بھی کوئی بکری بچہ دیتی ہے تو ہم اس کی جگہ ایک بکری ذبح کر لیتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میری بیوی کی زبان میں کچھ خرابی ہے یعنی وہ بدزبانی کا مظاہرہ کرتی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تم اسے طلاق دے دو راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اس کے ساتھ بڑا پرانا ساتھ ہے۔ اس سے میری اولاد بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم اسے حکم دو۔ راوی کہتے ہیں: یعنی واعظ و نصیحت کرو (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) اگر اس میں بھلائی ہوگی تو وہ اس پر عمل کرے گی اور تم اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارنا جس طرح تم اپنی کنیز کو مارتے ہو۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھے وضو کے بارے میں بتائیے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھی طرح وضو کرو انگلیوں

کے درمیان خلال کرو اور اچھی طرح ناک میں پانی چڑھاؤ البتہ اگر تم روزے کی حالت میں ہو تو حکم مختلف ہے۔

انگلیوں کے درمیان خلال کرنے کا فقہی بیان

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرے بشرطیکہ احرام نہ باندھے ہو یوں کہ انگلیوں کو گردن کی طرف سے داخل کرے اور سامنے نکالے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چنگلیاں سے کرے اس طرح داہنے پاؤں میں چنگلیاں سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کرے چنگلیاں پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ (در مختار و شامی / ہندیہ، کتاب طہارت، بیروت)۔

143 - حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ كَثِيرٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ وَابْنِ الْمُثَنَّى، أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَذَكَرَ مَغْنَاهُ، قَالَ: فَلَمْ يَنْشَبْ أَنْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَقَلَّعُ يَتَكْفَأُ، وَقَالَ: عَصِيدَةٌ، مَكَانَ خَزِيرَةٍ.

عاصم بن لقیط بن صبرہ اپنے والد جو بنو مخنف کے وفد میں شامل تھے، ان کا یہ بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے حسب (سابق) حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ہم ابھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ ذرا سا آگے کی طرف جھک کر چلتے ہوئے آئے۔ یہاں راوی نے خزیرہ کی بجائے عسیدہ ذکر کیا ہے۔

144 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ فِيهِ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَتَضَيِّضْ

ابو عاصم بیان کرتے ہیں: ابن جریج نے ہمیں اس کی مانند حدیث بیان کی جس میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب تم وضو کرو تو تم کلی کرو۔“

بَابُ تَحْلِيلِ اللَّحْيَةِ

باب: داڑھی کا خلال کرنا

145 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ يَعْنِي الزَّيْبِعَ بْنَ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِيحِ، عَنْ الْوَلِيدِ بْنِ زُورَانَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ، أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهُ تَحْتَ حَنَكِهِ فَحَلَّلَ بِهِ لِحْيَتَهُ، وَقَالَ: هَكَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَالْوَلِيدُ بْنُ زُورَانَ، رَوَى عَنْهُ حَجَّاجُ بْنُ حَجَّاجٍ، وَأَبُو الْمَلِيحِ الزَّيْتِيُّ
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب وضو کرتے تھے تو پانی کا ایک چلو لے کر اپنی
 ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے تھے اور اس کے ذریعے اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے۔ آپ ﷺ یہ ارشاد فرماتے تھے:
 میرے پروردگار نے مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولید بن زوران نامی راوی کے حوالے سے حجاج بن حجاج اور ابولیح رقی نے روایات نقل کی ہیں۔
 کتنی داڑھی کا دھونا وضو میں فرض ہے کتنی کا مستحب ہے

در مختار میں ہے: غسل جمیع اللحية فرض علیا علی المذہب الصحیح المفتی بہ المرجوع الیہ بدائع ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب
 غسلہ ولا مسحہ بل یسن وان الحنفیۃ اتی تری بشر تھا سبب غسل ما تحتھا نہر اس۔ پوری داڑھی کا دھونا فرض عملی ہے۔ مذہب صحیح مفتی بہ
 پر جس کی طرف رجوع ہو چکا ہے، بدائع۔ پھر اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ داڑھی کے جو بال لٹکے ہوئے ہیں انھیں دھونا ضروری
 نہیں انکا مسح بھی ضروری نہیں بلکہ مسنون ہے اور اس میں بھی اختلاف نہیں کہ خفیف داڑھی جس کی جلد دکھائی دیتی ہے اس کے نیچے
 کی جلد دھونا ضروری ہے۔ نہر۔ (الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مکتبائی دہلی ۱/۱۹)

اُسی میں ہے: لا غسل باطن العینین والانف والفم واصول شعر الحاجبین واللحیۃ والشارب۔ آنکھ،
 ناک اور دہن کے اندونی حصے اور بھوؤں، داڑھی اور مونچھ کے بالوں کی جڑیں دھونا فرض نہیں۔

(الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مکتبائی دہلی ۱/۱۹)
 علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ شرح کی عبارت بھوؤں کے بالوں کی جڑیں الخ اس صورت پر محمول ہے
 جب بھوؤں کے بال گھنے ہوں اور اگر جلد دکھائی دیتی ہو تو جلد دھونا ضروری ہے جیسا کہ آگے شرح ہی میں برہان کے حوالہ سے آ رہا
 ہے۔ اسی طرح داڑھی اور مونچھ کے بارے میں بھی کہا جائے گا اور اسے علی نے عصام الدین شارح ہدایہ سے نقل کیا ہے۔
 طحاوی۔ (رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

تو اس کے منافی نہیں جو پہلے ہم نے ذکر کیا کیونکہ غیر حنفیہ کا اس میں اختلاف موجود ہے۔ اُسی میں ہے: قوله المسترسل
 ای الخارج عن دائرة الوجه وفسره ابن حجر فی شرح المنہاج بما لو مد من جهة نزوله لخرج عن دائرة
 الوجه۔ عبارت نہر داڑھی کے لٹکے ہوئے بال یعنی وہ جو چہرے کے دائرے سے خارج ہیں اور ابن حجر نے شرح منہاج میں اس
 کی تفسیر یہ کی ہے کہ وہ حصہ جسے نیچے کو پھیلا یا جائے تو دائرہ رخ سے باہر ہو جائے۔

(رد المحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۶۶)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ

باب: عمامہ پر مسح کرنا

146- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ،

عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّةً، فَأَصَابَهُمُ الْبَرْدُ فَلَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ
 ﴿﴾ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک جنگی مہم روانہ کی۔ ان لوگوں کو سردی نے آلیا جب وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی پٹیوں اور موزوں پر مسح کر لیا کریں لیکن یہاں ہٹی سے مراد وہ رومال ہے جو پگڑی کے نیچے سر پر باندھا جاتا ہے۔

147- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِي مَعْقِلٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ قَطْرِيَّةٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدِّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ
 ﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا آپ ﷺ نے قطری عمامہ باندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ عمامے کے نیچے داخل کر کے اپنے سر کے آگے والے حصے کا مسح کیا۔ آپ ﷺ نے عمامے کو کھولا نہیں۔

شرح

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

عمامے ٹوپی دوپٹے پر مسح کافی نہیں۔ ہاں اگر ٹوپی دوپٹا اتنا باریک ہو کہ تری پھوٹ کر چوتھائی سر کو تر کر دے تو مسح ہو جائے گا۔ (مالکیری)

بَابُ غَسْلِ الرَّجُلَيْنِ

باب: پاؤں کو دھونا

148- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهْيَعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحُبَلِيِّ، عَنِ الْمُسْتَوْرِدِ بْنِ شَدَّادٍ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ يَذُلُكَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخُصْرِهِ
 ﴿﴾ حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے وضو کیا تو آپ ﷺ نے اپنی سب سے چھوٹی انگلی کے ذریعے پاؤں کی انگلیوں کو ملا (یعنی پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کیا) انگلیوں کے خلال کا بیان

علامہ علاؤ الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرے پاؤں کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے کرے اس طرح داہنے پاؤں میں چھنگلیا سے

شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھٹلیا پر ختم کرے اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو خلال فرض ہے یعنی پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دیا یا پاؤں حوض میں ڈال دیا۔ (در مختار و شامی، ہندیہ، کتاب طہارت بیروت)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

باب: موزوں پر مسح کرنا

149 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ زَيْدٍ، أَنَّ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ الْمُغِيرَةَ، يَقُولُ: عَدَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَنَا مَعَهُ فِي عُرْوَةِ تَبُوكَ قَبْلَ الْفَجْرِ، فَعَدَلْتُ مَعَهُ، فَأَنَاخَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَرَّزَ، ثُمَّ جَاءَ فَسَكَبْتُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاوَةِ، فَغَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ، ثُمَّ حَسَرَ عَنْ ذِرَاعَيْهِ، فَضَاقَ كَمَا جُبَّتِي، فَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فَأَخْرَجَهُمَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ، فَغَسَلَهُمَا إِلَى الْبِرْفَقِ، وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ تَوَضَّأَ عَلَى خُفَّيْهِ، ثُمَّ رَكِبَ، فَأَقْبَلْنَا لَسِيرٍ حَتَّى نَجِدَ النَّاسَ فِي الصَّلَاةِ قَدْ قَدَّمُوا عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، فَصَلَّى بِهِمْ حِينَ كَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ وَوَجَدْنَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَدْ رَكِعَ بِهِمْ رُكْعَةً مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَصَفَّ مَعَ الْمُسْلِمِينَ فَصَلَّى وَرَاءَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ الرُّكْعَةَ الثَّانِيَةَ، ثُمَّ سَلَّمَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ، فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ فَفَنِعَ الْمُسْلِمُونَ، فَأَكْثَرُوا التَّسْبِيحَ لِأَنَّهُمْ سَبَقُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ، فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَهُمْ: قَدْ أَصَبْتُمْ - أَوْ قَدْ أَحْسَنْتُمْ -

عروہ بن مغیرہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نبی اکرم ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر فجر سے کچھ پہلے (عام راستے سے) ہٹ گئے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہٹ گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے (جانور کو) بٹھایا۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ تشریف لائے تو میں نے برتن سے آپ ﷺ کے ہاتھ پر پانی انڈیلا آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں دھوئیں پھر آپ ﷺ نے اپنا چہرہ دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنی کلائیوں کو باہر نکالنا چاہیں لیکن آپ ﷺ کے جبے کی آستین تنگ تھیں۔ آپ ﷺ نے ہاتھ اندر کئے اور جبے کے نیچے سے انہیں باہر نکال کر انہیں کہیں تک دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنے سر پر مسح کیا اور دونوں موزوں پر وضو کیا (یعنی مسح کیا) پھر آپ ﷺ سوار ہوئے ہم چلتے ہوئے آئے یہاں تک کہ ہم نے لوگوں کو نماز کی حالت میں پایا۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا تھا وہ ان لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جبکہ نماز کا وقت ہو چکا تھا ہم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پایا کہ وہ ان لوگوں کو فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھا چکے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ مسلمانوں کے ساتھ صف میں کھڑے

ہوئے اور آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے دوسری رکعت ادا کی۔ جب حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو نبی اکرم ﷺ نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ مسلمان گھبرا گئے انہوں نے بکثرت سبحان اللہ کہنا شروع کیا کیونکہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پہلے ہی نماز ادا کر لی تھی جب نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے ٹھیک کیا ہے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) تم نے اچھا کیا ہے۔

150 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ، عَنِ الثَّيْبِيِّ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ نَاصِيَّتَهُ - وَذَكَرَ - فَوْقَ الْعِمَامَةِ، قَالَ: عَنِ الْمُعْتَمِرِ، سَمِعْتُ أَبِي، يُحَدِّثُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَعَلَى نَاصِيَّتِهِ وَعَلَى عِمَامَتِهِ، قَالَ بَكْرٌ: وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنَ ابْنِ الْمُغِيرَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے اپنی پیشانی پر مسح کیا۔ راوی نے یہ بات ذکر کی ہے کہ عمامے پر مسح کیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: معتمر کے حوالے سے یہ بات منقول ہے۔ میں نے اپنے والد کو بکر بن عبداللہ کے حوالے سے حسن کے حوالے سے مغیرہ بن شعبہ کے صاحبزادے کے حوالے سے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنے موزوں اپنی پیشانی اور اپنے عمامے پر مسح کرتے تھے۔

بکر نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی زبانی یہ بات سنی ہے۔

151 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الشَّعْبِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُرْوَةَ بْنَ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، يَذْكُرُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَكْبِهِ وَمَعِيَ إِدَاوَةٌ فَخَرَجَ لِحَاجَتِهِ، ثُمَّ أَقْبَلَ فَتَلَقَّيْتُهُ بِالْإِدَاوَةِ فَأَفْرَغْتُ عَلَيْهِ فغَسَلَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ، وَعَلَيْهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ مِنْ جَبَابِ الرُّومِ، صَبَّغَهُ الْكُمَيْنِ، فَصَاقَتْ فَأَذَرَعَهُمَا إِذْ رَاعَا، ثُمَّ أَهْوَيْتُ إِلَى الْخُفَّيْنِ لِأَتَرَعَهُمَا، فَقَالَ لِي: دَعْ الْخُفَّيْنِ، فَإِنِّي أَدْخَلْتُ الْقَدَمَيْنِ الْخُفَّيْنِ وَهُمَا طَاهِرَتَانِ فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، قَالَ أَبِي: قَالَ الشَّعْبِيُّ: شَهِدَ لِي عُرْوَةُ، عَلَى أَبِيهِ، وَشَهِدَ أَبُوهُ، عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اپنے والد (حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ میرے پاس پانی کا برتن تھا نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو میں پانی کے برتن کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ ﷺ پر پانی انڈیلا نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اور چہرے کو دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنی کلاں باہر نکالنا چاہیں لیکن آپ ﷺ نے روم کا بنا ہوا دلی جبہ پہنا

ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ تو آپ نے نیچے سے ہاتھ نکال کر (بازو دھوئے) پھر میں آپ ﷺ کے موزوں کی طرف جھکا تاکہ انہیں اتار دوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: موزوں کو رہنے دو کیونکہ میں دونوں پاؤں جب موزوں میں داخل کئے تھے تو وہ دونوں پاک تھے (یعنی با وضو حالت میں تھے) پھر نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں پر مسح کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: میرے والد نے یہ بات بیان کی ہے امام شعبی نے یہ بات بیان کی ہے عروہ نے میرے سامنے اپنے والد کے حوالے سے گواہی دی کہ ان کے والد نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے گواہی دے کر (یہ روایت نقل کی ہے)۔

152 - حَدَّثَنَا بُذْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا هَتَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، وَعَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَوْفَى، أَنَّ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: تَخَلَّفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ بِذِهِ الْقِصَّةَ، قَالَ: فَأَتَيْنَا النَّاسَ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ يُصَلِّي بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يَتَأَخَّرَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَنْصُفَ، قَالَ: فَصَلَّيْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهُ رُكْعَةً، فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى الرُّكْعَةَ الَّتِي سَبَقَ بِهَا، وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، وَابْنُ الزُّبَيْرِ، وَابْنُ عَمْرٍو، يَقُولُونَ: مَنْ أَذْرَكَ الْفَرْدَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ سَجْدَتَانِ السَّهْوِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ (قالے کے ساتھیوں سے) پیچھے رہ گئے اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگوں کے پاس آئے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ انہیں صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا نبی اکرم ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ وہ جاری رکھیں۔ راوی بیان کرتے ہیں: میں نے اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے پیچھے ایک رکعت ادا کی جب انہوں نے سلام پھیرا تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے وہ ایک رکعت ادا کی جو پہلے گزر چکی تھی آپ ﷺ نے اس کے علاوہ مزید کچھ نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس بات کے قائل ہیں کہ جو شخص نماز کی صرف ایک رکعت پاتا ہے۔ اس پر سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا۔

153 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي بَكْرِ يَعْنِي ابْنَ حَفْصِ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ، سَمِعَ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ، أَنَّهُ شَهِدَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ

153 - حدیث صحیح، وهذا اسناد ضعیف لجهالة أبي عبد الله، وهو مولى بني تميم ابن مرة، واخرجه ابن أبي شيبة / 1841، واحمد (23903)، والشاشي (966-963)، والطبرني (1100) و (1101)، والحاكم / 1701، والبيهقي / 2881-289 من طرق عن شعبة، بهذا الاسناد، وعندهم جميعاً الا الشاشي في إحدى رواياته (965): عن أبي عبد الرحمن، غير منسوب، واما الشاشي فروايته من طريق شبابة عن شعبة، وقال: السلمي، ولا بهام أبي عبد الرحمن في أكثر الروايات جهالة ابن عبد البر، واخرجه احمد (23891) من طريق ابن جريج، اخبرني ابو بكر بن حفص، اخبرني ابو عبد الرحمن، عن أبي عبد الله، به، فقلبه ابن جريج كما نقله الحافظ بن حجر في "التهذيب" عن غير واحد من الحفاظ.

يَسْأَلُ بِلَالًا، عَنْ وُضُوءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: كَانَ يَخْرُجُ يَقْضِي حَاجَتَهُ، فَأَتِيَهُ بِالنَّاءِ فَيَتَوَضَّأُ، وَيَنْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ وَمُوقِيهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى بَنِي تَيْمِ بْنِ مَرْثَةَ

❁❁ ابو عبد الرحمن بیان کرتے ہیں: وہ اس وقت حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے جب انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کے وضو کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تھے پھر میں پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ تو آپ ﷺ وضو کرتے ہوئے اپنے عمامے اور موزے پر مسح کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابو عبد اللہ نامی راوی بنو تميم بن مرہ کا آزاد کردہ غلام ہے۔)

154 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الدِّزْبِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ دَاوُدَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ، أَنَّ جَرِيرًا، قَالَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ عَلَى الْخُفَيْنِ وَقَالَ: مَا يَنْتَعِي أَنْ أَمْسَحَ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَحُ، قَالُوا: إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ قَبْلَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ، قَالَ: مَا أَسْلَمْتُ إِلَّا بَعْدَ نُزُولِ الْمَائِدَةِ

❁❁ ابو زرہ بن عمرو بن جریر بیان کرتے ہیں: حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر انہوں نے وضو کرتے ہوئے موزوں پر مسح کر لیا اور یہ فرمایا: میں مسح کیوں نہ کروں جبکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا: یہ سورۃ مائدہ کے نزول سے پہلے کی بات ہے تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔

155 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَأَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا دَلْهَمُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَازَجَيْنِ، فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا، قَالَ مُسَدَّدٌ: عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا مِنْ تَفَرُّدِهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ

❁❁ ابن بریدہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دو سیاہ موزے بھیجے جن پر کوئی نقش یا بال نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں پہنا پھر آپ ﷺ نے وضو کرتے ہوئے ان پر مسح کیا۔ مسدد نامی راوی نے یہ روایت دہم بن صالح سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ان روایات میں سے ایک ہے جسے نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرد ہیں۔)

156 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا ابْنُ حَيٍّ هُوَ الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى

الْخُفَّيْنِ. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَتْ؟ قَالَ: بَلْ أَلَيْسَتْ لَيْسَتْ. بِهَذَا أَمَرَنِي رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے موزوں پر مسح کیا میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ بھول گئے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (جی نہیں) بلکہ تم بھول گئے ہو میرے پروردگار نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کے احکام کا بیان

موزوں پر مسح کرنا رخصت (جائز) ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت (افضل) ہے۔ اگر اس کو جائز جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولیٰ ہے۔ جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے کیلئے ضروری ہیں

۱. موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر سفر کر سکے اور مسلسل تین میل چل سکے اور پاؤں ٹخنوں سمیت ڈھک جائے۔ اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزہ کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں، پس موزہ میں یہ چار وصف ہونے چاہیے۔

۲. ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہر جائیں

۳. ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ پیدل چل سکے

۴. ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے

۵. پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے پس تین قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے

اول: چمڑے کے موزہ جن سے پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں

دوم: اونٹنی یا سوتی موزے جن میں چمڑے کا تلامردانہ ہندی جوتے کی شکل۔ پر لگا ہوا ہے

سوم: وہ اونٹنی یا سوتی موزے جو اس قدر گاڑھے یا موٹے ہوں کہ خالی موزہ پہن کر تین میل راستہ پیدل چلنے سے نہ پھٹیں اور پنڈلی پر بغیر باندھے تھمے رہیں اور نیچے کی جلد نظر نہ آئے اور اس میں پانی نہ چھنے۔ موزوں کے نیچے اگر کپڑے وغیرہ کی جراب پہنے ہوئے ہوں تب بھی موزوں پر مسح جائز ہے، کپڑے وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، لیکن اگر مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا چڑھایا گیا ہو یا وہ بہت سخت اور موٹی ہوں جیسا اوپر بیان۔ ہوا تب ان پر مسح جائز ہے۔

۲. مسح میں دو فرض ہیں

اول: اول موزوں کے اوپر کی جانب سے مسح کرے،

دوم: دوم ہر پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر مسح کرے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر فرض ہے۔ اس سے کم میں مسح درست نہ ہوگا اور یہ دونوں فرض عملی ہیں موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے طرف میں ٹخنے پر مسح جائز نہیں۔

۳. مسح تین انگشت سے کرے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ الگ الگ جگہ پر مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے لے تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے، اگر تین انگلیاں

رکھ دے اور کھینچے نہیں تو جائز ہے مگر سنت کے خلاف ہے اگر انگلیوں کو کھڑا رکھے اور صرف انگلیوں کے سروں سے مسح کرے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار پر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں، اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن پانی برستے وقت باہر نکلا یا گیلی گھاس پر چلا جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا

۴. موزوں پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ موزے پورا وضو کر کے پہنے ہوں، اس کے بعد وضو ٹوٹا ہو، یا دونوں پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں اور پھر حدث ہونے یعنی وضو توڑنے والا امر واقع ہونے سے پہلے وضو پورا کر لیا ہو تو اب وضو ٹوٹنے پر اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، صرف وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے غسل میں نہیں، پس اگر کسی پر نہانا واجب ہو گیا ہے تو موزے اتار کر نہائے اور جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزوں پر مسح جائز نہیں خواہ وہ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا

۵. مسح اس کی مدت کے اندر جائز ہے۔ مدت گزرنے کے بعد جائز نہیں، مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات، جس وقت سے موزے پہنے اس وقت سے مدت شروع نہیں ہوگی بلکہ موزے پہننے کے بعد جس وقت حدث ہو اس وقت سے یہ مدت شروع ہوگی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں پس اگر کسی نے جمعہ کو فجر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو میں موزہ پر مسح کیا اگر وہ مقیم ہے تو دوسرے دن یعنی ہفتہ کو عصر کے وقت اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اول روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز یعنی پیر کے دن کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی پس مقیم کبھی چھ نمازوں میں مسح کرتا اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے۔ مقیم نے مدت مسح یعنی ایک دن رات پورا ہونے سے پہلے سفر کیا تو سفر کی مدت تک مسح کرتا رہے۔ یعنی تین رات تک موزے پہنے رہے اور مسح کرتا رہے اور اگر دن پورا ہونے کے بعد سفر کیا تو موزہ اتار کر پیر دھو لے اور پھر موزہ پہنے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی اور اگر مسافر موزوں پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات سے قبل گھر آجائے یا اقامت کی نیت کر لے تو اقامت کی مسح کی مدت یعنی آٹھ پہر تک مسح کر سکتا ہے اور ایک دن رات کے بعد گھر آیا یا اقامت کی نیت کی تو اس کے مسح کی رخصت ختم ہوگئی وہ پیروں کو دھوئے اور نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی، اگر وضو کی حالت میں موزہ اتار دیا یا وضو ہونے کی حالت میں مسح کی مدت پوری ہوگئی تو ان دونوں حالتوں میں صرف پاؤں دھو کر موزہ پہن لینا کافی ہے اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے۔

۶. موزہ بہت پھٹا ہوا نہ ہو، بہت پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں، خواہ سوراخ موزہ کے نیچے یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سوراخ ٹخنے سے اوپر پنڈلی میں ہو تو یہ مسح کا مانع نہیں ہے کیونکہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے پس اگر تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار پاؤں کھل گیا یا چلتے میں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں ہے اور اس سے کم پھٹا ہو تو مسح جائز ہے۔ تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار کا اعتبار اس وقت ہوگا جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ انہی تین انگلیوں کے کھلنے کا اعتبار ہوگا حتیٰ کہ اگر انگوٹھا اور اس کو برابر والی انگلی کھل جائے تو مسح جائز ہے حالانکہ یہ سب مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہیں اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو اب مسح جائز نہیں، ایک موزہ کے سوراخ جمع کئے

جائیں دونوں کے جمع نہ کئے جائیں گے پس اگر ایک ہوموزہ کئی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہے اور اسے جمع کر کے تین انگلیوں کے برابر ہے جائے تو مسح کرنا جائز ہے اور کم ہو تو جائز ہے اور اگر ایک موزہ میں بقدر ایک انگشت کے اور دوسرے میں بقدر دو انگشت کے کھلا ہوا ہو تو مسح ان دونوں پر جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مسح پھٹے ہوئے حصہ پر واقع نہ ہو بلکہ درست حصہ پر ہو، سوراخ کم از کم اتنا بڑا ہے جس میں ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا جاسکے اور جو اس سے کم ہو اس کا اعتبار نہیں وہ معاف ہے۔ اگر موزہ کا سیون کھل گئی لیکن اس سے پاؤں دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے ویسے نہیں تو مسح درست نہیں ہے۔ موزہ پر مسح کے حکم میں مرد و عورت برابر ہیں، دستانے جو ہاتھ پر پہنے ہوں ان پر مسح جائز نہیں، عمامہ، ٹوپی، اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں ہے۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

بَابُ التَّوْقِیْتِ فِی الْمَسْحِ

باب: موزوں پر مسح کی مدت

157 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، وَحَنَّا، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ، عَنْ خُرَيْبَةَ بْنِ ثَابِتٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِمَسَافِرٍ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَنْصُورُ بْنُ الْمُعْتَبِرِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ بِإِسْنَادِهِ، قَالَ فِيهِ: وَلَوْ اسْتَرْدَنَاهُ لَرَأَيْنَا

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”موزوں پر مسح کرنے (کی اجازت) مسافر کے لئے تین دن تک اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات تک کے لئے ہے۔“

(امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) یہ روایت منصور بن معتمر نے ابراہیم تیمی کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے جس میں وہ یہ کہتے ہیں: (حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا:) ”اگر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید (دنوں کے لیے رخصت) کی درخواست کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مزید (رخصت عطا کر دیتے)

158 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الرَّبِيعِ بْنِ طَارِقٍ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدٍ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ عَطْنٍ، عَنْ أَبِي بِنِ عِمَارَةَ، قَالَ يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ: وَكَانَ قَدْ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْقَبَائِلَتَيْنِ، أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ امْسَحْ عَلَى الْخُفَّيْنِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: يَوْمًا؟ قَالَ: يَوْمًا، قَالَ: وَيَوْمَيْنِ؟ قَالَ: وَيَوْمَيْنِ، قَالَ: وَثَلَاثَةً؟ قَالَ: نَعَمْ وَمَا شِئْتَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْمِصْرِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَزِينٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ، عَنْ عَبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ، عَنْ أَبِي بِنِ عِمَارَةَ قَالَ فِيهِ: حَتَّى بَلَغَ سَبْعًا، قَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ، وَمَا بَدَا لَكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي إِسْنَادِهِ وَلَيْسَ هُوَ بِالْقَوِي، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ، وَيَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي إِسْنَادِهِ

❁❁ حضرت اُبی بن عمارہ رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں (اس روایت کے راوی) یحییٰ بن ایوب نے یہ کہا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں موزوں پر مسح کر لیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! انہوں نے عرض کی: ایک دن تک انہوں نے فرمایا: ایک دن تک۔ انہوں نے عرض کی: دو دن تک؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: 2 دن تک انہوں نے عرض کی: تین دن تک؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں جتنا تم چاہو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن ابومریم مصری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت اُبی بن عمارہ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں وہ یہ کہتے ہیں: یہاں تک کہ وہ سات تک پہنچ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں جتنا تمہیں مناسب لگے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس روایت کی سند میں اختلاف کیا گیا ہے اور یہ راوی قوی نہیں ہے۔ یہ روایت ابن ابومریم اور یحییٰ بن اسحاق نے یحییٰ بن ایوب کے حوالے سے نقل کی ہے۔ اس کی سند میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔

موزوں پر مسح کی مدت کا بیان

شیخ نظام الدین غنی لکھتے ہیں: جب منیٰ نے غسل کیا مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لئے اور قبلِ حدث کے اس جگہ کو دھو ڈالا تو مسح جائز ہے اور اگر وہ جگہ اعضائے وضو میں دھونے سے رہ گئی تھی اور قبلِ دھونے کے حدث ہوا تو مسح جائز نہیں۔ مدت کے اندر ہوا اور اس کی مدت مقیم کیلئے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن اور تین راتیں۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا اس وقت سے اس کا شمار ہے مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر جو تھے دن کی ظہر تک۔ مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا تو اب ابتدائے حدث سے تین دن تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تو جتنا باقی ہے پورا کر لے۔۔۔ (عالمگیری)

بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرِ بَدْنٍ

باب: جرابوں پر مسح کرنا

159 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ وَكَيْعٍ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ الْأَوْدِيِّ هُوَ

عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ثَرْوَانَ، عَنْ بُزَيْلِ بْنِ شُرْحَبِيلَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَيْنِ، وَالتَّعْلَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ: لَا يُحَدِّثُ بِهَذَا الْحَدِيثِ لِأَنَّ الْمَعْرُوفَ عَنِ الْمُغِيرَةِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَيْنِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هَذَا أَيْضًا عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ مَسَحَ عَلَى الْجَوْرَيْنِ وَلَيْسَ بِالْمُتَّصِلِ وَلَا بِالْقَوِيِّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَيْنِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، وَابْنُ مَسْعُودٍ، وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ، وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، وَأَبُو أَمَامَةَ، وَسَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ وَرَوَى ذَلِكَ، عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ.

❁ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو روایت نہیں کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معروف روایت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ موزوں پر مسح کرتے تھے۔) امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جرابوں پر مسح کیا ہے تاہم (اس کی سند) متصل نہیں ہے اور قوی بھی نہیں ہے۔) امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ (یعنی ان صحابہ کرام نے) جرابوں پر مسح کیا ہے۔)

یہی چیز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی روایت کی گئی ہے۔

160 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، وَعَبَّادُ بْنُ مُوسَى، قَالَا: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ أَبِيهِ - قَالَ عَبَّادٌ - قَالَ: أَخْبَرَنِي أَوْسُ بْنُ أَبِي أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ، وَمَسَحَ عَلَى تَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ، وَقَالَ عَبَّادٌ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى كِظَامَةَ قَوْمٍ - يَعْنِي الْبَيْضَاءَ - وَلَمْ يَذْكُرْ مُسَدَّدٌ الْبَيْضَاءَ وَالْكِظَامَةَ ثُمَّ اتَّفَقَا فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى تَعْلَيْهِ وَقَدَمَيْهِ ❁ حضرت اوس بن ابواوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا۔

159- حدیث صحیح کما بیننا فی تعلیقنا علی "سنن ابن ماجہ" (559)، وخرجه الترمذی (99)، والنسائی فی "الکبری" (130)، وابن ماجہ (559) من طریق ابی قیس الوردی، بهذا الاسناد. وصححه الترمذی. وهو فی "مسند احمد" (18206)، و"صحیح ابن حبان" (1338) وصحیح ابن خزيمة (198) وانظر شواهدہ فی تعلیقنا علی "سنن ابن ماجہ". وفي الباب عن ثوبان سلف عند المصنف برقم (146).

عباد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (حضرت اوس بن ابو اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ وضو کے مقام پر تشریف لائے۔
مسدد نامی راوی نے وضو کے مقام کے بارے میں دو الفاظ کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے بعد دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے

ہیں:

”نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا آپ ﷺ نے اپنے جوتوں اور پاؤں پر مسح کیا۔“

جراہوں سے مسح کے عدم جواز کا بیان

اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک جراہوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔ مگر جب وہ مجلد ہوں یا منعل ہوں اور صاحبین نے کہا ہے کہ جائز ہے۔ اور صاحبین کا جواز اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ دونوں سخت موٹے کپڑے (جس سے پانی کی تری پاؤں تک نہ پہنچے) بغیر پکڑے اترنے والے نہ ہوں۔ کیونکہ جو روایت نبی کریم ﷺ سے بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ نے جراہوں پر مسح کیا۔ اور ایسے موزے پہن کر چلنا ممکن ہے جو موٹے ہوں اور وہ بغیر باندھے پنڈلی پر ٹھہر جائیں۔ لہذا وہ جوراب موزہ کے مشابہ ہو گیا۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ موزہ کے معنی میں نہیں ہے۔ کیونکہ چلنے والے کی موانعت ممکن نہیں مگر جب وہ منعل ہو۔ اور یہی حدیث کا محمل ہے۔ اور امام اعظم علیہ الرحمہ سے ایک روایت صاحبین کے قول کی طرف رجوع کی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ عمامہ، ٹوپی، برقع اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کو اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور رخصت دفع حرج کیلئے تھی۔ (ہدایہ)

کس طرح کے موزوں پر مسح کیا جائے

موزے جانور کے چمڑے کے ہوں یا کسی کپڑے کے، ان کے لئے فقہائے کرام نے احادیث شریفہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل شرائط بیان کئے ہیں۔

- (1) موزے ایسے ہوں جس میں پیر کے ٹخنے چھپ جائیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ بغیر باندھے پیر پر جے رہیں۔
- (2) خواہ وہ چمڑے کے ہوں یا کسی ایسی چیز کے جو دبیز و موٹی ہو اور اس میں پانی سرایت نہ کرے۔
- (3) اور ایسے ہوں کہ آدمی اس کو پہن کر بلا تکلف عادت کے موافق چل پھر سکے۔ (منہا) أَنْ يَكُونَ الْخُفُّ مِمَّا يُمْكِنُ قَطْعُ الشَّفْرِ بِهِ وَتَتَابَعُ الْمَشْيُ عَلَيْهِ وَيَسْتُرُ الْكَفَّيْنِ۔ (قادی عاصمی، ج 1، کتاب الطہارۃ، ص 32)

جراہوں پر مسح کرنے میں غیر مقلدین کا جاہلانہ استدلال

غیر مقلدین کا عجب حال ہے کہ عام لوگوں کو اور سادہ اردو طبقہ کو اپنے جال میں پھنسانے کیلئے کتب احادیث اور ان کے حوالے اس کثرت سے بیان کریں گے کہ عام لوگ ان کے علمی اعتراف کے بغیر نہیں رہ سکتے (کیونکہ جہالت ہمیشہ جہالت کی طرف مائل ہوتی ہے) اور حقیقت میں علمی حیثیت یہ ہے کسی ایک حدیث میں بھی ان کو فتنہ حاصل نہیں۔ اسی طرح کے بہت مسائل میں سے ایک مسئلہ ”جراہوں پر مسح کرنا“ ہے۔ اب ہم قارئین کو بتائیں گے کہ یہ لوگ کس طرح کثرت کے ساتھ احادیث و آثار بیان کرنے کے

بعد ایک بھی حدیث سے مسئلہ کا تعین نہ کر سکے، اور محض احادیث کے الفاظ سے ظاہری طور پر لوگوں کی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے جسے اصحاب علم و دانش ٹھکرا دیا اور ان کے مکتبہ فکر کے علماء نے بھی ان کے استدلال کو قبول نہیں کیا۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ یہ اتنی احادیث و آثار بیان کرنے کے بعد یہ مسئلہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے دور کی مردہ ادنیٰ و سوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے۔ حالانکہ یہ جرائیں اور ہیں جن پر مسح کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ سب پہلے ہم غیر مقلدین کے دلائل من و عن ذکر کریں گے اور ان کے استدلال بھی ذکر کریں گے اور اس کے بعد ان کے جاہلانہ استدلال کا عالمانہ جواب ذکر کریں گے۔ ملاحظہ ہو۔

جرابوں پر مسح کرنا رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل سے بطریق صحیح احادیث سے ثابت ہے اور جرابوں پر مسح نہ کرنے کے بارے میں کوئی بھی دلیل ثابت نہیں ہے۔ سنت مصطفویٰ کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے، جن کی تعداد تیرہ تک پہنچتی ہے۔ کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت مروی نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے جرابوں پر مسح کرنے کے بارے میں مستقل باب باندھا ہے اور اس باب میں حدیث مغیرہ نقل کرنے کے بعد اس کی تائید میں فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے حضرت علی، عبداللہ بن مسعود، براہ بن عاذب، انس بن مالک، ابوامامہ سہل بن سعد، عمرو بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔

اسی طرح عمر بن خطاب، ابن عباس، عمار بن یاسر، ہلال بن عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور ابن عمر سے نقل اور فعلاً جرابوں پر مسح کرنا مروی ہے۔

قال ابوداؤد و مسح علی الجوربین علی بن ابی طالب و ابن مسعود و البراء بن عاذب و انس بن مالک و ابو امام و سہل بن سعد و عمرو بن حریث و روی ایضا عن عمار و ہلال بن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ و ابن عمر۔ (ابوداؤد ج ۱ باب مسح علی الجوربین)

امام ابن حزم اراکندلی نے حضرت علی، ابن عمر اور انس بن مالک وغیرہم کا عمل بھی ثابت کیا ہے کہ یہ سب حضرات جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے۔

تہذیب السنن میں ابن قیم فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل جرابوں پر مسح کو سنت جانتے ہیں کیونکہ یہ اصحاب رسول ﷺ سے ثابت ہے اور قیاساً بھی۔ کیونکہ موزوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا ایک ہی حکم ہے۔ اور ان میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی حکم موزوں اور جرابوں میں مسح میں کوئی فرق ہے۔ لہذا موزوں اور جرابوں دونوں پر مسح کرنے پر اکثر اہل علم کا قول ہے۔ تابعین میں سے سفیان ثوری، ابن مبارک، عطاء، حسن بصری، سعید بن مسیب بھی جرابوں پر مسح کے قائل ہیں۔

(معالم السنن للخطابی ج ۱ ص ۱۲۱، فقہ السنن ج ۱ ص ۶۱ و تہذیب السنن لابن قیم)

عمل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جرابوں پر مسح کا ثبوت

☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا:

عن مغیر بن شعبہ رضی اللہ عنہ قال قال تو ضا النبی ﷺ ومسح علی الجوربین والنعلین

(البراءۃ حدیث 159، ترمذی ج 1 ص 29، ابن ماجہ حدیث 559، احمد ج 3 ص 252)

امام طحاوی حنفی اس کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

مسح علی نعلین تحتہما جوربین وکان قاصدا یمسحہ ذالک الی جوربہ لا نعلیہ وجورباہ لو کان علیہ بلانعلین جازلہ ان یمسح علیہما مکان مسحہ ذالک مسحاً اراد بہ الجوربان

یعنی آپ نے جوتوں پر مسح کیا ان کے نیچے جرابیں تھیں اور آپ کا ارادہ اس کے ساتھ جرابوں کا مسح کرنے کا ہی تھا نہ کہ جوتوں کا یعنی آپ کی مراد جوتوں پر مسح کرنا نہیں تھی۔ اگر آپ کی جرابیں بغیر جوتے کے بھی ہوتیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے۔ اس سے مراد آپ کی جرابوں پر مسح کرنے کی تھی۔ (شرح معانی الآثار ج 1 ص 76)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ موزوں اور جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے اس حدیث کو طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ مزید یہ کہ حنفیہ کی مشہور و متداول کتاب الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں ہے کہ اس حدیث کو طبرانی نے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا۔ جن میں سے ایک کے سب راوی ثقہ ہیں

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا:

ان رسول اللہ ﷺ تو ضا ومسح علی الجوربین والنعلین (ابن ماجہ ج 1 حدیث 568 و بیہقی)

اس پر امام ابن قدامہ فرماتے ہیں:

والظاہر ان النبی ﷺ إنما مسح علی ملبس النعل التی علی ظاہر القدم فاما اسفله وعقبہ فلا یسن مسحہ من الخلف فکذا لک النعل۔

یعنی جوتیوں پر مسح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی جوتی کے تسوں پر مسح کیا جو پاؤں کے ظاہری حصے پر ہوتے ہیں اس کے نچلے اور پچھلے حصے پر مسح کرنا خلف سے ثابت نہیں۔ (المصنف ج 1 ص 182 س 427)

غیر مقلدین کی غیر مقلدین سے تردید کا بیان

سب سے پہلے ہم غیر مقلدین کے گھر سے ان کا رد کرتے ہیں کیونکہ خود ان کے علماء نے بھی مروجہ جرابوں پر مسح کرنے کو ناجائز لکھا ہے۔ مشہور اہل حدیث عالم میاں نذیر حسین دہلوی نقاد فی ندیر یہ میں لکھتے ہیں۔ ”مذکورہ سوتی یا اونی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں۔“

(نقاد فی ندیر یہ، ج 1 ص ۳۲۷)

اب یہ ذمہ داری غیر مقلدین کی ہے کہ اپنے مکتبہ فکر رہنما کی بات مانتے ہوئے فقہ حنفی کی تائید کرتے ہیں یا اپنے ہی اسلاف پر جہنم کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے انکار کرتے ہیں۔

اصل اور فرع میں اجتماع کا مسئلہ

احکام شرعیہ میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن میں شریعت کی طرف سے مخصوص حالات یا مخصوص اوقات میں رخصت دی گئی ہے۔ جس طرح حالت حیض و نفاس میں عورت کو نماز معاف اور روزے قضاء کرنا جائز ہے حالت سفر میں نماز قصر کا مسئلہ ہے۔ اسی طرح پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا مسئلہ ہے۔ اس قسم کے تمام مسائل میں یہ اصول فقہاء کے نزدیک متعین ہوا کہ جس وقت اصل پائی جائے گی اس وقت فرع پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے فقہاء و تمام محدثین کا یہ موقف ہے کہ وضو اور تیمم کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر پانی ہے تو وضو کرے اور پانی نہ پائے تو تیمم کرے۔ ایسا کرنا جائز نہیں کہ وہ وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

اسی طرح موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ ہے۔ اہل عرب میں بھی اور آج کل بھی چمڑے کے موزے دستیاب ہیں۔ ان موزوں کی یہ خاصیت ہے کہ ان پر جب مسح کیا جائے تو پانی ان میں سرایت نہیں کرتا۔ لہذا ان پر مسح کرنا پاؤں دھونے کے قائم مقام کر دیا گیا ہے اور شریعت اسلام میں یہ لحاظ برقرار رکھا۔ کہ پاؤں دھونے اور موزوں کو اتارنے کی بجائے صرف موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے۔ غیر مقلدین نے ایسی جرابوں پر مسح کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جو سوتی یا ادنی ہوتی ہیں۔ اور استدلال یہ کیا ہے کہ احادیث میں جرابوں کا لفظ موجود ہے۔ لیکن ان کے ادراک میں یہ بات نہ آئی کہ ہمارے ہاں مروجہ جرابیں اور ہیں اور احادیث میں جن جرابوں کا ذکر ہے وہ تو منعل اور سخت (جن کے اندر پانی سرایت نہ کرے) وہ جرابیں ہیں۔

اگر بقول غیر مقلدین مروجہ سوتی یا ادنی جرابوں پر مسح کر لیا جائے تو پانی ان کے اندر سرایت کرتا ہوا پاؤں تک جا پہنچے گا۔ جس سے پاؤں کا بعض حصہ دھویا جائے گا اور بعض حصہ نہیں دھویا جائے گا۔ یعنی جزوی طور پر پاؤں میں غسل پایا جائے گا۔ اور جزوی طور پر پاؤں کا مسح پایا جائے گا۔ جس سے اصل یعنی پاؤں دھونا اور فرع یعنی مسح کرنا دونوں کا اجتماع لازم آئے گا۔ جو کہ بالاتفاق جمہور فقہاء و محدثین منع ہے۔

اسی طرح دوسری ممانعت یہ لازم آئے گی کہ مسح کرنا یہ عمل رخصت ہے اور پاؤں کو دھونا یہ عمل عزیمت ہے۔ یہ غیر مقلدین بتائیں کہ کیا احکام شرع میں بیک وقت رخصت و عزیمت کو جمع کرنا جائز ہے۔ اگر رخصت و عزیمت کو جمع کرنے کے قائل ہیں تو حیضہ عورت کا نماز پڑھنا بھی جائز ہے؟ (رضوی غفرلہ)

قاموس میں لکھا ہے کہ جو رب پاؤں کے لٹافے کو کہتے ہیں جیسے ہمارے ہاں جراب یا موزہ کہلاتا ہے اس کی کئی قسمیں ہوتی ہیں اس کی تفصیل چلی میں بڑی وضاحت سے مذکور ہے یہاں اس کے بعض احکام و مسائل لکھے جاتے ہیں۔

حنفی مسلک میں جو ربین یعنی موزوں پر مسح اس وقت درست ہوگا جب کہ وہ مجلد ہوں یعنی ان کے اوپر نیچے چمڑا لگا ہوا ہو، منعل ہوں یعنی فقط نیچے ہی چمڑا ہو اور مخنن ہوں۔ مخنن اس موزے کو کہتے ہیں جس کو پہن کر ایک فرسخ چلا جاسکے اور وہ بغیر باندھے ہوئے پنڈلی پر رکا رہے نیز اس کے اندر کا کوئی حصہ نہ دکھلائی دے اور نہ اس کے اندر پانی چھن سکتا ہو چلی کی عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر جو ربین منعلین بغیر مخنن ہوں گے تو اس پر مسح جائز نہیں ہوگا لہذا منعلین پر مسح اسی وقت درست ہوگا جب کہ مخنن بھی ہوں۔

چونکہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو رب پر مسح درست نہیں خواہ وہ محل ہی کیوں نہ ہو اس لیے یہ حدیث حنفیہ کی جانب سے ان پر حجت ہے جس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو رب پر مسح فرمایا ہے نیز حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت انس ابن مالک اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی منقول ہے کہ ان حضرات نے اس پر مسح کیا ہے۔

آخر حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ نے نعلین کے ساتھ جو ربین پر مسح کیا تو یہاں نعلین کے مفہوم کے تعین میں دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ اس سے جوتے مراد ہیں آپ ﷺ نے جو ربین پر جوتوں کے ساتھ مسح کیا چونکہ عرب میں اس وقت ایسے جوتے استعمال ہوتے تھے جو بالکل چل کی طرح ہوتے تھے اور ان پر اس طرح تسمہ لگا رہتا تھا کہ انہیں پہننے کے بعد پاؤں کے اوپر کا حصہ کھلا رہتا تھا جس کی وجہ سے موزوں پر مسح کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی۔ یا پھر اس سے یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ نے ان جو ربین پر مسح کیا جن کے نیچے چمڑا لگا ہوا تھا۔ (مظاہر حق)

غیر مقلدین کے نزدیک موزے اتارنے سے وضو نہیں ٹوٹتا

غیر مقلدین کے ابن تیمیہ جن کی غیر مقلدین حرف بہ حرف لفظ بہ لفظ تقلید کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص مسح کرنے کے بعد موزے یا جرابیں اتار دے تو اہل علم کے صحیح قول کے مطابق اس کی طہارت باطل نہیں ہوگی، اس لیے کہ جب آدمی موزے یا جراب پر مسح کرتا ہے تو تو شرعی دلیل کی بنا پر اس کا وضوء اور طہارت مکمل ہو جاتی ہے، چنانچہ جب وہ اسے اتار دے تو شرعی دلیل کے مقتضی سے ثابت شدہ طہارت شرعی دلیل کے بغیر ختم نہیں ہو سکتی، اور جراب یا موزے اتارنے والے کا وضوء ٹوٹنے کی کوئی دلیل نہیں ملتی۔

اس بنا پر اس کا وضوء باقی ہے، ابن تیمیہ اور اہل علم کی ایک جماعت کا اختیار کردہ قول یہی ہے، لیکن اگر اس نے موزے یا جرابیں اتارنے کے بعد دوبارہ پہن لیے اور مستقبل میں ان پر مسح کرنا چاہا تو ایسا نہیں کر سکتا، کیونکہ موزے اس طہارت کے بعد پہننے ضروری ہیں جس میں پاؤں دھوئے گئے ہوں، اہل علم کی کلام کے مطابق تو میرے علم میں یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموع فتاویٰ (21/179، 215))

وہ موزے جو سوتی ہیں ان پر مسح کرنا جائز نہیں:

سوتی یا ادنی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ٹخنیں یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رگے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور ان پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف جھپٹ نہ جائے جو پانتا ہے ان تینوں وصفوں کا مجلد منعل ٹخنیں سے خالی ہوں ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی

پر فتویٰ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، باب ۱۱)

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی بجوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرائیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ نکھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رٹرنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کر کے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔

(فتیہ، ص ۱۲۰، باب ۱۲، سبیل الکیفی لاہور)

جرابوں اور عمامہ پر مسح جائز نہ ہونے کی علت کا بیان

امام اوزاعی اور امام احمد بن حنبل اور اہل قنواہر کے نزدیک عمامہ پر مسح کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ اور موزوں پر مسح کیا۔

عمامہ پر مسح کرنا تو حرج کو دور کرنے مباح ہوا اور یہی اس کی علت رخصت ہے۔ جبکہ عمامہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں۔ جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو (اس کی سند) ضعیف ہے۔ اور اس طرح کتاب اللہ پر جس میں حکم ہے۔ (وامسحوا رءوسکم) اس پر زیادتی لازم آئے گی۔ حالانکہ خبر واحد سے کتاب اللہ پر زیادتی کرنا یا اسے منسوخ کرنا جائز نہیں۔

(عمامہ پر مسح کرنے کی ممانعت میں صحیح روایت یہ ہے) امام محمد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت صفیہ بنت ابی عبیدہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا اور اپنا دوپٹہ اتارا اور سر کا مسح کیا۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان دنوں چھوٹا تھا۔ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی حدیث سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ دوپٹے پر مسح کرنا جائز نہیں۔ اور جس طرح دوپٹے پر مسح کرنا جائز نہیں اسی طرح عمامہ پر بھی مسح کرنا جائز نہیں۔ اور روایت ہم تک پہنچی وہ متروک ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۲۵۳، بیروت)

اس مسئلہ کی علت خود حدیث ہے جسے علامہ عینی نے ذکر کیا ہے اور یاد رہے جہاں نص مذکور ہو وہاں کسی قسم کے قیاس کی علت سے حکم کا استنباط نہیں کیا جاتا۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے کا قاعدہ فقہیہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ پانچوں کا کعبین (ٹخنوں) سے نیچے ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے

اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عزوجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر حدیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خود معلوم ہوگا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا تکبر کرتا ہو، احادیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ یہ تکبر اسباب کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء اور صورت عدم تکبر حکم کراہت تزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسباب تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۱۲۵، ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانا تکبر کے ساتھ مقید ہے۔ اور جن احادیث میں یہ مذکور ہے کہ جو کپڑا نخنوں سے نیچے ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔ یہ حکم مطلق ہے اور اس مطلق حکم کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ اس مسئلہ کی ایک تفریع بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تہبند کا جو حصہ نخنوں سے نیچے لٹک رہا ہوگا وہ دوزخ میں ہوگا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا سبب بطور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۷۵۳)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے وجوب زکوٰۃ کیلئے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں ہے اس کے باوجود وجوب زکوٰۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوٰۃ کیلئے اس شرط کا ذکر نہیں ہے حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوٰۃ معاف کر دی۔ تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوٰۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوٰۃ نہیں ہے اور جب دو سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۱۵۷۴)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں تہبند گھسیٹنے یا نخنوں سے نیچے لٹکانے پر وعید بیان فرمائی اور اس کو تکبر پر متعلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے۔

وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے

جس طرح ہم زکوٰۃ میں سال گزرنے کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ کیلئے ہی حمد ہے جس نے مجھے اس مسئلہ کو حل کرنے کی توفیق دی اور شاید قارئین کو کسی اور جگہ یہ تفصیل اور اس مسئلہ کا حل

نہ مل سکے۔ (تبیان القرآن ج ۳ ص ۳۲۸، فرید یک مثال لاہور)

وہ احادیث میں جن میں جرابوں پر مسح کرنے کا ثبوت ہے۔ مسح کے حکم میں مطلق ہیں۔ اور جن احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ موزے اپنی تعریف میں حقیقت واصل پر جتنی ہیں۔ جن کے اندر ثخنات پائی جاتی ہے۔ لہذا ہر وہ چیز جس پر مسح کرنے کو ثابت کریں گے۔ اس میں یہ قید ضروری ہوگی وہ منعل ہو، ثخنات والی ہو۔ غیر مقلدین اگر اس قید کو سمجھ لیتے تو وہ کبھی اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے۔ جرابوں کے حکم مطلق کی قیید اس روایت سے بھی واضح ہے۔

اسامہ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔ حدثنا هشیم قال اخبرنا یونس عن الحسن وشعبہ عن قتادة عن سعید بن المسيب والحسن انهما قالا یمسح علی الجوربین اذا كانا صفيقین (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سعید بن المسيب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفيق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملاحظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

فقہ حنفی کے مطابق جرابوں پر عدم مسح کے فقہی دلائل کا بیان

جس قسم کے سوتی، اونٹنی یا نائیون کے موزے، آجکل رائج ہیں، ان پر مسح کرنا ائمہ مجتہدین میں سے کسی کے نزدیک جائز نہیں، ایسے باریک موزوں کے بارے میں تمام مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے چنانچہ ملک العلماء کا سانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

فإن كانا رقيقين يشفان الماء، لا يجوز المسح عليهما بالاجماع

پس اگر موزے اتنے باریک ہوں کہ ان میں سے پانی چھن سکتا ہو تو ان پر باجماع مسح جائز نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع) اور علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

ولا يجوز المسح على الجورب الرقيق من غزل او شعر بلا خلاف، ولو كان ثخيناً يمشى معه فرسخاً فصاعداً، فعلى الخلاف. (البحر الرائق)

اس سے معلوم ہوا کہ جن موزوں میں ثخنیں کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں، یعنی ان میں پانی چھن جاتا ہو، یا وہ کسی چیز سے باندھے بغیر محض اپنی موٹائی کی بناء پر کھڑے نہ رہ سکتے ہوں، یا ان میں ایک کوس تک بغیر جوتے کے چلنا ممکن نہ ہو، ان پر مسح کرنا کسی بھی مجتہد کے مذہب میں جائز نہیں، ہاں جن موزوں میں یہ تینوں شرائط پائی جاتی ہوں، ان پر مسح کے جواز و عدم جواز میں اختلاف ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے سورہ مائدہ میں وضو کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے اس میں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں

دھونے کا حکم دیا ہے، نہ کہ ان پر مسح کرنے کا لہذا قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں، اور ان پر مسح کسی صورت میں بھی جائز نہ ہو یہاں تک کہ جب کسی شخص نے چڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں اس وقت بھی مسح کی اجازت نہ ہو، لیکن چڑے کے موزوں پر اجازت جو باجماع امت دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے موزوں پر مسح کرنا اور اسکی اجازت دینا آپ ﷺ سے ایسے تواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ اگر مسح علی الخفین کے جواز پر دو تین حدیثیں ہوتیں تب بھی ان کی بناء پر قرآن کریم پر زیادتی یا اسکا نسخ یا اس کی تفسیر جائز نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ مسح علی الخفین کی احادیث معنی متواتر ہیں، اس لئے ان متواتر احادیث کی روشنی میں تمام امت کا اس پر اجماع منعقد ہو گیا کہ قرآن کریم کی آیت میں پاؤں دھونے کا حکم اس صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب انسان نے خفین (یعنی چڑے کے موزے) نہ پہن رکھے ہوں، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ما قلت بالمسح حتی جاءنی فیہ ضوء النہار (البحر الرائق)

میں مسح علی الخفین کا اس وقت تک قائل نہیں ہوا جب تک میرے پاس روز روشن کی طرح اس کے دلائل نہیں پہنچ گئے۔ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أدرکت سبعین بدریامن الصحابة کلہم کانوا یرون المسح علی الخفین (تخفیں البھر من جوہدائع)
اگر مسح علی الخفین کا حکم ایسے تواتر یا استفاضے کے ساتھ ثابت نہ ہوتا تو قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو حکم دیا اس میں کسی تخصیص یا تفسیر کی گنجائش نہیں تھی، چنانچہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

إنما یجوز نسخ القرآن بالنسبة از اوردت کوردل المسح علی الخفین الاستفاضة (احکام القرآن للجمام)
سنت نبویہ سے قرآن کریم کے کسی حکم کو منسوخ (بمعنی مقید) کرنا اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب وہ سنت ایسے تواتر سے ثابت ہو جیسے مسح علی الخفین ثابت ہے

خلاصہ یہ ہے کہ وضو میں پاؤں دھونے کا قرآنی حکم ایسی چیز نہیں ہے جسے دو تین روایتوں کی بنیاد پر کسی خاص حالت کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے، بلکہ اس کے لئے ایسا تواتر درکار ہے جیسا مسح علی الخفین کی احادیث کو حاصل ہے۔ الخفین (چڑے کے موزوں) کے بارے میں تو یہ تواتر موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان پر مسح خود بھی فرمایا اور دوسروں کو بھی اس کی اجازت دی، لیکن خفین کے سوا کسی چیز پر مسح کرنے کے بارے میں ایسا تواتر موجود نہیں ہے اور خفین کیونکہ عربی زبان میں صرف چڑے کے موزوں کو کہتے ہیں۔ کپڑے کے موزوں کو خف نہیں کہا جاتا، اس لئے یہ صرف چڑے ہی کے موزوں کے ساتھ مخصوص رہے گی۔ دوسرے موزوں کے بارے میں قرآن کریم کے اصلی حکم یعنی پاؤں دھونے پر ہی عمل ہوگا۔ ہاں اگر کپڑے کے موزے اتنے خفین (موئے) ہوں کہ وہ اپنی خصوصیت اور اوصاف میں چڑے کے ہم پایہ ہو گئے ہوں، یعنی نہ تو ان میں پانی چھتا ہو، نہ انہیں کھڑا رکھنے کے لئے کسی بیرونی سہارے کی ضرورت ہو اور انکو پہن کر میل دو میل چل سکتے ہوں تو ایسے موزوں کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا، بعض فقہاء نے فرمایا کہ چونکہ ایسے موزے چڑے ہی کے معنی میں آ گئے ہیں اس لئے ان پر بھی مسح جائز ہونا چاہیے، اور بعض حضرات نے فرمایا چونکہ مسح کرنا تواتر کے ساتھ صرف خفین (چڑے کے موزوں) پر ہی ثابت ہے، اس

لئے ان پر مسح کرنا درست نہیں، گویا موزے تین قسم کے ہو گئے۔

(۱) چڑے کے موزے جنہیں خفین کہا جاتا ہے، ان پر مسح باجماع جائز ہے۔

(۲) وہ باریک موزے جو نہ چڑے کے ہوں، اور نہ ان میں چڑے کے اوصاف پائے جاتے ہوں، جیسے آجکل کے

سوئی، اوئی یا ناکلون کے موزے، ان کے بارے میں اجماع ہے کہ ان پر مسح جائز نہیں کیونکہ ایسے موزوں پر مسح کرنا ایسے دلائل سے ثابت نہیں جن کی بناء پر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑا جاسکے۔

(۳) وہ موزے جو چڑے کے تو نہیں ہیں، لیکن ان میں موٹے ہونے کی بناء پر اوصاف چڑے ہی کے پائے جاتے ہیں۔

ان پر مسح کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

سارے ذخیرہ حدیث میں یہ کل تین حدیثیں ہیں ایک حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے، اور ایک حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے۔ حضرت بلال کی حدیث معجم صغیر طبرانی میں ہے، اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایت کی ہے، لیکن حافظ زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں سند ضعیف ہیں۔ (نصب الراية)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بارے میں تو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے

لینس بالمتصل ولا بالقوی (بذل المجہود) لهذا یہ دونوں روایتیں تو خارج از بحث ہیں۔
وكان عبد الرحمن بن مہدی لا يحدث بهذه الحديث لان المعروف عن المغيرة ان النبي ﷺ مسح على الخفين (بذل المجہود)

حضرت عبد الرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث نہیں بیان کیا کرتے تھے کیونکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے جو معروف روایتیں ہیں وہ مسح علی الخفین کی ہیں، (نہ کہ جو بن پر مسح کی) امام نسائی سنن کبریٰ میں لکھتے ہیں۔

لا نعلم احدا تابع انه ابا قیس علی هذه الرواية. والصحيح عن المغيرة انه عليه السلام مسح على الخفين (نصب الراية)

یہ روایت ابو قیس کے سوا کسی نے روایت نہیں کی، اور ہمارے علم میں کوئی اور راوی اس کی تائید نہیں کرتا، البتہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت مسح علی الخفین کی ہی ہے۔

اسکے علاوہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محدثین نے اس روایت کو ابو قیس اور ہزہیل بن شریل دونوں کے ضعف کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے۔

اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں۔

کل واحد من هؤلاء لو انفرد قدم على الترمذی، مع ان الجرح مقدم على التعديل، واتفق الحفاظ على تضعيفه، ولا يقبل قول الترمذی انه حسن صحيح (نصب الراية بحواله بالا)
جن حضرات نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اگر ان میں سے ہر ایک تنہا ہوتا تب بھی وہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ پر مقدم ہوتا، اس کے علاوہ یہ قاعدہ ہے کہ جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے، اور حفاظ حدیث اسکی تضعیف پر متفق ہیں، لہذا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ، یہ حسن صحیح ہے قابل قبول نہیں۔

اول تو اکثر حفاظ حدیث کے نزدیک یہ حدیث ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔ دوسرے اگر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو پورے ذخیرہ حدیث میں تنہا یہ ایک روایت ہوگی جس میں نبی کریم ﷺ کا جو رہنما پر مسح کرنا مذکور ہے۔

اب آپ غور فرمائیے کہ قرآن کریم نے پاؤں دھونے کا جو صریح حکم دیا ہے اسے صرف اس ایک روایت کی بناء پر کیسے چھوڑ دیا جائے، جب کہ ائمہ حدیث نے اس پر تنقید بھی کی ہے؟ آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں کہ مسح علی الخفین کا حکم اسی وقت ثابت ہوا جب اسکی احادیث تواتر کی حد تک پہنچ گئیں، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر مسح علی الخفین کی احادیث اتنی کثرت کے ساتھ نہ ہوتیں تو پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو چھوڑنے کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مسح علی الجورین کی احادیث متواتر تو کیا ہوتیں، پورے ذخیرہ حدیث میں اس کی صرف تین روایتیں ہیں جن میں سے دو بالاتفاق ضعیف ہیں اور ایک کو اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے، صرف امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے صحیح کہتے ہیں۔ ایسی روایت کی بناء پر قرآن کریم کے کسی حکم میں تخصیص پیدا نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ امام ابو بکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

والأصل فيه انه قد ثبت أن مراد الآية الغسل على ما قدمنا، فلو لم ترد الآثار المتواترة على النبي ﷺ في المسح على الخفين لما أجزنا المسح۔۔ ولما لم ترد الآثار في جواز المسح على الجوربين في وزن ورودها في المسح على الخفين ابقينا حكم الغسل على مراد الآية (أحكام القرآن للجصاص)

مسئے کی حقیقت یہ ہے کہ آیت کی اصلی مراد پاؤں دھونا ہے جیسے کہ پیچھے گزر چکا، لہذا اگر آپ ﷺ سے مسح علی الخفین کی متواتر احادیث ثابت نہ ہوتیں تو ہم کبھی مسح علی الخفین کو جائز قرار نہ دیتے۔ اور چونکہ جورین (کپڑے کے موزوں) پر مسح کی احادیث اس وزنی طریقے سے مروی نہیں ہیں جس وزنی طریقے سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں۔ اس لئے ہم نے وہاں آیت قرآنی کی اصل مراد یعنی پاؤں دھونے کے حکم کو برقرار رکھا ہے اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہوں نے جورین پر مسح کیا یا اسکی اجازت دی تو ان کے اس عمل کی کیا وجہ تھی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں ہے کہ جورین کپڑے کے باریک موزے تھے، اور جب تک یہ صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟

چنانچہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ شمس الحق عظیم آبادی لکھتے ہیں۔

ان الجورب يتخذ من الاديم و كذا من الصوف و كذا من القطن و يقال لكل من هذه انه جورب. و من المعلوم ان هذه الرخصه بهذا العموم لا تثبت الا بعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهما النبي ﷺ كانا من الصوف الخ (عون المعبود)

یعنی جوربین کھال کے بھی ہوتے ہیں، اون کے بھی اور روئی کے بھی، اور ہر ایک کو جورب کہا جاتا ہے، اور ہر قسم کے موزے پر مسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ آپ ﷺ نے اون کے جوربین پر مسح فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ثابت ہے کہ ان حضرات نے جن جوربین پر مسح فرمایا وہ یا تو چڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چڑے کے موزوں کی طرح تھے، اور ان میں چڑے کے موزوں کی صفات پائی جاتی تھیں۔

چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں روایت ہے۔

حدثنا هشيم قال اخبرنا يونس عن الحسن وشعبه عن قتادة عن سعيد بن المسيب والحسن انهما قالوا: يمسح على الجوربين اذا كانا صفيقين (مصنف ابن ابی شیبہ)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح جائز ہے، بشرطیکہ وہ خوب موٹی ہوں، واضح رہے کہ ثوب صفيق اس کپڑے کو کہتے ہیں جو خوب مضبوط اور دبیز ہو ملا حظہ ہو قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ دونوں جلیل القدر تابعین میں سے ہیں اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل دیکھ کر ہی یہ فتویٰ دیا ہے۔

لہذا ان حضرات کے عمل اور فتویٰ سے جو بات ثابت ہوئی وہ اس سے زائد نہیں کہ جو موزے بہت موٹے ہونے کی بناء پر چڑے کے اوصاف کے حامل ہوں، ان پر مسح جائز ہے، اور اس موٹائی کی وضاحت کے لئے میں نے وہ تین شرائط ذکر کی ہیں کہ ایک تو ان میں پانی نہ چھنے دوسرے وہ کسی چیز سے باندھے بغیر اپنی موٹائی کی وجہ سے خود کھڑے رہیں، اور تیسرے یہ کہ ان کو ہاتھن کر میل دو میل چلنا ممکن ہو، ایسے موزے چونکہ چڑے کے اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، اس لئے ان کو بھی اکثر فقہاء نے مسح علی الخفین کی احادیث کی دلالت النص اور مذکورہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی بناء پر خفین کے حکم میں داخل کر لیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن الہمام تحریر فرماتے ہیں۔

لا شك ان المسح على الخف على خلاف القياس، فلا يصلح الحاق غيره به، الا اذا كان بطريق الدلالة، وهو ان يكون في معناه، ومعناه السائر لمحل الفرض الذي هو بعدد متابعة المشي فيه في السفر وغيره۔ (فتح القدیر)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسح علی الخفین کی مشروعیت خلاف قیاس ہوئی ہے لہذا کسی دوسری چیز کو ان پر قیاس نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ وہ دلالت النص کے طریقے پر خفین کے معنی میں داخل ہو، اور خفین کے معنی ایک ایسے موزے کے ہیں جنہوں نے پاؤں کو بالکل

شرح ابوالفتح
ڈھانپ رکھا ہو اور ان میں سفر وغیرہ کے دوران مسلسل چلنا ممکن ہو۔

لہذا فقہاء نے جو رہن پر مسح کرنے کی جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کی یہ تعبیر بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ حدیث میں مسح علی الجوربین کی اجازت مطلق تھی، اور انہوں نے اپنی طرف سے شرائط عائد کر کے اسے مقید کر دیا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اصولی اعتبار سے پاؤں دھونے کے فریضے کو چھوڑ کر مسح کرنے کا حکم اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک اس پر احادیث متواترہ موجود نہ ہوں، خفین پر چونکہ ایسی احادیث موجود تھیں، اس لئے وہاں مسح کی اجازت دیدی گئی، لیکن جو رہن پر مسح کسی ایسی حدیث سے بھی ثابت نہیں جو متفق علیہ طور پر صحیح ہو، لہذا ان پر مسح کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی، الا یہ کہ وہ جو رہن خفین کی صفات کے حامل ہو کر خفین کے حکم میں بدل لالہ النص داخل ہو جائیں، اور چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے ایسے موزوں پر مسح ثابت تھا، اس لئے بیشتر فقہاء نے اسکی اجازت دی، اور خفین کی بنیادی صفات کو مذکورہ تین شرائط کے ذریعے بیان کر دیا۔ اور اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع منعقد ہو گیا۔

ساری امت کے تمام فقہاء، تمام محدثین اور تمام مجتہدین کے بارے میں تو یہ الزام ہے کہ ان کے اس قول کا کوئی ماخذ نہیں، حالانکہ ان کے ناقابل انکار دلائل آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں اور دوسری طرف اپنا خود اجتہاد یہ ہے کہ بلا وجہ پاؤں پر کپڑا لپیٹ کر اس پر بھی مسح کیا جاسکتا ہے۔ کیا اس لایعنی حرکت کی خاطر پاؤں دھونے کے قرآنی حکم کو ترک کرنے کا بھی کوئی ماخذ ہے؟ جو رہن اگر موٹے ہوں تو ان پر مسح کرنے کے تو بعض فقہاء قائل بھی ہیں، لیکن جو توں پر مسح کرنا تو کسی بھی امام کے مذہب میں جائز نہیں۔ لم یذهب احد من الانماء الى جواز المسح على النعلين (معارف السنن)
ائمہ میں سے کوئی بھی جو توں پر مسح کرنے کا قائل نہیں۔ (فقہی مقالات)

دھونے اور تیمم کو جمع نہ کیا جائے

علامہ فخر الدین عثمان بن علی زلیعی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں کہ دھونے اور تیمم کو جمع نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے بدل اور مبدل میں اجتماع لازم آتا ہے جس کی شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اور حکم اکثر کے اعتبار سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ حکم کہ جب مشکوک پانی یعنی گدھے کا جوٹھا ہو تو وہ شخص وضو کرے اور تیمم بھی کرے تو اس کا معنی یہ نہیں کہ حکم شرعی دونوں سے ادا ہوا ہے بلکہ معنی یہ ہے کہ حکم شرعی کسی ایک سے ادا ہوا ہے اور ایسا اسی لئے کیا گیا ہے۔ کہ امکان اختلاف پایا گیا ہے۔

(تبيين الحقائق، ج ۱، ص ۹۹، بولاق قاہرہ)

بَابُ كَيْفِ الْمَسْحِ

باب: مسح کیسے کیا جائے گا

161 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَرَّازُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ، قَالَ: ذَكَرَهُ أَبِي، عَنْ

عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْسَحُ عَلَى

الْخُفَّيْنِ. وَقَالَ غَيْرُ مُحَمَّدٍ: عَلَى ظَهْرِ الْخُفَّيْنِ

﴿﴾ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ موزوں پر مسح کرتے تھے۔

محمد نامی راوی کے علاوہ دیگر نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”نبی اکرم ﷺ موزوں کی پشت پر (یعنی اوپر والے حصے پر) مسح کرتے تھے۔“

162- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ،

عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: لَوْ كَانَ الَّذِينَ بِالرَّأْيِ لَكَانَ أَشْفَلُ الْخُفِّ أَوَّلِيَّ الْمَسْحِ مِنْ أَعْلَاهُ. وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِ خُفَّيْهِ

﴿﴾ حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں: اگر دین (کے احکام) رائے کی بنیاد پر ہوتے تو موزے کا نیچے والا حصہ اس کے اوپر والے حصے کے مقابلے میں مسح کے لئے زیادہ لائق تھا لیکن میں نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

163- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنِ

الْأَعْمَشِ - بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: مَا كُنْتُ أَرَى بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ إِلَّا أَحَقَّ بِالْغَسْلِ، حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ

﴿﴾ یہی روایت ایک سند کے ساتھ اعمش کے حوالے سے منقول ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:)

”اگر دین (کے احکام) رائے کے مطابق ہوتے تو پاؤں کا نیچے والا حصہ مسح کرنے کا اوپر والے حصے کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہوتا لیکن نبی اکرم ﷺ نے موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کیا ہے۔“

164- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: لَوْ

كَانَ الَّذِينَ بِالرَّأْيِ، لَكَانَ بَاطِنُ الْقَدَمَيْنِ أَحَقَّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا. وَقَدْ مَسَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ظَهْرِ خُفَّيْهِ وَرَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ بِإِسْنَادِهِ قَالَ: كُنْتُ أَرَى أَنَّ بَاطِنَ الْقَدَمَيْنِ أَحَقُّ بِالْمَسْحِ مِنْ ظَاهِرِهِمَا حَتَّى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُ عَلَى ظَاهِرِهِمَا، قَالَ وَكِيعٌ: يَعْنِي الْخُفَّيْنِ وَرَوَاهُ عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، كَمَا رَوَاهُ وَكِيعٌ، وَرَوَاهُ أَبُو السَّوْدَاءِ عَنِ ابْنِ عَبْدِ خَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ عَلِيًّا تَوَضَّأَ فَغَسَلَ ظَاهِرَ قَدَمَيْهِ، وَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ وَسَاقَ الْحَدِيثِ

﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:)

163- اسنادہ صحیح، واحرجہ البیہقی/2921 من طریق المصنف، بهذا الاسناد، واحرجہ البزار (789) من طریق محاضر بن مودع، عن الاعمش، به، واحرجہ الدارمی (715)، واحمد (1264)، والبزار (794)، والبیہقی/2921 من طریق یونس، والدارقطنی/474 من طریق سفیان الثوری، والبیہقی/2921 من طریق ابراہیم بن طهمان، كلاهما عن ابی اسحاق، به.

”پہلے میں یہ سمجھتا تھا کہ پاؤں کا نیچے والا حصہ دھونے کا زیادہ مقدار ہے۔ یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو موزوں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا (تو اپنی رائے تبدیل کی)

یہ روایت وکیع اعمش کے حوالے سے اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہے (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:)
 ”میں یہ سمجھتا تھا کہ پاؤں کا نیچے والا حصہ مسح کے لئے اس کے اوپر والے حصے سے زیادہ حق دار ہے۔ یہاں تک کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو پاؤں کے اوپر والے حصے پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔“
 وکیع کہتے ہیں: یعنی موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔

یہ روایت عیسیٰ بن یونس نے اعمش کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح اسے وکیع نے نقل کیا ہے۔

ابوسوداء نے ابن عبد خیر کے حوالے سے ان کے والد (عبد خیر سے نقل کی ہے) وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا انہوں نے وضو کرتے ہوئے پاؤں کے اوپر والے حصے کو دھویا اور یہ بات ارشاد فرمائی: اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

165 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مَرْوَانَ، وَمَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ الذَّمَشَقِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ قَالَ مَحْمُودٌ: أَخْبَرَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ رَجَاءِ بْنِ حَيَوَةَ، عَنْ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: وَضَّأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ، مَسَحَ أَعْلَى الْخُفَّيْنِ وَأَسْفَلَهُمَا، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَبَلَّغَنِي أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ ثَوْرٌ هَذَا الْحَدِيثَ مِنْ رَجَاءِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ تبوک کے موقع پر میں نے نبی اکرم ﷺ کو وضو کروایا تو آپ نے موزوں کے اوپر والے حصے اور نیچے والے حصے پر مسح کیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ ثور نے رجاء سے اس حدیث کا سماع نہیں کیا ہے۔

مسح کرنے کے طریقے کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں۔

مسح کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی تین انگلیاں داہنے پاؤں کی پشت کے سرے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں پاؤں کی پشت کے سرے پر رکھ کر پنڈلی کی طرف کم سے کم بقدر تین انگل کے کھینچ لی جائے اور سنت یہ ہے کہ پنڈلی تک پہنچائے۔ انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے ہاتھ دھونے کے بعد جو تری باقی رہ گئی اس سے مسح جائز ہے اور سر کا مسح کیا اور ہنوز ہاتھ میں تری موجود ہے تو یہ کافی نہیں بلکہ پھرنے پانی سے ہاتھ تر کر لے کچھ حصہ ہتھیلی کا بھی شامل ہو تو حرج نہیں۔ مسح میں فرض دو ہیں (۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔ (۲) موزے کی پیٹھ پر ہونا۔ ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔

موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا ٹنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔ پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا

اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنت ہے۔ انگلیوں کی پشت سے مسح کیا یا پٹنڈی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا تو ان سب صورتوں میں مسح ہو گیا مگر سنت کے خلاف ہوا۔ اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کر کے تین جگہ مسح کیا جب بھی ہو گیا مگر سنت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔ (عالمگیری)

مسح کے ظاہر و باطن سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ میرے خیال میں قدموں کا باطن مسح کا ظاہر سے زیادہ حقدار ہے۔ اس کو ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: اگر دین رائے کے ساتھ ہوتا تو خوف کا باطن مسح کا اوپر والے حصہ سے زیادہ حق دار تھا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے خفین کے ظاہر پر مسح کرتے دیکھا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے خفین کے ظاہر پر مسح کیا اور باطن پر مسح نہ کیا تو یہ جائز ہے مگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے ایسا کیا وہ وقت میں اعادہ کرے اور جس نے خفین کے باطن پر مسح کیا، ظاہر پر مسح نہ کیا تو یہ جائز ہے اس پر وقت کے اندر اور وقت کے بعد اعادہ ہے۔

اسی طرح اصحاب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مگر ایک چیز اشہب مالکی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: خفین ظاہر و باطن میں برابر ہے جس نے باطن کا مسح کیا ظاہر کا نہ کیا تو اس پر صرف وقت میں اعادہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا: باطن کا مسح جائز ہے، بغیر ظاہر کے مسح کے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جس نے صرف باطن کا مسح کیا تو جائز نہ ہوگا اور وہ مسح کرنے والا شمار نہ ہوگا۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خفین کے ظاہر پر مسح کرے باطن پر نہیں، یہی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ایک جماعت کا قول ہے امام مالک، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا مختار مذہب یہ ہے کہ اعلیٰ و اسفل کا مسح کرے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ابن شہاب کا یہی قول ہے، کیونکہ ابوداؤد، دارقطنی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو غزوہ جہوک میں وضو کرایا آپ ﷺ نے خف کے اوپر، سے مسح کیا، ابو داؤد نے کہا: روایت ہے کہ یہ حدیث ثور نے رجاء بن حیوہ سے نہیں سنی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مائدہ، بیروت)

بَابُ فِي الْإِئْتِضَاحِ

باب: (شرم گاہ پر) پانی کے چھینٹے مارنا

166 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ الثَّوْرِيُّ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَابِدٍ، عَنْ سُفْيَانَ بْنِ الْحَكَمِ الثَّقَفِيِّ أَوْ الْحَكَمِ بْنِ سُفْيَانَ الثَّقَفِيِّ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَالَ يَتَوَضَّأُ وَيَنْتَضِحُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَ سُفْيَانَ جَمَاعَةٌ عَلَى هَذَا الْإِسْنَادِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: الْحَكَمُ أَوْ ابْنُ الْحَكَمِ

❁❁ حضرت سفیان بن حکم ثقفی رضی اللہ عنہ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت حکم بن سفیان ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب پیشاب کرنے کے بعد وضو کرتے تھے تو آپ ﷺ (شرمگاہ پر) پانی چھڑک لیتے تھے۔
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے اس کی سند میں سفیان کی موافقت کی ہے جبکہ بعض حضرات نے یہ کہا ہے (راوی صحابی کا نام) حکم ہے یا شاید ان کے والد کا نام حکم ہے۔

167 - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ هُوَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَجِيحٍ، عَنْ مُجَابِدٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ ثَقِيفٍ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ نَضَحَ فَرْجَهُ

❁❁ مجاہد ثقیف قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے پیشاب کیا پھر آپ ﷺ نے اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکا۔

168 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَابِدٍ، عَنِ الْحَكَمِ أَوْ ابْنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّأَ وَنَضَحَ فَرْجَهُ

❁❁ مجاہد حضرت حکم رضی اللہ عنہ یا حضرت حکم رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے کے حوالے سے ان کے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے پیشاب کیا پھر آپ ﷺ نے وضو کیا تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکا۔

بَابُ مَا يَقُولُ الرَّجُلُ إِذَا تَوَضَّأَ

باب: جب آدمی وضو کرے گا تو کیا پڑھے گا؟

169 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُمَرَ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُدَّامَ أَنْفُسِنَا، نَتَنَاوَبُ الرِّعَايَةَ - رِعَايَةَ إِبِلِنَا - فَكَانَتْ عَلَى رِعَايَةِ الْإِبِلِ، فَرَوْحَتُهَا بِالْعَشِيِّ، فَأَذَرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَرْكَعُ رَكَعَتَيْنِ، يُقْبِلُ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ، إِلَّا قَدْ أَوْجَبَ، فَقُلْتُ: بَخٍ بَخٍ، مَا أَجُودَ بِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ الَّتِي قَبْلَهَا: يَا عُقْبَةُ، أَجُودُ مِنْهَا، فَنَظَرْتُ فَإِذَا هُوَ عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ، فَقُلْتُ: مَا هِيَ يَا أَبَا حَفِصٍ؟ قَالَ: إِنَّهُ قَالَ إِنَّمَا قَبِلَ أَنْ تَجِيئَ: مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ، ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ وُضُوئِهِ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: وَحَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ،

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہم لوگ خود اپنے کام کاج کیا کرتے تھے۔ ہم لوگ باری باری اپنے اونٹوں کو چرایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اونٹ چرانے کی میری باری تھی۔ میں شام کے وقت لے کر انہیں آیا تو میں نے نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے پایا۔ میں نے آپ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

”تم میں سے جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر اٹھ کر دو رکعت ادا کرے جن میں وہ اپنے ذہن اور چہرے دونوں کے ساتھ متوجہ ہو تو وہ (اپنے لئے جنت کو) واجب کر لیتا ہے۔“

(راوی کہتے ہیں:) تو میں نے کہا: بہت خوب بہت خوب یہ کتنی عمدہ بات ہے۔ میرے آگے بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا: اے عقبہ! جو بات اس سے پہلے تھی وہ اس سے بھی زیادہ عمدہ تھی میں نے دیکھا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے دریافت کیا: اے ابو حفص وہ کیا بات تھی۔ انہوں نے فرمایا: تمہارے آنے سے پہلے ابھی نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: ”تم میں سے جو بھی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور جب وہ وضو سے فارغ ہو تو یہ پڑھے:

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی ایک معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔“

تو ایسے شخص کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں کہ وہ جس میں سے چاہے (جنت میں) داخل ہو جائے۔

معاویہ نامی راوی کہتے ہیں: ربیعہ بن یزید نے ابودریس کے حوالے سے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مجھے بیان کی ہے۔

170 - حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقَرَّمِيُّ، عَنْ حَيَوَةَ وَهُوَ ابْنُ شَرِيحٍ، عَنْ أَبِي عَقِيلٍ، عَنِ ابْنِ عَتَبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ أَمْرَ الرَّحَايَةِ، قَالَ: عِنْدَ قَوْلِهِ: فَأَحْسَنَ الْوُضُوءِ، ثُمَّ رَفَعَ بَصَرَهُ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: وَسَاقِ الْحَدِيثَ، بِمَعْنَى حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت منقول ہے تاہم اس میں انہوں نے اونٹ چرانے کا ذکر نہیں کیا اور روایت کے آخر میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”وہ اچھی طرح وضو کرے پھر آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ پڑھے۔“

اس کے انہوں نے معاویہ (بن صالح) کی نقل کردہ (سابقہ) روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے۔

شرح

مراتب اور درجات کے اعتبار سے جنت کے آٹھ حصے ہیں چنانچہ اس حدیث میں ”آٹھوں دروازوں“ کا جو ذکر کیا گیا ہے ان سے حقیقۃً دروازے مراد نہیں بلکہ ان آٹھ حصوں کو ایک ہی اعتبار کیا ہے اور ہر ایک کو دروازے سے تعبیر کیا ہے کبھی ایک کو بھی بہشت فرماتے ہیں، اس حساب سے ”ہشت بہشت“ بولتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ اَبْلَحَ يَعْنِيْ ”اے اللہ! مجھے توبہ کرنے والوں میں

بنا" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں تو اس کی توفیق عنایت فرما کہ جب ہم سے کبھی ہٹا خائے بشریت کوئی گناہ سرزد ہو جائے اور ہم سے کوئی لغزش ہو جائے تو ہم اس سے فوراً توبہ کر لیں اور اپنے عیوب سے رجوع کر لیں۔ اس دعا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سے گناہ زیادہ واقع ہوں بلکہ یہاں یہ مراد ہے کہ جب گناہ سرزد ہو جائے تو ہمارے دلوں میں توبہ کرنے کا داعیہ پیدا کر دے خواہ گناہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس آیت کے مطابق تیرے پسندیدہ اور محبوب بندوں کی جماعت میں شامل ہو سکیں۔ (إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ (2- البقرة: 222)) "یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" یعنی اللہ اپنے ان بندوں کو پسند کرتا ہے جو بارگاہ الوہیت سے منہ نہیں پھیرتے اور کسی موقع پر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے دعا کے آخری جملہ "اور پاکیزگی کرنے والوں میں شامل کر" کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں باطنی پاکیزگی کی دولت سے نواز دے اور ہمارے اندر جتنے برے اخلاق اور بد خصائل ہیں سب سے ہمیں پاک و صاف کر دے چنانچہ اس طرف اشارہ ہے کہ جسم اور اعضاء ظاہری کی طہارت و صفائی ہمارے اختیار میں تھی اس کو ہم نے پورا کر لیا، اب باطنی احوال کی طہارت اور اندرونی صفائی تیرے ہاتھوں میں ہے لہذا اپنے فضل و کرم سے باطنی پاکیزگی بھی عنایت فرمادے۔ (ربا می) اے درختم چوگان تو دل ہم چو گوے بیروں نہ فرمان تو جاں یک سرموے" اے! کہ تیرے خم چوگان میں ہمارا دل ایک گیند کی طرح ہے، ہم تیرے فرمان سے ایک موئے بدن بھی باہر نہیں ہیں۔" ظاہر کے بدست ماست شستیم تمام باطن کہ بدست تست آن راہ تو بشوے" ظاہر جو ہمارے قبضہ میں تھا ہم اسے دھو چکے ہیں۔ باطن جو تیرے قبضہ میں ہے اسے تو ہی دھو سکتا ہے۔

اتنی بات اور جان لینی چاہئے کہ جزری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حصن حصین میں ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ اور ابن سنی کے حوالہ سے شہادتیں کے بعد لفظ ثلاث مرات کا ذکر کیا ہے، یعنی شہادتیں تین مرتبہ پڑھنی چاہئے اور سنن نسائی و حاکم کی روایت میں اللھم اجعلنی الخ کے بعد یہ بھی منقول ہے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ لِهَذَا أُولَى اور بہتر ہے کہ جتنی دعائیں منقول ہیں وضو کے بعد سب ملا کر پڑھی جائیں نیز نہانے والے کے لئے بھی یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي الصَّلَاةَ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

باب: آدمی کا ایک ہی وضو کے ذریعے کئی نمازیں ادا کرنا

171- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى، حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَامِرٍ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: مُحَمَّدٌ هُوَ أَبُو أَسَدٍ بْنُ عَمْرِو. قَالَ: سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، عَنِ الْوُضُوءِ فَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ. وَكُنَّا نَصَلِّي الصَّلَاةَ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ

171- حدیث صحیح، شریک - وهو ابن عبد الله النخعي، وان كان ساء الحفظ - قد توبع. وعمرو بن عامر هو الانصاري كما في رواية الترمذي، وقوله: "البجلي والد اسد بن عمرو" وهم نبه عليه الحمزي في "هذیب الکمال" 22/ 94، وقال: ان البجلي متأخر عن طبقة الانصاري. واخرجه ابن ماجه (509) من طريق شريك، بهذا الاسناد. واخرجه البخاري (214)، والترمذي (59) من طريق سفيان الثوري، والسناني في "المجتبى" (131) من طريق شعبه، كلاهما عن عمرو بن عامر به. واخرجه بنحو الترمذي (58) من طريق حميد الطويل، عن اس. وهو في "مسند احمد" (12346)

❦❦ ابواسد بن عمرو بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے وضو کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ ہر نماز کے لئے وضو کیا کرتے تھے اور ہم ایک ہی وضو کے ساتھ کئی نمازیں ادا کر لیا کرتے تھے۔

172 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عُلْقَمَةُ بْنُ مَرْثَدٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ بِوُضُوءٍ وَاحِدٍ، وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنِّي رَأَيْتَكَ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ تَكُنْ تَصْنَعُهُ، قَالَ: عَمْدًا صَنَعْتُهُ

❦❦ سلیمان بن بریدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ایک ہی وضو کے ساتھ پانچ نمازیں ادا کیں۔ آپ ﷺ نے (وضو کرتے ہوئے) اپنے موزوں پر مسح کیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ میں نے آج آپ ﷺ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے جو آپ ﷺ پہلے نہیں کیا کرتے تھے، تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے (یعنی ایک ہی وضو کے ساتھ کئی نمازیں ادا کی ہیں)

بَابُ تَفْرِيقِ الْوُضُوءِ

باب: وضو کو متفرق طور پر کرنا

173 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، أَنَّ سَبْعَ قَتَادَةَ بْنِ دِعَامَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَدْ تَوَضَّأَ وَتَرَكَ عَلَى قَدَمَيْهِ مِثْلَ مَوْضِعِ الظُّفْرِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْجِعْ فَأُخْسِنَ وَضُوءَكَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ، وَلَمْ يَرَوْهُ إِلَّا ابْنُ وَهَبٍ وَخَدَّاهُ، وَقَدْ رَوَى عَنْ مَعْقِلِ بْنِ عُبَيْدٍ اللَّهُ الْجَزَرِيُّ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، عَنْ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ، قَالَ: اذْجِعْ فَأُخْسِنَ وَضُوءَكَ.

❦❦ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو وضو کر چکا تھا اور اس نے اپنے پاؤں پر ایک ناخن جتنی جگہ چھوڑ دی تھی (یعنی وہاں تک پانی نہیں پہنچا تھا) تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت جریر بن حازم سے منقول ہونے کے حوالے سے معروف نہیں ہے۔ ان کے حوالے سے یہ روایت صرف ابن وہب نے نقل کی ہے۔)

یہ روایت معقل بن عبید اللہ جزری کے حوالے سے ابوزبیر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم واپس جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو۔“

174 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، وَحُمَيْدٌ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمَعْنَى قَتَادَةَ

❀❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

175 - حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، عَنْ بَجِيرٍ هُوَ ابْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي وَفِي ظَهْرِ قَدَمِهِ لُتْعَةٌ قَدَارُ الذِّرَّهِمِ، لَمْ يُصْبِهَا الْمَاءُ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعِينَهُ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ

❀❀ خالد نامی راوی نے چند صحابہ کرام کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز ادا کر رہا تھا۔ اس کے پاؤں کے اوپری حصے پر ایک درہم جتنی جگہ خشک تھی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ دوبارہ وضو کر کے دوبارہ نماز ادا کرے۔

بَابُ إِذَا شَكَّ فِي الْحَدِيثِ

باب: جب آدمی کو حدیث کے بارے میں شک لاحق ہو جائے

176 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلْفٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعَبَّادِ بْنِ تَيْمِيمٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: شُكِّيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ الشَّيْءَ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى يُخَيَّلَ إِلَيْهِ، فَقَالَ: لَا يَنْفَتِلُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا

❀❀ سعید بن مسیب اور عباد بن تیمیم اپنے چچا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جسے نماز کے دوران کوئی چیز محسوس ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے یوں لگتا ہے (کہ شاید اس کی ہوا خارج ہو گئی ہے) تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ اپنی نماز اس وقت تک ختم نہ کرے جب تک وہ (ہوا خارج ہونے کی) آواز نہیں سن لیا اس کی بو محسوس نہیں کرتا۔

177 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَهِيلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَوَجَدَ حَرَكَهَ فِي دُبُرِهِ، أَخَذَتْ أَوْ لَمْ يُخَذِثْ، فَأَشْكَلَ عَلَيْهِ فَلَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا، أَوْ يَجِدَ رِيحًا

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص نماز کی حالت میں ہو اور وہ اپنی پچھلی شرم گاہ میں حرکت محسوس کرے۔ اس کے لئے یہ بات مشتبہ ہو جائے کہ کیا وہ بے وضو ہو گیا ہے؟ یا نہیں ہوا ہے؟ تو وہ اپنی نماز اس وقت تک ختم نہ کرے جب تک (ہوا خارج ہونے کی) آواز نہیں سن لیا بو محسوس نہیں کرتا۔“

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الْقُبْلَةِ

باب: بوسہ لینے کے بعد وضو کرنا

178 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ رَوْحٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهَا وَلَمْ يَتَوَضَّأْ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ الْفَرَزْيَانِيُّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُرْسَلٌ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ عَائِشَةَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَاتَ إِبْرَاهِيمُ التَّيْمِيُّ وَلَمْ يَبْلُغْ أَرْبَعِينَ سَنَةً، وَكَانَ يُكْنَى أَبَا أَسْمَاءَ
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ان کا بوسہ لے لیتے تھے اور از سر نو وضو نہیں کرتے تھے۔
(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فریابی اور دیگر حضرات نے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔)

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت ”مرسل“ ہے ابراہیم تیمی نامی راوی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی (حدیث) سماع نہیں کیا ہے۔)

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابراہیم تیمی کا انتقال چالیس سال کی عمر سے پہلے ہی ہو گیا تھا ان کی کنیت ابواسماء تھی۔)

179 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ، قَالَ عُرْوَةُ: مَنْ هِيَ إِلَّا أَلْتِ؟ فَضَحِكَتْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا رَوَاهُ زَائِدَةُ، وَعَبْدُ الْحَمِيدِ الْحِمَاطِيُّ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشِ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج سے میں ایک خاتون کا بوسہ لے لیا پھر آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

عروہ بیان کرتے ہیں: میں نے ان سے کہا: وہ خاتون آپ ہی ہوں گی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مسکرا دیں۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اسی طرح زائدہ اور عبد الحمید حماتی نے سلیمان اعمش سے روایت کی ہے۔)

180 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّالِقَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَغْرَاءَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، أَخْبَرَنَا أَصْحَابُ لَنَا، عَنْ عُرْوَةَ الْمُزْنِي، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ لِوَجُلٍ أَخْبَرَ عَنِّي أَنَّ هَذَيْنِ يَعْنِي حَدِيثَ الْأَعْمَشِ هَذَا، عَنْ حَبِيبٍ، وَحَدِيثَهُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ أَنَّهَا تَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَ عَنِّي أَنَّهُمَا شَبَهُ لَا شَيْءَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى عَنِ الثَّوْرِيِّ، قَالَ: مَا حَدَّثَنَا حَبِيبٌ، إِلَّا عَنْ عُرْوَةَ الْمُزْنِي يَعْنِي لَمْ

يُخْبِرُهُمْ. عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ يَشْوَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى حَزْرَةُ الزِّيَّاتُ. عَنْ حَبِيبٍ. عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ. عَنْ عَائِشَةَ حَدَّثَنَا

صَحِيحًا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن سعید قطان نے ایک شخص سے کہا: میری طرف سے یہ بات بیان کر دو کہ یہ دو لوگ یعنی حبیب کے حوالے سے اعمش کی نقل کردہ یہ روایت اور اسی سند کے ساتھ اس کی نقل کردہ وہ روایت جو استخاضہ کا شکار عورت کے بارے میں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی تو یحییٰ نے کہا: میری طرف سے یہ بات بیان کر دو کہ یہ دونوں روایات یوں ہیں جیسے ہیں ہی نہیں۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ثوری کے حوالے سے یہ بات نقل کی گئی ہے حبیب نے ہمیں صرف عروہ مزی کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حبیب نے ان حضرات کو عروہ بن زبیر کے حوالے سے کوئی روایت بیان نہیں کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حمزہ زیات نے حبیب کے حوالے سے عروہ بن زبیر کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک صحیح حدیث روایت کی ہے۔

عورت کو چھونے کے سبب فساد وضو میں مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لیتے تھے اور بغیر وضو کے (پہلے ہی وضو سے) نماز پڑھ لیتے تھے (ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی ابن ماجہ) جامع ترمذی نے کہا ہے کہ ہمارے علماء کے نزدیک کسی حال میں عروہ کی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نیز ابراہیم تیمی کی بھی سند حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح نہیں ہے اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اس لیے کہ ابراہیم تیمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 304)

اس مسئلہ میں بھی علماء کا اختلاف ہے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام مسند احمد بن حنبل کے نزدیک غیر محرم عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹا جاتا ہے، حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر محرم عورت کو اگر شہوت کے ساتھ چھوئے تو وضو ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں ٹوٹے گا۔

ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا، ان کی دلیل یہی حدیث ہے، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک دوسری حدیث بھی جو صحیح البخاری و صحیح مسلم میں مذکور ہے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل ہے جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں "رسول اللہ ﷺ جب رات میں تہجد پڑھنے کے لیے بیدار ہوتے تو میں سوتی رہتی اور میرے دونوں پاؤں رسول اللہ ﷺ کے سجدہ کی جگہ پڑھ رہے تھے چنانچہ آپ ﷺ سجدہ کے وقت

میرے پیروں میں ٹھونکا دیتے تھے تو میں اپنے پیر سمیٹ لیتی تھی "لہذا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَسِّ الذَّكَرِ

باب: شرم گاہ کو چھونے کے بعد وضو کرنا

181 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عُرْوَةَ يَقُولُ: دَخَلْتُ عَلَى مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَدْ كَرْنَا مَا يَكُونُ مِنْهُ الْوُضُوءُ، فَقَالَ مَرْوَانُ: وَمِنْ مَسِّ الذَّكَرِ؟ فَقَالَ عُرْوَةُ: مَا عَلِمْتُ ذَلِكَ، فَقَالَ مَرْوَانُ: أَخْبَرْتَنِي بِسُرَّةِ بِنْتِ صَفْوَانَ، أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ

عروہ بیان کرتے ہیں: میں مروان بن حکم کے پاس آیا ہم نے اس بات کا تذکرہ شروع کیا کہ کن صورتوں میں وضو کرنا لازم ہوتا ہے تو مروان نے کہا: شرم گاہ کو چھونے سے بھی (وضو کرنا لازم ہوتا ہے) تو عروہ نے کہا: مجھے اس کا علم نہیں ہے مروان نے کہا سیدہ بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو شخص اپنی شرم گاہ کو چھو لے اسے وضو کرنا چاہئے۔"

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

182 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مَلَاذِمُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْحَنَفِي، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ كَأَنَّهُ بَدَوِيٌّ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، مَا تَرَى فِي مَسِّ الرَّجُلِ ذَكَرَهُ بَعْدَ مَا يَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ: هَلْ هُوَ إِلَّا مُضْغَةٌ مِنْهُ، أَوْ قَالَ: بَضْعَةٌ مِنْهُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ، وَسُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَشُعْبَةُ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، وَجَرِيرٌ الرَّازِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ

قیس بن طلق اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص آیا وہ دیہاتی محسوس ہوتا تھا۔ اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ آدمی وضو کرنے کے بعد اپنی شرم گاہ کو چھو لیتا ہے (تو کیا اسے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ (شرم گاہ) اس کے جسم کا ایک ٹکڑا ہے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے انہوں نے لفظ مختلف ذکر کیا ہے)

182 - اسناد حسن، قیس بن طلق صدوق حسن الحدیث، وباقی رجالہ ثقات، وخرجه الترمذی (85)، والسانی فی "الکبیری" (160) من طریق ملازمہ بن عمرو، بہذا الاسناد، وهو فی "مسند احمد" (16286)، و"صحیح ابن حبان" (1121)، وانظر ما بعده.

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام بن حسان، سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ، جریر رازی نے محمد بن جابر کے حوالے سے قیس بن طلق سے نقل کی ہے۔

183 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ يَسْنَادُهُ وَمَعْنَاهُ.

وَقَالَ: فِي الصَّلَاةِ

قیس بن طلق نے اپنے والد کے حوالے سے اسی سند کے ساتھ اسی مفہوم کی روایت نقل کی ہے تاہم اس کے یہ الفاظ ہیں: "نماز کے دوران (اپنی شرم گاہ کو چھولیتا ہے)"

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ

باب: اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا

184 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّازِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُضُوءِ مِنْ لُحُومِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: تَوَضَّؤُوا مِنْهَا وَسُئِلَ عَنْ لُحُومِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: لَا تَوَضَّؤُوا مِنْهَا، وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَقَالَ: لَا تُصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ، فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيَاطِينِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْغَنَمِ، فَقَالَ: صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بعد وضو کرو (یعنی از سر نو وضو نہ کرو)

نبی اکرم ﷺ سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے فرمایا: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ یہ شیاطین میں سے ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے فرمایا: وہاں نماز ادا کر لو کیونکہ یہ برکت والی ہیں۔

اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سرکارِ دو عالم ﷺ سے پوچھا کہ کیا ہم بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو وضو کرو اور نہ چاہے تو نہ کرو" پھر اس آدمی نے پوچھا کیا اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرو" پھر اس آدمی نے سوال کیا "کیا بکریوں کے رہنے کی جگہ میں نماز پڑھ لوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "ہاں! پھر اس آدمی نے دریافت کیا "کیا اونٹوں کے بندھے کی جگہ نماز پڑھوں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ چونکہ ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں اس لیے انہوں نے تو یہ حدیث دیکھ کر حکم لگا دیا کہ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا چاہئے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس لیے کہ یہ حضرات اس حدیث کا محل وضو کے لغوی معنی "ہاتھ منہ دھونے" کو قرار دیتے ہیں یعنی یہ حضرات فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اونٹ کے گوشت میں بساندہ اور چکنائی زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھولینا چاہئے چونکہ بکری کے گوشت میں بساندگی اور چکنائی کم ہوتی ہے اس لیے اس کے بارے میں فرمادیا کہ اگر طبیعت چاہے اور نظافت کا تقاضا ہو تو ہاتھ منہ دھولیا کرو اور اگر طبیعت نہ چاہے تو کوئی ضروری نہیں ہے۔

یحییٰ بن قیس کہتے ہیں: رأیت ابن عمر اکل لحوم جزور و شرب لبن ابل و صلی و لم یتوضا، میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا، آپ نے اونٹ کا گوشت کھایا اور دودھ پیا، پھر نماز پڑھی، لیکن وضو نہیں کیا۔

(مسند ابن ابی شیبہ: ۱/۴۶)۔
امام طحاوی حنفی لکھتے ہیں: قد یجوز ان یکون الوضوء الذی اراده النبی ﷺ هو غسل الید۔ ہو سکتا ہے کہ جو وضو نبی اکرم ﷺ نے مراد لیا ہے، وہ لغوی وضو یعنی ہاتھوں کو دھونا ہو۔ (شرح معانی الآثار: ۱/۵۷)

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ مَیْسِ اللَّحْمِ النَّبَیِّ وَغَسْلِهِ

باب: کچے گوشت کو ہاتھ لگانے یا اسے دھونے کے بعد وضو کرنا

185 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَآيُوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ وَعَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ الْحِنَظِيُّ الْمَغْنِيُّ قَالُوا: حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ أَخْبَرَنَا هِلَالُ بْنُ مَيْمُونٍ الْجُهَنِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ قَالَ هِلَالٌ: لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَقَالَ آيُوبُ وَعَمْرُو: أَرَاهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَسْلُخُ شَاةً فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَحَّ حَتَّى أُرِيكَ فَأَدْخَلَ يَدَهُ بَيْنَ الْجِلْدِ وَاللَّحْمِ فَدَحَسَ بِهَا حَتَّى تَوَارَتْ إِلَى الْإِطِ ثُمَّ مَضَى فَصَلَّى لِلنَّاسِ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ عَمْرُو فِي حَدِيثِهِ يَعْنِي لَمْ يَتَمَسَّ مَاءً وَقَالَ: عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونٍ الرَّقْمِيِّ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ هِلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسَلًا لَمْ يَذْكُرْ أَبَا سَعِيدٍ

✽✽ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا گزرا ایک لڑکے کے پاس سے ہوا جو ایک بکری کی

کھال اتار رہا تھا نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا تم ایک طرف ہو جاؤ تاکہ میں دکھاؤں کہ (کھال کیسے اتارتے ہیں) پھر نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک کھال اور گوشت کے درمیان داخل کیا۔ آپ ﷺ اسے اندر لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا بازو بغل تک اس کے اندر چلا گیا اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

عمر و نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: ”آپ ﷺ نے پانی استعمال نہیں کیا۔“ وہ یہ کہتے ہیں: یہ روایت ہلال بن میمون رملی سے منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس روایت کو عبد الواحد بن زیاد اور ابو معاویہ نے ہلال کے حوالے سے عطاء کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ ان دونوں حضرات نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ نہیں کیا۔

بَابُ تَرْكِ الْوُضُوءِ مِنْ مَيِّتَةِ

باب: مردار کو چھونے کے بعد وضو نہ کرنا

186 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ بِلَالٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ، وَالنَّاسُ كَنَفْتِيهِ، فَمَرَّ بِجَدِي أَسْكَتَ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ هَذَا لَهُ وَسَاقِ الْحَدِيثِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد (امام محمد باقر رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے نواحی حصے کی طرف سے (مدینہ منورہ میں) داخل ہوتے ہوئے ایک بازار سے گزرے۔ آپ کے دونوں طرف لوگ موجود تھے۔ آپ کا گزر بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس سے ہوا جس کے کان چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ اس کی طرف بڑھے آپ ﷺ نے اس کا کان پکڑا اور پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون یہ بات پسند کرے گا کہ یہ اسے مل جائے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

بَابُ فِي تَرْكِ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ

باب: آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو نہ کرنا

187 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتِفَ شَاةٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بکری کے شانے کا گوشت کھایا پھر آپ ﷺ نے

187- ابوداؤد صحیح، روافی "موطا مالک" 251/2، ومن طریقہ اخرجه البخاری (207)، ومسلم (354)، واخرجه بسحوہ البخاری (5405)، ومسلم (354)، والنسائی فی "الکبیری" (187) من طرق عن ابن عباس، روافی "مسند احمد" (1988)، و"صحیح ابن حبان" (1143) و(1144)، وسیاتی برقم (189) و(190)۔

نماز ادا کی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

188 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ الْمَعْنَى، قَالَا: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسْعَرٍ، عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: ضَفَّتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَمَرَ بِجَنْبِ فَشَوِي، وَأَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يُحَرِّقُ بِهَا مِنْهُ، قَالَ: فَجَاءَ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ، قَالَ: فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ، وَقَالَ: مَا لَهُ تَرَبَّثَ يَدَاهُ وَقَامَ يُصَلِّي، زَادَ الْأَنْبَارِيُّ: وَكَانَ شَارِبِي وَفِي فَقَصَّه لِي عَلَى سِوَاكِ أَوْ قَالَ: أَقْصَهُ لَكَ عَلَى سِوَاكِ؟

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک رات میں نبی اکرم ﷺ کا مہمان بنا آپ ﷺ کے حکم کے تحت (بکری کا) پہلو بھونا گیا، نبی اکرم ﷺ نے چھری لی اور اس کے ذریعے اسے میرے لئے کاٹا راوی بیان کرتے ہیں: حضرت بدل رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو نماز کے بارے میں اطلاع دی۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے چھری رکھ دی اور فرمایا اسے کیا ہوا ہے اس کے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں پھر نبی اکرم ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے نماز ادا کی۔ انباری نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: میری مونچھیں بڑی تھیں تو نبی اکرم ﷺ نے مسواک رکھ کر انہیں کاٹ دیا۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں مسواک پر رکھ کر انہیں کاٹ دیتا ہوں۔"

189 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، حَدَّثَنَا سَيَّاسُ بْنُ عُبَيْدٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفًا، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِسُحٍّ كَانَ تَحْتَهُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (جانور کے) شانے کا گوشت کھایا پھر آپ ﷺ نے اپنے نیچے موجود درری کے ذریعے ہاتھ پونچھا اور اٹھ کر نماز ادا کی۔

190 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّسَرِيُّ، حَدَّثَنَا هَتَّامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْتَهَشَ مِنْ كَيْفٍ، ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے شانے کا گوشت دانتوں کے ذریعے نوچ کر کھایا اور پھر آپ ﷺ نے نماز ادا کی اور از سر نو وضو نہیں کیا۔

191 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَسَنِ الْخَثْعَمِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، قَالَ: ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: قَرَّبْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَلَحْمًا فَأَكَلَ، ثُمَّ دَعَا بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ بِهِ، ثُمَّ صَلَّى الظُّهْرَ، ثُمَّ دَعَا بِفَضْلِ طَعَامِهِ فَأَكَلَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ

191 - اسنادہ صحیح، حجاج: هو ابن محمد المصيصی، وابن جریج: هو عبد الملك ابن عبد العزيز، وقد صرح بالتحديث فانفتت شبهة تدليس. و آخر حدیث بحوہ ابن ماجہ (489) من طریق سفیان بن عیینة، عن محمد بن المنکدر، وعمر بن دینار، وعبد اللہ بن محمد بن عقیل، عن جابر، و آخر حدیث بحوہ ابی الترمذی (80) من طریق ابن عیینة، عن عبد اللہ بن عقیل، به. و اخرج ترک الوضوء معا غیرت النار بسباق آخر البخاری (5457)، وابن ماجہ (3282) من طریق سعید بن الحارث، عن جابر، وهو فی "مسند احمد" (14453)، و "صحیح ابن حبان" (1130)، و اطر ما بعده

وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

❦ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے روٹی اور گوشت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ ﷺ نے کھایا اور پھر آپ ﷺ نے وضو کا پانی منگوا کر اس کے ذریعے وضو کیا پھر آپ نے ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ نے باقی بچ جانے والا کھانا منگوا یا اور اسے کھایا پھر آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے از سر نو وضو نہیں کیا۔

192 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ سَهْلٍ أَبُو عِمْرَانَ الزَّمَلِيُّ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكُ الْوُضُوءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا اخْتِصَارٌ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

❦ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے منقول دو طرح کے احکام میں آخری حکم یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا لازم نہیں ہوتا۔
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ پہلی حدیث کا اختصار ہے۔)

193 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي كَرِيمَةَ قَالَ ابْنُ السَّرْحِ: ابْنُ أَبِي كَرِيمَةَ مِنْ خِيَارِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ: حَدَّثَنِي عُبَيْدُ بْنُ ثَمَامَةَ الْمُرَادِيُّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مِصْرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ جَزِيٍّ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَبِغْتُهُ يُحَدِّثُ فِي مَسْجِدِ مِصْرَ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي سَابِعَ سَبْعَةٍ أَوْ سَادِسَ سِتَّةٍ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارِ رَجُلٍ، فَمَرَّ بِلَالٌ فَنَادَاهُ بِالصَّلَاةِ، فَخَرَجْنَا فَمَرَرْنَا بِرَجُلٍ وَبُرْمَتُهُ عَلَى النَّارِ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَطَابَتْ بُرْمَتُكَ، قَالَ: نَعَمْ، يَا أَبْنَى أَنتَ وَأُمِّي فَتَنَّاوَلْ مِنْهَا بَضْعَةً، فَلَمْ يَزَلْ يَعْلُكُهَا حَتَّى أَحْرَمَ بِالصَّلَاةِ، وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

❦ عبید بن ثمامہ مرادی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے صحابی حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں مصر تشریف لائے میں نے انہیں مصر کی مسجد میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا: مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ میں ایک صاحب کے گھر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ موجود سات افراد میں سے ایک تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں: چھ افراد میں سے ایک تھا حضرت بلال رضی اللہ عنہ گزرے انہوں نے بلند آواز میں نماز کے لئے پکارا تو ہم لوگ نکلے ہمارا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا اس کی ہنڈیا آگ پر موجود تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: کیا تمہاری ہنڈیا تیار ہو گئی ہے۔ اس نے عرض کی: جی ہاں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں تو نبی اکرم ﷺ نے اس میں سے ایک ٹکڑا لیا اور آپ ﷺ اسے اس وقت تک چباتے رہے جب تک آپ ﷺ نے نماز کے لئے تکبیر نہیں کہہ دی۔ میں آپ ﷺ کو مسلسل دیکھتا رہا۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں سختی کا بیان

194- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ، عَنِ الْأَعْرِبِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوُضُوءُ مِمَّا أَنْضَجَتِ النَّارُ ❀ ❀ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”آگ پر پکی ہوئی چیز (کھانے کے بعد) وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔“

195- حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا سَفْيَانَ بْنَ سَعِيدٍ بْنِ الْمُغِيرَةِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى أُمِّ حَبِيبَةَ فَسَقَّتُهُ قَدَحًا مِنْ سَوِيقٍ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضَّضَ، فَقَالَتْ: يَا ابْنَ أَخِي لَا تَوْضَأُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَوْضَئُوا مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ أَوْ قَالَ: مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ يَا ابْنَ أَخِي

❀ ❀ ابوسفیان بن سعید بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے انہیں ستوؤں کا ایک پیالہ پلوایا پھر ابوسفیان بن سعید نے پانی منگوا کر کلی کی تو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے میرے بھانجے کیا تم وضو نہیں کرو گے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”آگ جس چیز کو تہیل کر دے (اسے کھانے کے بعد) وضو کرو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آگ جسے چھو لے۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) زہری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”اے میرے بھتیجے۔“

بَابُ فِي الْوُضُوءِ مِنَ اللَّبَنِ

باب: دودھ پینے کے بعد وضو کرنا

196- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَمَضَّضَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ لَهُ دَسْمًا

196- اسنادہ صحیح، اللبث: ہو ابن سعد، وعقيل: هو ابن خالد الايلي، والزهرى: هو محمد بن مسلم، واخرجه البخارى (211)، ومسلم (358)، والترمذى (89)، والنسائى فى "الكبرى" (190) عن قتية بن سعيد، بهذا الاسناد. وقرن البخارى بقتية يحيى بن بكير، واخرجه البخارى (5609)، ومسلم (358)، وابن ماجه (498) من طرق عن الزهرى، به. وهو فى "مسند احمد" (1951)، و"صحیح ابن حبان" (1158) و(1159).

سری ۱۰ باب ۱۰
 ﴿ ﴿ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دودھ نوش فرمایا پھر آپ ﷺ نے پانی منگوا کر کلی کی اور پھر ارشاد فرمایا: ”اس میں چکنائی ہوتی ہے۔“

بَابُ الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

197 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ الْحُبَابِ، عَنْ مُطِيعِ بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ تَوْبَةَ الْعَنْبَرِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا، فَلَمْ يُتَضَيَّضْ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَصَلَّى، قَالَ زَيْدٌ: دَلَّنِي شُعْبَةَ عَلَى هَذَا الشَّيْخِ ﴿ ﴿ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے دودھ پیا (اس کے بعد) آپ ﷺ نے کلی بھی نہیں کی اور از سر نو وضو بھی نہیں کیا اور نماز ادا کر لی۔

زید نامی راوی بیان کرتے ہیں: شعبہ نے اس شیخ کی طرف میری رہنمائی کی تھی۔

بَابُ الْوُضُوءِ مِنَ الدِّمِ

باب: خون نکلنے کے بعد وضو کرنا

198 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي صَدَقَةُ بْنُ يَسَارٍ، عَنْ عَقِيلِ بْنِ جَابِرٍ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْنَى فِي غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ - فَأَصَابَ رَجُلٌ امْرَأَةً رَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَحَلَفَ أَنْ لَا أَنْتَهِيَ حَتَّى أُهْرِيْقَ دَمًا فِي أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، فَخَرَجَ يَتَّبِعُ آثَرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَزَلَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنُزِلًا، فَقَالَ: مَنْ رَجُلٌ يَكْلُونَا؟ فَانْتَدَبَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ: كُونَا بِفِمْ الشَّعْبِ، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ الرَّجُلَانِ إِلَى فِمْ الشَّعْبِ اضْطَجَعَ الْمُهَاجِرِيُّ، وَقَامَ الْأَنْصَارِيُّ يُصَلِّي، وَآتَى الرَّجُلُ فَلَمَّا رَأَى شَخْصَهُ عَرَفَ أَنَّهُ رَبِيبَةٌ لِلْقَوْمِ، فَرَمَاهُ بِسَهْمٍ فَوَضَعَهُ فِيهِ فَتَزَعَهُ، حَتَّى رَمَاهُ بِثَلَاثَةِ أَسْهُمٍ، ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ، ثُمَّ انْتَبَهَ صَاحِبُهُ، فَلَمَّا عَرَفَ أَنَّهُمْ قَدْ نَذَرُوا بِهِ هَرَبَ، وَلَمَّا رَأَى الْمُهَاجِرِيُّ مَا بِالْأَنْصَارِيِّ مِنَ الدِّمِ، قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا إِلَهُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّسُلِ، قَالَ: كُنْتَ فِي سُورَةِ أَقْرُوْهَا فَلَمْ أُحِبَّ أَنْ أَقْطَعَهَا

﴿ ﴿ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے یعنی غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر روانہ ہوئے تو ایک شخص نے مشرکین کے ایک شخص کی بیوی کو قتل کر دیا تو مشرک شخص نے یہ قسم اٹھائی کہ میں اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کسی کا خون نہیں بہاتا چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کا پیچھا کرتا ہوا آیا۔ نبی

اکرم ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کون ہماری پہرے داری کرے گا؟ تو مہاجرین سے تعلق رکھنے والے ایک شخص اور انصار سے تعلق رکھنے والے شخص نے خود کو پیش کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم دونوں گھاٹی کے منہ کی طرف رہنا راوی بیان کرتے ہیں: جب وہ دونوں افراد گھاٹی کے منہ کی طرف گئے تو مہاجر شخص لیٹ گیا اور انصاری اٹھ کر نماز ادا کرنے لگا وہ مشرک شخص آیا جب اس نے ایک شخص کا ہیولی دیکھا تو اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ لوگوں کا پہرے دار ہے۔ اس نے ایک تیرا سے مارا جو اس انصاری کو لگا اس انصاری نے وہ تیر باہر نکال دیا۔ اس مشرک نے اسے تین تیر مارے پھر وہ انصاری رکوع میں گیا اس نے سجدہ کیا پھر اس کا ساتھی بیدار ہوا جب اس مشرک شخص کو یہ پتہ چلا کہ وہ لوگ اسے نقصان پہنچا کر سکتے ہیں تو وہ بھاگ گیا جب مہاجر نے انصاری کا خون بہت ہوا دیکھا تو بولا: سبحان اللہ! اس نے تمہیں تیر مارا تھا تو تم نے مجھے پہلے ہی بیدار کیوں نہیں کیا؟ تو انصاری نے کہا: میں ایک ایسی سورت کی تلاوت کر رہا تھا کہ جسے (درمیان میں) ختم کرنا مجھے اچھا نہیں لگا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔

۱. جو انسان کے جسم سے نکلیں۔ جیسے پیشاب، پاخانہ، ریح وغیرہ

۲. جو انسان پر طاری ہو جیسے بیہوشی، نیند وغیرہ جسم انسانی سے نکلنے والی چیزوں کی بھی دو قسمیں ہیں

۱. جو پیشاب و پاخانہ کے زائستہ سے نکلے

۲. وہ جو باقی جسم کے کسی مقام سے نکلے جیسے قے، خون وغیرہ۔ ان دو راستوں کے علاوہ جسم کے باقی حصہ کے کسی مقام سے کچھ نکلنے کی یہ صورتیں ہیں۔ کوئی ناپاک چیز نکلے اور جسم پر بے مثلاًخوں، کچھ لہو یا پیپ وغیرہ تو وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ۔ تہوڑی سی بے۔ اگر آنکھ میں خون نکل کر آنکھ میں ہی بہا اور باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ آنکھ کو اندر۔ کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے نہ غسل میں اور اگر باہر نکل کر بہا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ قے میں اگر پت خوں یا کھانا یا پانی منہ بھر کر نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگر منہ بھر سے کم ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ منہ بھر وہ ہو جو بغیر مشقت نہ رک سکے اگر خالص بلغم نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ منہ بھر ہی ہو۔ منہ یا دانتوں سے خون تھوک کے ساتھ مل کر آئے تو اگر خون غالب یا برابر ہے تو وضو جاتا رہے گا اور کم ہے تو نہیں ٹوٹا۔

اگر زخم پر خون ظاہر ہوا اور اس کو انگلی یا کپڑے سے پونچھ لیا پھر ظاہر ہوا پھر پونچھ لیا کئی بار ایسا کیا اگر یہ سب دفعہ کا خون مل کر اتنا ہو جاتا ہے کہ بہ جائے تو وضو ٹوٹ گیا۔ ورنہ نہیں۔ اگر آنکھ یا کان یا چھاتی یا ناف یا کسی حصہ جسم سے درد کے ساتھ پانی نکلا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اگر بغیر درد کے نکلا تو وضو نہیں ٹوٹے گا اگر آنکھ نہ دکھتی ہو نہ اس میں کھٹک۔ ہوتی ہو اور محض نزلہ کی وجہ سے یا یونہی پانی بہے یا آنسو نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اگر جما ہوا خون مسور کے دانے کے برابر ناک صاف کرتے وقت نکلے تو وضو باقی رہا وضو توڑنے والی دوسری قسم یعنی جو انسان پر طاری ہوتی ہے اس کی یہ صورتیں ہیں۔ نیند، لیٹ کر سونا خواہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر یا طلکیہ وغیرہ کے بہارے سے ہو یا کسی اور شکل پر ہو جس سے سرین زمین سے جدا ہو جائیں یا صرف انگ سرین پر سہارا دے کر سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ ہارے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سہارا ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائے اور اگر بغیر سہارا لئے کھڑے کھڑے یا بغیر

سہرا لگائے بیٹھ کر سو جائے یا نماز کی کسی ہیت پر جو مردوں کے لئے مسنون مثلاً سجدہ یا قعدے میں مسنونہ ہیت پر سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر دونوں سرین پر بیٹھا ہے گھٹنے کھڑے ہیں ہاتھ پنڈلیوں پر لپٹے ہوئے ہیں۔

اور سر گھٹنوں میں ہے تو اس حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔ بیہوشی خواہ بیماری یا کسی اور وجہ سے ہو مثلاً غشی جنوں مرگی اور نشہ وغیرہ سے بیہوشی ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ تھوڑی دیر ہی ہو اس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاؤں میں لغزش آجائے۔ نماز کے اندر قہقہہ مارنا یعنی اس طرح کھلکھلا کر ہنسا کہ اس برابر والے سن لیں قہقہہ وضو اور نماز دونوں کو توڑتا ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً اگر نماز کے باہر قہقہہ سے ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ مباشرت قاحشہ یعنی عورت اور مرد کی شرمگاہوں کا اس طرح ملنا کہ ننگے ہوں تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (کتاب زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

قئے اور نکسیر وغیرہ سے وضو کے ٹوٹ جانے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور وضو کیا پھر جب میری ملاقات ثوبان سے دمشق کی مسجد میں ہوئی اور میں نے ان سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا سچ کہا ابو درداء نے اس لئے کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے لئے پانی ڈالا تھا اور اسحاق بن منصور نے معدان بن طلحہ کہا ہے امام ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں اکثر صحابہ و تابعین سے مروی ہے وضو کرنا قے اور نکسیر سے۔ اور سفیان ثوری ابن مبارک اور احمد اسحاق کا یہی قول ہے اور بعض اہل علم نے کہا جن میں امام مالک اور امام شافعی بھی ہیں کہ قے اور نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حسن بن معلم نے اس حدیث کا بہت اچھا کہا ہے اور حسین کی روایت کردہ حدیث اس باب میں زیادہ صحیح ہے اور معمر نے یہ حدیث روایت کی یحییٰ بن کثیر سے اور اس میں غلطی کی ہے وہ کہتے ہیں یحییٰ بن ولید سے وہ خالد بن معدان سے وہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے اس سند میں اوزاعی کا ذکر نہیں کیا اور کہا کہ خالد بن معدان سے روایت ہے جبکہ معدان بن ابوطحہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 83)

امام ترمذی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قے کی اور وضو فرمایا۔ علامہ ابن محمود بابر ترقی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ خون اور پیپ جب زندہ انسان کے بدن سے بہہ نکلیں تو یہ ناقض وضو ہیں حضرات صحابہ کرام میں سے عشرہ مبشرہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر تابعین کا یہی مذہب ہے اور ان اسلاف نے خروج کی قید کے ساتھ معلق کیا ہے کیونکہ نفس ”دم“ یا پیپ ”غیر ناقض وضو ہیں لیکن جب یہ دونوں خارج ہوں گے تو ناقض وضو ہیں۔ لہذا ان میں صفت خروج کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور زندہ آدمی کے بدن سے خروج کو اسی لئے بیان کیا گیا ہے کہ جب یہ دونوں مردہ آدمی کے جسم سے خارج ہوں تو ناقض وضو یا غسل نہیں ہیں بلکہ صرف اسی جگہ کو دھویا جائے گا جہاں سے ان کا خروج ہوا۔ اس کا بیان عنقریب واجبات غسل میں آئے گا۔

تجاوز کی شرائط اس لئے بیان ہوئی ہیں کہ محض نجاست کا ظاہر ہونا نجس نہیں ہے بلکہ جب ان کا خروج اس جگہ کی طرف ہو جس کو طہارت کا حکم شامل ہے تب یہ نجس ہوں گے۔ ورنہ نہیں۔ (عیانہ شرح ہدایہ، ج ۱، ص ۴۵، بیروت)

بَابُ فِي الْوُضُوءِ مِنَ النَّوْمِ

باب: نیند کی وجہ سے وضو ٹوٹ جانا

199 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي نَافِعٌ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخْرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا، ثُمَّ رَقَدْنَا، ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا، فَقَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات نبی اکرم ﷺ معروف تھے۔ آپ ﷺ نے (عشاء کی نماز) میں تاخیر کر دی۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مسجد میں ہی سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر ہم بیدار ہوئے پھر سو گئے پھر نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگوں کے علاوہ اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔

200 - حَدَّثَنَا شَاذُّ بْنُ قِيَاضٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ الدَّسْتَوَائِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ حَتَّى تَخْفِقَ رُئُوسُهُمْ، ثُمَّ يُصَلُّونَ وَلَا يَتَوَضَّئُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ فِيهِ شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ. قَالَ: كُنَّا نَخْفِقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ بِلَفْظٍ آخَرَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب عشاء کی نماز کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک ان کے سر جھک جایا کرتے تھے پھر وہ لوگ (اٹھ کر) نماز ادا کر لیتے تھے اور از سر نو وضو نہیں کیا کرتے تھے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس روایت میں شعبہ نے قتادہ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: (حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ہم لوگوں کے سر نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں جھک جایا کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن ابی عروبہ نے قتادہ کے حوالے سے یہ روایت دوسرے الفاظ میں نقل کی ہے۔

201 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَّانِيِّ، أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، قَالَ: أُقِيمَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي حَاجَةً، فَقَامَ يُنَاجِيهِ حَتَّى نَعَسَ الْقَوْمُ، أَوْ بَعْضُ الْقَوْمِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرْ وَضُوءًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عشاء کی نماز کھڑی ہوئی ایک شخص کھڑا ہوا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے ایک کام ہے پھر وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہو کر سرگوشیوں میں بات کرنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ (راوی کو شک ہے

200- اس حدیث صحیح، ہشام الدستوائی: هو ابن ابی عبد اللہ، قتادہ: هو ابن دعامة السدوسي، واخرجه مسلم (376) (125)، والترمذی (78) من طريق شعبه عن قتادة بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (13941)، و"شرح مشكل الآثار" (3448). وانظر ما بعده وما

سیاتی برقم (542) و (544)

شاید یہ الفاظ ہیں: (کچھ لوگ اونگھنے لگے پھر نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی (راوی کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) دوبارہ وضو کرنے کا ذکر نہیں کیا۔

202 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ وَهَذَا لَفْظُ حَدِيثِ يَحْيَى عَنْ أَبِي خَالِدٍ الدَّالَانِيِّ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ وَيَنَامُ وَيَنْفُخُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ، قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: صَلَّيْتَ وَلَمْ تَتَوَضَّأْ وَقَدْ نَمْتَ، فَقَالَ: إِنَّمَا الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا، زَادَ عُثْمَانُ، وَهَنَّادُ: فَإِنَّهُ إِذَا اضْطَجَعَ اسْتَرْخَتْ مَفَاصِلُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَوْلُهُ: الْوُضُوءُ عَلَى مَنْ نَامَ مُضْطَجِعًا هُوَ حَدِيثُ مُنْكَرٍ لَمْ يَزِدْهُ إِلَّا يَزِيدُ أَبُو خَالِدٍ الدَّالَانِيُّ، عَنْ قَتَادَةَ وَرَوَى أَوْلَاهُ جَمَاعَةٌ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَلَمْ يَذْكُرُوا شَيْئًا مِنْ هَذَا، وَقَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْفُوكًا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سجدہ کرتے (اور سجدے کے دوران) سو جاتے اور خراٹے لینے لگتے پھر آپ ﷺ اٹھتے اور نماز ادا کرنے لگتے آپ ﷺ از سر نو وضو نہیں کرتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی آپ ﷺ نے دوبارہ نماز ادا کر لی اور از سر نو وضو بھی نہیں کیا حالانکہ آپ ﷺ پہلے سو گئے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے جو لیٹ کر سوتا ہے۔

عثمان اور ہناد نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں:

”اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی لیٹتا ہے تو اس کے جوڑا میلے پڑ جاتے ہیں۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث کے یہ الفاظ ”وضو اس شخص پر لازم ہوتا ہے جو لیٹ کر سوتا ہے۔“

یہ روایت منکر ہے اس روایت کو صرف یریز ابو خالد دالانی نے قتادہ کے حوالے سے روایت کیا ہے۔

اس روایت کا ابتدائی حصہ ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن انہوں نے اس میں سے کوئی بھی چیز ذکر نہیں کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے یہ الفاظ ”نبی اکرم ﷺ ایسا کیا کرتے تھے“ یہ الفاظ محفوظ طور پر منقول ہیں۔

نیند کے سبب وضو کے ٹوٹنے میں فقہی مذاہب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو نیند آ جایا کرتی تھی پھر اٹھ کر نماز پڑھ لیتے اور وضو نہ کرتے امام ابو عیسیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے صالح بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے ابن مبارک سے اس آدمی کے متعلق پوچھا جو تکیہ لگا کر سوتا ہے فرمایا اس پر وضو نہیں سعید بن عروبہ نے قتادہ کے واسطے سے حضرت ابن عباس سے حدیث روایت کی ہے اس میں ابو عالیہ کا ذکر نہیں اور نہ ہی اسے مرفوعاً روایت کیا ہے نیند سے وضو کے واجب ہونے کے

برے نہیں علماء کا اختلاف ہے۔

اکثر علماء جن میں ابن مبارک سفیان ثوری اور امام احمد شامل ہیں کا قول یہ ہے کہ اگر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر سوئے تو وضو واجب نہیں ہوتا یہاں تک کہ لیٹ کر سوئے بعض اہل علم کے نزدیک اگر اس کی عقل پر نیند غالب ہو جائے تو وضو واجب ہے اسحاق کا یہی قول ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی بیٹھ کر سوتے ہوئے خواب دیکھے یا نیند کے غلبے کی وجہ سے سرین اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو اس پر وضو واجب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 76)

سو جانے سے وضو جاتا رہتا ہے بشرطیکہ دونوں سرین خوب نہ جے ہوں اور نہ ایسی ہیات پر سویا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع ہو مثلاً اکڑوں بیٹھ کر سویا یا چپٹ یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں یا تنگی بیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے یا دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا کہ دونوں سرین جے نہ رہے یا چار زانو ہے اور سر رانوں یا پنڈلیوں پر ہے یا جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں اسی ہیات پر سویا ان سب صورتوں میں وضو جاتا رہا اور اگر نماز میں ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصد سویا تو وضو بھی گیا نماز بھی گئی وضو کر کے سرے سے نیت باندھے اور اگر بلا قصد سویا تو وضو جاتا رہا نماز نہیں گئی وضو کر کے جس رکن میں سویا تھا وہاں سے ادا کرے اور اگر سر نو پڑھنا بہتر ہے۔ (در مختار)

دونوں سرین زمین یا کرسی یا بیچ پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے یا دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ پنڈلیوں پر محیط ہوں خواہ زمین پر ہوں دوزانو سیدھا بیٹھا ہو یا چار زانو پالتی مارے یا زمین پر سوار ہو یا تنگی بیٹھ پر سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا ہے یا راستہ ہموار ہے یا کھڑے کھڑے سو گیا یا رکوع کی صورت پر یا مردوں کے سجدہ مستونہ کی شکل پر تو ان سب صورتوں میں وضو نہیں جائے گا اور نماز میں اگر یہ صورتیں پیش آئیں تو نہ وضو جائے نہ نماز ہاں اگر پورا رکن سوتے ہی میں ادا کیا تو اس کا اعادہ ضروری ہے اور اگر جاگتے میں شروع کیا اور پھر سو گیا تو اگر جاگتے میں بقدر کفایت ادا کر چکا ہے تو وہی کافی ہے ورنہ پورا کر لے۔ (ہندیہ)

202 - وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَنَامُ عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي، وَقَالَ شُعْبَةُ: إِنَّمَا سَبْعُ قَتَادَةَ، مِنْ أَبِي الْعَالِيَةِ أَرْبَعَةُ أَحَادِيثَ: حَدِيثُ يُونُسَ بْنِ مَتَّى، وَحَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ فِي الصَّلَاةِ، وَحَدِيثُ الْقُضَاةِ ثَلَاثَةٌ، وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ مَرْضِيٌّ مِنْهُمْ عُمَرُ، وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَذَكَرْتُ حَدِيثَ يَزِيدَ الدَّالَانِيِّ لِأَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ، فَأَنْتَهَرَ فِي اسْتِعْظَامِ مَالِهِ، وَقَالَ: مَا لِيَزِيدَ الدَّالَانِيِّ يُدْخِلُ عَلَى أَصْحَابِ قَتَادَةَ، وَلَمْ يَغْبَأْ بِالْحَدِيثِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

202- اسادہ ضعیف، ابو خالد الدالانی - واسعہ یزید بن عبد الرحمن - ضعفہ جمهور النقاد، وانکروا علیہ احادیث ہذا منها، ومن ضعفہ المصنف کما سبائی، واخرجه الترمذی (77) من طریق عبد السلام بن حرب، بهذا الاسناد، وهو فی "مسند احمد" (2315)، و"شرح مسکن الآثار" (3429).

”میری دونوں آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا ہے۔“

شعبہ بیان کرتے ہیں: قتادہ نے ابوالعالیہ سے چار احادیث سنی ہیں۔ وہ حدیث جو حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ وہ حدیث جو نماز کے بارے میں ہے اور یہ حدیث ”قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں“ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نقل کردہ حدیث وہ بیان کرتے ہیں: مجھے چند افراد نے یہ حدیث بیان کی جو پسندیدہ افراد تھے اور ان میں سے ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے اور وہ میرے نزدیک ان سب میں سے زیادہ پسندیدہ تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے یزید الدلانی کی نقل کردہ روایت امام احمد بن حنبل کے سامنے ذکر کی تو انہوں نے اسے غیر مستند سمجھتے ہوئے مجھے ڈانٹا اور بولے: یزید الدلانی کا کیا حق ہے کہ وہ قتادہ کے شاگردوں میں کسی کو داخل کرے امام احمد نے اس حدیث کو اہمیت نہیں دی۔

شرح

انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقض وضو نہیں ان کی آنکھیں سوتی ہیں دل جاگتے ہیں علاوہ نیند کے اور ناقض سے انبیاء علیہم السلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جاتا رہتا ہے بوجہ ان کی عظمت شان کے نہ بسبب نجاست کے کہ ان کے فضائل شریفہ طیب و طاہر ہیں جن کا کھانا پینا ہمیں حلال اور باعث برکت۔ (ردالمحتار)

203 - حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شَرِيحٍ الْجَنْصِيُّ، فِي آخِرِينَ، قَالُوا: حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، عَنِ الْوَضِيِّ بْنِ عَطَاءٍ، عَنْ مَحْفُوظِ بْنِ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَكَأُ السَّهِّ الْعَيْنَانِ، فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”شرم گاہ کا بندھن آنکھیں ہیں جو شخص سو جائے اسے از سر نو وضو کرنا چاہئے۔“

نیند کے ناقض وضو ہونے سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: نیند (۱) دو شرطوں سے ناقض وضو ہوتی ہے: اول یہ کہ دونوں سرین اس وقت خوب جمنے نہ ہوں دوسرے یہ کہ ایسی ہیئات پر سو یا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو بیکار اور ایک بھی کم ہے تو نہیں، مثلاً:

(۱) دونوں (۲) سرین زمین پر ہیں اور دونوں پاؤں ایک طرف پھیلے ہوئے کرسی کی نشست اور ریل کی تپائی بھی اس میں داخل ہے۔

اقول مگر (۳) یورپین ساخت کی کرسی جس کے وسط میں ایک بڑا سوراخ اسی مہمل غرض سے رکھا جاتا ہے اس سے مستثنیٰ ہے اس کی نشست مانع حدت نہیں ہو سکتی۔

(۲) دونوں سرین پر بیٹھا ہے اور گھٹنے کھڑے ہیں اور ہاتھ ساقوں پر محیط ہیں جسے عربیہ میں احتبا کہتے ہیں خواہ ہاتھ زمیں

وغیرہ پر ہوں اگرچہ سرگھٹنوں پر رکھا ہو۔ (۳) دوزانو بیٹھا ہو۔ (۴) چار زانو پالتی مارے یہ صورتیں خواہ زمین پر ہوں یا تخت یا چار پائی پر یا کشتی یا شہد ف یا شہری یا گاڑی کے کھولے میں۔ (۵) گھوڑے (۴) یا نچر وغیرہ پر زمین رکھ کر سوار ہے۔

(۶ و ۷) ننگی پیٹھ پر (۱) سوار ہے مگر جانور چڑھائی پر چڑھ رہا یا راستہ ہموار ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہذا وضو نہ جائیگا اگرچہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگرچہ (۲) دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹالی جائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ و مفتی بہ و صحیح و معتد ہے اگرچہ ہدایہ و شرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔ (۸) کھڑے کھڑے سو گیا۔ (۹) رکوع کی صورت پر۔

(۱۰) سجدہ مسنونہ مردان کی شکل پر کہ پیٹ رانوں اور رانیں ساقوں اور کلائیوں زمین سے جدا ہوں اگرچہ یہ قیام و بیہات رکوع و سجود غیر نماز میں ہو اگرچہ سجدہ کی اصلانیت بھی نہ ظاہر ہے کہ یہ تینوں صورتیں غافل ہو کر سونے کی مانع ہیں تو ان میں بھی وضو نہ جائے گا۔ (۱۱) اکڑوں (۱۲) بیٹھے سویا۔ (۱۳، ۱۴) چت یا پٹ یا کروٹ پر لیٹ کر۔ (۱۵) ایک کہنی پر تکیہ لگا کر۔ (۱۶) بیٹھ کر سویا مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا کہ ایک یا دونوں سرین اٹھے ہوئے ہیں۔ (۱۷) ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور جانور ڈھال میں اتر رہا ہے۔

اقول فقیر گمان کرتا ہے (۵) کہ کاٹھی بھی ننگی پیٹھ کے مثل ہے اور وہ یورپین وضع کی کاٹھیاں جن کے وسط میں اس لئے غلار کھتے ہیں مانع حدیث نہیں ہو سکتیں اگرچہ راہ ہموار ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۸) دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا ہے کہ دونوں سرین جمے نہ رہے ہوں۔ (۱۹) اسی طرح اگر چار زانو ہے اور سر رانوں یا ساقوں پر ہے۔ (۲۰) سجدہ غیر (۶) مسنونہ کی طور پر جس طرح عورتیں گھڑی بن کر سجدہ کرتی ہیں اگرچہ خود نماز یا اور کسی سجدہ مشروع یعنی سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر میں ہو ان دس صورتوں میں دونوں شرطیں جمع ہونے کے سبب وضو جاتا رہے گا اور جب اصل مناط ہٹا دیا گیا تو زیادہ تفصیل صور کی حاجت نہیں ان دونوں شرطوں کو غور کر لیں جہاں مجتمع ہیں وضو نہ رہے گا ورنہ ہے البتہ فتاویٰ امام قاضی خان میں فرمایا کہ نور (۷) کے کنارے اس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سونے سے بھی وضو جاتا رہتا ہے کہ اس کی گرمی سے مفصل ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۱، ص ۱، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

عادت سے ثابت ہونے والی چیز یقین کی طرح ہے۔ قاعدہ فقہیہ

وَالثَّابِتُ عَادَةٌ كَالْمُتَيَقِّنِ بِهِ (ہدایہ)

جو چیز عادت کے طور پر ثابت ہو وہ اس چیز کی طرح ہے جو یقین سے ثابت ہو۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے۔ کہ جس طرح عادت نیند میں وضو کا مسئلہ ہے۔ یعنی مفصل کا ڈھیلہ ہو جانا یہ عادت سے ثابت ہے۔ اور مفصل جب ڈھیلے ہو جائیں تو اس وقت

سونے والے کو پتہ نہیں چلتا کہ ہوا خروج ہوئی ہے یا نہیں۔ اگر ہوا خارج ہو بھی جائے تو وہ تب بھی نہیں جانتا۔ لہذا اس جہل کی بناء پر اسے ناقض وضو قرار دیا گیا تاکہ جہل ختم کر دیا جائے اور یہ یقین کر لیا جائے کہ اس حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

قاعدہ فقہیہ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نیند سے وضو ٹوٹنے کیلئے قابل اعتماد قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ استرخاء مفصل اپنی انتہاء کو پہنچ جائے اور مقعد بھی زمین پر ٹکی ہوئی نہ ہو، اختلاف و اشتباہ کی صورت میں ایسا ہی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے مگر بعداً نے اس قاعدہ کلیہ سے نماز میں غیر مسنون طور پر سجدہ کی حالت میں نیند کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

قبہ فقہ کے سبب وضو کے ٹوٹ جانے کا فقہی بیان

حضرت معبد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے اس وقت ایک نابینا نماز پڑھنے آیا وہ ایک گڑھے میں گر گیا تو نمازی ہنسنے لگے حتیٰ کہ انہوں نے قبہ لگا دیا۔ نبی کریم ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تم میں سے جو قبہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں دہرائے۔ (سنن دارقطنی، ۶۱۱، تحقیق ابن جوزی، ۲۳۹، خلافت بنی ج، ۱، ص ۸۲، ابن حبان، طبرانی، ابوداؤد و تشریف استادھا) امام دارقطنی ۶۸ مختلف اسناد سے احادیث لائے ہیں جن کا مفاد یہ ہے کہ قبہ فی الصلوٰۃ میں نماز و وضو کا اعادہ ہے جبکہ خشک میں وضو نہیں۔ عن جابر قال ليس في الضحك وضوء۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خشک میں وضو نہیں۔ (سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۱۷۲، ابوداؤد المعرفہ بیروت) ہمارے نزدیک قبہ ناقض وضو اور ناقض صلوٰۃ دونوں ہے۔ اس کی دلیل مذکورہ حدیث اور اسی طرح ایک حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ سات چیزوں کے سبب وضو کا اعادہ کیا جائے ان میں سے ایک نماز میں قبہ ہے۔ علمائے اصول حدیث نے اس حدیث کو مرسل اور مسند تسلیم کیا ہے۔ اور فقہاء احناف اور جمہور کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے۔ اور جو روایت مسند ہے وہ حضرت عبداللہ بن عمر، معبد خزاعی، ابو ہریرہ، جابر، انس، عمران بن حصین اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم صحابہ کرام ہیں۔ اور علمائے تخریج نے اسناد کے تمام طرق بیان کیے ہیں۔ (شرح الوقایہ، ج ۱، ص ۳۱، بیروت)

قبہ کے ناقض وضو ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب

امام مالک و امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبہ ناقض وضو نہیں ہے۔ کیونکہ قبہ سے کوئی نجاست خارج نہیں ہوتی۔ ان ائمہ کا استدلال اس حدیث سے بھی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نماز میں ہنستا ہے انہوں نے کہا وہ شخص نماز دہرائے وضو نہ دہرائے۔ (معرفۃ السنن والآثار، ج ۱، ص ۲۳۲، دارالکتب العلمیہ بیروت)

ان ائمہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور نماز سے باہر آپ بھی قبہ کو حدیث نہیں مانتے۔ لہذا اسی طرح یہ نماز میں بھی حدیث نہیں ہوگا اور جب حدیث نہیں تو ناقض وضو بھی نہیں۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے ہماری ذکر کردہ حدیث قوی ہے جو امام شافعی و امام مالک کے موقف پر بیان کردہ اثر اور

ان کے قیاس سے زیادہ قوی ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ قہقہہ ناقض نماز اور ناقض وضو ہے۔ اور دونوں کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔ علامہ محمود بخاری ابن مازہ لکھتے ہیں۔ قہقہہ جب خارج نماز ہو تو وہ ناقض وضو نہیں کیونکہ قہقہہ کا ناقض وضو ہونا حدیث سے سمجھا گیا ہے۔ جو کہ قیاس کے خلاف ہے کیونکہ قیاس تو یہ چاہتا ہے کہ وضو اسی وقت ٹوٹتا ہے جب خروج نجاست پایا جائے جو قہقہہ میں نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حالت نماز میں انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کرتا ہے جس میں تعظیم واجب ہے لہذا قہقہہ بارگاہ میں حدث ہوگا کیونکہ اس حالت میں تعظیم کے خلاف ہے۔

نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قہقہہ ناقض وضو نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں قہقہہ صلوٰۃ مطلق کیلئے ناقض وضو وارد ہوا ہے جبکہ نماز جنازہ صلوٰۃ مطلقہ نہیں۔ نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت میں قیاس کریں گے کہ خروج نجاست ہوگا تو وضو ٹوٹے گا ورنہ نہیں (المحیط البرہانی فی الفقہ العثماني، ج ۱ ص ۴۰، بیروت)

بَابُ فِي الرَّجُلِ يَطَأُ الْأَذَى بِرَجْلِهِ

باب: اگر آدمی گندگی کو پاؤں کے نیچے دے کر آئے

204 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَابْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ، عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنِي شَرِيكٌ، وَجَرِيرٌ، وَابْنُ إِدْرِيسَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: كُنَّا لَا نَتَوَضَّأُ مِنْ مَوْطِيٍّ وَلَا نَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ: إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي مُعَاوِيَةَ فِيهِ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ شَقِيقٍ، عَنْ مَسْرُوقٍ، أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَقَالَ هَنَّادُ، عَنْ شَقِيقٍ، أَوْ حَدَّثَهُ عَنْهُ. حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ (گندگی پر) چل کر آنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے اور ہم (نماز کے دوران) بال یا کپڑے نہیں سمیٹتے تھے۔

ابراہیم بن ابومعاویہ بیان کرتے ہیں: یہ روایت اعمش کے حوالے سے شقیق کے حوالے سے مسروق سے منقول ہے یا انہوں نے ان کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہناد کہتے ہیں: یہ روایت شقیق کے حوالے سے منقول ہے یا انہوں نے ان کے حوالے سے انہیں یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

بَابُ مَنْ يُحْدِثُ فِي الصَّلَاةِ

باب: جو شخص نماز کے دوران بے وضو ہو جائے

205 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ بْنُ عَبْدِ الْحَمِيدِ، عَنْ عَاصِمِ الْأَخْوَلِ، عَنْ عِيْسَى بْنِ حِطَّانَ، عَنْ مُسْلِمِ بْنِ سَلَامٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ طَلْحَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَنَّمُ: إِذَا فَسَأَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ، فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِّ الصَّلَاةَ
 ﴿۱۰﴾ حضرت علی بن طلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب نماز کے دوران کسی شخص کی ہوا خارج ہو جائے تو اسے (نماز چھوڑ کر) واپس چلے جانا چاہئے وضو کرنا چاہئے اور دوبارہ نماز ادا کرنی چاہئے۔“

نماز میں بناء کرنے کی شرائط کا بیان

علامہ علاء الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ بناء کے لئے تیرہ شرطیں ہیں۔ اگر ان میں ایک شرط بھی معدوم ہو بنا جائز نہیں۔
 حدث موجب وضو ہو، اس کا وجود نادر نہ ہو وہ حدث سماوی ہو یعنی نہ وہ بندہ کے اختیار سے ہو نہ اس کا سبب وہ حدث اس کے بدن سے ہو اس حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کیا ہو نہ بغیر عذر بقدر ادا کئے رکن ٹھہرا ہو نہ چلتے میں رکن ادا کیا ہو۔ کوئی فعل منافی نماز جس کی اسے اجازت نہ تھی نہ کیا ہو۔ کوئی ایسا فعل کیا ہو جس کی اجازت تھی تو بغیر ضرورت بقدر منافی زائد نہ کیا ہو، اس حدث سماوی کے بعد کوئی حدث سابق ظاہر نہ ہوا ہو، حدث کے بعد صاحب ترتیب کو قضا نہ یاد آئی ہو، مقتدی ہو تو امام کے فارغ ہونے سے پہلے دوسری جگہ ادا نہ کی ہو، امام تھا تو ایسے کو خلیفہ نہ بنایا ہو جو لائق امامت نہیں (در مختار، مالکیری)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اگر وہ حدث سماوی نہ ہو خواہ اس مصلی کی طرف سے ہو کہ قصد اس نے اپنا وضو توڑ دیا (مثلاً بھر منہ قے کر دی یا نکسیر توڑ دی یا پھڑیا دبا دی کہ اس سے مواد بہایا گھٹنے میں پھڑیا تھی اور سجدہ میں گھٹنوں پر زور دیا کہ یہی) خواہ دوسرے کی طرف سے ہو مثلاً کسی نے اس کے سر پر پتھر مارا کہ خون نکل کر بہ گیا یا کسی نے اس کی پھڑیا دبا دی اور خون بہہ گیا یا چھت سے اس پر کوئی پتھر گرا اور اس کے بدن سے خون بہا وہ پتھر اگر خود بخود گرا یا کسی کے چلنے سے تو ان سب صورتوں میں سرے سے پڑھے بنا نہیں کر سکتا۔ یونہی اگر درخت سے پھل گرا جس سے یہ زخمی ہو گیا اور خون بہایا پاؤں میں کاٹا چبھا یا سجدہ میں پیشانی میں چبھا اور خون بہایا بھڑنے کاٹا اور خون بہا تو بنا نہیں ہو سکتی۔ (مالکیری رد المحتار)

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ امام کو حدث ہوا پچھلی صف میں سے کسی کو خلیفہ کر کے مسجد سے باہر ہو گیا اگر خلیفہ نے فوراً ہی امامت کی نیت کر لی تو جتنے مقتدی اس خلیفہ سے آگے ہیں سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ اس صف میں جو داہنے بائیں ہیں یا اس صف سے پیچھے ان کی اور امام اول کی فاسد نہ ہوئی اور اگر خلیفہ نے یہ نیت کی کہ امام کی جگہ پہنچ کر امام ہو جاؤں گا اور امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے امام باہر ہو گیا تو سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ امام کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ کسی اور کو اور جو مسبوق ہی کو خلیفہ بنائے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے اور قبول کر لیا تو ہو گیا۔ مسبوق کو خلیفہ بنا ہی دیا تو جہاں سے امام نے ختم کیا ہے مسبوق وہیں سے شروع کرے رہا یہ کہ مسبوق کو کیا معلوم کہ کیا باقی ہے لہذا امام اسے اشارے سے بتا دے مثلاً ایک رکعت باقی ہے تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو ہوں تو دو سے، رکوع کرنا ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ کیلئے پیشانی پر، قرأت کیلئے منہ پر، سجدہ تلاوت کیلئے پیشانی و زبان پر، سجدہ سہو کیلئے سینہ پر رکھے اور اس مسبوق کو معلوم ہو تو اشارے کی کوئی حاجت نہیں۔

بَابُ فِي الْمَذْيِ

باب: مذی کا حکم

206 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُمَيْدٍ الْحَذَّائِيُّ، عَنِ الزَّكِيِّ بْنِ الرَّبِيعِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ قَبِيصَةَ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ رَجُلًا مَذَّاءً فَجَعَلْتُ أَغْتَسِلُ حَتَّى تَشَقَّ ظَهْرِي، فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَوْ ذَكَرَ لَهُ - فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْعَلْ إِذَا رَأَيْتَ الْمَذْيَ فَاغْسِلْ ذَكَرَكَ، وَتَوَضَّأْ وَضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ، فَإِذَا فَضَخْتَ الْمَاءَ فَاغْتَسِلْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک ایسا شخص تھا جس کی مذی بکثرت خارج ہوتی تھی۔ میں غسل کیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ چیز میرے لئے پریشانی کا باعث بنی۔ میں نے اس صورت حال کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس صورت حال کا ذکر کیا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ایسا نہ کرو جب تم مذی دیکھو (یعنی جب مذی خارج ہو) تو تم اپنی شرم گاہ کو دھو کر نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیا کرو اور جب تم شدت سے پانی نکالو (یعنی جب منی خارج ہو) تو تم غسل کیا کرو۔

207 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ الْبُقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَمَرَهُ أَنْ يُسَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ الرَّجُلِ إِذَا دَنَا مِنْ أَيْلِهِ، فَخَرَجَ مِنْهُ الْمَذْيُ، مَاذَا عَلَيْهِ؟ فَإِنَّ عِنْدِي ابْنَتَهُ وَأَنَا أَسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَهُ، قَالَ الْبُقْدَادُ: فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ ذَلِكَ فَلْيَنْطَخْ فَرْجَهُ، وَلْيَتَوَضَّأْ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ.

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کریں جو اپنی بیوی کے قریب ہوتا ہے تو اس کی مذی خارج ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص پر کیا لازم ہوگا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی صاحب زادی میری اہلیہ ہیں تو مجھے خود نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضرت مقداد بیان کرتے ہیں: میں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص کو یہ صورت حال پیش آئے تو وہ اپنی شرم گاہ پر پانی چھڑک لے (یعنی اسے دھو لے) اور نماز کے وضو کی طرح وضو کرے۔

208 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ لِلْبُقْدَادِ وَذَكَرَ نَحْوَ هَذَا قَالَ فَسَأَلَهُ الْبُقْدَادُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَغْسِلَ ذَكَرَهُ وَأَنْثَتَيْهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الثَّوْرِيُّ وَجَمَاعَةٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْبُقَدَادِ، عَنْ عَلِيٍّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

عروہ بیان کرتے ہیں: حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا: اس کے بعد انہوں نے اس کی مانند روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے اپنی شرم گاہ اور خیمے دھولینے چاہئیں۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ثوری اور ایک جماعت نے ہشام کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔)

209 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَدِيثٍ حَدَّثَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: قُلْتُ لِلْبُقَدَادِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ وَجَمَاعَةٌ، وَالثَّوْرِيُّ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَرَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَذْكُرْ أَنْثَى.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: میں نے مقداد سے کہا: اس کے حسب سابق حدیث ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت مفصل بن فضالہ اور ثوری اور ابن عیینہ نے ہشام کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔)

ابن اسحاق نے یہ روایت ہشام بن عروہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے اور انہوں نے خیموں کا ذکر نہیں کیا۔

210 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ يَعْنِي ابْنَ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُبَيْدٍ بْنِ السَّبَّاقِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ، قَالَ: كُنْتُ أَلْقَى مِنَ الْمَذْيِ شِدَّةً، وَكُنْتُ أُكْرِثُ مِنَ الْإِغْتِسَالِ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِنَّمَا يُجْزِيكَ مِنْ ذَلِكَ الْوُضُوءُ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَكَيْفَ يَمَازِيصُ ثَوْبِي مِنْهُ؟ قَالَ: يَكْفِيكَ بَأَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، فَتَنْضَحَ بِهَا مِنْ ثَوْبِكَ، حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَهُ.

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے مذی کے خروج کی وجہ سے مشکل کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور مجھے اس کی وجہ سے بکثرت غسل کرنا پڑتا تھا۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے لئے تمہارے لئے وضو کرنا کافی ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میرے کپڑے پر وہ لگ جائے تو پھر میں کیا کروں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ جہاں تم اسے اپنے کپڑے پر لگاؤ محسوس کرو۔ وہاں پانی کا چلو

لے کر اس پر چھڑک دو۔

211 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ يَعْنِي ابْنَ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَتِيهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَعْدِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُوجِبُ الْغُسْلَ، وَعَنِ الْمَاءِ يَكُونُ بَعْدَ الْمَاءِ فَقَالَ: ذَاكَ الْمَذَى، وَكُلُّ فَحْلٍ يَنْذِي، فَتَغْسِلُ مِنْ ذَلِكَ فَرْجَكَ وَأَنْثَيْنِكَ، وَتَوَضَّأُ وَضُوءِيكَ لِلصَّلَاةِ

حضرت عبداللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سی چیز غسل کو لازم کرتی ہے اور اس بارے میں دریافت کیا: پانی کے بعد جو پانی نکلتا ہے (یعنی پیشاب کے بعد جو مواد خارج ہوتا ہے) نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ مذی ہوتی ہے۔ ہر مرد کی مذی خارج ہوتی ہے تم اپنی شرم گاہ اور خسیوں کو دھو لو اور نماز کے وضو کی طرح وضو کر لو۔

212 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ بَكَّارٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ الْحَارِثِ، عَنْ حَرَامِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَتِيهِ، أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَجِلُّ لِي مِنْ أَمْرَاتِي وَهِيَ حَائِضٌ؟ قَالَ: لَكَ مَا فَوْقَ الْإِزَارِ، وَذَكَرَ مُوَاطَّئَةَ الْحَائِضِ أَيْضًا، وَسَاقَ الْحَدِيثَ

حرام بن حکیم اپنے چچا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: جب میری بیوی حیض کی حالت میں ہو تو اس کے (جسم کے کون سے حصے سے لطف حاصل کرنا) میرے لئے حلال ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: تہبند کے اوپر کے حصے کی تمہیں اجازت ہے۔

اس کے بعد راوی نے حیض والی عورت کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا ذکر کیا اور پوری حدیث بیان کی۔

213 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْيَزَنِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعْدِ الْأَعْطَشِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَائِدٍ الْأَزْدِيِّ، قَالَ: هِشَامٌ وَهُوَ ابْنُ قُرَيْطٍ - أَمِيرُ حَنْصَ - عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَمَّا يَجِلُّ لِلرَّجُلِ مِنْ أَمْرَاتِهِ وَهِيَ حَائِضٌ؟ فَقَالَ: مَا فَوْقَ الْإِزَارِ وَالتَّعَفُّفُ عَنْ ذَلِكَ أَفْضَلُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَيْسَ هُوَ، يَعْنِي: الْحَدِيثَ بِالْقَوِي

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ جب آدمی کی بیوی حیض کی حالت میں ہو تو آدمی کے لئے کیا چیز جائز ہوتی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تہبند کے اوپر کا حصہ اور بچنا زیادہ فضیلت رکھتا

212 - حدیث صحیح، وهذا اسناد حسن، ہارون بن محمد بن بکار صدوق، وباقی رجالہ ثقات، حرام بن حکیم، وهو حرام بن معاویہ، کان معاویہ بن صالح یقولہ علی الوجہین، وروہم من جعلہما اثین، قال ابن حجر فی "التقریب": ثقة، واخرجه الترمذی (133)، وابن ماجہ (1378) من طریق معاویہ بن صالح، عن العلاء بن الحارث، بهذا الاسناد، وهو مطولاً فی "مسند احمد" (19007).

ہے۔ (امام ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت قوی نہیں ہے۔)

مذی اور ودی میں غسل لازم نہ ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ مجھے مذی سے سختی اور تکلیف پہنچتی تھی اس لئے میں بار بار غسل کرتا تھا پس میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا اور اس کا حکم پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو کرنا ہی کافی ہے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر وہ کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی کا ایک چلو لے کر اس جگہ چھڑک دو جہاں پر وہ لگی ہو ابو یحییٰ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ہمیں علم نہیں کہ محمد بن اسحاق کے علاوہ بھی اس طرح کی کوئی حدیث کسی نے روایت کی ہو اور اختلاف کیا ہے۔

اہل علم نے مذی کے بارے میں کہ اگر مذی کپڑوں کو لگ جائے تو بعض اہل علم کے نزدیک اس کا دھونا ضروری ہے یہی قول امام شافعی اور اسحاق کا ہے اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس پر پانی کے چھینٹے مار دینا ہی کافی ہے اور امام احمد فرماتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ پانی چھڑکنا ہی کافی ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر ۱۱۰)

علامہ علاؤ الدین کا سانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ مذی اور ودی میں غسل نہیں ودی میں غسل اس لئے نہیں ہے کیونکہ وہ پیشاب کا بقیہ ہے اور مذی کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایسا مرد ہوں جسے مذی آتی ہے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا آتی ہے کیونکہ ان کی بیٹی میرے نکاح میں ہے تو انہوں نے حضرت مقداد بن اسود کو حکم دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر مرد کو مذی آتی ہے اور اس میں وضو ہے۔ یہ حدیث مذی پر وضو کے لزوم پر نص ہے۔ اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ غسل کی نفی کو بیان کرنے والی ہے کیونکہ مذی کثیر الوقوع ہے اور اس کی علت اس حکم سے بھی واضح ہے "کل فعل یذی" ہے۔ (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۷۳، بیروت)

بَابُ فِي الْإِكْسَالِ

باب: اکسال (یعنی انزال کے بغیر صحبت کرنا)

214 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْحَارِثِ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، حَدَّثَنِي بَعْضُ مَنْ أَرْضَى، أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ أَبِي بَنٍ كَعْبٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ ذَلِكَ رُخْصَةً لِلنَّاسِ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لِقَلَّةِ الثِّيَابِ، ثُمَّ أَمَرَ بِالْغُسْلِ، وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: يَغْنِي الْمَاءُ مِنَ الْمَائِ

ابن شہاب بیان کرتے ہیں: بعض ایسے حضرات نے جن سے میں راضی ہوں مجھے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت سہل

بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ بات بتائی کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو یہ رخصت ابتدائے اسلام میں دی تھی کیونکہ ان کے پاس کپڑے کم ہوتے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا اور اس سے منع کر دیا (جو آپ ﷺ نے پہلے اجازت دی تھی)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے مراد یعنی پانی سے پانی (لازم ہونا یعنی صرف منی کے خارج ہونے کی صورت میں غسل کرنا لازم ہونا محض صحبت کرنے کی وجہ سے غسل لازم نہ ہونا)

215 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْبَزَّازُ الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ الْحَلَبِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ غَسَّانٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، حَدَّثَنِي أَبِي بْنُ كَعْبٍ، أَنَّ الْفُتَيَّا الَّتِي كَانُوا يَفْتُونَ، أَنَّ الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ كَانَتْ رُخْصَةً رَخَّصَهَا رَسُولُ اللَّهِ فِي بَدْءِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ أَمَرَ بِأَلَّا غُتْسَالَ بَعْدُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ بتایا کہ لوگ جو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ پانی صرف پانی کی وجہ سے لازم ہوتا ہے یہ وہ رخصت تھی جو نبی اکرم ﷺ نے ابتدائے اسلام میں دی تھی۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے غسل کرنے کا حکم دیا۔

216 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْفَرَايِدِيُّ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، وَشُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا قَعَدَ بَيْنَ شُعْبَيْهَا الْأَرْبَعِ، وَالزُّقَّ الْخِثَّانَ بِالْخِثَّانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب (شوہر) بیوی کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور شرم گاہ شرم گاہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔“

217 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَاءُ مِنَ الْمَاءِ وَكَانَ أَبُو سَلَمَةَ يَفْعَلُ ذَلِكَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”پانی سے پانی لازم ہوتا ہے۔“

ابوسلمہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

غسل فرض ہونے کے اسباب کا بیان

حیض و نفاس کی تفصیل آگے الگ بیان میں درج ہے اور جنابت کی تفصیل یہ ہے جنابت کے دو سبب ہیں پہلا سبب منی کا شہوت سے کود کر بغیر دخول کے نکلنا خواہ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا کسی خیال و تصور سے یا احتلام یا جلق (یعنی ہاتھوں سے حرکت دے کر) سے نکلے سوتے میں یا جاگتے میں۔ جالت ہوش میں ہو یا بیہوشی میں۔ مرد سے نکلے یا عورت سے۔ ان سب سورتوں میں اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔ اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اٹھے اور اگر جسم یا کپڑے پر تری دیکھے تو اگر اس کو احتلام یاد ہو تو اس پر غسل فرض ہوگا اور اگر احتلام یاد نہ ہو مگر منی کا یقین ہو تو بھی غسل فرض ہے۔ اور غزی کا یقین ہو تو غسل فرض نہیں۔ اگر مرد یا عورت سو کر اٹھے اور احتلام اور لذت یاد ہے لیکن تری نہ پائے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ رات کو خاند و بیوی کسی بچھونے پر سوئے تھے اور اس بچھونے پر منی پائی جائے اور دونوں میں کسی کو احتلام یاد نہ ہو اور دونوں اپنی اپنی منی ہونے کا نکار کریں اور مرد و عورت کی منی کی تمیز کی علامت بھی نہ پائی جاتی۔ تو دونوں پر غسل واجب ہوگا۔ اگر مرد کی منی کی علامت ہے تو صرف مرد پر غسل واجب ہوگا اور اگر عورت کی منی کی علامت ہے تو عورت پر واجب ہوگا اور اگر احتلام یاد ہے تو اسی پر ہوگا جس کو یاد ہے۔ دوسرے پر واجب نہیں اور اگر منی خشک ہے اور اس بستر پر پہلے کوئی دوسرا سو یا تھا اور ان میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں تو دونوں پر غسل واجب نہیں۔

مرد کی منی کی علامات یہ ہیں۔

۱۔ سختی (گاڑھا ہونا)

۲۔ جنابت کا دوسرا سبب دخول ہے۔ یعنی زندہ عورت کے فرج کے مقام یا زندہ عورت یا مرد کے پاخانہ کے مقام میں (یہ بہت گناہ کا کام ہے اور اس کی سختی سے ممانعت آئی ہے) سر ذکر کے داخل ہو جانے سے خواہ انزال ہے یا نہیں۔ فائل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے جبکہ دونوں مکلف ہوں یا ان میں سے جو مکلف ہو اس پر غسل فرض ہوگا۔ (زبدۃ الفقہ، کتاب طہارت)

غسل میں کلی اور استثنائ کی فرضیت کا بیان

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا فرض ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ وضو میں چہرے کو دھونا مامور بہ ہے جس پر مواجہت واقع ہے۔ جبکہ مواجہت منہ اور ناک میں داخل نہیں اور غسل میں تمام بدن کو مبالغہ کے ساتھ دھونا مامور بہ ہے۔ جیسا کہ حکم ہے "وَانْكَثَمْ جَنْبَا فَاَطْفِئْهُمَا" پس جس چیز کے دھونے میں حرج ہے وہ اس حکم سے ساقط ہو جائے گی جیسے آنکھ میں پانی ڈالنا کیونکہ اس میں حرج ہے اور جس چیز میں حرج نہ ہو وہ دھونے کے حکم میں باقی ہوگی۔ جیسے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا کیونکہ ان میں پانی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ان دونوں کو بطور عادت و عبادت دھویا جائے گا جبکہ یہ حکم وضو کیلئے نفل ہوگا اور ان دونوں کا غسل میں دھونا فرض ہوگا کیونکہ نجاست حقیقہ کا دھونا فرض ہے اور نص کا حکم ان دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الوکایہ، ج ۱، ص ۳۳، مکتبہ الشامیہ الاسلامیہ)

امام دارقطنی لکھتے ہیں: حضرت ابن سیرین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنابت میں تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنے کا حکم دیا۔ اس حدیث میں استثناء کا حکم دیا گیا ہے جس کا تقاضا اثبات فرض ہے۔ اور کلی کرنا اسے مواجہت کے اعتبار سے دیکھیں تو یہ دونوں ایک حکم میں ہیں لہذا اس سے ثابت ہوا کہ یہ دونوں غسل میں فرض ہیں۔ (سنن دارقطنی، ج ۱، ص ۱۱۵، دار المعرفۃ بیروت)

علامہ ابن مازہ محمود بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یہ دونوں غسل میں فرض ہیں اور وضو میں سنت ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر بال کے نیچے جنابت ہے اور بال اور جلد کو دھوؤ۔ ناک میں بال

ہیں اور منہ میں جلد ہے۔ ابن عربی نے بشرہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ جلد جس کو کھینچنے سے تکلیف پہنچے۔ اور اس لئے بھی ناک اور منہ دونوں عضو ہیں اور بغیر حرج کے ان تک پانی پہنچانا بھی ممکن ہے۔ غسل جنابت تمام بدن کی طہارت کا نام ہے۔ جو حکم قرآن (فاطہ روا) اور بدن اس چیز کا نام ہے جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہو۔ اور غسل کا سقوط صرف وہاں ہے جہاں پانی کا پہنچانا ممکن نہ ہو۔ وہ بھی امکان ضرورت کی وجہ سے ہے اور یہ دونوں اعضاء ایسے ہیں جہاں تک پانی پہنچانا ممکن ہے۔ اور ان دونوں کے غسل کو ساقط کرنے کی ضرورت نہیں (المحیط البرہانی فی الفقہ الحنفی، ج ۱، ص ۵۰، بیروت)

بشرہ کی تعریف کا بیان

وہ جلد جس کو کھینچنے سے بدن کو تکلیف پہنچے۔ بشرہ کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ ظاہری بدن کا وہ حصہ جس کو کھینچنے سے درد یا تکلیف کا احساس ہو وہ بدن کی تعریف میں آتا ہے۔ اور اس کا دھونا فرض ہے۔

بَابُ فِي الْجَنْبِ يَعُودُ

باب: جنبی شخص کا دوبارہ صحبت کرنا

218 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ الطَّوِيلُ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ فِي غُسْلٍ وَاحِدٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَكَذَا رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَمَعْمَرٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَصَالِحُ بْنُ أَبِي الْخَضِرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، كُلُّهُمْ عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میں اپنی تمام ازواج کے ساتھ (وظیفہ زوجیت ادا کرنے کے بعد) ایک ہی مرتبہ غسل کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ہشام بن زید نے انس اور معمر کے حوالے سے قتادہ کے حوالے سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسی طرح نقل کی ہے جبکہ صالح بن ابوالخضر نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے ان تمام حضرات نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی ہے۔

بَابُ الْوُضُوءِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَعُودَ

باب: جو شخص دوبارہ صحبت کرنا چاہتا ہو اس کا وضو کرنا

219 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ عَمَّتِهِ سَلَمَى، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَافَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى نِسَائِهِ، يَغْتَسِلُ عِنْدَ بَيْتِهِ وَعِنْدَ بَيْتِهِ، قَالَ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَلَا تَجْعَلُهُ غُسْلًا وَاحِدًا، قَالَ: هَذَا أَرْكَى وَأَطْيَبُ وَأَطْهَرُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ أَنَسٍ أَصَحُّ مِنْ هَذَا

❁❁ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک ہی دن میں اپنی تمام ازدواجی کے پاس تشریف لے جاتے تھے (اور وظیفہ زوجیت ادا کرتے تھے) نبی اکرم ﷺ ان میں سے ہر خاتون کے پاس غسل کرتے تھے۔
 راوی بیان کرتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ایک ہی مرتبہ (آخر میں) غسل نہیں کرتے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ طریقہ زیادہ پاکیزہ بہتر اور زیادہ طہارت والا ہے۔
 (امام ابوداؤد بخاری فرماتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے۔)

220 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ. حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ. عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَخُوْلٍ. عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا آتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ. ثُمَّ بَدَأَ لَهُ أَنْ يُعَاوِدَ. فَلْيَتَوَضَّأْ بَيْنَهُمَا وَضُوءًا

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ محبت کرے اور پھر اسے یہ مناسب لگے کہ وہ دوبارہ یہ عمل کرے تو اسے ان دونوں کے درمیان ایک مرتبہ وضو کر لینا چاہئے۔“

بَابُ فِي الْجُنُبِ يَنَامُ

باب: جنبی شخص کا سوجانا

221 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. عَنْ مَالِكٍ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ. أَنَّهُ قَالَ: ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ تُصِيبُهُ الْجَنَابَةُ مِنَ اللَّيْلِ. فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ. ثُمَّ نَمْ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا کہ انہیں رات کے وقت جنابت لاحق ہو جاتی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم وضو کر کے اپنی شرم گاہ کو دھو کر سو جاؤ۔

بَابُ الْجُنُبِ يَأْكُلُ

باب: جنبی شخص کا کھانا پینا

222 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ. قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ الزُّهْرِيِّ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ.

222 - اسادہ صحیح. سفیان: ہوا بن عینہ، والزہری: ہوا بن محمد بن مسلم، وابو سلمہ: ہوا بن عبدالرحمن بن عوف. و آخر حہ مسلمہ (305)
 (21)، والنسائی فی "الکبیری" (8995)، وابن ماجہ (584) من طریق اللیث، عن الزہری، بیہذا الاسناد. و آخر حہ البخاری (286) من طریق یحییٰ بن ابی کثیر، عن ابی سلمہ، بہ. و آخر حہ البخاری (288) من طریق عروہ بن الزبیر، عن عائشہ. و ہو فی "مسند احمد" (24083)، و "صحیح ابن حبان" (1217)

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّأَ وَضُوءِيَّهِ لِلصَّلَاةِ.
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے تو آپ ﷺ نماز کے وضو کی طرح وضو کر لیتے تھے۔

223 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَرَّازُ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ، زَادَ: وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، فَجَعَلَ قِصَّةَ الْأَكْلِ قَوْلَ عَائِشَةَ مَقْصُورًا، وَرَوَاهُ صَالِحُ بْنُ أَبِي الْأَخْضَرِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، أَوْ أَبِي سَلَمَةَ، وَرَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَمَا قَالَ ابْنُ الْمُبَارَكِ
 یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ زہری کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

جب آپ ﷺ جنابت کی حالت میں کچھ کھانے کا ارادہ کرتے تو آپ ﷺ دونوں ہاتھ دھو لیتے تھے۔
 (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت ابن وہب نے یونس کے حوالے سے نقل کی ہے اور انہوں نے کھانے کا واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر مقصور طور پر نقل کیا ہے۔

صالح بن ابوالخضر نے یہ روایت زہری کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح ابن مبارک نے بیان کی ہے البتہ انہوں نے یہ کہا ہے یہ روایت عروہ یا شاید ابوسلمہ کے حوالے سے منقول ہے۔

یہ روایت امام اوزاعی نے یونس کے حوالے سے زہری کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح نقل کی ہے جس طرح ابن مبارک نے نقل کی ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ: يَتَوَضَّأُ الْجُنُبُ

باب: جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ جنبی شخص وضو کرے گا

224 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَنَامَ، تَوَضَّأَ تَعْنِي وَهُوَ جُنُبٌ
 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب کچھ کھانا ہوتا یا سونا ہوتا تو آپ ﷺ وضو کر لیتے تھے۔ سیدہ عائشہ کی مراد یہ تھی کہ جب نبی اکرم ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔

225 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَبَّادُ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ الْخُرَّاسَانِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِلْجُنُبِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ أَوْ نَامَ، أَنْ يَتَوَضَّأَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: بَيْنَ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، وَعَبَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ رَجُلٌ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي تَالِبٍ، وَابْنُ عُمَرَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَالْجُنُبُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ تَوَضَّأَ ﴿﴾ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جنبی شخص کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ جب وہ (جنابت کی حالت میں) کچھ کھانے یا پینے کا ارادہ کرے تو وہ وضو کر کے (یہ اعمال کر سکتا ہے)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں یحییٰ بن عمر نامی راوی اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک اور شخص بھی ہے۔

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جنبی شخص جب کھانے کا ارادہ کرے تو وہ وضو کر لے۔

بَابُ فِي الْجُنُبِ يُؤَخِّرُ الْغُسْلَ

باب: جنبی شخص کا غسل کو مؤخر کر دینا

226 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَا: حَدَّثَنَا بُرْدُ بْنُ سِنَانٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ، عَنْ غُضَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ أَوْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رَبَّنَا اغْتَسَلَ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ، وَرَبَّنَا اغْتَسَلَ فِي آخِرِهِ. قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ: أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ أَمْ فِي آخِرِهِ؟ قَالَتْ: رَبَّنَا أَوْتَرُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ وَرَبَّنَا أَوْتَرُ فِي آخِرِهِ. قُلْتُ: اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً قُلْتُ: أَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْهَرُ بِالْقُرْآنِ أَمْ يَخْفُفُ بِهِ؟ قَالَتْ: رَبَّنَا جَهَرَ بِهِ وَرَبَّنَا خَفَّتْ، قُلْتُ اللَّهُ أَكْبَرُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

﴿﴾ غضیف بن حارث بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں آپ ﷺ کیا کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں غسل جنابت کرتے تھے یا آخری حصے میں کرتے تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض اوقات آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں کر لیتے تھے اور بعض اوقات آخری حصے میں غسل کرتے تھے تو میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے میں نے دریافت کیا: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں آپ ﷺ کیا کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں و تراوا کرتے تھے یا آخری حصے میں ادا کرتے تھے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بعض اوقات آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصے میں و تراوا کر لیتے تھے

226- اسنادہ صحیح، معتمر: هو ابن سليمان، واسماعيل بن ابراهيم: هو ابن غلبة. واخرجه النسائي في "الكبرى" (221)، وابن ماجه (1354) من طرق عن برد بن مسان، بهذا الاسناد. ورواية النسائي مختصرة بالسؤال عن الغسل، ورواية ابن ماجه مختصرة بالسؤال عن قراءة القرآن. وهو في "مسند احمد" (24202)، و"صحیح ابن حبان" (2447) و(2582). وانظر ماسنائی برقم (1437).

اور بعض اوقات آخری حصے میں ادا کرتے تھے تو میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے پھر میں نے کہا: نبی اکرم ﷺ کے بارے میں آپ ﷺ کیا کہتی ہیں: نبی اکرم ﷺ بلند آواز میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے یا پست آواز میں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ بعض اوقات بلند آواز میں تلاوت کرتے تھے اور بعض اوقات پست آواز میں بھی کر لیتے تھے میں نے کہا: اللہ اکبر ہر طرح کی حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے جس نے اس معاملے میں گنجائش رکھی ہے۔

221 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمِرِيُّ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُذَرِّكِ. عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نَجِيٍّ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ وَلَا كَلْبٌ وَلَا جُنُبٌ ﴿﴾ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتاب یا جنبی شخص موجود ہو۔"

228 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ. أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ. عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ. عَنِ الْأَسْوَدِ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنَامُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَسَّ مَاءً. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْوَاسِطِيُّ. قَالَ: سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَارُونَ. يَقُولُ: هَذَا الْحَدِيثُ وَهُوَ يَعْنِي حَدِيثَ أَبِي إِسْحَاقَ ﴿﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جنابت کی حالت میں پانی استعمال کئے بغیر سو جایا کرتے تھے۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حسن بن علی واسطی نے یہ روایت ہمیں بیان کی وہ یہ کہتے ہیں: میں نے یزید بن ہارون کو یہ کہتے ہوئے سنا یہ حدیث وہم پر مشتمل ہے یعنی ابواسحاق کی نقل کردہ روایت (میں وہم پایا جاتا ہے)

بَابُ فِي الْجُنُبِ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ

باب: جنبی شخص کا قرآن کی تلاوت کرنا

229 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ. قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. أَنَا وَرَجُلَانِ. رَجُلٌ مِنَّا وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ أَحْسَبُ. فَبَعَثَهُمَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَجْهًا. وَقَالَ: إِنَّكُمَا عِلْجَانِ. فَعَالِجَا عَنْ دِينِكُمَا. ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ الْمَخْرَجَ ثُمَّ خَرَجَ. فَدَعَا بِمَاءٍ فَأَخَذَ مِنْهُ حَفْنَةً فَتَمَسَّحَ بِهَا. ثُمَّ جَعَلَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ. فَأَنْكُرُوا ذَلِكَ. فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كَانَ يَخْرُجُ مِنَ الْخَلَاءِ فَيُقْرِئُنَا الْقُرْآنَ. وَيَأْكُلُ مَعَنَا اللَّحْمَ وَلَمْ يَكُنْ

227- اسنادہ صحیح. یحیی: ہو ابن سعید القطان، ومسر: ہو ابن کدام، وواصل: ہو ابن حبان الاحدب، واهو وائل: ہو شقیق بن سلمة. واحرجه مسلم (372)، والنسائی فی "الکبری" (260)، وابن ماجه (535) من طریق مسمر، بهذا الاسناد. واحرجه النسائی (261) من طریق ابی بردة عن حذیفه. وهو فی "مسند احمد" (23264)، و"صحیح ابن حبان" (1258).

يَخْجُبُهُ - أَوْ قَالَ: يَخْجِزُهُ - عَنِ الْقُرْآنِ شَيْءٌ لَيْسَ الْجَنَابَةُ

عبداللہ بن سلمہ بیان کرتے ہیں: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ساتھ دو آدمی بھی تھے جن میں سے ایک ہمارے قبیلے کا تھا اور دوسرا میرا خیال ہے بنو اسد سے تعلق رکھتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں افراد کو ایک سمت میں روانہ کیا آپ نے ارشاد فرمایا: تم دونوں طاقتور ہو تو تم اپنے دین کے حوالے سے طاقت کا مظاہرہ کرنا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے پھر وہ تشریف لائے انہوں نے پانی منگوا یا انہوں نے اس میں سے ایک چلو لیا اور اس کے ذریعے مسح کرنے کے بعد قرآن کی تلاوت شروع کر دی۔ لوگوں نے ان کی اس بات پر اعتراض کیا تو انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کر کے تشریف لانے کے بعد ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہمارے ساتھ گوشت کھالیا کرتے تھے لیکن آپ ﷺ کو قرآن کی تلاوت سے جنابت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔

قرآن پاک کو چھونے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

علماء نے وضو کے بغیر مصحف کے چھونے میں اختلاف کیا ہے جمہور نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ حضرت عمرو بن حزم کی حدیث اس بارے میں مروی ہے: یہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہم عطاء، زہری، نخعی، حکم، حماد اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب ہے ان میں امام مالک اور امام شافعی بھی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ سے مختلف روایات مروی ہیں ان سے ایک روایت یہ مروی ہے کہ محدث اسے چھوسکتا ہے۔ سلف صالحین کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے ان میں حضرت ابن عباس، امام شافعی وغیرہ ہیں۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس کے ظاہر، حواشی اور جس میں مکتوب نہ ہو اس کو چھو جا سکتا ہے جہاں تک مکتوب کا تعلق ہے اسے پاکیزہ آدمی ہی چھوسکتا ہے۔ ابن عربی نے کہا: اگر اسے کوئی تسلیم بھی کرے تب بھی یہ ان چیزوں میں سے ہے جس پر حجت غالب ہے کیونکہ ممنوع کا حریم بھی ممنوع ہوتا ہے۔ اگر اسے کوئی تسلیم بھی کرے تب بھی یہ ان چیزوں میں سے ہے جس پر حجت غالب ہے کیونکہ ممنوع کا حریم بھی ممنوع ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم کو جو خط لکھا اس کے خلاف قوی ترین دلیل ہے۔

امام مالک نے کہا: جو آدمی حالت طہارت میں نہ ہونہ اسے کسی واسطہ سے اٹھائے اور نہ ہی ٹکیہ پر رکھ کر اٹھائے۔ امام ابو حنیفہ نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں اور جو آدمی کسی واسطہ سے اسے اٹھاتا ہے یا کسی واسطہ سے چھوتا ہے اسے منع نہیں کیا۔ حکم، حماد اور داؤد بن علی سے مروی ہے کہ مصحف اٹھانے اور اس کے چھونے میں کوئی حرج نہیں، وہ مسلمان ہو یا کافر ہو، حالت طہارت میں ہو یا حالت حدث میں ہو مگر دو دظاہری نے اس سے اختلاف کیا ہے کہا مشرک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اسے اٹھائے۔ وہ اس کی اباحت کا استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قیصر کو خط لکھا جب کہ یہ تو مجبوری کا موقع تھا اس میں کوئی دلیل نہیں۔ بچوں کے اسے چھونے میں دو صورتیں ہیں (۱) بالغ پر قیاس کرتے ہوئے اسے منع کیا جائے گا (۲) یہ جائز ہے کیونکہ اگر بچے کو اس سے روک دیا جائے گا تو قرآن کی حفاظت نہ کی جاسکے گی کیونکہ بچے کا سیکھنا صغیر کی عمر میں ہی ہوا کرتا ہے بچے کو اگرچہ طہارت حاصل ہوتی ہے مگر وہ کامل نہیں ہوتی، کیونکہ بچے کی جانب سے نیت درست نہیں ہوتی۔ جب اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ کامل طہارت کے بغیر

اسے اٹھالے تو اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ حالت حدت میں اسے اٹھالے۔

حنفی مذہب کا بیان

امام علاؤ الدین کا شانی نے بدائع و البصائع میں یوں کی ہے، جس طرح بے وضو نماز پڑھنا جائز نہیں اسی طرح قرآن کریم کو بھی ہاتھ لگانا جائز نہیں، البتہ اگر غلاف کے اندر ہو تو ہاتھ لگایا جاسکتا ہے، غلاف سے بعض فقہاء کے نزدیک جلد اور بعض کے نزدیک وہ جزو ان مراد ہے جس میں قرآن لپیٹ کر رکھا جاتا ہے، رہا قرآن کو بے وضو حفظ پڑھنا تو یہ درست ہے، فتاویٰ عالمگیری میں اس حکم سے بچوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، تعلیم کے لئے بچوں کو قرآن مجید بے وضو ہاتھ میں دیا جاسکتا ہے۔

شافعی مذہب کا بیان

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے المنہاج میں مسلم شافعی کو یوں بیان فرمایا ہے نماز اور طواف کی طرح مصحف کو ہاتھ لگانا اور اس کے کسی ورق کو بے وضو چھونا ممنوع ہے، حتیٰ کہ قرآن کریم جزو ان یا لفافے وغیرہ میں ہو تب بھی جائز نہیں البتہ قرآن کسی کے سامان میں رکھا ہوا یا سکے پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے، بچہ اگر بے وضو ہو تو وہ بھی قرآن کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔

مالکی مذہب کا بیان

جمہور فقہاء کے ساتھ وہ اس امر میں متفق ہیں کہ قرآن کو ہاتھ لگانے کے لئے وضو شرط ہے لیکن قرآن کی تعلیم کے لئے وہ استاذ اور شاگرد دونوں کے ہاتھ لگانا جائز قرار دیتے ہیں، ابن قدامہ نے مغنی میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنا ممنوع ہے مگر عورت حالت حیض میں قرآن پڑھ سکتی ہے، کیونکہ ایک عرصہ تک اگر ہم اس کو قرآن کی تلاوت سے روکیں گے تو اس کے بھول جانے کا امکان ہے۔ (الفقه علی المذاہب الاربعہ)

حنبلی مذہب کا بیان

مذہب حنبلی کے مسائل جو ابن قدامہ نے نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں، حالت جنابت و نفاس میں قرآن یا اس کی پوری آیت کا پڑھنا جائز نہیں ہے، البتہ بسم اللہ اور الحمد للہ وغیرہ کہہ سکتی ہے، رہا بلا وضو قرآن کو ہاتھ لگانا تو یہ کسی حالت میں درست نہیں۔ لایسہ الا المظہرون اگرچہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی میں نہیں کے ہے یہ تفسیر حضرت عطاء طاؤس سالم اور حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔ (روح المعانی)

مطلب یہ ہے کہ قرآن کو چھونے کے لئے حدیث اصغر اور اکبر نیز ظاہر نجاست سے بھی ہاتھ کا پاک ہونا ضروری ہے، قرطبی نے اسی تفسیر کو اظہر کہا ہے، تفسیر مظہری میں اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

فاروق اعظم کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو قرآن کے اوراق کو دیکھنا چاہا ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دینے سے انکار کر دیا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظم نے مجبور ہو کر اول غسل کیا، پھر یہ اوراق ان کے ہاتھ میں دیئے گئے اس واقعہ سے بھی

اسی تفسیر کی ترجیح ثابت ہوئی ہے، روایت حدیث جن میں غیر طاہر کو قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے ان روایات کو بھی بعض حضرات نے اس آخری تفسیر کی ترجیح کے لئے پیش کیا ہے۔ مگر چونکہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا اختلاف ہے اس لئے بہت سے حضرات نے بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت کے مسئلہ میں آیت مذکورہ سے استدلال چھوڑ کر صرف روایات حدیث کو پیش کیا ہے وہ احادیث یہ ہیں۔ امام مالک نے موطا میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو خط آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھا تھا جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے لایس القرآن الا الطاهر (ابن کثیر)

یعنی قرآن کو وہ شخص نہ چھوئے جو طاہر نہ ہو اور روح المعانی میں یہ روایت مسند عبدالرزاق، ابن ابی داؤد اور ابن المنذر سے بھی نقل کی ہے اور طبرانی میں ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لایس القرآن الا طاهر۔ مذکورہ روایت کی بناء پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لئے طہارت ضروری ہے اور ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک صاف ہونا بھی ضروری ہے، حضرت علی، ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور زہری جمعی حکم حاد امام مالک شافعی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سب کا یہی مسلک ہے اور جو اختلاف نقل کیا گیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث مذکورہ سے ثابت ہے اور جمہور امت کے نزدیک مسلم ہے کیا یہ بات قرآن کی آیت مذکورہ سے بھی ثابت ہے یا نہیں، بعض حضرات نے ان احادیث اور آیت مذکورہ کا مفہوم ایک قرار دی ہے دوسرے حضرات نے آیت کو استدلال میں پیش کرنے سے بوجہ اختلاف صحابہ احتیاط کی ہے اس لئے کہ اختلاف مسئلہ میں نہیں بلکہ اس کی دلیل ہے۔

قرآن کا خلاف جس کو چولی کہتے ہیں جو قرآن کے ساتھ سلی ہوتی ہے وہ بھی قرآن کے حکم میں ہے اس کے ساتھ بھی قرآن کو بے وضو ہاتھ لگانا درست نہیں، البتہ جزدان جس میں قرآن کو رکھتے ہیں اگر قرآن اس میں رکھا ہو تو اس کو بلا وضو چھونا جائز ہے، مگر امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں ہے۔

جو کپڑا آدمی پہنا ہوا ہے اس کی آستین یا دامن سے قرآن کو بلا وضو چھونا بھی جائز نہیں البتہ علیحدہ رومال یا چادر یا ٹوپی وغیرہ سے چھونا جائز ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ واقعہ، لاہور)

غیر مقلدین کے نزدیک جنبی اور حائض کیلئے تلاوت قرآن کا جواز

شیخ علی بن احمد بن حزم الظاہری المتوفی ۶۵۴ھ لکھتے ہیں: قرآن کی تلاوت کرنا سجدہ تلاوت کرنا اور مصحف کو چھونا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا یہ سب امور وضو کے ساتھ بھی جائز ہیں اور بغیر وضو کے بھی اور جنبی اور حائض کے لیے بھی۔

رہا بے وضو قرآن مجید کی تلاوت کرنا تو اس میں مخالفین بھی ہمارے موافق ہیں رہا جنبی اور حائض کو قرآن کی تلاوت سے منع کرنا تو یہ حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہ حسن بصری قتادہ اور نخعی وغیرہم کا مذہب ہے اور انکی دلیل یہ ہے: عبداللہ بن سلمہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنابت کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۹۲۲ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۶۳۱ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۶۱ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۵۹ مسند احمد ج ۱ ص ۴۸)

شیخ ابن حزم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کا فعل ہے کہ آپ اس حالت میں قرآن کریم نہیں پڑھتے تھے لیکن آپ نے جنبی کو تلاوت قرآن سے منع نہیں فرمایا اور جن آثار میں ممانعت ہے وہ ضعیف ہیں۔

(المجلد الثانی ج ۱ ص ۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ ملخصاً خزبا)
شیخ ابن حزم نے صحیح نہیں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جنبی اور حائض کو قرآن پڑھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ آپ نے ان کو قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: السنن الکبریٰ ج ۱ ص ۹۸ معربہ السنن دلائل ج ۱ ص ۹۱ الکامل لابن عدی ج ۱ ص ۹۸ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۵۳۱ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۷۱۱۔ رقم الحدیث: ۷۱۴ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۲۲ شرح معانی الآثار رقم الحدیث: ۶۳۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام ترمذی فرماتے ہیں: نبی ﷺ کے اصحاب میں سے اکثر اہل علم کا اور ان کے بعد کے تابعین کا یہی مسلک ہے مثلاً سفیان ثوری ابن المبارک شافعی احمد اسحق وغیرہم انہوں نے کہا کہ حائض اور جنبی بالکل قرآن نہ پڑھیں سے ایک آیت اور ایک حرف کے اور انہوں نے ان کو تسبیح اور تہلیل کرنے کی اجازت دی ہے۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے امام بخاری کے نزدیک اس کی اہل شام سے روایت مکر ہے امام احمد نے کہا کہ یہ بقیہ سے اصلح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام ترمذی کی سند میں اسماعیل بن عیاش کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے اور امام دارقطنی کی سند میں مغیرہ بن عبد الرحمن کی موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے لہذا امام بخاری والا اعتراض بھی ساقط ہو گیا امام دارقطنی کی سند یہ ہے:

محمد بن حمدویۃ المروزی نا عبد اللہ بن حماد الاہلی ثنا عبد الملک بن مسلمۃ حدثنی البخیرۃ بن عبد الرحمن عن موسیٰ بن ققبة عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقرء الجنب شیناً من القرآن۔

امام دارقطنی لکھتے ہیں: مغیرہ بن عبد الرحمن ثقہ ہے اور ابو معشر از موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتا ہے۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۶۱۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی ﷺ کو جنابت کے سوا قرآن پڑھنے سے کوئی مانع نہیں تھی۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۶۲۴ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۳ھ)
عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ہم کو جنابت کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۶۲۴-۵۲۲-۴۲۲)

اس سلسلہ میں بعض آثار یہ ہیں: عبیدہ السلمانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جنبی کے قرآن پڑھنے کو مکرہ فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق رقم الحدیث: ۹۰۳۱ طبع جدید مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۰۱۰ معربہ السنن دلائل ج ۱ ص ۵۱۱ شرح معانی الآثار رقم الحدیث: ۷۶۵)۔

سیار نے کہا: حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ نے کہا جنی اور حائض قرآن نہ پڑھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۸۰۳۱)

ابو الغریف بیان کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنی قرآن نہ پڑھے ایک حرف بھی نہ پڑھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث: ۶۸۰۱ مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۸۰۳۱)

مشہور غیر مقلد عالم شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: حائضہ عورت قرآن مجید کو ہاتھ نہیں لگا سکتی زبان سے پڑھ سکتی ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۳۵ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

نیز شیخ ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ترمذی میں حدیث ہے: حائضہ اور جنی قرآن نہ پڑھیں۔ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے ضعیف ہے اور حدیث ضعیف حدیث صحیح کے مقابلہ میں معتبر نہیں ہوتی اور صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کو ذکر کرتے تھے۔ اس حدیث سے صاف طور پر چابت ہوا کی جنی کے لیے قرآن پڑھنا جائز ہے۔

(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۹۱۵ ملخصاً سرگودھا)

میں کہتا ہوں کہ ہم سنن دارقطنی کے حوالے سے تین احادیث بیان کر چکے ہیں جن کی سند میں اسماعیل بن عیاش نہیں ہے۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۲۲۳) اور انہوں نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں بھی قرآن مجید پڑھتے تھے حالانکہ نکتہ صحت اس میں ہے بلکہ حدیث صحیح میں یہ صراحت ہے کہ آپ کو جنابت کے سوا قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے قرآن مجید کی عزت و ناموس کی وجہ سے اس مسئلہ میں طویل بحث کی ہے کیونکہ علماء غیر مقلدین کی صریح عبارت سے قرآن مجید کی بہت توہین ہوتی ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک جنی حائض اور بے وضو کے سجدہ تلاوت کرنے کا مردود جواز

شیخ علی بن احمد بن حزم الاندلسی المتوفی ۶۵۳ھ لکھتے ہیں: رہا سجدہ تلاوت کرنا تو وہ بالکل نماز نہیں ہے سجدہ تلاوت ایک رکعت ہے نہ دو رکعت ہے پس وہ بالکل نماز نہیں ہے اور جب سجدہ تلاوت نماز نہیں ہے تو وہ بے وضو بھی جائز ہے اور جنی اور حائض کے لیے بھی جائز ہے اور قبلہ کی طرف منہ کیے بغیر بھی جائز ہے جیسا کہ دیگر اذکار اور وظائف بھی جائز ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ وضو کرنا صرف نماز کے لیے لازم ہے اور جب غیر نماز کے لیے قرآن سنت اجماع اور قیاس سے وضو کرنا لازم نہیں ہے تو سجدہ تلاوت کے لیے بھی وضو کرنا لازم نہیں ہے۔ (المکمل بلا تاریخ ج ۱ ص ۷۹ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۵۵۲ھ لکھتے ہیں: سجدہ تلاوت کی احادیث میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے کی سجدہ تلاوت کرنے والے کو با وضو ہونا چاہیے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت کرتے تو آپ کے پاس جو حاضر ہوتے وہ بھی سجدہ تلاوت کرتے تھے اور آپ کسی کو وضو کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے اور یہ بعید ہے کہ اس وقت سب مسلمان با وضو ہوں نیز جب آپ نے سورۃ النجم کا سجدہ کیا تھا تو مشرکین نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ تلاوت ادا کیا تھا اور وہ نجس لوگ تھے ان کا وضو صحیح نہیں تھا۔ (الی قولہ) اس طرح احادیث میں یہ بھی نہیں ہے کہ سجدہ تلاوت کے وقت کپڑے پاک ہوں یا جگہ پاک ہو۔

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۸۳ دارالوفا ۱۴۲۱ھ)

شیخ ابن حزم اور شیخ شوکانی نے جنبی اور بے وضو کے سجدہ تلاوت ادا کرنے پر جو دلائل پیش کیے ہیں وہ سب عقل نامہ اور قیاس فاسد پر مبنی ہیں اور ان کا یہ موقف صریح حدیث آثار صحابہ اور اجماع کے خلاف ہے۔ شیخ شوکانی نے کہا: نبی ﷺ نے حاضرین کو سجدہ تلاوت کے وقت وضو کرنے کا حکم نہیں دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ سجدہ تلاوت کے لیے وضو لازم نہیں ہے یہ استدلال فاسد ہے بلکہ آپ نے اس وقت وضو کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ سب صحابہ کو معلوم تھا کہ سجدہ تلاوت کے لیے وضو ضروری ہے پھر شیخ شوکانی نے لکھا کہ یہ بعید ہے کہ اس موقع پر تمام مسلمان با وضو ہوں بلکہ ہمارے نزدیک یہ بعید ہے کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کی مجلس میں بے وضو بیٹھے ہوں پھر شیخ شوکانی نے مشرکین کے سجدہ کرنے سے بھی استدلال کیا ہے کہ ان کا وضو نہیں ہوتا یہ استدلال بھی فاسد ہے کیونکہ کوئی شرع حکم مشرکین کے قول و فعل سے ثابت نہیں ہوتا اور مسلمانوں کے نزدیک مشرکین کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں ہے۔

ہم نے لکھا ہے کہ جنبی حائض اور بے وضو کا سجدہ تلاوت کرنا حدیث کے خلاف ہے وہ حدیث یہ ہے۔

امام ابو بکر احمد بن حسین بن یزید متوفی ۸۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: عن ابن عمر لا یسجد الرجل الا و ہو طاهر۔ (اسن الکبریٰ ج ۲ ص ۵۲۳) حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ کوئی شخص بغیر وضو کے سجدہ نہ کرے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۸۵۲) اور شیخ شوکانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (میل الادوار ج ۲ ص ۸۳)

امام ابن ابی شیبہ نے حماد اور سعید بن جبیر سے روایت کیا کہ جب جنبی شخص آیت سجدہ کو سنے تو غسل کرے اس کے بعد سجدہ کرے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۱ ادارۃ القرآن کراچی ۶۰۴ھ)

ہشیم از مغیرہ از ابراہیم نے کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنے تو سجدہ نہ کرے وہ فرض نماز کے اس سے بڑے سجدہ کو بھی نہیں کرتی۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن جبیر اور ابراہیم سے سوال کیا کہ حائض آیت سجدہ کو سن کر کیا کرے؟ انہوں نے کہا: اس پر سجدہ تلاوت نہیں ہے نماز کا سجدہ اس سے زیادہ بڑا ہے۔

عطاء سے سوال کیا گیا کہ اگر حائض ان لوگوں کے پاس سے گزرے جو سجدہ تلاوت کر رہے ہیں تو آیا ان کے ساتھ سجدہ کرے؟ انہوں نے کہا: نہیں! وہ اس سے افضل سجدہ نہیں کرتی۔ اشعث نے حسن بھری سے سوال کیا کہ جنبی اور حائض آیت سجدہ کو سنیں تو کیا کریں؟ انہوں نے کہا: وہ سجدہ نہ کریں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۳۱ ادارۃ القرآن کراچی ۶۰۴ھ)

امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۱۱۲ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: ابراہیم نے کہا: جب تم آیت سجدہ کو سنو اور تمہارا وضو نہ ہو تو تم تیمم کر کے سجدہ کرو۔ حماد نے ابراہیم سے روایت کیا کہ وہ وضو کر کے سجدہ کرے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۲۱۲-۱۱۲ رقم الحدیث: ۵۵۹۵-۵۵۹۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۲۴ھ)

ان احادیث اور آثار کے بعد سجدہ تلاوت کے لیے طہارت کے لزوم پر اجماع کی تصریح یہ ہے: علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۵۲۶ھ لکھتے ہیں: بے وضو سجدہ نہ کرے سجدہ تلاوت کی وہی شرائط ہیں جو نفل نماز کی شرائط ہیں یعنی بے

وضو نہ ہو نجاست سے پاک ہو شرم گاہ مستور ہو قبلہ کی طرف منہ ہو اور سجدہ تلاوت کی نیت کرے ہمارے علم میں اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے ماسوا اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب حائض آیت سجدہ کو سنتے تو وہ سر سے اشارہ کر لے اور شبی نے کہا: جب بے وضو شخص آیت سجدہ سے تو جس طرف منہ ہو سجدہ کر لے۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بغیر وضو کے نماز قبول نہیں فرماتا۔ (سنن ترمذی رقم الحدیث: ۱۱۸۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۱۹) اور اس حدیث کے عموم میں سجدہ تلاوت بھی داخل ہے۔ (المشیح مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۶۸۶ دار الفکر بیروت)

جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے پر شیخ شوکانی کا مردود استدلال

جنبی حائض اور بے وضو کے قرآن مجید کو چھونے کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے شیخ شوکانی نے کہا کہ ہر چند کہ حدیث میں ہے: ظاہر شخص کے سوا کوئی قرآن مجید کو نہ چھوئے۔ (المجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۲۳۱ مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۵۶۳)

لیکن ظاہر کا لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے ظاہر اس کو بھی کہتے ہیں: جو جنبی ہو نہ بے وضو ہو اور ظاہر اس کو بھی کہتے ہیں جس کے بدن پر نجاست نہ ہو سو یہ مشترک لفظ ہے اور اس سے با وضو ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ نیز نبی ﷺ نے ہر قل کی طرف مکتوب لکھا اور اس مکتوب میں آل عمران: ۴۶ آیت تھی۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۶۰ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۷۷۱) (نیل الاوطار ج ۱ ص ۵۹۲-۵۹۳ دار الوفاء ۱۲۳۱ھ)

یہ درست ہے کہ مشترک لفظ سے کسی ایک معنی پر استدلال جائز نہیں ہوتا لیکن جب قرینہ سے کوئی ایک معنی متعین ہو جائے تو پھر اس سے استدلال کرنا صحیح ہے اور یہاں ایسا ہی ہے کیونکہ احادیث سے واضح ہے کہ یہاں ظاہر سے مراد با وضو ہے:

امام علی بن عمر الدارقطنی متوفی ۵۸۳ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر تلوار لٹکائے ہوئے جا رہے تھے ان کو بتایا گیا کہ آپ کے بہنوئی اور آپ کی بہن اپنے آبائی دین سے نکل چکے ہیں حضرت عمران کے پاس گئے اس وقت ان کے پاس مہاجرین میں سے ایک شخص تھا ان کا نام حضرت خباب تھا اور وہ اس وقت سورۃ طہ پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے کہا: مجھے بھی وہ کتاب دو جو تم پڑھ رہے تھے میں بھی اس کو پڑھتا ہوں اور حضرت عمر کو کتاب پڑھنی آتی تھی ان کی بہن نے کہا: تم نا پاک ہو اور قرآن مجید کو صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں پس آپ کھڑے ہوں اور غسل کریں یا وضو کریں پھر حضرت عمر نے وضو کیا اور کتاب کو لیا اور سورۃ طہ پڑھی۔ (سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۳۳۳ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۳۱ھ)

علقہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھے انہوں نے رفع حاجت کی ہم نے ان سے کہا: آپ وضو کر لیں حتیٰ کہ ہم آپ سے قرآن مجید کی ایک آیت کے متعلق سوال کریں انہوں نے کہا: تم مجھ سے سوال کرو میں قرآن مجید کو چھوؤں گا نہیں پھر انہوں نے ہمارے منشاء کے مطابق قرآن پڑھا اور ہمارے اور ان کے درمیان پانی نہیں تھا۔

(سنن دارقطنی رقم الحدیث: ۳۳۳۳-۳۳۳۴-۵۳۳۴ دار المعرفۃ بیروت ۲۲۳۱ھ)

امام دارقطنی نے اس حدیث کو تین سندوں سے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں اور ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مذکورہ حدیث میں ظاہر کا معنی با وضو ہے اور اس حدیث پر شیخ شوکانی کا جو اعتراض تھا وہ دور ہو گیا۔ اس مسئلہ میں غیر مقلدین کے ایک اور عالم نواب صدیق حسن خان قنوجی متوفی ۱۲۰۳ھ کا بھی یہی موقف ہے۔

وہ لکھتے ہیں: لا یمسہ الا للطہرون۔ (الواقعہ: ۹۷) میں جمہور ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔ حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا اور فقہاء تابعین میں سے عطاء زہری نخعی حکم حماد اور ائمہ اربعہ کا یہی موقف ہے اور اس مسئلہ میں جو حق ہے اس کو شوکانی نے منتفی کی شرح۔

(نیل الاوطار ج ۱ ص ۵۹۲-۵۹۳) میں واضح کیا ہے۔ (فتح البیان ج ۶ ص ۲۴۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۰۱ھ) اس جگہ شیخ قنوجی نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بھی بے وضو کا قرآن کو چھونا جائز ہے لیکن یہ بالکل غلط اور باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بے وضو کا قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے البتہ تفسیر اور فقہ کی کتابوں کو بے وضو کا چھونا جائز ہے جیسا کہ ہم اس مسئلہ میں مذہب احناف کے تحت بیان کر چکے ہیں۔ (تفسیر تبيان القرآن، سورہ واقعہ، لاہور)

بَابُ فِي الْجُنُبِ يُصَافِحُ

باب: جنبی شخص کا مصافحہ کرنا

230 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنْ وَاصِلٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَهُ فَأَبْوَى إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنِّي جُنُبٌ، فَقَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ
 ابو وائل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کی ان سے ملاقات ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک ان کی طرف بڑھایا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں ہوں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

231 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، وَبُشَيْرٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ بَكْرِ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَأَنَا جُنُبٌ، فَأَخْتَنَسْتُ فَخَذَبْتُ فَأَخْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ: آيَنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ جُنُبًا فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ، فَقَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، إِنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ وَقَالَ فِي حَدِيثٍ بَشِيرٌ، حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ، حَدَّثَنِي بَكْرٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ کے ایک راستے میں نبی اکرم ﷺ کی مجھ سے ملاقات ہوئی میں اس وقت جنابت کی حالت میں تھا۔ میں ایک طرف کھسک گیا۔ میں گیا میں نے غسل کیا پھر میں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: اے ابو ہریرہ! تم کہاں چلے گئے تھے راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: میں جنابت کی حالت میں تھا تو مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں طہارت کے بغیر آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سبحان اللہ! مسلمان نجس نہیں ہوتا۔

بشر کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ کہتے ہیں: حمید نے ہمیں یہ حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں: بکر نے ہمیں حدیث بیان کی۔

بَابُ فِي الْجُنُبِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

باب: جنبی شخص کا مسجد میں داخل ہونا

232 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا الْأَفْلَكِيُّ بْنُ خَلِيفَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي جَسْرَةُ بِنْتُ دَجَاجَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُُ بَيُّوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةً فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: وَجْهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَصْنَعْ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءً أَنْ تَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ فَقَالَ: وَجْهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَإِنِّي لَا أَجِلُ الْمَسْجِدَ لِخَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هُوَ فَلَئِنَّ الْعَامِرِيَّ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو نبی اکرم ﷺ کے کچھ اصحاب کے گھروں کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان گھروں کو مسجد سے پھیر دو (یعنی ان کا باہر جانے کا راستہ دوسری طرف بنا لو) پھر نبی اکرم ﷺ گھر کے اندر تشریف لے گئے لوگوں نے اس اُمید کے تحت کچھ نہیں کیا کہ شاید ان کے بارے میں اجازت کا حکم نازل ہو جائے پھر نبی اکرم ﷺ بعد میں ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان گھروں کا رخ مسجد سے پھیر لو کیونکہ میں مسجد کو حیض والی عورت یا جنبی شخص کے لئے حلال قرار نہیں دیتا۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ راوی فلیت عامری ہے۔)

حائضہ اور جنبی کے مسجد میں داخل ہونے کے جواز پر علماء غیر مقلدین کے دلائل اور ان کے جوابات

علماء غیر مقلدین کے نزدیک حائضہ عورت کا مسجد میں جانا اور وہاں رہنا اور مسجد میں اعتکاف کرنا جائز ہے۔ ہم اس سلسلہ میں پہلے شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۶۵۴ھ کے دلائل پیش کریں گے اور ان کے دلائل کے ساتھ ساتھ ان کا رد بھی کریں گے:

شیخ علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی اس مسئلہ پر درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: مجھے مسجد سے جائے نماز اٹھا دو۔ وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۶۲ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۳۱ سنن نسائی رقم الحدیث: ۱۷۲ سنن ابن ماجہ رقم

الحدیث: ۲۳۶) (المجلد بائنا خارج اص ۹۹۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۲۳ھ)

علماء غیر مقلدین کا اس حدیث سے استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ حجرہ سے نکل کر مسجد میں جائیں اور وہاں سے مصلیٰ لا کر رسول اللہ ﷺ کو دیں جب کہ اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے حجرہ سے ہاتھ بڑھا کر مسجد سے مصلیٰ اٹھا کر حضور کو دیں اور اس معنی پر قرینہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ

میں تو نہیں ورنہ فرماتے کہ تمہارا حیض تمہارے پیروں میں تو نہیں ہے اور حضرت عائشہ کا حجرہ مسجد سے متصل تھا۔ جب نبی ﷺ مسجد میں معکف ہوتے تو اپنا سر مبارک حجرہ میں داخل کر دیتے اور حضرت عائشہ آپ کا سر دھوتی تھیں اور اس وقت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حائضہ تھیں۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۱۳۰۲ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۶۴۲ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۴۰۸)

اگر حائضہ کا مسجد میں آنا جائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت بھی حضرت عائشہ کو مسجد میں بلا لیتے اور حجرہ میں سر مبارک داخل نہ کرتے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس حدیث سے شیخ ابن حزم نے استدلال کیا ہے اس میں مسجد سے مراد مسجد نبوی نہ ہو بلکہ مسجد بیت ہو۔ یعنی حجرہ کی وہ جگہ جس کو نبی ﷺ نے ناکہ کے لیے مخصوص فرمایا تھا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: جو ائمہ حائضہ عورت کا مسجد میں جانا جائز کہتے ہیں ان کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ان گھروں (کے دروازوں) کا رخ مسجد سے پھیر دو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد (میں جانے) کو حلال نہیں کرتا۔

(سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۴۳)

شیخ ابن حزم نے اس حدیث کی مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سند میں افلح بن خلیفہ ہے یہ راوی غیر مشہور ہے اور ثقاہت میں معروف نہیں ہے۔ (المجلد ۱ ج ۱ ص ۱۰۳)

ایک اور غیر مقلد عالم شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۲ھ نے شیخ ابن حزم کے اس کلام پر رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں ہے کیونکہ افلح بن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے اور امام ابو حاتم نے کہا کہ وہ شیخ ہے اور امام احمد بن حنبل نے کہا کہ اس کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے اور الکاشف میں مذکور ہے کہ یہ بہت زیادہ سچا ہے اور البدر المینر میں مذکور ہے کہ وہ مشہور ثقہ ہے۔ (نیل الادوار ج ۱ ص ۵۲۳ مطبوعہ دارالوقایہ ۱۴۳۱ھ)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے مانعین کی دوسری حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند ندا کی: سنو! یہ مسجد نہ جنبی کے لیے حلال ہے نہ حائضہ کے لیے مگر نبی ﷺ اور ان کی ازواج کے لیے اور علی کے لیے اور بقیہ طہ کے لیے (رض) جمعین۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: ۵۴۶)

شیخ ابن حزم لکھتے ہیں: اس حدیث کی سند میں محدوج الہمدلی ہے جو جرہ بنت دجاہ سے روایت کرتے ہیں۔ محدوج ساقط ہے اور جرہ سے معضرات روایت کرتا ہے۔ نیز اس روایت کی سند میں ابوالخطاب البجری ہے وہ مجہول ہے۔ وغیرہ

(المجلد ۱ ج ۱ ص ۱۰۳)

شیخ شوکانی نے شیخ ابن حزم کی اس عبارت فار رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری نے کہا کہ جس رہ کے پاس عجائب ہیں۔ امام بن القطان نے کہا کہ امام بخاری کا یہ قول جرہ کی احادیث کو رد کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔ اور المعلی نے کہا کہ وہ ثقہ تابعیہ ہے۔ امام بن حبان نے اس کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں جرہ کی اس روایت کا ذکر کیا ہے۔ ابن سید الناس نے کہا کہ اگر اس حدیث کو حسن کہا جائے تو یہ اس کا بہت کم مرتبہ ہے کیونکہ اس کے راوی ثقہ ہے اور اس کی صحت پر خارجی شواہد ہیں۔ لہذا شیخ ابن حزم کے پاس اس حدیث کو رد کرنے کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔

آگے چل کر شیخ شوکانی نے لکھا ہے کہ اہل سنت کو مرد و کھنہ مرد دہے کیونکہ احمد حدیث میں سے کسی نے اس کو مرد و نہیں کہا۔ اس کے بعد شیخ شوکانی لکھتے ہیں: یہ دونوں احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جنہی اور حائض کا مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اور یہی اکثرین کا مذہب ہے اور جمہور نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اس حدیث سے بھی جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ کو حالت حیض میں بیت اللہ کو طواف کرنے سے منع فرمایا تھا۔ اور داؤد (ظاہری) اور حنفی وغیرہم نے کہا کہ جنہی اور حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا مطلقاً جائز ہے۔ (نیل الاوطار ج ۱ ص ۶۲۳-۵۲۳)

اس کے بعد شیخ ابن حزم نے حائضہ عورت کے مسجد میں ٹھہرنے پر درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے: حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک سیاہ قام لڑکی عرب کے کسی قبیلہ کی تھی انہوں نے اس کو آزاد کیا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئی اس کے لیے مسجد میں خیمہ تھا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۳۳)

شیخ ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ عورت نبی ﷺ کی مسجد میں رہتی تھی اور عورتوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کو حیض آتا ہے اور نبی ﷺ نے اس کو منع نہیں فرمایا اور ہر وہ کام جس سے نبی ﷺ منع نہ فرمائیں وہ مباح ہے۔ (المکمل بالاثار ج ۱ ص ۱۰۴)

شیخ ابن حزم کی اس دلیل پر ہمارے ہمارے یہ ہے کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے تاحیات اس لڑکی کو مسجد میں رہنے کی اجازت دی تھی نہ یہ مذکور ہے کہ ایک لمبے عرصے تک رہنے کی اس کو اجازت دی تھی ورنہ دیگر احادیث میں اس کا ذکر ہوتا۔ یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے وقتی اور عارضی طور پر اس کو مسجد میں ٹھہرایا تھا جب تک کہ اس کی رہائش کا کوئی معقول بندوبست نہیں ہو گیا۔

اس کے بعد شیخ ابن حزم اپنے موقف پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے لیے تمام روح زمین کو مسجد بنادیا گیا۔ (صحیح بخاری رقم الحدیث: ۵۲۳ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۱۲۵ سنن نسائی رقم الحدیث: ۲۳۳)

شیخ ابن حزم اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ حائضہ اور جنہی کے لیے تمام روئے زمین پہ رہنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو پھر کسی مسجد میں رہنے سے منع کرنا اور کسی مسجد میں جائز قرار دینا یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر حائضہ کے لیے مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کو بتا دیتے جب انہیں حیض آیا حالانکہ آپ نے انہیں صرف بیت اللہ کے طواف سے منع فرمایا تھا۔ (المکمل بالاثار ج ۱ ص ۲۰۳-۱۰۴)

شیخ ابن حزم کا یہ استدلال انتہائی عجیب و غریب ہے۔ اس طرح تو کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تمام روئے زمین میں لوگوں کا خرید و فروخت کرنا بیویوں سے مجامعت کرنا قضاے حاجت کرنا مباح ہے اور تمام روئے زمین مسجد ہے تو ثابت ہوا کہ مسجد میں بھی یہ سب کام جائز ہیں اور بعض مساجد کو ان کاموں سے خاص کر لینا یہ جائز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات کوئی فاجر العقل ہی کہہ سکتا ہے۔

اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ زمین کے جس ٹکڑے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے اُسے مسجد کے لیے وقف کر دیا اور وہاں مسجد کی عمارت بنادی اس کا حکم یہ ہے کہ وہاں باجماعت نماز پڑھنے سے ۷۲ درجہ ثواب ہوگا اور جمعہ پڑھنے سے پانچ سو گنا ثواب ہوگا اور اس مسجد میں خرید و فروخت کرنا اور حائضہ اور جنہی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ زمین کے جس

نکڑے پر نماز پڑھی جائے جہاں عرفاً مسجد قائم نہ ہو وہاں نماز پڑھنے سے نماز تو ہو جائے گی لیکن اس جگہ نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ہوگا اور نہ اس جگہ خرید و فروخت اور دیگر دنیاوی کاموں سے منع کیا جائے گا۔ باقی رہا شیخ ابن حزم کا یہ کہنا کہ اگر یہ ناجائز ہوتا تو آپ حضرت عائشہ کو بتاتے سورسول اللہ ﷺ نے تو بتایا ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کی احادیث سے بیان کر چکے ہیں۔

طواف بالبيت سے ممانعت کا نبی ﷺ نے جو ذکر فرمایا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عائشہ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور اس میں بیت اللہ کا طواف کرنا ہوتا ہے اور طواف کے لیے حضرت عائشہ کو بیت اللہ میں داخل ہونا پڑتا اور وہ حائضہ تھیں جس کی وجہ سے وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی تھیں اس لیے آپ نے انہیں طواف بالبيت سے منع فرمایا۔ یعنی طواف بالبيت سے منع کرنے کی علت یہی ہے کہ اس میں مسجد میں داخل ہونا لازم آتا ہے جو کہ حائضہ کے لیے جائز نہیں۔

شیخ تقی الدین احمد بن تیمیہ الحمرانی المتوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ایک ارشاد یہ ہے کہ تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۸۹۲) اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ حائضہ کا مسجد میں جانا اور مسجد میں رہنا مطلقاً جائز ہے اور آپ کا دوسرا اشارہ یہ ہے کہ میں مسجد کو جنبی اور حائضہ کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۳۲) ان دونوں احادیث میں تطبیق دینا ضروری ہے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی دوسری مانع نہیں ہے اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ضرورت کی بناء پر؛ جنبی اور حائضہ کا مسجد میں رہنا اور جانا جائز ہے اور بلا ضرورت جائز نہیں ہے جیسا کہ خون اور خنزیر کا گوشت حرام ہے لیکن ضرورت کے وقت مباح ہیں۔ (قادیانی ابن تیمیہ ج ۶ ص ۹۰۱ ملخصاً مطبوعہ دار البیروتیہ ریاض ۸۱۳ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ شیخ ابن تیمیہ کے نزدیک مطلقاً حائضہ اور جنبی کا مسجد میں جانا اور رہنا جائز نہیں ہے ضرورت کی بناء پر جائز ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے جب کہ عام غیر مقلدین حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد میں جانے کو مطلقاً جائز کہتے ہیں۔

بَابُ فِي الْجُنُبِ يُصَلِّي بِالْقَوْمِ وَهُوَ نَائِسٌ

جنبی کا بھول کر لوگوں کو نماز پڑھانا

233 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ زِيَادِ الْأَعْلَمِ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ، فَأَوْمَأَ بِيَدِهِ أَنْ مَكَانَكُمْ، ثُمَّ جَاءَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ فَصَلَّى بِهِمْ

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز شروع کی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو دست مبارک کے ذریعے اشارہ کیا کہ تم لوگ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

234 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: فِي أَوَّلِهِ: فَكَبَّرَ. وَقَالَ فِي آخِرِهِ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، وَإِنِّي كُنْتُ جُنُبًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: فَلَمَّا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ، وَانْتَقَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ، ثُمَّ قَالَ: كُنَّا أَتْنَمُ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَيُّوبُ، وَابْنُ عَوْنٍ، وَهَشَامٌ، عَنْ مُحَمَّدٍ مُرْسَلًا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَكَبَّرَ ثُمَّ أَوْمَأَ بِيَدِهِ إِلَى الْقَوْمِ أَنْ اجْلِسُوا، فَذَهَبَ فَاغْتَسَلَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَالِكٌ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي صَلَاةٍ.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَبَّرَ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے تاہم اس کے آغاز میں یہ الفاظ ہیں: ”نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی“ اور اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ”جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں بھی انسان ہوں میں جنابت کی حالت میں تھا۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت زہری نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: جب نبی اکرم ﷺ اپنی جائے نماز پر کھڑے ہوئے اور ہم اس بات کے منتظر تھے کہ آپ ﷺ تکبیر کہیں گے تو آپ ﷺ واپس مڑ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اسی حالت میں رہو۔)

یہ روایت ایوب، ابن عون اور ہشام نے محمد بن سیرین کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مرسل روایت کے طور پر نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے تکبیر کہی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا تم لوگ بیٹھ جاؤ پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے غسل کیا۔

یہ روایت اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے اسماعیل بن ابوحکیم کے حوالے سے عطاء بن یسار سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز کی تکبیر کہی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت اسی طرح مسلم بن ابراہیم نے ہمیں بیان کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: ابان نے یحییٰ کے حوالے سے ربیع بن محمد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔)

235 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْأَزْرَقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، ح وَحَدَّثَنَا مَخْلَدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، إِمَامُ مَسْجِدِ صَنْعَاءَ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، ح وَحَدَّثَنَا مُؤَمِّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ كُلَّهُمْ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ، وَصَفَّ النَّاسُ صُفُوفَهُمْ، فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَقَامِهِ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَغْتَسِلْ فَقَالَ لِلنَّاسِ مَكَانَكُمْ، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى بَيْتِهِ، فَخَرَجَ عَلَيْنَا يَنْظِفُ رَأْسَهُ، وَقَدْ اغْتَسَلَ وَنَحْنُ صُفُوفٌ وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ حَرْبٍ، وَقَالَ عِيَّاشُ فِي حَدِيثِهِ فَلَمْ نَزَلْ قِيَامًا نَنْتَظِرُهُ حَتَّى خَرَجَ عَلَيْنَا وَقَدْ اغْتَسَلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت کہہ دی گئی۔ لوگوں نے صفیں بنالیں۔ نبی اکرم ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ اپنے مقام پر کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ کو یاد آیا کہ آپ ﷺ نے تو غسل نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ پر رہو پھر نبی اکرم ﷺ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے پھر آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ ﷺ نے غسل کیا تھا ہم لوگ اس وقت صفیں بنا کر کھڑے ہوئے تھے۔

روایت کے یہ الفاظ ابن حرب نامی راوی کے نقل کردہ ہیں۔

عیاش نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”ہم قیام کی حالت میں آپ ﷺ کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے غسل کیا ہوا تھا۔“

بَابُ فِي الرَّجُلِ يَجِدُ الْبِلَّةَ فِي مَنْامِهِ

آدمی کا نیند میں تری (کا نشان) پانا

236- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا حَتَّادُ بْنُ خَالِدٍ الْخِثَّاطُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ الْعُمَرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يَجِدُ الْبِلَّةَ وَلَا يَذْكُرُ احْتِلَامًا، قَالَ: يَغْتَسِلُ، وَعَنِ الرَّجُلِ يَرَى أَنَّهُ قَدْ احْتَلَمَ وَلَا يَجِدُ الْبِلَّةَ، قَالَ: لَا غُسْلَ عَلَيْهِ فَقَالَتْ: أَمْ سُلَيْمِ الْمَرْأَةُ تَرَى ذَلِكَ أَعْلَيْهَا غُسْلٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جو (اپنے کپڑے پر) تری کا نشان پاتا ہے لیکن اسے احتلام یاد نہیں ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ غسل کرے گا اور آپ ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا: جسے یہ یاد ہوتا ہے کہ اسے احتلام ہوا تھا لیکن اسے تری کا نشان نظر نہیں آتا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس پر غسل لازم نہیں ہوگا۔ اس پر سیدہ امّ سلیم نے عرض کی: اگر عورت یہ چیز دیکھتی ہے تو کیا اس پر بھی یہ غسل لازم ہوگا؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی ہاں عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔

بَابُ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى مَا يَرَى الرَّجُلُ

عورت کا وہ چیز دیکھنا جو مرد دیکھتا ہے

237- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْسَةُ، حَدَّثَنَا يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: قَالَ عُرْوَةُ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ الْأَنْصَارِيَّةَ هِيَ أُمُّ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا

يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ أَرَأَيْتَ الْمَرْأَةَ إِذَا رَأَتْ فِي التَّوْبِ مَا يَرَى الرَّجُلُ أَتَغْتَسِلُ أَمْ لَا؟ قَالَتْ عَائِشَةُ.
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ. فَلَتَغْتَسِلُ إِذَا وَجَدَتْ الْمَاءَ. قَالَتْ عَائِشَةُ: فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهَا.
فَقُلْتُ: أَفِي لَكَ وَهَلْ تَرَى ذَلِكَ الْمَرْأَةَ؟ فَأَقْبَلَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَرِبَتْ
بَيْنُكَ يَا عَائِشَةُ. وَمِنْ أَيْنَ يَكُونُ الشَّيْبَةُ؟

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَى عُقَيْلٌ، وَالزُّبَيْدِيُّ، وَيُونُسُ، وَابْنُ أَبِي الزُّهْرِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ،
وَأَبِرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَوَأَفَقَّ الزُّهْرِيُّ: مُسَافِعًا الْحَجَبِيَّ قَالَ: عَنْ
عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَأَمَّا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ فَقَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ،
أَنَّ أُمَّ سَلِيمٍ جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❦❦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ اُمّ سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔
انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! بیشک اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا۔ ایسی عورت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو
نیند میں وہی چیز دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے۔ کیا وہ عورت غسل کرے گی یا نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: جی ہاں جب وہ عورت پانی (یعنی منی کے خروج کا نشان) دیکھے تو اسے غسل کرنا ہوگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:
میں اس عورت کی طرف متوجہ ہوئی میں نے کہا: تم پر افسوس ہے کیا عورت بھی یہ چیز دیکھتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ
ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں پھر (بچے کی ماں کے ساتھ) مشابہت کس وجہ سے ہوتی
ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت عقیل زبیدی، یونس اور زہری کے بھیجے نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے
جبکہ ابراہیم بن ابوزریر نے امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے زہری سے نقل کی ہے۔

مسافع جمی نے اس میں زہری کی موافقت کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ عروہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے تاہم
جہاں تک ہشام بن عروہ کا تعلق ہے وہ یہ کہتے ہیں: یہ روایت عروہ کے حوالے سے سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے
سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

بَابُ فِي مِقْدَارِ الْمَاءِ الَّذِي يُجْزِئُ فِي الْغُسْلِ

پانی کی اس مقدار کا تذکرہ جس سے غسل جائز ہوتا ہے

238 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ - هُوَ الْفَرْقُ -
مِنَ الْجَنَابَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ. وَرَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكٍ قَالَ أَبُو دَاوُدَ قَالَ: مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي

هَذَا الْحَدِيثُ قَالَتْ: كُنْتُ اغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِيهِ قَدْرُ الْفَرْقِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: الْفَرْقُ: سِتَّةَ عَشَرَ رَطْلًا وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: صَاعُ ابْنِ أَبِي ذُلْبٍ خُمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثٌ. قَالَ: فَمَنْ قَالَ: ثَمَانِيَّةُ أَرْطَالٍ؟ قَالَ: لَيْسَ ذَلِكَ بِمَحْفُوظٍ قَالَ: وَسَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ: مَنْ أَعْطَى فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ بِرَطْلَيْنَا هَذَا خُمْسَةُ أَرْطَالٍ وَثُلُثًا فَقَدْ أَوْفَى قِيلَ الصَّيْحَانِ ثَقِيلٌ. قَالَ: الصَّيْحَانِ أَطْيَبُ قَالَ: لَا أَدْرِي

❦❦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک برتن سے غسل جنابت کر لیتے تھے جو فرق ہوتا تھا۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) معمر نے زہری کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کر لیتے تھے جس میں ایک فرق جتنا پانی آتا تھا۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن عیینہ نے امام مالک رحمہ اللہ کی نقل کردہ حدیث کی مانند روایت نقل کی ہے۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ایک فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے۔ میں نے انہیں یہ بھی بیان کرتے ہوئے سنا ہے ابن ابوزئب کا صاع پانچ رطل اور ایک تہائی رطل جتنا ہوتا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ کہا کہ جو حضرات یہ کہتے ہیں: وہ آٹھ رطل کا ہوتا ہے تو امام احمد نے کہا: یہ بات محفوظ نہیں ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ یہ کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے جو شخص ہمارے رطل کے حساب سے یعنی پانچ رطل اور ایک تہائی رطل صدقہ فطر ادا کر دے تو اس نے مکمل ادائیگی کر دی۔ یہ بات بیان کی گئی ہے صحابی (نامی کجور) وزنی ہوتی ہے۔ امام داؤد نے دریافت کیا: صحابی پاکیزہ ہوتی ہے تو امام احمد نے جواب دیا: مجھے نہیں معلوم۔

بَابُ فِي الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ

غسل جنابت کا بیان

239 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، أَخْبَرَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ صُرَيْدٍ، عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّهُمْ ذَكَرُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغُسْلَ مِنَ الْجَنَابَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا أَنَا فَأَفِيضُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا، وَأَشَارَ بِيَدَيْهِ كَلَّتَيْهِمَا

❦❦ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہا دیتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے اشارہ کیا۔ 239 - اسنادہ صحیح۔ زہیر: هو ابن حرب ابو خزيمة، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي. واحمرجه البخاري (254)، ومسلم (327)، والسنائي في "المجتبى" (250) و (425)، وابن ماجه (575) من طرق عن ابى اسحاق، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (16749)

کر کے یہ بات ارشاد فرمائی۔

تمام ظاہر بدن پر پانی بہانے کا بیان

تمام ظاہر بدن یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے ٹکڑوں تک جسم کے ہر پرزے ہر روٹکے پر پانی بہہ جانا۔ اکثر عوام ہلکے بعض پڑھے لکھے یہ کرتے ہیں کہ سر پر پانی ڈال کر بدن پر ہاتھ پھیر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ غسل ہو گیا حالانکہ بعض اعضاء ایسے ہیں کہ جب تک ان کی خاص طور پر احتیاط نہ کی جائے نہیں دھلیں گے اور غسل نہ ہوگا۔ لہذا بالتفصیل بیان کیا جاتا ہے۔ اعضاء وضو میں جو موضع احتیاط ہیں ہر عضو کے بیان میں ان کا ذکر کر دیا گیا ان کا یہاں بھی لحاظ ضروری ہے اور ان کے علاوہ خاص غسل کی ضروریات یہ ہیں۔ سر کے بال گندھے نہ ہوں تو ہر بال پر جڑ سے نوک تک پانی بہنا اور گندھے ہوں تو مرد پر فرض ہے کہ ان کو کھول کر جڑ سے نوک تک پانی بہائے اور عورت پر صرف جڑ سے نوک تک پانی بہنا ضروری ہے کھولنا ضروری نہیں۔ ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو کہ بے کھولنے جڑیں تر نہ ہوں گی تو کھولنا ضروری ہے کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا بھی وہی حکم ہے جو ناک میں نتھ کے سوراخ کا حکم وضو میں بیان ہوا۔ بھوؤں اور مونچھوں اور داڑھی کے بال کا جڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھلنا کان کا ہر پرزہ اور اس کے سوراخ کا منہ کانوں کے پیچھے کے بال بٹا کر پانی بہائے ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھلے گا بغلیں بے ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی بازو کا ہر پہلو پیٹھ کا ہر ذرہ پیٹ بٹیں اٹھا کر دھوئیں ناف کو انگلی ڈال کر دھوئیں جبکہ پانی بہنے میں شک ہو جسم کا ہر روٹکنا جڑ سے نوک تک ران اور پیڑ کا جوڑ ران اور پنڈلی کا جوڑ جب بیٹھ کر نہائیں دونوں سرین کے ملنے کی جگہ خصوصاً جب کھڑے ہو کر نہائیں رانوں کی گولائی پنڈلیوں کی کروٹیں ذکر و انشیں کے ملنے کی سطحیں بے جدا کئے نہ دھلیں گی۔ انشیں کی سطح زیریں جوڑ تک انشیں کے نیچے کی جگہ جڑ تک جس کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اگر کھال چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور کھال کے اندر پانی چڑھائے عورتوں پر خاص یہ احتیاطیں ضروری ہیں۔

ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر فرج خارج کا ہر گوشہ ہر ٹکڑا نیچے اوپر خیال سے دھویا جائے ہاں فرج داخل میں انگلی ڈال کر دھونا واجب نہیں مستحب ہے یونہی اگر حیض و نفاس سے فارغ ہو کر غسل کرتی ہے تو ایک پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کر لینا مستحب ہے۔ ماتھے پر افشاں چنی ہو تو چھڑانا ضروری ہے۔

غسل میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا بیان

240 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، عَنْ حَنْظَلَةَ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ مِنْ نَحْوِ الْحِلَابِ، فَأَخَذَ بِكَفِّهِ فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْيَمِينِ، ثُمَّ الْيَسَرِ، ثُمَّ أَخَذَ بِكَفِّهِ، فَقَالَ بِهِمَا عَلَى رَأْسِهِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے جب غسل جنابت کرنا ہوتا تھا تو آپ حلاب جتنا برتن (یعنی وہ

240- اسنادہ صحیح، ابو عاصم: هو الضحاك بن مخلد النبيل، وحظلة: هو ابن ابي سفيان الجمحي، والقاسم: هو ابن محمد بن ابي بكر، واحمد البخاري (258)، ومسلم (318)، والنسائي في "المجيب" (424) عن محمد بن المثنى، بهذا الاسناد، وهو في "صحیح ابن حبان" (1197).

برتن جس میں دودھ دوا جاتا ہے) منگواتے تھے پھر آپ ﷺ ڈالتے تھے پھر بائیں حصے پر ڈالتے تھے پھر آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کے ذریعے پانی لے کر اسے اپنے سر پر ڈالتے تھے۔ دونوں ہتھیلیوں میں پانی لے کر دائیں طرف سے آغاز کرتے تھے پھر بائیں طرف کو دھوتے تھے۔

غسل کرنے کا طریقہ

غسل کا مسنون طریقہ جو شخص غسل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ کوئی کپڑا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے۔ عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہیے اور ننگا نہانے والا قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ نہائے۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ کلائی تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجائی کرے یعنی پیشاب و پاخانہ کے مقام کے دھوئے خواہ استنجائی کی جگہ پر تباست ہو یا نہ ہو۔ اور بدن پر جہاں جہاں نجاست حقیقی لگی ہو اس کو بھی دھو ڈالے پھر کلی غرارہ کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اس میں مبالغہ کرے اور اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کرے مسواک بھی کرے اور پورا وضو کرے۔ ہاتھ پیر کی انگلیوں اور داڑھی کا خلال بھی کرے۔

اگر کسی چوکی یا پتھر وغیرہ پر بیٹھ کر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھو لے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پاؤں بھر جائیں گے اور غسل کے بعد دھونے پڑیں گے تو پاؤں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں کو دھوئے۔ وضو کے بعد پہلے سر کو دھو لے پھر تمام بدن پر تھوڑا سا پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے یا گیلہا ہاتھ تمام بدن پر پھرائے تاکہ جب پانی ڈالے تو بدن پر سب جگہ اچھی طرح پہنچ جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہالے اور ہر دفعہ بدن کو ملے کہیں سوکھا نہ رہ جائے۔ بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے داہنے مونڈھے پر تین مرتبہ پھر بائیں مونڈھے پر تین مرتبہ پھر سر پر پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالے اور اصح و ظاہر الروایت وحدیث کے موافق یہ ہے کہ پہلے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر تین مرتبہ پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ ڈالے۔ اور غسل فرض ہو تو سوائے بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے اور نہاتے وقت بغیر سخت ضرورت کے کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ غسل کے بعد چاہے تو اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے اور اب بلا وجہ ستر کو کھلانہ رکھے۔

241 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ مَهْدِيٍّ، عَنْ زَائِدَةَ بِنِ

قَدَامَةَ، عَنْ صَدَقَةَ، حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرٍ أَحَدُ بَنِي تَيْمِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ أُمِّي وَخَالَتِي عَلَى عَائِشَةَ، فَسَأَلْتَهَا إِحْدَاهُمَا كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ عِنْدَ الْغُسْلِ؟ فَقَالَتْ عَائِشَةُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُفِيضُ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَنَحْنُ نُفِيضُ عَلَى رُءُوسِنَا خَمْسًا مِنْ أَجْلِ الضَّفَرِ

جمیع بن عمیر بیان کرتے ہیں: میں اپنی والدہ اور خالہ کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ان

دونوں خواتین میں سے ایک نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ آپ ﷺ لوگ غسل کے وقت کیا کرتے تھے تو سیدہ عائشہ

نے بتایا نبی اکرم ﷺ نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے تھے پھر آپ ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے اور ہم (یعنی خواتین یعنی ازواج مطہرات) اپنے سر پر پانچ مرتبہ پانی بہاتی تھیں کیونکہ ہم نے چوٹیاں بنائی ہوئی ہوتی تھیں۔

242- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْوَاشِغِيُّ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ - قَالَ سُلَيْمَانٌ - يَبْدَأُ فَيُفْرِغُ بِيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ وَقَالَ مُسَدَّدٌ: غَسَلَ يَدَيْهِ يَغْتَسِلُ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ اتَّفَقَا فَيَغْسِلُ فَرْجَهُ، وَقَالَ مُسَدَّدٌ: يُفْرِغُ عَلَى شِمَالِهِ، وَرَبَّمَا كُنْتُ عَنِ الْفَرْجِ، ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ يُدْخِلُ يَدَيْهِ فِي الْإِنَاءِ فَيَخْلِلُ شَعْرَهُ، حَتَّى إِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدْ أَصَابَ الْبَشْرَةَ، أَوْ أَنْقَى الْبَشْرَةَ أَفْرَغَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا، فَإِذَا فَضَلَ فَضْلُهُ صَبَّهَا عَلَيْهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ جب غسل جنابت کرتے تھے (یہاں سلیمان نامی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں) تو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے پانی ڈالنے سے آغاز کرتے تھے جبکہ مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ دھو کر برتن کو اپنے دائیں ہاتھ پر انڈیلے تھے پھر دونوں راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ ﷺ اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے مسدد نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: آپ ﷺ اپنے بائیں ہاتھ پر پانی انڈیلے تھے اور بخش اوقات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرمگاہ کا ذکر کیا ہے کہ طور پر کیا پھر نبی اکرم ﷺ نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے تھے پھر اپنے دونوں ہاتھ برتن میں داخل کر کے اپنے بالوں کا خلال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ محسوس کرتے کہ آپ ﷺ نے جلد تک پانی پہنچا دیا ہے یا جلد کو صاف کر لیا ہے تو آپ ﷺ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہاتے تھے اور جو پانی بچ جاتا تھا وہ آپ ﷺ اپنے جسم پر بہا لیتے تھے۔

243- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ الْبَابِلِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، حَدَّثَنَا سَعِيدٌ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنِ النَّخَعِيِّ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ بِكَفِّهِ فَغَسَلَهُمَا، ثُمَّ غَسَلَ مَرَاغِفَهُ، وَأَفَاضَ عَلَيْهِ الْمَاءَ، فَإِذَا انْقَابَ أَبُو يَهُيَا إِلَى حَائِطٍ، ثُمَّ يَسْتَقْبِلُ الْوُضُوءَ، وَيُغِيضُ الْمَاءَ عَلَى رَأْسِهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غسل کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو آپ ﷺ دونوں ہاتھوں کو سب سے پہلے دھوتے تھے پھر آپ ﷺ اپنی شرمگاہ کو دھوتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر پانی بہاتے تھے جب آپ ﷺ ان دونوں کو اچھی طرح صاف کر لیتے تو پھر آپ ﷺ دونوں ہاتھ دیوار کی طرف بڑھاتے تھے (دیوار پر مل کر انہیں صاف کرتے تھے) پھر آپ ﷺ وضو کرتے تھے اور پھر اپنے سر پر پانی بہا لیتے تھے۔

244 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ شَوْكِرٍ، حَدَّثَنَا بُشَيْمٌ، عَنْ عُرْوَةَ الْهَمْدَانِي، حَدَّثَنَا الشَّعْبِيُّ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: لَئِنْ شِئْتُمْ لَأُرِيَنَّكُمْ أَثَرِ يَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَائِطِ حَيْثُ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

☞ ☞ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کو دیوار پر نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک کا نشان دکھا سکتی ہوں۔ جہاں آپ ﷺ غسل جنابت کرتے ہوئے (اپنا ہاتھ مل کر صاف کرتے تھے)

245 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ خَالَتِهِ مَيْمُونَةَ قَالَتْ: وَضَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا يَغْتَسِلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَكْفَأَ الْإِنَاءَ عَلَى يَدِهِ الْيُمْنَى، فَغَسَلَهَا مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ صَبَّ عَلَى فَرْجِهِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهِ الْأَرْضَ فَغَسَلَهَا، ثُمَّ تَمَضَّضَ وَاسْتَنْشَقَ، وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ وَجَسَدِهِ، ثُمَّ تَنَعَّى نَاحِيَةَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ، فَنَاقَلَتْهُ الْيُنْدِيلَ فَلَمْ يَأْخُذْهُ لَوْ بَعَثَ إِلَيْهَا الْمَاءَ عَنْ جَسَدِهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْرَاهِيمَ فَقَالَ: كَانُوا لَا يَرَوْنَ بِالْيُنْدِيلِ بَأْسًا، وَلَكِنْ كَانُوا يَكْرَهُونَ الْعَادَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مُسَدَّدٌ: قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ دَاوُدَ: كَانُوا يَكْرَهُونَهُ لِلْعَادَةِ؟ فَقَالَ: بَلْ كَذَا هُوَ، وَلَكِنْ وَجَدْتُهُ فِي كِتَابِي بَلْ كَذَا

☞ ☞ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے غسل کا پانی رکھا تا کہ آپ ﷺ غسل جنابت کریں تو نبی اکرم ﷺ نے برتن کو اپنے دائیں ہاتھ پڑا ڈیلا اور اس ہاتھ کو دو یا شاید تین مرتبہ دھویا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی شرم گاہ پر پانی انڈیل کر اپنی شرم گاہ کو بائیں ہاتھ کے ذریعے دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ زمین پر مل کر اسے دھویا۔ پھر آپ ﷺ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں کو دھویا پھر آپ ﷺ نے اپنے سر اور پورے جسم پر پانی بہایا پھر آپ ﷺ ایک طرف بٹے اور آپ ﷺ نے دونوں پاؤں دھو لئے۔ میں نے آپ ﷺ کو رومال پکڑا لیا لیکن آپ ﷺ نے اسے نہیں لیا اور اپنے جسم سے پانی جھاڑنے لگے۔

راوی بیان کرتے ہیں: میں نے ابراہیم نخعی کے سامنے یہ روایت ذکر کی تو انہوں نے فرمایا: صحابہ کرام رومال استعمال کرنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے، لیکن وہ لوگ اسے عادت کے طور پر اختیار کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) مسدد کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن داؤد سے کہا: صحابہ کرام عادت کے طور پر اسے استعمال کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تو انہوں نے فرمایا: ایسا ہی ہوگا لیکن میں نے اپنی کتاب میں اسی طرح پایا ہے۔

246 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى الْخُرَاسَانِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذُئْبٍ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يُفْرِغُ بِيَدِهِ الْيُمْنَى عَلَى يَدِهِ الْيُسْرَى سَبْعَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ يَغْسِلُ فَرْجَهُ - فَتَسِي مَرَّةً كَمْ أَفْرَغَ، فَسَأَلَنِي كَمْ أَفْرَعْتُ؟ فَقُلْتُ لَا أَدْرِي. فَقَالَ: لَا أُمَّ

لَكَ وَمَا يَنْتَعِكَ أَنْ تَذَرِي؟ - ثُمَّ يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ. ثُمَّ يُغِيضُ عَلَى جِلْدِهِ الْمَاءَ. ثُمَّ يَقُولُ
بِهَذَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَهَّرُ

⑤⑥ شعبہ بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب غسل جنابت کرتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ کے ذریعے اپنے بائیں ہاتھ پر سات مرتبہ پانی انڈیلتے تھے پھر وہ اپنی شرم گاہ کو دھوتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ بھول گئے کہ انہوں نے کتنی مرتبہ پانی انڈیلا ہے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا: میں نے کتنی مرتبہ پانی ڈالا ہے تو میں نے عرض کی: مجھے نہیں معلوم انہوں نے فرمایا: تمہاری ماں نہ رہے تمہیں کیوں معلوم نہیں ہو سکا پھر انہوں نے نماز کے لئے وضو کی طرح وضو کیا۔ پھر انہوں نے اپنے جسم پر پانی بہایا اور یہ کہا: نبی اکرم ﷺ اسی طرح طہارت حاصل کیا کرتے تھے۔

247- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُصْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَغَسَلَ الْبَوْلَ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَلَمَّا يَزُلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُ حَتَّى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ مَرَّةً، وَغَسَلَ الْبَوْلَ مِنَ الثَّوْبِ مَرَّةً

⑤⑥ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پہلے پچاس نمازیں (فرض ہوتی تھیں) اور غسل جنابت سات مرتبہ اور کپڑے کے پیشاب کو دھونا سات مرتبہ دھونا (لازم ہوا تھا) اس کے بعد نبی اکرم ﷺ مسلسل (ان میں تخفیف کا) سوال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نمازوں کو پانچ کر دیا گیا۔ غسل جنابت ایک دفعہ ہو گیا اور کپڑے سے پیشاب کو دھونا ایک مرتبہ ہو گیا۔

248- حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ، حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ تَحْتَ كُلِّ شَعْرَةٍ جَنَابَةٌ فَاغْسِلُوا الشَّعْرَ، وَأَلْقُوا الْبَشَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْحَارِثُ بْنُ وَجِيهٍ حَدِيثُهُ مُنْكَرٌ، وَهُوَ ضَعِيفٌ
⑤⑥ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”بے شک ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے تو تم بال دھو لو اور جلد کو صاف کر لو۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (حارث بن وجیہ نامی راوی کی نقل کردہ حدیث منکر ہے اور یہ راوی ضعیف ہے۔)

شرح

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ غسل جنابت میں سر کے بالوں کو اچھی طرح دھویا جائے تاکہ پانی بالوں کی جڑ میں پہنچ جائے اس لئے اگر پانی بالوں کی جڑ تک نہیں پہنچے گا تو پاکی حاصل نہیں ہوگی، چنانچہ کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اگر ایک بال کے نیچے کی بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل ادا نہ ہوگا۔ بالوں کے ساتھ ساتھ بدن کو بھی اچھی طرح دھونے کا حکم دیا جا رہا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ نہانے کے وقت بدن کو خوب اچھی طرح مل کر میل وغیرہ کو صاف کرنا چاہئے اور پورے بدن پر پانی اس طرح بہانا چاہئے کہ بدن کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہ جائے کیونکہ اگر بدن پر خشک مٹی، آٹا یا موم وغیرہ لگا رہا اس کے نیچے پانی نہ پہنچا تو ناپاکی دور نہ ہوگی۔

249 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا عَطَاءُ بْنُ السَّائِبِ، عَنْ زَادَانَ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَوَضَّعَ شَعْرَةً مِنْ جَنَابَةٍ لَمْ يَغْسِلْهَا فَعَلَّ بِهَا كَذَا وَكَذَا مِنَ النَّارِ قَالَ عَلِيٌّ: فَمِنْ ثَمَّةَ عَادِيثَ رَأْسِي ثَلَاثًا، وَكَانَ يَجُزُّ شَعْرَةً

*** حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص جنابت میں ایک بال جتنی جگہ چھوڑ دے جسے وہ نہ دھوئے تو اس کے ساتھ آگ کے ذریعے ایسے اور ایسے کیا جائے گا۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔ (راوی کہتے ہیں:) حضرت علی رضی اللہ عنہ بال منڈوا کے رکھتے تھے۔

غسل کرنے فقہی طریقہ کار کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھ گٹھنوں تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجے کی جگہ دھوئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دور کرے پھر نماز کا سادھو کرے مگر پاؤں نہ دھوئے۔ ہاں اگر چوکی یا تختے یا پتھر پر نہائے تو پاؤں بھی دھو لے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چڑھے خصوصاً سردی میں پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائے۔ پھر بائیں مونڈھے پر تین بار پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار پھر جائے غسل سے الگ ہو جائے اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لے اور نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو اور تمام بدن پر ہاتھ پھیرے اور ملے اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کے اعضا کا ستر تو ضروری ہے اگر اتنا بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرے مگر یہ احتمال بہت بعید ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے بعد نہانے کے رد مال سے بدن پونچھ ڈالے تو حرج نہیں۔ (عالمگیری)

اگر غسل خانہ کی چھت نہ ہو یا تنگے بدن نہائے بہ شرطیکہ موضع احتیاط ہو تو کوئی حرج نہیں ہاں عورتوں کو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے بعد نہانے کے فوراً کپڑے پہن لے اور وضو کے سنن و مستحبات غسل کیلئے سنن و مستحبات ہیں مگر ستر کھلا ہو تو قبلہ کو منہ کرنا نہ چاہئے اور تہبند باندھے ہو تو حرج نہیں۔

اگر بہتے پانی مثلاً دریا یا نہر میں نہایا تو تھوڑی دیر اس میں رکنے سے تین بار دھونے اور ترتیب اور وضو یہ سب سنتیں ادا ہو گئیں اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اعضا کو تین بار حرکت دے اور تالاب وغیرہ ٹھہرے پانی میں نہایا تو اعضا کو تین بار حرکت دینے یا جگہ بدلنے سے یعنی تین بار دھونے کی سنت ادا ہو جائے گی۔ میت میں کھڑا ہو گیا تو یہ بہتے پانی میں کھڑے ہونے کے حکم میں ہے۔ بہتے پانی میں وضو کیا تو وہی تھوڑی دیر اس میں عضو کو رہنے دینا اور ٹھہرے پانی میں حرکت دینا تین بار دھونے کے قائم مقام ہے۔

سب کیلئے غسل یا وضو میں پانی کی ایک مقدار معین نہیں جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے ایک لمبا چوڑا دوسرا دبلا پتلا ایک کے تمام اعضا پر بال دوسرے کا بدن صاف ایک گھنی داڑھی والا اور دوسرا بے ریش ایک کے سر پر بڑے بڑے بال دوسرے کا سر منڈا دلی ہذا القیاس سب کیلئے ایک مقدار کیسے ممکن ہے۔ عورت کو حمام میں جانا مکروہ ہے اور مرد جاسکتا ہے مگر ستر کا لحاظ ضروری ہے۔ لوگوں کے سامنے

بترکول کرنا حرام ہے۔ البتہ ضرورت صبح تڑکے حمام کو نہ جائے کہ ایک غسل امر لوگوں پر ظاہر کرنا ہے۔

بَابُ فِي الْوُضُوءِ بَعْدَ الْغُسْلِ

باب: غسل کے بعد وضو کرنا

250 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ وَيُصَلِّي الرُّكْعَتَيْنِ وَصَلَاةَ الْغَدَاةِ، وَلَا آرَاةُ يُحْدِثُ وَضُوءًا بَعْدَ الْغُسْلِ۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ غسل کرنے کے بعد دو رکعت ادا کرتے تھے اور صبح کی نماز ادا کرتے تھے میرا خیال کہ آپ ﷺ غسل کے بعد از سر نو وضو کرتے تھے۔

بَابُ فِي الْمَرْأَةِ هَلْ تَنْقُضُ شَعْرَهَا عِنْدَ الْغُسْلِ

باب: کیا عورت غسل کے وقت اپنے بال کھولے گی؟

251 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَابْنُ السَّرْحِ قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْمُسْلِمِينَ - وَقَالَ زُهَيْرٌ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي امْرَأَةٌ - أَشَدُّ ضَفَرًا رَأْسِي أَفَأَنْقُضُهُ لِلْجَنَابَةِ؟ قَالَ: إِنَّمَا يَكْفِيكَ أَنْ تُخْفِي عَلَيْهِ ثَلَاثًا - وَقَالَ زُهَيْرٌ: تُخْفِي عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَتِّيَّاتٍ مِنْ مَاءٍ ثُمَّ تُفِيضِي عَلَى سَائِرِ جَسَدِكَ، فَإِذَا آتَيْتِ قَدْ طَهَّرْتَ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک مسلمان خاتون (یہاں زہیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:) اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں کہ میں نے اپنی مینڈیاں سختی سے باندھی ہوئی ہیں تو کیا غسل جنابت کے لئے میں انہیں کھولا کروں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم ان پر تین لپ بہا لیا کرو۔

یہاں زہیر نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: تم ان پر پانی کے تین لپ بہا لو اور پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہا لو تو تم پاک ہو جاؤ گی۔

252 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ، حَدَّثَنَا ابْنُ نَافِعٍ يَعْنِي الصَّائِغَ، عَنْ أُسَامَةَ، عَنْ الْمُقْبِرِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً جَاءَتْ إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ: فَسَأَلْتُ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ قَالَ فِيهِ: وَاعْمِزِي قُرُونَكَ عِنْدَ كُلِّ حَفْنَةٍ

250 - اسنادہ صحیح، زہیر: هو ابن معاوية، وابو اسحاق: هو عمرو بن عبد الله السبيعي، والاسود: هو ابن يزيد النخعي، واحمرجه الترمذي (107)، والسناني في "الكبرى" (245) من طريقين عن ابي اسحاق، بهذا الاسناد، ولم يذكر فيه صلاة الركعتين وصلاة الغداة، وهو في "مسند احمد" (24389) و (25205).

﴿﴾ سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اس نے یہ مسئلہ ذکر کیا سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کے لئے یہ مسئلہ دریافت کیا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

”ہر مرتبہ پ ڈالنے کے بعد تم اپنی چوٹیوں کو ٹھوڑلو۔“

253 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَافِعٍ، عَنْ الْحَسَنِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا أَصَابَتْهَا جَنَابَةٌ أَخَذَتْ ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ - هَكَذَا تَعْنِي بِكَفِّئِهَا جَمِيعًا - فَتَضُبُّ عَلَى رَأْسِهَا، وَتَأْخُذُ بِبَيْدٍ وَاحِدَةٍ فَتَضِبُّهَا عَلَى هَذَا الشَّقِّ، وَالْأُخْرَى عَلَى الشَّقِّ الْآخَرِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم (خواتین) میں سے کسی ایک کو جنابت لاحق ہوتی تھی تو وہ تین لپ یعنی دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کر کے پانی لیتی تھی اور اسے اپنے سر پر بہا لیتی تھی۔ وہ ایک ہاتھ کے ذریعے سر کے ایک حصے کی طرف پانی بہاتی تھی اور دوسرے ہاتھ کے ذریعے دوسرے حصے پر بہاتی تھی۔

254 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُوَيْدٍ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنَّا نَغْتَسِلُ وَعَلَيْنَا الضَّمَادُ، وَنَحْنُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحِلَّاتٍ وَمُحَرِّمَاتٍ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہم غسل کیا کرتی تھیں حالانکہ ہم نے ضمد (یپ) کیا ہوتا تھا۔ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ہم نے حالت احرام میں اور حالت احرام کے بغیر ایسا کیا ہے۔

255 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ، قَالَ: قَرَأْتُ فِي أَصْلِ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عِيَّاشٍ قَالَ: ابْنُ عَوْفٍ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ أَبِيهِ، حَدَّثَنِي ضَمُّمُ بْنُ زُرْعَةَ، عَنْ شُرَيْحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: أَفْتَانِي جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ، أَنَّ ثَوْبَانَ حَدَّثَهُمْ أَنَّهُمْ اسْتَفْتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ: أَمَّا الرَّجُلُ فَلْيَتَنَشَّرْ رَأْسَهُ فَلْيَغْسِلْهُ حَتَّى يَبْلُغَ أَصُولَ الشَّعْرِ، وَأَمَّا الْمَرْأَةُ فَلَا عَلَيْهَا أَنْ لَا تَنْقُضَهُ لِتَغْرِفَ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثَ غَرَافَاتٍ بِكَفِّئِهَا

﴿﴾ شرح بن عبید بیان کرتے ہیں: جبیر بن نفیر نے غسل جنابت کے بارے میں مجھے یہ فتویٰ دیا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو یہ بات بتائی ہے ان لوگوں نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جہاں تک مرد کا تعلق ہے تو وہ اپنے سر کے بال کھول کر نہیں دھوئے گا۔ یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے لیکن جہاں تک عورت کا تعلق ہے تو اس پر یہ بات لازم نہیں ہے کہ وہ اپنے بال کھولے وہ اپنے سر پر تین لپ دونوں ہاتھوں کے ذریعے انڈیل دے گی۔

بَابُ فِي الْجَنْبِ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِخَطْمِيٍّ أَيْ جِزْئِهِ ذَلِكَ

باب: جنبی شخص کا خطمی کے ذریعے اپنے سر کو دھونا

256 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا شَرِيكَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَوَاءَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ كَانَ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخَطْمِيِّ وَهُوَ جَنْبٌ يَجْتَزِئُ بِذَلِكَ، وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَاءَ.

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں کہ آپ ﷺ اپنے سر کو خطمی کے ذریعے دھوتے تھے جب آپ ﷺ جنابت کی حالت میں ہوتے تھے آپ ﷺ اسی پر کفایت کر لیتے تھے۔ آپ ﷺ اس پر پانی نہیں بہاتے تھے۔

شرح

جس طرح یہاں آنولہ وغیرہ سے دھونے کا رواج تھا ایسے ہی عرب میں خطمی سے سر دھوئے جاتے تھے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس کے بارے میں فرما رہی ہیں کہ آپ ﷺ جب غسل جنابت فرماتے تو اپنے سر کے بال خطمی کے پانی سے دھویا کرتے تھے اور اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ جب سر پر خطمی لگا کر اسے دھونے کے لئے سر پر خطمی ملا ہوا پانی ڈالتے تھے تو پھر دوبارہ پانی بہانے کے وقت سر پر پانی نہیں ڈالتے تھے بلکہ اسی پہلے دھوئے ہوئے کو کافی سمجھتے تھے جیسا کہ عام طور پر نہانے والے یہ کرتے ہیں کہ پہلے سر کو دھوتے ہیں، اس کے بعد غسل کرتے ہیں اور پھر دوبارہ سر پر بھی پانی ڈالتے ہیں آپ ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جس پانی سے سر کو دھویا کرتے تھے اس میں خطمی کے اجزاء کم ہوتے ہوں گے کہ جس سے پانی کی حقیقت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ہوگا یعنی سیلان باقی رہتا ہوگا۔

بَابُ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ

باب: پانی کا مرد اور عورت کے درمیان بہنا

257 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، حَدَّثَنَا شَرِيكَ، عَنْ قَيْسِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَوَاءَ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ عَائِشَةَ فِيمَا يَفِيضُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنَ الْمَاءِ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ يَصُبُّ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَأْخُذُ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، ثُمَّ يَصُبُّهُ عَلَيْهِ.

بنو سواہ بن عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے جو مرد اور عورت کے پانی بہانے کے بارے میں ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ چلو میں پانی لیتے تھے اور وہ پانی مجھ پر انڈیل دیتے تھے پھر آپ ﷺ چلو میں پانی لیتے تھے اور وہ اپنے اوپر انڈیل دیتے تھے۔

بَابُ فِي مُوَازَلَةِ الْحَائِضِ وَجَمَاعَتِهَا

باب: حیض والی خواتین کے ساتھ کھانا پینا اور ساتھ رہنا

258- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَبَّادٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ

الْيَهُودَ كَانَتْ إِذَا حَاضَتْ مِنْهُمْ الْمَرْأَةُ أَخْرَجُوهَا مِنَ الْبَيْتِ، وَلَمْ يُؤَاكِلُوهَا وَلَمْ يُشَارِبُوهَا وَلَمْ يُجَامِعُوهَا فِي الْبَيْتِ، فَسُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: (وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ) (البقرة: 222) قُلْ: هُوَ آذَى فَاغْتَرِزُوا لِلنِّسَاءِ فِي الْمَحِيضِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جَامِعُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ، وَاصْنَعُوا كُلَّ شَيْءٍ غَيْرِ النِّكَاحِ، فَقَالَتِ الْيَهُودُ: مَا يُرِيدُ هَذَا الرَّجُلُ أَنْ يَدْعَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا إِلَّا خَالَفَنَا فِيهِ، فَجَاءَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ، وَعَبْدُ بْنُ يَشْرٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ الْيَهُودَ يَقُولُ كَذَا وَكَذَا أَفَلَا تَنْكِحُهُنَّ فِي الْمَحِيضِ؟ فَتَمَعَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنْ قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا، فَخَرَجَا فَاسْتَقْبَلَتْهُمَا هَدِيَّةٌ مِنَ لَبَنِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمَا فَسَقَاهُمَا، فَظَنَنَّا أَنَّهُ لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودیوں کا یہ معمول تھا کہ جب ان کی کسی عورت کو حیض آجاتا تو وہ اسے گھر سے نکال دیتے تھے۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے پیتے نہیں تھے۔ اس کے ساتھ گھر میں نہیں رہتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

”لوگ تم سے حیض کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔ تم یہ فرما دو! یہ گندگی ہے اور حیض کے دوران خواتین سے (جنسی طور پر) الگ رہو۔“ یہ آیت کے آخر تک ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ان خواتین کے ساتھ گھروں میں رہو اور صحبت کرنے کے علاوہ سب کچھ کرو۔ اس پر یہودیوں نے کہا: یہ صاحب صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہر معاملے میں ہماری مخالفت کریں۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہودیوں نے یہ بات کہی ہے تو کیا ہم ان خواتین کے ساتھ حیض کے دوران صحبت بھی نہ کر لیا کریں؟ تو نبی اکرم ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ یہاں تک ہم نے یہ گمان کیا کہ آپ ﷺ ان دونوں حضرات پر ناراضگی کا اظہار کریں گے۔ یہ حضرات تشریف لے گئے پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دودھ کا تحفہ آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں حضرات کو بلایا اور وہ دودھ ان دونوں کو پلایا۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوا کہ آپ ﷺ ان پر (زیادہ) ناراض نہیں ہوئے ہیں۔

259- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ مِسْعَرٍ، عَنِ الْبُقَدَامِ بْنِ شَرِيحٍ، عَنْ

أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَتَعَرِّقُ الْعِظَمَ وَأَنَا حَائِضٌ، فَأَعْطِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ

فَتَهُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي فِيهِ وَضَعْتُهُ، وَأَشْرَبُ الشَّرَابَ فَأَنَاوِلُهُ فَيَضَعُ فِيهِ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي كُنْتُ أَشْرَبُ مِنْهُ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: (بعض اوقات) میں حیض کی حالت میں کوئی ہڈی نوچ کر کھاتی تھی، پھر میں وہ نبی اکرم ﷺ کو دے دیتی تھی، تو نبی اکرم ﷺ اپنا منہ مبارک اسی جگہ رکھتے تھے جہاں میں نے اپنا منہ رکھا ہوتا تھا، اور میں کوئی مشروب پیتی تھی اور اسے نبی اکرم ﷺ کی طرف بڑھاتی تھی، تو نبی اکرم ﷺ اپنا منہ اسی جگہ رکھتے تھے جہاں سے میں نے پیا ہوتا تھا۔

260 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ صَفِيَّةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ رَأْسَهُ فِي حِجْرِي فَيَقْرَأُ وَأَنَا حَائِضٌ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ کر تلاوت کر لیتے تھے حالانکہ میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔

حیض کے معنی و مفہوم و احکام کا بیان

لغت میں "حیض" کے معنی "جاری ہونا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں حیض اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کے رحم سے بغیر کسی بیماری اور ولادت کے جاری ہوتا ہے اور جسے عرف عام میں "ماہواری" یا ایام بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح رحم عورت سے جو خون کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے اسے استحاضہ اور جو خون ولادت کے بعد جاری ہوتا ہے اسے "نفاس" کہتے ہیں۔ حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے لہذا اس مدت میں خون خالص سفیدی کے علاوہ جس رنگ میں بھی آئے وہ حیض کا خون شمار ہوگا یعنی حیض کے خون کا رنگ سرخ بھی ہوتا ہے اور سیاہ و سبز بھی، نیز زرد اور مٹی کے رنگ جیسا بھی حیض کے خون کا رنگ ہوتا ہے۔ ایام حیض میں نماز، روزہ نہ کرنا چاہئے البتہ ایام گزر جانے کے بعد روزے تو قضاء ادا کئے جائیں گے مگر نماز کی قضا نہیں ہوگی۔ مناسبت یہ ہے کہ اس موقع پر حیض کے کچھ مسائل و احکام ذکر کر دیئے جائیں۔

(۱) اگر کوئی عورت سو کر اٹھنے کے بعد خون دیکھے تو اس کا حیض اسی وقت سے شمار ہوگا جب سے وہ بیدار ہوئی ہے اس سے پہلے نہیں اور اگر کوئی حائضہ عورت سو کر اٹھنے کے بعد اپنے کو طاہر پائے تو جب سے سوئی ہے اسی وقت سے طاہر سمجھی جائے گی۔

(۲) حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے ناف اور زانوں کے درمیان کے جسم کو دیکھنا یا اس سے اپنے جسم کو ملانا بشرطیکہ کوئی کپڑا درمیان میں نہ ہو مکروہ تحریمی ہے اور جماع کرنا حرام ہے۔

(۳) حیض والی عورت اگر کسی کو قرآن مجید پڑھاتی ہو تو اس کو ایک ایک لفظ رک رک کر پڑھانے کی غرض سے کہنا جائز ہے۔

ہاں پوری آیت ایک دم پڑھ لینا اس وقت بھی ناجائز ہے۔

259- اسنادہ صحیح. مسعر: ہوا بن کدام، و شریح: ہوا بن ہانء الحارثی الکوفی. و آخر جہ مسلم (300)، والنسائی فی "الکبزی" (61)، رابن ماجہ (643) من طرق عن المقدم بن شریح، بهذا الاسناد. و هو فی "مسند احمد" (24328)، و "صحیح ابن حبان" (1360) و (1361).

(۴) حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے بوسے لینا، اس کا استعمال کیا پانی وغیرہ پینا اور اس سے لپٹ کر سونا اور اس کے ناف اور ناف کے اوپر اور زانوں کے نیچے کے جسم سے اپنے جسم کو ملانا اگرچہ کپڑا درمیان میں نہ ہو اور ناف و زانوں کے درمیان کپڑے کے ساتھ ملانا جائز ہے بلکہ حیض والی عورت سے علیحدہ ہو کر سونا یا اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے۔

(۵) جس عورت کا حیض دس دن اور دس راتیں آ کر بند ہوا ہو تو اس سے بغیر غسل کے خون بند ہوتے ہی جماع جائز ہے اور جس عورت کا خون دس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو تو اگر اس کی عادت سے بھی کم آ کر بند ہوا ہے تو اس سے جماع جائز نہیں۔ جب تک کہ اس کی عادت نہ گزر جائے اور عادت کے موافق اگر بند ہوا ہے تو جب تک غسل نہ کرے یا ایک نماز کا وقت نہ گزر جائے جماع جائز نہیں۔ نماز کا وقت گزر جانے کے بعد بغیر غسل کے بھی جائز ہوگا۔ نماز کے وقت گزر جانے سے یہ مقصود ہے کہ اگر شروع وقت میں خون بند ہوا تو باقی وقت سب گزر جائے اور اگر آخر وقت میں خون بند ہوا تو اس قدر وقت ہونا ضروری ہے کہ جس میں غسل کر کے نماز کی نیت کرنے کی گنجائش ہو اور اگر اس سے بھی کم وقت باقی ہو تو پھر اس کا اعتبار نہیں دوسری نماز کا پورا وقت گزرنا ضروری ہے۔ یہی حکم نفاس کا ہے کہ اگر چالیس دن آ کر بند ہوا ہو تو خون بند ہوتے ہی بغیر غسل کے اور اگر چالیس دن سے کم آ کر بند ہوا ہو اور عادت سے بھی کم ہو تو بعد عادت گزر جانے کے اور اگر عادت کے موافق بند ہوا ہو تو غسل کے بعد یا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد جماع وغیرہ جائز ہے۔ ہاں ان کے سب صورتوں میں مستحب ہے کہ بغیر غسل کے جماع نہ کیا جائے۔

(۶) جس عورت کا خون دس دن اور راتوں سے کم آ کر بند ہوا اور عادت مقرر ہو جانے کی شکل میں عادت سے بھی کم ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے اس خیال سے کہ شاید پھر خون آجائے مثلاً عشاء کے شروع وقت خون بند ہوا ہو تو عشاء کے آخر وقت مستحب یعنی نصف شب کے قریب تک اس کو غسل میں تاخیر کرنا چاہئے اور جس عورت کا حیض دس دن یا عادت مقرر ہونے کی شکل میں عادت کے موافق آ کر بند ہوا ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت مستحب تک غسل میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔

(۷) اگر کوئی عورت غیر زمانہ حیض میں کوئی ایسی دوا استعمال کرے جس سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں مثلاً کسی عورت کو مہینے میں ایک دفعہ پانچ دن حیض آتا ہو تو اس کے حیض کے پانچ دن کے بعد کسی دوا کے استعمال سے خون آجائے تو وہ حیض نہیں۔

(۸) اگر کسی عادت والی عورت کو خون جاری ہو جائے اور برابر جاری رہے اور اس کو یہ یاد نہ رہے کہ مجھے کتنے دن حیض آتا تھا یا پھر یہ یاد نہ رہے کہ مہینہ کی کس کس تاریخ سے شروع ہوتا تھا اور کب ختم ہوتا تھا۔ یاد دونوں باتیں یاد نہ رہیں تو اس کو چاہئے کہ اپنے غالب گمان پر عمل کرے یعنی جس زمانے کو وہ حیض کا زمانہ خیال کرے اس زمانے میں حیض کے احکام پر عمل کرے اور جس زمانے کو طہارت کا زمانہ خیال کرے اس زمانے میں طہارت کے احکام پر عمل کرے اور اگر اس کا گمان کسی طرف نہ ہو تو اس کو ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھنی چاہئے اور روزہ بھی رکھے مگر جب اس کا یہ مرض رفع ہو جائے روزہ کی قضاء ادا کرنی ہوگی اور اگر اس کو شک کی کیفیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانے کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا تو اس صورت میں ہر نماز کے وقت نیا وضو کر کے نماز پڑھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کو کسی زمانہ کی نسبت یہ شک ہو کہ یہ زمانہ حیض کا ہے یا طہر کا یا حیض سے خارج ہونے کا تو اس صورت میں وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز پڑھے۔

بَابُ فِي الْحَائِضِ تَنَاوُلِ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب: حیض والی عورت کا مسجد میں سے کوئی چیز پکڑانا

261- حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُثَيْدٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَاوُلِي الْخُمْزَةَ مِنَ الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ حَيْضَتِكَ لَيْسَتْ فِي يَدِكَ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: نماز کی جگہ سے چٹائی مجھے پکڑا دو میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

شرح

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ ﷺ دونوں جنابت کی حالت میں ایک برتن سے نہالیا کرتے تھے۔ (اور بعض اوقات) میں ایام سے ہوتی تو آپ ﷺ مجھے (تہ بند باندھنے کے واسطے) ارشاد فرماتے جب میں تہ بند باندھ لیتی تو آپ ﷺ مجھ سے (ناف کے اوپر اوپر) اپنے بدن کو لگا کر لیٹ جایا کرتے تھے اور (بعض مرتبہ) آپ اعتکاف میں ہوتے اور اپنا سر مبارک (مسجد سے) باہر نکال دیتے تو میں اپنے ایام کی حالت میں آپ ﷺ کا سر مبارک دھویا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 513)

حیض والی عورت سے انتفاع سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

عرب کے قاعدے اور معمول کے مطابق ایک بڑا برتن جو طشت کی قسم کا ہوتا تھا پانی سے بھرا ہوا رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رکھا ہوتا اور یہ دونوں اس میں سے چلو بھر بھر کر نہاتے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے جسم کے اس حصے سے قاعدہ ڈالنا جو ناف کے نیچے اور زانو کے اوپر ہوتا ہے حرام ہے۔ یعنی وہاں ہاتھ لگانا اور جماع کرنا ممنوع ہے چنانچہ اس کی وضاحت دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے اور یہی مسلک امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ امام محمد، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہما اور بعض شوافع حضرات کا مسلک یہ ہے کہ حائضہ عورت سے صرف وہی یعنی شرمگاہ میں دخول کرنا حرام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل جدا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپنے سر مبارک اسی دروازے سے حجرے کی طرف نکال دیتے تھے وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر آپ ﷺ کا سر مبارک دھودیتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اپنے جسم کے کسی حصے کو مسجد سے باہر نکالے تو اس

261- اسنادہ صحیح، ابو معاویہ: ہو محقق بن حازم الضریح، والأعمش: ہو سليمان بن مهران، والقاسم: ہو ابن محقق بن ابی بکر، وأخرجه مسلم (298)، والترمذی (134)، والسنائی فی "الکبری" (262) من طرق عن الأعمش، بهذا الاسناد، وأخرجه مسلم (298) من طریقین عن ثابت بن عبيد، به، وهو فی "مسند احمد" (24184)، و"صحیح ابن حبان" (1357) و (1358)، وأخرجه ابن ماجه (632) من طریق البیهی، عن عائش

بَابُ فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ

باب: حیض والی عورت نماز کی قضا نہیں کرے گی

262 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ مُعَاذَةَ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَتْ: أَحْزُونِيَّةٌ أَنْتِ؟ لَقَدْ كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَقْضِي، وَلَا نُوْمَرُ بِالْقَضَائِ

﴿﴾ معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا حیض والی عورت نماز کی قضا کرے گی؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا تم حور یہ ہو؟ ہم خواتین نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں حیض سے ہوتی تھیں ہم قضا نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی ہمیں قضا کا حکم دیا گیا تھا۔

263 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرِو، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ يَغْنِي ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ، عَنْ عَائِشَةَ، بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ فِيهِ: فَنُوْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ، وَلَا نُوْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ ﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ ”تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا تھا نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔“

بَابُ فِي إِتْيَانِ الْحَائِضِ

باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کرنا

264 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ، حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ وَهِيَ حَائِضٌ قَالَ: يَتَصَدَّقُ بِدِينَارٍ أَوْ نِصْفِ دِينَارٍ

﴿﴾ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الزَّوَايَةُ الصَّحِيحَةُ قَالَ: دِينَارٌ أَوْ نِصْفُ دِينَارٍ وَرُبَّمَا لَمْ يَزِفْعُهُ شُعْبَةُ ﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحیح روایت اس طرح ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ایک دینار یا نصف دینار۔

لیکن بعض اوقات شعبہ نے اسے مرفوع حدیث کے طور پر نقل نہیں کیا ہے۔

265 - حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ مُطَهَّرٍ. حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ سُلَيْمَانَ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ الثُّمَالِيِّ. عَنْ أَبِي الْحَسَنِ الْجَوَّارِيِّ. عَنْ مِقْسَمٍ. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِذَا أَصَابَهَا فِي أَوَّلِ الدَّمِ قَدْ يَنْتَارُ. وَإِذَا أَصَابَهَا فِي انْقِطَاعِ الدَّمِ فَنُصْفٌ وَنِتَارٌ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ. عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ. عَنْ مِقْسَمٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب آدمی حیض کے ابتدائی دنوں میں بیوی کے ساتھ صحبت کرے تو ایک دینار کی ادائیگی لازم ہوگی اور جب خون رک جانے کے بعد صحبت کرے تو نصف دینار کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن جریر نے عبدالکریم کے حوالے سے مقسام سے اسی طرح نقل کیا ہے۔)

266 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ. حَدَّثَنَا شَرِيكَ. عَنْ خُصَيْفٍ. عَنْ مِقْسَمٍ. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَقَعَ الرَّجُلُ بِأَهْلِهِ وَهِيَ خَائِضٌ فَلْيَتَصَدَّقْ بِنُصْفِ دِينَارٍ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ عَلِيُّ بْنُ بُدَّيْنَةَ. عَنْ مِقْسَمٍ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا.

وَرَوَى الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ. عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَمْرَةٌ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِخُمْسِ دِينَارٍ. وَهَذَا مُعْضَلٌ. ﴿﴾ حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کرے اور وہ عورت اس وقت حیض کی حالت میں ہو تو اس شخص کو نصف دینار صدقہ کرنا چاہئے۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علی بن بذیمہ نے مقسام کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے اسی طرح مرسل روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔)

امام اوزاعی نے اپنی سند کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ ایک دینار کے دو پانچویں حصے صدقہ کرے یہ روایت معضل ہے۔

شرح

اس میں چودہ مسائل ہیں: مسئلہ نمبر: (۱) قولہ تعالیٰ: (آیت) طبری نے سدی سے ذکر کیا ہے کہ سائل حضرت ثابت بن وداح ہیں۔ اور یہ قول بھی ہے کہ حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور سوال کے سبب کے بارے میں حضرت قتادہ وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے عرب لوگ حیض والی عورتوں کے ساتھ کھانے پینے اور ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنے سے اجتناب کرنے میں بنی اسرائیل کے طریقے پر چلتے تھے، تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اور حضرت مجاہد نے کہا ہے: وہ حالت حیض میں عورتوں سے دور رہتے تھے اور وہ زمانہ حیض کی مدت ان کی دبروں میں طوی کرتے تھے، پس یہ آیت نازل ہوئی۔

اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہودیوں میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تھی تو وہ گھروں میں نہ اس کے ساتھ مل کر کھاتے تھے اور نہ ان کے ساتھ مجامعت کرتے تھے، پس حضور نبی کریم ﷺ کے اصحاب نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (آیت) **وَيَسْلُوْنَكَ عَنِ الْحَيْضِ قُلْ هُوَ اَذَى فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْحَيْضِ**۔ الی آخر الآیہ۔ اور رسول اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **اصنعوا کل شی الا النکاح**۔ (تم ان کے ساتھ وطی کے سوا ہر معاملہ کرو) یہ خبر یہودیوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے کہا: یہ آدمی ہمارے امور میں سے کسی شے کو چھوڑنے کا ارادہ نہیں رکھتا مگر اس نے ہر معاملے میں ہماری مخالفت کی ہے۔ پس حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عبادہ بن بشر رضی اللہ عنہ دونوں آئے اور انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ یہودی اس طرح کہہ رہے ہیں کیا ہم ان (عورتوں) سے جماع نہ کیا کریں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا، یہاں تک کہ ہمیں یہ گماں ہوا کہ آپ ﷺ ان دونوں پر غصے اور ناراض ہوں گے، پاس وہ دونوں نکل گئے اور پھر ان دونوں کے سامنے رسول اللہ ﷺ کے پاس دودھ کا ہدیہ آیا، تو آپ ﷺ نے وہ ان کے پیچھے بھیج دیا اور ان دونوں نے خوب سیر ہو کر پیا اور انہیں پہچان ہو گئی کہ آپ ﷺ ان پر ناراض نہیں،

ہمارے علماء نے کہا ہے: یہودی اور مجوسی حیض والی عورتوں سے دور رہتے تھے اور عیسائی حیض والی عورتوں سے مجامعت کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے درمیان کا قصد کرتے ہوئے یہ حکم ارشاد فرمایا: **مسئلہ نمبر: (۲) قولہ تعالیٰ: (آیت) عَنِ الْحَيْضِ، الْحَيْضُ** سے مراد حیض ہے اور یہ مصدر ہے۔ کہا جاتا ہے: **حاضت المرأة حیضا** ومحاضا ومحیضا فحی حائض اور یہ حائضہ بھی ہے۔ فراء نے ایک شعر میں کہا ہے:

کحائضۃ یزنی بھا غیر طاھر۔ (جیسا کہ حیض والی عورت اس سے ناپاک حالت میں زنا کیا جاتا ہے)

اور (کہا جاتا ہے) **نساء حیض وحوائض**۔ اور **الحیضۃ** کا معنی ہے: ایک بار۔ اور **الحیضۃ کسرہ** کے ساتھ اسم ہے اور جمع **الحیض** ہے اور **الحیضۃ** کا معنی وہ کپڑے کا ٹکڑا بھی ہے جس کے ساتھ عورت اپنی فرج کو (حیض آنے کے وقت) باندھتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: **لیتینی کنت حیضۃ ملقاۃ (۱) (مصنف عبدالرزاق، ۲۰۶۱۶) (اے کاش، میں وہ کپڑے کا ٹکڑا ہوتی جسے پھینک دیا جاتا ہے) اسی طرح الحیضۃ ہے اور اس کی جمع الحائض ہے۔ اور یہ قول بھی ہے کہ الحیض زمان و مکان سے عبارت ہے اور نفس حیض کو بھی محیض کہا جاتا ہے، یہ زمان و مکان میں اصل ہے اور حیض کے معنی میں مجاز ہے۔ علامہ طبری نے کہا ہے: الحیض حیض کا اسم (نام) ہے اور اسی کی مثل روبہ کائیش کے بارے قول ہے۔**

الیک اشکوشدة المعیش ومرا عوام تنفن ریشو

میں زندگی کی تلخی اور شدت کی تیرے پاس شکایت کر رہا ہوں اور سال ہا سال گز گئے، انہوں نے میرے بال و پیر اکھیر دیے۔

اور کلمہ کی اصل سیلان (بہہ پڑنا) اور انفجار (پھوٹ پڑنا) سے ہے۔ کہا جاتا ہے: **حاض السیل وقاض سیلاب** پھوٹ پڑا اور بہہ گیا اور حاض الشجرة یعنی درخت کی رطوبت ظاہر ہو گئی بہہ گئی۔

اور اسی طرح الحیض بمعنی الحوض ہے، کیونکہ پانی اس کی طرف بہتا ہے اور عرب یاء کی جگہ واو اور واو کی جگہ یاء داخل کرتے

رہتے ہیں۔ کیونکہ دونوں ایک ہی چیز سے ہیں۔

ابن عرفہ نے کہا ہے: الحيض اور الحيض کا معنی اس کے محل کی طرف خون کا جمع ہونا ہے اور اسی سبب سے حوض کو بھی یہ نام دیا گیا ہے کیونکہ اس میں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے: حاضۃ المرأة و تحیض، و درست و عرکت، و طمط، و تحیض حیضا و محاضا و حیضا، جبکہ معلوم اوقات میں عورت کا خون بہہ پڑے۔ اور جب وہ غیر معلوم ایام میں جاری ہو اور حیض کی رگ کے سوا کہیں اور سے آئے تو پھر تو کہے گا: استحیضت لھی مستحاضۃ کہ عورت مستحاضہ ہو گئی۔

حائض کے آٹھ اسماء کا بیان

ابن عربی نے کہا ہے۔ اور اس کی آٹھ اسماء ہیں۔

(۱) حائض۔ (۲) عارک۔ (۳) قارک۔ (۴) طامس۔ (۵) دارس۔ (۶) کابر۔ (۷) ضاحک۔ (۸) طامٹ۔

حضرت مجاہد نے ارشاد باری تعالیٰ: (آیت) فصاحت۔ کا معنی بیان کیا ہے: حاضت، پس وہ حائضہ ہو گئی اور قول باری تعالیٰ (آیت) فلما رایہ اکبرنہ۔ یعنی حفصن (پس جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو وہ حائضہ ہو گئیں۔) اس کی تفصیل اپنے محل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسئلہ نمبر: (۳) اس پر علماء کا اجماع ہے کہ عورت کے لئے اپنی فرج سے ظاہر بننے والا خون دیکھنے کی حالت میں تین احکام ہیں۔ پس ان میں سے حیض معروف ہے اور خون حیض سیاہ گاڑھا ہو اس پر سرخی غالب ہو اور یہ کہ عورت اس کی وجہ سے نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا ترک کر دے گی۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور کبھی یہ خون متصل (مسل) آتا ہے اور کبھی منقطع ہوتا ہے۔ (یعنی ایک دو دن کے وقفے سے آتا ہے) پس اگر یہ متصل جاری رہے تو اس کے لئے حکم ثابت ہوگا اور اگر منقطع ہو اور عورت ایک دن خون دیکھے اور ایک دن طہر یا وہ دو دن خون دیکھے اور دو دن یا ایک دن طہر تو بلاشبہ وہ خون کے دنوں میں نماز چھوڑ دے گی اور اس کے انقطاع کے وقت غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی، پھر وہ خون کے ایام کو اکٹھا کر لے گی اور درمیان میں آنے والے ایام طہر کو لغو چھوڑ دے گی اور وہ انہیں عدت اور استبرا کی صورت میں طہر شمار نہیں کرے گی، حیض عورتوں کی فطرت میں ہے اور ان کی معروف طبعی عادت ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱) (بخاری شریف: باب: ترک الحائض الصوم، حدیث نمبر: ۲۹۳، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لائے اور آپ عورتوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! تم صدقہ کرو کیونکہ اہل نار میں سے اکثر تم مجھے دکھائی گئی ہو۔ تو انہوں نے عرض کی: کیوں یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو۔ میں نے تم سے بڑھ کر ناقصات عقل و دین کسی کو نہیں دیکھا جو ایک محتاط آدمی کی عقل و فہم کو ختم کر دے۔ تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل و دین کے اعتبار سے ہم میں کون سی کمی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عورت کی شہادت آدمی کی شہادت کے نصف کے برابر نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کی: ہاں، کیوں نہیں، پھر آپ نے فرمایا: یہ ان کی عقل کی کمی کی وجہ سے ہے اور کہا: جب وہ حائضہ ہو جائے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، کیا اسی طرح نہیں ہے؟ انہوں

نے عرض کی: ہاں، یا رسول اللہ! میں نے فرمایا: یہ ان کے دین کی کمی کی وجہ سے ہے۔۔۔ اور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ عائفہ عورت روزے کی قضا کرے گی اور نماز کی قضا نہیں کرے گی۔

حضرت معاذہ کی حدیث ہے انہوں نے کہا: میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اور کہا: حیض والی عورت کو کیا ہے کہ وہ روزے کی قضا کرتی ہے اور نماز کی قضا نہیں کرتی؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا تو حروریہ؟ (حروریہ خوارق کا ایک گروہ ہے اور یہ کوفہ کے قریب ایک گاؤں حروراء کی طرف منسوب ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا، ان کے نزدیک دین میں شدت اور سختی ہے جیسا کہ معروف ہے۔) ہے؟ میں نے کہا: میں حروریہ تو نہیں۔ البتہ میں پوچھ رہی ہوں، تو پھر انہوں نے فرمایا: چونکہ وہ ہمیں لاحق ہوتا رہتا ہے اس لئے ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیا گیا ہے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا گیا اسے مسلم نے روایت کیا ہے (۱) (بخاری شریف: باب: لا تقض الحائض الصلوۃ، حدیث نمبر: ۳۱۰، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) اور جب عورت کا خون ختم ہو جائے تو اس کے لئے اس سے پاکیزگی اور طہارت غسل ہے اس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ مسئلہ نمبر: (۴) علماء نے حیض کی مقدار میں اختلاف کیا ہے:

فقہائے مدینہ نے کہا ہے: بلاشبہ حیض پندرہ دنوں سے زیادہ نہیں ہوتا اور یہ جائز ہے کہ وہ پندرہ دن اور اس سے کچھ کم ہو اور جو پندرہ دنوں سے زیادہ ہو گا وہ حیض نہ ہو گا بلکہ وہ استحاضہ ہے۔ یہ مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب کا ہے۔ اور امام مالک سے یہ بھی مروی ہے کہ حیض کے قلیل ہونے اور کثیر ہونے کا کوئی وقت نہیں مگر وہی جو عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ (یعنی ان کی عادت ہوتی ہے) گویا آپ نے اپنا پہلا قول چھوڑ دیا ہے اور عورتوں کی عادت کی طرف رجوع کر لیا ہے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کم سے کم طہر پندرہ دن ہے، بغداد کے رہنے والے اکثر اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ نے

یہی اختیار کیا ہے اور یہی امام شافعی، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم ان دونوں کے اصحاب اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہم کا قول ہے۔ اور اس باب میں صحیح قول یہی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حیض والی عورتوں کی عدت تین حیض مقرر کی ہے اور جنہیں بڑھا پے یا صغریٰ کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو ان کی عدت تین ماہ مقرر کی ہے، گویا کہ ہر حیض کے دن زیادہ ہوں گے تو طہر کے دن کم ہوں گے۔ پس جب حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہو تو واجب ہے کہ اس کے مقابلے میں کم سے کم طہر کی مدت پندرہ دن ہو۔ تاکہ ایک مہینے میں حیض اور طہر دونوں مکمل ہو جائیں اور قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ عورتوں کی خلقت اور ان کی فطرت میں اغلباً یہی متعارف ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: کم سے کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی اکثر مدت پندرہ دن ہے اور ان سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی مثل بھی مروی ہے کہ اسے عورتوں کے عرف اور عادت کی طرف لوٹا دیا گیا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

ابن عبد البر نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک جو خون تین دنوں سے کم ہو گا وہ استحاضہ ہو گا، یہ نماز کے مانع نہیں ہوتا مگر جب کہ یہ پہلی بار ظاہر ہو، کیونکہ اس کی انتہائی مدت معلوم نہیں ہوتی، پھر عورت پر ان اوقات کی نماز قضا کرنا لازم ہے۔ اسی طرح وہ خون جو

دس دنوں سے زیادہ ہو (وہ بھی) اہل کوفہ کے نزدیک استحاضہ ہے۔ اور اہل حجاز کے نزدیک جو پندرہ دنوں سے زائد ہوگا وہ دم استحاضہ ہوگا اور جو ایک دن اور ایک رات سے کم وہ گالام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ استحاضہ ہوگا اور یہی قول امام اوزاعی اور طبری کا ہے اور جنہوں نے کہا ہے کہ حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے ان میں سے حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت ابو ثور اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔

امام اوزاعی نے کہا ہے: ہمارے پاس ایک عورت صبح کے وقت حائضہ ہوتی ہے اور شام کے وقت پاک ہو جاتی ہے۔ حیض کی اکثر اور اقل مدت، طہر کی اقل مدت، احتیاط اور اس کی حجت کے بارے میں ہم نے اس باب میں وہی کچھ ذکر کیا ہے جسے علماء نے اپنایا ہے۔

پس مقتضی فی شرح موطا مالک بن انس میں ہے کہ اگر کسی عورت کو پہلی بار حیض آئے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق جو خون وہ پہلی بار دیکھے گی وہ پندرہ دن تک بیٹھی رہے گی پھر وہ غسل کرے گی اور چودہ دن کی نماز لوٹائے گی۔

اور امام مالک نے کہا ہے: وہ نماز قضا نہیں کرے گی اور اس کے خاوند کو اس سے روکا جائے گا۔ علی بن زیاد نے ان سے روایت کیا ہے کہ وہ اپنی ہم عمر لڑکیوں کی مقدار بیٹھی رہے گی اور یہی قول حضرت عطاء اور ثوری وغیرہ کا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: وہ ایک دن اور ایک رات بیٹھی رہے گی اور نماز پڑھے گی اور اس کا خاوند اس کے پاس نہ آئے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: وہ دس دن نماز چھوڑے رکھے گی، پھر غسل کرے گی اور بیس دن تک نماز پڑھتی رہے گی، پھر بیس دنوں کے بعد دس دن کے لئے نماز چھوڑ دے گی، پس اس کی یہی حالت جاری رہے گی یہاں تک کہ اس سے خون ختم ہو جائے، رہی وہ عورت جس کے دن معلوم ہوں تو وہ ایام معلومہ کے مطابق تین دنوں تک احتیاط کرے گی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے: جب تک وہ پندرہ دنوں سے تجاوز نہ کرے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جب اس کے دن گزر جائیں تو بغیر کسی احتیاط کے وہ غسل کرے گی۔

خون میں سے دوسرا دم نفاس ہے جو ولادت کے وقت ظاہر ہوتا ہے: علماء کے نزدیک اس کے لئے بھی معلوم حد ہے اور اس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔

پس کہا گیا ہے کہ وہ دو مہینے ہیں، یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور بعض نے کہا ہے: وہ چالیس دن ہیں۔ یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ ان کے علاوہ بھی قول کیے گئے ہیں۔

اور اس سے طہارت اس کے ختم ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے اور اس کا غسل غسل جنابت کی طرح ہے۔ قاضی ابو محمد عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حیض اور نفاس کا خون گیارہ چیزوں سے روکتا ہے اور وہ نماز کا واجب ہونا، اسے پڑھنا، صحیح ہونا، روزہ رکھنا نہ کہ اس کا واجب ہونا، (یعنی روزے کا وجوب برقرار رہتا ہے لیکن اسے عملاً رکھنا سوخا ہو جاتا ہے) اور فرق کا فائدہ یہ ہے کہ روزے کی قضا لازم ہے اور نماز کی قضا لازم نہیں۔ فرج اور اس کے سوا میں جماع کرنا، عدت، طلاق، طواف، قرآن کریم کو مس کرنا، مسجد میں داخل ہونا، اس میں اعتکاف کرنا، اور قرآن کی قرات میں دو روایتیں ہیں۔

اور تیسری قسم کا خون وہ ہے جو نہ عورتوں کی عادت ہے اور نہ ان کی طبع اور خلقت میں داخل ہے۔ بلاشبہ یہ ایک رگ ہے جو کٹ جاتی ہے اور اس سے سرخ رنگ کا خون بہتا ہے اور یہ خون منقطع نہیں ہوتا مگر تبھی جبکہ وہ تندرست اور مندل ہو جائے اور اس کا حکم یہ ہے کہ عورت اس کی موجودگی میں بھی پاک ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے نماز، روزے سے مانع نہیں ہوتا، اس پر علماء کا اجماع ہے اور آثار مرفوعہ کا اتفاق ہے بشرطیکہ یہ معلوم ہو کہ یہ رگ کا خون ہے، خون حیض نہیں ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (۱) (بخاری شریف: باب: الاستحاضۃ، حدیث نمبر: ۲۹۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) نے ہشام بن عروہ عن ابیہ کی سند سے حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہم سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: فاطمہ بنت ابی حبیش نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ وہ رگ (کا خون) ہے، حیض نہیں ہے، جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب اس کی مقدار (دن) گزر جائیں تو تو اپنے آپ سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ لے۔ یہ حدیث اپنے صحیح ہونے اور اپنے الفاظ قلیل ہونے کے ساتھ ساتھ حائضہ اور مستحاضہ کے احکام تفصیل سے بیان کرتی ہے۔ اس باب میں جو روایات ہیں یہ حدیث ان سے زیادہ صحیح ہے اور یہ حدیث اس کا رد کرتی ہے جو عقبہ بن عامر اور مکحول سے مروی ہے کہ حیض والی عورت ہر نماز کے وقت غسل کرے گی اور وضو کرے گی اور بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے قبلہ شریف کی طرف متوجہ ہوگی۔ اور اس میں ہے کہ حائضہ عورت نماز نہیں پڑھے گی اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے سوائے عوارج کے ایک گروہ کے کہ وہ کہتے ہیں: حیض والی عورت پر نماز ہے۔ اور اس حدیث میں اس پر بھی دلیل موجود ہے کہ مستحاضہ عورت پر سوائے اس غسل کے جو وہ انقطاع حیض کے وقت کرتی ہے اور کوئی غسل لازم نہیں، اگر اس کے علاوہ بھی غسل اس پر لازم ہوتا تو آپ ﷺ اس کے بارے اسے حکم ارشاد فرمادیتے اور اس میں ان کے قول کا بھی رد ہے جن کا خیال ہے کہ اس پر ہر نماز کے لئے غسل لازم ہے اور ان کے قول کا بھی جن کا خیال یہ ہے کہ وہ دن کی دو نمازوں کو ایک غسل کے ساتھ جمع کر لے اور رات کی دو نمازوں کے لئے ایک غسل کر لے اور وہ صبح کی نماز کے لئے علیحدہ غسل کرے اور ان کے قول کا جنہوں نے کہا: وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی۔ اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی کہ وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک غسل کرے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے کسی شے کا حکم اسے ارشاد نہیں فرمایا۔ اور اس میں اس کے قول کا بھی رد ہے جس نے انتظار و احتیاط کی بات کی ہے، کیونکہ حضور نبی مکرم ﷺ نے اسے (فاطمہ کو) یہ حکم دیا کہ جب تجھے یقین ہو جائے کہ حیض ختم ہو چکا ہے تو تو غسل کر لے اور نماز پڑھ لے، آپ نے اسے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ حیض آنے یا نہ آنے کے انتظار میں تین دن تک نماز چھوڑے رکھے اور احتیاط نماز پڑھنے میں ہوتی ہے نہ کہ اسے چھوڑنے میں۔

مسئلہ نمبر: (۵) قولہ تعالیٰ: (آیت) قل هو اذی۔ یعنی یہ وہ شے ہے جس کے سبب عورت اور اس کے سوا مرد کو اذیت اور تکلیف ہوتی ہے یعنی خون حیض کی بدبو کے سبب۔ اور الاذی قدر اور نجاست سے کنایہ ہے۔ اور اس کا اطلاق قول مکروہ پر بھی ہوتا ہے اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

(آیت) لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی۔ (البقرہ: ۲۲۳) ترجمہ: مت ضائع کرو اپنے صدقوں کو احسان جتکد کر اور

دیکھ بھینچا کر۔

یعنی اس مکروہ اور ناپسندیدہ قول کے ساتھ جو تم اسے سناتے ہو اور اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

(آیت) و دعی اذہم۔ (الاحزاب: ۴۸) ترجمہ: اور پرواہ نہ کرو ان کی اذیت رسائی کی۔

یعنی آپ منافقین کی اذیت رسائی کی پرواہ نہ کریں آپ انہیں جزا نہ دیں مگر یہ کہ ان میں امیر بنادیں۔ اور حدیث طیبہ میں ہے: و امیطوا عنہ الاذی۔ (بخاری شریف: باب: اللہ الاذی عن العی فی حقہ، حدیث نمبر: ۵۰۴۹، نیار القرآن جلی کیشنز) اور اس سے اذیت کو دور کرو، اس میں الاذی سے مراد وہ بال ہیں جو پیدائش کے وقت بچے کے سر پر ہوتے ہیں اور ساتویں دن اس سے مونڈ دیے جاتے ہیں اور یہی عقیقہ ہے اور حدیث ایمان میں ہے: وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دو۔ یعنی کانٹے، پتھر اور ان کی طرح کی دیگر چیزیں جن سے گزرنے والا کسی تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اور رب کریم کا ارشاد: (آیت) ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطر۔ (النساء: ۱۰۲) اس کا ذکر آگے آئے گا۔

مسئلہ نمبر: (۶) دم استحاضہ بننے کے سبب جنہوں نے مستحاضہ عورت سے وطی کرنے سے منع کیا ہے انہوں نے استدلال کیا اور کہا: ہر خون تکلیف دہ (نجس) ہے، اسے کپڑے اور بدن سے دھونا واجب ہوتا ہے، پس دم حیض اور استحاضہ کے درمیان مباشرت کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ مکمل طور پر ناپاکی اور نجاست ہے۔ اور یہی نماز تو اس کی رخصت کے بارے حدیث طیبہ موجود ہے جیسا کہ سلس البول کی بیماری کی حالت میں نماز پڑھی جاسکتی ہے، یہ قول ابراہیم نخعی، سلیمان بن یسار، حکم بن عیینہ، حارثی، ابن سیرین اور زہری کا ہے اور حسن کی جانب سے اس میں اختلاف کیا گیا ہے۔

اور یہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ مستحاضہ کا خاوند اس کے ساتھ صحبت نہیں کرے گا اور اسی طرح ابن علیہ اور مغیرہ بن عبدالرحمن نے کہا ہے اور یہ اصحاب مالک رحمۃ اللہ علیہ میں سے اعلیٰ ترین افراد میں سے ہیں اور ابو مصعب نے بھی یہی کہا ہے اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے۔

اور جمہور علماء نے کہا ہے: مستحاضہ عورت روزہ رکھ سکتی ہے، نماز پڑھ سکتی ہے، طواف کعبہ کر سکتی ہے اور قرآن کریم کی تلاوت کر سکتی ہے اور اس کا خاوند بھی اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اہل فقہ و علم نے اسی کا حکم دیا ہے، اگرچہ اس کا خون بہت زیادہ بھی ہو اور آپ سے اسے ابن وہب نے روایت کیا ہے۔

اور امام احمد فرماتے ہیں: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ خاوند اس سے وطی نہ کرے، البتہ اگر عرصہ طویل ہو جائے تو پھر وطی کر سکتا ہے۔

اور مستحاضہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے: کوئی حرج نہیں ہے کہ اس کا خاوند اس کے ساتھ جماع کرے اگرچہ اس کا خون اس کی ایزبوں پر بہہ رہا ہو۔

اور امام مالک نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ وہ رگ کا خون ہے وہ حیض نہیں ہے۔ پس جب وہ حیض نہیں ہے تو پھر کون سے شے ہے جو خاوند کو اس کے پاس جانے سے روک سکتی ہے حالانکہ وہ نماز بھی پڑھ رہی ہے۔

ابن عبد البر نے کہا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے مستحاضہ کے خون کے بارے میں یہ حکم فرمایا دیا ہے کہ وہ نماز کے مانع نہیں ہے اور وہ عورت اس حالت میں حائضہ کی عبادت کے کر سکتی ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے حیض کے احکام میں سے کسی شے کا حکم نہ لگایا جائے مگر وہی جس پر اجماع ہے (یعنی) تمام خونوں کی طرح اسے بھی دھونا لازم ہے۔

مسئلہ نمبر: (۷) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاعترضوا النساء فی الحيض۔ یعنی تم زمانہ حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو، یہ تب ہے جبکہ حیض کو مصدر بنایا جائے یہ معنی یہ ہے کہ تم عورتوں سے علیحدہ رہو محل حیض میں جبکہ حیض کو اسم بنایا جائے اور اس میں ہی کا مقصود مجامعت ترک کرنا ہے۔

حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کے بارے میں اور جو کچھ اس سے مباح سمجھا جاتا ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، پس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبیدہ السلمانی سے مروی ہے کہ یہ واجب ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے بستر سے علیحدہ رہے جبکہ وہ حالت حیض میں ہو۔ یہ قول شاذ ہے اور علماء کے قول سے خارج ہے۔ اگرچہ عموم آیت اس کا تقاضا کرتی ہے لیکن سنت ثابتہ اس کے خلاف ہے اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خالہ حضرت ام میمونہ رحمۃ اللہ علیہا اس پر آگاہ ہوئیں تو آپ نے فرمایا: کیا تم رسول اللہ ﷺ کی سنت سے اعراض کر رہے ہو۔

اور امام مالک، شافعی، اوزاعی، ابو حنیفہ، ابو یوسف اور علماء کی ایک بہت بڑی جماعت رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: مرد کے لئے عورت کے اس حصے سے استمتاع جائز ہے جو ازار کے اوپر ہے، کیونکہ جب حضور نبی مکرم ﷺ سے ایک آدمی نے پوچھا تو آپ نے اسے ارشاد فرمایا: (سائل نے کہا) کیا حالت حیض میں میری میرے لئے حلال ہوتی ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: چاہیے کہ وہ اپنی ازار (چادر) مضبوطی کے ساتھ باندھ لے تو پھر اس کے لئے اوپر سے وہ تیرے لئے لئے مباح ہے۔

اور امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رحمۃ اللہ علیہا حالت حیض میں تھیں تو آپ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا: اپنی چادر کو مضبوط باندھ لے پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آ۔

(بخاری شریف: باب: من ہی الطاس حیضاً والبس نكاس، حدیث نمبر: ۲۸۹، فیہ القرآن پہلی کیشنز)

حائض سے جماع کرنے والے پر کفارے سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو حالت حیض میں عورت کے ساتھ مجامعت کرتا ہے کہ اس پر کیا ہوگا؟ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم نے فرمایا ہے: وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور مزید اس پر کوئی شے لازم نہیں، یہی قول ربیعہ اور یحییٰ بن سعید کا ہے اور اسی طرح داؤد نے بھی کہا ہے اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ نصف دینار صدقہ کرے گا۔ (۱) (بخاری شریف: باب: فی کفارة من۔۔۔ حائض، حدیث نمبر: ۱۸۵۳، فیہ القرآن پہلی کیشنز)۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: عبد الحمید کی حدیث کتنی اچھی ہے کہ وہ مقسم کے واسطے ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے گا۔ اسے ابو داؤد نے نقل کیا ہے اور کہا ہے: اسی طرح صحیح روایت ہے۔ فرمایا: نصف دینار۔ علامہ طبری نے اسے مستحب قرار دیا ہے پس اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر کوئی شے نہ ہوگی اور بغداد میں امام شافعی کا یہی قول ہے۔

اور محدثین میں سے ایک جماعت نے کہا ہے: اگر اس نے خون کی حالت میں وٹی کی تو اس پر دینار ہوگا اور اگر اس نے خون کے انقطاع کی حالت میں وٹی کی تو اس کے لئے نصف دینار ہوگا۔

اور امام اوزاعی نے کہا ہے: جس نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں وٹی کی وہ ایک دینار کے دھنس صدقہ کرے۔ ان تمام کی اسناد سنن ابی داؤد اور دارقطنی وغیرہ میں ہیں۔

اور کتاب ترمذی (۲) (جامع ترمذی: باب: ما جاء فی الکفارة فی ذالک، حدیث نمبر: ۱۲۷۷، فی القرآن پہلی کیشنز) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایہ ارشاد منقول ہے: جب خون سرخ ہو تو ایک دینار ہوگا اور خون کارنگ زرد ہو تو نصف دینار ہوگا۔

ابو عمر نے کہا ہے: ان کی دلیل جنہوں نے استغفار اور توبہ کے سوا ایسے آدمی پر کوئی کفارہ واجب نہیں کیا اس حدیث کا مضطرب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کی مثل حدیث حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ فی الاصل ہر کوئی ذمہ داری سے بری ہے اور یہ واجب نہیں کہ اس میں کسی مسکین اور کسی دوسرے کے لئے کوئی شے ثابت ہو مگر کسی دلیل کے ساتھ جس میں نہ کوئی رد ہو اور نہ اس پر طعن ہو اور یہ اس مسئلہ میں معدوم ہے۔

مسئلہ نمبر: (۹) قولہ تعالیٰ: (آیت) ولا تقربوا من حیضہن حتی یطہرن۔ علامہ ابن عربی نے کہا ہے: میں نے علامہ الشاشی سے مجلس انظر میں سنا ہے وہ فرماتے ہیں: جب کہا جائے لا تقرب یعنی راء کے فتح کے ساتھ تو اس کا معنی ہے تو کام میں مشغول نہ ہو اور اگر راء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے تو اس کے قریب نہ ہو۔

نافع، ابو عمرو، ابن کثیر، ابن عامر اور حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہم نے اس روایت میں جو حفص نے ان سے نقل کی ہے بطہرن طائے سکون اور ہا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

اور حمزہ، کسائی اور حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہم نے ابو بکر اور مفضل کی روایت میں بطہرن یعنی طاء اور ہادونوں کو شد اور فتح کے ساتھ پڑھا ہے اور حضرت ابی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بطہرن ہے۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ولا تقربوا النساء فی حیضہن واعتزلوهن حتی یطہرن ہے۔ اور علامہ طبری نے طاء کی تشدید والی قراءت ترجیح دی ہے۔ اور کہا ہے: یہ بمعنی یغتسلن ہے، کیونکہ اس پر تمام کا اجماع ہے کہ آدمی پر حرام ہے کہ وہ اپنی زوجہ کا خون ختم ہونے کے بعد اس کے پاک ہونے سے پہلے اس کے قریب جائے۔ انہوں نے کہا: بلاشبہ طہر میں اختلاف ہے کہ وہ کیا ہے، تو ایک گروہ نے کہا ہے کہ طہر سے مراد پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے، اور ایک قوم نے کہا ہے: کہ اس سے مراد نماز کے وضو کی طرح وضو کرنا ہے اور ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے مراد شرمگاہ کو دھونا ہے۔ اور اسے اپنے خاوند کے لئے حلال کر دے گا اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا۔

اور ابو علی فارسی نے طاء کی تخفیف والی قراءت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ ثلاثی ہے اور طمٹ کی ضد ہے اور یہ بھی ثلاثی ہے۔ مسئلہ نمبر: (۱۰) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاذا تطہرن۔ یعنی جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں، یہی موقف امام مالک اور جمہور علماء کا ہے اور بلاشبہ وہ طہارت جس کے سبب حائضہ عورت سے جماع حلال ہو جاتا ہے جب اس کا خون ختم ہو جائے

وہ اس کا پانی کے ساتھ طہارت حاصل کرتا ہے جیسا کہ جنبی کی طہارت (پانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے) اور تیمم یا کوئی اور اس کی جانب سے جائز نہ ہوگا۔ یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ طبری رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن مسلمہ، اہل مدینہ اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی کہا ہے۔ اور یحییٰ بن بکیر اور محمد بن کعب قرظی نے کہا ہے: جب حیض والی عورت پاک ہو جائے۔ (یعنی اس کا خون ختم ہو جائے) اور اس نے ایسی جگہ تیمم کر لیا جہاں پانی نہ ہو تو وہ اپنے خاوند کے لئے حلال ہوگئی اگرچہ اس نے غسل نہ بھی کیا ہو۔ حضرت مجاہد، عکرمہ اور طاؤس رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: خون کا منقطع ہونا ہی اسے زوج کے لئے حلال کر دیتا ہے لیکن اسے وضو کر لینا چاہئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم نے کہا ہے: اگر اس کا خون دس دن گزرنے کے بعد ختم ہوا تو آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ غسل سے پہلے اس سے وطی کر لے اور اگر خون کا انقطاع دس دنوں سے پہلے ہو گیا تو پھر جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے یا اس پر نماز کا وقت داخل ہو جائے۔ یہ ایسا فیصلہ ہے جس کی کوئی وجہ اور علت نہیں، تحقیق انہوں نے حائضہ عورت کے لئے اس کا خون منقطع ہونے کے بعد اس طرح فیصلہ کیا ہے جو عدت میں محبوس ہو۔ اور انہوں نے اس کے خاوند کو کہا: عورت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے جب تک وہ تیسرے حیض سے غسل نہ کر لے، پس ان کے اس قول کے قیاس کی بنا پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے وطی کی جائے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے یہ اہل مدینہ کے ساتھ موافقت ہے۔

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس میں حکم کو دو شرطوں پر معلق کیا ہے: ان میں سے ایک خون کا منقطع ہونا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) حتی یطہرن اور دوسرا پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) فاذا تطہرن یعنی جب وہ پانی کے ساتھ غسل کر لیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مثل ہے۔

(آیت) وابتلوا النیثمی حتی اذا بلغوا النکاح۔ الا یہ (النساء: ۲۰) ترجمہ: اور آزماتے رہو یتیموں کو یہاں تک کہ وہ نکاح جائیں (کی عمر کو)۔

اس میں بھی حکم دو شرطوں پر معلق ہے اور حکم مال دینے کا جواز ہے۔ دو شرطوں میں سے ایک مکلف کا نکاح کی عمر کو پہنچنا ہے اور دوسرا انائی کا محسوس کرنا ہے، اسی طرح مطلقہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ۔ (البقرہ: ۲۳۰) ترجمہ: تو وہ حلال نہ ہوگی اس پر اس کے بعد یہاں تک کہ نکاح کرے کسی اور خاوند کے ساتھ۔

پھر عسیلہ کی شرط (مراد جماع ہے) کے بارے حدیث پاک موجود ہے۔ پس حلالہ بھی مجموعی طور پر دو اموروں پر موقوف ہوا اور وہ نکاح کا انعقاد اور وطی کا پایا جانا ہے۔

(بخاری شریف: باب: من اجاز طلاق الثلاث لقول اللہ تعالیٰ المطلق مرتان ماساک بمعرفہ او تسریح، حدیث نمبر: ۳۸۵۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے: بے شک آیت کا معنی ہے: شرط میں غایت وہی ہے جو اس سے پہلی غایت میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (آیت) حتی یطہرن۔ یعنی مخفف بعینہ یطہرن۔ مشدد کے معنی میں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آیت میں دو لغتوں کو جمع کر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(آیت) فیہ رجال یحبون ان یتطہروا، واللہ یحب للمطہرین۔ (البقرہ)

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں جو پسند کرتے ہیں صاف ستھرا رہنے کو اور اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے پاک صاف لوگوں سے (کیت نے کہا ہے: وما كانت الانصار فیہا اذلة ولا غیبا فیہا اذا الناس غیب۔

اور یہ بھی کہ دو قراتیں دو آیتوں کی طرح ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ان دونوں کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کو علیحدہ معنی پر محمول کرتے ہیں پس ہم مخفف کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون دس دنوں سے کم میں ختم ہو جائے، تو ہم اس کے ساتھ وطی کی اجازت نہیں دیتے یہاں تک کہ وہ غسل کر لے، کیونکہ آدمی خون کے دوبارہ لوٹ آنے سے محفوظ اور امن میں نہیں ہوتا اور ہم دوسری قراءت کو اس معنی پر محمول کرتے ہیں جبکہ اس کا خون اکثر مدت پر جا کر ختم ہو تو اس صورت میں اس کے ساتھ وطی جائز ہوتی ہے اگرچہ وہ غسل نہ بھی کرے۔

حضرت ابن عربی نے کہا ہے: ان کے دلائل میں سے یہ قوی ترین ہے۔ پس پہلے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ وہ فصحاء کے کلام میں سے نہیں ہے اور نہ ہی بلغاء کی زبان ہے، کیونکہ وہ تعداد میں تکرار کا تقاضا کرتا ہے اور جب لفظ کو ایک الگ فائدہ پر محمول کرنا ممکن ہو تو اسے لوگوں کے کلام میں تکرار پر محمول نہیں کیا جاتا، تو پھر علیم حکیم رب کریم کے کلام میں کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور دوسرے (استدلال) کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ معنی پر محمول ہے، تو پھر ان پر لازم ہے کہ جب خون منقطع ہو جائے تو وہ اس کے لئے غسل سے پہلے رجعت کی صورت میں حیض کا حکم نہ لگائیں اور وہ اس طرح نہیں کہتے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے اور یہ عورت جب حائضہ ہے تو حیض والی عورت کے ساتھ وطی کرنا بالاتفاق جائز نہیں ہوتا اور یہ بھی جو انہوں نے کہا ہے وہ اکثر مدت پر انقطاع دم اباحت وطی کا تقاضا کرتا ہے اور جو ہم نے کہا ہے وہ ممنوع ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور جب ایسی دو دیہوں کے درمیان تعرض آجائے جن میں سے ایک نہی کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری اباحت کا تو ان دونوں کے باعث اور سبب کو غلبہ دیا جائے گا (پس) نہی کے سبب کو غلبہ دیا جائے گا، جیسا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما یمن کی حیثیت سے دو بہنوں کو جمع کرنے کے بارے میں کہا ہے۔ ایک آیت نے دونوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اور دوسری نے دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور تحریم اولیٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ نمبر: (۱۱) ہمارے علماء نے کتابیہ عورت کے بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا اسے غسل کرنے پر مجبور کیا جائے گا یہ نہیں، تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن قاسم کی روایت میں کیا ہے: ہاں تاکہ خاوند کے لئے اس کے ساتھ وطی حلال ہو جائے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (آیت) ولا تقربوہن حتی یطہرن، فاذا تطہرن۔ آپ کہتے ہیں: جب وہ پانی کے ساتھ طہارت حاصل کر لیں اور یہ صرف مسلمان عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور اشہب نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ اسے حیض کے سبب غسل پر مجبور نہ کیا جائے گا کیونکہ وہ اس کا اعتقاد ہی نہیں رکھتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) ولا یحل لہن ان یکتمن ما خلق اللہ فی ارحامہن ان کن یمن باللہ والیوم الآخر۔

ترجمہ: اور جائز نہیں ان کے لئے کہ چھپائیں جو پیدا کیا ہے اللہ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور روز آخرت پر۔

اور وہ حیض اور حمل ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خطاب صرف مومنہ عورتوں کو کیا ہے اور فرمایا ہے: (آیت) لا اکراہ فی الدین۔

ترجمہ دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اور اسی طرح محمود بن عبدالحکم بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر: (۱۲) حائضہ عورت کے غسل کا طریقہ وہی ہے جو اس کے غسل جنابت کا طریقہ ہے، اس پر اس میں اپنے بالوں کو کھولنا لازم نہیں ہے، اس لئے کہ مسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے سر کی مینڈھیاں باندھے ہوئے ہوں کیا میں غسل جنابت کے لئے انہیں کھول دوں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ تیرے لئے اپنے سر پر تین بار پانی بہانا کافی ہوگا پھر تو اپنے سارے بدن پر پانی بہائے گی تو تو پاک ہو جائے گی۔ اور ایک روایت میں ہے: کیا میں۔ (سنن ابی داؤد باب: فی المرأة حل تحض شعرها عند الغسل، حدیث نمبر: ۲۱۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) انہیں حیض اور جنابت (کے غسل) کے لئے کھولوں گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ابوداؤد نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے اور تو ہر چلو ڈالتے وقت اپنے سر کو خوب ملے گی۔

مسئلہ نمبر: (۱۳) قولہ تعالیٰ: (آیت) فاتوہن من حیث امرکم اللہ یعنی اور تم ان سے جماع کرو۔ یہ امر اباحت کے لئے ہے اور اتیان وطی سے کنایہ ہے اور یہ امر اسے مزید مضبوط اور قوی کرتا ہے جو کچھ ہم نے کہا ہے کہ تطھر سے مراد پانی کے ساتھ غسل کرنا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے صیغہ امر یقیناً مکمل وجہ پر ہی واقع ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اور من بمعنی فی ہے، یعنی تم اس محل میں جماع کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے اور قبل (فرج) ہے اور اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: (آیت) اروننی ماذا خلقوا من الارض۔ (فاطر: ۳۰)

ترجمہ: یعنی فی الارض (مجھے بتائیے تو دکھاؤ زمین کا وہ گوشہ جو انہوں نے بنایا ہے۔

اور یہ ارشاد بھی ہے: (آیت) اذانودی للصلوة من یوم الجمعة۔ (الجمعة: ۹) یعنی فی الجمعة ترجمہ: جب (تمہیں) بلایا جائے نماز کی طرف جمعہ کے دن۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ معنی ہے یعنی اس وجہ سے جس میں تمہیں اجازت دی گئی ہے، یعنی جب تم روزے، احرام اور اعتکاف کی حالت میں نہ ہو، اصم نے یہی کہا ہے۔ اور ابن عباس اور ابورزین نے کہا ہے: (معنی ہے) طہر کی جانب سے نہ کہ حیض کی جانب سے اور ضحاک نے بھی یہی کہا ہے۔ اور محمد بن حنیفہ نے کہا ہے معنی ہے: من قبل الحلال لا من قبل الزنی یعنی حلال طریقے سے نہ کہ زنا کے طریقے سے۔

مسئلہ نمبر: (۱۴) قولہ تعالیٰ: (آیت) ان اللہ یحب التوابین و یحب المتطہرین۔ اس میں اختلاف ہے۔ پس کہا گیا ہے کہ مراد ہے گناہوں اور شرک سے توبہ کرنے والے اور المتطہرون یعنی جنابت اور حدیث کے لاحق ہونے کے وقت پانی سے طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے والے۔ حضرت عطاء وغیرہ نے یہی کہا ہے اور حضرت مجاہد نے کہا: التوابین سے مراد گناہوں سے

توبہ کرنے والے ہیں اور آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے: عورتوں کے ساتھ ان کی دبروں میں جماع کرنے سے توبہ کرنے والے۔
(تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، ۲۲۲، بیروت)

بَابُ فِي الرَّجُلِ يُصِيبُ مِنْهَا مَا دُونَ الْجَمَاعِ

باب: حیض والی عورت کے ساتھ صحبت کے علاوہ لذت حاصل کرنا

267 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ حَبِيبِ مَوْلَى عُرْوَةَ، عَنْ نُدْبَةَ مَوْلَاةٍ مَيْمُونَةَ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُبَاشِرُ الْمَرْأَةَ مِنْ نِسَائِهِ وَهِيَ حَائِضٌ، إِذَا كَانَ عَلَيْهَا إِزَارٌ إِلَى أَنْصَافِ الْفَخِذَيْنِ أَوْ الزُّبَّتَيْنِ تَحْتَ حِزْبِهِ

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ اپنی ازدواج میں سے کسی خاتون کے ساتھ مباشرت کر لیتے تھے حالانکہ وہ خاتون اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی۔ اس خاتون نے تہبند باندھا ہوا ہوتا تھا جو ان کے نصف زانوں تک یا گھٹنوں تک ہوتا تھا۔ وہ خاتون اسے اچھی طرح باندھ لیتی تھی۔

268 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا أَنْ تَتَوَرَّ، ثُمَّ يُضَاجِعُهَا زَوْجُهَا وَقَالَ مَرَّةً: يُبَاشِرُهَا

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہم (خواتین) کو یہ حکم دیتے تھے کہ جب وہ حیض کی حالت میں ہو تو وہ تہبند باندھ لے پھر اس کا شوہر اس کے ساتھ لیٹ سکتا ہے۔
ایک مرتبہ راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: وہ اس کے ساتھ مباشرت کر سکتا ہے۔

269 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ جَابِرِ بْنِ صُبْحٍ، سَمِعْتُ خِلَاسًا الْهَجَرِيَّ قَالَ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: كُنْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيتُ فِي الشَّعَارِ الْوَاحِدِ، وَأَنَا حَائِضٌ طَامِثٌ، فَإِنْ أَصَابَهُ مِثْنُ شَيْءٍ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ، وَإِنْ أَصَابَ - تَعْنِي: تَوْبَهُ - مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَ مَكَانَهُ وَلَمْ يَعْدُهُ، ثُمَّ صَلَّى فِيهِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں اور نبی اکرم ﷺ ایک ہی لحاف میں رات بسر کرتے تھے۔ میں اس وقت حیض کی حالت میں ہوتی تھی اگر میرے جسم سے کوئی چیز آپ ﷺ کو لگ جاتی تو نبی اکرم ﷺ اس جگہ کو دھو لیتے تھے لیکن آپ ﷺ اسے زیادہ نہیں دھوتے تھے پھر آپ ﷺ اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے اور اگر میرے جسم کی (کوئی رطوبت) اس کپڑے پر لگتی تھی تو آپ ﷺ اس جگہ کو دھوتے تھے۔ اس سے زیادہ نہیں دھوتے تھے اور آپ ﷺ اس کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

270 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ عُمَرَ بْنِ غَانِمٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ زِيَادٍ. عَنْ عُمَارَةَ بْنِ غُرَابٍ قَالَ: إِنَّ عَمَّةً لَهُ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اخْدَانَا تَحِيضٌ وَلَيْسَ لَهَا وَلَوْ وَجِهَا إِلَّا فِرَاشٌ وَاحِدٌ؟ قَالَتْ: أَخْبِرْكِ بِمَا صَنَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ فَمَضَى إِلَى مَسْجِدِهِ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: تَعْنِي مَسْجِدَ بَيْتِهِ - فَلَمْ يَنْصَرِفْ حَتَّى غَلَبَتْنِي عَيْنِي وَأَوْجَعَهُ الْبَرْدُ فَقَالَ: اذْنِي مِنِّي. فَقُلْتُ: إِنِّي حَائِضٌ. فَقَالَ: وَإِنْ. اكْشِفِي عَنِّي فَخِذَيْكِ فَكَشَفْتُ فَخِذَيَّ فَوَضَعَ خَدَّهُ وَصَدْرَهُ عَلَيَّ فَخِذِي. وَحَنَيْتُ عَلَيْهِ حَتَّى دَفَنِي وَنَامَ

❀❀ عمارہ بن غراب بیان کرتے ہیں: ان کی پھوپھی نے انہیں یہ بات بتائی۔ اس خاتون نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا ہم میں سے کسی ایک عورت کو حیض آجاتا ہے۔ اس کے اور اس کے شوہر کے پاس ایک ہی بچھونا ہوتا ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں تمہیں بتاتی ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کیا کیا کرتے تھے؟ نبی اکرم ﷺ (گھر میں) تشریف لاتے تھے اور اپنی جائے نماز پر چلے جاتے تھے۔ ابوداؤد کہتے ہیں: اس سے مراد گھر میں موجود نماز کی مخصوص جگہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب نماز مکمل کی تو میں اس وقت سوچکی تھی اور آپ ﷺ کو سردی لگ رہی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میرے قریب ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی: میں حیض کی حالت میں ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اپنے زانوں سے کپڑا ہٹا دو۔ میں نے اپنے زانوں سے کپڑا ہٹایا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنا رخسار اور اپنا سینہ میرے زانو پر رکھا۔ میں آپ ﷺ پر جھک گئی۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ پر سردی کا اثر کم ہوا تو آپ ﷺ سو گئے۔

271 - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَنَّدٍ. عَنْ أَبِي الْيَمَانِ. عَنْ أُمِّ ذَرَّةَ. عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ: كُنْتُ إِذَا حِضْتُ نَزَلْتُ عَنِ الْبِثَالِ عَلَى الْحَصِيرِ. فَلَمْ نَقْرُبْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَلَمْ نَذْنُ مِنْهُ حَتَّى نَطْهَرُ

❀❀ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب مجھے حیض آجاتا تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر آجاتی تھی اور ہم (ازواج مطہرات) نبی اکرم ﷺ کے قریب اس وقت نہ ہوتی تھیں جب تک ہم پاک نہیں ہو جاتی تھیں۔

272 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. عَنْ أَيُّوبَ. عَنْ عِكْرَمَةَ. عَنْ بَعْضِ أَزْوَاجِ

270 - اسنادہ ضعیف، عبد الرحمن بن زیاد - وهو الافريقى - ضعيف، وعمارہ بن غراب مجهول، وعمته لا تعرف. واخرجه البيهقي/1313، وابن عبد البر في "التمهيد"/3175 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه باطول مماها البخاري في "الادب المفرد" (120) عن عبد الله بن يزيد، عن عبد الرحمن بن زياد، بهذا الاسناد. وفي باب استدفاء النبي - صلى الله عليه وسلم - بعائشة وهي حب عبد الترمذي (123)، وابن ماجه (580)، واسنادہ ضعیف. اسنادہ ضعیف، عبد الرحمن بن زیاد - وهو الافريقى - ضعيف، وعمارہ بن غراب مجهول، وعمته لا تعرف. واخرجه البيهقي/1313، وابن عبد البر في "التمهيد"/3175 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه باطول مماها البخاري في "الادب المفرد" (120) عن عبد الله بن يزيد، عن عبد الرحمن بن زياد، بهذا الاسناد. وفي باب استدفاء النبي - صلى الله عليه وسلم - بعائشة وهي حب عبد الترمذي (123)، وابن ماجه (580)، واسنادہ ضعیف.

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ مِنَ الْحَائِضِ شَيْئًا أَلْقَى عَلَى فَرْجِهَا ثَوْبًا

✽ ✽ عکرمہ نے نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ محترمہ کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب حیض کے دوران اپنی زوجہ محترمہ سے خواہش پوری کرنی ہوتی تو آپ ﷺ اس خاتون کی شرم گاہ پر کپڑا رکھ دیتے تھے۔

273- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا فِي فَوْحِ حَيْضَتِنَا أَنْ نَتَّزِرَ، ثُمَّ يُبَاشِرُنَا، وَأَيْكُمُ يَنْبَلِكُ إِرْبَهُ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْبَلِكُ إِرْبَهُ؟

✽ ✽ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمیں یہ حکم دیتے تھے کہ جب ہمیں حیض کے دوران زیادہ خون آرہا ہو تو ہم تہبند باندھ لیں۔ پھر آپ ﷺ ہمارے ساتھ مباشرت کرتے تھے تم میں سے کون شخص اپنی خواہش پر اس طرح قابو رکھتا ہے جس طرح نبی اکرم ﷺ کو اپنی خواہش پر قابو تھا۔

بَابُ فِي الْمَرْأَةِ كُتِبَتْ حَاضٌ وَمَنْ قَالَ: تَدْعُ الصَّلَاةَ عِدَّةَ الْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ

باب: جب کوئی عورت استحاضہ کا شکار ہو جائے اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ عورت اپنے ان مخصوص ایام میں نماز ترک کر دے گی جن میں پہلے اسے حیض آیا کرتا تھا

274- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدِّمَاءَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتَفْتَتْ لَهَا أُمُّ سَلَمَةَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لِيَنْظُرَ عِدَّةَ اللَّيَالِي وَالْأَيَّامِ الَّتِي كَانَتْ تَحِيضُ مِنْ الشَّهْرِ قَبْلَ أَنْ يُصِيبَهَا الَّذِي أَصَابَهَا، فَلَتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدَرِ ذَلِكَ مِنَ الشَّهْرِ، فَإِذَا خَلَفَتْ ذَلِكَ فَلَتَغْتَسِلَ، ثُمَّ لَتَسْتَفِزَّ بِثَوْبٍ، ثُمَّ لَتُصَلِّ فِيهِ

✽ ✽ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کا خون بہت زیادہ بہتا تھا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے اس عورت کا مسئلہ دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو یہ عارضہ لاحق ہونے سے پہلے مہینے میں جتنے دن تک حیض آیا کرتا تھا وہ عورت اتنے دن کو حیض شمار کرے گی اور اس دوران نماز چھوڑے رکھے گی پھر جب وہ دن گزر جائیں گے تو وہ غسل کر کے کپڑا باندھ لے گی اور نماز ادا کرنا شروع کر دے گی۔

275- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَا: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَجُلًا أَخْبَرَهُ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ

الدَّمِ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ. قَالَ: فَإِذَا خَلَفْتُ ذَلِكَ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَتَغْتَسِلَ بِمَعْنَاهُ. ﴿﴾ ﴿﴾ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے انہیں بتایا کہ ایک عورت کا خون بہت زیادہ جاری ہوتا تھا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”جب وہ دن گزر جائیں گے اور نماز کا وقت آئے گا تو اس عورت کو غسل کر لینا چاہئے۔“ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

276 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تُهْرَاقُ الدِّمَاءَ، فَذَكَرَ مَعْنَى حَدِيثِ اللَّيْثِ قَالَ: فَإِذَا خَلَفْتَهُنَّ وَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَتَغْتَسِلَ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمَعْنَاهُ. ﴿﴾ ﴿﴾ سلیمان بن یسار نے انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے۔ ایک عورت کا خون بہت زیادہ خارج ہوتا تھا بعض راویوں نے اس کی نقل کردہ روایت کی مانند روایت ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب وہ دن گزر جائیں اور نماز کا وقت آجائے تو وہ عورت غسل کر لے۔“

اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے۔

277 - حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا صَخْرُ بْنُ جُوَيْرِيَةَ، عَنْ نَافِعٍ بِإِسْنَادِ اللَّيْثِ وَبِمَعْنَاهُ قَالَ: فَلَتَتْرُكِ الصَّلَاةَ قَدَرٌ ذَلِكَ، ثُمَّ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلَتَغْتَسِلَ، وَلَتَسْتَفْرِ بِثَوْبٍ ثُمَّ تُصَلِّي

﴿﴾ ﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اتنے عرصے تک وہ نماز ترک کئے رکھے گی پھر جب نماز کا وقت آئے گا تو وہ غسل کر کے کپڑے کا ٹکڑا باندھ کر نماز ادا کرے گی۔“

278 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: تَدَعُ الصَّلَاةَ وَتَغْتَسِلُ فِيمَا سِوَى ذَلِكَ وَتَسْتَفْرِ بِثَوْبٍ وَتُصَلِّي قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ الْمَرْأَةَ الَّتِي كَانَتْ اسْتَحْيَضَتْ حَتَّى ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ

﴿﴾ ﴿﴾ سلیمان بن یسار نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے

275 - صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف لابهام الرجل الراوى عن ام سلمة، وباقي رجاله ثقات. الليث: هو ابن سعد. واحرجه الدارمي (870)، والبيهقي 1333، وابن عبد البر في "المعجم" 6016، وابن المنذر في "الوسط" (812) من طرق عن الليث، بهذا الاسناد. واحرجه الطحاوي في "شرح المشكل" (2726) من طريق عبد الله بن صالح، عن الليث، عن الزهري، عن سليمان بن يسار، به. وعبد الله بن صالح كثير الغلط، والليث يرويه عن نافع لا عن الزهري. وانظر ما قبله.

ارشاد فرمایا:

”وہ عورت نماز چھوڑ دے گی اور جو دن اس کے علاوہ ہوں ان میں وہ غسل کر کے کپڑا باندھ کر نماز ادا کرے گی۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے اس روایت میں ایوب کے حوالے سے اس خاتون کا نام ذکر کیا ہے جسے استحاضہ کی شکایت ہوئی تھی وہ کہتے ہیں: اس خاتون کا نام طامہ بنت ابوجیش تھا۔

استحاضہ کا بیان

جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی اور حیض اور نفاس کے خون میں بدبو ہوتی ہے اور استحاضہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱. ایام حیض میں جو خون تین دن سے کم ہو،

۲. ایام حیض میں جو خون دس دن سے زیادہ ہو،

۳. جو خون نفاس چالیس دن سے زیادہ ہو،

۴. جو حیض و نفاس عادت مقررہ سے زیادہ ہو اور اپنی اکثر مدت یعنی دس دن اور چالیس دن سے زیادہ ہو جائے،

۵. حاملہ کا خون دوران حمل میں چاہے جتنے دن آئے،

۶. نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے،

۷. بچپن برس سے زیادہ ہو جانے پر جو خون آئے بشرطیہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ و سیاہ نہ ہو،

۸. پندرہ روز سے کم وقفہ ہونا،

۹. پاخانہ کے مقام سے جو خون آئے،

۱۰. ولادت کے وقت آدھا بچہ یا اس سے کم آنے پر جو خون نکلے لیکن نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد جو خون آئے گا وہ نفاس ہوگا،

۱۱. بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینہ میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ شمار ہوں گے اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز۔ نفاس شمار ہوگا اور باقی استحاضہ ہے۔

279 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ جَعْفَرٍ، عَنْ عِرَاكِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: إِنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَرَأَيْتُ مِزْكَهَا مَلَانَ دَمًا، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْكُثِي قَدْرَ مَا كَانَتْ تُحْبِسُكَ حَيْضَتُكَ، ثُمَّ اغْتَسِلِي

279 - اسنادہ صحیح، جعفر: هو ابن ربيعة الكندي، وعراكي: هو ابن مالك، وعروة: هو ابن الزبير، وأخرجه مسلم (334) (65)، ولساني في "الكبرى" (206) من طريق الليث ابن سعد، بهذا الاسناد، وأخرجه مسلم (334) (66) من طريق بكر بن مضر، عن جعفر بن ربيعة، وهو في "مسند أحمد" (25859).

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ قُتَيْبَةُ بْنُ أَنَسٍ حَدِيثُ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ فِي آخِرِهَا، وَرَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ، وَيُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنِ اللَّيْثِ، فَقَالَا: جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ

عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے خون کے بارے میں دریافت کیا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے اس عورت کے ثب کو دیکھا جو خون سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: تم اتنے عرصے تک ٹھہری رہی جتنے عرصے تک تمہیں پہلے حیض آیا کرتا تھا پھر تم غسل کر لو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت قتیبہ نے نقل کی ہے اور انہوں نے اس حدیث کو کئی مرتبہ نقل کرتے ہوئے اس کے آخر میں راوی کا نام جعفر بن ربیعہ نقل کیا ہے جبکہ علی بن عیاش اور یونس بن محمد نے اسے لیث کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں نے راوی کا نام جعفر بن ربیعہ بیان کیا ہے۔

280 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَنَادٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ الْمُنْذِرِ بْنِ السُّعَيْرَةِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا سَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَشَكَتَ إِلَيْهِ الدَّمَ، فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا ذَلِكَ عِزْقٌ فَإِنْظِرِي إِذَا آتَى قَرْوَكِ فَلَا تُصَلِّي، فَإِذَا مَرَّ قَرْوَكِ فَتَطَهَّرِي، ثُمَّ صَلِّي مَا بَيْنَ الْقَرْوِ إِلَى الْقَرْوِ

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش نے انہیں یہ بات بتائی کہ اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اور آپ ﷺ کے سامنے خون (بکثرت جاری ہونے) کی شکایت کی تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: یہ کسی دوسری رگ کا خون ہے تم اس بات کا جائزہ لو کہ جب تمہیں حیض آجائے تو تم اس دوران نماز ادا نہ کرو اور جب تمہارا حیض گزر جائے تو تم پاکی حاصل کر کے ایک حیض سے دوسرے حیض کے درمیان نماز ادا کرتی رہو۔

281 - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ سُهِيلِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ، أَنَّهَا أَمَرَتْ أَسْمَاءَ أَوْ أَسْمَاءُ حَدَّثَنِي أَنَّهَا أَمَرَتْهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ، أَنْ تَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَقْعُدَ الْآيَامَ الَّتِي كَانَتْ تَقْعُدُ، ثُمَّ تَغْتَسِلَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ قَتَادَةُ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ زَيْنَبِ بِنْتِ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحْيَضَتْ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ تَدْعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلَ وَتُصَلِّيَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ، فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَدْعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَائِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا وَهُمْ مِنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَيْسَ هَذَا فِي حَدِيثِ الْجَفَاظِ عَنِ الرَّاهِرِيِّ، إِلَّا مَا ذَكَرَ
 مُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ وَقَدْ رَوَى الْحُمَيْدِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ، تَدْعُ الصَّلَاةَ
 أَيَّامَ أَقْرَانِهَا وَرَوَتْ قَبِيرُ بِنْتُ عَمْرِو زَوْجٍ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ الْمُسْتَحَاضَةِ تَتْرُكُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ
 أَقْرَانِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَمَرَهَا أَنْ تَتْرُكَ الصَّلَاةَ قَدَرِ أَقْرَانِهَا وَرَوَى أَبُو بَشِيرٍ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي وَحْشِيَّةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحِيضَتْ، فَذَكَرَ مِثْلَهُ، وَرَوَى شَرِيكَ، عَنْ أَبِي
 الْيَقْظَانِ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْتَحَاضَةُ
 تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي وَرَوَى الْعَلَاءُ بْنُ الْمُسَيَّبِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي
 جَعْفَرٍ، أَنَّ سَوْدَةَ اسْتَحِيضَتْ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَضَتْ أَيَّامُهَا اغْتَسَلَتْ وَصَلَّتْ
 وَرَوَى سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنُ عَبَّاسٍ الْمُسْتَحَاضَةُ تَجْلِسُ أَيَّامَ قُرْبِهَا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ عَنَّا
 مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَطَلْحُ بْنُ حَبِيبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَعْقِلُ الْخَثْعَمِيُّ، عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ وَكَذَلِكَ رَوَى الشَّعْبِيُّ، عَنْ قَبِيرِ امْرَأَةِ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا،
 قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ، وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَعِظَامٍ، وَمَكْحُولٍ، وَابْرَاهِيمَ،
 وَسَلِيمٍ، وَالْقَاسِمِ، أَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَسْمَعْ قَتَادَةَ مِنْ عُرْوَةَ شَيْئًا

عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں: سیدہ فاطمہ بنت ابوجہش نے مجھے یہ بات بتائی کہ انہوں نے سیدہ اسماء بنت ابی قحافہ کو
 ہدایت کی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) سیدہ اسماء نے مجھے یہ بات بتائی کہ سیدہ فاطمہ بنت ابوجہش نے مجھے یہ ہدایت کی
 کہ وہ نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کریں تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو حکم دیا کہ وہ ان ایام میں بیٹھی رہے گی
 جن ایام میں وہ پہلے بیٹھی رہا کرتی تھی۔ پھر اس کے بعد وہ غسل کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت قتادہ نے عروہ بن زبیر کے حوالے سے سیدہ زینب بنت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے
 حوالے سے نقل کی ہے کہ اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوگی تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنے حیض
 کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑے رکھے پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) قتادہ نے عروہ سے کوئی روایت نہیں سنی ہے۔ ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے
 حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ کو استحاضہ کی شکایت ہو
 گئی اس نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو
 چھوڑے رکھے گی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اس میں ابن عیینہ کو وہم ہوا ہے کیونکہ زہری کے حوالے سے اس روایت کو نقل کرنے میں

صنف ان حدیث سے صرف وہی چیز نقل کی ہے جو سہیل بن ابو صالح نے ذکر کی ہے۔
صدیق نے یہ روایت ابن عیینہ کے حوالے سے نقل کی ہے انہوں نے اس میں یہ الفاظ ذکر نہیں کئے "وہ اپنے حیض سے مخصوص
ایام کے دوران نماز کو چھوڑے گی۔"

تیسرے عمر جو سروق کی اہلیہ ہیں انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔
"استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو ترک کرے گی اور پھر غسل کر کے (نماز پڑھنا شروع
کرے گی)۔"

عبد الرحمن بن قاسم نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے
حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز کو چھوڑ دے۔"

ابو بکر جعفر بن ابی وحشیہ نے عکرمہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: اُمّ حبیبہ بنت
جحش کو استحاضہ کی شکایت ہو گئی اس کے بعد انہوں نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔

شریک نے ابو یقطان کے حوالے سے علی بن ثابت کے حوالے سے ان کے دادا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل
کیا ہے۔

"استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام میں نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے گی۔"
عطاء بن مسیب نے حکم کے حوالے سے ابو جعفر کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے سودہ نامی خاتون کو استحاضہ کی شکایت ہو گئی
تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ جب اس کے مخصوص ایام گزر جائیں تو وہ غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے۔
سعید بن جبیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے استحاضہ کا شکار عورت
اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران بیٹھی رہے گی (یعنی وہ اس دوران نماز ادا نہیں کرے گی)

عمار بنی رادی نے اور طلح بن حبیب نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔
معتل حنسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔

امام شعبی نے مسروق کی اہلیہ قمیر کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حسن بھری، سعید بن مسیب، عطاء، مقبول، ابراہیم، نخعی، سالم، قاسم بھی اسی بات کے قائل
ہیں کہ استحاضہ کا شکار عورت اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑے رکھے گی۔)

بَابُ مَنْ رَوَى أَنَّ: الْحَيْضَةَ إِذَا أَذْبَرَتْ لَا تَدْعُ الصَّلَاةَ

باب: جن حضرات نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حیض رخصت بھی ہو جائے تو بھی مستحاضہ وہ

عورت نماز ترک نہیں کرے گی

بْنُ عَزْوَةَ، عَنْ عَزْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ، جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ إِنِّي امْرَأَةٌ أُسْتَحَاضُ فَلَا أَطْهَرُ أَفَادَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: إِنَّمَا ذَلِكَ عِزْقٌ، وَلَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِيَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْسِلِي عَنْكِ الدَّمَ، ثُمَّ صَلِّي

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: فاطمہ بنت ابوحبیش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کی: میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کی شکایت ہے۔ میں پاک نہیں ہوتی ہوں تو کیا میں نماز ترک کر دوں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے یہ حیض نہیں ہے جب حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو اور جب وہ رخصت ہو جائے تو تم خون کو دھو کر نماز ادا کرو۔

283 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ سَنَادٍ زُهَيْرٍ، وَمَعْنَاهُ وَقَالَ: فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ، فَاتْرُكِي الصَّلَاةَ، فَإِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا، فَاغْسِلِي الدَّمَ عَنْكِ وَصَلِّي

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب حیض آئے تو تم نماز ترک کر دو اور جب اس کی مخصوص مدت رخصت ہو جائے تو تم خون کو دھو کر نماز ادا کرو۔“

استحاضہ سے متعلق متفرق مسائل کا بیان

۱. اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی گنجائش نہیں تب بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہیے اور رمضان شریف میں اگر رات کو پاک ہوئی اور اتنی ذرا سی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی اس صبح کا روزہ واجب ہو،

۲. اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو اگر نماز کا اتنا آخری وقت پالے کہ جس میں غسل کر کے کپڑے پہن کر تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جاتی ہے پس اس نماز کی قضا پڑھے اور اگر اس سے کم وقت ہو تو وہ نماز اس پر واجب نہیں ہوتی، یعنی وہ نماز معاف ہے اور روزہ کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر رات کو پاک ہوئی اور پھرتی سے نہا سکے گا وقت تو ہو لیکن ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی تب بھی اس دن کا روزہ واجب ہے پس اسے چاہیے کہ روزہ کی نیت کر لے اور صبح کو نہا لے اور اگر پھرتی سے غسل کرنے کا وقت بھی نہ ہو تو اس دن کا روزہ فرض نہیں ہوگا لیکن اس کے لئے دن میں کھانا پینا درست نہیں روزہ دار کی طرح رہے اور اس روزہ کی قضا دے،

۳. اسی طرح رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا درست نہیں شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہوگا بلکہ اس کی قضا رکھنی پڑے گی،

۴. کسی لڑکی نے پہلی دفعہ خون دیکھا اگر اس کو دس دن یا اس سے کم خون آئے تو سب حیض ہے اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور اس سے جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے،

۵. کسی عورت کو مثلاً تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے پہلے مثلاً نویں دن خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ قضا نہیں پڑھنی پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن یعنی دس دن رات سے ایک لمحہ بھی زیادہ خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن یعنی مقررہ عادت کے مطابق اور باقی سب استحاضہ ہے پس گیارہویں دن نہائے اور عادت کے تین دن چھوڑ کر باقی دنوں کی جتنی نمازیں ہوئی ان سب کو قضا پڑھے،

۶. حیض یا نفاس میں ایک مرتبہ کے بدلنے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے مثلاً کسی عورت کے ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا اور پھر دوسرے مہینہ میں پندرہ دن خون آیا تو ان پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے اور دس دن استحاضہ کے ہیں، اب عادت یعنی چار دن کا اعتبار نہیں کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہو گئی ہے نفاس کو بھی اسی پر قیاس کر لیجیے،

۷. جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی چار دن رخ دن آتا ہے کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آ جاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آ جائے تو اس سے پہلی مہینہ میں جتنے دن حیض آیا تھا اتنے دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

۸. جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہیں اور کبھی سات دن اب جو خون آیا تو کبھی بند نہیں ہوتا اس کے لئے نماز روزہ کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دے جائیں گے اور وہ ساتویں دن نہ کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے۔

بَابُ مَنْ قَالَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَدَعِ الصَّلَاةَ

باب: جو اس بات کا قائل ہے: جب حیض آ جائے گا، تو وہ نماز ترک کر دے گی

284 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ، عَنْ بُهَيْيَةَ قَالَتْ: سَمِعْتُ امْرَأَةً تَسْأَلُ عَائِشَةَ عَنِ امْرَأَةٍ فَسَدَ حَيْضُهَا وَأَهْرَيْقَتْ دَمًا، فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَمُرَهَا فَلَتَنْظُرَ قَدْرَ مَا كَانَتْ تَحِيضُ فِي كُلِّ شَهْرٍ وَحَيْضُهَا مُسْتَقِيمًا، فَلَتَعْتَدَ بِقَدْرِ ذَلِكَ مِنَ الْيَوْمِ، ثُمَّ لَتَدَعِ الصَّلَاةَ فِيهِنَّ أَوْ بِقَدْرِ هُنَّ، ثُمَّ لَتَغْتَسِلَ، ثُمَّ لَتَسْتَشْفِرَ بِثَوْبٍ، ثُمَّ لَتُصَلَّ

میں تھا، جس کا حیض کا نھام خراب ہو جاتا ہے اور اس کا خون بہت زیادہ خارج ہوتا ہے۔ (تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں ایسی عورت کو یہ ہدایت کروں کہ جب اسے ٹھیک طور پر حیض آتا تھا تو ہر مہینے میں جتنا عرصہ اسے حیض آتا تھا وہ اتنا عرصہ انتظار کرے گی۔ وہ اتنے دن تک شمار کرے گی اور اس دوران (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:)

اتنی مقدار میں نماز کو ترک کرے گی پھر وہ غسل کر کے کپڑا باندھے گی اور نماز ادا کرے گی۔

285 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْبَصْرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشِ خَتَنَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتَحْيَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذِهِ لَأَسَتْ بِالْحَيْضَةِ وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ، فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي هَذَا الْحَدِيثِ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَحْيَضْتُ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ وَهِيَ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ سَبْعَ سِنِينَ، فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرَتْ فَاغْتَسِلِي وَصَلِّي قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَلَمْ يَذْكُرْ هَذَا الْكَلَامَ أَحَدٌ مِنَ أَصْحَابِ الزُّهْرِيِّ غَيْرُ الْأَوْزَاعِيِّ وَرَوَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ، وَاللَيْثُ، وَيُونُسُ وَابْنُ أَبِي ذُئْبٍ، وَمَعْمَرٌ، وَابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ وَسُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ وَسُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ وَلَمْ يَذْكُرُوا هَذَا الْكَلَامَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَإِنَّمَا هَذَا لَفْظُ حَدِيثِ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَزَادَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ أَيْضًا أَمْرَهَا أَنْ تَدَعَ الصَّلَاةَ أَيَّامَ اقْتِرَائِهَا وَهُوَ وَهْمٌ مِنَ ابْنِ عُيَيْنَةَ، وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو، عَنِ الزُّهْرِيِّ فِيهِ شَيْءٌ يَقْرُبُ مِنَ الَّذِي زَادَ الْأَوْزَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ ﴿﴿﴾﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت ابو جحش جو نبی اکرم ﷺ کی سالی صاحبہ تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں انہیں سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے تم غسل کر کے نماز ادا کرو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) امام اوزاعی نے اس روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: یہ زہری کے حوالے سے عروہ اور عمرہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں وہ بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت جحش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی جو سات سال رہی یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو ہدایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: جب حیض آجائے تو تم نماز کو ترک کر دو اور جب وہ ختم ہو جائے تو تم غسل کر کے نماز پڑھو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ کلام زہری کے شاگردوں میں سے کسی نے نقل نہیں کیا صرف اوزاعی نے کیا ہے اور زہری کے حوالے سے یہ روایت عمرو بن حارث، لیث، یونس، ابن ابوزئب، معمر، ابراہیم بن سعد، سلیمان بن کثیر، ابن اسحاق، سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے۔ ان حضرات نے یہ کلام ذکر نہیں کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ الفاظ ہشام بن عروہ کے اپنے والد کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کردہ

روایت کے ہیں۔

(امام ابو داؤد و ترمذی فرماتے ہیں:) ابن عیینہ نے اس میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو ہدایت کی کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑ دے۔ یہ بھی ابن عیینہ کا وہم ہے۔
 مدین مروی زہری کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اس میں کچھ (خرابی) ہے اور یہ اس کے قریب ہے جو اوڑالی نے اپنی حدیث میں زائد الفاظ نقل کئے ہیں۔

286 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ عَمْرِو قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضَةِ فَإِنَّهُ أَسْوَدُ يُعْرِفُ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا كَانَ الْآخِرُ فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي فَإِنَّهَا هُوَ عِرْقُ قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ مِنْ كِتَابِهِ بِكَذَا، ثُمَّ حَدَّثَنَا بِهِ بَعْدَ حِفْظًا قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَذَكَرَ مَعْنَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَى أَنَسُ بْنُ سِيرِينَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ قَالَ: إِذَا رَأَتْ الدَّمَ الْبَحْرَانِيَّ فَلَا تُصَلِّي، وَإِذَا رَأَتْ الظُّهْرَ وَلَوْ سَاعَةً فَلتَغْتَسِلْ وَتُصَلِّ وَقَالَ مَكْحُولٌ: إِنَّ النِّسَاءَ لَا تُخْفَى عَلَيْهِنَّ الْحَيْضَةُ إِنَّ دَمَهَا أَسْوَدُ غَلِيظٌ، فَإِذَا ذَهَبَ ذَلِكَ وَصَارَتْ صُفْرَةً رَقِيقَةً، فَإِنَّهَا مُسْتَحَاضَةٌ فَلتَغْتَسِلْ وَلتُصَلِّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ: إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ تَرَكْتُ الصَّلَاةَ، وَإِذَا أَذْبَرَتْ اغْتَسَلْتُ وَصَلْتُ وَرَوَى سُئِيُّ وَغَيْرُهُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ تَجَلَّسُ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى يُونُسُ، عَنِ الْحَسَنِ الْحَاضِضِ إِذَا مَدَّ بِهَا الدَّمَ تُمَسِكُ بَعْدَ حَيْضَتِهَا يَوْمًا أَوْ يَوْمَيْنِ فَهِيَ مُسْتَحَاضَةٌ وَقَالَ الثَّيْبِيُّ: عَنْ قَتَادَةَ إِذَا زَادَ عَلَى أَيَّامِ حَيْضِهَا خَمْسَةَ أَيَّامٍ فَلتُصَلِّ وَقَالَ الثَّيْبِيُّ: فَجَعَلْتُ أَنْقُصُ حَتَّى بَلَغْتُ يَوْمَيْنِ فَقَالَ: إِذَا كَانَ يَوْمَيْنِ فَهُوَ مِنْ حَيْضِهَا، وَسُئِلَ ابْنُ سِيرِينَ عَنْهُ فَقَالَ: النِّسَاءُ أَعْلَمُ بِذَلِكَ

286 - صحيح من حديث عائشة، وهذا اسناد رجاله ثقات، وقد رواه ابن أبي عدي و جهين كما نبه اليه المصنف بعده، وقال ابو حاتم فيما نقله عنه اسد في "العلل" 501: لم يتابع محمد بن عمرو على هذه الرواية، وهو منكر. قلنا: والمحفوظ حديث هشام بن عروة، عن ابيه، عن عائشة: ان فاطمة استحيضت... كما سلف برقم (281)، وكما سيأتي بعده. واخرجه النسائي (215) و (362) عن محمد بن العشى، حدثنا ابن ابي عدي من كتابه، بهذا الاسناد. وسياتي مكررا برقم (304).

عروہ بن زبیر سیدہ فاطمہ بنت ابوجہش کے بارے میں نقل کرتے ہیں: انہیں استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: "جب حیض کا خون ہوگا تو وہ سیاہ رنگ کا خون ہوگا جو پہچانا جاسکے گا۔ جب وہ ہو تو تم نماز سے رک جادو اور جب دوسری رنگت کا مواد ہو تو تم وضو کر کے نماز ادا کرو کیونکہ یہ کسی دوسری رنگ کا ہوگا۔"

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن شثلی نے یہ بات بیان کی ہے ابن ابوعدی نے اپنی کتاب سے یہ روایت ہمیں اسی طرح بیان کی ہے پھر اس کے بعد انہوں نے اپنے حافظے کی بنیاد پر ہمیں یہ حدیث بیان کی تو یہ کہا محمد بن عمرو نے زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی۔ وہ بیان کرتی ہیں: فاطمہ (بنت ابوجہش) کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) انس بن سیرین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مستحاضہ عورت کے بارے میں یہ بات بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں جب وہ گہرے رنگ کا خون دیکھے گی تو نماز ادا نہیں کرے گی اور جب وہ طہر دیکھ لے خواہ وہ ایک گھڑی کے لئے ہو تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

مکحول کہتے ہیں: خواتین سے حیض پوشیدہ نہیں رہتا کیونکہ اس کا خون سیاہ اور گاڑھا ہوتا ہے جب ختم ہو جائے اور زرد اور پتلا مواد آئے تو وہ مستحاضہ ہوگا۔ ایسی عورت غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حماد بن زید نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے قتادہ بن حکیم کے حوالے سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں سعید بن مسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب حیض آئے گا تو وہ عورت نماز ترک کر دے گی اور جب وہ چلا جائے گا تو وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی۔

ی اور دیگر حضرات سعید بن مسیب کے حوالے سے یہ بات نقل کی ہے ایسی عورت اپنے حیض کے مخصوص دنوں میں بیٹھی رہے گی (یعنی وہ اس دوران نماز ادا نہیں کرے گی)

حماد بن سلمہ نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے سعید بن مسیب سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) پونس نے حسن بصری کا یہ قول نقل کیا ہے حیض والی عورت کا خون جب طویل ہو جائے (یعنی زیادہ عرصے تک بہتا رہے) تو وہ اپنے حیض کے بعد ایک یا دو دن تک رُکے رہے گی کیونکہ وہ استحاضہ کا شکار ہوگئی۔

تیسری نے قتادہ کا یہ قول نقل کیا ہے جب عورت کے حیض کے مخصوص ایام سے پانچ دن زیادہ ہو جائیں تو وہ نماز ادا کرنا شروع کر دے گی۔

تیسری کہتے ہیں: میں اسے کم کرتا رہا یہاں تک میں دو تک پہنچا تو انہوں نے کہا: جب دو دن ہوں تو وہ اس کے حیض کا حصہ شمار ہوں گے۔

ابن سیرین سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا: وہ بولے: اس بارے میں خواتین کو زیادہ بہتر پتہ ہوتا ہے۔

287 - حَدَّثَنَا زُبَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَغَيْرُهُ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرِو، حَدَّثَنَا زُبَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ عَتِيقِ بْنِ عُمَرَ بْنِ

طَلَحَةً عَنْ أُمِّهِ حَنْنَةَ بِنْتِ جَحْشٍ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً. فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَفْتِيهِ وَأُخْبِرُهُ. فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِ أُخْتِي زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ امْرَأَةً أَسْتَحَاضُ حَيْضَةً كَثِيرَةً شَدِيدَةً. فَمَا تَرَى فِيهَا قَدْ مَنَعْتَنِي الصَّلَاةَ وَالصَّوْمَ. فَقَالَ: أَلَعَتِ لَكَ الْكُزُفُ. فَإِنَّهُ يُذِيبُ الدَّمَ. قَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ. قَالَ: فَاتَّخِذِي ثَوْبًا. فَقَالَتْ: هُوَ أَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ إِنَّمَا أَتُخِجُ ثَجًّا. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأْمُرُكِ بِأَمْرَيْنِ آتِيَهُمَا فَعَلْتِ أَجْزَأَ عَنكَ مِنَ الْآخَرِ. وَإِنْ قَوَيْتِ عَلَيْهِمَا فَأَنْتِ أَعْلَمُ. قَالَ لَهَا: إِنَّمَا هَذِهِ رَكُضَةٌ مِنْ رَكُضَاتِ الشَّيْطَانِ فَتَحْيِضِي سِتَّةَ أَيَّامٍ أَوْ سَبْعَةَ أَيَّامٍ فِي عِلْمِ اللَّهِ. ثُمَّ اغْتَسِلِي حَتَّى إِذَا رَأَيْتِ أَنَّكِ قَدْ طَهُرْتِ. وَاسْتَنْقَاتِ فَصَلِّي ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً أَوْ أَرْبَعًا وَعِشْرِينَ لَيْلَةً وَأَيَّامَهَا وَصُومِي. فَإِنَّ ذَلِكَ يَجْزِيكَ. وَكَذَلِكَ فَافْعَلِي فِي كُلِّ شَهْرٍ كَمَا تَحْيِضُ النِّسَاءُ. وَكَمَا يَطْهُرْنَ مِيقَاتِ حَيْضَتِهِنَّ وَطَهْرَتِهِنَّ. وَإِنْ قَوَيْتِ عَلَى أَنْ تُؤَخِّرِي الظُّهْرَ وَتُعَجِّلِي الْعَصْرَ فَتَغْتَسِلِي وَتُجْبِعِي بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ. وَتُؤَخِّرِي الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلِي الْعِشَاءَ. ثُمَّ تَغْتَسِلِي وَتُجْبِعِي بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ فَافْعَلِي. وَتَغْتَسِلِي مَعَ الْفَجْرِ فَافْعَلِي. وَصُومِي إِنْ قَدَرْتِ عَلَى ذَلِكَ. قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ. عَنِ ابْنِ عَقِيلٍ قَالَ: فَقَالَتْ: حَنْنَةُ فَقُلْتُ: هَذَا أَعْجَبُ الْأَمْرَيْنِ إِلَيَّ لَمْ يَجْعَلْهُ مِنْ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَهُ كَلَامَ حَنْنَةَ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَعَمْرُو بْنُ ثَابِتٍ رَافِضِيٌّ رَجُلٌ سُوءٍ وَلَكِنَّهُ كَانَ صَدُوقًا فِي الْحَدِيثِ وَثَابِتُ بْنُ الْيَقْدَامِ رَجُلٌ ثِقَةٌ وَذَكْرَةٌ. عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعِينٍ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ يَقُولُ: حَدِيثُ ابْنِ عَقِيلٍ فِي نَفْسِي مِنْهُ شَيْءٌ
سیدہ حنہ بنت جحش نے بیان کرتی ہیں: مجھے بہت زیادہ اور شدید استحاضہ کی شکایت تھی۔ میں مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ ﷺ کو بتایا میں نے نبی اکرم ﷺ کو اپنی بہن سیدہ زینب بنت جحش کے گھر میں پایا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے بہت شدید اور بہت زیادہ استحاضہ کی شکایت ہے تو آپ ﷺ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ کیا یہ مجھے نماز اور روزے سے روک دے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ تم روئی رکھ لیا کرو کیونکہ یہ خون کو روک دے گی۔ اس خاتون نے عرض کی: وہ اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم کپڑا رکھ لو تو اس نے عرض کی: وہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تو دھار کی طرح ہوتا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تمہیں دو چیزوں کی ہدایت کرتا ہوں تم ان میں سے جو بھی کر لو گی تو دوسرے کی جگہ یہ تمہارے لئے کافی ہوگی اگر تم ان دونوں پر عمل کرنے کی طاقت رکھتی ہو تو تمہیں زیادہ بہتر پتہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا یہ

شیطان کا ٹھونکا ہے۔ اگر تمہیں چھ دن تک یا سات دن تک حیض آتا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس کا ذکر بلند و بڑا ہے تو چھ تم غسل کرو۔ یہاں تک جب تم محسوس کرو کہ تم پاک ہو گئی ہو تم نے صفائی حاصل کر لی ہے تو پھر تم تیس یا چوبیس دن تک نماز ادا کرتی رہو اور روزے رکھو تو یہ تمہارے لئے جائز ہو گا تم ہر مہینے میں اس طرح کرو جس طرح خواتین کو حیض آتا ہے اور جس طرح وہ پاک ہوتی ہیں جو ان کے حیض کے مخصوص وقت کے مطابق ہوتا ہے اور اگر تم یہ کر سکتی ہو کہ ظہر کی نماز کو مؤخر کر دو اور عصر کی نماز کو جلدی ادا کر لو تو پھر تم غسل کر کے یہ دونوں نمازیں یعنی ظہر اور عصر ایک ساتھ ادا کرو پھر تم مغرب کو مؤخر کر دو اور عشاء کو جلدی ادا کرو اور پھر تم غسل کر کے یہ دونوں نمازیں ایک ساتھ ادا کرو تو تم یہ کر لو اور پھر تم فجر کے وقت غسل کر لو اور (ان ایام میں) روزہ رکھو اگر تم اس کی قدرت رکھتی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دونوں صورتوں میں تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عمرو بن ثابت نے یہ روایت ابن عقیل سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: سیدہ حمنہ نے یہ بات بیان کی "میرے نزدیک یہ دونوں صورتوں میں زیادہ پسندیدہ ہے"۔ اس راوی نے یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ کے کلام کے طور پر نقل نہیں کئے بلکہ سیدہ حمنہ کے کلام کے طور پر نقل کئے ہیں:

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عمرو بن ثابت نامی راوی "شیعہ" تھا۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے یہ بات یحییٰ بن معین کے حوالے سے ذکر کی ہے تاہم یہ شخص حدیث میں صدوق تھا۔
(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے ابن عقیل کی نقل کردہ روایت کے بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے۔

بَابُ مَنْ رَوَى أَنَّ الْمُسْتَحَاضَةَ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب: یہ جو روایت منقول ہے: استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی

288- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ خَتَنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ اسْتَحِضَتْ سَبْعَ سِنِينَ، فَاسْتَفْتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذِهِ لَيْسَتْ بِالْحَيْضَةِ، وَلَكِنْ هَذَا عِرْقٌ فَاغْتَسِلِي وَصَلِي. قَالَتْ عَائِشَةُ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ فِي مِزْكٍ فِي حُجْرَةِ أُخْتِهَا زَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ حَتَّى تَغْلُو حُمْرَةَ الدَّمِ الْمَاءَ.

❀❀ نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ بنت جحش جو نبی اکرم ﷺ کی سالی صاحبہ تھیں اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ انہیں سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی۔ اس خاتون نے اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے مسئلہ دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ حیض نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رگ (کا مواد) ہے تم غسل

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ خاتون اپنی بہن سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں موجود مہر میں غسل کرتی تھیں تو ان کے خون کی سرخی پانی پر غالب آجاتی تھی۔

289 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ أَبِي رَافَةَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي عُمَرَةُ بِنْتُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

عمرہ بنت عبد الرحمن نے سیدہ ام حبیبہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھی۔

290 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ فِيهِ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْقَاسِمُ بْنُ مَبْرُورٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُمَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ جَحْشٍ وَكَذَلِكَ رَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُمَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ وَرُبَّمَا قَالَ مَعْمَرٌ: عَنْ عُمَرَةَ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ بِمَعْنَاهُ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُمَرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِي حَدِيثِهِ: وَلَمْ يَقُلْ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ، وَكَذَلِكَ رَوَاهُ الْأَوْزَاعِيُّ أَيْضًا قَالَ فِيهِ: قَالَتْ عَائِشَةُ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

عمرہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ”وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) قاسم بن مبرور نے یونس کے حوالے سے ابن شہاب کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے سیدہ ام حبیبہ بنت ابو جحش سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اسی طرح معمر نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے۔ بعض اوقات معمر نے یہ بات کہی ہے یہ عمرہ کے حوالے سے سیدہ ام حبیبہ سے منقول ہے اور اس کے مفہوم کی حدیث نقل کی ہے۔

اسی طرح یہ روایت ابراہیم بن سعید اور ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے عمرہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔

290 - اسنادہ صحیح. ابن شہاب: هو معمر بن مسلم الزهري. واخرجه مسلم (334) (63)، والترمذي (129)، والسنائي في "الكبرى" (205) من طريق الليث بن سعد، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (24523)، و"شرح شكل الآثار" (2742). وانظر ما سلف برقم (285).

ابن عیینہ اپنی حدیث میں یہ کہتے ہیں: انہوں نے یہ بیان نہیں کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔

281 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمُسَيَّبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ أَبِي ذُلْبٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، وَعَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اسْتَحْيَضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَأَمَرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْتَسِلَ فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اُمّ حبیبہ (بنت جحش) کو سات سال تک استحاضہ کی شکایت رہی نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو حکم دیا کہ وہ غسل کیا کرنے تو وہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھی۔

یہ روایت امام ابوداؤد نے بھی اسی طرح نقل کی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ خاتون ہر نماز کے لئے غسل کرتی تھیں۔

282 - حَدَّثَنَا هَنَادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ جَحْشٍ اسْتَحْيَضَتْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِالْغُسْلِ لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قال أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ وَلَمْ أَسْمَعْ مِنْهُ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَحْيَضْتُ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ، فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَسَاقَ الْحَدِيثَ.

قال أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ عَبْدُ الصَّمَدِ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ: تَوَضَّعْتُ لِكُلِّ صَلَاةٍ.

قال أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا وَهُمْ مِنْ عَبْدِ الصَّمَدِ، وَالْقَوْلُ فِيهِ قَوْلُ: أَبِي الْوَلِيدِ

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سیدہ اُمّ حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں استحاضہ کی شکایت ہو گئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابودلید طایسی نے یہ روایت نقل کی ہے میں نے یہ روایت ان سے نہیں سنی ہے۔ انہوں نے یہ روایت سلیمان بن کثیر کے حوالے سے زہری کے حوالے سے عروہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون سے فرمایا: ”تم ہر نماز کے لئے وضو کرو“۔ اس کے بعد انہوں نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عبدالصمد نے سلیمان بن کثیر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم ہر نماز کے لئے وضو کرو“۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ عبدالصمد نامی راوی کا وہم ہے۔ اس بارے میں صحیح بات وہی ہے جو ابودلید نے بیان کی ہے۔

283 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنُ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ

الْحُسَيْنِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ: أَخْبَرَتْنِي زَيْنَبُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ امْرَأَةً كَانَتْ تَهْرَاقُ الدَّمَ، وَكَانَتْ تَحْتَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ وَتُصَلِّيَ وَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّ بَكْرٍ أَخْبَرَتْهُ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي الْمَرْأَةِ تَرَى مَا يُرِيْبُهَا بَعْدَ الظُّهْرِ إِنَّمَا هِيَ عِرْقٌ أَوْ قَالَ: عُروْقٌ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَفِي حَدِيثِ ابْنِ عَقِيلٍ الْأَمْرَانِ جَمِيعًا وَقَالَ: إِنَّ قَوِيَّتِ فَأَغْتَسِلِي لِكُلِّ صَلَاةٍ، وَلَا فَاجْعِي كَمَا قَالَ الْقَاسِمُ فِي حَدِيثِهِ، وَقَدْ رَوَى هَذَا الْقَوْلُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَلِيٍّ، وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

❁❁ سیدہ زینب بنت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون کا خون بہتا رہتا تھا (یعنی اسے استحاضہ کی شکایت تھی) وہ عورت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس خاتون کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے وقت غسل کر کے نماز ادا کیا کرے۔

راوی کہتے ہیں: (میرے استاد نے) مجھے یہ بھی بتایا کہ اُم بکر نے انہیں یہ بات بتائی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایسی عورت جو طہر کے بعد ایسی چیز دیکھتی ہے جو اسے شک میں مبتلا کرتی ہے۔ اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے ”یہ کسی دوسری رگ کا مواد ہے“۔ (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے۔)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عقیل کی حدیث میں دونوں معاملات منقول ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:)

”اگر تم اس کی طاقت رکھتی ہو تو ہر نماز کے لئے غسل کرو ورنہ (دونمازیں) ایک ساتھ ادا کرو۔“

جیسا کہ قاسم نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے اور یہی قول سعید بن جبیر کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَجْمَعُ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ وَتَغْتَسِلُ لَهُمَا غُسْلًا

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں وہ عورت دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے گی اور دونوں کے لئے ایک ہی مرتبہ غسل کرے گی

294 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: اسْتَحْيِضَتْ امْرَأَةٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرْتُ أَنْ يَرْحَلَهُ ثِقَاتٌ وَهُوَ مَوْقُوفٌ، وَقَدْ اختلف فيه على عبد الرحمن بن القاسم: فرواه شعبة هنا وعند السائي في "المعجبى" (213) و(360) عنه، عن القاسم ابن محقق، عن عائشة وظاهره الوقف. وهو في "مسند احمد" (25391). ورواه محقق بن اسحاق في ماسياتي بعده، به مرفوعاً. ورواه سفيان الثوري عند البيهقي/1353 عنه، عن القاسم، عن زينب بنت جحش: انها سالت رسول الله - صلى الله عليه وسلم - لحمية بنت جحش... ورواه سفيان بن عيينة عند عبد الرزاق (1176)، والطحاوي/1001، والبيهقي/3531 عنه، عن القاسم مرسلاً.

تُعَجِّلَ الْعَصْرَ وَتُؤَخِّرَ الظُّهْرَ وَتَغْتَسِلَ لَهَا غُسْلًا. وَأَنْ تُؤَخِّرَ الْمَغْرِبَ وَتُعَجِّلَ الْعِشَاءَ وَتَغْتَسِلَ لَهَا غُسْلًا. وَتَغْتَسِلَ لِصَلَاةِ الصُّبْحِ غُسْلًا. فَقُلْتُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ

❦❦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک عورت کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی تو اسے یہ حکم دیا گیا کہ وہ عصر کی نماز جلدی ادا کرے اور ظہر کی نماز کو مؤخر کر دے اور ان دونوں کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے پھر مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرے اور ان دونوں کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور پھر صبح کی نماز کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے۔

(راوی کہتے ہیں:) میں نے عبد الرحمن سے دریافت کیا۔ کیا یہ بات نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے ہی حدیث بیان کرتا ہوں۔

295- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ سَهْلَةَ بِنْتَ سَهْلٍ اسْتَحْيَضَتْ فَأَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ فَلَمَّا جَهَدَهَا ذَلِكَ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِغُسْلٍ، وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِغُسْلٍ، وَتَغْتَسِلَ لِلصُّبْحِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً اسْتَحْيَضَتْ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا بِتَغْنَأَةٍ

❦❦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: سہلہ بنت سہل کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے جب یہ بات اس کے لئے پریشانی کا باعث بنی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ ایک غسل کے ساتھ ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کرے اور ایک غسل کے ساتھ مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرے اور صبح کی نماز کے لئے (ایک سے) غسل کرے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابن عیینہ نے عبد الرحمن بن قاسم کے حوالے سے ان کے والد سے نقل کی ہے وہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

”ایک عورت کو استحاضہ کی شکایت ہوگئی اس نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا۔“ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

296- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ سَهْلِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ أَبِي حُبَيْشٍ اسْتَحْيَضَتْ - مُنْذُ كَذَا وَكَذَا - فَلَمْ تُصَلِّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سُبْحَانَ اللَّهِ، إِنَّ هَذَا مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَتَجَلَّسَ فِي مِرْكَبٍ، فَإِذَا رَأَتْ صُفْرَةَ فَوْقَ الْمَاءِ فَلْتَغْتَسِلْ لِلظُّهْرِ وَالْعَصْرِ غُسْلًا

وَاحِدًا. وَتَغْتَسِلُ لِّلْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ غُسْلًا وَاحِدًا. وَتَغْتَسِلُ لِّلْفَجْرِ غُسْلًا وَاحِدًا وَتَتَوَضَّأُ فِيمَا بَيْنَ ذَلِكَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مُجَاهِدٌ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا اشْتَدَّ عَلَيْهَا الْغُسْلُ أَمَرَهَا أَنْ تَجْمَعَ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ أَبُو إِسْحَقٍ. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ إِسْحَقَ النَّخَعِيِّ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ
 (۱) اسماء بنت عمیسؓ بیان کرتی ہیں: میں نے عمرؓ کی: یا رسول اللہ! فاطمہ بنت ابی جحش کو اتنے اتنے عرصے سے
 استحاضہ کی شکایت ہے وہ نماز ادا نہیں کرتی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! یہ شیطان کی طرف سے ہے۔ سے یک دم میر
 بیٹھنا چاہئے۔ جب وہ زردی کو پانی پر غالب دیکھے تو پھر طہر اور عصر کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے۔ در مغرب اور عشاء کے لئے ایک
 مرتبہ غسل کرے اور فجر کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے اور ان کے درمیان وہ وضو کرے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت مجاہد نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے نقل کی ہے کہ جب یہ
 بات اس خاتون کے لئے مشکل کا باعث بنی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ دو نمازیں ایک ساتھ ادا کرے۔
 (امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت ابراہیم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حوالے سے نقل کی ہے۔
 ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن شداد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ مِنْ طَهْرٍ إِلَى طَهْرٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں وہ ایک طہر سے دوسرے طہر تک کے لئے غسل کرے گی

297 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ بْنُ زِيَادٍ. وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا شَرِيكٌ. عَنْ أَبِي
 الْيَقْظَانِ. عَنْ عَبْدِ بْنِ ثَابِتٍ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ جَدِّهِ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ
 تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا. ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي. وَالْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ
 قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زَادَ عُثْمَانُ وَتُصَوِّمُ وَتُصَلِّي

(۱) عمری بن ثابت اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کے حوالے سے مستحاضہ عورت کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا
 یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”وہ عورت اپنے حیض کے مخصوص دنوں میں نماز چھوڑ دے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور ہر نماز کے وقت وضو
 کرے گی۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان نامی راوی نے یہ الفاظ از حد نقل کئے ہیں ”وہ روزہ رکھے گی اور نماز ادا کرے گی۔“

298 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنِ الْأَعْمَشِ. عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ. عَنْ
 عُرْوَةَ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِي حُبَيْشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ

خَبَرَهَا وَقَالَ ثُمَّ اغْتَسِلِي. ثُمَّ تَوَضَّئِي لِكُلِّ صَلَاةٍ وَصَلِي

﴿﴾ سیدہ عائشہ فرماتے ہیں: فاطمہ بنت ابوجہش نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی (پھر راوی نے اس خاتون کا واقعہ بیان کیا جس میں آگے چل کر یہ الفاظ ہیں:) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم غسل کر کے ہر نماز کے لئے وضو کرو اور نماز ادا کرو۔

299 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ. عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي مَسْكِينٍ. عَنِ الْحَجَّاجِ. عَنْ أُمِّ كَلْثُومٍ. عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمُسْتَحَاضَةِ تَغْتَسِلُ تَغْنِي مَرَّةً وَاحِدَةً. ثُمَّ تَوَضَّأُ إِلَى آيَاتِهِمْ أَقْرَانِهَا

﴿﴾ اُمّ کلتوم سیدہ عائشہ فرماتے ہیں: اسی سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں یہ بات نقل کرتی ہیں: ایسی عورت غسل کرے گی ان کی مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ غسل کرے اور پھر اپنے حیض کے مخصوص ایام آنے تک وضو کر کے (نماز ادا کرے گی)

300 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سِنَانٍ الْقَطَّانُ الْوَاسِطِيُّ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ. عَنْ أَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ عَنِ ابْنِ هُبَيْرَةَ. عَنْ امْرَأَةٍ مَسْرُوقٍ. عَنْ عَائِشَةَ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ وَالْأَعْمَشِ. عَنْ حَبِيبٍ. وَأَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ لَا تَصِحُّ وَدَلَّ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ هَذَا الْحَدِيثُ أَوْقَفَهُ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ. عَنِ الْأَعْمَشِ. وَالْكَرَّ حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ. أَنْ يَكُونَ حَدِيثُ حَبِيبٍ مَرْفُوعًا. وَأَوْقَفَهُ أَيْضًا اسْبَاطُ. عَنِ الْأَعْمَشِ مَوْقُوفٌ عَنْ عَائِشَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ ابْنُ دَاوُدَ. عَنِ الْأَعْمَشِ مَرْفُوعًا أَوَّلُهُ. وَأَنْكَرَ أَنْ يَكُونَ فِيهِ الْوُضُوءُ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ. وَدَلَّ عَلَى ضَعْفِ حَدِيثِ حَبِيبٍ هَذَا أَنَّ رِوَايَةَ الزُّهْرِيِّ. عَنْ عُرْوَةَ. عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: فَكَانَتْ تَغْتَسِلُ لِكُلِّ صَلَاةٍ فِي حَدِيثِ الْمُسْتَحَاضَةِ وَرَوَى أَبُو الْيَقْطَانِ. عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. وَعَبَّاسُ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَى عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ

298 - حدیث صحیح، ولا ینکر معاج حبیب بن ابی ثابت من عروۃ بن الزبیر کما قال ابن عبد البر. وکیع: هو ابن الجراح، والاعمش: هو سلیمان بن مهران. واخرجه ابن ماجه (624) من طریق وکیع، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (24145). وقد توبع حبیب علی ذکر الامر لها بالوضوء لكل صلاة، فقد رواه ابو معاوية عند البخاری (228)، والترمذی (125)، والامام ابو حنیفة عند الطحاوی 1021، وابو حمزة السکری عند ابن حبان (1354)، وابو عوانة عنده (1355)، اربعتهم عن هشام بن عروۃ، عن عروۃ، عن عائشة.

300 - الر صحیح، وهذا اسناد حسن، ایوب ابو العلاء - وهو ابن ابی مسکین - صدوق حسن الحديث، وامرأة مسروق - وهي لمیر بنت عمرو - روى عنها جمع، وولقها العجلی. واخرجه الطبرانی فی "الصغیر" (1187) من طریق یزید بن هارون، بهذا الاسناد. واخرجه عبد الرزاق (1170)، وابن ابی شیبہ 1261، وعلی بن الجعد (300)، والدارمی (790) و (792) و (799)، والطحاوی 1051، والبیہقی 3461/347 من طرق عن عامر الشعبي، عن لمیر، به. واخرجه الدارقطنی (818)، والبیہقی 3461/347 من طریق عمار بن مطر،

مَيْسَرَةَ، وَبَيَّانٌ، وَالْمَغِيرَةُ، وَفِرَاسٌ، وَمُجَالِدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ حَدِيثِ قَبِيرٍ، عَنْ عَائِشَةَ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَرِوَايَةُ دَاوُدَ، وَعَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَبِيرٍ، عَنْ عَائِشَةَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَكُرْوَى هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ السُّتَحَاظَةَ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَهَذِهِ الْأَحَادِيثُ كُلُّهَا ضَعِيفَةٌ إِلَّا حَدِيثَ قَبِيرٍ، وَحَدِيثَ عَمَّارٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ، وَحَدِيثَ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، وَالْمَعْرُوفُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ الْغُسْلُ

❦❦ سروق کی اہلیہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند روایت کیا ہے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عدی بن ثابت اور اعش کی حسیب اور ابوب کے حوالے سے جو روایات نقل کی ہیں تمام ضعیف ہیں وہ مستند نہیں ہیں اور اعش کی حسیب سے نقل کردہ روایت کے ضعیف ہونے پر یہ روایت دلالت کرتی ہے جسے حفص بن غیاث نے اعش کے حوالے سے موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔ حفص بن غیاث نے اس چیز کو منکر قرار دیا ہے کہ حسیب کی نقل کردہ روایت مرفوع ہو۔ اسباط نے اعش کے حوالے سے بھی اس روایت کو موقوف روایت کے طور پر نقل کیا ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کے طور پر منقول ہے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن داؤد نے یہ روایت اعش کے حوالے سے مرفوع حدیث کے طور پر نقل کی ہے لیکن صرف اس کا پہلا حصہ نقل کیا ہے اور انہوں نے اس بات کو منکر قرار دیا ہے کہ اس میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا ذکر ہو۔

حسیب کی نقل کردہ اس روایت کے ضعیف ہونے پر بھی یہ بات دلالت کرتی ہے کہ زہری نے عروہ کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں: ایسی عورت ہر نماز کے لئے غسل کرے گی جس کا ذکر استحاضہ کا شکار عورت سے متعلق روایت میں ہے۔

ابو یقطان نے عدی بن ثابت کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور بنو ہاشم کے غلام عمار نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عبدالملک بن میسرہ، بیان، مغیرہ، فراس، مجاہد نے امام شعبی کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کی روایت نقل کی ہے جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے "کہ وہ عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی"۔

داؤد اور عاصم نے امام شعبی کے حوالے سے قمیر نامی خاتون کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات نقل کی ہے ایسی عورت روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی۔

ہشام بن عروہ نے اپنے والد کے حوالے سے یہ بات روایت کی ہے استحاضہ کا شکار عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔ یہ تمام احادیث ضعیف ہیں ماسوائے قمیر کی نقل کردہ روایت کے اور بنو ہاشم کے غلام عمار کی نقل کردہ روایت کے اور ہشام بن عروہ کی اپنے والد کے حوالے سے نقل کردہ روایت کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا معروف قول یہ ہے کہ ایسی صورت میں وہ غسل کرے گی۔

بَابُ مَنْ قَالَ الْمُسْتَحَاضَةُ تَغْتَسِلُ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: استحاضہ والی عورت ایک ظہر کی نماز سے لے کر اگلی ظہر کی نماز تک کے لئے غسل کرے گی

301- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سَعِيٍّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ الْقَعْقَاعَ، وَزَيْدَ بْنَ أَسْلَمَ أَرْسَلَاهُ إِلَى سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَسْأَلُهُ كَيْفَ تَغْتَسِلُ الْمُسْتَحَاضَةُ فَقَالَ: تَغْتَسِلُ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ، وَتَتَوَضَّأُ لِكُلِّ صَلَاةٍ، فَإِنْ غَلَبَهَا الدَّمُ اسْتَشْفَرَتْ بِتَوْبٍ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى عَنِ ابْنِ عُمَرَ، وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ تَغْتَسِلُ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ وَكَذَلِكَ رَوَى دَاوُدُ، وَعَاصِمٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنِ امْرَأَتِهِ، عَنْ قَبِيرٍ، عَنْ عَائِشَةَ، إِلَّا أَنَّ دَاوُدَ قَالَ: كُلُّ يَوْمٍ، وَفِي حَدِيثِ عَاصِمٍ عِنْدَ الظَّهْرِ، وَهُوَ قَوْلُ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، وَالْحَسَنِ، وَعَطَاءٍ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ مَالِكٌ: إِنِّي لَا أَظُنُّ حَدِيثَ ابْنِ الْمُسَيَّبِ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ، إِنَّمَا هُوَ مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ، وَلَكِنَّ الْوَهْمَ دَخَلَ فِيهِ فَقَلَّبَهَا النَّاسُ فَقَالُوا: مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ وَرَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ بُوَيْعَ، قَالَ فِيهِ: مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ فَقَلَّبَهَا النَّاسُ: مِنْ ظَهْرِ إِلَى ظَهْرِ

❦❦ سہی بیان کرتے ہیں: قعقاع اور زید بن اسلم نے انہیں سعید بن مسیب کے پاس بھیجا تھا تاکہ ان سے یہ دریافت کریں کہ استحاضہ کا شکار عورت کیسے غسل کرے گی؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک کے لئے غسل کرے گی اور پھر ہر نماز کے وقت وضو کرے گی اگر خون زیادہ نکل رہا ہو تو وہ کپڑا (لنگوٹ کے طور پر) باندھ لے گی۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ایسی عورت ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک کے لئے غسل کرے گی۔
داؤد اور عاصم نے امام شعبی کے حوالے سے ان کی اہلیہ کے حوالے سے قمر نامی خاتون کے حوالے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی کی، مندر روایت نقل کی ہے، تاہم داؤد نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”وہ عورت روزانہ (یعنی پورے ایک دن کے لئے ایک مرتبہ غسل کرے گی)“

عاصم کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”ظہر کے وقت (غسل کرے گی)“

سالم بن عبداللہ، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرا یہ خیال ہے کہ ابن مسیب کی نقل کردہ یہ روایت ”ایک

ظہر سے اگلی ظہر تک“ اس میں انہوں نے یہ کہا تھا ایک ظہر سے لے کر اگلی ظہر تک لیکن راوی کو وہم ہوا اور انہوں نے اس کو تبدیل کر دیا۔ لوگوں نے اسے تبدیل کر کے یہ الفاظ نقل کر دیے۔ ایک ظہر سے لے کر دوسرے ظہر تک۔

مسور عبد الملک بن سعید بن عبد الرحمن بن یزید نے یہ روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا

”ایک ظہر سے لے کر دوسرے ظہر تک“ تو لوگوں نے اسے تبدیل کر کے ایک ظہر سے لے کر دوسری ظہر تک“ بیان کر دیا۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً وَلَمْ يَقُلْ عِنْدَ الظُّهْرِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ روزانہ ایک مرتبہ غسل کرے گی، انہوں نے ظہر کے وقت کی بات بیان نہیں کی

302 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي إِسْمَاعِيلَ وَهُوَ مُحَمَّدُ بْنُ رَاشِدٍ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي النَّظَّاسِ، قَالَ: الْمُسْتَحَاضَةُ إِذَا انْقَضَتْ حَيْضُهَا اغْتَسَلَتْ كُلَّ يَوْمٍ، وَاتَّخَذَتْ صُوفَةً فِيهَا سَنَنْ أَوْ زَيْتٌ

حضرت علی بن ابی النضر فرماتے ہیں: استحاضہ کا شکار عورت کا جب حیض ختم ہو جائے تو وہ روزانہ غسل کرے گی اور اون استعمال کرے گی جس میں بھی یاز جون کا تیل ہوگا۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَغْتَسِلُ بَيْنَ الْآيَامِ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ چند دن کے بعد دوبارہ غسل کر لیا کرے گی

303 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُثْمَانَ، أَنَّهُ سَأَلَ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْمُسْتَحَاضَةِ، فَقَالَ: تَدْعُ الصَّلَاةَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فَتُصَلِّي، ثُمَّ تَغْتَسِلُ فِي الْآيَامِ

محمد بن عثمان بیان کرتے ہیں: انہوں نے قاسم بن محمد سے استحاضہ کا شکار عورت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام کے دوران نماز چھوڑے رکھے گی پھر وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی اور وہ چند دن بعد غسل کر لیا کرے گی۔

بَابُ مَنْ قَالَ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

باب: جو لوگ اس بات کے قائل ہیں: وہ ہر نماز کے لئے وضو کرے گی

304 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْنِي بْنِ عَمْرٍو، حَدَّثَنِي ابْنُ

شہاب، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَبِي حُبَيْشٍ، أَنَّهَا كَانَتْ تُسْتَحَاضُ فَقَالَ لَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا كَانَ دَمُ الْحَيْضِ فَإِنَّهُ دَمٌ أَسْوَدُ يُعْرِفُ، فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ فَأَمْسِكِي عَنِ الصَّلَاةِ، فَإِذَا كَانَ الْآخِرُ، فَتَوَضَّئِي وَصَلِّي.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى، وَحَدَّثَنَا بِهِ ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ جَقًّا، فَقَالَ: عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ فَاطِمَةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَشُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: الْعَلَاءِيُّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَوْقَفَهُ شُعْبَةُ عَلَى أَبِي جَعْفَرٍ تَوَضَّأَ لِكُلِّ صَلَاةٍ

سیدہ فاطمہ بنت ابوحبیش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: جب حیض کا خون ہو تو وہ سیاہ رنگ کا خون ہوگا جو پہچانا جائے گا جب وہ ہو تو تم نماز ادا کرنے سے رک جاؤ اور جب دوسری رنگت کا مواد ہو تو تم وضو کر کے نماز ادا کرو۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ابن شنی نے یہ بات بیان کی ہے۔ ابن ابوعدی نے اپنے حاشیے کے حوالے سے یہ حدیث ہمیں بیان کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: عروہ کے حوالے سے یہ روایت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے: فاطمہ کو (استحاضہ کی شکایت ہوئی)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت علی بن مسیب اور شعبہ کے حوالے سے حکم کے حوالے سے ابوجعفر کے حوالے سے منقول ہے۔ علی کہتے ہیں: یہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے جبکہ شعبہ نے اسے ابوجعفر تک موقوف روایت کیا ہے کہ ایسی عورت ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَذْكُرِ الْوُضُوءَ إِلَّا عِنْدَ الْحَدَثِ

باب: جو لوگ صرف حدث کی صورت میں وضو کا تذکرہ کرتے ہیں

305 - حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا بُشَيْرٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ بِنْتَ حَبِشٍ اسْتَحْيَضَتْ فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَنْتَظِرَ أَيَّامَ أَقْرَانِهَا، ثُمَّ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي، فَإِنْ رَأَتْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ، تَوَضَّأَتْ وَصَلَّتْ

عکرمہ بیان کرتے ہیں: سیدہ ام حبیبہ بنت حبش کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو نبی اکرم ﷺ نے اسے یہ ہدایت کی کہ وہ اپنے حیض کے مخصوص ایام میں انتظار کرے گی اگر وہ کوئی چیز دیکھتی ہے تو وضو کر کے نماز ادا کرے گی۔

306 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، عَنْ رَبِيعَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ لَا يَرَى عَلَى الْمُسْتَحَاضَةِ وَضُوءًا عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ إِلَّا أَنْ يُصِيبَهَا حَدَثٌ غَيْرُ الدَّمِ، فَتَوَضَّأُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا قَوْلُ مَالِكٍ يَعْنِي ابْنَ أَنَسٍ

❦❦ لیٹ ربیعہ کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ اس مستحاضہ عورت کے لئے ہر نماز کے وقت وضو کرنے کے قائل نہیں تھے۔ ماسوائے اس صورت کے کہ اسے کوئی ایسا حادثہ لاحق ہو جو خون نکلنے کے علاوہ ہو تو پھر وہ عورت وضو کرے گی۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ ان کی مراد امام مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں۔

بَابُ فِي الْمَرْأَةِ تَرَى الْكُدْرَةَ وَالصَّفْرَةَ بَعْدَ الطَّهْرِ

باب: اس عورت کا بیان جو طہر کے بعد زردی یا سفیدالہ مواد دیکھتی ہے

307 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَبَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أُمِّ الْهَذِيلِ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ،

وَكَاثُ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَتْ: كُنَّا لَا نَعُدُّ الْكُدْرَةَ، وَالصَّفْرَةَ بَعْدَ الطَّهْرِ شَيْئًا ❦❦ سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا تھا وہ بیان کرتی ہیں: ہم طہر کے بعد خارج ہونے والے سفید یا زرد مواد کو کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

308 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، أَخْبَرَنَا، أَيُّوبُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ،

بِمِثْلِهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أُمُّ الْهَذِيلِ هِيَ حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ كَانَتْ ابْنُهَا اسْمُهُ هُذَيْلٌ، وَاسْمُ زَوْجِهَا عَبْدُ

الرَّحْمَنِ

❦❦ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ام ہذیل نامی راوی خاتون حفصہ بنت سیرین ہیں۔ ان کے صاحبزادے کا نام ہذیل تھا۔

اور ان کے شوہر کا نام عبدالرحمن تھا۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ يَغْشَاهَا زَوْجُهَا

باب: استحاضہ والی عورت کے شوہر کا اس کے ساتھ صحبت کرنا

309 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ مَثُورٍ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ،

عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ: كَانَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ تُسْتَحَاضُ فَكَانَ زَوْجُهَا يَغْشَاهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: مُعَلَّى ثِقَةٌ، وَكَانَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَزْوِي عَنْهُ لِأَنَّهُ كَانَ

يَنْظُرُ فِي الرَّأْيِ

❦❦ مکرر بیان کرتے ہیں: ام حبیبہ (بنت جحش) کو استحاضہ کی شکایت ہوئی تو ان کے شوہر ان کے ساتھ صحبت کر لیا

کرتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یحییٰ بن معین کہتے ہیں: معنی (نامی راوی) "ثقة" ہے۔

امام احمد بن حنبل اس کے حوالے سے روایت نقل نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ رائے (یا قیاسی مسائل) میں غور و فکر کیا کرتا تھا۔

310 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي سُوَيْجٍ الرَّازِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْجَهْمِ، حَدَّثَنَا عَنْزُ بْنُ أَبِي قَيْسٍ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ حَنْتَةَ بِنْتِ جَحْشٍ، أَنَّهَا كَانَتْ مُسْتَحَاضَةً وَكَانَ زَوْجُهَا يُجَامِعُهَا

عکرمہ سیدہ حنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہیں استحاضہ کی شکایت تھی اور ان کے شوہر ان کے ساتھ محبت کر لیا کرتے تھے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي وَقْتِ النَّفْسَاءِ

باب: نفاس والی عورت کی مدت کے بارے میں جو کچھ منقول ہے

311 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى، عَنْ أَبِي سَهْلٍ، عَنْ مُسَّةَ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ: كَانَتْ النَّفْسَاءُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ بَعْدَ نِقَاسِهَا أَرْبَعِينَ يَوْمًا - أَوْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً - وَكُنَّا نَطْلُقُ عَلَى وَجْهِهَا الْوَرَسَ - تَغْيِي - مِنَ الْكَلْفِ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں نفاس والی عورتیں نفاس کے بعد چالیس دن تک بیٹھی رہتی تھیں، ہم لوگ اپنے چہرے پر ورس کا کرتی تھیں۔ ان کی مراد یہ تھی: چہرے کی رنگت کی تبدیلی کی وجہ سے ایسا کیا کرتی تھیں۔

312 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ يَعْنِي حَبِی، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يُونُسَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زِيَادٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي الْأَزْدِيُّ عَنْ مُسَّةَ قَالَتْ: حَاجَجْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْتُ: يَا أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّ سَمُرَةَ بِنَ جُنْدَبٍ يَأْمُرُ النِّسَاءَ يَقْضِينَ صَلَاةَ الْحَيْضِ فَقَالَتْ: لَا يَقْضِينَ كَانَتْ الْمَرْأَةُ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقْعُدُ فِي النَّفَاسِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً لَا يَأْمُرُهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَضَاءِ صَلَاةِ النَّفَاسِ قَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي ابْنُ حَاتِمٍ: وَاسْمُهَا مُسَّةٌ تُكْنَى أُمَّ بُسَّةَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَثِيرُ بْنُ زِيَادٍ كُنْيَتُهُ أَبُو سَهْلٍ

کثیر بن زیاد بیان کرتے ہیں: مسہ از دیہ نامی راوی خاتون نے مجھے یہ بات بتائی وہ خاتون کہتی ہیں: میں حج کے لئے مکہ میں پھر میں سیدہ ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں نے کہا: اے ام المؤمنین! حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ خواتین کو یہ ہدایت کرتے ہیں کہ وہ حیض (کے دوران رہ جانے والی) نمازوں کی قضا کیا کریں تو سیدہ ام سلمہ نے فرمایا: وہ عورتیں قضا نہیں کریں گی نبی اکرم ﷺ کی ازواج میں سے کوئی خاتون چالیس دن تک نفاس کی حالت میں رہتی تھی (اور اس دوران نماز ادا نہیں

کرتی تھی) لیکن نبی اکرم ﷺ نے نفاس کے دوران والی نمازوں کو قضا کرنے کا اسے حکم نہیں دیا۔
محمد بن حاتم نامی راوی کہتے ہیں: اس خاتون کا نام ”مسہ“ تھا اور اس کی کنیت اُمّ ہسہ تھی۔
(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) کثیر بن زیاد نامی راوی کی کنیت ابو ہل تھی۔

نفاس کے معنی و مفہوم کا بیان

۱. نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آگے کی راہ سے نکلے جب نصف سے زیادہ بچہ باہر نکل آئے تو اب جو خون نکلے گا وہ نفاس ہوگا، اس سے پہلے نفاس نہیں ہوگا اگر توام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور اس کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن تک نفاس ہوگا اس کے بعد استحاضہ ہے مگر غسل کا حکم دیا جائے گا یعنی نہا کر نماز پڑھے گی شرط یہ ہے کہ دونوں توام بچوں کی ولادت میں چھ مہینہ سے کم کا فاصلہ ہو اگر دونوں کے درمیان چھ مہینہ یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہونگے۔

۲. نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد خون آجائے خواہ ایک ہی ساعت ہو وہ نفاس ہے اگر بچہ نصف سے کم نکلا اور اس وقت خون آیا تو وہ نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے، اگر خون چالیس دن سے زیادہ آتا رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ اور جس عورت کی نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے مقررہ عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، نفاس کی عادت کے ایک بار خلاف ہونے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (زبدۃ المغنی، کتاب طہارت)

بَابُ الْإِغْتِسَالِ مِنَ الْحَيْضِ

باب: حیض کے بعد غسل کرنا

313- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو الرَّازِيُّ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ أَبِي الْفَضْلِ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُهَيْمٍ، عَنْ أُمِّيَّةَ بِنْتِ أَبِي الصَّلْتِ، عَنِ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي غِفَارٍ قَدْ سَمِعَتْهَا قَالَتْ: أَرَدَفَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَقِيبَةٍ رَحِلِهِ قَالَتْ: فَوَاللَّهِ، لَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصُّبْحِ، فَأَنَاحَ وَنَزَلْتُ عَنْ حَقِيبَةِ رَحِلِهِ، فَإِذَا بِهَا دَمٌ مِثْنِي فَكَانَتْ أَوَّلُ حَيْضَةٍ حَضَتْهَا قَالَتْ: فَتَقَبَّضْتُ إِلَى النَّاقَةِ وَاسْتَحْيَيْتُ، فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بِي وَرَأَى الدَّمَ قَالَ: مَا لَكَ لَعَلَّكَ نَفِسْتِ؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قَالَ: فَأَصْلِحِي مِنْ نَفْسِكَ، ثُمَّ خُذِي إِنَاءً مِنْ مَاءٍ، فَأُظْرِجِي فِيهِ مِلْحًا، ثُمَّ اغْسِلِي مَا أَصَابَ الْحَقِيبَةَ مِنَ الدَّمِ، ثُمَّ عُوْدِي لِمَرْكَبِكَ. قَالَتْ: فَلَمَّا

313- اسنادہ ضعیف لجهالة امیة بنت ابی الصلت، فقد تفرد بالرواية عنها سليمان ابن سحيم، وهي تابعة لا تصحح صحبها، فقد ذكرها الحافظ في القسم الرابع من "الاصابة"، وقال في "التقريب": لا يعرف حالها. وسلمة بن الفضل - وان كان ضعيفا - متابع، ومحمد بن اسحاق - وان كان مدلسا - صرح بالتحديث عند احمد والبيهقي. واخرجه احمد (27136)، والخطيب في "تلخيص المشابه" 8472 و848، والبيهقي 4072 من طريقين عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد

فَتَحَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْبَرَ رَضَخَ لَنَا مِنَ الْغَنَى قَالَتْ: وَكَانَتْ لَا تَطْهَرُ مِنْ حَيْضَةٍ إِلَّا جَعَلَتْ فِي طَهْوَرِهَا مِلْحًا، وَأَوْصَتْ بِهِ أَنْ يُجْعَلَ فِي غُسْلِهَا حِينٍ مَا تَتَّ

جمع ہذا امیہ بنت صلت بنو غفار سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کے حوالے سے نقل کرتے ہیں جس کا نام انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنی سواری پر پالان کے پیچھے حصے پر بٹھالیا۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں کہ (نبی اکرم ﷺ سفر کرتے رہے) اللہ کی قسم! نبی اکرم ﷺ صبح صادق کے قریب سواری سے اترے (یعنی آپ ﷺ نے پڑاؤ کیا) آپ ﷺ نے سواری کو بٹھایا میں بھی پالان کے پچھلے حصے سے اتری تو اس پر میرے خون کا نشان تھا یہ وہ پہلا حیض تھا جو مجھے آیا تھا۔ وہ خاتون کہتی ہیں: تو میں اونٹنی کے ساتھ لگ گئی اور مجھے شرم آگئی جب نبی اکرم ﷺ نے میری صورت حال دیکھی اور آپ ﷺ نے خون کا نشان دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ہوا ہے۔ شاید تمہیں حیض آگیا ہے میں نے عرض کی: جی ہاں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنا معاملہ ٹھیک کرو پھر پانی کا برتن لے کر اس میں نمک ملا کے اس جگہ کو دھو دو جو پالان پر تمہارا خون لگا ہے اور پھر اپنی سواری پر سوار ہو جاؤ۔

وہ خاتون بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ نے خیر کو فتح کر لیا تو آپ ﷺ نے مال فے میں سے ہمیں بھی عطا کیا وہ خاتون بیان کرتی ہیں: وہ جب بھی حیض سے پاک ہوتی تھی تو طہارت حاصل کرنے والے پانی میں نمک ملایا کرتی تھی اور انہوں نے یہ وصیت بھی کی تھی کہ جب ان کا انتقال ہو جائے تو ان کے غسل کے پانی میں بھی نمک ملایا جائے۔

314 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا سَلَامُ بْنُ سُلَيْمٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: دَخَلْتُ أَسَاءَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ تَغْتَسِلُ إِحْدَانَا إِذَا طَهَّرَتْ مِنَ الْحَيْضِ؟ قَالَ: تَأْخُذُ سِدْرَهَا وَمَاءً فَافْتَوَضًا، ثُمَّ تَغْسِلُ رَأْسَهَا، وَتَذُلُّهُ حَتَّى يَبْلُغَ النَّاءَ أَصُولَ شَعْرِهَا، ثُمَّ تُفِيضُ عَلَى جَسَدِهَا، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَتَهَا فَتَطْهَرُ بِهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ اتَّطَهَّرُ بِهَا، قَالَتْ: عَائِشَةُ فَعَرَفْتُ الَّذِي يَكُونُ عَنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَهَا: تَتَّبِعِينَ بِهَا آثَارَ الدَّمِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اساءہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہم میں سے کسی عورت کا حیض جب ختم ہو جائے تو وہ کیسے غسل کرے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ بیر کی کپے پتے اور پانی لے لے۔ پھر وہ وضو کرے پھر وہ اپنے سر کو دھوئے اور اسے ملے یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر وہ اپنے جسم پر پانی بہا لے۔ پھر وہ ردنی لے کر اس کے ذریعے طہارت حاصل کرے۔ اساءہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: مجھے اندازہ ہو گیا کہ نبی اکرم ﷺ کیا فرماتا چاہ رہے ہیں۔ تو میں نے اساءہ سے کہا: تم خون کے نشانات کو صاف کرو۔

315 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةِ بِنْتِ

شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ نِسَاءَ الْأَنْصَارِ، فَأَثْنَتْ عَلَيْهِنَّ وَقَالَتْ لَهُنَّ: مَعْرُوفًا، وَقَالَتْ: دَعَا

امْرَأَةً مِنْهُنَّ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ مَعْنَاهُ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ فِرْصَةً مُسَكَّةً. قَالَ مُسَدَّدٌ: كَانَ أَبُو عَوَانَةَ يَقُولُ: فِرْصَةً، وَكَانَ أَبُو الْأَخْوَصِ يَقُولُ: قِرْصَةً.

❦ ❦ صفیہ بنت شیبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نقل کرتی ہیں: انہوں نے انصار کی خواتین کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تعریف کی اور ان کا اچھائی کے ساتھ ذکر کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ان میں سے ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:)

”وہ مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے“

مسدد نامی راوی کہتے ہیں: ابو عوانہ نے اپنی روایت میں صرف لفظ ”فرصہ“ ذکر کیا ہے جبکہ ابواخوص نے لفظ قمر ص ذکر کیا ہے۔

318 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي ابْنَ مُهَاجِرٍ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَعْنَاءُ قَالَ: فِرْصَةً مُسَكَّةً، قَالَتْ: كَيْفَ أَتَطَهَّرُ بِهَا قَالَ: سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِي بِهَا وَاسْتَتِرِي بِثَوْبٍ، وَزَادَ وَسَأَلَتْهُ عَنِ الْغُسْلِ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ: تَأْخُذِينَ مَاءً كِ فَتَطَهَّرِينَ أَحْسَنَ الطَّهْوَرِ وَأَبْلَغَهُ، ثُمَّ تُصْبِنِينَ عَلَى رَأْسِكَ الْمَاءَ، ثُمَّ تَذْلِكِينَ حَتَّى يَبْلُغَ شُؤْنُ رَأْسِكَ، ثُمَّ تُفِيضِينَ عَلَيْكَ الْمَاءَ قَالَ: وَقَالَتْ عَائِشَةُ: نَعَمْ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَنْتَفِعْنَ الْحَيَاءُ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الدِّينِ، وَأَنْ يَتَفَقَّهُنَّ فِيهِ

❦ ❦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اسماء نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے جس میں راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ”مشک لگا ہوا روئی کا ٹکڑا لے“ اسماء نے دریافت کیا: میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! تم اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے کپڑا اپنے منہ پر رکھ لیا۔

راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں ”اس خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے غسل جنابت کے بارے میں دریافت کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پانی لے کر اچھی طرح سے طہارت حاصل کرو اور اسے (جسم کے) ہر حصے تک پہنچا دو۔ پھر تم اپنے سر پر پانی ڈالو پھر اسے ملو یہاں تک کہ وہ پانی تمہارے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر تم اپنے پورے جسم پر بہاؤ۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انصار کی خواتین سب سے اچھی ہیں کیونکہ دینی معاملات کے بارے میں سوال کرنے اور دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے میں حیا ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی ہے۔

بَابُ التَّيْمِ

باب: تیمم کرنا

تیمم کی تعریف اس کی شرائط اور مذاہب فقہاء کا بیان

لغت میں تیمم کے معنی قصد کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں تیمم سے مراد ہے پاک مٹی کا قصد کرنا یا اس چیز کا قصد کرنا

رطوبت فرج مٹی ہوئی تھی جس قول کے مطابق رطوبت فرج نجس ہے اس کو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا ورنہ نہیں جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر غالباً پانی نہیں ہوتا مشا سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے اور اگر ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر نماز کا اعادہ ہے (جو شخص ڈیڑھ انگریزی میل کی مسافت پر شہر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احناف کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے، ہدایہ)

امام شافعی امام احمد ابن المنذر داؤد ظاہری، اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ جائز ہے جس کا غبار عضو کے ساتھ لگ جائے اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام سے تیمم کرنا جائز ہے حتیٰ کہ دھسے ہوئے پتھر سے بھی تیمم کرنا جائز ہے اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اور برف کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔

تیمم کے بعض مسائل کا بیان

امام مسلم بن حجاج قشیری ۲۶۱ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابو جہم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میر جمل (مدینہ کے قریب ایک جگہ) کی طرف جارہے تھے ایک مسلمان نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کو سلام کا جواب نہیں دیا حتیٰ کہ آپ ایک دیوار کے پاس گئے اور تیمم کر کے اس کو جواب دیا۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: ۳۶۹)

یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی نہیں تھا کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے خواہ فرض نماز نماز عید یا نماز جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے فوت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے کیونکہ ان کی قضاء نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احناف کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار مباح تھی یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا اس میں یہ دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ تنزیہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کوئیں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھے تو بتا دے۔

317- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، ح وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ وَأُنَاسًا مَعَهُ فِي طَلَبِ قِلَادَةٍ أَضَلَّتْهَا عَائِشَةُ. فَحَضَرَتِ الصَّلَاةَ فَصَنَعُوا بَغِيرَ وَضُوءٍ. فَأَتَوْا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُتِبَ لَهُ. فَأَنْزَلَتْ آيَةُ التَّيْمِ زَادَ ابْنُ نَفِيلٍ فَقَالَ لَهُ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ: يَزُحِكُكَ اللَّهُ مَا نَزَلَ بِكَ أَمْرٌ تَكْرِهِيْنَهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ وَلَكَ فِيهِ قَرَجًا

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت اسید بن حضیر اور ان کے ساتھ کچھ لوگوں کو بار تلاش کرنے کے لئے بھیج دیا جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے گم ہو گیا تھا۔ اس دوران نماز کا وقت ہو گیا تو ان لوگوں نے وضو کے بغیر ہی نماز ادا کر لی۔ پھر وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس صورت حال کا ذکر کیا تو تیمم کے حکم سے متعلق آیت نازل ہوئی۔

ابن نفیل نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: اس پر حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ جب بھی آپ کو کسی ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جسے آپ ناپسند کرتی ہوں تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے اور آپ کے لئے اس میں کشادگی رکھ دی۔

318 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ. أَخْبَرَنِي يُونُسُ. عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ حَدَّثَهُ. عَنْ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ أَنَّهُ كَانَ يُحَدِّثُ أَنَّهُمْ تَسَخَّحُوا وَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّعِيدِ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ. ثُمَّ مَسَحُوا بِخُفَيْهِمْ مَسْحَةً وَاحِدَةً. ثُمَّ عَادُوا فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ الصَّعِيدَ مَرَّةً أُخْرَى فَمَسَحُوا بِأَيْدِيهِمْ كُلِّهَا إِلَى الْمَنَائِبِ وَالْأَبْطَانِ مِنْ بَطْنِ أَيْدِيهِمْ

﴿﴾ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ فجر کی نماز کے لئے مٹی کے ذریعے تیمم کیا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ مٹی پر مارے اور پھر اپنے چہروں پر ایک مرتبہ مسح کیا پھر انہوں نے دوبارہ اپنے ہاتھ مٹی پر دوسری مرتبہ مارے اور اپنے پورے بازوؤں کا کندھوں تک اور بغلوں تک مسح کیا۔ انہوں نے اپنی ہتھیلیوں کے ذریعے یہ مسح کیا تھا۔

تیمم کی سنتوں کا بیان

(۱) بسم اللہ کہنا (۲) ہاتھوں کو زمین پر مارنا (۳) انگلیاں کھلی ہوئی رکھنا (۴) ہاتھوں کو جھاڑ لینا یعنی ایک ہاتھ کے انگلیوں کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگلیوں کی جڑ پر مارنا نہ اس طرح کہ تالی کی سی آواز نکلے (۵) زمین پر ہاتھ مار کر لوٹ دینا (۶) پہلے منہ پھر ہاتھ کا مسح کرنا (۷) دونوں کا مسح پے درپے ہونا (۸) پہلے داہنے ہاتھ پھر بائیں کا مسح کرنا۔ (۹) داڑھی کا خلال کرنا اور (۱۰) انگلیوں کا خلال جبکہ غبار پہنچ گیا ہو اور اگر غبار نہ پہنچا مثلاً پتھر وغیرہ کسی ایسی چیز پر ہاتھ مارا جس پر غبار نہ ہو تو خلال فرض ہے ہاتھوں کے مسح میں بہتہ طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگلیوں کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے

سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گئے تک لائے اور بائیں
انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کا مس کرے یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مس کرے اور ایک دم سے پوری ہتھیلی اور
انگوٹھوں سے مس کر لیا تم ہو گیا خواہ کہنی سے انگلیوں کی طرف لایا یا انگلیوں سے کہنی کی طرف لے گیا مگر پہلی صورت میں خلاف سنت
ہوا۔ (عالمگیری)

319 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الزُّهْرِيُّ وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ، عَنِ ابْنِ وَهْبٍ، نَحْوَ هَذَا
الْحَدِيثِ قَالَ: قَامَ الْمُسْلِمُونَ فَضَرَبُوا بِأَكْفِهِمُ التُّرَابَ، وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا، فَذَكَرُوا
نَحْوَهُ، وَلَمْ يَذْكُرِ الْمَنَّاكِبَ وَالْأَبْطَاطُ قَالَ: ابْنُ اللَّيْثِ: إِلَى مَا فَوْقَ الْبِرْفَقَيْنِ
❦❦ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

”مسلمان کھڑے ہوئے اور انہوں نے اپنی ہتھیلیاں مٹی پر ماریں۔ انہوں نے مٹی کو مٹھی میں نہیں لیا۔“ اس کے بعد راوی
نے پوری حدیث ذکر کی ہے البتہ راوی نے کندھوں اور بغلوں کا ذکر نہیں کیا۔

ابن لیث نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”کہنیوں کے اوپر تک (مس کیا)۔“

320 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي خَلْفٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى النَّيْسَابُورِيُّ فِي آخِرِينَ قَالُوا:
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ صَالِحٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَسَ بِأَوَّلَاتِ الْجَيْشِ وَمَعَهُ عَائِشَةُ
فَانْقَطَعَ عَقْدُ لَهَا مِنْ جِلْعَ ظَفَارٍ، فَحَبَسَ النَّاسُ ابْتِغَاءَ عَقْدِهَا ذَلِكَ حَتَّى أَضَاءَ الْفَجْرُ، وَلَيْسَ مَعَ
النَّاسِ مَاءٌ فَتَغَيَّظَ عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: حَبَسْتَ النَّاسَ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ، فَأَنزَلَ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى
رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُخْصَةً التَّطَهُّرِ بِالصَّبِغِ الطَّيِّبِ، فَقَامَ الْمُسْلِمُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبُوا بِأَيْدِيهِمْ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ رَفَعُوا أَيْدِيَهُمْ، وَلَمْ يَقْبِضُوا مِنَ التُّرَابِ شَيْئًا.
فَمَسَحُوا بِهَا وَجُوهَهُمْ وَأَيْدِيَهُمْ إِلَى الْمَنَّاكِبِ، وَمِنْ بَطْنِ أَيْدِيهِمْ إِلَى الْأَبْطَاطِ زَادَ ابْنُ يَحْيَى فِي
حَدِيثِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فِي حَدِيثِهِ: وَلَا يَحْتَدِرُ بِهَذَا النَّاسُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ ابْنُ إِسْحَاقَ قَالَ فِيهِ: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَذَكَرَ ضَرْبَتَيْنِ، كَمَا ذَكَرَ
يُونُسُ، وَرَوَاهُ مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ضَرْبَتَيْنِ، وَقَالَ مَالِكٌ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ
اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارٍ، وَكَذَلِكَ قَالَ أَبُو أُوَيْسٍ: عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَشَكَكَ فِيهِ ابْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ: مَرَّةً
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ أَبِيهِ، أَوْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَمَرَّةً قَالَ: عَنْ أَبِيهِ وَمَرَّةً قَالَ: عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ اضْطَرَبَ ابْنُ عُيَيْنَةَ فِيهِ، وَفِي سَمَاعِهِ مِنَ الزُّهْرِيِّ وَلَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ فِي هَذَا

الْحَدِيثُ الضَّرْبَتَيْنِ إِلَّا مَنْ سَمِعَتْ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے "اولات البیث" کے مقام پر پڑاؤ کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھیں ان کا سپہوں سے بنا ہوا ہار گر گیا۔ لوگ ان کے ہار کی تلاش میں رک گئے یہاں تک کہ صبح صادق کا وقت ہو گیا۔ لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس بات پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا: تم نے لوگوں کو رکنے پر مجبور کیا ہے حالانکہ ان کے پاس پانی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر پاک مٹی کے ذریعے طہارت حاصل کرنے کی رخصت نازل کر دی تو مسلمان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اٹھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ زمین پر مارے پھر انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔ انہوں نے مٹی میں مٹی نہیں لی۔ انہوں نے اٹھ ہاتھوں کے ذریعے اپنے چہروں پر اور بازوؤں پر کندھے تک اور ہاتھ کے اندرونی حصے کے ذریعے بغلوں تک مسح کیا۔

ابن یحییٰ نامی راوی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں ابن شہاب اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: "لوگوں نے اس حدیث کا اعتبار نہیں کیا۔"

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن اسحاق نے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ وہ اس میں یہ بیان کرتے ہیں: یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اور انہوں نے دو مرتبہ ضرب لگانے کا ذکر کیا ہے جس طرح یونس نامی راوی نے ذکر کیا ہے۔

یہ روایت معمر نے زہری کے حوالے سے نقل کی ہے کہ دو مرتبہ ضرب لگائی۔

امام مالک رحمہ اللہ نے زہری کے حوالے سے عبید اللہ بن عبداللہ کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔

اسی طرح ابو ادیس نے یہ بات بیان کی ہے یہ زہری سے منقول ہے۔

اس روایت کے بارے میں ابن عیینہ کو شک ہوا ہے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ عبید اللہ کے حوالے سے ان کے والد سے منقول ہے یا شاید عبید اللہ کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے ایک مرتبہ انہوں نے یہ کہا کہ یہ ان کے والد سے منقول ہے اور ایک مرتبہ یہ کہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے تو اس روایت کے بارے میں ابن عیینہ اضطراب کا شکار ہو گئے اور ان کے زہری سے سماع میں بھی اضطراب ہے ان میں سے کسی نے بھی اس حدیث میں دو مرتبہ ضرب لگانے کا ذکر نہیں کیا۔ صرف ان لوگوں نے کیا ہے جن کا نام میں نے ذکر کر دیا ہے۔

321 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَلْبَارِئِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ الضَّرِيرِيُّ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ هَقِيقٍ قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْتَنَّبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا أَمَا كَانَ يَتَيْمَّمُ؟ فَقَالَ: لَا، وَإِنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُونَ بِهَذِهِ الْآيَةِ الَّتِي فِي سُورَةِ الْمَائِدَةِ (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا) (النساء 43) فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لَوْ رَخِصَ لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكُوا إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ أَنْ يَتَيْمَّمُوا بِالصَّعِيدِ.

فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: وَإِنَّمَا كَرِهْتُمْ هَذَا لِهَذَا. قَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عَمَّارٍ لِعُمَرَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ. فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَّغْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَتَمَرَّغُ الدَّابَّةُ. ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَصْنَعَ بِكَذَا فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى الْأَرْضِ فَتَفَضَّهَا. ثُمَّ ضَرَبَ بِشِمَالِهِ عَلَى يَمِينِهِ وَيَمِينِهِ عَلَى شِمَالِهِ عَلَى الْكَفَّيْنِ. ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ: أَفَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِقَوْلِ عَمَّارٍ

ترجمہ: شقیق بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے درمیان بیٹھ ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبدالرحمن آپ کی کیا رائے ہے اگر ایک شخص جنبی ہو جاتا ہے اور اسے ایک سینے تک پانی نہیں ملتا تو کیا وہ تیمم نہیں کرے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں کرے گا اگرچہ اسے ایک ماہ تک پانی نہ ملے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے فرمایا: پھر آپ اس آیت کا کیا کریں گے جو سورۃ مائدہ میں ہے۔
”تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو“۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر اس بارے میں لوگوں کو رخصت دے دی جائے تو عنقریب ایسا ہوگا کہ اگر لوگوں کو پانی ٹھنڈا لگے گا تو وہ مٹی کے ذریعے تیمم کر لیں گے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا آپ اس وجہ سے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہما کا حضرت عمرؓ کو کہا گیا قول نہیں سنا کہ نبی اکرمؐ نے مجھے ایک کام کے سلسلے میں بھیجا میں جنبی ہو گیا مجھے پانی نہیں ملا تو میں مٹی میں یوں لوٹ پوٹ ہو گیا جس طرح جانور لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر میں نبی اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے سامنے اس بات کا ذکر کیا تو نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم یوں کر لیتے پھر نبی اکرمؐ نے اپنا دست مبارک زمین پر مار کر اسے جھازا پھر آپؐ نے بائیں ہاتھ کو دائیں پر اور دائیں کو بائیں پر مارا پھر آپؐ نے اپنے چہرے کا مسح کیا۔

تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے کہا: کیا آپؐ نے دیکھا نہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہما کے بیان پر قناعت نہیں کی تھی۔

322 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ. عَنْ أَبِي مَالِكٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِيزٍ قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّا لَكُونُ بِالْمَكَانِ الشَّهْرِ وَالشَّهْرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ: أَمَا أَنَا فَلَمْ أَكُنْ أَصِلْ حَقَّ أَجَدِ الْمَاءِ. قَالَ: فَقَالَ عَمَّارٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَمَا تَذْكُرُ إِذْ كُنْتُ أَنَا وَأَنْتَ فِي الْإِيلِ. فَأَصَابَتْنَا جَنَابَةٌ. فَأَمَّا أَنَا. فَتَمَعَكْتُ فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ. فَقَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ بِكَذَا. وَضَرَبَ بِيَدِهِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ نَفَخَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ إِلَى نِصْفِ الذِّرَاعِ فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَمَّارُ اتَّقِ اللَّهَ. فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ. إِنْ شِئْتُ وَاللَّهِ لَمْ أَذْكُرْهُ أَبَدًا. فَقَالَ عُمَرُ: كَلَّا وَاللَّهِ لَنُؤَلِّمَنَّكَ مِنْ ذَلِكَ مَا تَوَلَّيْتَ

ترجمہ: عبدالرحمن بن ابیزی بیان کرتے ہیں: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا:

(بعض اوقات) ہم کسی ایسی جگہ پر ایک یا دو ماہ تک رہتے ہیں (جہاں زیادہ پانی دستیاب نہیں ہوتا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس وقت تک نماز ادا نہیں کروں گا جب تک میں پانی کو پا نہیں لیتا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ کو یہ بات یاد نہیں ہے کہ جب میں اور آپ اونٹوں میں تھے ہمیں جنابت لاحق ہو گئی میں تو مٹی میں لوٹ پوٹ ہو گیا پھر ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ بات ذکر کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم یوں کر لیتے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر ان پر پھونک مار کر (مٹی و جھاڑا) اور آپ نے وہ دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر نصف بازو تک پھیر لئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمار! تم اللہ سے ڈرو۔ انہوں نے عرض کی: اے امیر المومنین! اگر آپ چاہیں تو اللہ کی قسم! میں کبھی اس کا ذکر نہیں کروں گا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہرگز نہیں اللہ کی قسم! اس حوالے سے ہم تمہیں اس بات کا پابند بناتے ہیں جو تم نے بیان کی ہے۔

323- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غَسَّانٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ، عَنْ ابْنِ أَبِي عَتَّارٍ، عَنْ يَاسِرِ بْنِ هَازِمٍ، قَالَ: يَا عَتَّارُ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَذَا، ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدَيْهِ الْأَرْضَ، ثُمَّ ضَرَبَ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَالذِّرَاعَيْنِ إِلَى نِصْفِ السَّاعِدَيْنِ، وَلَمْ يَبْلُغِ الْمِرْفَقَيْنِ ضَرْبَةً وَاحِدَةً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ وَكِيعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ، عَنْ وَرَّاهُ جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كَهِيلٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ، عَنْ أَبِيهِ.

(یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عمار! تمہارے لئے اس طرح کر لینا کافی تھا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا (اور مٹی کو جھاڑا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر نصف کلائیوں تک مسح کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہنی تک نہیں پہنچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مرتبہ (زمین پر ہاتھ مارا تھا) (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت وکیع نے اعمش کے حوالے سے سلمہ کے حوالے سے عبد الرحمن سے نقل کی ہے جب کہ جریر نے یہ روایت اعمش کے حوالے سے سلمہ کے حوالے سے سعید بن عبد الرحمن کے حوالے سے نقل کی ہے یعنی ان کے والد سے نقل کی ہے۔)

324- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ جَعْفَرٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَلَمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ، عَنْ يَاسِرِ بْنِ هَازِمٍ، قَالَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ وَضْرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا، وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ شَكَّ

324- حديث صحيح در قولہ: "انی المرفقین، لشک سلمة- وهو ابن كهيل- فيه، وقد اشار الى ضعف هذه الرواية الحافظ في "الفتح" 1/

445، وسياق الحديث من طرق صحيحة بالارقام (326) و (327) بذكر الكفين فحسب. فر: هو ابن عبد الله المرهبي، وابن عبد الرحمن:

هو سعيد وأخوه الساساني في "الكبرى" (299) عن محمد بن بشار، بهذا الاسناد. وهو في "مسند أحمد" (18333).

سَلَمَةُ وَقَالَ: لَا أَذْرِي فِيهِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ، يَعْنِي أَوَّالِي الْكُفَّيْنِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: اکر م رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تمہارے لئے یہ کافی تھا“ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک زمین پر مارا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر پھونک ماری پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور بازوؤں پر پھیر لیا یہ شک سلمہ نامی راوی کو ہے وہ کہتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کہ اس روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”کہیوں تک“ یا یہ الفاظ ہیں: ”ہتھیلیوں تک“۔

325 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَهْلٍ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْنِي الْأَعْوَرَ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ، قَالَ: ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا وَمَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ إِلَى الْبِرْفَقَيْنِ - أَوَّالِي الذِّرَاعَيْنِ - قَالَ شُعْبَةُ: كَانَ سَلَمَةُ يَقُولُ: الْكُفَّيْنِ وَالْوَجْهَ وَالذِّرَاعَيْنِ، فَقَالَ لَهُ مَنْصُورٌ ذَاتَ يَوْمٍ: انْظُرْ مَا تَقُولُ فَإِنَّهُ لَا يَذْكُرُ الذِّرَاعَيْنِ غَيْرُكَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پھونک ماری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں پر کہیوں تک (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) کلائیوں تک پھیر لیا۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: سلمہ یہ کہا کرتے تھے دونوں ہتھیلیاں چہرہ اور دونوں کلائیاں

منصور نے ایک دن ان سے کہا: آپ اس بات کا جائزہ لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کیونکہ کلائیوں کا ذکر آپ کے علاوہ اور کسی نے (اس روایت میں) نہیں کیا۔

326 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي الْحَكَمُ، عَنْ ذَرٍّ، عَنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمَّارٍ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَضْرِبَ بِيَدَيْكَ إِلَى الْأَرْضِ، فَتَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَكَ وَكَفَّيْكَ، وَسَاقِ الْحَدِيثِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ شُعْبَةُ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَمَّارًا يَخْطُبُ بِبَيْتِهِ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: لَمْ يَنْفُخْ، وَذَكَرَ حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: ضَرَبَ بِكَفَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ وَنَفَخَ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ تم اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارتے اور اس کے ذریعے اپنے چہرے اور بازوؤں پر مسح کر

325- حدیث صحیح دون قولہ: ”الی البرفقین او الی الذراعین“ کما سلف الکلام علیہ فیما قبلہ، حججاج الاعور: هو ابن محمد المصعبی، ومنصور المذکور فی المتن: هو ابن المعتمر، واخرجہ النسائی فی ”الکبری“ (301) من طریق حججاج، بهذا الاسناد.

لیجئے اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت شعبہ نے حصین کے حوالے سے ابو مالک سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ”نبی اکرم ﷺ نے ان پر پھونک نہیں ماری۔“

حصین بن محمد نے یہ روایت شعبہ کے حوالے سے حکم سے نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: ”نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر پھونک ماری۔“

321 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْهَالِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عَرَّاءَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَتَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّيْمِ فَأَمَرَنِي ضَرْبَةً وَاحِدَةً لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ

سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ نے اپنے والد کے حوالے سے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے: میں نے نبی اکرم ﷺ سے تیمم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے مجھے یہ حکم دیا کہ ایک ضرب چہرے اور دونوں بازوؤں کے لئے ہو گی۔

322 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ التَّيْمِ فِي السَّفَرِ فَقَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، عَنْ عَتَّارِ بْنِ يَاسِرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِلَى الْيَرْفَقَيْنِ

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”کہنیوں تک (بازوؤں پر مسح کیا جائے گا)۔“

تیمم کرنے کے طریقے کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں اور تیمم کی دو ضربیں ہیں ایک ان دونوں میں سے یہ ہے کہ اپنے چہرے کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے اپنے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ تیمم دو ضربیں ہیں چہرے کی ضرب اور ہاتھوں کی ضرب ہے۔ اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح جھاڑے کہ مٹی جھڑ جائے تاکہ مثلہ نہ بنے۔

اور ظاہر روایت کے مطابق تیمم میں پورے عضو کو مسح میں گھیرنا ضروری ہے کیونکہ یہ وضو کے قائم مقام ہے۔ اور اسی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ انگلیوں میں خلل کرے اور انگوٹھی کو اتار دے تاکہ مسح پوری طرح ہو جائے۔ تیمم حدث اور جنابت میں برابر ہے۔ اور اسی طرح حیض و نفاس کیلئے بھی کافی ہے۔ اس روایت کی وجہ سے کہ ایک قوم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا ہم ایسی قوم ہیں جو ایسے ریگستان میں رہتے ہیں کہ ہم ایک ماہ یا دو ماہ تک پانی نہیں پاتے اور ہمارے اندر جنی حائضہ اور نفاس والی بھی ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر تمہاری زمین لازم ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب طہارت، بیروت)

تیمم کا طریقہ

علامہ محمود ابن مازہ حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ کہ امام محمد علیہ الرحمہ کی اصل میں سے بعض روایات ہیں اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھے جبکہ بعض روایات میں ہے ہاتھوں کو زمین پر مارے۔ جبکہ اکثر آثار یہ ہیں کہ ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔ افضل یہ ہے کہ یہاں ”ضرب“ ہاتھوں کو زمین پر مارنا مراد ہو کیونکہ زمین پر ہاتھ رکھنے کی بجائے زمین پر ہاتھ مارنے سے زیادہ مٹی انگلیوں میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور ہاتھوں کو محض رکھنے کی وجہ سے مٹی داخل نہیں ہوتی۔ پھر بعض فقہاء نے کہا کہ ان دونوں سے چہرے کا مسح کرے۔ جبکہ امام ابو یوسف علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ دو مرتبہ جھاڑے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ جھاڑے۔ حقیقت میں ائمہ کے ان اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ امام ابو یوسف کے نزدیک جب انگلیوں میں بہت زیادہ مٹی ہو لہذا اس وقت دو مرتبہ جھاڑنا ضروری ہے۔ اور امام محمد علیہ الرحمہ کے قول کو اس بات پر محمول کیا جائے گا۔ جب انگلیوں پر بہت تھوڑی مٹی ہو۔ کیونکہ وہ ایک مرتبہ بھی جھاڑنے سے جھڑ جائے گی۔ ایک مرتبہ جھاڑنا کافی ہے اور دو مرتبہ جھاڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ مسح ہتھیلی کے ساتھ اس طرح کیا جائے کہ ہتھیلی کو زمین پر رکھا جائے۔ کیونکہ ہتھیلی کو زمین پر رکھنا مٹی کو استعمال کرنے کی طرح ہے۔ پھر اپنے ہاتھوں کے ساتھ دوسری مرتبہ ضرب مارے اور اسے جھاڑے اور دائیں ہاتھ پر بائیں کے ساتھ مسح کرے۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ پر دائیں کے ساتھ مسح کرنے۔ یہ مسح ہتھیلیوں سے کہنیوں سمیت کرے۔ یہی ائمہ ثلاثہ احناف کا موقف ہے علماء کے اس میں بحث سے اقوال ہیں۔ جبکہ احناف کا یہی مذہب ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیمم کی دو ضربیں ہیں۔ ایک ضرب چہرے کیلئے اور دوسری ہاتھوں کیلئے۔

(الوطی البرہانی فی فقہ العثماني، ج ۱، ص ۱۰۶، بیروت)

تیمم کی ضربوں میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں یا ایک ضرب ہے؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چوڑے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حضرت امام شافعی کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ لیکن حضرت امام احمد بن حنبل کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول سے بھی یہی منقول ہے۔ دونوں فریقین کے مذہب و مسلک کی تائید میں احادیث منقول ہیں۔ جن پر علامہ ابن ہمام کی جرح و تعدیل ہم ذکر کر رہے ہیں۔

حدیث ضربتان پر جرح و تعدیل کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو انہی الفاظ ”التیمم ضربتان، ضربۃ للوجہ و ضربۃ للیدین“ امام حاکم اور

امام دارقطنی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے۔
 امام حاکم نے اس سند پر سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ میں اس حدیث کو علی بن ظبیان کے سوا عبید اللہ کو نہیں جانتا۔ اور اسے صدوق
 راوی ہے۔ امام سبکی بن قطعان، مشیم وغیرہ نے ان کے بارے میں توقف کیا ہے۔
 علامہ ابن عدی نے امام نسائی اور ابن معین سے ابن ظبیان کا ضعف نقل کیا ہے۔ جبکہ ان الفاظ کے سوا امام حاکم اور امام
 دارقطنی نے یہ حدیث بیان کی ہے۔ جس کو عثمان بن محمد انماطی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم
 ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: (التَّبَغُّمُ ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةٌ لِلذَّرَاعَيْنِ إِلَى الْغُرْفَيْنِ)
 امام حاکم نے کہا ہے یہ صحیح الاسناد حدیث ہے لیکن امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔
 امام دارقطنی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ ابن جوزی نے کہا ہے کہ عثمان کے بارے میں تکلم کیا گیا ہے کہ ان کی روایت کو رد کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث کو حضرت
 عمار رضی اللہ عنہ والی حدیث پر محمول کیا گیا ہے۔ اور وہ حدیث یہ ہے۔
 (عُمَارُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ إِلَى أَنْ قَالَ: فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ
 هَيْدِيكَ هَكَذَا، لَمْ تُضَرْبْ بِتِيْذِهِ الْأَرْضَ ضَرْبَةً، ثُمَّ مَسَحَ الْجَمَالَ عَلَى الْبُنَى وَظَاهَرَ كَفَّيْهِ وَوَجْهَهُ)
 حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے کسی کام کیلئے یہ کہتے ہوئے بھیجا کہ تیرے بدن کیلئے
 یہ کافی ہے۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر مارا۔ اور بائیں سے دائیں کا مسح اور ہتھیلیوں کے ظاہر اور چہرے کا مسح کیا۔
 امام مالک کا مذہب حقیقی یہی ہے کہ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ کسی چیز کے جزء کا اطلاق کل پر کرنا ہی یہاں مراد ہے۔ یعنی
 کفین ذراعین سے مراد کل ہے۔ اور وقت کے اندر اس کا اعادہ کیا جائے گا۔

یہاں مراد دونوں ضربوں کا ظاہر ہے اور اسی پر اکثر امت کا عمل ہے۔ لہذا اس حدیث کو حدیث عمار پر ترجیح دی جائے
 گی۔ کیونکہ امت نے اس حدیث کو ہی قبول کیا ہے۔ اور دوسری روایت سے اعراض کیا ہے۔ یہی اس کی وجہ ترجیح ہے۔
 ضربتان کا قول یہ فائدہ دیتا ہے کیونکہ ضرب ایک رکن ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھوں کا مسح کیا جائے کیونکہ
 اس کے بعد چہرے کا مسح کرنا ہے اور اگر پہلے ہاتھوں کا مسح نہ کیا تو وہ ضرب حادث ہو جائے گی (جیسا ماء مستعمل میں ہوتا ہے لہذا
 اسی طرح مسح کو دوسرے عضو پر کرنے سے پہلے ہاتھوں کا مسح کر کے حدث کو دور کرنا ضروری ہے)۔ لہذا یہ اسی طرح رکن ہو گیا جس
 طرح وضو کے اراکین کو ایک رکن کے بعد دوسرے رکن کو دھویا جاتا ہے۔ اسی طرح سید ابو شجاع نے کہا ہے۔

قاضی "وَقَالَ الْقَاضِي الْأَمِينُ جَابِي" نے کہا ہے کہ جس طرح حدث والے ہاتھ میں پانی لیا جاتا ہے پھر اسے استعمال
 کیا جاتا ہے۔ اسی طرح تیمم کی ضرب میں بھی جائز ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۲۲۳، بیروت)

حضرت عبدالرحمن بن ابی فرماتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور کہا میں جنبی ہو گیا اور پانی نہیں مل
 رہا تو عمر نے فرمایا نماز مت پڑھو تو عمار بن یاسر نے کہا امیر المؤمنین! آپ کو یاد نہیں کہ میں اور آپ ایک سریہ میں تھے کہ جنبی ہو
 گئے اور پانی نہ ملتا تو آپ نے نمازی نہیں پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ پوٹ ہو کر نماز پڑھ لی۔ پھر جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لئے اتنا کافی تھا اور آپ نے اپنا ہاتھ زمین پر لگائے پھر ان پر پھونک ماری اور ان کو چہرہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مضطرب روایات

حضرت علاء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک سفر میں تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن ابوداؤد، ۳۴۸، معروضہ السنن، ۳۲۵)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ۵۵۶، سنن ابوداؤد، ۳۲۰)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا۔ پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں۔ (صحیح ابن خزیمہ، ۲۷۰، سنن ابوداؤد، ۳۲۶)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۵)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منسوب جس قدر بھی روایت موجود ہیں اور جن کو ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے ان کے متن میں شدید اضطراب ہے ہم نے چند ایک کو مثال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس قدر اضطراب والی روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں جس طرح فقہاء احناف نے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہی اصل صحیح ہیں۔ اور ان کی ہی اتباع و پیروی کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ تیمم کے لیے مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک مرتبہ تو منہ پر پھیرنے کے لیے اور دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں پر پھیرنے کے لیے اس لیے حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ۔

سرکار دو عالم ﷺ کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو مٹی پر ہاتھ مارنے کی کیفیت و صورت دکھادیں کہ جنابت کے لیے تیمم اس طرح کر لیا کرو مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہذا چونکہ آپ ﷺ کا مقصد پورے تیمم کی کیفیت بیان کرنا نہیں تھا اس لیے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے بھی روایت حدیث کے وقت ایک مرتبہ ہاتھ مارنے ہی کو بطور تعلیم ذکر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے علاوہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں تیمم کے بارے میں منقول ہیں ان میں صراحت کے ساتھ دو مرتبہ ہی ہاتھ مارنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

مسح تیمم میں تمام عضو کو گھیر لینے کا حکم

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی لکھتے ہیں۔ امام کرخی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک

تیمم کے دونوں اعضاء میں استیعاب (پورے عضو کو گھیر لینا) واجب ہے۔ یہی ظاہر الروایت ہے۔ حتیٰ کہ اگر تیمم کرنے والے نے مقام تیمم سے ذرا بھر بھی چھوڑا تو تیمم نہ ہوگا۔ کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے جس طرح ذرہ برابر بھی عضو سے دھونا رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اسی طرح تیمم بھی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے نوادر میں اس قول کی تاکید موجود ہے اور وہ روایت اس طرح بھی ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں نہ پہنچے تو وہ انگلیوں کا خلال کرے۔ اس حالت میں اس تین ضربوں کی ضرورت ہے کیونکہ ایک ضرب چہرے کیلئے دوسری ہاتھوں کیلئے اور تیسری انگلیوں کے خلال کیلئے ہوگی۔ اسی پر یہ دلیل ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اور وہ اس کو نہیں اتارتا یا عورت کے ہاتھ سوار ہے اور تیمم کی حالت میں اسے اتار نہیں تو تیمم نہ ہوگا۔

امام حسن نے فقہاء احناف سے نقل کیا ہے کہ اگر اس نے ربلع سے کم ترک کیا تو تیمم کفایت کرے گا۔ اور امام حسن نے ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر وہ کلین یا ذرا عین کے اکثر کا مسح کر لے تو جائز ہے۔ کیونکہ اکثر کا مسح ایسے ہے جیسے کل کا استیعاب ہے۔ کیونکہ مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ اسی روایت کے مطابق انگوٹھی یا سوار کا اتارنا واجب نہ ہوگا۔ امام شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی روایت تعریف مسح میں محفوظ کیا جائے کیونکہ اسی میں عموم بلوئی (عرف) ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے امام حسن سے مختلف روایت مذکور ہے جو یہ ہے کہ اگر کسی نے ظاہر ہتھیلی کی مقدار مسح ترک کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ حالانکہ ظاہر کف ربلع سے کم ہے۔

فقہ ابو جعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو امام حسن سے روایت ہے وہی ظاہر الروایہ ہے۔ کیونکہ تیمم کرنے والا ربلع سے کم کا متروک ہے تو جائز ہے۔ کف کا مسئلہ اسی سے مستخرج ہے۔ اور اس میں کف کی تعریف کا تعین کیا جائے گا۔ لہذا امام حسن کی روایت تیمم اور وضو کے درمیان فرق کی محتاج ہے۔

وضو اور تیمم کی تغلیظ میں فرق کا بیان

وضو کا حکم تیمم کے حکم سے زیادہ سخت ہے کیونکہ تیمم میں دو اعضاء ہیں جبکہ وضو میں چار اعضاء ہیں۔ ذرا عین کے تیمم میں داخل ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول قدیم یہ ہے کہ واجب نہیں۔ اور یہی امام مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ اور انہوں نے ربلع کی مقدار مراد لی ہے۔ اور جب مقطوع الیدین مسح کرے گا تو وہ احناف کے موقف کے مطابق مقام قطع کا مسح کرے۔ اس لئے مقام قطع کے مسح کا ترک جائز نہیں۔ جبکہ امام زفر علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ مقام قطع کا مسح نہیں کرے گا کیونکہ ان کے نزدیک مرتفقین عضو میں داخل ہی نہیں۔ (المحیط البرہانی فی الفقہ احنافی، ج ۱، ص ۱۰۸، باب تیمم، بیروت)

مسح والے امور میں استیعاب کا قاعدہ فقہیہ

مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ (محیط برہانی)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے جس طرح دھونے کے حکم میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جس عضو کو دھویا جائے اس کا استیعاب کیا جائے یعنی اس عضو میں کہیں بھی کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ جبکہ مسح والے حکم میں اس چیز کا ادراک نہیں کیا جاسکتا کہ جلد کے ہر ہر جز یا ہر ہر حصے کو مٹی کے ذرے پہنچے یا وہاں تک مسح کی رسائی اسی طرح ہے جس طرح پانی کی رسائی عضو پر ہوتی ہے۔ لہذا استیعاب وضو کی

طرح ضروری نہیں ہوگا۔ البتہ مسح والی جگہ کو گھیر لیا جائے گا۔

حکم تیمم سے والے مسح اور مثلہ میں فرق کیا جائے

صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مٹی کو جھاڑے کیونکہ اگر ہاتھوں سے گرد و غبار کو جھاڑا نہ تو یہ مثلہ ہو جائے گا۔ جو کہ منع ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لعن اللہ من مثل بالحيوان۔

اللہ کی لعنت اس پر جو کسی جاندار کے ساتھ مثلہ کرے۔ (صحیح بخاری، ج ۲، ۸۲۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حاکم مستدرک میں حضرت ابن القاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خذوا غزوا في سبيل الله فقاتلوا من كفو بالله لا تغلوا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليد الفهد الله وسيرة نبیه۔ لے خدا کی راہ

میں لڑو مگر ان خدا سے جہاد کرو، خیانت نہ کرو نہ مثلہ نہ بچوں کو قتل کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عہد اور اس کے نبی کا شیوہ ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم۔ (مستدرک، ج ۴، ۵۴۱، بیروت)

حضرت ابویوسف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن النهبة

والمثلة۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوٹ اور مثلہ سے منع فرمایا۔ (بخاری، ج ۲، ۲۳۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بَابُ التَّيْمِيمِ فِي الْحَضَرِ

باب: حضر کی حالت میں تیمم کرنا

329 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ اللَّيْثِ. أَخْبَرَنَا أَبِي. عَنْ جَدِّي. عَنْ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ.

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ بُزْمَةَ. عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ. أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: أَقْبَلْتُ أَنَا وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ

يَسَارٍ مَوْلَى مَيْمُونَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَبِي الْجُهْدِمِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ الصِّمَّةِ الْأَنْصَارِيِّ

قَالَ أَبُو الْجُهْدِمِ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ بَيْتِ جَمَلٍ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ.

فَلَمْ يَرُدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ حَتَّى آتَى عَلَى جِدَارٍ. فَمَسَحَ بِوَجْهِهِ وَيَدَيْهِ.

ثُمَّ رَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ

*** حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے غلام عمیر بیان کرتے ہیں: میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا

غلام عبد اللہ بن یسار آئے ہم لوگ حضرت ابو جہیم انصاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابو جہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تشریف لائے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیوار کے پاس تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا۔

(یعنی تیمم کیا) اور پھر اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔

۳۳۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمُؤَصِّلُ أَبُو عَلِيٍّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا تَالِغٌ قَالَ: انْطَلَقْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فِي حَاجَةٍ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَفَى ابْنُ عُمَرَ حَاجَتَهُ فَكَانَ مِنْ حَدِيثِهِ يَوْمَئِذٍ أَنْ قَالَ: مَرَّ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَكَّةٍ مِنَ السَّككِ، وَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْخَائِطِ وَنَسَحَ بِهَيَا وَجْهَهُ، ثُمَّ ضَرَبَ ضَرْبَةً أُخْرَى فَمَسَحَ ذِرَاعَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ وَقَالَ: إِنَّهُ لَمْ يَنْتَعِزْ أَنْ أَرُدَّ عَلَيْكَ السَّلَامَ إِلَّا أَنِّي لَمْ أَكُنْ عَلَى طَهَرٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: سَمِعْتُ أَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُولُ: رَوَى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيثًا مُشْكِرًا فِي الثَّيْتِ.

قَالَ ابْنُ دَاسَةَ:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يُتَابِعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ عَلَى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَرَوَاهُ فِعْلًا ابْنُ عُمَرَ.

❦❦ نافع بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کسی سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا کام پورا کیا۔ اس دن انہوں نے جب باتیں کہیں تو یہ بات بھی بیان کی کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس سے ایک گلی میں گزرا۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت پاخانہ کر کے یا پیشاب کر کے آئے تھے۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ وہ شخص اس گلی میں آنکھوں سے اوجھل ہونے کے قریب تھا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار پر مار کر ان کے ذریعے اپنے چہرے پر مسح کیا پھر آپ نے دوسری ضرب لگا کر اس کے ذریعے اپنی کلائیوں پر مسح کیا پھر آپ ﷺ نے اس شخص کے سلام کا جواب دیا: اور ارشاد فرمایا: میں نے تمہیں سلام کا جواب اس لئے نہیں دیا تھا کیونکہ میں با وضو حالت میں نہیں تھا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ محمد بن ثابت نے تیمم کے بارے میں ایک منکر حدیث روایت کی ہے۔

ابن داسہ بیان کرتے ہیں: امام ابوداؤد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: محمد بن ثابت کی اس واقعہ کے بارے میں متابعت نہیں کی گئی جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے اور اس میں دومرتبہ ضرب لگانے کا تذکرہ ہے۔ لوگوں نے اسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فعل کے طور پر روایت کیا ہے۔

۳۳۱ - حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَحْيَى الْبُرْثُوسِيُّ، حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، عَنِ ابْنِ الْهَادِ، أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَهُ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَلَقِيَهُ رَجُلٌ عِنْدَ بَيْتٍ جَمَلٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَقْبَلَ عَلَى الْخَائِطِ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى الْخَائِطِ، ثُمَّ مَسَحَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجُلِ السَّلَامَ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کر کے تشریف لائے۔ ہر جمل کے قریب ایک شخص آپ کے سامنے آیا اس نے نبی اکرم ﷺ کو سلام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔ یہاں تک کہ آپ دیوار کے پاس تشریف لائے آپ نے اپنا دست مبارک دیوار پر رکھ کر پھر اپنے چہرے اور دونوں بازوؤں پر مسح کیا (یعنی تیمم کیا) پھر نبی اکرم ﷺ نے اس شخص کو سلام کا جواب دیا۔

تیمم کرنے کی بعض صورتوں کا بیان

اور وہ صورتیں ذکر کر دی جائیں جن میں تیمم جائز ہے تیمم حسب ذیل صورتوں میں جائز ہوتا ہے۔ (۱) اتنا پانی جو وضو اور غسل کے لئے کافی ہو اپنے پاس موجود نہ ہو بلکہ ایک میل یا ایک میل سے زائد فاصلے پر ہو۔

(۲) پانی جو موجود تو ہو مگر کسی کی امانت ہو یا کسی سے غصب کیا ہوا ہو۔ (۳) پانی کے نرخ کا معمول سے زیادہ گرا ہوا جانا۔

(۴) پانی کی قیمت کا موجود نہ ہونا خواہ پانی قرض مل سکتا ہو یا نہیں، قرض لینے کے صورت میں اس پر قادر ہو یا نہ ہو، ہاں اگر اپنی ملکیت میں مال ہو اور ایک مدت معینہ کے وعدے پر قرض مل سکتا ہو تو قرض لے لینا چاہئے۔

(۵) پانی کے استعمال سے کسی مرض کے پیدا ہو جانے یا بڑھ جانے کا خوف ہو یا یہ خوف ہو کہ اگر پانی استعمال کیا جائے گا تو صحت یا بی میں دیر ہوگی۔

(۶) سردی اس قدر شدید ہو کہ پانی کے استعمال سے کسی عضو کے ضائع ہو جانے یا کسی مرض کے پیدا ہو جانے کا خوف ہو اور گرم پانی ملنا ممکن نہ ہو۔

(۷) کسی دشمن یا درندے کا خوف ہو مثلاً پانی اسکی جگہ ہو جہاں درندے وغیرہ آتے ہوں یا موجود ہوں یا راستے میں چوروں کا خوف ہو، یا اپنے اوپر کسی کا قرض ہو، یا کسی سے عداوت اور یہ خیال ہو کہ اگر پانی لینے جاؤں گا تو قرض خواہ مجھ کو پکڑ لے گا، یا کسی قسم کی تکلیف دے گا، یا پانی کسی غنڈے اور فاسق کے پاس ہو اور عورت کو اس کے حاصل کرنے میں اپنی بے حرمتی کا خوف ہو۔

(۸) پانی کھانے پینے کی ضرورت کے لئے رکھا ہو کہ اسے وضو یا غسل میں خرچ کر دیا جائے تو اس ضرورت میں حرج ہو مثلاً آٹا گوند ہنے یا گوشت وغیرہ پکانے کے لئے رکھا ہو، یا پانی اس قدر ہو کہ اگر وضو غسل میں صرف کر دیا جائے تو پیاس کا خوف ہو خواہ اپنی پیاس کا یا کسی دوسرے کی پیاس کا، یا اپنے جانوروں کی پیاس کا، بشرطیکہ کوئی ایسی تدبیر نہ ہو سکے کہ مستعمل پانی جانوروں کے کام آ سکے۔

(۹) کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور نہ کوئی کپڑا ہو کہ اسے کنوئیں میں ڈال کر تر کرے اور پھر اس سے نچوڑ کر طہارت حاصل کرے، یا پانی منگے وغیرہ میں ہو اور کوئی چیز پانی نکالنے کے لئے نہ ہو اور نہ منکا جھکا کر پانی لے سکتا ہو، نیز ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا ایسا آدمی نہ ہو جو پانی نکال کر دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے۔

(۱۰) وضو یا غسل کرنے میں ایسی نماز کے چلے جانے کا خوف ہو جس کی قضا نہیں ہے جیسے عیدین یا جنازے کی نماز۔

(۱۱) پانی کا بھول جانا مثلاً کسی آدمی کے پاس پانی تو ہے مگر وہ اسے بھول گیا ہو اور اس کا خیال ہو کہ میرے پاس پانی نہیں

ہے۔ تیمم کرنے کا مسنون و مستحب طریقہ درج ذیل ہے: پہلے بسم اللہ پڑھ کر تیمم کی نیت کی جائے پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی ایسی مٹی پر جس کو نجاست نہ پہنچی ہو یا اس کی نجاست دھو کر زائل کر دی گئی ہو، ہتھیلیوں کی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملے اس کے بعد ہاتھوں کو اٹھا کر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور پھر پورے دونوں ہاتھوں کو اپنے پورے منہ پر ملے اس طرح کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہ جائے جہاں ہاتھ نہ پہنچے۔ پھر اسی طرح دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر ملے پھر ان کی مٹی جھاڑ ڈالے اور بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں سوائے کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے، داسپنے ہاتھ کے انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی انگلیوں کو اور ہاتھ کی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر انگلیوں تک کھینچا جائے، اسی طرح بائیں ہاتھ کا بھی مسح کرے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم کا یہی طریقہ ہے اور ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے۔ اگر دونوں کی نیت کر لی جائے۔

تیمم کے کچھ احکام و مسائل یہ ہیں۔ یہ تمام مسائل عبدالشکور لکھنوی کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ (۱) تیمم کے وقت نیت کرنا فرض ہے اور نیت کی شکل یہ ہے کہ جس حدیث کے سبب سے تیمم کیا جائے اس سے طہارت کی نیت کی جائے یا جس چیز کے لئے تیمم کیا جائے اس کی نیت کی جائے مثلاً اگر نماز جنازہ کے لئے تیمم کیا جائے یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے تیمم کیا جائے تو اس کی نیت کی جائے مگر نماز اسی تیمم سے صحیح ہوگی جس میں حدث سے طہارت کی نیت کی جائے یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کی نیت کی جائے جو بغیر طہارت کے نہیں ہو سکتی۔

(۲) تیمم کرتے وقت اعضاء تیمم سے ایسی چیزوں کو دور کر دینا فرض ہے جس کی وجہ سے مٹی جسم تک نہ پہنچ سکے جیسے روغن یا چربی وغیرہ۔

(۳) تنگ انگلی جگ چھلوں اور چوڑیوں کو اتار ڈالنا واجب ہے۔ (۴) اگر کسی قرینے سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو اس کی تلاش میں سو قدم تک خود جانا یا کسی کو بھیجنا واجب ہے۔

(۵) اگر کسی دوسرے آدمی کے پاس پانی موجود ہو اور اس سے ملنے کی امید ہو تو اس سے طلب کرنا واجب ہے۔ (۶) اس ترتیب سے تیمم کرنا سنت ہے جس ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کیا ہے یعنی پہلے منہ کا مسح پھر دونوں ہاتھوں کا مسح۔

(۷) منہ کے مسح کے بعد داڑھی کا خلال کرنا سنت ہے۔ (۸) جس آدمی کو آخر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو تو اس کو نماز کے آخر وقت تک پانی کا انتظام کرنا مستحب ہے مثلاً کنوئیں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یہ یقین یا گمان غالب ہو کہ آخر وقت رسی اور ڈول مل جائیں گے۔ یا کوئی آدمی ریل پر سوار ہو اور یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ نماز کے آخر وقت ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے۔

(۹) تیمم نماز کے وقت کے تنگ ہو جانے کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ شروع وقت میں واجب نہیں ہوتا۔ (۱۰) نماز کا اس قدر وقت ملے کہ جس میں تیمم کر کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو تو تیمم واجب ہوتا ہے اور اگر وقت نہ ملے تو تیمم واجب نہیں۔

(۱۱) جن چیزوں کے لئے وضو فرض ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی فرض ہے۔ اور جن چیزوں کے لئے وضو واجب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی واجب ہے اور جن چیزوں کے لئے وضو سنت یا مستحب ہے ان کے لئے وضو کا تیمم بھی سنت اور مستحب ہے، یہی حال غسل کا بھی ہے۔

(۱۲) اگر کوئی آدمی حالت جنابت میں ہو اور مسجد میں جانے کی اسے سخت ضرورت ہو تو اس پر تیمم کرنا واجب ہے۔

(۱۳) جن عبادتوں کے لئے حدیث اکبر (یعنی جنابت) اور حدیث اصغر (یعنی جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) سے طہارت شرط نہیں ہے۔ جیسے سلام و سلام کا جواب وغیرہ ان کے لئے وضو و غسل دونوں کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور جن عبادتوں میں صرف حدیث اصغر سے طہارت شرط نہ ہو جیسے تلاوت قرآن مجید اور اذان وغیرہ ان کے لئے صرف وضو کا تیمم بغیر عذر ہو سکتا ہے۔

(۱۴) اگر کسی کے پاس مشکوک پانی ہو جیسے گدھے کا استعمال کردہ پانی تو ایسی حالت میں پہلے اگر وضو کی ضرورت ہو تو وضو، غسل کی ضرورت ہو تو غسل کیا جائے اس کے بعد تیمم کیا جائے۔

(۱۵) اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ مثلاً کوئی آدمی جیل میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی آدمی اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو تجھ کو مار ڈالوں گا۔

(۱۶) ایک جگہ سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔

(۱۷) جو آدمی پانی اور مٹی دونوں پر قادر نہ ہو خواہ پانی دھٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے تو اس کو چاہئے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس نماز کو طہارت سے لوٹا لے مثلاً کوئی آدمی ریل میں سوار ہے اور نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر نہ تو پانی موجود ہے کہ وہ وضو کرے اور نہ مٹی یا اس قسم کی کوئی دوسری چیز ہے جس سے وہ تیمم کر سکے، اور نماز کا وقت بھی ختم ہوا جا رہا ہے تو اسے چاہئے کہ ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے۔ اسی طرح کوئی آدمی جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو وہ بے وضو اور بے تیمم نماز پڑھ لے گا مگر ان دونوں صورتوں میں نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ (احکام تیمم، عبدالشکور لکھنوی)

بَابُ الْجُنُبِ يَتَيَمَّمُ

باب: جنبی شخص کا تیمم کرنا

332 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدُ الْوَاسِطِيُّ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، ح

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْوَاسِطِيَّ، عَنْ خَالِدِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ بُجْدَانَ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُثَيَّةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا بَنَاتِ أَهْلَ دَارِ الْزَبْدَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمَكْتُ الْخَنَسَ وَالسِّتَّ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ، فَسَكْتُ فَقَالَ: تَكَلَّمْتُ أَمَكُ أَبَا ذَرٍّ لِأَمِكِ الْوَيْلُ، فَدَعَانِي بِجَارِيَةٍ مَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُصِيٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرْتَنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالزَّاحِلَةِ، وَاعْتَسَلْتُ فَكَانَ الْقَيْثُ عَنِّي

جَبَلًا فَقَالَ الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ. فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمْسَهُ جِلْدَتَكَ
فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ وَقَالَ: مُسَدَّدٌ: غُنَيْمَةُ مِنَ الصَّدَقَةِ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ عَنْهُ وَأَتَمُّ

❦❦ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ بکریاں انکھی ہو گئیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تم انہیں ساتھ لے کر ویرانے میں چلے جاؤ۔ (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) تو میں ویرانے میں رہنے کے لئے رہزہ آ گیا۔ وہاں مجھے جنابت لاحق ہوئی میں پانچ یا چھ دن تک اسی حالت میں رہا پھر میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تو میں خاموش رہا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! تمہاری ماں جس میں مد سے تمہاری ماں کے لئے خرابی ہے پھر نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے ایک سیاہ دام کبیر کو بلوایا۔ وہ ایک بڑا بون کے برائی جس میں پانی موجود تھا۔ اس نے میرے لئے کپڑے کے ذریعے پردہ تان دیا۔ میں نے سواری کی اوٹ میں ہو کر غسل کیا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اوپر سے پہاڑ اتر گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لئے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اگر چاہے دس سال تک پانی دستیاب نہ ہو۔ پھر جب تم پانی کو پاؤ تو اسے اپنے جسم پر ڈال لو یہ زیادہ بہتر ہے۔ مسند دثامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: صدقے کی بکریاں (انکھی ہو گئیں) عمرو دثامی راوی کی نقل مردود روایت زیادہ مکمل ہے۔

پانی نہ ملنے کی مدت تک تیمم کرتے رہنے کا بیان

333- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، أَخْبَرَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَامِرٍ قَالَ: دَخَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ فَأَتَيْتُ دِينَئِي، فَأَتَيْتُ أَبَا ذَرٍّ فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ إِنِّي اجْتَمَعْتُ الْمَدِينَةَ، فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذُودٍ وَبِغَنَمٍ فَقَالَ لِي: اشْرَبْ مِنَ الْبَانِيهَا - قَالَ حَمَّادٌ: وَالشُّكُّ فِي أَبُو إِلَهَا، هَذَا قَوْلُ حَمَّادٍ - فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَكُنْتُ أَغْرُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِيَ الْبَلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طَهُورٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنِصْفِ النَّهَارِ، وَهُوَ فِي رُبُطٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، وَهُوَ فِي ظِلِّ الْمَسْجِدِ، فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ: فَقُلْتُ: نَعَمْ، هَكَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: وَمَا أَبْلَكَكَ؟ قُلْتُ: إِنِّي كُنْتُ أَغْرُبُ عَنِ الْمَاءِ وَمَعِيَ الْبَلِي فَتُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأُصَلِّي بِغَيْرِ طَهُورٍ، فَأَمَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ، فَجَاءَتْ بِهِ جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ بِعُثْ يَتَخَضَّضُ مَا هُوَ بِمَلَّانٍ، فَتَسْتَرُّ إِلَى بَعِيرِي فَأَغْتَسَلْتُ، ثُمَّ جِئْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ: إِنَّ الصَّعِيدَ الطَّيِّبَ طَهُورٌ.

333- صحیح لغیرہ دون قولہ: "وابو الہا" لقتلہا دہا حماد - وهو ابن سلمة البصري - وشك فيها، وخاتمه حماد بن زيد فيما ذكر المصنف - وهو اضطرب من ابن سلمة - فلم يذكرها، وهو بطوله دون وصف الايمان والايوال في "مسند احمد" (21304). وارجح قوله: "ان الصعيد الطيب طهور..." النسائي في "الكبرى" (307) من طريق سفيان، عن ايوب، بهذا الاسناد. وسمى سفيان الرجل عمرو بن مجدان - وهو في "صحیح ابن حبان" (1313).

وَأَنَّ لَمْ تَجِدِ الْمَاءَ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ، فَأَمْسَهُ جِلْدَكَ
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ لَمْ يَذْكُرْ أَبَوَاهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَلَيْسَ فِي أَبَوَاهَا إِلَّا حَدِيثُ أَنَسٍ تَفَرَّدَ بِهِ أَهْلُ الْبَصْرَةِ
ابو قتاہبہ، بنو عامر سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے اسلام قبول کر لیا میرے دین نے
مجھے پریشانی کا شکار کر دیا۔ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بتایا: مدینہ منورہ
کی آب و ہوا میری طبیعت کے موافق نہیں تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے کچھ بکریاں اور اونٹ دینے کا حکم دیا۔ آپ نے مجھ سے
فرمایا: تم ان کا دودھ پینا، حماد نامی راوی کہتے ہیں: مجھے یہ شک ہے کہ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ان کا پیشاب پینا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایسی جگہ رہتا تھا جو پانی سے دور تھے۔ میرے ساتھ میری بیوی بھی تھی مجھے
جنابت لاحق ہو جاتی تھی تو میں طہارت حاصل کئے بغیر ہی نماز پڑھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں دوپہر کے وقت نبی اکرم ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم ﷺ اپنے کچھ صحابہ کرام کے ساتھ موجود تھے۔ آپ ﷺ مسجد کے سائے میں تشریف فرما تھے۔
نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوذر (کیا ہوا؟) میں نے عرض کی: جی ہاں! یا رسول اللہ! میں ہلاکت کا شکار ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے
دریافت کیا: تمہیں کس چیز نے ہلاکت کا شکار کیا۔ میں نے عرض کیا: میں پانی سے دور رہتا ہوں۔ میری بیوی میرے ساتھ رہتی
ہے۔ مجھے جنابت لاحق ہو جاتی ہے تو میں طہارت حاصل کئے بغیر ہی نماز ادا کرتا رہا تو نبی اکرم ﷺ نے میرے لئے پانی لانے کا
حکم دیا۔ ایک سیاہ قام کنیز ایک بڑے برتن میں میرے لئے پانی لے کر آئی جس میں سے پانی چھلک رہا تھا۔ وہ برتن مکمل طور پر بھرا
ہوا نہیں تھا۔ میں نے ایک اونٹ کی اوٹ میں غسل کیا پھر میں آیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر پاک مٹی طہارت کے
حصول کا ذریعہ ہے اگرچہ تمہیں دس سال تک پانی نہ ملے پھر جب تمہیں پانی ملے تو اسے اپنی جلد پہ ڈال لو۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حماد بن زید نے یہ روایت ایوب سے نقل کی ہے۔ انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے۔ "ان
کا پیشاب" یہ الفاظ مستند طور پر منقول نہیں ہیں اور ان کے پیشاب کے بارے میں روایت صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے
جسے نقل کرنے میں اہل بصرہ منفرذ ہیں۔

شرح

دس برس کی مدت تحدید کے لئے نہیں ہے بلکہ کثرت کے لئے ہے یعنی اگر اتنے طویل عرصے تک بھی پانی نہ ملے تو غسل یا وضو
کے لئے تیمم کیا جاسکتا ہے اور پھر بعد میں جب بھی اتنا پانی مل جائے جو غسل یا وضو کے لئے کافی ہو اور پینے کی ضرورت سے زیادہ ہو
نیز اس کے استعمال پر قادر بھی ہو تو غسل کرنا یا وضو کرنا چاہئے کیونکہ اس صورت میں غسل یا وضو واجب ہوگا تیمم جائز نہیں ہوگا۔ یہ
حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز کا وقت ختم ہو جانے پر تیمم نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کا حکم وضو (جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے
ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے غسل کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ جس طرح جب
تک وضو نہ ٹوٹے ایک وضو سے جتنے فرض یا نقل چاہے پڑھ سکتا ہے اسی طرح ایک تیمم سے بھی کئی وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہیں
چنانچہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک تیمم معذور کے وضو

کی طرح ہے کہ جس طرح نماز کا وقت گزر جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کا وقت ختم ہو جانے پر تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

بَابُ إِذَا خَافَ الْجُنْبُ الْبَرْدَ أَيَّتَيْمَهُ

باب: جنبی شخص کو ٹھنڈک کے حوالے سے اندیشہ ہو تو کیا وہ تیمم کر سکتا ہے

334 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ قَالَ: سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي الْأَسَدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ الْمِصْرِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ: اخْتَلَمْتُ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَأَشْفَقْتُ أَنْ اغْتَسَلْتُ أَنْ أَهْلِكَ فَتَيَسَّمْتُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِي الصُّبْحَ فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا عَمْرُو صَلَّيْتُ بِأَصْحَابِكَ وَأَنْتَ جُنْبٌ؟ فَأَخْبَرْتُهُ بِأَلَّذِي مَنَعَنِي مِنَ الْإِغْتِسَالِ وَقُلْتُ إِنِّي سَمِعْتُ اللَّهَ يَقُولُ: (وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا) (النساء: 29)، فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ مِصْرِيُّ مَوْلَى خَارِجَةَ بْنِ حَذَافَةَ، وَلَيْسَ هُوَ ابْنُ جُبَيْرِ

بْنِ نَفِيرٍ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ ذات سلاسل کے دوران ایک سردرات میں مجھے احتکام ہو گیا۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میں ہلاکت کا شکار ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمم کیا اور اپنے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھادی۔ ان لوگوں نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے عمرو کیا تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھادی۔ میں نے آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا کہ میں نے غسل کیوں نہیں کیا۔ میں نے عرض کی: میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

”تم لوگ خود کو قتل نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے رحم کرنے والا ہے۔“

تو نبی اکرم ﷺ ہنس پڑے تو آپ ﷺ نے کچھ ارشاد نہیں فرمایا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عبد الرحمن بن جبیر مصری خارجہ بن حذافہ کا غلام ہے۔ یہ جبیر بن نفیر کا بیٹا نہیں ہے۔)

335 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ ابْنِ لَهْيَعَةَ، وَعَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ،

عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ أَبِي الْأَسَدِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِي قَيْسٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ عَمْرُو بْنَ الْعَاصِ كَانَ عَلَى سَرِيَّةٍ، وَذَكَرَ الْحَدِيثَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَغَسَلَ مَغَابِنَهُ وَتَوَضَّأَ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرِ التَّيْمَمَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَى هَذِهِ الْقِصَّةَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ حَسَّانِ بْنِ عَطِيَّةَ قَالَ فِيهِ: فَتَيَسَّم.

ابو قیس جو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا غلام ہے وہ بیان کرتا ہے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ایک مہم کے امیر تھے۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اپنی شرم گاہ کو دھولیا اور نرمز کے وضو کی طرح وضو کر کے ان لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے۔ انہوں نے تیمم کا ذکر نہیں کیا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ واقعہ امام اوزاعی کے حوالے سے حسان بن عطیہ سے بھی منقول ہے جس میں راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "انہوں نے تیمم کیا"۔

نواقض تیمم کا بیان

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

بروہ چیز جو وضو کو توڑ دیتی ہے۔ اسی طرح وہی تمام چیزیں تیمم کو بھی توڑ دیتی ہیں اور اسی طرح پانی کو دیکھ لینا بھی جبکہ آدمی اس کے استعمال کرنے پر قادر ہو تیمم کو توڑ دیتا ہے اور پاک مٹی کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ تیمم کرنا جائز نہیں ہے اور وہ آدمی جسے پانی میسر نہ ہو اور اسے نماز کے آخری وقت میں ہی پانی مل جانے کی امید ہو تو ایسے آدمی کے لئے مستحب ہے کہ وہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے۔ اب اگر پانی مل جائے تو وضو کرے اور نماز پڑھے اور اگر پانی نہ مل سکے تو پھر تیمم کر لے اور اپنے تیمم کے ساتھ وہ فرائض و نوافل نمازوں میں سے جو چاہے پڑھے اور مقیم شہر صحت مند آدمی کے لئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ جب کوئی جنازہ آ جائے اور اس کا ولی مالک یعنی کرتادھر تا اس کے علاوہ کوئی اور آدمی ہو اب اسے یہ خوف ہو کہ اگر وہ طہارت (یعنی وضو) کرنے میں مصروف ہو گیا تو نماز جنازہ اس سے فوت ہو جائے گی تو ایسے آدمی کے لئے (جائز) ہے کہ وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اور جو آدمی عید کی نماز کے لئے حاضر ہو۔ پس وہ ڈرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہو تو عید کی نماز اس سے فوت ہو جائے گی۔ اور وہ آدمی جو نماز جمعہ کے لئے آئے اور خوف کرے کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہو تو نماز جمعہ اس سے چلی جائے گی۔ تو وہ وضو کرے اگر وہ نماز جمعہ (جماعت سے کچھ) پالے تو اس کے ساتھ پڑھے اور اگر نہ پاسکے تو ظہر کی چار رکعت پڑھے پونہی اگر وقت تنگ ہو اور وہ ڈرے کہ اگر اس نے وضو کیا تو وقت اس سے نکل جائے گا تو ایسا آدمی تیمم نہ کرے بلکہ وضو کرے اور اپنی قضاء نماز پڑھے۔ (ہدایہ)

تیمم کو توڑنے والی چیزوں کی دو اقسام ہونے کا بیان

یہ دو قسم کی ہیں۔ ۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں وہ غسل کے تیمم کو توڑتی ہیں، پس غسل کا تیمم صرف حدث اکبر سے ٹوٹتا ہے، وضو کو توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمم نہیں ٹوٹتا، مثلاً کسی نے وضو اور غسل دونوں کا تیمم کیا پھر اس سے وضو توڑنے والا فعل سرزد ہوا تو اس کا وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم بدستور رہے گا اب اگر پانی نہ ملے تو صرف وضو کی نیت سے تیمم کرے، اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا پھر اٹھائے سفر میں ریل گاڑی میں اس کو پانی دریا یا تالاب وغیرہ نظر آیا تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ریل گاڑی وہاں ٹہر نہیں سکتی اور وہ چلتی ریل گاڑی سے اتر نہیں سکتا اس لئے وہ پانی کیا استعمال پر قادر نہیں ہوا۔

۲۔ جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر جاتا رہا تو تیمم ٹوٹ جائے گا مثلاً پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو وہ پانی پر

قدرت حاصل ہو جانے کی صورت میں ٹوٹ جائے گا۔ وضو کے موافق پانی ملنے سے وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کے موافق پانی ملنے سے غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا پس اگر اتنا پانی مل جائے جس سے غسل کے فرائض ادا ہو سکیں تو غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا، خواہ غسل کی سنتیں ادا ہونہ سکیں، اسی طرح اگر وضو کے لئے اتنا پانی مل سکے جس سے وضو کے فرائض ادا ہو سکیں تو وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا خواہ وضو کی سنتیں ادا نہ ہو سکیں۔ اور اگر مرض وغیرہ کس اور عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو اس عذر کے جاتے رہنے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ تیمم جائز ہونے کے اسباب یعنی پانی دور ہونا، خوف مرض، خوف دشمن، خوف پیاس اور پانی نکالنے کا سامان نہ ہونا، علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتا جب کسی شخص نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا پھر کوئی دوسرا عذر پہلی اجازت کی حالت میں لاحق ہو گیا پھر پہلا عذر جاتا رہا تو اس کی پہلی اجازت بالکل ختم ہو گئی اور اس کا تیمم بھی ختم ہو گیا اب دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے، مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے پھر وہ شخص مقیم ہو گیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے وہ تیمم ختم ہو گیا، اب اس سے نماز جائز نہ ہوگی بلکہ اب مرض کی وجہ دوبارہ تیمم کرے یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے تب بھی پہلا تیمم ختم ہو گیا اب دوبارہ تیمم کرے۔

جنازہ کیلئے تیمم کی اباحت وعدم اباحت میں شوافع و احناف کا موقف و دلائل

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں: امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے اس کا تیمم کرنا جائز نہیں کیونکہ اباحت تیمم کیلئے پانی کا نہ ہونا شرط ہے۔

{ امام شافعی اس مسئلہ کو نماز جمعہ اور باقی تمام نمازوں پر قیاس کرتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک نماز جنازہ کیلئے تیمم کرنا جائز نہیں } (بدائع الصنائع، ج ۱ ص ۵۱، بیروت)

احناف کے نزدیک جنازہ کیلئے تیمم کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ مخاطب نماز ہے اور وضو سے عاجز ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جو دوسرے کی ادائیگی کے ساتھ اس سے بھی ساقط ہو جائے گی۔ لہذا یہ عموم ہے اور دوسری دلیل یہ ہے امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حدیث ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں ایک جنازہ آیا اور اس وقت آپ بغیر وضو کے تھے تب آپ نے تیمم کیا۔ اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور اسی طرح ہمارے مشائخ نے ایک قول حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ذکر کیا ہے۔

اور صاحب ہدایہ کا قول "امام حسن سے روایت ہے" یہ اس لئے کہ ظاہر الروایہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ظاہر الروایہ میں ہے کہ جنازہ کے ولی کیلئے بھی تیمم کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں انتظار کرنا مکروہ ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک جنازہ کے دوسرا جنازہ آجائے۔ اور اسکے فوت ہونے کا خوف ہو تو شیخین کے نزدیک اسی تیمم سے دوسری نماز جنازہ پڑھنی بھی جائز ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک ضرورت ختم ہوئی اور دوسری نماز جنازہ نئی ضرورت ہے۔ لہذا پہلی ضرورت کے ختم ہوتے ہی حکم تیمم بھی ختم اور نئی ضرورت کیلئے نیا تیمم کرنا ہوگا۔

اور تمہیں نے کہا ہے اسی تیم کے ساتھ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بھی ویسی ہی ضرورت ہے۔ جبکہ شارح نے اس کو ابو یوسف کا یہ قول کو اس قید سے کہ ساتھ مقید کیا ہے کہ جب اس شخص کو جنازہ کے فوت ہونے کا خوف ہو یا اس کو دونوں جنازوں کے درمیان اتنا وقت میسر نہ ہو کہ وہ شخص وضو کر سکے۔ (فتح اللہ، ج ۱، ص ۲۳۹، بیروت)

تیمم کا معذور کے وضو کی طرح نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے۔ اگرچہ وہ دس برس تک پانی نہ پائے اور جس وقت مل جائے تو بدن دھولینا چاہئے کیونکہ یہ بہتر ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، سنن ابو داؤد) اور نسائی نے بھی اسی طرح کی روایت عشرین تک نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 498)

مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کرنے کا قاعدہ فقہیہ

مقصود کا خلیفہ غیر مقصود کے خلیفہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی فقہی مسئلہ میں عبادت غیر مقصودہ کا خلیفہ یعنی وضو کا خلیفہ عبادت مقصودہ یعنی نماز جمعہ جس کا خلیفہ نماز ظہر ہے۔ اس مسئلہ میں جمعہ عبادت مقصودہ میں سے ہے۔ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ جس طرح نماز عید یا جنازہ کے فوت ہونے کی وجہ سے تیمم مباح ہوا تھا اسی طرح فوت جمعہ اور عام نماز کے وقت کے فوت ہونے کی وجہ سے بھی تیمم مباح ہونا چاہیے۔ لیکن اس جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ نماز جمعہ اور عام نمازوں کا خلیفہ موجود ہے۔ یعنی نماز جمعہ کا خلیفہ نماز ظہر ہے اور عام نمازوں کا خلیفہ قضاء نمازیں ہیں۔ یہ جو جمعہ کا خلیفہ ظہر اور عام نمازوں کا خلیفہ قضاء نماز ہے اس خلیفہ نے وضو کے خلیفہ کو ساقط کر دیا لہذا حکم یہ ہوگا ہر وہ عبادت جو اپنا خلیفہ رکھتی ہے اس کیلئے تیمم کرنا جائز نہیں۔

عام نمازوں کا خلیفہ ہونے کے باوجود حکم تیمم کا بیان

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر خلیفہ والی عبادت کیلئے تیمم کی عدم اباحت کا اعتبار کر لیا جائے تو اس طرح کسی بھی نماز کیلئے تیمم مباح نہ ہوگا۔ کیونکہ تمام عمومی نمازوں کا خلیفہ قضاء موجود ہے۔ سوائے جنازہ و عیدین کے تو اس کا جواب یہ ہے۔ عام نمازیں جن کیلئے تیمم مباح ہوا تو ان میں وقت کی قید ہے۔ یعنی اگر ان نمازوں کیلئے تیمم مباح نہ ہو تو ساری نمازیں قضاء ہو جائیں گی۔ اور یہ قضاء جائز نہیں۔ لہذا عام نمازوں کی قضاء اس طرح نہیں ہے جس طرح نماز ظہر نماز جمعہ کا خلیفہ ہے۔ (ابن صادق رضوی غفرلہ)

بَابُ فِي الْمَجْرُوحِ يَتَيَمَّمُ

باب: زخمی شخص کا تیمم کرنا

336 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَنْطَاكِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ

خُرَيْبٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهُ فِي رَأْسِهِ، ثُمَّ اخْتَلَمَ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ فَقَالَ: هَلْ تَجِدُونَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ؟ فَقَالُوا: مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاعْتَسَلَ فَمَاتَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَ بِذَلِكَ فَقَالَ قَتَلُوهُ

قَتَلَهُمُ اللَّهُ إِلَّا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ. إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَنَبَّهَ وَيَعْصِرَ - أَوْ يَغْتَسِبَ شَيْئًا مُؤْنَى - عَلَى جُزْجِهِ خِرْقَةً. ثُمَّ يَنْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهِ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ ایک سفر پر روانہ ہوئے ہم میں سے ایک شخص کو پتھر لگا جس نے اس کے سر کو زخمی کر دیا۔ پھر اس شخص کو احتلام ہوا اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ اس نے کہا: کیا تم لوگ میرے لئے تیمم کی رخصت پاتے ہو تو ان لوگوں نے کہا: ہم تمہارے لئے تیمم کی رخصت نہیں پاتے جبکہ تم پانی حاصل کر سکتے ہو۔ اس شخص نے غسل کیا تو اس کا انتقال ہو گیا جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے۔ جب انہیں علم نہیں تھا تو یہ پوچھ نہیں سکتے تھے؟ کیونکہ، جو شخص کی شفا پوچھنے میں ہے۔ اس شخص کے لئے اتنا کافی تھا کہ وہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑے کی ہٹی باندھ رکھتا (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) پھر وہ اس پر مسح کر لیتا اور اپنے باقی جسم کو دھو لیتا۔

شرح

بسا اوقات کم علمی اور کسی مسئلے سے عدم واقفیت پر اندوہناک واقعہ کا سبب بن جایا کرتی ہے چنانچہ اس موقع پر یہی ہوا کہ جب اس زخمی آدمی نے اپنے غدر کے بارے میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ آیا ایسے حال میں کہ جب میرے سر پر زخم ہے اور پانی اس زخم کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے تو ناپاکی دور کرنے کے لئے بجائے غسل کے میں تیمم کر سکتا ہوں؟ تو ساتھیوں نے مسئلے سے ناواقفیت اور اپنی کم علمی کی بنا پر یہ سمجھ کر آیت تیمم (فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ) کا مطلب یہ ہے کہ تیمم صرف اس شکل میں جائز ہوگا جب کہ پانی موجود نہ ہو اگر پانی موجود ہو تو تیمم جائز نہیں ہوگا۔ اس آدمی سے کہہ دیا کہ تمہارے لئے تیمم جائز ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے؟ حالانکہ انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ تیمم جائز نہ ہونے کی شکل یہ ہے کہ پانی موجود ہو اور ساتھ ساتھ اس کے استعمال پر قدرت نیز پانی کے استعمال سے کسی نقصان اور ضرر کا خدشہ بھی نہ ہو۔ اس بیچارے نے ان لوگوں کے علم و فہم پر اعتماد کیا اور اس حالت میں غسل کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی نے زخم میں شدت پیدا کر دی اور شدت بھی ایسی کہ وہ اللہ کا بندہ اسی وجہ سے اللہ کو پیار ہو گیا۔ بہر حال یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ ایسے مواقع پر تیمم بھی کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ ساتھ تمام بدن کو دھونا بھی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تیمم اور وضو میں ایک چیز کے کافی ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ کے رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک دونوں میں سے ایک ہی چیز کافی ہے۔ حنفیہ کی جانب سے شوافع کو جواب دیتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور پھر قیاس کے خلاف بھی ہے کہ اس سے بدل اور مبدل منہ کا جمع لازم آیا ہے۔ الحاصل اس مسئلے کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسے مواقع پر اگر کسی آدمی کو پانی کے استعمال کرنے کی وجہ سے تلف جان کا خوف ہو تو اس کے لئے تیمم کرنا جائز ہے یہ مسئلہ سب کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ اور اگر کسی آدمی کو یہ ڈر ہو کہ پانی کے استعمال سے مرض بڑھ جائے گا یا صحت یابی میں تاخیر ہو جائے گی تو ایسی شکل میں بھی حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اسے تیمم کر کے نماز پڑھ لینی جائز ہے اور بعد میں نماز کی قضا ضروری نہیں ہے

حضرات شوافع کے ہاں بھی تقریباً یہ مسلک ہے۔ اگر کسی آدمی کے کسی عضو میں زخم ہو یا پھوڑا ہو اور اس کی ہڈی ہڈی ہوتی ہو تو صورت میں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر ہڈی اتارنے سے تلف جان کا خطرہ ہو تو اسے چاہئے کہ ہڈی کاٹ کرے اور تیمم کرے مگر حضرت امام اعظم اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں کہ جب کسی آدمی کے بدن کا کوئی حصہ زخمی ہو اور کچھ حصہ اچھا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ زخمی حصہ کتنا ہے اور اچھا حصہ کتنا ہے اگر زیادہ حصہ اچھا ہے تو اسے دھوئیں گے اور زخم پر مسح کریں اور اگر اکثر حصہ زخمی ہوگا تو تیمم کریں گے اور دھونا ساکت ہو جائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو حصہ اچھا ہو اسے دھویا جائے اور زخم کے لئے تیمم کیا جائے۔

مسئلہ پوچھنے کی اہمیت کا بیان

337 - حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَنْطَاقِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُعَيْبٍ، أَخْبَرَنِي الْأَوْزَاعِيُّ أَنَّهُ بَلَغَهُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قَالَ: أَصَابَ رَجُلًا جُرْحٌ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ احْتَلَمَ فَأَمَرَ بِالْإِغْتِسَالِ فَأَغْتَسَلَ فَمَاتَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَلَمْ يَكُنْ شِفَاءَ الْعِيِّ السُّؤَالُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک شخص زخمی ہو گیا پھر اسے احکام ہوا تو اسے غسل کرنے کا حکم دیا گیا اس نے غسل کیا تو اس کا انتقال ہو گیا۔ اس بات کی اطلاع نبی اکرم ﷺ کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان لوگوں نے اسے مار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو برباد کرے کیا لاعلم شخص کے لئے پوچھ لینے میں شفا نہیں ہے۔

بَابُ فِي الْمُسْتَيْمِمِ يَجِدُ الْمَاءَ بَعْدَ مَا يُصَلِّي فِي الْوَقْتِ

باب: تیمم کرنے والا شخص وقت کے دوران نماز ادا کرنے کے بعد پانی پالے (تو اس کا حکم کیا ہوگا)

338 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ السَّيِّدِيُّ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ نَافِعٍ، عَنِ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: خَرَجَ رَجُلَانِ فِي سَفَرٍ، فَخَضَرَتِ الصَّلَاةُ وَلَيْسَ مَعَهُمَا مَاءٌ، فَتَيَمَّمَا صَعِيدًا طَيِّبًا فَصَلَّيَا، ثُمَّ وَجَدَا الْمَاءَ فِي الْوَقْتِ، فَأَعَادَا أَحَدُهُمَا الصَّلَاةَ وَالْأُخْرَى وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ، ثُمَّ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَا ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ: أَصَبْتَ الشُّنَّةَ، وَأَجَزْتُكَ صَلَائِكَ وَقَالَ لِلَّذِي تَوَضَّأَ وَأَعَادَ: لَكَ الْآخِرُ مَرَّتَيْنِ

قال أبو داود: وغير ابن نافع، يزويہ عن الليث، عن عبيدة بن أبي ناحية، عن بكر بن سوادة، عن عطاء بن يسار، عن النبي صلى الله عليه وسلم.

قال أبو داود: وذكر أبو سعيد الخدري في هذا الحديث ليس يحفظ وهو مرسل

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: دو آدمی سفر پر روانہ ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا۔ ان دونوں نے مٹی کے ذریعے تیمم کر کے نماز ادا کر لی پھر نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ان دونوں کو پانی مل گیا تو ان دونوں میں سے ایک نے وضو کر کے نماز کو دہرایا جبکہ دوسرے نے نہیں دہرایا پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس شخص سے جس نے نماز کو دہرایا نہیں تھا یہ فرمایا: تم نے سنت پر عمل کیا ہے اور تمہاری نماز درست ہوئی ہے جبکہ جس شخص نے وضو کر کے نماز کو دہرایا تھا اس سے آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہیں دگنا اجر ملے گا۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابن نافع کے علاوہ (دوسرے راوی نے بھی) یہ روایت لیث کے حوالے سے عمیرہ کے حوالے سے بکر بن سوادہ کے حوالے سے عطاء بن یسار کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا تذکرہ اس روایت میں محفوظ نہیں ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔

339 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى إِسْمَاعِيلَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَغْتَاءَ

❁❁ عطاء بن یسار بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے دو شخص (سفر پر روانہ ہوئے) اس کے بعد حسب

سابق حدیث ہے۔

شرح

پانی نہ ملنے کی صورت میں اگر نماز پڑھ لی جائے اور پھر پانی مل جائے اور نماز کا وقت بھی باقی ہو تو اس نماز کو لوٹانا ضروری نہیں ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس آدمی سے جس نے نماز نہیں لوٹائی تھی فرمایا کہ تم نے سنت پر عمل کیا یعنی شریعت کا حکم چونکہ یہی ہے اس لئے تم نے شریعت کے حکم کی پابندی کی ہے کہ تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد پانی ملنے کے باوجود تم نے نماز نہیں لوٹائی۔ دوسرے آدمی کو آپ ﷺ نے دہرے ثواب کا مستحق قرار دیا کہ ایک ثواب تو ادائے فرض کا اور دوسرا ثواب ادائے نفل کا۔ اس مسئلے میں علماء کرام کا اتفاق ہے کہ تیمم کرنے والا نماز سے فارغ ہو کر اگر پانی دیکھے اور اسے پانی مل جائے تو اس پر نماز لوٹانا ضروری نہیں ہے خواہ نماز کا وقت باقی کیوں نہ ہو۔

لیکن صورت اگر یہ ہو کہ ایک آدمی تیمم کرنے کے بعد نماز پڑھنی شروع کر دے اور درمیان نماز سے پانی مل جائے تو اب وہ کیا کرے؟ آیا نماز ختم کر کے وضو کر لے اور پھر نماز پڑھے یا اپنی نماز تیمم ہی سے پوری کر لے؟ اس مسئلے پر علماء کرام کا اختلاف ہے؟ چنانچہ جمہور یعنی اکثر علماء کا مسلک تو یہ ہے کہ اس آدمی کو اپنی نماز ختم نہیں کرنی چاہئے بلکہ وہ نماز پوری کر لے، اس کی نماز صحیح ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اس آدمی کا تیمم باطل ہو جائے گا، گویا اسے نماز توڑ کر اور پانی سے وضو کر کے دوبارہ نماز شروع کرنی چاہئے۔

دوران نماز اگر پانی حاصل ہوا تو حکم شرعی کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں تیمم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی بہہ کر دیا جس پر وہ قابض بھی ہو گئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لئے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کیلئے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔ اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول پر یہ بہہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اور اگر بہہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کر دیا تو اس کا تیمم باطل ہو جائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہو گئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لئے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔

جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہو گئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دے گا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ دشمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہو گئی۔

اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کیلئے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہوا ہو۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۲، نویریہ رضویہ سکر)

پانی کے انتظار میں مزید ذرائع سے اعلیٰ حضرت کا اشکال دور کرنا

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ اقوال جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قُرب مسافت کا گمان ہو تو بالا جماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتب مذہب بھری ٹھوٹی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ”ذکر“ کا اشارہ وجود الماء فی آخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کر دیا ہے کہ ”ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے“ یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی اور روایت نادرہ میں صرف غلبہ ظن پر اکتفا ٹھوٹی تو ان کی عبارت ”ان غلب علی ظنہ ذکر“ (اگر اسے ”اس کا“ غلبہ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔ یہ معلوم رہنا چاہئے۔

پھر امام عینی لکھتے ہیں: ”یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالانکہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔ اس طرح صاحب درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدم امید مسافت کے قُرب و بُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب

سے بھی ہوتی ہے۔

مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابر تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائیگا۔ تو اس کے لئے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایت اصول میں واجب ہے جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔

(۲) پانی دور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کیلئے پانی بھرا لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔

(۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔ اس کے پاس نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ایسے شخص کا وجود جس سے پانی خریدے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳، باب تمہیل ہور)

بَابُ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے لئے غسل کرنا

340 - حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ، عَنْ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ بَيْنَمَا هُوَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ: أَتَحْتَسِبُونَ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: مَا هُوَ إِلَّا أَنْ سَمِعْتُ النِّدَاءَ فَتَوَضَّأْتُ فَقَالَ عُمَرُ: وَالْوُضُوءُ أَيْضًا، أَوْ لَمْ تَسْمَعُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا آتَى أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ اسی دوران ایک شخص (مسجد کے اندر) داخل ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم لوگ نماز سے روکے رہتے ہو۔ اس شخص نے عرض کی: میں نے جیسے ہی اذان سنی فوراً وضو کر کے (یہاں آ گیا ہوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صرف وضو کرنا ہی (دوسری غلطی ہے) کیا تم لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

”جب کوئی شخص جمعہ (کی نماز ادا کرنے کے لئے آئے) تو اسے غسل کرنا چاہئے۔“

341 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ بْنُ قَعْنَبٍ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ

341 - اسنادہ صحیح۔ وہو فی "موطأ مالک" 1021/، ومن طریقہ أخرجه البخاری (879) ر (895)، ومسلم (846) (5)، والسنائی فی "الکبری" (1680)، وأخرجه البخاری (858)، وابن ماجه (1089) من طریق سفیان بن عیینہ عن صفوان، به، وهو فی "مسند احمد" (11027)، و"صحیح ابن حبان" (1228)، وسیاتی برقم (344) من طریق عبد الرحمن بن ابی سعید، عن ابیه.

روایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:
"جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر لازم ہے۔"

غسل جمعہ کے واجب ہونے میں فقہاء مالکیہ و احناف کا موقف و دلیل

امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کوئی شخص جمعہ کیلئے آئے تو پس اسے چاہیے کہ وہ غسل کرے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غسل جمعہ کے وجوب کا قائلہ و حجتی ہے لہذا جمعہ کا غسل واجب ہے۔

جبکہ احناف کے نزدیک غسل جمعہ سنت ہے۔ سب سے پہلے ہم فقہاء مالکیہ کی دلیل کا جواب ذکر کر رہے ہیں اور اس کے بعد اپنے موقف پر الگ حدیث بھی بطور دلیل پیش کریں گے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جمعہ کا غسل ہر احتکام والے پر واجب ہے۔

اس حدیث میں غسل جمعہ کے ساتھ یہ قید موجود ہے ہر احتکام والے پر واجب ہے۔ اس حدیث کا تقاضہ یہ ہے کہ جمعہ کا غسل غیر احتکام والے پر واجب نہ ہو۔ کیونکہ علت وجوب احتکام ہے۔ اور اس کے علت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہر احتکام والے خواہ وہ جمعہ کا دن ہو یا غیر جمعہ ہو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ لہذا احتکام عام ہے خواہ وہ بروز جمعہ ہو یا غیر جمعہ ہو ہر حال میں علت وجوب غسل ہے۔

غسل جمعہ کے سنت ہونے میں احناف کی دلیل

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ فقہاء مالکیہ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ان کی بیان کردہ روایت کو نسخ پر محمول کیا جائے گا۔ (علامہ ابن ہمام نے سنن ابوداؤد کی روایت بیان کی ہے جبکہ ہم نے اسی کی ہم معنی روایت صحیح بخاری سے حدیث ذکر کی ہے) وہ یہ روایت ہے۔
حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ کہتی ہیں کہ لوگ اپنے گھروں سے اور مدینہ کی نواحی بستیوں سے نماز جمعہ میں باری باری آیا کرتے تھے۔ گردوغبار کی وجہ سے ان (کے جسم) پر غبار اور پسینہ بہت آتا تھا پھر ان کے بدن سے بھی پسینہ نکلتا تھا تو بدبو پیدا ہو جاتی تھی پس ایک آدمی ان میں سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ (اس وقت) میرے ہاں تھے تو نبی ﷺ نے فرمایا: کاش تم لوگ اس دن (گردوغبار اور بدبو سے) صاف رہا کرتے۔

(بخاری، ج ۱، ص ۱۲۳، قدیمی کتب خانہ کربلا)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے ہی روایت ہے کہ لوگ اپنے کام کاج خود کیا کرتے تھے اور جب جمعہ کے لیے جاتے تو اپنی اسی حالت میں چلے جاتے تو ان سے کہا گیا: کاش تم غسل کر لیا کرو۔

ان احادیث اور دوسری احادیث میں مندوب کا بیان ہوا ہے جس سے استحباب ہی ثابت کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ مذہب سے صرف استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل پر یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کا غسل افضل ہے۔

(فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۱۳، بیروت)

علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف

علامہ ابن منذر نے امام مالک علیہ الرحمہ سے وجوب غسل نفل کیا ہے۔ کہ جمعہ کا غسل واجب ہے۔ جبکہ علامہ ابن عبد البر مالکی استدراک میں لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کسی نے امام مالک سے جمعہ کے غسل کا وجوب نفل کیا ہو۔ (علامہ ابن عبد البر مالکی کا موقف بھی یہی ہے کہ ہمارے نزدیک بھی جمعہ کا غسل سنت ہے)۔ (ابن شہین)

حکم منسوخ کی بقاء کا قاعدہ فقہیہ

فَإِذَا نُسِخَ الْوُجُوبُ لَا يَبْقَى حُكْمُهُ آخِرُ بِخُصُوصِهِ إِلَّا بِدَلِيلٍ۔ (فتح القدير)

جب کسی حکم کا وجوب منسوخ ہو جائے تو وہ صرف اپنی تخصیص کی دلیل کے ساتھ باقی رہتا ہے۔

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی حکم کو منسوخ کر دیا جائے تو وہ اصل کے اعتبار یعنی عملی طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی حکم منسوخ ہونے کے بعد بھی باقی رہے تو وہ صرف دلیل تخصیص ہی کی بناء پر باقی رہ سکتا ہے۔ اس کی مثال یہ غسل جمعہ ہے کیونکہ غسل جمعہ حدیث کے مطابق جمعہ کے دن والے محکم پر واجب تھا۔ جبکہ بعد میں ہر احکام والے پر واجب ہوا۔ اور کئی روایات میں غسل جمعہ کو افضل کہا گیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ تو ایک اصول کے مطابق جب کوئی حکم منسوخ ہو جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے حالانکہ غسل حکم منسوخ ہونے کے باوجود باقی ہے۔ تو اس کا جواب اسی قاعدہ کے مطابق دی گیا ہے کہ اگرچہ وہ غسل جمعہ کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ لیکن اس کا سنت ہونا یا مستحب ہونا اس کی دلیل تخصیص کی وجہ سے باقی ہے اور وہ جمعہ اور اس کی فضیلت ہے۔

حکم کی انتہاء علت کی انتہاء پر ہوتی ہے (قاعدہ فقہیہ)

أَنَّهُ مِنْ قَبِيلِ انْتِهَاءِ الْحُكْمِ بِانْتِهَاءِ عِلَّتِهِ (فتح القدیر)

ہر حکم کی انتہاء علت کی انتہاء کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ غیر نص سے ثابت ہونے والا کوئی بھی حکم شرعی جو کسی علت کی پر بناء پر ثابت ہو اور وہ حکم اس وقت تک رہتا ہے جب تک اس کی علت رہے اور جب علت ختم ہو جائے تو وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال بھی غسل جمعہ ہے کہ جب تک بدن سے بدبو وغیرہ یا علت احکام تھی تو یہ غسل واجب رہا اور جب یہ علت ختم ہو گئی تو غسل جمعہ کے وجوب کا حکم بھی ختم ہو گیا۔ اور سنت بوجہ تخصیص باقی رہا۔

342 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ الرَّمْلِيُّ، أَخْبَرَنَا الْمُفَضَّلُ يَعْنِي ابْنَ قُضَّالَةَ، عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ بُكَيْرٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ حَفْصَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَى كُلِّ

مُحْتَلِمٍ رَوَاحٌ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَعَلَى كُلِّ مَنْ رَاحَ إِلَى الْجُمُعَةِ الْغُسْلُ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِذَا اغْتَسَلَ الرَّجُلُ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ أَجْزَأَهُ مِنْ غُسْلِ الْجُمُعَةِ، وَإِنْ أَجْتَنَبَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”ہر بالغ پر جمعہ کے لئے جانا لازم ہے اور جو شخص جمعہ کے لئے جاتا ہے اس پر غسل کرنا لازم ہے۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) جب کوئی شخص صبح صادق ہو جانے کے بعد غسل کر لے تو یہ اس کے لئے جمعہ کے غسل کی جگہ کافی ہوگا خواہ اس نے غسل جنابت کیا ہو۔

343- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ يَزِيدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ الرَّمْلِيُّ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَحْيَى الْخَرَّائِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ وَهَذَا حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ يَزِيدُ، وَعَبْدُ الْعَزِيزِ فِي حَدِيثِهِمَا - عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَبَسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، وَمَسَّ مِنْ طَيِّبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَلَمْ يَتَخَطَّ أَغْنَاقَ النَّاسِ، ثُمَّ صَلَّى مَا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ، ثُمَّ انْصَتَ إِذَا خَجَّ إِمَامُهُ حَتَّى يَفُورَ مِنْ صَلَاتِهِ كَأَنَّهُ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا - قَالَ: وَيَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ: وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ - وَيَقُولُ: إِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَحَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ أَكْثَرُ، وَلَمْ يَذْكُرْ حَدَّثَهُ كَلَامَ أَبِي هُرَيْرَةَ

⊗⊗ ابوسلمہ بن عبدالرحمن ابوامامہ بن سہل (یہ دونوں حضرات) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص جمعہ کے دن غسل کر کے عمدہ لباس پہنے اور خوشبو لگائے اگر وہ اس کے پاس موجود ہو اور پھر جمعہ کے لئے آئے اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے پھر اللہ تعالیٰ نے جو اس کے نصیب میں لکھا ہو وہ (نفل) نماز ادا کرے پھر وہ اس وقت خاموش رہے جب امام نفل آتا ہے یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ عمل اس کے لئے اس جمعہ اور اس سے پہلے کے جمعہ (کے درمیان کئے جانے والے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے۔“

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: (ایک جمعہ سے دوسرے جمعے تک) اور مزید تین دنوں (کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے)

وہ یہ کہا کرتے تھے: نیکی کا بدلہ دس گناہ ہوتا ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) محمد بن سلمہ کی نقل کردہ روایت زیادہ مکمل ہے اور حماد نامی راوی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام نقل نہیں کیا ہے۔

344- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ

أَبِي هِلَالٍ، وَبُكَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشْعَثِ حَدَّثَنَا، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَالسَّوَاكُ وَيَتَسَّ مِنْ الطَّيِّبِ مَا قَدَّرَ لَهُ إِلَّا أَنْ يُكَيِّرَ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدَ الرَّحْمَنِ وَقَالَ فِي الطَّيِّبِ: وَلَوْ مِنْ طَيِّبِ الْمَرْأَةِ

عبد الرحمن بن سعید اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”ہر بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا مسواک کرنا اور اگر میسر ہو تو خوشبو لگانا لازم ہے۔“

بکیر نامی راوی نے عبد الرحمن کا ذکر نہیں کیا اور خوشبو کے بارے میں انہوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”خواہ عورت کی خوشبو

ہو۔“

345 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْجَزْجَرِيُّ حَقِي، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ بْنُ عَطِيَّةَ، حَدَّثَنِي أَبُو الْأَشْعَثِ الصَّبْعَانِيُّ، حَدَّثَنِي أَوْسُ بْنُ أَوْسٍ الثَّقَفِيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ غَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ، ثُمَّ بَكَرَ وَابْتَكَّرَ، وَمَشَى وَلَمْ يَزُكَّ، وَدَنَا مِنَ الْإِمَامِ فَاسْتَمَعَ وَلَمْ يَلْغُ كَانَ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ عَمَلٌ سَنَةٍ أَجْرُ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اچھی طرح غسل کرے اور جلدی آئے اور پیدل چل کر آئے سوار ہو کر نہ آئے

اور امام کے قریب ہو کر غور سے خطبہ سنے اور کوئی لغو حرکت نہ کرے تو اس کے ہر ایک قدم کے عوض میں اسے ایک سال

کے (نفل) روزوں اور نوافل ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے۔“

346 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ نُسَيْبٍ، عَنْ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ غَسَلَ رَأْسَهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْتَسَلَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَهُ

حضرت اوس ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص جمعہ کے دن اپنے سر کو دھوئے اور غسل کرے“ اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

347 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَقِيلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمِصْرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: ابْنُ أَبِي

عَقِيلٍ، أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ يَغْنَى ابْنُ زَيْدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ

الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَمَسَّ مِنْ طَيِّبٍ أَمْرَاتِهِ

345 - اسادہ صحیح، ابن المبارک: ہو عبد اللہ والاوزاعی: ہو عبد الرحمن بن عمرو، وابو الاشعث الصمائی: ہو شراحیل بن

آدہ، واخرجه الترمذی (502)، والسامی فی "الکبری" (1697) و (1703) و (1707) و (1719) و (1720) و (1741)، وابن ماجہ

(1087) من طرق عن ابی الاشعث، بهذا الاسناد، وهو فی "مسند احمد" (16173)، و "صحیح ابن حبان" (2781).

إِنْ كَانَ لَهَا، وَلَيْسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، وَلَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَأَنْتَ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا، وَمَنْ لَهَا وَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ كَأَنْتَ لَهُ ظَهْرًا

❦❦ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی بیوی کی خوشبو لگالے اگر وہ اس عورت کے پاس موجود ہو اور عمدہ لباس پہنے اور پھر لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے اور خطبے کے وقت کوئی لغو حرکت نہ کرے تو یہ عمل اس کے لئے ان دو (جمعوں) کے درمیان (کئے جانے والے گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے اور جو شخص لغو حرکت کرتا ہے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے تو اسے ظہر (کی نماز ادا کرنے کا ثواب ملتا ہے)۔“

348 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ، حَدَّثَنَا زَكْرِيَّا، حَدَّثَنَا مُضْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ طَلْقِ بْنِ حَبِيبٍ الْعَزْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا حَدَّثَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ مِنْ أَرْبَعٍ: مِنَ الْجَنَابَةِ، وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَمِنْ الْحِجَامَةِ، وَمِنْ غُسْلِ الْمَيِّتِ

❦❦ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ چار موقعوں پر غسل کرتے تھے۔ جنابت کے بعد جمعہ کے دن پچھنے لگوانے کے بعد اور میت کو غسل دینے کے بعد۔

349 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ الدِّمَشْقِيُّ، أَخْبَرَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَوْشَبٍ قَالَ: سَأَلْتُ مَكْحُولًا عَنْ هَذَا الْقَوْلِ غَسَلَ وَاغْتَسَلَ فَقَالَ: غَسَلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

❦❦ علی بن حوشب بیان کرتے ہیں: میں نے مکحول سے روایت کے ان الفاظ کے بارے میں دریافت کیا: ”وہ غسل دے اور غسل کرے“ اس سے مراد کیا ہے تو انہوں نے فرمایا: یعنی وہ اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔

350 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي غَسَلَ وَاغْتَسَلَ قَالَ: قَالَ سَعِيدٌ: غَسَلَ رَأْسَهُ وَغَسَلَ جَسَدَهُ

❦❦ سعید بن عبدالعزیز ان الفاظ کے بارے میں یہ کہتے ہیں: غسل و اغتسل کہ وہ شخص اپنے سر کو دھوئے گا اور اپنے جسم پر غسل کرے گا۔

351 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ سُحَيْبٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّمَّانِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ، ثُمَّ رَاحَ فَكَانَ قَرَبَ بَدَنَةٍ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ قَرَبَ بَقَرَةٍ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ

347- اسنادہ حسن، اسامۃ بن زید - وهو الليثی - صدوق حسن الحديث، وهو وان كانت له اوهاج فرواية عبد الله بن وهب عنه سالحة لانه روى عنه كتابه. واخرجه البيهقي / 2313 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه الحناوي / 3681، وابن خزيمة (1810) من طريق ابن وهب، به.

فَكَانَتْ قَرَبَ كَبْشَا أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَتْ قَرَبَ دَجَاجَةٍ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَتْ قَرَبَ بَيْضَةٍ، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح مکمل غسل کرے اور پھر (نماز کی ادائیگی کے لئے) جائے تو گویا اس نے اونٹ کی قربانی کی جو شخص دوسری گھڑی میں جاتا ہے تو گویا اس نے گائے قربان کی جو شخص تیسری گھڑی میں جاتا ہے تو گویا اس نے سنگھوں والا مینڈھا قربان کیا جو شخص چوتھی گھڑی میں آتا ہے تو اس نے گویا مرغی صدقہ کی اور جو شخص پانچویں گھڑی میں آتا ہے تو اس نے گویا انڈا صدقہ کیا اور جب امام نکل آئے تو فرشتے آکر خطبہ سننے لگتے ہیں۔

بَابُ فِي الرُّخْصَةِ فِي تَرْكِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

باب: جمعہ کے دن غسل نہ کرنے کی رخصت

352- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عَمْرِوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّاسُ مُهَانَ أَلْفُسِهِمْ، فَيَرَوْهُنَّ إِلَى الْجُمُعَةِ بِهَيْئَتِهِمْ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوْ اغْتَسَلْتُمْ ﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہا عنہا بیان کرتی ہیں: پہلے لوگ اپنے کام کاج خود ہی کیا کرتے تھے اور وہ اسی حالت میں جمعے کے لئے آجاتے تھے تو ان سے کہا گیا: اگر تم لوگ غسل کر لیا کرو (تو یہ زیادہ بہتر ہے)

353- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَنَّدٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ أُنَاسًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ جَاءُوا فَقَالُوا: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ أَتَرَى الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبًا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنَّهُ أَطْهَرُ، وَخَيْرٌ لِمَنْ اغْتَسَلَ، وَمَنْ لَمْ يَغْتَسِلْ فَلَيْسَ عَلَيْهِ بِوَاجِبٍ، وَسَأُخْبِرُكُمْ كَيْفَ بَدَأَ الْغُسْلُ كَانَ النَّاسُ مَجْهُودِينَ يَلْبَسُونَ الصُّوفَ وَيَعْمَلُونَ عَلَى ظُهُورِهِمْ، وَكَانَ مَسْجِدُهُمْ ضَبَقًا مُقَارِبَ السَّقْفِ - إِنَّمَا هُوَ عَرِيشٌ - فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمٍ حَارٍّ وَعَرِقَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ الصُّوفِ حَتَّى ثَارَتْ مِنْهُمْ رِيَّاحٌ آذَى بِذَلِكَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الرِّيحَ قَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِذَا كَانَ هَذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوا، وَلَيْسَ أَحَدُكُمْ أَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُئْبِهِ وَطَيْبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: ثُمَّ جَاءَ اللَّهُ بِالْخَيْرِ وَلَيْسُوا غَيْرَ الصُّوفِ، وَكُفُوا الْعَمَلَ وَوَسَّعَ مَسْجِدَهُمْ، وَذَهَبَ بَعْضُ الَّذِي كَانَ يُؤْذِي بَعْضَهُمْ بَعْضًا مِنَ الْعَرَقِ

﴿﴾ عکرمہ بیان کرتے ہیں: اہل عراق سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ آئے اور انہوں نے کہا: اے حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما جمعہ کے دن غسل کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کیا یہ واجب ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا: جی نہیں تاہم یہ زیادہ طہارت کے حصول کا باعث ہے اور زیادہ بہتر ہے۔ اس شخص کے لئے جو غسل کرتا ہے اور جو غسل نہیں کرتا

تو اس پر یہ واجب نہیں ہے۔ میں تمہیں اس بارے میں بتاتا ہوں کہ غسل کا آغاز کیسے ہوا۔ لوگ پہلے خود کام کاج کیا کرتے تھے، اوئی کپڑے پہنتے تھے وہ اپنی پشت پر (سامان لاد کر) کام کرتے تھے ان کی مسجد تنگ تھی اور اس کی چھت بھی نیچے تھی۔ یوں چھت چھپر ہو ایک گرمی کے دن میں نبی اکرم ﷺ جمعہ کی نماز (پڑھانے کے لئے) تشریف لائے تو لوگوں کو اس اوئی لباس میں پہننا ہوا تھا جس کی بو پھیلی ہوئی تھی اس کی وجہ سے انہیں تکلیف بھی ہو رہی تھی جب نبی اکرم ﷺ نے اس بو کو محسوس کیا تو آپ ﷺ ارشاد فرمایا: اے لوگو! جب یہ دن آئے تو تم لوگ غسل کرو اور آدمی اپنے پاس موجود سب سے بہترین تیل یا خوشبو لگائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ بھلائی لے آیا اور لوگوں نے اوئی کپڑوں کی بجائے دوسرے کپڑے پہننے شروع کر دیئے اور ان کا کام کاج کرنے والے لوگ بھی دوسرے آگئے ان کی مسجد بھی کشادہ ہو گئی تو وہ چیز ختم ہو گئی کہ جو پسینے کی وجہ سے انہیں ایک دوسرے کی طرف سے اذیت لاحق ہوتی تھی۔

354 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا هَتَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ سَمُرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَبِهَا وَلِغَمَتْ، وَمَنِ اغْتَسَلَ فَهُوَ أَفْضَلُ

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص (جمعہ کے دن) صرف وضو کرتا ہے تو یہ کافی ہے اور اچھا ہے لیکن جو غسل کرتا ہے تو یہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔"

بَابُ فِي الرَّجُلِ يُسَلِّمُ فَيَوْمَ مَرِّ بِالْغُسْلِ

باب: آدمی اسلام قبول کر لے تو اسے غسل کا حکم دیا جائے گا

355 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا الْأَعَزُّ، عَنْ خَلِيفَةَ بْنِ خُصَيْنٍ، عَنْ جَدِّهِ قَيْسِ بْنِ عَاصِمٍ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ الْإِسْلَامَ فَأَمَرَنِي أَنْ أَغْتَسِلَ بِسَاءٍ وَسِدْرٍ

حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اسلام قبول کرنے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے غسل کروں۔

356 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرْتُ عَنْ عُنَيْنِ بْنِ كَلْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّهُ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قَدْ أَسْلَمْتُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُولُ: أَحْلِقُ قَالَ: وَأَخْبَرَنِي آخِرُ

356 - اسنادہ ضعیف، شیخ ابن جریر - وهو عبد الملك بن عبد العزيز - مبهم لم يسم، وعثیم بن کلب - وهو عثیم بن کثیر بن کلب الحضرمی، نسب الى جده - روى عنه ثلاثة من الضعفاء، وذكره ابن حبان في "الثقات"، وجهله الحافظ في "التقريب"، وابوه لم ينف له على ترجمة وباقي رجاله لقات. وقال ابن القطان في "الوهم والايهام" 435/ : اسنادہ غایہ فی الضعف مع الاقطاع الذی فی قول ابن جریر: أخبرت، وذلك ان عثیم بن کلب واباه وجده مجهولون. وهو في "مصنف عبد الرزاق" (9835)، ومن طريقه احمد (15432) وابن ابی عاصم في "الاحاد والمثنائ" (2795)، وابن عدی فی ترجمۃ ابراہیم بن ابی یحیی من "الکامل" 2231/، والبیہقی 172.1/

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا خَوْفَ مَعَهُ: أَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَرْتَنِ
 عَشِيمُ بْنُ كَلِيبٍ اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر
 ہوئے انہوں نے عرض کی: میں نے اسلام قبول کر لیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: تم کفر کے بال اپنے آپ سے الگ کر
 دو۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ تم سر منڈوا دو۔
 راوی کہتے ہیں: ایک اور صاحب نے مجھے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے ساتھ موجود دوسرے شخص سے یہ فرمایا: تم کفر
 کے بال اپنے آپ سے الگ کر دو اور ختنہ کراؤ۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تَغْسِلُ ثَوْبَهَا الَّذِي تَلْبَسُهُ فِي حَيْضِهَا

باب: عورت اپنے ان کپڑوں کو دھو لے گی جو اس نے حیض کے دوران پہنے ہوئے تھے

357- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ، حَدَّثَنِي أَبِي، حَدَّثَنِي أُمُّ
 الْحَسَنِ يَعْغِي جَدَّةَ أَبِي بَكْرٍ الْعَدَوِي، عَنْ مُعَاذَةَ قَالَتْ: سَأَلْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ الْحَائِضِ
 يُعِيبُ ثَوْبَهَا الدَّمَ قَالَتْ: تَغْسِلُهُ فَإِنْ لَمْ يَذْهَبْ أَثَرُهُ فَلْتُغَيِّرَهُ بِشَيْءٍ مِنْ صُفْرَةٍ قَالَتْ: وَلَقَدْ كُنْتُ
 أَحْيِضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ حَيَضٍ حَبِيعًا لَا أَغْسِلُ فِي ثَوْبًا
 عَزَّ وَجَلَّ معاذہ نامی خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی خاتون کے بارے میں دریافت کیا جس کے
 کپڑے پر خون لگ جاتا ہے تو انہوں نے فرمایا: وہ عورت اسے دھو لے گی اگر اس کا نشان ختم نہیں ہوتا تو زردی کے ذریعے ختم کر
 دے (یا تبدیل کر دے گی) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا نبی اکرم ﷺ کے پاس رہتے ہوئے (بعض اوقات) تین حیض آ جاتے تھے
 لیکن مجھے اپنا کپڑا دھونے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔

358- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَعْغِي
 ابْنَ مُسْلِمٍ يَذْكُرُ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: قَالَتْ عَائِشَةُ: مَا كَانَ لِأَحَدِنَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحْيِضُ فِيهِ، فَإِنْ
 أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ بَلَّثَهُ بِرِيقِهَا، ثُمَّ قَصَعَتْهُ بِرِيقِهَا
 عَزَّ وَجَلَّ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس صرف ایک ہی جوڑا ہوتا تھا۔ اسی میں حیض آ جاتا تھا جب خون کپڑے
 کو لگ جاتا تو وہ عورت اپنا لعاب لگا کر اسے گیلا کرتی تھی اور پھر اپنے لعاب کے ذریعے اسے مل دیتی تھی۔

359- حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْغِي ابْنَ مَهْدِي، حَدَّثَنَا بَكَّارُ بْنُ

357- صحيح لغيره، وهذا اسناد ضعيف، بكار بن يحيى مجهول الحال وخطه لا تعرف. واخرجه البيهقي 1821/ و 4072، وابن المنذر
 في "الوسط" 1472/ من طريق عبد الرحمن بن مهدي، بهذا الاسناد. ورواية البيهقي في الموضوع الاول مختصرة بقطعة الممنوعة، وروايته
 في الموضوع الاول ورواية ابن المنذر مختصرتان بقطعة ثوب الحائض. ويشهد للقطعة الاولى منه حديث اسماء بنت ابي بكر الامي
 بعده. وحديث عائشة عند الدارمي (1008)، ولفظه: "اذا ظهرت المرأة من الحيض فلتبج ثوبها الذي يلي حبلها، فلتغسل ما اصابه من
 الادى، ثم تصلي فيه" واساده صحيح. والقطعة الثانية منه سلف نحوها باسناد صحيح برقم (251)

يَحْيَى حَدَّثَنَا جَدِّي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَسَأَلْتُهَا أَمْرًا مِنْ قُرَيْشٍ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبِ الْحَائِضِ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَدْ كَانَ يُصَيِّبُنَا الْحَيْضُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَلَبَّثُ أَحَدَانَا أَيَّامَ حَيْضِهَا ثُمَّ تَطْهَرُ. فَتَنْظُرُ الثَّوْبَ الَّذِي كَانَتْ تَقْلِبُ فِيهِ. فَإِنْ أَصَابَهُ دَمٌ غَسَلْنَاهُ وَصَنَمْنَاهُ فِيهِ. وَإِنْ لَمْ يَكُنْ أَصَابَهُ فَيُؤْتَرُ كُنَاهُ وَلَمْ يَنْتَعْنَا ذَلِكَ مِنْ أَنْ نَصَلَّ فِيهِ. وَأَمَّا الْمُنْتَشِطَةُ فَكَانَتْ إِحْدَانَا تَكُونُ مُنْتَشِطَةً فَإِذَا اغْتَسَلَتْ لَمْ تَنْقُصْ ذَلِكَ. وَلَكِنَّهَا تُخْفِنُ عَلَى رَأْسِهَا ثَلَاثَ حَفَنَاتٍ. فَإِذَا رَأَتْ الْبَلَلَ فِي أَصُولِ الشَّعْرِ ذَلِكَ. ثُمَّ أَفَاضَتْ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهَا

روایت بکار بن یحیی بیان کرتے ہیں: میری دادی نے مجھے بتایا میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی قریش سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون نے ان سے حیض کے کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہمیں حیض آیا کرتا تھا تو ہم میں سے کوئی ایک (خاتون) حیض کے مخصوص ایام گزارنے کے بعد جب پاک ہوتی تھی تو وہ اس کپڑے کا جائزہ لیتی تھی جس میں اس نے وہ دن گزارے تھے اگر اس پر خون لگا ہوا ہوتا تھا تو ہم اسے دھو لیتے تھے اور اسی کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے اور اگر اس پر کوئی چیز نہیں لگی ہوتی تھی تو ہم اسے چھوڑ دیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس بات سے منع نہیں کیا کہ ہم اس کپڑے میں نماز ادا کریں۔

جہاں تک مینڈیاں بنانے والی عورت کا تعلق ہے تو ہم میں سے کسی کی مینڈیاں ہوتی تھیں جب وہ غسل کرتی تھی تو انہیں کھولتی نہیں تھی لیکن وہ اپنے سر پر تین مرتبہ پانی کے پ ڈالتی تھی جب وہ یہ دیکھتی تھی کہ اس کے بالوں کی جڑیں گیلی ہو گئی ہیں تو وہ انہیں مل لیتی تھی پھر اپنے جسم پر پانی بہا لیتی تھی۔

358 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ. عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ السُّنْدَرِ. عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ: سَمِعْتُ أَمْرًا تَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تَصْنَعُ إِحْدَانَا بِثَوْبِهَا إِذَا رَأَتْ الطَّهْرَ أَنْصَلِي فِيهِ؟ قَالَ: تَنْظُرُ فَإِنْ رَأَتْ فِيهِ دَمًا فَلْتَقْرِضْهُ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ. وَلْتَنْضِخْ مَا لَمْ تَرَ وَلْتَصَلِّ فِيهِ

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے ایک خاتون کو نبی اکرم ﷺ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ ہم میں سے کوئی ایک (عورت) اپنے اس کپڑے کے ساتھ کیا کرے جب وہ طہر دیکھ لے؟ کیا وہ اس میں نماز ادا کر سکتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جائزہ لے اگر اسے اس کپڑے میں خون نظر آئے تو وہ تھوڑے سے پانی کے ذریعے اسے کھرچ دے۔ (یعنی صاف کر لے) اور اگر نہ نظر آئے تو وہاں پانی چھڑک لے اور اس کپڑے میں نماز ادا کر لے۔

359 - صحيح لميره، وهذا اسناد ضعيف، بكار بن يحيى مجهول الحال وخطفه لا تعرف. واخرجه البيهقي 1821 و 4072، وابن المنذر في "الوسط" 1472 من طريق عبد الرحمن بن مهدي، بهذا الاسناد. ورواية البيهقي في الموضوع الاول مختصرة بقطعة الممتشطة. وروايته في الموضوع الاول ورواية ابن المنذر مختصرتان بقطعة ثوب الحائض. ويشهد للقطعة الاولى منه حديث اسماء بنت ابي بكر الا ترى بعده. وحديث عائشة عبد الدار (1008)، ولفظه: "اذا طهرت المرأة من الحيض فلتجع ثوبها الذي يلي جلدها، فلتغسل ما اصابه من الادي، ثم تصلي فيه" واساده صحيح. والقطعة الثانية منه سلف لحوها باسناد صحيح برقم (251)

361 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْهَنْدِ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ: سَأَلَتِ امْرَأَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَرَأَيْتَ إِذَا آتَا إِذَا أَصَابَ ثَوْبَهَا الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ كَيْفَ تَصْنَعُ؟ قَالَ: إِذَا أَصَابَ إِحْدَا كُنَّ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضِ فَلْتَقْرِضْهُ، ثُمَّ لَتَنْضَحْهُ بِالنَّاءِ ثُمَّ لَتُصَلِّ

﴿﴾ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ایک خاتون نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے اگر ہم (خواتین) میں سے کسی ایک کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جاتا ہے تو وہ عورت کیا کرے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی (کے کپڑے) پر حیض کا خون لگ جاتا ہے تو وہ اسے کمرچ کر اس پر پانی چھڑکے اور پھر اس میں نماز ادا کرے۔

362 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ، عَنْ هِشَامِ بْنِ هَاشِمٍ قَالَ: حُثِّيهِ، ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالنَّاءِ ثُمَّ انْضَحِيهِ

﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ”تم اسے کمرچ کر پانی کے ذریعے مل کر پھر اسے پانی سے دھو لو“۔

363 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي ثَابِتُ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنِي عَدِيُّ بْنُ دِينَارٍ قَالَ: سَمِعْتُ أُمَّ قَيْسٍ بِنْتَ مَخْصَنٍ تَقُولُ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ دَمِ الْحَيْضِ يَكُونُ فِي الثَّوْبِ قَالَ: حُثِّيهِ بِضَلْعٍ، وَاغْسِلِيهِ بِمَاءٍ وَبِسَدْرٍ ﴿﴾ سیدہ اُمّ قیس بنت مخصن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ سے حیض کے اس خون کے بارے میں دریافت کیا: جو کپڑے پر لگ جاتا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تم لکڑی کے ذریعے اسے صاف کر کے پانی اور بیری کے پتوں کے ذریعے اسے دھو دو۔

364 - حَدَّثَنَا النَّفْعِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَدْ كَانَ يَكُونُ لِإِحْدَانَا الذَّرْعُ فِيهِ تَحِيضٌ قَدْ تُصِيبُهَا الْجَنَابَةُ، ثُمَّ تَرَى فِيهِ قَطْرَةً مِنْ دَمٍ فَتَقْصَعُهُ بَرِيْقَهَا

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ہمارے پاس ایک عورت تھی اسی میں اس عورت کو حیض آ جاتا تھا۔ اس میں اسے جنابت لاحق ہو جاتی تھی اگر وہ عورت اس میں خون کا کوئی قطرہ دیکھتی تو لعاب کے ذریعے اسے مل کر (صاف کر دیتی تھی)

365 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيْعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ عِيْسَى بْنِ طَلْحَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ يَسَارٍ أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ

عبید اللہ نامی راوی کہتے ہیں: یہ ٹک میرے والد کو ہے۔

368 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يُصَلِّي فِي مَلَأِ حِفْئًا قَالَ حَمَّادٌ وَسَيِّغُهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي صَدَقَةَ قَالَ: سَأَلْتُ مُحَمَّدًا عَنْهُ فَلَمْ يُحَدِّثْنِي، وَقَالَ: سَيِّغُهُ مُنْذُ زَمَانٍ، وَلَا أَذْرِي مِمَّنْ سَيِّغُهُ، وَلَا أَذْرِي أَسَيِّغُهُ مِنْ ثَبِتٍ أَوْ لَا فَسَلُّوا عَنْهُ ﴿﴾ ﴿﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

حماد کہتے ہیں: میں نے سعید بن ابوصدقہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا۔ میں نے محمد بن سیرین سے اس روایت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے یہ حدیث بیان نہیں کی۔ وہ کہتے ہیں: میں نے ایک عرصہ پہلے یہ روایت سنی تھی۔ اب مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کس سے یہ روایت سنی تھی اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ کیا میں نے کسی مستدر راوی سے اسے سنا یا تھا یا وہ مستند نہیں تھا؟ تم لوگ اس کے بارے میں (دیگر اہل علم سے) دریافت کرو۔

بَابُ فِي الرُّخْصَةِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں رخصت کا بیان

369 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ، سَيِّغُهُ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ يُحَدِّثُهُ، عَنْ مَيْمُونَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَعَلَيْهِ مِرْطٌ وَعَلَى بَعْضِ أَرْوَاحِهِ مِنْهُ وَيَبِي حَائِضٌ، وَهُوَ يُصَلِّي وَهُوَ عَلَيْهِ ﴿﴾ ﴿﴾ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی۔ آپ ﷺ کے جسم پر ایک چادر تھی جس کا کچھ حصہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ پر بھی تھا اور وہ زوجہ محترمہ حیض کی حالت میں تھیں۔ نبی اکرم ﷺ نماز ادا کرتے رہے وہ چادر آپ ﷺ کے جسم پر تھی۔

370 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِاللَّيْلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ، وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَى مِرْطٍ وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ ﴿﴾ ﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کے وقت نماز ادا کیا کرتے تھے میں آپ ﷺ کے پہلو میں ہوتی تھی میں حیض کی ہوتی تھی میرے جسم پر جو چادر ہوتی تھی اس کا کچھ حصہ نبی اکرم ﷺ پر بھی ہوتا تھا۔

370 - اسنادہ حسن، طلحہ بن یحییٰ - وهو ابن طلحة بن عبيد الله - صدوق حسن الحديث، وبإلى رحله ثقات، وأمره مسلم (514)، والنسائي في الكبرى (846)، وابن ماجه (652) من طريق وكيع بن الجراح، بهذا الاسناد، وهو في "مسند احمد" (24382)

بَابُ الْمَنِيِّ يُصِيبُ الثُّوبَ

باب: کپڑے پر منی لگ جانا

371- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَتَّامِ بْنِ الْحَارِثِ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَاخْتَلَمَ، فَأَبْصَرَتْهُ جَارِيَةٌ لِعَائِشَةَ وَهُوَ يَغْسِلُ أَثَرُ الْجَنَابَةِ مِنْ ثَوْبِهِ، أَوْ يَغْسِلُ ثَوْبَهُ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ: لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَأَنَا أَفْرُكُهُ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الْأَعْمَشُ كَمَا رَوَاهُ الْحَكَمُ

❦❦ ہمام بن حارث بیان کرتے ہیں: وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرے انہیں احکام ہو گیا وہ اس کپڑے سے جنابت کے نشان کو دھو رہے تھے کہ سیدہ عائشہ کی کنیز نے انہیں دیکھ لیا۔ اس نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے اپنے بارے میں یہ بات اچھی طرح یاد ہے کہ میں نبی اکرم ﷺ کے کپڑے سے اس (منی کو) کھرج دیتی تھی۔ یہ روایت اعمش نے بھی نقل کی ہے جس طرح اسے حکم نے نقل کیا ہے۔

372- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَنَادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ حَتَّادِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كُنْتُ أَفْرُكُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَلِّي فِيهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَافَقَهُ مُغِيرَةُ، وَأَبُو مَعْشَرٍ وَوَأَصِلُ

❦❦ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کے کپڑے سے منی کو کھرج دیتی تھی اور نبی اکرم ﷺ اس کپڑے میں نماز ادا کر لیتے تھے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (مغیرہ، ابو معشر اور واصل نے اس روایت کی موافقت کی ہے۔

373- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ بْنُ حَسَابِ الْبَصْرِيِّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمٌ يَعْنِي ابْنَ أَخْضَرَ الْمَعْنَى، وَالْإِخْبَارُ فِي حَدِيثِ سُلَيْمٍ قَالَا: حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ، سَمِعْتُ سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ: إِنَّهَا كَانَتْ تَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ: ثُمَّ أَرَى فِيهِ بُقْعَةً أَوْ بُقْعًا

❦❦ سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں: میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے کپڑے سے منی کو دھو دیتی تھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: پھر مجھے (اس کپڑے میں دھونے کے) نشان یا نشانات نظر آ رہے ہوتے تھے۔

بَابُ بَوْلِ الصَّبِيِّ يُصِيبُ الثَّوْبَ

باب: چھوٹے بچے کا پیشاب کپڑے پر لگ جانا

374 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مَخْصَنٍ أَنَّهَا، أَكْثَرُ بَابَيْنِ لَهَا صَغِيرٌ لَمْ يَكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بَنَاءً فَتَضَعَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ

سیدہ ام قیس بنت مخسن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: وہ اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ جو ابھی کچھ کھانا نہیں تھا، نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں نبی اکرم ﷺ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھالیا تو اس نے نبی اکرم ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر چھڑک دیا۔ آپ نے اس (کپڑے کو) دھویا نہیں۔

375 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ مُسْرَهْدٍ، وَالزَّبَّاعُ بْنُ نَافِعٍ أَبُو تَوْبَةَ التَّمْلُغِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَخْوَصِ، عَنْ سِمَاكِ، عَنْ قَابُوسَ، عَنْ لُبَابَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ: كَانَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حِجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبَالَ عَلَيْهِ فَقُلْتُ: الْبَسْ ثَوْبًا وَأَعْطِنِي إِذَا رَكَتَ حَتَّى أَغْسِلَهُ قَالَ: إِنَّمَا يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْأُنْثَى وَيُنْضَحُ مِنْ بَوْلِ الذَّكَرِ

سیدہ لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کی گود میں موجود تھے۔ انہوں نے آپ پر پیشاب کر دیا میں نے عرض کی: آپ کوئی دوسرا کپڑا پہن لیں اور اپنا تہبند مجھے دیں تاکہ میں اسے دھو دوں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے گا۔

376 - حَدَّثَنَا مُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى، وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ الْعَنْبَرِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنِي مُجَلُّ بْنُ خَلِيفَةَ، حَدَّثَنِي أَبُو الشَّحْحِ قَالَ: كُنْتُ أَخْدِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَ: وَلِيْنِي قَفَاكَ فَأَوْلِيْهِ قَفَايَ فَأَسْتُرُهُ بِهِ، فَأَتَى بِحَسَنٍ، أَوْ حُسَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَبَالَ عَلَى صَدْرِهِ فَجِئْتُ أَغْسِلُهُ فَقَالَ: يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ قَالَ عَبَّاسُ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْوَلِيدِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ أَبُو الزَّعْرَاءِ قَالَ هَارُونُ بْنُ تَيْمٍ: عَنْ الْحَسَنِ قَالَ: الْأَبْوَالُ كُلُّهَا سَوَاءٌ

حضرت ابو شحح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا جب آپ نے غسل کرنا ہوتا تو آپ ارشاد فرماتے: میری طرف اپنی پشت کر لو۔ راوی کہتے ہیں: میں اپنی پشت آپ کی طرف کر لیتا اور آپ کے لئے رکاوٹ بن جاتا (ایک مرتبہ) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لایا گیا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ میں اسے دھونے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر پانی کے چھینٹے مارے

جائیں گے۔

عہاس نامی راوی کہتے ہیں: یحییٰ بن ولید نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ راوی ابوزعراء ہے وہ کہتے ہیں: ہارون بن حمیم نے حسن کے حوالے سے روایت نقل کی ہے (یعنی حسن کہتے ہیں) تمام پیشابوں کا حکم برابر ہے (خواہ وہ بچی کا ہو یا بچے کا ہو)

377 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنِ ابْنِ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَزْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: يُغَسَّلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ، وَيُنْضَعُ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بچی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے جب کہ وہ کچھ کھاتے نہ ہوں۔ (صرف دودھ پیتے ہوں)۔

378 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي حَزْبِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَدْ كُرِّ مَعْنَاهُ، وَلَمْ يَذْكُرْ مَا لَمْ يَطْعَمْ زَادَ. قَالَ قَتَادَةُ: هَذَا مَا لَمْ يَطْعَمْ الطَّعَامَ، فَإِذَا طَعِمَ غُسِلَ جَمِيعًا

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے (اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے) تاہم انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے۔ ”جبکہ وہ کھانا نہ ہو“

اس راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں قاتدہ کہتے ہیں: یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک وہ کھانا نہیں کھاتے۔ جب وہ کھانے لگیں گے تو ان دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

379 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهَا أَبْصَرَتْ أُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ، فَإِذَا طَعِمَ غُسِلَتْهُ، وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ

حسن بصری اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیتی تھیں جب تک وہ بچہ کچھ کھانا نہیں کھاتا جب وہ کھانے لگتا تھا تو وہ اس کے پیشاب کو دھویا کرتی تھی اور وہ بچی کے پیشاب کو دھویا کرتی تھیں۔ (خواہ وہ صرف دودھ پیتی ہو)

بَابُ الْأَرْضِ يُصِيبُهَا الْبَوْلُ

باب: زمین پر پیشاب لگ جانا

378 - اسنادہ صحیح. وقد صححه مرفوعاً الحافظ ابن حجر في "الفتح" 3261/ وفي "التلخيص" 381/ ونقل تصحيحه عن البخاري والدارقطني، وقال عن الرواية المرفوعة: ليس ذلك بعلّة قاذحة. وخرجه الترمذي (616)، وابن ماجه (525) من طريق معاذ بن هشام بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (563).

380 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو بْنِ السَّرْحِ. وَابْنُ عَبْدِ قَيْسٍ آخَرِينَ - وَهَذَا لَفْظُ ابْنِ عَبْدِ قَيْسٍ - أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ أَعْرَابِيًّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ فَصَلَّى قَالَ ابْنُ عَبْدِ قَيْسٍ: رَكَعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ ارْحَنِي وَمُحَمَّدًا، وَلَا تَرْحَمْ مَعَنَا أَحَدًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ تَحَجَّوْتَ وَاسْتَعَدَّ لَكَ لَمْ يَلْبَثْ أَنْ بَالَ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ فَأَسْرَعَ النَّاسُ إِلَيْهِ، فَتَهَاكُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنَّا بُعِثْتُمْ مُبْتَسِرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعْتَسِرِينَ، صُبُّوا عَلَيْهِ سَجَلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ قَالَ: ذَلُّوْنَا مِنْ مَاءٍ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوا۔ نبی اکرم ﷺ تشریف فرما تھے۔ اس نے نماز ادا کی۔ یہاں ابن عبدہ نامی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اس نے دو رکعت ادا کی پھر یہ دعا کی۔

”اے اللہ! تو مجھ پر اور حضرت محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کرنا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم نے ایک کشادہ چیز کو تنگ کر دیا ہے پھر تھوڑی دیر بعد وہ مسجد کے کونے میں پیشاب کرنے لگا۔ لوگ تیزی سے اس کی طرف لپکے لیکن نبی اکرم ﷺ نے انہیں منع کر دیا اور ارشاد فرمایا۔

”تم لوگوں کو آسانی فراہم کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے تمہیں دشواری پیدا کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا تم اس پر پانی کا ایک ڈول بہادو“۔ (راوی کہتے ہیں: شاید یہ الفاظ ہیں: ”پانی کا ایک ڈول“)۔

381 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ يَعْنِي ابْنَ حَازِمٍ قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الْمَلِكِ يَعْنِي ابْنَ عُمَيْرٍ، يُحَدِّثُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ بْنِ مَقْرِنٍ قَالَ: صَلَّى أَعْرَابِيٌّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ فِيهِ: وَقَالَ يَعْنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُذُوا مَا بَالَ عَلَيْهِ مِنَ التُّرَابِ فَالْقُوهُ، وَأَهْرِيقُوا عَلَى مَكَانِهِ مَاءً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ مُرْسَلٌ ابْنُ مَعْقِلٍ لَمْ يُذْرِكِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضرت عبد اللہ بن معقل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی۔ اس کے بعد یہ پورا واقعہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

”اس نے جس جگہ پیشاب کیا ہے وہاں سے مٹی نکال لو اور اس جگہ پر پانی بہادو“۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت مرسل ہے کیونکہ ابن معقل نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا۔

380 - اسنادہ صحیح، ابن عبدہ: هو احمد الضبی، وسفیان: هو ابن غنیم، واخرجه الترمذی (147) من طریق سفیان بن عیینہ بہد الاسناد، واخرجه مختصر النسائی فی "المجتبی" (1217) عن عبد الله بن معقل بن عبد الرحمن، عن سفیان، بہ، واخرجه البیہقی (220) و (6128)، والنسائی فی "الکبری" (54) من طریق عبد الله بن عبد الله بن عبد الله عن ابی ہریرۃ، وهو فی "مسند احمد" (7255)، و"صحیح ابن حبان" (985)، وسیاتی مختصر أبوقرم (882) من طریق ابی سلمۃ، عن ابی ہریرۃ.

بَابُ فِي طَهْوِ الْأَرْضِ إِذَا يَبَسَتْ

باب: جب زمین خشک ہو جائے تو اس کا پاک ہونا

382 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شَهَابٍ، حَدَّثَنِي حَمْرَةُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ ابْنُ عُمَرَ: كُنْتُ أَيْتُ فِي الْمَسْجِدِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكُنْتُ فَتًى شَابًا عَرَبًا، وَكَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَتُقْبِلُ وَتُذِيرُ فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمْ يَكُنُوا يُرْشُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں میں مسجد میں ہی رات کے وقت سویا کرتا تھا میں ان دنوں نوجوان کنوارا تھا کتے مسجد میں آیا جایا کرتے تھے اور پیشاب کر دیا کرتے تھے لیکن لوگ اس پر کچھ نہیں چہرکتے تھے۔

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

ملنا مٹی اگر کپڑے پر لگ جائے اور اگر خشک ہو گئی ہے تو مل کر جھاڑ دینا کافی ہے۔ یہی اصح ہے مرد و عورت سب کی مٹی کا یہی حکم ہے، دیگر جانوروں کی مٹی دھونے سے ہی پاک ہوں گی یہی صحیح ہے۔ اگر مٹی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے بدن پاک نہ ہوگا خواہ تر ہو یا۔ خشک، اسی پر فتویٰ ہے۔

چھیلنا اور رگڑنا اگر موزہ، جوتی، بستر بند وغیرہ پر جسم دار نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، گوبر وغیرہ اگر نجاست خشک ہو جائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ نجاست کا جسم اور اثر جاتا رہے۔ رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن، لکڑی، پتھر وغیرہ سے ہو اور اگر نجاست تر ہے تو بغیر دھوئے وہ موزہ وغیرہ پاک نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر اچھی طرح پونچھ دیا جائے کہ اس نجاست کا کچھ اثر رنگ دیو باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا اسی پر فتویٰ ہے، اگر وہ نجاست جسم دار نہ ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اگر اس میں مٹی مل جائے یا اس پر مٹی یا ریت یا راکھ وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کپڑا اور بدن چھیلنے یا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا، سوائے کپڑے پر۔ مٹی لگنے کے کہ وہ رگڑنے سے پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

خشک ہو جانا خشک ہو جانا اور اس کا اثر دور ہو جانا، زمین خشک ہو جانا اور نجاست کا اثر (رنگ و بو) دور ہو جانے سے نماز کے واسطے پاک ہو جاتی ہے۔ تیمم کے واسطے پاک نہیں ہوتی، دھوپ یا آگ یا ہوا سے خشک ہونے یا سایہ میں خشک ہونے کا یکساں حکم ہے، جو چیزیں زمین پر قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت گھاس وغیرہ جب تک وہ زمین پر کھڑے ہیں ان سب کا یہی حکم ہے جو زمین کے پاک ہونے کا ہے۔ جس کنواں میں ناپاک پانی ہو اگر وہ کنواں بالکل خشک ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔

آگ سے جل جانا گوبر، پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہو جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا اسی پر فتویٰ ہے، ان کا

دھواں بھی پاک ہے اگر راکھ یا دھواں روئی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں روئی پاک ہے۔ نجس مٹی سے برتن بنائے جائیں پھر وہ آگ سے (آگ) میں پک جائیں تو پاک ہو جائیں گے۔ نجس چاقو چھری یا مٹی تانبہ وغیرہ کے برتن اگر دھکتی ہوئی آگ میں ڈال دئے جائیں۔ تو پاک ہو جاتے ہیں۔ (زبدہ طہارت)

زمین خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے

علامہ طیبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (اعرابی نے مسجد میں پیشاب کیا تھا) اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ اگر زمین کسی نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جائے تو وہ خشک ہونے سے پاک نہیں ہوتی یعنی وہ جگہ پانی بہا کر نجاست کو زائل کر دینے ہی سے پاک ہوگی اور اس جگہ کو کھرج ڈالنا یا وہاں سے مٹی کھود کر اٹھا لینا ضروری نہیں ہے۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خشک ہونے سے زمین پاک ہو جاتی ہے اور اگر کوئی چاہے کہ خشک ہونے سے پہلے ہی زمین پاک ہو جائے تو وہاں سے مٹی کھرج کر اٹھا دی جائے تاکہ وہ حصہ پاک ہو جائے۔

علماء حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں نے مسجد کی زمین کے اس حصہ کے جہاں خشک ہو جانے سے پہلے جگہ جہاں دیہاتی نے پیشاب کر دیا تھا نماز پڑھ لی گی جس کی بناء پر حکم لگا دیا گیا کہ ناپاک زمین بغیر پانی بہائے ہوئے پاک نہیں ہوتی، جہاں تک سوال پانی ڈالنے کا ہے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت نجاست کی جگہ پانی بہانے کا حکم اس لیے دیا ہوگا کہ پیشاب کی نجاست میں کچھ مٹی ہو جائے اور پیشاب کا رنگ اور اس کی بدبو پانی بہانے کی وجہ سے ختم ہو جائے، مگر زمین کا وہ حصہ خشک ہونے کے بعد ہی پاک ہوا ہوگا۔ اس سلسلے میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں اور بہت سی دلیلیں لکھی ہیں جو وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (مرقات)

بَابُ فِي الْأَذَى يُصِيبُ الذَّنْبِلَ

دامن پر گندگی لگ جانا

383 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُوَيْرٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أُمِّ وَلَدٍ لِابْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: إِنَّ امْرَأَةً أَطِيلُ ذَنْبِلًا، وَأَمْشِي فِي الْمَكَانِ الْقَذِيرِ فَقَالَتْ: أُمُّ سَلَمَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَطْهَرُهُ مَا بَعْدَهُ

محمد نامی راوی ابراہیم بن عبد الرحمن کی اُم ولد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا انہوں نے کہا: میں ایک ایسی عورت ہوں جس کی چادر لمبی ہوتی ہے۔ میں گندگی والی جگہ پر بھی چلتی ہوں تو سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ ”اس (گندگی والی زمین) کے بعد والا حصہ اسے پاک کر دے گا۔“

384 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ التُّفَيْلِيُّ، وَأَخْبَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَا: حَدَّثَنَا زُبَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عِيسَى، عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ لَنَا طَرِيقًا إِلَى الْمَسْجِدِ مُتَتِنَةً فَكَيْفَ نَفْعَلُ إِذَا مُطِرْنَا؟ قَالَ: أَلَيْسَ بَعْدَهَا طَرِيقٌ مِنْ أَطْيَبِ مِنْهَا؟ قَالَتْ: قُلْتُ: بَلَى. قَالَ: فَهَذِهِ بِهِذِهِ

❦❦ موسی بن عبد اللہ بن یزید سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مسجد کی طرف ہمارا جو راستہ ہے اس میں گندگی ہوتی ہے جب بارش ہو جائے تو پھر ہم کیا کریں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اس کے بعد والا راستہ اس سے زیادہ صاف نہیں ہے۔ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کی: جی ہاں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے بدلے میں ہو جائے گا۔

بَابُ فِي الْأَذَى يُصِيبُ النَّعْلَ

جوتے پر گندگی لگ جانا

385 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، ح وَحَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ مَرْثَدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي ح، وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ عَبْدِ الْوَاحِدِ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ النَّعْلِيُّ قَالَ: أَلْبِثْتُ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ أَبِي سَعِيدٍ الْقُبَيْرِيَّ حَدَّثَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا وَطِئَ أَحَدُكُمْ بِنَعْلِهِ الْأَذَى، فَإِنَّ التُّرَابَ لَهُ طَهُورٌ

❦❦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص اپنے جوتے کے ذریعے گندگی کو پاؤں تلے دے تو مٹی اس کے لئے طہارت کے حصول کا ذریعہ ہو گی۔“

386 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ يَعْنِي الصَّنْعَانِيَّ، عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ ابْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَعْلَاهُ قَالَ: إِذَا وَطِئَ الْأَذَى بِخَفِيهِ، فَطَهُورُهُمَا التُّرَابُ

❦❦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:)

”جب کوئی شخص اپنے موزوں کے ذریعے گندگی کو روند دے تو مٹی ان دونوں کو پاک کر دے گی۔“

387 - حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ عَائِدٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَنْزَلَةَ،

384 - اسنادہ صحیح، زہیر: هو ابن معاوية، واخرجه ابن ماجه (533) من طريق شريك النعمي، عن عبد الله بن عيسى، بهذا الاسناد، وهو

فی "مسند احمد" (27452) و (27453).

عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيدِ، أَخْبَرَنِي أَيْضًا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ
 ❀ ❀ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے منقول ہے۔

بَابُ الْإِعَادَةِ مِنَ النَّجَاسَةِ تَكُونُ فِي الثُّوبِ

باب: کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہو تو (اسے پہن کر جو نماز ادا کی تھی) اس کا اعادہ کرنا

388 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ فَارِسٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أُمُّ يُوسُفَ بِنْتُ شَذَادٍ قَالَتْ: حَدَّثَنِي حَمَاتِي أُمُّ جَحْدَرِ الْعَامِرِيَّةُ، أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ عَنْ دَمِ الْخَيْضِ يُصِيبُ الثُّوبَ فَقَالَتْ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْنَا شِعَارُنَا، وَقَدْ أَلْقَيْنَا فَوْقَهُ كِسَاءً، فَلَمَّا أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ الْكِسَاءَ فَلَبِسَهُ، ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الْعِدَاةَ، ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذِهِ لِنَعَةٍ مِنْ دَمٍ، فَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا يَلِيهَا، فَبَعَثَ بِهَا إِلَى مَصْرُورَةَ فِي يَدِ الْغَلَامِ فَقَالَ: اغْسِلِي هَذِهِ وَأَجْفِيهَا، ثُمَّ أَرْسِلِي بِهَا إِلَيَّ، فَدَعَوْتُ بِقُضْعَتِي فَغَسَلْتُهَا، ثُمَّ أَجْفَفْتُهَا فَأَحْرَقْتُهَا إِلَيْهِ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصِفُ النَّهَارَ وَبِهِ عَلَيْهِ

❀ ❀ اُمّ محمد عامریہ بیان کرتی ہیں: انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے حیض کے اس خون کے بارے میں دریافت کیا: جو کپڑے پر لگ جاتا ہے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہوتی تھی۔ ہمارے اوپر لحاف ہوتا تھا۔ ہم اس کے اوپر ایک چادر بھی ڈال لیتے تھے صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ نے اس چادر کو لیا۔ آپ نے اسے پہنا پھر آپ ﷺ تشریف لے گئے آپ ﷺ نے صبح کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو ایک صاحب نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ خون کا نشان ہے تو نبی اکرم ﷺ نے اس نشان کے آس پاس والے حصے کو ہاتھ میں لیا اور وہ ایک لڑکے کے ہاتھ میں دے کر میری طرف بھجوا کر یہ حکم دیا کہ اس حصے کو دھو کر اسے خشک کر کے میری طرف بھجوا دو۔ میں نے (پانی کا) برتن منگو کر اسے دھویا پھر میں نے اسے خشک کیا اور اسے نبی اکرم ﷺ کی طرف بھجوا دیا۔ دوپہر کے وقت نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو وہ چادر آپ کے جسم پر تھی۔

بَابُ الْبُصَاقِ يُصِيبُ الثُّوبَ

باب: کپڑے پر تھوک لگ جانا

389 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتُ الْبُنَاتِي، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ: بَرَزَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَوْبِهِ، وَحَكَ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ

❁❁ ابونضرہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے کپڑے میں تھوکا اور اسے (پڑے سے) اسی نے اٹھا لیا۔

دیا۔

380- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے اسی کی مانند قبول

ہے۔



389- صحیح لغيره، وهذا اسناد مرسل رجاله ثقات، الا انه لا يعرف ثابت - وهو ابن اسلم - الباقى سماع من ابى نضرة - وهو المدر بن مالک - وقد ذكر الدارقطني في "العلل" 4/ الورقة 5 ان الصواب: عن ثابت عن رجل عن ابى نضرة. واخرجه ابن شبة في "تاريخ المدينة" 1/ 23، وابن ابى حاتم في "العلل" 1201/ من طريقين عن حماد بن سلمة، بهذا الاسناد مرسلًا. واخرجه احمد (11382)، وابن ماجه (1024)، وابن ابى حاتم 1201/ من طريق عبد الصمد بن عبد الوارث، عن حماد بن سلمة، عن ثابت، عن ابى سعيد. ورجح ابو حاتم المرسل، ورواه ابن ماجه: "وهو في الصلاة" وهي زيادة شاذة كما بيناها في تخريج "سنن ابن ماجه". ويشهد له حديث انس الا انى بعده

کِتَابُ الصَّلَاةِ

یہ کتاب نماز کے بیان میں ہے

صلوة کے معنی و مفہوم کا بیان

علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ الصلوة کا معنی دعا اور الصلوة کا معنی رحمت بھی ہے۔ اسی سے ہے: اللھم صلی علی محمد (اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج) اور الصلوة کا معنی عبادت بھی ہے۔ اسی سے ہے: وما کان صلاتهم عند البیت (الانفال: 35) (یعنی ان کی عبادت بیت اللہ کے پاس نہ تھی) الصلوة کا معنی نفل نماز بھی ہے۔ اسی معنی میں ہے: وامر اھلک بالصلوة (132) (اپنے گھروالوں کو نفل نماز کا حکم دو)۔ صلاۃ کا معنی تسبیح بھی ہے، اسی سے ہے: فلو لا انه کان من المسبحین (صافات) اگر وہ نمازیوں میں سے نہ ہوتا، اسی سے سبحۃ آگئی ہے، پاشت کی نماز۔ بعض علماء نے تسبیح بحمد (۳۵: ۳۵) کی تاویل میں فرمایا: ہم نماز پڑھتے ہیں۔ الصلوة کا معنی قراءت بھی ہے۔ اس معنی میں ہے: ولا تجہربصلا تک (الاسراء: 110) (اپنی قراءت کو بلند نہ کرو)۔

الصلوة کا لفظ مشترک ہے۔ الصلوة اس مکان کو بھی کہتے ہیں جس میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ ابن فارس نے یہ معنی بیان کیا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا: علم ہے جو عبادت کے لئے وضع کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی زمانہ کو بھی شریعت سے خالی نہیں چھوڑا اور کوئی شرع نماز سے خالی نہیں تھی۔ یہ مفہوم ابو نصر القشیری نے حکایت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴

نے کہا مجھے اور ابھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف طوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں، ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا ثور حاصل ہو۔

زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اتر آیا پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہو اور دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری اللہ تعالیٰ کی رضا کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض طوئیں کہ مولیٰ اللہ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر قدرت دے جیسی انہیں ذبح ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے مارے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۵، کتاب الصلوٰۃ۔ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

نماز کو چھوڑنے والے سے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات کا بیان

قاضی ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہ کرتا ہو لیکن نماز کا تارک ہو اور کہنے کے باوجود بھی نماز نہ پڑھتا ہو اس کے متعلق امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ وہ کافر ہو گیا اور اس کو قتل کرنا واجب ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس شخص کو حد قتل کر دیا جائے اور امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اور اہل ظاہر کا مذہب یہ ہے کہ اس کو قید کیا جائے اور اس پر تعزیر لگائی جائے حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے۔ اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں احادیث مختلف ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کو تین وجوہ کے سوا اور کسی وجہ سے قتل کرنا جائز نہیں ہے ایمان کے بعد کفر کرے یا شادی شدہ شخص زنا کرے یا کسی شخص کو بغیر بدلہ کے قتل کرے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

یہ حدیث امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے دوران کے درمیان (سلامتی کا) عہد نماز ہے سو جس شخص نے نماز کو ترک کیا اس نے کفر کیا (ترمذی و نسائی) اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بندہ اور کفر اور شرک کے درمیان (فرق) نماز کا ترک کرنا ہے۔ (صحیح مسلم) یہ حدیثیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل ہیں جو تارک نماز کو کافر قرار دیتے ہیں اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے قتل کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو تغلیظ اور زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں اور یہ تاویل کرتے ہیں کہ نماز کو ترک کرنا کافروں کا فعل ہے اور یہ صورت کفر ہے حقیقتہً کفر نہیں ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو تارک نماز کے حد قتل کرنے کو واجب کہتے ہیں ان کا قول ضعیف ہے اور اس کی کوئی دلیل نہیں ہے البتہ ایک ضعیف قیاس ہے کہ سب سے بڑا حکم نماز کا ہے اور سب سے بڑی نہی قتل ہے اور امام احمد وغیرہ جو تارک صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں یہ قول خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے جو گناہوں کی وجہ سے مومن کی تکفیر کرتے ہیں۔

تاریک نماز کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں: اگر کسی شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیے بغیر سستی سے نماز کو ترک کیا تو اس کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جائے اگر وہ نماز کا وقت تنگ ہونے تک نہ پڑھے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہی مذہب ہے اور اسی پر جمہور اصحاب کا عمل ہے ابو اسحاق بن شافلانے کہا: اگر اس نے ایک نماز نہیں پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی نکل گیا تو اس کو قتل کرنا واجب ہے یہ قول حسن ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ وہ تین نمازیں ترک کرے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے اور ایک روایت میں تین دن کی نمازوں کا ذکر ہے۔ (الانصاف ج ۱ ص ۲۰۱ ملاحظہ فرمادہ احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۲ھ)

نماز پڑھنے کی دعوت امام یا اس کے نائب کی طرف سے دی جائے گی اگر دعوت سے پہلے اس نے کثیر نمازیں بھی ترک کی ہوں تو اس کو قتل کرنا واجب نہیں ہے اس کی توبہ نماز پڑھنا ہے۔ (الانصاف ج ۱ ص ۲۰۲ ملاحظہ فرمادیں، التراث العربی بیروت ۱۳۷۲ھ)

آیا اس کو قتل حد کیا جائے گا یا کفر؟ اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور یہی مذہب ہے اور اکثر فقہاء کا مختار ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اس کو حد قتل کیا جائے گا اور یہ بعض فقہاء کا مختار ہے اور مذہب حنبلیہ کے مطابق اس کا حکم کفار کا حکم ہے اس کو غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا وہ کسی کا وارث ہو گا نہ اس کا کوئی وارث ہو گا اور وہ مرتد کی مثل ہے۔

(الانصاف ج ۱ ص ۳۰۵-۳۰۴ خلاصہ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۲ھ)

نماز کے علاوہ اور کسی عبادت کو سستی سے ترک کیا تو یہ کفر نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۱ ص ۴۰۳ خلاصا مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۲ء)

فقہاء حنبلیہ کا تارک نماز کو کافر قرار دینا صحیح نہیں ہے اور یہ مذہب خارجیوں کے مذہب کے مشابہ ہے ایمان کی بحث میں ہم خارجیوں کے مذہب کا رد کر چکے ہیں۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس شخص نے نماز کی فرضیت کا انکار کیا وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے۔

جس شخص نے کسی عذر کی وجہ سے نماز کو ترک کیا مثلاً نیند یا نسیان کی وجہ سے تو اس پر فقط قضا ہے اور اس کے لیے وقت میں وسعت ہے۔ جس شخص نے بغیر کسی عذر کے سستی کی وجہ سے نماز کو ترک کیا تو صحیح قول یہ ہے کہ اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور شاذ قول یہ ہے کہ وہ منکر نماز کی طرح مرتد ہے۔

صحیح قول کی بناء پر نماز کے تارک کو حد قتل کیا جائے گا اس کو کب قتل کیا جائے؟ صحیح قول یہ ہے کہ جب وہ ایک نماز کو ترک کر دے اور اس کا وقت تنگ ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ جب دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے تیسرا قول یہ ہے کہ جب چوتھی نماز کا وقت تنگ ہو جائے چوتھا قول یہ ہے کہ جب وہ چار نمازیں ترک کر دے پانچواں قول یہ ہے کہ جب وہ سستی کی وجہ سے نمازیں ترک کرنے کا عادی ہو جائے لیکن مذہب پہلا قول ہے۔

صحیح یہ ہے کہ اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کیا جائے گا۔

(روضة الطالبین ج ۱ ص ۲۶۸-۲۶۹ ملخصاً مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۱۰۵ھ)
جب تارک نماز کو قتل کیا جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا کفن پہنایا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنائی جائے گی جیسا کہ باقی مرتکبین کبیرہ کے لیے کیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کو نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی نہ اس کو کفن پہنایا جائے گا اور اس کی قبر مٹا دی جائے گی۔ (روضة الطالبین ج ۱ ص ۳۳۲ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۱۰۵ھ)

علامہ شمس الدین محمد بن ابی العباس رطبی نے بھی تارک نماز کے متعلق یہی تفصیل لکھی ہے۔

(نہایہ الحاج ج ۲ ص ۲۲۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۳ھ)
نیز علامہ نووی لکھتے ہیں: تارک نماز کو حد قتل کرنے کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

(آیت) فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخَذُوهُمْ وَاحْصِرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ
فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (التوبہ: ۵)

ترجمہ: تم مشرکین کو جہاں کہیں پاؤ قتل کرو ان کو گرفتار کرو اور ان کا محاصرہ کرو اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بٹھوسو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال (جنگ) کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیں نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔ (صحیح بخاری و مسلم) اور حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص نماز قائم نہ کرے اس کو قتل کرنے کا حکم ہے اور پہلی حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو نماز نہ پڑھے اس سے قتال کرنے کا حکم ہے اور دوسری حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جو تارک نماز ہو اس کو قتل کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

(شرح المہذب ج ۱ ص ۷۱ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

فقہاء شافعیہ کے دلائل کے جوابات

اس آیت سے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استدلال کیا ہے فقہاء احناف نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں پہلا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کا استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور فقہاء احناف کے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال صحیح نہیں ہے دوسرا یہ کہ اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑ دو اور راستہ نہ چھوڑنے کو قتل کرنا لازم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو گرفتار کر کے ان کو قید کیا جائے یا مارا پیٹا جائے تیسرا جواب یہ ہے کہ اگر راستہ نہ چھوڑو کا مطلب قتل کرنا ہو تو پھر تارک نماز کی طرح تارک زکوٰۃ کو بھی حد قتل کرنا

واجب ہونا چاہیے کیونکہ اس آیت میں دونوں کا ذکر ہے حالانکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تارک زکوٰۃ کو قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں چوتھا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے مسلمان تارک نماز کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور بحث اسی میں ہے۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس میں تارک نماز سے قتال اور جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اس کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا اور تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ذکر ہے اس لیے شافعیہ کا تارک نماز اور تارک زکوٰۃ میں فرق کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔
علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابوداؤد کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں بھی مفہوم مخالف سے استدلال ہے علاوہ ازیں اس حدیث کے متعلق علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے خود لکھا ہے: یہ حدیث ضعیف ہے اس میں ایک مجہول راوی ہے۔
(شرح المہذب ج ۱ ص ۱۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

تارک نماز کے متعلق فقہاء مالکیہ کا مذہب کا بیان

علامہ خطاب مالکی لکھتے ہیں: جس شخص نے کئی نمازیں عدا ترک کیں حتیٰ کہ ان کا وقت نکل گیا اگر وہ ان کے متعلق سوال کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ استغفار کرے اور جس شخص کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ وہ سستی اور لا پرواہی کی وجہ سے نمازوں کو ترک کرتا ہے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا اور اگر اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو دھکایا جائے گا اور مارا پٹا جائے گا اگر اس کے بعد بھی اس نے نماز نہیں پڑھی تو اس کو حد قتل کر دیا جائے گا نہ کہ کفر ابہر طریقہ وہ نماز کی فرضیت کا اقرار کرتا ہو اور منکر نہ ہو ابن المسانی نے اپنی شرح میں ابن العربی سے نقل کیا ہے کہ روزہ بھی نماز کی طرح ہے اس کے تارک کو بھی قتل کیا جائے گا ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام مالک کے نزدیک روزہ اور نماز کا تارک قتل کیا جائے گا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور عراقیین کے نزدیک تارک زکوٰۃ کو قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ زکوٰۃ جبرائی جاسکتی ہے۔ (موہب الجلیل ج ۱ ص ۴۲۱-۴۲۰ مکتبۃ الخراج لیبیا)

علامہ خرقی مالکی لکھتے ہیں: اگرچہ تارک نماز یہ کہے کہ میں نماز پڑھوں گا اور بدستور ترک کرتا رہے اور نماز شروع نہ کرے پھر بھی اس کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ مذہب کے نزدیک قولاً اور فعلاً امتناع اور صرف فعلاً امتناع میں کوئی فرق نہیں ہے اس کو نماز کے ترک کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور نماز کا ترک محقق ہے۔ (الخرقی علی فقہ غلیل ج ۱ ص ۲۲۷ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ درر دیر مالکی لکھتے ہیں: تارک نماز کو تلوار سے حد قتل کیا جائے گا اس کی نماز جنازہ کوئی فاضل عالم نہیں پڑھائے گا اور اس کی قبر قائم رکھی جائے گی اس کو ہوا نہیں کیا جائے گا۔ (الشرح الکبیر علی مافیۃ اللہ سوتی ج ۱ ص ۱۹۱-۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)
فقہاء مالکیہ کا وجوب بھی وہی دلائل ہیں جن کو ہم نے فقہاء شافعیہ کے رد میں ذکر کیا ہے کیونکہ مالکیہ اور شافعیہ دونوں اس کے قائل ہیں کہ تارک نماز کو حد قتل کر دیا جائے گا اور بقول قاضی ابن رشد مالکی اس نظریہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

تارک نماز کے متعلق فقہاء احناف کا مذہب کا بیان

علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی لکھتے ہیں: جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص نماز کو عدا سستی سے ترک

کرے وہ فاسق ہے اس کو قید کیا جائے گا حتیٰ کہ وہ نماز پڑھنے لگے کیونکہ بندہ کو بندوں کے حق کے بدلہ میں قید کیا جاتا ہے تو اللہ کے حق کے بدلہ میں بندہ کو قید کرنے کا زیادہ حق ہے ایک قول یہ ہے کہ اس کو اس حد تک مارا جائے کہ اس کا خون بہنے لگے۔

(الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: امام محبوبی نے کہا ہے کہ تارک نماز کو مارا جائے اور علیہ میں لکھا ہے کہ یہی مذہب ہے اور کہا: بشمول زہری ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ تارک نماز کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور اس کو قید میں رکھا جائے گا حتیٰ کہ وہ مرجائے یا توبہ کرے۔ (الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

فقہاء احناف کے موقف پر دلیل کا بیان

فقہاء احناف تارک نماز کو فاسق کہتے ہیں اور اس کو حد یا کفر قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں ان کے موقف پر یہ حدیث صراحۃً دلالت کرتی ہے امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس نے اچھی طرح ان کا وضو کیا اور ان نمازوں کو ان کے وقت میں پڑھا اور ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے کرم سے) اس کو بخشنے کا ذمہ لیا ہے اور جس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا اللہ تعالیٰ پر کوئی ذمہ نہیں اگر وہ چاہے تو اس کو بخش دے اور چاہے تو اس کو عذاب دے۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۶۱ مطبوعہ مطبع جہائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ)

بَابُ فَرَضِ الصَّلَاةِ

باب: نماز کا فرض ہونا

نمازوں کی فرضیت کی کیفیت کا بیان

علامہ حنفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ کسی مخصوص نبی کی شریعت پر عمل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی اور نبی کی شریعت میں سے جو چیز آپ کے کشف (یا اجتہاد) کے مطابق ہوتی تھی آپ اس پر عمل کرتے تھے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ غار حرا میں عبادت کرتے تھے۔

(بخاری) (الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ شامی لکھتے ہیں: غار حرا میں آپ کی عبادت کئی انواع پر مشتمل تھی لوگوں سے تخلیہ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور غور و فکر اور بعض علمائے کہا کہ غار حرا میں آپ کی عبادت صرف فکر تھی۔

(الدر المختار علی رد المحتار ج ۱ ص ۲۳۹ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ امام ابو نعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے: حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور وضو کی تعلیم دی حضرت جبریل وضو کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے رہے پھر نبی کریم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا پھر جبریل علیہ

اصلاۃ والسلام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

(الروض الانف ج ۱ ص ۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ لبنان)

ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ شب معراج سے پہلے صرف رات کی ایک نماز فرض تھی اور اس میں وقت کی کوئی تحدید نہیں تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

(آیت) یا ایہا المزمّل قم الیل الا قلیلا نصفہ او انتقص منه قلیلا وزد علیہ ورتل القرآن ترتیلا

(الزل: ۱-۳)

ترجمہ: اے چادر لپیٹنے والے رات کو نماز میں قیام کریں مگر تھوڑی رات آدمی رات یا اس سے کچھ کم کر دی یا اس پر کچھ بڑھادیں اور (حسب عادت) ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھیں علامہ حربی نے کہا کہ پہلے دو نمازیں فرض تھیں دو رکعت صبح (طلوع آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی اور دو رکعت شام (غروب آفتاب سے پہلے) کی نماز فرض تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(آیت) وسیب بالعشی والابکار (ال عمران: ۳۱)

ترجمہ: صبح اور شام کو اللہ کی تسبیح کیجیے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض اہل علم سے نقل کیا ہے کہ پہلے پوری رات کی نماز فرض تھی پھر حسب ذیل آیت سے پوری رات کا قیام منسوخ ہو گیا اور رات کے بعض حصہ کا قیام فرض ہو گیا:

(آیت) علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقراء واما تیسر من القرآن۔ (الزل: ۲۰)

ترجمہ: اللہ کو علم ہے (اے مسلمانو!) تم پوری رات کا ہرگز احاطہ نہ کر سکو گے تو وہ رحمت سے تم پر متوجہ ہوا سو اس میں سے جتنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔

اور جب شب اسراء کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو رات کے حصہ کے قیام کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

(فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۵ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۰۱ھ)

علامہ سہلی لکھتے ہیں: معراج ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے ہوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ پہلے نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر سفر میں یہ تعداد برقرار رہی اور حضر میں رکعات کی تعداد بڑھا دی گئی ہجرت کے ایک سال بعد یہ تعداد بڑھائی گئی تھی۔ (الروض الانف ج ۱ ص ۱۳۳-۱۳۲ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ لبنان)

391 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. عَنْ مَالِكٍ. عَنْ عَمْرِو بْنِ سَهْلٍ بْنِ مَالِكٍ. عَنْ أَبِيهِ. أَنَّهُ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ يَقُولُ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ ثَائِرِ الرَّأْسِ يُسَمِّعُ دَوْنِي صَوْتِهِ وَلَا يُفْقَهُ مَا يَقُولُ: حَقٌّ دَنَا. فَإِذَا هُوَ يُسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ. قَالَ: هَلْ عَلَى غَيْرُهُنَّ؟ قَالَ: لَا إِلَّا أَنْ تَطَّعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صِيَامَ شَهْرِ رَمَضَانَ. قَالَ: هَلْ عَلَى غَيْرِهِ؟ قَالَ: لَا إِلَّا

أَنْ تَنْطَلِعَ. قَالَ: وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّدَقَةَ قَالَ: فَهَلْ عَلَى غَيْرِهَا؟ قَالَ: لَا. أَنْ تَنْطَلِعَ. فَأَذْبَرَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ: وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا وَلَا أَنْقُصُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ

❦ ❦ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھ سے تعلق رکھنے والا ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ہوا اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی آواز کی بھنٹناہٹ سنائی دیتی تھی لیکن وہ کیا کہہ رہا تھا یہ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ قریب ہوا تو اسلام کے بارے میں دریافت کر رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (پڑھ کرنا ہوں گی) اس نے عرض کی: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر کوئی لازم ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم (نمازیں ادا کرنا چاہو تو یہ بہتر ہے) راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس کے سامنے رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا کا ذکر کیا تو اس نے دریافت کیا: کیا ان کے علاوہ بھی مجھ پر (کوئی اور روزے) لازم ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں! البتہ اگر تم نفل (روزے رکھنا چاہو تو یہ بہتر ہے) راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس کے سامنے زکوٰۃ کا ذکر کیا تو اس نے دریافت کیا: کیا مجھ پر اس کے علاوہ (کوئی ادائیگی) لازم ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی نہیں! البتہ اگر تم نفل (کوئی اور) پڑھ کرنا چاہو تو بہتر ہے) پھر وہ شخص یہ کہتے ہوئے چل دیا: اللہ کی قسم! میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا اور کوئی کمی نہیں کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔

392 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمَدَنِيُّ، عَنْ أَبِي سُهَيْلٍ نَافِعِ بْنِ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ بِإِسْنَادِهِ بِهَذَا الْحَدِيثِ قَالَ: أَفْلَحَ وَأَبْنُوهُ إِنْ صَدَقَ دَخَلَ الْجَنَّةَ. وَأَبْنُوهُ إِنْ صَدَقَ ❦ ❦ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

”اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا۔ اس کے باپ کی قسم! اگر یہ سچ کہہ رہا ہے تو یہ جنت میں داخل ہو گا۔“

بَابُ فِي الْمَوَاقِيتِ

باب: (نمازوں کے) اوقات

نمازوں کے اوقات سے متعلق احکام کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں، اور فجر کی نماز میں قرآن پڑھیں، بیشک فجر کی نماز کے قرآن پڑھنے میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کی نماز پڑھیں، جو خصوصاً آپ کے لیے زیادہ ہے، عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (نبی اسرائیل: ۷۸، ۷۹)

دلوک کے معنی کا بیان

علامہ راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ دلوک کا معنی ہے سورج کا غروب کی طرف مائل ہونا، دلوک کا لفظ دلک سے بنا ہے اور

معنی ہے ہتھیلیوں کو ملنا، جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو لوگ ہتھیلیوں کو ماتے پر رکھ کر سورج کی طرف دیکھتے ہیں۔

(المطبوعات ج ۱ ص ۲۲۸، ۲۲۹؛ مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۸ھ)

ابوسعیدہ نے کہا آفتاب کے نصف النہار سے زوال سے لیکر غروب کی طرف میلانک کو دلوک کہتے ہیں، ذجاج نے کہا نصف النہار سے میلان بھی دلوک ہے، اور غروب کی طرف میلان بھی دلوک ہے، الا زہری نے کہا کلام عرب میں دلوک کا معنی زوال ہے، اسی لیے جب سورج نصف النہار سے زائل ہو اس کو بھی دلوک کہتے ہیں اور جب وہ افق سے زائل ہونے لگے اس کو بھی دلوک کہتے ہیں۔

(زاد المسیر ج ۵ ص ۷۶، ۷۷)

اقیم الصلوة لذلک الشمس: دلوک آفتاب کے وقت نماز قائم کرو۔ حضرت ابن عباس: رضی اللہ عنہ حضرت ابن عمر: حضرت جابر رضی اللہ عنہ: عطاء قتادہ: حسن بصری اور اکثر علماء تابعین کے نزدیک دلوک کا (اس جگہ) معنی ہے زوال سورج و حلنا۔ ابن مردویہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی اس تفسیر کی نسبت کی ہے۔ ابن مردویہ اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس کو مرفوع کہا ہے لیکن دلوک سے مراد زوال ہونے کی تائید رسول اللہ ﷺ کے اس لفظ سے ہوتی ہے جو حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسحاق بن راہویہ نے مسند میں اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے المعریہ میں نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) دلوک آفتاب کے وقت جب سورج ڈھل گیا تھا میرے پاس آئے اور مجھے ظہر کی نماز پڑھائی۔ الحمد للہ۔

ذلک کا لغوی معنی ہے ملنا زوال کے وقت سورج کی طرف دیکھنے والا شعاعوں کی تاب نہیں لاتا اور آنکھوں کو ملتا ہے اس لیے دلوک کا معنی ہو گیا زوال۔

بعض علماء کے نزدیک دلوک سے مراد ہے غروب۔ بغوی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا کہ دلوک کا معنی ہے غروب ابراہیم نخعی، مقاتل بن حبان، ضحاک اور سدی کا یہی قول ہے۔ لفظ دلوک کا مفہوم لغوی (جملنا ایک طرف کو میلان) زوال کو بھی شامل ہے اور غروب کو بھی سورج کا جھکاؤ دونوں اوقات میں ہوتا ہے۔ صاحب قاموس نے لکھا ہے و تلکب الشمس و لوکا سورج ڈوب گیا زرد پڑ گیا وسط آسمان سے ڈھل گیا۔ بیضاوی نے لکھا ہے اس لفظ کی اصل ساخت انتقال کے مفہوم کو ظاہر کرتی ہے۔ دلوک مالش کرنے کو بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ مالش کرنے والے کا ہاتھ ایک جگہ رکھتے نہیں۔ جس لفظ کا پہلا حرف دال اور دوسرا حرف لام ہو اس کے معنی میں انتقال کا مفہوم ضرور ہوتا ہے خواہ تیسرا حرف کوئی ہو جیسے دلج، دلح، دلف، دلہ بغوی نے کہا اول الذکر قول کے قائل بکثرت علماء ہیں اس لئے وہی قائل ترجیح ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر دلوک سے مراد زوال لی جائے تو اس آیت کے اندر نماز کے پانچوں اوقات (مجملاً) آجائیں گے (دلوک شمس سے غسق اللیل تک چار نمازیں اور قرآن الفجر یا پانچویں نماز)۔

إلی غسق اللیل رات چھا جانے تک یعنی شفق کے غائب ہو جانے اور تاریکی بھر جانے کے وقت تک غسق کا معنی ہے بھر جانا۔

قاموس میں ہے غسق شروع رات کی تاریکی۔ غاسق چاند یا رات جب کہ شفق غائب ہو گئی ہو۔ اس آیت میں (مجملاً مسہماً)

چار نمازوں کا ذکر آگیا۔ ظہر، عصر، مغرب، عشا اور وقت فجر کا ذکر آگے کے فقرہ میں کر دیا۔

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ: اور فجر کا قرآن یعنی فجر کی نماز۔ قرآن کی قراءت نماز کا جزء اہم ہے۔ اس لئے صلوٰۃ فجر کی تعبیر قرآن الفجر سے کر دی گئی۔ جیسے رکوع یا سجود بول کر پوری نماز مراد ہو جاتی ہے (کیونکہ یہ دونوں اجزاء صلوٰۃ بھی بہت اہم ہیں) سورۃ نساء کی آیت اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مُّبْتَدُوْنًا کی تفسیر کے ذیل میں ہم نے اوقات نماز کا ذکر کر دیا ہے۔

اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا: بے شک فجر کی نماز فرشتوں کے حاضر ہونے کا وقت ہے۔ فجر کے قرآن کے وقت رات کے اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں (شہود و حاضر ہونا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے جماعت کی نماز تنہا نماز پر پچیس گنا فضیلت رکھتی ہے اور نماز فجر میں رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ جمع ہو جاتے ہیں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم (اس کا ثبوت قرآن سے) چاہتے ہو تو پڑھو قُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا رواہ البخاری وغیرہ۔

بیضاوی نے لکھا ہے صلوٰۃ الفجر کو مشہود کہنے کی یا یہ وجہ ہے کہ اس وقت قدرتی شواہد بہت نمایاں طور پر سامنے آ جاتے ہیں تاریکی پھٹ کر روشنی نکل آتی ہے اور نیند جس کو اخلاص کوٹ کہا گیا ہے بیداری سے بدل جاتی ہے یا مشہود کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بہت نازی اس میں حاضر ہوتے ہیں یا اس طرف اشارہ ہے کہ کثیر جماعت کو اس میں حاضر ہونا چاہئے۔

بعض علماء نے آیت کا تفسیری مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ نماز کو یعنی مغرب کی نماز کو قائم کرو غروب آفتاب (کے بعد) سے لے کر غسق الیل یعنی شفق کے غائب ہونے تک۔ اس تفسیر پر آیت میں وقت مغرب کی ابتداء اور انتہا کا بیان ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ مغرب کا وقت شفق کے ڈوبنے تک باقی رہتا ہے۔ گویا پوری آیت میں اللہ نے دو نمازوں کا حکم دیا مغرب اور فجر اور (چونکہ یہ دونوں نمازیں دن اور رات کے دونوں کناروں کے اوقات میں واقع ہیں اس لئے) یہ دونوں زیادہ اہم ہیں۔

پانچ نمازوں کی فرضیت کا بیان

دلوک کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا اس سے مراد غروب آفتاب ہے، حضرت ابن عباس کا ایک قول بھی اسی طرح ہے، فرما اور ابن قتیبہ کا بھی یہی قول ہے، مگر اس کے دلائل قوی نہیں ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ دلوک سے مراد سورج کا نصف النہار سے زائل ہونا ہے، یہ حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو ہریرہ اور حسن، شعبی، سعید بن جبیر، ابوب العالیہ، مجاہد، عطاء، عبید بن عمیر، قتادہ، ضحاک، مقاتل، اور لازہری کا قول ہے۔ اس قول کی دلیل یہ ہے:

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے منتخب کردہ اصحاب کی دعوت کی پھر سورج کے نصف النہار سے زوال کے وقت وہ باہر آئے پس رسول اللہ ﷺ بھی باہر آئے اور فرمایا اے ابوبکر باہر آؤ اور وہ دلوک شمس کا وقت تھا۔

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام دلوک شمس کے وقت آئے، جب سورج نصف النہار سے زائل ہو چکا تھا اور مجھے ظہر کی نماز پڑھانی۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب سورج نصف النہار سے زائل ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھی اور یہ

آیت تلاوت فرمائی: اقم الصلوٰۃ للدلوک الشمس۔ (جامع البیان، ۵: ۷۲، ۱۷۲، ۱۷۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۵ھ)

حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابو موسیٰ کی طرف مکتوب لکھا کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج نصف النہار سے زائل

ہو جائے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھو جب سورج صاف اور سفید ہو جائے اور پیلانہ پڑا رہے، اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھو جب

سورج غروب ہو جائے اور عشا کو اس وقت تک مؤخر کرو جب تک کہ تم کو نیند نہ آئی ہو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھو جب ستارے

ظاہر ہوں اور ان کا جال بنا ہوا ہو۔ (موطائنام مالک رقم الحدیث: ۷، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۱۶ھ)

الازہری نے کہا جب دلوک شمس سے مراد زوال شمس سے لیکر غروب آفتاب تک کا وقت ہوگا تو اس میں ظہر اور عصر داخل

ہوگی، اس کے بعد فرمایا رات کے اندھیرے تک اس میں مغرب اور عشا داخل ہیں، پھر فرمایا وقرآن الفجر اس میں فجر کی نماز آگئی،

اس طرح یہ آیت پانچوں نمازوں کو شامل ہوگئی۔ (زاد المسیر ج ۴، ص ۷۲)

اوقات نماز کے متعلق احادیث اور فقہی مذاہب کا بیان

غسق الیل کا معنی ہے رات کی سیاہی اور اس کا اندھیرا اور جب رات کی سیاہی اور اندھیرا چھا جائے تو پھر عشا کا وقت شروع

ہو جاتا ہے، اب ہم ظہر، عصر، مغرب عشا اور فجر کی نمازوں کے مستحب اوقات احادیث کی روشنی میں ذکر کر رہے ہیں:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور جب تک اصلی

سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد کا یہی نظریہ ہے

اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے تک ظہر کا وقت ہے، ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے بیت اللہ کے پاس جبریل نے دو دن نماز پڑھائی پہلے دن

ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب زوال کا سایہ تسمہ کے برابر تھا، پھر عصر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا،

پھر مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج غروب ہو گیا اور جب روزہ دار روزہ افطار کر لیتا ہے، پھر آپ نے عشا کی نماز اس

وقت پڑھائی جب شفق غائب ہو جاتی ہے۔ (غروب آفتاب کے بعد کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں) پھر صبح کی

نماز اس وقت پڑھی جب فجر روشن ہوگئی اور جب روزہ دار کے لیے سحری کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اور آپ نے دوسرے دن ظہر کی نماز

اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو گیا تھا جس وقت پہلے دن عصر کی نماز پڑھی تھی اور دوسرے دن عصر کی نماز اس وقت

پڑھی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا تھا، پھر مغرب اپنے اول وقت میں پڑھی اور عشا اس وقت پڑھی جب تہائی رات گزر گئی اور

دوسرے دن صبح اس وقت پڑھی جب سفیدی پھیل گئی، پھر جبریل نے میری طرف التفات کر کے کہا یا محمد! یہ آپ سے پہلے نبیوں کی

نمازوں کا وقت ہے اور نماز کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۹۰، مصنف عبد الرزاق رقم الحدیث: ۲۰۸۸،

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۱۷، مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۲، سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۲۹۳، مسند ابویعلیٰ رقم الحدیث: ۱۰۲۷۵، المعجم الکبیر رقم الحدیث: ۱۰۷۵۲،

مسند رک ج ۱ ص ۱۹۲، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۳۶۵، شرح السنۃ رقم الحدیث: ۲۴۸)

امام ابو حنیفہ کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ امامت جبریل کی یہ حدیث بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ لیکن اس

میں ایک مثل سائے کے وقت عصر پڑھنے کا ذکر نہیں ہے یہ الفاظ صرف ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہیں، اور بخاری اور مسلم کی روایت ان کی روایت پر مقدم ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے دن ایک مثل سایہ ہونے کے بعد اس وقت ظہر پڑھی جس وقت پہلے دن عصر پڑھی تھی اس لیے یہ حدیث ان احادیث سے منسوخ ہے جن میں ذکر ہے کہ عصر کا وقت ظہر کے بعد شروع ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وقت الظہر بالم شمس العصر۔ ظہر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو۔ (صحیح مسلم باب اوقات الصلوة الممس: ۱۷۲، ۱۳۶)

نیز قرآن مجید میں ہے:

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔ (النساء: ۱۰۳) بیشک نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔ یعنی ہر نماز کا الگ الگ وقت ہے اور ایک نماز دوسری نماز کے وقت میں نہیں پڑھی جاسکتی سو یہ حدیث قرآن مجید کے خلاف ہے اس لیے لائق استدلال نہیں ہے۔

امام ابو حنیفہ کے موقف پر دلیل یہ حدیث ہے:

حضرت ابو ذر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے، موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے پھر اذان دینے کا ارادہ کیا، آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو، اس نے تیسری بار اذان دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا ٹھنڈا وقت ہونے دو حتیٰ کہ سایا ٹیلوں کے برابر ہو گیا، اور آپ نے فرمایا گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۳۹، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۰۱، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۵۸، مسند احمد، رقم الحدیث: ۷۲۴۵)

یہ حدیث دو وجہوں سے امام اعظم کے مسلک پر دلالت کرتی ہے اولاً یہ کہ آپ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی اجازت دی، اور نماز بہر حال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے، ثانیاً اس وجہ سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے آپ نے فرمایا گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔

دوسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہو جائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک عصر کا وقت نہ آجائے۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۲، ۱۳۶، ۱۳۷)

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ ایک مثل سائے کے بعد ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔

اور تیسری حدیث یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، پہلی امتوں کی بہ نسبت تمہارا زمانہ عصر سے غروب آفتاب تک ہے، اہل تورات کو تورات دی گئی اور وہ ظہر تک عمل کرنے کے بعد تھک گئے انہیں ایک قیراط دیا گیا، پھر اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا، پھر تھک گئے انہیں ایک قیراط دیا گیا، پھر ہمیں قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک عمل کیا ہم کو دو قیراط دیئے گئے، تو تورات اور انجیل والوں نے اعتراض کیا: اے اللہ! تو نے ان

کو دو دو قیراط دیئے اور ہم کو ایک ایک قیراط دیا، حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہاری اجرت سے کچھ کم کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا یہ میرا فضل ہے جسے چاہے زیادہ عطا کروں۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۰۷۷، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۰۰۸، مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۲۰۵۶۵)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اہل انجیل جنہوں نے ظہر سے عصر تک کام کیا تھا ان کے کام کا وقت مسلمانوں کے کام کے وقت کی بہ نسبت زیادہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے عصر سے مغرب تک کام کیا تھا، اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ظہر کا وقت دو مثل سائے تک ہو، تب ظہر کا وقت عصر سے زیادہ ہوگا اور اگر ظہر کا وقت ایک مثل سائے تک ہو تو عصر کا وقت ظہر کے برابر یا زیادہ ہو جائے گا۔

عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہوگا، اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو مثل سائے سے شروع ہوگا۔

اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہوگا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا پھیل جائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ تک رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر دکھائی دیتی ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی سرخ کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھا جاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہو جائے اور بالکل اندھیرا چھا جائے تو پھر عشا کا وقت ہوتا ہے۔

عشا کے وقت کی ابتدا سے اسی اختلاف پر مبنی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشا کے وقت کی ابتدا ہوتی ہے، اور عشا کا مستحب وقت آدمی رات تک ہے اور عشا پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

فجر کی نماز کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب فجر صادق طلوع ہوتی ہے اور سحری کھانے کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور طلوع آفتاب تک فجر کی نماز کا وقت رہتا ہے۔ جبریل نے دوسرے دن آپ کو اس وقت نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۵۰۴، مسند حمیدی، رقم الحدیث: ۱۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱ ص ۳۲۱، مسند احمد، ج ۲ ص ۲۶۵، سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۱۷۲۰، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۲۴، سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۶۷۲، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۱۱۴۸۹، المعجم الکبیر، رقم الحدیث: ۴۲۸۵)

اس آیت میں فرمایا ہے آپ فجر کی نماز پڑھیں بیشک فجر کی نماز میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، حدیث میں ہے: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں اللہ ان سے سوال کرتا ہے حالانکہ اللہ کو

ان کا خوب علم ہوتا ہے، فرماتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا، فرشتے کہتے ہیں ہم ان کو نماز پڑھتا چھوڑ کر آئے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۰۵، صحیح مسلم رقم الحدیث: ۶۳۲، سنن النسائی رقم الحدیث: ۴۸۶، ۴۸۷، السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: ۷۷۶، تہذیب القرآن)

393- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ فُلَانٍ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ، عَنْ حَكِيمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ، فَصَلَّى فِي الظُّهْرِ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَتْ قَدَرُ الشِّرَاكِ، وَصَلَّى فِي الْعَصْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلَّى فِي الْمَغْرِبِ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلَّى فِي الْعِشَاءِ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى فِي الْفَجْرِ حِينَ حَوَرَمَ الطَّعَامُ وَالشَّرَابُ عَلَى الصَّائِمِ، فَلَمَّا كَانَ الْغَدُ صَلَّى فِي الظُّهْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلَهُ، وَصَلَّى فِي الْعَصْرِ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ مِثْلِيهِ، وَصَلَّى فِي الْمَغْرِبِ حِينَ أَفْطَرَ الصَّائِمُ، وَصَلَّى فِي الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَصَلَّى فِي الْفَجْرِ فَأَسْفَرَ ثُمَّ التَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، هَذَا وَقْتُ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِكَ، وَالْوَقْتُ مَا بَيْنَ هَذَيْنِ الْوَقْتَيْنِ

❁❁ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جبرائیل نے بیت اللہ کے پاس مجھے دو مرتبہ نماز پڑھائی (پہلے دن) جب سورج ڈھل گیا، تو انہوں نے مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب وہ ایک تیسے جتنا تھا پھر جب اس کا سایہ ایک مثل ہو گیا، تو انہوں نے مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور انہوں نے مجھے یعنی مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ کھول لیتا ہے اور انہوں نے مجھے عشاء کی نماز اس وقت پڑھائی جب شفق غروب ہو گئی تھی اور انہوں نے مجھے فجر کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار کے لئے کھانا اور پینا ممنوع ہو جاتا ہے اگلے دن انہوں نے مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سایہ ایک مثل ہو چکا تھا اور عصر کی نماز مجھے اس وقت پڑھائی جب وہ دو مثل ہو چکا تھا۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار افطاری کر لیتا ہے اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے کے بعد پڑھائی اور فجر کی نماز جب مجھے پڑھائی تو روشنی کر لی پھر وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے: اے حضرت محمد ﷺ! یہ آپ سے پہلے کے انبیاء کا وقت ہے اور ان دونوں کے درمیان (آپ کی امت کے لئے نمازوں کا مخصوص) وقت ہے۔

شرح

جگہ اور وقت کے اعتبار سے سایہ اصلی مختلف ہوتا ہے چنانچہ بعض جگہ تو سایہ زیادہ ہوتا ہے اور بعض جگہ کم ہوتا ہے اور بعض وقت سایہ اصلی ہوتا ہی نہیں جیسا کہ مکہ معظمہ میں انیسویں سرطان کو سایہ اصلی نہیں ہوتا۔ اس لئے سرکارِ دو عالم ﷺ نے پہلے روز کی نماز ظہر کی وقت کے بارے میں فرمایا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہلے دن مجھے ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب ان دنوں میں مکہ معظمہ میں سایہ اصلی جوتوں کے تسموں کی چوڑائی کے برابر تھا گو زیادہ ظہر کا اول وقت تھا۔

نماز ظہر کے وقت ایک مثل میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت امام احمد اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم نیز حضرت امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت ایک مثل تک باقی رہتا ہے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے چنانچہ ان حضرات کی دلیل یہی حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہر کا آخری وقت ایک مثل تک رہتا ہے۔

جہاں تک امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعلق ہے تو ایک روایت کے مطابق ان کا بھی وہی مسلک ہے جو جمہور علماء کا ہے بلکہ بعض نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام اعظم کا فتویٰ بھی اسی مسلک پر ہے۔ چنانچہ درمختار میں بہت سی کتابوں کے حوالوں سے اسی مسلک کو ترجیح دی گئی ہے۔ مگر ان کا مشہور مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے ان کے دلائل ہدایہ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

بہر حال علماء نے اس سلسلہ میں ایک صاف اور سیدھی راہ نکالی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ظہر کی نماز تو ایک مثل کے اندر اندر پڑھ لی جائے اور عصر کی نماز دو مثل کے بعد پڑھی جائے تاکہ دونوں نمازیں بلا اختلاف ادا ہو جائیں۔ اور بعض احناف جمہور کے ساتھ ہی متفق ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، جن میں صاحبین ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ شامل ہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

امام حاکمی رحمہ اللہ کہتے ہیں

"ظہر کا وقت زوال سے شروع ہو کر یعنی سورج کی نکیہ کا آسمان کے وسط سے زائل ہو کر ہر چیز کا دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے، اور امام ابو حنیفہ ایک مثل ثابت ہے، اور امام زفر اور ابو یوسف اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی احمد اور مالک کا قول یہی ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول ہے: ہم اسے نہیں لیں گے۔ اور غرر الاذکار میں درج ہے: اسے ہی لیا جائے گا۔

اور البرہان میں درج ہے: یہ زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے یہی وقت بیان کیا تھا، اور اس باب میں یہی نص ہے۔ اور فیض الباری میں درج ہے۔

آج (احناف) لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ (الدر المختار مع مافیہ ابن عابدین (1/359))

حاصل یہ ہوا کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اول وقت میں ادا کرنا سنت اور افضل ہے لیکن نماز عصر وقت کے اندر ہی ادا کرنا چاہیے یعنی سورج زرد ہونے سے قبل نماز عصر ادا کر لینی چاہیے، اور آپ اس لیے جماعت مت چھوڑیں۔

394 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ اللَّيْثِيِّ، أَنَّ ابْنَ

شَهَابٍ، أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَانَ قَاعِدًا عَلَى الْمِنْبَرِ فَأَخَّرَ الْعَصْرَ شَيْئًا، فَقَالَ لَهُ: عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَمَا إِنَّ جَبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَخْبَرَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَقْتِ الصَّلَاةِ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اَعْلَمْ مَا تَقُولُ: فَقَالَ: عُرْوَةُ سَمِعْتُ بِشِيرَ بْنَ أَبِي مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ

الْأَنْصَارِيُّ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَزَلَ جِبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَنِي بِوَقْتِ الصَّلَاةِ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ، ثُمَّ صَلَّيْتُ مَعَهُ بِأَصَابِعِهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ. فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ حِينَ نَزَلَ الشَّمْسُ، وَرُبَّمَا آخَرَهَا حِينَ يَشْتَدُّ الْحَرُّ، وَرَأَيْتُهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ بَيَضاءُ قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَهَا الصُّفْرَةُ، فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ مِنَ الصَّلَاةِ، فَيَأْتِي ذَا الْحُلَيْفَةِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ، وَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ حِينَ تَسْقُطُ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعِشَاءَ حِينَ يَسْوَدُّ الْأَفْقُ، وَرُبَّمَا آخَرَهَا حَتَّى يَجْتَمَعَ النَّاسُ، وَصَلَّى الصُّبْحَ مَرَّةً بِغَلَسٍ، ثُمَّ صَلَّى مَرَّةً أُخْرَى فَأَسْفَرَ بِهَا، ثُمَّ كَانَتْ صَلَاتُهُ بَعْدَ ذَلِكَ التَّغْلِيصِ حَتَّى مَاتَ، وَلَمْ يَعُدْ إِلَى أَنْ يُسْفَرَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، مَعْمَرٌ وَمَالِكٌ، وَابْنُ عُيَيْنَةَ وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي
حَمْرَةَ وَاللَيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَغَيْرُهُمْ لَمْ يَذْكُرُوا الْوَقْتَ الَّذِي صَلَّى فِيهِ وَلَمْ يُفَسِّرُوهُ، وَكَذَلِكَ أَيْضًا رَوَى
هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ وَحَبِيبُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ، عَنْ عُرْوَةَ نَحْوَ رِوَايَةِ مَعْمَرٍ وَأَصْحَابِهِ إِلَّا أَنَّ حَبِيبًا لَمْ
يَذْكُرْ بِشَيْئًا، وَرَوَى وَهْبُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقْتُ الْمَغْرِبِ قَالَ:
ثُمَّ جَاءَهُ لِلْمَغْرِبِ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًُا وَاحِدًا، وَكَذَلِكَ رَوَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ،
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثُمَّ صَلَّى فِي الْمَغْرِبِ يَعْنِي مِنَ الْغَدِ وَقْتًُا وَاحِدًا، وَكَذَلِكَ رَوَى
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ مِنْ حَدِيثِ حَسَّانَ بْنِ عَطِيَّةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ
عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❦❦ ابن شہاب بیان کرتے ہیں: عمر بن عبدالعزیز منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عصر کی نماز میں کچھ تاخیر کر دی تو عروہ بن زبیر نے ان سے کہا: کیا حضرت جبرائیل نے حضرت محمد ﷺ کو نماز کے وقت کے بارے میں نہیں بتایا تھا تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا: آپ ذرا دھیان کریں کہ آپ ﷺ کیا کہہ رہے ہیں تو عروہ نے کہا: میں نے بشیر بن ابوسعود کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے میں نے حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: جبرائیل نازل ہوئے انہوں نے مجھے نماز کے وقت کے بارے میں بتایا میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی پھر میں نے ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ انہوں نے اپنی انگلیوں پر شمار کر کے پانچ نمازوں کا ذکر کیا (راوی کہتے ہیں:) میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز اس وقت ادا کی جب سورج ڈھل گیا تھا۔ بعض اوقات جب گرمی زیادہ ہوتی تھی تو آپ ﷺ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے اور میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا کی جب سورج ابھی بلند اور روشن ہوتا تھا۔ ابھی اس میں زردی داخل نہیں ہوئی تھی اور کوئی شخص نماز سے فارغ ہونے کے بعد سورج غروب ہونے سے پہلے ذوالحلیفہ تک جاسکتا تھا اور آپ ﷺ مغرب کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا تھا اور آپ ﷺ عشاء

کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب اُفق سیاہ ہو جاتا تھا بعض اوقات آپ ﷺ اس نماز کو تاخیر سے ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لوگ اکٹھے ہو جاتے اور صبح کی نماز ایک مرتبہ آپ نے اندھیرے میں ادا کی اور دوسری مرتبہ اسے روشنی میں ادا کیا پھر اس کے بعد آپ نے وصال تک اسے اندھیرے میں ہی ادا کیا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ اسے روشنی میں ادا نہیں کیا۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت زہری کے حوالے سے معمر، امام مالک، ابن عیینہ، شعیب بن ابو حمزہ، لیث بن سعد اور دیگر حضرات نے نقل کی ہے۔ انہوں نے اس وقت کا تذکرہ نہیں کیا جس میں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی اور نہ ہی اس کی وضاحت کی ہے۔

اسی طرح یہ روایت ہشام بن عروہ اور حبیب بن ابو مرزوق نے عروہ کے حوالے سے نقل کی ہے جس طرح معمر اور ان کے شاگردوں نے نقل کی ہے البتہ حبیب نامی راوی نے بشیر نامی راوی کا ذکر نہیں کیا۔

وہب بن کیسان نے یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے جس میں مغرب کے وقت کے بارے میں یہ الفاظ ہیں:

راوی بیان کرتے ہیں: پھر وہ مغرب کی نماز کے لئے نبی اکرم ﷺ کے پاس اس وقت آئے جب سورج غروب ہو گیا تھا۔ (راوی کہتے ہیں:) یعنی یہ اگلے دن کی بات ہے۔ یعنی ان دونوں نمازوں کا وقت ایک ہی تھا۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اسی طرح کی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

”پھر انہوں نے مغرب کی نماز مجھے پڑھائی“ (راوی کہتے ہیں: یعنی یہ اگلے دن کی بات ہے اور یہ وقت ایک ہی تھا)

اسی طرح کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی گئی ہے جو حسان بن عطیہ نے عمرو بن شعیب کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے ان کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

شرح

حضرت عروہ کا یہ مقدمہ تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ یاد دلائیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے بارے میں جو حدیث وارد ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پہلے دن اول وقت نمازیں پڑھائی تھیں تو اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو اول وقت پڑھنا افضل ہے اس لئے آپ علیہ الرحمۃ نے اس وقت نماز میں تاخیر کر کے (اگرچہ یہ تاخیر زیادہ نہیں تھی) فضیلت کی سعادت کو کیوں ترک کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں جو یہ کہا کہ عروہ! ذرا سوچ سمجھ کر کہو کیا کہتے ہو؟ اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو بیان کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ اہم اور عظیم چیز ہے حدیث کو بیان کرنے میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز حدیث کو بغیر سند کے بیان نہ کرنا چاہئے اس لئے سوچ سمجھ کر حدیث بیان کرو اور اس کی سند کے ساتھ بیان کرو۔

حضرت عروہ کی جلالت شان اور رفعت علم و فضل کا گواہ تھا تو یہ تھا کہ ان سے اس قسم کی بات نہ کہی جاتی مگر چونکہ روایت

حدیث کی عظمت شان پیش نظر تھی اس لئے انہیں اس طرف توجہ دلائی گئی اور پھر عروہ نے بھی روایت حدیث کی اسی عظمت کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے توجہ دلانے کو نہ صرف یہ کہ اپنے علم و فضل کے منافی نہ سمجھا بلکہ اسے خیر و برکت کا باعث جان کر اس پر متنبہ ہوئے اور حدیث کی پوری سند یوں بیان کر کے اپنی قوت حفظ و ذہانت کا اظہار کرتے ہوئے یہ بات واضح کر دی کہ میں جو بات کہہ رہا ہوں وہ کوئی معمولی درجہ کی نہیں ہے بلکہ اس کی صداقت کا میں یقینی علم رکھتا ہوں کیونکہ یہ وہ روایت ہے جس کو میں نے بشیر سے سنا ہے اور انہوں نے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابوسعود رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان مقدس سے سنا ہے۔ اس حدیث میں راوی نے نماز کے اوقات تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مخاطب کو چونکہ اوقات کی پوری تفصیل معلوم تھی اس لئے یہاں تو صرف صورت واقعہ بیان کئے گئے ہیں ہاں دوسری روایات میں اوقات کی تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔

395 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا بَذْرُ بْنُ سُثَّانَ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي مُوسَى، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ سَائِلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْهِ شَيْئًا حَتَّى أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْفَجْرَ حِينَ انْشَقَّ الْفَجْرُ، فَصَلَّى حِينَ كَانَ الرَّجُلُ لَا يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ - أَوْ أَنَّ الرَّجُلَ لَا يَعْرِفُ مَنْ إِلَى جَنْبِهِ - ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الظُّهْرَ حِينَ زَالَتِ الشَّمْسُ حَتَّى قَالَ: الْقَائِلُ اتَّصَفَ النَّهَارُ وَهُوَ أَعْلَمُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيَضَاءُ مُزْتَفِعَةً، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْمَغْرِبَ حِينَ غَابَتِ الشَّمْسُ، وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ الْعِشَاءَ حِينَ غَابَ الشَّفَقُ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْعَدِ صَلَّى الْفَجْرَ وَالنَّصْرَفَ، فَقُلْنَا أَطْلَعَتِ الشَّمْسُ، فَأَقَامَ الظُّهْرَ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ وَصَلَّى الْعَصْرَ، وَقَدْ أَصْفَرَتِ الشَّمْسُ - أَوْ قَالَ: أَمْسَى - وَصَلَّى الْمَغْرِبَ قَبْلَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ، وَصَلَّى الْعِشَاءَ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، ثُمَّ قَالَ: آيِنَ السَّائِلُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ الْوَقْتُ فِيمَا بَيْنَ هَذَيْنِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ مُوسَى، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَغْرِبِ يَنْحُو هَذَا قَالَ: ثُمَّ صَلَّى الْعِشَاءَ، قَالَ بَعْضُهُمْ: إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِلَى شَطْرِهِ، وَكَذَلِكَ رَوَى ابْنُ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک سوال کرنے والے نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں کے اوقات کے بارے میں سوال کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے صبح صادق ہو جانے کے بعد فجر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز اس وقت ادا کی جب آدمی اپنے ساتھی کا چہرہ (اندھیرے کی شدت کی وجہ سے) پہچان نہیں سکتا تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) آدمی یہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ اس کے پہلو میں کون ہے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے ظہر کی اقامت اس وقت کہی جب سورج ڈھل چکا تھا یہاں تک کہ کہنے والا یہ کہہ سکتا تھا کہ کیا نصف النہار کا وقت ہو چکا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بہتر جانتے تھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔ جب سورج روشن اور بلند تھا پھر

آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے مغرب کے لئے اقامت اس وقت کی جب سورج غروب ہو گیا تھا پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے عشاء کے لئے اقامت اس وقت کی جب شفق غروب ہو چکی تھی پھر اگلے دن نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز ادا کی تو جب آپ نے نماز ختم کی تو ہم یہ دیکھ رہے تھے کہ کیا سورج نکل تو نہیں آیا پھر آپ نے ظہر کی نماز کے لئے اقامت کہنے کا حکم اس وقت دیا جب پہلے دن میں آپ نے عصر کی نماز ادا کی تھی اور عصر کی نماز آپ نے اس وقت پڑھائی۔ جب سورج زرد ہونے کے قریب تھا (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب شام ہو چکی تھی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز شفق غروب ہونے سے (کچھ) پہلے پڑھائی اور عشاء کی نماز آپ ﷺ نے ایک تہائی رات ہو جانے کے بعد پڑھائی پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: نماز کے وقت کے بارے میں دریافت کرنے والا شخص کہاں ہے؟ ان دو کے درمیان (نمازوں کا مخصوص) وقت ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) سلیمان بن موسیٰ نے عطاء کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے مغرب کی نماز کے بارے میں اس کی مانند نقل کیا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ نے عشاء کی نماز ادا کی جبکہ بعض راویوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اسے آپ ﷺ نے ایک تہائی رات کے وقت ادا کیا جب کہ بعض نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: نصف رات کے وقت ادا کیا۔ اسی طرح کی روایت ابن بربہ نے اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

396 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ أَبَا أَيُّوبَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: وَفْتُ الظُّهْرِ مَا لَمْ تَخْضِرِ الْعَصْرُ، وَوَفْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفِرِ الشَّمْسُ، وَوَفْتُ الْمَغْرِبِ مَا لَمْ يَسْقُطْ قُورُ الشَّفَقِ، وَوَفْتُ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ، وَوَفْتُ صَلَاةِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے اور عصر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے

جب تک سورج زرد نہ ہو جائے مغرب کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک شفق غروب نہ ہو جائے اور عشاء کا

وقت نصف رات تک رہتا ہے اور فجر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سورج طلوع نہ ہو جائے۔“

شفق کے فقہی معنی و مفہوم کا بیان

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک شفق اس سفیدی کا نام ہے جو مغرب میں سرخی ڈوبنے کے بعد صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ عشاء کے بارے میں مختار مسلک اور فیصلہ یہ ہے کہ اس کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور ٹھیک آدمی رات تک بلا کراہت باقی رہتا ہے البتہ وقت جو طلوع فجر سے پہلے تک رہتا ہے فجر کا وقت طلوع صبح صادق کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب پر ختم ہو جاتا ہے۔ بظاہر تو حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلوع صبح صادق کے بعد سے طلوع آفتاب تک تمام وقت نماز فجر کے لیے مختار ہے۔

امام بخاری و مسلم اپنی اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیار بن سلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے

والد (ہم دونوں) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، میرے والد نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ فرض نمازیں کس طرح (یعنی کس کس وقت) پڑھتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ ظہر کی نماز جسے پہلی نماز کہا جاتا ہے سورج ڈھلنے کے وقت پڑھتے تھے اور عصر کی نماز (ایسے وقت) پڑھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی نماز پڑھ کر مدینہ کے کنارے اپنے مکان پر جا کر سورج روشن ہوتے ہوئے (یعنی اس کے متغیر ہونے سے پہلے) واپس آ جاتا تھا۔ سیار فرماتے ہیں کہ مغرب کے بارے میں ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ بتایا تھا وہ میں بھول گیا اور (ابو برزہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ عشاء کی نماز جسے تم عتمہ کہتے ہو رسول اللہ ﷺ تاخیر سے پڑھنے کو بہتر سمجھتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد (دنیاوی) باتیں کرنے کو آپ ﷺ مکروہ سمجھتے تھے۔

اور صبح کو نماز ایسے وقت پڑھ (کر فارغ ہو) لیتے تھے کہ ہر آدمی اپنے پاس بیٹھنے والے کو پہچان لیتا تھا اور (نماز میں) ساڑھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھ لیا کرتے تھے، ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری رات تک عشاء میں دیر کرنے میں تامل نہ فرماتے تھے اور عشاء کی نماز سے پہلے سونے اور عشاء کی نماز کے بعد باتیں کرنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۸۰، قدیمی کتب خانہ کراچی، صحیح مسلم)

اس کی ابتدا غروب آفتاب سے ہوتی ہے۔ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتی ہے اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک شفق احمر کے غائب ہونے تک رہتی ہے۔

شفق احمر۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ایک سرخی سی افق پر چھا جاتی ہے۔ یہ سرخی جب افق سے غائب ہو جائے تو کہتے ہیں کہ شفق احمر غائب ہو گیا۔

شفق ابیض۔ سرخی جب افق سے غائب ہو جائے تو اس کے بعد افق پر سفیدی پھیل جاتی ہے۔ اس کافق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے زیادہ ہوتی ہے۔ جب یہ بھی غائب ہو جائے تو کہتے ہیں کہ شفق ابیض بھی غائب ہو گیا۔

اہرام نماز دشنی۔ اس کافق پر پھیلاؤ اس کی افق سے بلندی سے کم ہوتی ہے۔ یہ بعض موسموں میں بعض علاقوں میں نظر آ سکتی ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَيْفَ كَانَ يُصَلِّيَهَا

باب: نبی اکرم ﷺ کی نماز کا وقت آپ ﷺ کس طرح نماز ادا کرتے تھے؟

397 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو

وَهُوَ ابْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: سَأَلْنَا جَابِرًا عَنْ وَقْتِ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: كَانَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ، وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً، وَالْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ، وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ عَجَلًا، وَإِذَا قَلُّوا آخَرًا، وَالصُّبْحَ يَغْلَسُ

397 - اسناد صحیح۔ وخرجه البخاری (560)، ومسلم (646) من طریق شعبہ، بهذا الاسناد۔ وهو فی "مسند احمد" (14969)،

و"صحیح ابن حبان" (1528)۔

محمد بن عمرو جو حضرت امام حسن علیہ السلام کے پوتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت جابر علیہ السلام سے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے وقت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز دو پہر میں ہی ادا کر لیتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج ابھی چمک دار ہوتا تھا۔ مغرب اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا تھا اور عشاء کی نماز میں جب لوگ زیادہ ہو جاتے تھے تو آپ ﷺ اسے جلدی ادا کر لیتے تھے اور جب لوگوں کی تعداد کم ہوتی تھی تو آپ ﷺ اسے تاخیر سے ادا کرتے تھے اور صبح کی نماز اندھیرے میں ادا کرتے تھے۔

398 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْيَئِثَمِ، عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَيُصَلِّي الْعَصْرَ وَإِنْ أَخَذْنَا لَيَذْهَبَ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ، وَيَزُجُّ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ، وَنَسِيتُ الْمَغْرِبَ، وَكَانَ لَا يُبَايِنُ تَأْخِيرَ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ - قَالَ: ثُمَّ قَالَ: إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ - قَالَ: وَكَانَ يَكُونُ النَّوْمُ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا، وَكَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ وَمَا يُغْرِفُ أَحَدُنَا جَلِيسَهُ الَّذِي كَانَ يَعْرِفُهُ، وَكَانَ يَقْرَأُ فِيهَا مِنَ السِّتِينَ إِلَى الْيَاسَةِ

حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب سورج ڈھل جاتا تھا اور عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے اگر کوئی شخص مدینہ منورہ کے آخری کنارے تک جا کے پھر واپس آ جائے تو سورج ابھی چمکدار ہوتا تھا (راوی کہتے ہیں: مغرب کے بارے میں کیا الفاظ تھے۔ یہ میں بھول گیا ہوں اور آپ ﷺ اس بات کی پروا نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو ایک تہائی رات گزرنے تک مؤخر کر دیں۔

راوی بیان کرتے ہیں: پھر حضرت بزرہ رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ نقل کئے۔ "نصف رات تک (مؤخر کر دیں)"

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند کرتے تھے نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جب ہم میں سے کوئی شخص اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا جس سے وہ واقف ہوتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اس نماز میں ساٹھ سے لے کر ایک سو آیات تک کی تلاوت کرتے تھے۔

بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الظُّهْرِ

باب: ظہر کی نماز کا وقت

399 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، وَمُسَدَّدٌ قَالَا: حَدَّثَنَا عَبَادُ بْنُ عَبَّادٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: كُنْتُ أَصَلِّي الظُّهْرَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُ قُبْضَةً مِنَ الْعَصَى لَتَبْرُدَ فِي كَفِّي أَصْعَاقُ الْجَبْهَةِ أَسْجُدُ عَلَيْهَا لِشِدَّةِ الْحَرِّ - حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں ظہر کی نماز ادا کرتا تھا میں کٹکریاں اپنی منڈی میں لے لیتا تھا تاکہ وہ میری ہتھیلی میں ٹھنڈی ہو جائیں اور پھر میں اپنی پیشانی رکھ دیتا تھا اور ان پر سجدہ کرتا تھا کیونکہ گرمی شدید ہوتی تھی۔

400 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ بْنُ حُنَيْدٍ، عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُذَرِّكِ، عَنِ الْأَسْوَدِ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ: كَانَتْ قَدْرُ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّيْفِ ثَلَاثَةَ أَقْدَامٍ إِلَى خُمْسَةِ أَقْدَامٍ، وَفِي الشِّتَاءِ خُمْسَةُ أَقْدَامٍ إِلَى سَبْعَةِ أَقْدَامٍ.

اسود بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: گرمی کے موسم میں نبی اکرم ﷺ کی نماز کی مقدار تین قدم سے پانچ قدم تک ہوتی تھی اور سردی میں پانچ قدم سے سات قدم تک ہوتی تھی۔

شرح

دونوں موسم میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ سردی کے موسم میں سایہ اصلی زیادہ ہوتا ہے اور گرمی کے موسم میں سایہ اصلی کم ہوتا ہے خصوصاً حرمین میں ورنہ یہ دونوں وقت برابر ہیں یہ حدیث بہر صورت زوال کے بعد ظہر کی نماز کو تاخیر کرنے پر دلالت کرتی ہے قدم سے مراد ہر آدمی کے قدم کا ساتواں حصہ ہے چنانچہ اس اعتبار سے کہ ہر آدمی کے قدم کا طول اس کے سات قدم (یعنی سات پاؤں) کے برابر ہوتا ہے ہر چیز کا طول سات قدم مقرر ہے۔

گرمی میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا بیان

401 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي أَبُو الْحَسَنِ قَالَ: أَبُو دَاوُدَ أَبُو الْحَسَنِ هُوَ مُهَاجِرٌ، قَالَ: سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهَبٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ الظُّهْرَ فَقَالَ: أَبْرِدْ، ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ: أَبْرِدْ - مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا - حَتَّى رَأَيْنَا فِيهِ الثَّلُولَ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ، فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ.

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے مؤذن نے ظہر کے لئے اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈک ہو لینے دو پھر اس نے اذان دینے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھنڈک ہو لینے دو ایسا دو یا شاید تین مرتبہ ہوا یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے تو جب گرمی شدید ہو تو تم نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔

402 - حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَوْهَبٍ الْهَمْدَانِيُّ، وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ الشَّقْفِيُّ، أَنَّ اللَّيْثَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، وَأَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

402 - اسناد صحیح، الليث: هو ابن سعد، وابن شهاب: هو الزهري، واخرجه البخاري (536)، ومسلم (615) (180) و (181)، والترمذي (157)، والسنائي في "الكبرى" (1501)، وابن ماجه (678) من طرق عن الزهري، بهذا الاسناد، ورواية البخاري عن سعيد وحده، واخرجه البخاري (534)، ومسلم (615) (181) و (182) و (183)، وابن ماجه (677) من طرق عن ابی هريرة، وهو في "مسند احمد" (7130) و (7246)، و"صحیح ابن حبان" (1507).

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ، فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ: ابْنُ مَوْهَبٍ: بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب گرمی شدید ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو۔“ یہاں ابن مہدی نامی راوی نے ایک لفظ مختلف نقل کیا ہے۔
(نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:) بے شک گرمی کی شدت جہنم کی تپش کا حصہ ہے۔

403- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَنَاضُ، عَنْ يَسَّابِ بْنِ حَزْبٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، أَنَّ

يَلَّاءَ كَانَ يُوَدِّنُ الظُّهْرَ إِذَا دَخَلَتِ الشَّمْسُ

﴿﴾ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب سورج ڈھل جاتا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان دے دیا

کرتے تھے۔

شرح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ اور صحیح البخاری کی ایک روایت میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت پڑھا کرو (یعنی ابو ہریرہ کی روایت میں تو بالصلوٰۃ کا لفظ آیا ہے اور ابوسعید کی روایت میں بالظہر کا لفظ آیا ہے نیز اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ) کیونکہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے اور (دوزخ کی) آگ نے اپنے رب سے شکایہ عرض کیا کہ میرے پروردگار میرے بعض (شعلے) بعض کو کھائے لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے دوسانس لینے کی اجازت دے دی ہے۔ اب وہ ایک سانس جاڑے میں لیتی ہے اور ایک سانس گرمی میں۔ گرمی میں جس وقت تمہیں زیادہ گرمی معلوم ہوتی ہے اور جاڑے میں جس وقت تمہیں زیادہ سردی معلوم ہوتی ہے (تو اس کا سبب یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک سانس گرمی میں اور ایک سانس سردی میں لیتی ہے)۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم) اور صحیح البخاری کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جس وقت تم گرمی کی شدت محسوس کرتے ہو تو اس کا سبب دوزخ کا گرم سانس ہوتا ہے اور جس وقت تم سردی کی شدت محسوس کرتے ہو تو اس کا سبب دوزخ کا ٹھنڈا سانس ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 557)

پروردگار سے دوزخ کی آگ کی نے یہ شکایت کی کہ میرے بعض (شعلے) بعض کو کھائے لیتے ہیں۔ کنا یہ ہے اجزاء آگ کی کثرت سے اور آپس کے اختلاط سے یعنی آگ کے شعلے اتنے زیادہ ہوتے ہیں اور اس شدت سے بھڑکتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے شعلے کو فنا کر گھاٹ اتار کر اس کی جگہ بھی خود لے لے۔ چنانچہ پروردگار نے اسے سانس لینے کی اجازت دے دی یعنی سانس سے مراد شعلے کو دبانے اور اس کا دوزخ سے باہر نکلنا ہے۔ جس طرح کہ جامدات سانس لیتا ہے تو ہوا باہر نکلتی ہے۔ بہر حال ایسے وقت باوجود یہ کہ مشقت بہت ہوتی ہے نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ویسے سخت وقت میں جب کہ گرمی اپنی شدت پر ہوتی ہے دل و دماغ تپش کی وجہ سے بے چین ہوتے ہیں نیز خشوع اور سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوتا جو نماز کی روح ہیں۔ اس موقع پر عقلی طور پر چند اشکال پیدا ہوتے ہیں ان کی وضاحت کر دینی ضروری ہے۔

پہلا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ گرمی اور سردی کی شدت زمین کی حرکت، عرض البلد اور آفتاب کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے یہاں یہ کیسے کہا گیا کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے؟ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ یہاں دوزخ کی بھاپ کو گرمی کی شدت کا سبب بتایا گیا ہے نہ کہ اصل گرمی کا۔ اس پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ گرمی اور سردی کی شدت بھی آفتاب کے قرب و بعد کی بناء پر ہوتی ہے کیونکہ اس کے باوجود ہو سکتا ہے کہ دوزخ کا سانس اس میں مزید شدت پیدا کرتا ہو لہذا اس کا انکار مخبر صادق کی خبر کے ہوتے ہوئے طریقہ اسلام کے منافی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اتنی بات تو بڑے ہے کہ زمین میں حرارت کی علت سورج کا مقابلہ اور اس کی شعاعیں پڑتا ہے اور یہ کہیں ثابت نہیں ہوا ہے کہ سورج دوزخ نہیں ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ ہمارے نظام کی دوزخ یہی ہو جسے ہم سورج کہتے ہیں کیونکہ سورج میں تاریت کا تموج اور اشتعال اس قدر ہے کہ دوزخ کی تمام صفات اس پر منطبق ہوتی ہیں اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ سورج دوزخ نہیں ہے تو یہ بالکل بعید اور ناممکن نہیں ہے کہ دوزخ علیحدہ ہو اور اس کی گرمی کا اثر زمین پر پڑتا ہو۔

دوسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ نے شکایت کیسے کی کیونکہ دوزخ بے زبان ہے اور بے زبان اظہار مدعا کیسے کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح زبان کے لئے تلفظ ضروری نہیں ہے اسی طرح تلفظ کے لئے زبان بھی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر جانوروں کی زبان ہوتی ہے مگر وہ تلفظ نہیں کرتے ایسے ہی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے زبان نہیں ہوتی مگر وہ بات کرتی ہیں۔ لہذا یہ اشکال پیدا کرنا کہ بغیر زبان کے بات کرنا ناممکن ہے کم فہمی کی بات ہے۔

کیونکہ اگر کوئی یہ پوچھنے بیٹھ جائے کہ زبان سے بات کیوں کی جاتی ہے اس سے سننے کا کام کیوں نہیں لیا جاتا؟ آنکھ سے دیکھتے اور کان سے سنتے کیوں ہواں سے بات کیوں نہیں کرتے جب کہ یہ سب اعضاء بظاہر ایک ہی مادہ سے بنتے ہیں جو نطفہ ہے تو ہر ایک قوت کی تخصیص کی وجہ ایک خاص چیز سے کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہی دیا جائے گا کہ یہ صالح مطلق کی قدرت ہے کہ بولنا زبان سے مختص کیا، دیکھنا آنکھ سے اور سننا کان سے ورنہ یہ سب اعضاء گوشت کا ایک حصہ ہونے میں برابر ہیں۔ ٹھیک اسی طرح یہاں بھی یہی کہا جائے گا کہ کیا صالح مطلق کی یہ قدرت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی ایک مخلوق کو گویائی کی قوت دے دے اور جب کہ علماء کی ایک جماعت تو یہ بھی کہتی ہے کہ اجرام فلکیہ میں نفوس ہیں اور ان میں احساس و ادراک کی قوت ہے تو اس صورت میں بولنا بعید ہے؟۔ تیسرا اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوزخ جاندار نہیں ہے وہ سانس کیسے لیتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوزخ میں نفس ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور جب مذکورہ بالا بحث کی رو سے اس سے تکلم ثابت ہو سکتا ہے تو سانس لینے میں کیا اشکال باقی رہ جائے گا!۔ چوتھا اشکال یہ ہے کہ آگ کے ٹھنڈا سانس لینے کے کیا معنی؟۔

اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ آگ سے مراد اس کی جگہ یعنی دوزخ ہے اور اس میں ایک طبقہ زمہریر بھی ہے۔ پانچواں اشکال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کے مفہوم کے مطابق تو یہ چاہئے تھا کہ سخت سردی کے موسم میں فجر کو بھی تاخیر سے پڑھنے کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سردی میں صبح کو سورج نکلتے تک اسی شدت کے ساتھ رہتی ہے اگر طلوع آفتاب تک نماز میں تاخیر کی جاتی ہے تو وہاں سرے سے وقت ہی جاتا رہتا۔ بہر حال۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود صحابہ بھی گرمی کے موسم میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے۔

چنانچہ صحیح البخاری کی ایک روایت میں منقول ہے کہ صحابہ ظہر کی نماز (تاخیر سے) ٹھنڈا کر کے پڑھتے تھے یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے زمین پر پڑنے لگتے تھے۔ اور یہ سب ہی جانتے ہیں کہ ٹیلے چونکہ پھلے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ان کے سائے زمین پر بہت دیر کے بعد پڑتے ہیں بخلاف دراز چیزوں مثلاً مینار وغیرہ کے ان کے سائے جلد ہی پڑنے لگتے ہیں۔ بعض روایتوں میں منقول ہے کہ صحابہ ظہر کی نماز کے لئے دیواروں کے سائے میں ہو کر جاتے تھے۔ اور دیواروں کے بارے میں تحقیق ہو چکی ہے کہ اس وقت دیواریں عام طور پر سات سات گز کی ہوتی تھیں۔ لہذا ان کے سائے میں چلنا اس وقت کارآمد ہوتا ہوگا جب کہ سورج کافی نیچے ہوتا ہو۔ بعض حضرات نے تاخیر کی حد آدھا وقت مقرر کی ہے یعنی کچھ علماء یہ فرماتے ہیں کہ گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز آدھے وقت تک مؤخر کر کے پڑھنی چاہئے۔

بعض شوافع حضرات حدیث سے ثابت شدہ ابراد (یعنی نماز کو ٹھنڈا کر کے) کا محمول وقت زوال کو بتاتے ہیں یعنی ان کا کہنا یہ ہے کہ اس ابراد کا مقصد نماز ظہر میں اتنی تاخیر نہیں ہے جو حنفیہ بتاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت استواء کی شدید گرمی سے بچنے کے لئے زوال کی وقت ظہر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ ان حضرات کی یہ تاویل نہ صرف یہ کہ بعید از مفہوم ہے بلکہ خلاف مشاہدہ بھی ہے کیونکہ وقت استواء کے مقابلہ میں زوال کے وقت گرمی کی شدت میں کمی آ جانے کا خیال تجربہ و مشاہدہ ہے۔ ہدایہ میں مذکور ہے کہ جن شہروں میں گرمی کی شدت آفتاب کے ایک مثل سایہ پہنچنے کے وقت ہوتی ہے وہاں تو ابراد کا مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ نماز ایک مثل سایہ ہونے کے بعد پڑھی جائے۔

الحاصل۔ ظہر کی نماز کو ابراد میں یعنی ٹھنڈا کر کے پڑھنے کے بارے میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہیں جن سے متفقہ طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈا کر کے پڑھنا ہی افضل و اولیٰ ہے۔ جہاں تک حدیث جناب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے جس میں مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے گرمی کے موسم میں دوپہر کی شدت کے بارے میں شکایت کی تو آپ ﷺ نے ہماری درخواست قبول نہیں کی۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز کو پورے وقت تک مؤخر کرنے کی درخواست کی تھی اس لئے آپ ﷺ نے اسے قبول نہیں فرمائی کہ اگر اتنی تاخیر کی جائے گی تو نماز کا وقت بھی نکل جائے گا۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراد رخصت ہے اور وہ بھی سب کے لئے نہیں بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو جماعت کے لئے مسجدوں میں جانے کے لئے مشقت و محنت کا سامنا کرتے ہیں۔ جو لوگ تنہا نماز پڑھتے ہوں یا اپنے پڑوس و محلہ کی مسجد میں نماز کے لئے آتے ہوں ان کے لئے میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے کہ وہ اول وقت سے تاخیر نہ کریں، یہ قول ظاہر حدیث کے خلاف ہے اس لئے اس کی اتباع نہیں کی جاسکتی۔

حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث نقل کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں بھی باوجود یہ کہ سب یکجا رہتے تھے ابراء کا حکم فرمایا کرتے تھے، نیز امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے ظہر کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کے لئے کہتا ہے اس مسلک کی اتباع سنت کی وجہ سے اولیٰ و افضل ہے۔

بَابُ فِي وَقْتِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب: عصر کی نماز کا وقت

404 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيَظَاءُ مُزْتَفِعَةً حَيْثُ وَيَذْهَبُ الذَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي وَالشَّمْسُ مُزْتَفِعَةٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ادا کرتے تھے جب کہ سورج ابھی روشن بلند اور چمکدار ہوتا تھا۔ (یہ نماز ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص مدینہ منورہ کے بالائی علاقے تک چلا جاتا تو سورج پھر بھی بلندی پر ہوتا تھا۔

405 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ: وَالْعَوَالِي عَلَى مِيلَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةِ قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: أَوْ أَرْبَعَةٍ

زہری بیان کرتے ہیں: مدینہ منورہ کا بالائی علاقہ دو یا شاید تین میل کے فاصلے پر تھا (راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے یہ چار میل کے فاصلے پر تھا۔)

406 - حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ خَيْثَمَةَ قَالَ: حَيَاتُهَا أَنْ تَجِدَ حَرَّهَا

خیثمہ بیان کرتے ہیں: (حدیث کے الفاظ میں مذکور) ”سورج کے زندہ ہونے“ سے مراد یہ ہے کہ آپ اس کی گرمی محسوس کر سکتے تھے۔

407 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: عُرُوءَةٌ، وَلَقَدْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ

عروہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ بات بتائی کہ نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز اس وقت ادا کرتے تھے جبکہ سورج (یعنی دھوپ) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آگن میں موجود ہوتی تھی اور ابھی اوپر نہ چڑھی ہوتی تھی۔

408 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَلِيٍّ بْنِ شَيْبَانَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيَظَاءَ نَقِيَّةً

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ آئے نبی اکرم ﷺ

عمر کی نماز کو اتنی دیر تک مؤخر کرتے تھے جب تک سورج روشن اور صاف ہوتا تھا۔

409 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا بْنُ أَبِي زَائِدَةَ. وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ. عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْبٍ. عَنْ عُبَيْدَةَ. عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ: حَبَسُونَا عَنْ صَلَاةِ الْوُسْطَى صَلَاةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللَّهُ بُيُوتَهُمْ وَقُبُورَهُمْ نَارًا

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: غزوہ خندق کے دن نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان (مشرکین) نے ہمیں درمیانی نماز ادا نہیں کرنے دی جو عمر کی نماز ہے اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔“

410 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ. عَنْ مَالِكٍ. عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ. عَنِ الْقَعْقَاعِ بْنِ حَكِيمٍ. عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهُ قَالَ: أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مَضْحَفًا وَقَالَتْ: إِذَا بَلَغْتَ بِهَذِهِ الْآيَةِ فَأَذِنِّي: (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238). فَلَمَّا بَلَغْتُهَا أَذْنَتْهَا. فَأَمَلْتُ عَلَى حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى. وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ. ثُمَّ قَالَتْ عَائِشَةُ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابو یونس جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ ہدایت کی کہ میں ان کے لئے قرآن پاک تحریر کروں انہوں نے فرمایا: جب تم اس آیت پر پہنچو تو مجھے بتا دینا۔
”نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔“

جب میں اس آیت تک پہنچا اور میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں اطلاع دی تو انہوں نے مجھے یہ الفاظ اطاعت کروائے۔

”نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی جو عمر کی نماز ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ کھڑے رہو۔“
پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات بیان کی یہ الفاظ میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنے ہیں۔

411 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ أَبِي حَكِيمٍ قَالَ: سَمِعْتُ الزُّبَيْرَ قَانَ يُحَدِّثُ. عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ. عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالنَّهْجِ جَرَّةً. وَلَمْ يَكُنْ يُصَلِّي صَلَاةً أَشَدَّ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا. فَتَزَلْتُ (حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى) (البقرة: 238). وَقَالَ: إِنَّ قَبْلَهَا

409 - اسنادہ صحیح. عبیدہ: هو ابن عمرو السلمانی. واحرجہ البخاری (2931)، ومسلم (627) (202)، و (203)، والترمذی (3226)، والسنائی لمی "الکبری" (357) من طریقین عن عبیدة السلمانی، بهذا الاسناد. واحرجہ مسلم (627) (204) و (205)، و ابن ماجه (684) من طرق عن علی. وهو فی "مسند احمد" (591) و (617).

صَلَاتَيْنِ، وَبَعْدَهَا صَلَاتَيْنِ

﴿﴾ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز دوپہر کے وقت ادا کر لیتے تھے نبی اکرم ﷺ ایسی کوئی نماز ادا نہیں کرتے تھے جو آپ کے اصحاب کے لئے اس سے زیادہ مشکل کا باعث ہو تو یہ آیت نازل ہوئی: "نمازوں کی حفاظت کرو اور درمیانی نماز کی۔"

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس (ظہر کی نماز سے) پہلے بھی دو نمازیں ہوتی ہیں اور اس کے بعد بھی دو نمازیں ہوتی ہیں۔

412- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ، حَدَّثَنِ ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْعَصْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ، وَمَنْ أَذْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَذْرَكَ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "جو شخص سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالے۔ اس نے (عصر کی نماز کو) پالیا اور جو شخص سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالے اس نے (فجر کی نماز کو) پالیا۔"

413- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى النَّسِ بْنِ مَالِكٍ بَعْدَ الظُّهْرِ، فَقَامَ يُصَلِّيُ الْعَصْرَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ ذَكَّرَنَا تَعْجِيلَ الصَّلَاةِ أَوْ ذِكْرَهَا، فَقَالَ: سَبَّحْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَلِكُ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، يَلِكُ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ، يَلِكُ صَلَاةُ الْمُنَافِقِينَ يَجْلِسُ أَحَدُهُمْ حَقًّا إِذَا اصْفَرَّتِ الشَّمْسُ فَكَانَتْ بَيْنَ قُرْنَيْ شَيْطَانٍ، أَوْ عَلَى قُرْنَيْ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا يَذْكُرُ اللَّهُ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا

﴿﴾ علاء بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ظہر کے بعد حاضر ہوئے تو وہ کھڑے ہوئے عصر کی نماز ادا کر رہے تھے جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ہم نے نماز جلدی ادا کرنے کا ذکر کیا یا شاید خود انہوں نے اس بات کا تذکرہ کیا تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"یہ منافقین کی نماز ہے یہ منافقین کی نماز ہے ان میں سے کوئی ایک شخص بیٹھا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج زرد ہو جاتا ہے اور وہ شیطان کے دو سیٹگوں کے درمیان (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) شیطان کے دو سیٹگوں پر بیٹھا

413- اسنادہ صحیح، القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وهو في "موطأ مالك" 1/ 220 وأخرجه مسلم (622)، والترمذي (160)، والسنائي في "الکبرى" (1509) من طريق اسماعيل بن جعفر عن العلاء بن عبد الرحمن، عن انس، وهو في "مسند احمد" (11999) و"صحيح ابن حبان" (259-263).

جاتا ہے تو وہ شخص آٹھ کر چار مرتبہ ٹھونگے مارتا ہے اور وہ اس نماز میں اللہ تعالیٰ کا تمہارا سا ذکر کرتا ہے۔

شرح

ٹھونگیں مارنے کا مطلب یہ ہے وہ بغیر طہانیت و سکون کے اس طرح جلدی جلدی سجدے کرتا ہے جیسے جالوردانہ چمکتا ہے عصر کی نماز میں سجدے آٹھ ہوتے ہیں مگر یہاں چار اس لئے فرمائے ہیں کہ جب اس نے پہلا سجدہ کر کے اچھی طرح سر نہیں اٹھایا تو گویا دونوں سجدے ایک سجدہ کے حکم میں آگئے یا دونوں سجدوں کو ایک ہی رکن مانتے (سمجھتے) ہوئے بجائے آٹھ کے چار کا ذکر فرمایا ہے۔ یہاں صرف عصر کی نماز کا ذکر کیا گیا ہے دوسری نمازوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز وسطیٰ ہے اور یوں تو سب ہی نمازوں میں ارکان و آداب کا لحاظ نہ کرنا بری بات ہے مگر دوسری نمازوں کی یہ نسبت اس نماز کو دل جمعی اور سکون خاطر کے ساتھ نہ پڑھنا اور اس کے ارکان و آداب کا لحاظ نہ کرنا بہت ہی بری بات ہے۔ جس آدمی نے عصر کی نماز کو سورج کے زرد ہونے تک موخر کیا تو اس نے اپنے آپ کو منافقین کے مشابہ ظاہر کیا کیونکہ منافق نماز کی صحت و تکمیل کا کوئی خیال نہیں کرتا وہ تو صرف ظاہری طور پر مسلمان بن کر گوارے بچنے کے لئے نماز پڑھتا ہے اور اسے نماز میں اتنی زیادہ تاخیر کی قطعاً پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ اسے اجر و ثواب کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ لہذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ منافقین کی عملاً و فعلاً مخالفت کرتے ہوئے عصر کی نماز کو وقت مختار میں پڑھ لیا کریں۔

414 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الَّذِي تَفُوتُهُ صَلَاةُ الْعَصْرِ، فَكَأَنَّمَا وَتَرَ آتِلَهُ وَمَائِهِ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: أُوْتِرَ وَاخْتَلِفَ عَلَى أَيُّوبَ فِيهِ، وَقَالَ الزُّهْرِيُّ: عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَتِرَ، ۞ ۞ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”جس شخص کی عصر کی نماز فوت ہو جائے گویا اس کے اہل خانہ اور مال برباد ہو گئے۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عبید اللہ بن عمر نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”اور“ اس لفظ میں ایوب پر اختلاف کیا گیا ہے زہری نے سالم کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے یہ لفظ نقل کیا ہے ”وتر“ (یعنی وہ چھین لیا گیا)۔

415 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو يَعْنِي الْأَوْزَاعِيَّ: وَذَلِكَ أَنَّ تَرَى مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الشَّمْسِ صَفَوَاءَ ۞ ۞ ابو عمرو یعنی امام اوزاعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے زمین پر موجود چیزیں دھوپ کی وجہ سے زرد نظر آنے لگیں۔

اوقات ممنوعہ میں نماز کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ صناحی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا ”جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اسکے ساتھ

شیطان کا سینک ہوتا ہے پھر جب وہ بلند ہو جاتا ہے تو وہ الگ ہو جاتا ہے پھر جب دوپہر ہوتی ہے تو شیطان آفتاب کے قریب آ جاتا ہے اور جب آفتاب غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو شیطان اس کے قریب آ جاتا ہے اور جب آفتاب غائب (یعنی غروب) ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے جدا ہو جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں (یعنی آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت اور ٹھیک دوپہر کے وقت) نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

(مالک، مسند احمد بن حنبل، سنن نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1013)

رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے نماز خواہ حقیقہ ہو یا حکماً جیسے نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے باوجود اس کے کہ یہ روایت خود نقل کی ہے مگر وہ ٹھیک دوپہر کے وقت نماز کے ترمیم ہونے کے قائل نہیں ہیں بلکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ "ہم نے اہل فضل کو دیکھا ہے کہ وہ کوشش کرتے تھے اور دوپہر میں نماز ادا کرتے تھے۔"

حنفیہ کے مسلک میں یہ بھی فرض اور نفل دونوں کو شامل ہے چنانچہ پہلے تینوں اوقات یعنی طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور استواء کے وقت نماز جائز نہیں ہے خواہ ادا ہو یا قضا البتہ اسی دن کی عصر کی نماز جائز ہے اسی طرح نہ جنازہ کی نماز جائز ہے اور نہ تلاوت کا سجدہ جائز ہے ہاں اس جنازے کی نماز جائز ہوگی جو انہیں اوقات میں پڑھا گیا ہو اسی طرح وہ سجدہ تلاوت جائز ہوگا جب آیت سجدہ انہیں اوقات میں پڑھی گئی ہو۔ تاہم ان اوقات سے مؤخر کرنا اولیٰ ہوگا۔

نماز جنازہ سجدہ تلاوت اور قضا نماز فجر کے پورے وقت میں اور عصر کی نماز کے بعد بھی جائز ہے نفل نماز ان اوقات میں بھی مکروہ ہے اگر کوئی آدمی ان اوقات میں نفل نماز شروع کر دے گا وہ لازم ہو جائے گی یعنی اس وقت سے اسے نماز توڑ دینی چاہیے اور پھر وقت مکروہ کے نکل جانے کے بعد اس کی قضا پڑھنی چاہیے اور اگر کوئی آدمی نماز توڑے نہیں بلکہ اسی وقت پوری کرے تو وہ اس سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے مگر نماز توڑ دینا ہی افضل ہے۔

حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک ان اوقات میں قضا نماز اور اس جنازے کی نماز جو اسی وقت لایا گیا ہو جائز ہے نیز تحیۃ المسجد کی نماز پڑھنی بھی جائز ہے اگر اتفاق سے مسجد میں داخل ہو جائے اور اگر کوئی آدمی قصد التحیۃ المسجد کی نماز پڑھنے کی خاطر مسجد میں ان اوقات میں آئے یا قضا نماز میں تاخیر اس مقصد سے کرے کہ انہیں اوقات میں پڑھے تو اس صورت میں جائز نہیں کیونکہ ان اوقات میں قصد ایہ نمازیں پڑھنا حدیث کے بموجب ممنوع ہے اسی طرح ان کے نزدیک ان اوقات میں کسوف کی نماز وضو کے بعد کی دو رکعت نماز اور احرام و طواف کی دو رکعت نماز نیز سجدہ تلاوت جس کی آیت انہیں اوقات میں پڑھی جائے جائز ہے۔

ان اوقات میں نماز پڑھنے کی کراہت حنفیہ کے نزدیک ہر وقت اور ہر جگہ ہے لیکن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان علماء کے نزدیک جو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہیں جمعہ کے روز استواء یعنی نصف النہار کے وقت نماز جائز ہے نیز ان اوقات میں مکہ معظمہ میں بھی جائز ہے۔

اتنی بات سمجھ لیجئے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس سلسلے میں احوط (یعنی احتیاط پسندی پر مبنی) ہے

کیونکہ جب کسی چیز کے بارے میں مباح اور حرام دونوں کے دلائل متعارض ہوں تو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جاتی ہے۔

بَابُ فِي وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی نماز کا وقت

416 - حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَيْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ نَزِمِي فَيَزِي أَحَدُنَا مَوْضِعَ نَبِيلِهِ ﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں مغرب کی نماز ادا کر لیتے تھے اور پھر ہم تیر پھیلتے تھے تو کوئی شخص اپنے خیر کے کرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا تھا (یعنی ابھی اتنی روشنی باقی ہوتی تھی)

417 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ، عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عِيْنٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ سَاعَةَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ إِذَا غَابَ حَاجِبُهَا ﴿﴾ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مغرب کی نماز اسی وقت ادا کر لیتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا تھا اس کی ٹکلیا غائب ہو جاتی تھی۔

418 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمَرَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ، عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو أَيُّوبَ غَارِيًّا وَعُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ يَوْمَئِذٍ عَلَى مِصْرَ فَأَخَّرَ الْمَغْرِبَ فَقَامَ إِلَيْهِ أَبُو أَيُّوبَ، فَقَالَ: لَهُ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ يَا عُقْبَةُ، فَقَالَ: شَيْئَانَا، قَالَ: أَمَا سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا تَزَالُ أُمَّتِي بِخَيْرٍ - أَوْ قَالَ: عَلَى الْفِطْرَةِ - مَا لَمْ يُؤَخَّرُوا الْمَغْرِبَ إِلَى أَنْ تَشْتَبِكَ النُّجُومُ ﴿﴾ مرثد بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ جنگ میں شرکت کے لئے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ ان دنوں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز تاخیر سے ادا کی۔ تو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور بولے: اے عقبہ! یہ کون سی نماز ہے؟ عقبہ نے کہا: ہم معروف تھے (اس لئے تاخیر ہو گئی) تو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

”میری امت اس وقت تک بھلائی پر گامزن رہے گی۔ (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) فطرت پر گامزن رہے گی جب تک وہ مغرب کی نماز کو اتنی تاخیر سے ادا نہیں کریں گے کہ ستارے نکل آئیں۔“

بَابُ فِي وَقْتِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ

باب: عشاء کی نماز کا وقت

419 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ بَشِيرِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ

سَالِمٍ. عَنِ الثَّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ. قَالَ: أَنَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِوَقْتِ هَذِهِ الصَّلَاةِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِهَا لِسُقُوطِ الْقَمَرِ لِثَالِثَةِ

حضرت ثعمان بن بشیرؓ نے فرمایا: میں اس نماز یعنی عشاء کی نماز کے وقت کے بارے میں زیادہ علم رکھتا ہوں۔ نبی اکرم ﷺ اس نماز کو اس وقت ادا کرتے تھے جب تیسری رات کا چاند غروب ہو جاتا تھا۔

420 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: مَكُنَّا ذَاتَ لَيْلَةٍ نَنْتَظِرُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِصَّلَاةِ الْعِشَاءِ فَخَرَجَ إِلَيْنَا حِينَ ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ أَوْ بَعْدَهُ فَلَا نَدْرِي أَشَيْءٌ شَغَلَهُ أَمْ غَيْرُ ذَلِكَ، فَقَالَ: حِينَ خَرَجَ أَتَيْنَاكَ هَذِهِ الصَّلَاةُ لَوْلَا أَنْ تَشْقُلَ عَلَى أُمَّتِي لَصَلَّيْتُ بِهِمْ هَذِهِ السَّاعَةَ، ثُمَّ أَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَأَقَامَ الصَّلَاةَ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: ایک رات ہم نبی اکرم ﷺ کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کرتے رہے نبی اکرم ﷺ ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد یا شاید اس کے بھی بعد تشریف لائے ہمیں نہیں معلوم کہ آپ ﷺ کو کوئی مصروفیت تھی یا اس کی وجہ کچھ اور تھی۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگ اس نماز کا انتظار کر رہے ہو اگر یہ بات میری امت کے لئے مشکل کا باعث نہ ہوتی تو میں ان لوگوں کو اس وقت میں (یہ نماز) پڑھاتا پھر آپ ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے نماز کے لئے اقامت کہی۔

421 - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عُثْمَانَ الْجَنْعِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا حَرِيزٌ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ حُمَيْدٍ السَّكُونِيِّ، أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ، يَقُولُ: أَبْقَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْعَتَمَةِ فَأَخَّرَ حَتَّى ظَنَّ الظَّانُّ أَنَّهُ لَيْسَ بِخَارِجٍ وَالْقَائِلُ مِنَّا يَقُولُ: صَلَّى، فَإِنَّا لَكَذَلِكَ حَتَّى خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا لَهُ كَمَا قَالُوا، فَقَالَ لَهُمْ: اعْتَمُوا بِهَذِهِ الصَّلَاةِ، فَإِنَّكُمْ قَدْ فَضَلْتُمْ بِهَا عَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ، وَلَمْ تُصَلِّهَا أُمَّةٌ قَبْلَكُمْ

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم عشاء کی نماز کے لئے نبی اکرم ﷺ کا انتظار کرتے رہے۔ آپ ﷺ نے اتنی تاخیر کر دی کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ آپ ﷺ تشریف نہیں لائیں گے۔ ہم میں سے کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ شاید نماز ادا کر چکے ہیں ابھی ہم اسی صورت حال میں تھے کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو لوگوں نے آپ ﷺ کے سامنے وہ بات ذکر کی جو وہ گفتگو پہلے کر رہے تھے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس نماز کو اندھیرے میں ادا کرو کیونکہ اس نماز کے ذریعے تمہیں دیگر تمام امتوں پر فضیلت عطا کی گئی ہے تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز ادا نہیں کی۔

421- اسنادہ صحیح، حریر: هو ابن عثمان الرحبی، واخرجه ابن ابی شیبہ/3311 و/4392-440، واحمد (22066) و (22067)، والشاشی فی "مسندہ" (1369) و (1370)، والطبرانی (239)20، وایزہیم فی "الحلیہ" 1389، والبیہقی 4511 من طرق عن حریر بن عثمان، بهذا الاسناد، واخرجه الطبرانی (240)20.

422- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُبَارَكِ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي نَضْرَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعَتَمَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى مَضَى نَحْوُ مِثْرَيْنِ اللَّيْلِ فَقَالَ: خُذُوا مَقَاعِدَكُمْ فَأَخَذْنَا مَقَاعِدَنَا فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا وَآخَذُوا مَضَاجِعَهُمْ وَأَنْتُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا انْتَهَزْتُمْ الصَّلَاةَ وَلَوْلَا هَئِذَا الضَّعِيفُ وَسَقَمُ السَّقِيمِ لَأَخَذْتُ هَذِهِ الصَّلَاةَ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کرنا تھی لیکن آپ ﷺ تشریف نہیں لائے۔ یہاں تک کہ تقریباً نصف رات گزر گئی (پھر آپ ﷺ تشریف لائے) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اپنی جگہوں پر بیٹھے رہو تو ہم اپنی جگہوں پر بیٹھے رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور وہ اپنے بستروں میں چلے گئے ہیں تم لوگ جب سے نماز کا انتظار کر رہے ہو مسلسل نماز کی حالت میں شمار ہوئے ہو اگر کمزور کی کمزوری اور بیمار کی بیماری کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو نصف رات تک مؤخر کرتا۔

بَابُ فِي وَقْتِ الصُّبْحِ

باب: صبح کی نماز کا وقت

423- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفَ إِلَى نِسَاءٍ مُتَلَفِعَاتٍ بِرُؤُوسِهِنَّ مَا يُغْرِفْنَ مِنَ الْغَلَسِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز ادا کر لیتے تھے تو عورتیں اپنی چادر لپیٹ کر واپس چلی جاتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے انہیں پہچانا نہیں جاسکتا تھا۔

424- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَصْبَحُوا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهُ أَكْثَرُ لَكُمْ أَجْرًا أَوْ أَكْثَرُ لَكُمْ أَجْرًا

﴿﴾ حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "صبح صادق ہونے پر صبح کی نماز کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے۔" (یہاں ایک لفظ راوی نے مختلف ذکر کیا ہے)۔

423- اسنادہ صحیح، القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وهو في "موطأ مالك" 51/، ومن طريقه أخرجه البخاري (867)، ومسلم (645) (232)، والترمذي (153)، والنسائي في "الكبرى" (1540)، وأخرجه بنحوه البخاري (372)، ومسلم (645) (230) و (231)، والنسائي في "الكبرى" (1287) و (1539)، وابن ماجه (669) من طريق عروة بن الزبير، والبخاري (874) من طريق القاسم بن محمد، كلاهما عن عائشة.

تاخیر مستحب کا فقہی مفہوم

علامہ ابن نجیم مصری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ تاخیر کا معنی یہ ہے کہ وقت کے دو حصوں میں تقسیم کیا جائے اور اول نصف کو چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں تو اسے تاخیر کہا جائے گا۔ (المحرر المکمل کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ المجمع السعید کیمینی کراچی)

فجر کی نماز کو اسفار یا جلدی پڑھنے کے استحباب پر مذاہب اربعہ

حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کیونکہ اجالے میں نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے اور سنن نسائی کی روایت میں یہ الفاظ (لأنه اعظم للاجر) (یعنی اجالے میں نماز پڑھنے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے)۔ نہیں ہیں۔ (جامع ترمذی، ابوداؤد، دارمی، سنن نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 579)

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی نماز اسفار (اجالے) میں شروع کرنی چاہئے چنانچہ حنفیہ کا ظاہری مسلک یہی ہے کہ فجر کی نماز کی ابتداء و اختتام دونوں ہی اسفار میں ہوں۔

مگر حضرت امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جو حنفی مسلک کے ایک جلیل القدر امام ہیں، فرماتے ہیں کہ ابتداء تو غلغل (اندھیرے) میں ہونی چاہئے اور اختتام اسفار میں، اور اس کا طریقہ یہ ہو کہ قرائت اتنی طویل کی جائے کہ پڑھتے پڑھتے اجالا پھیل جائے۔ چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ تاویل اولیٰ اور احسن ہے کیونکہ اس طرح ان تمام احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے جن میں سے بعض تو غلغل میں نماز پڑھنے پر دلالت کرتی ہیں اور بعض سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسفار میں نماز پڑھنا افضل ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

اکثر اہل علم صحابہ و تابعین میں سے کہتے ہیں کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھی جائے اور یہی قول ہے سفیان ثوری کا، امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ اسفار کا معنی یہ ہے کہ فجر واضح ہو جائے اور اس میں شک نہ رہے اس میں اسفار کے معنی یہ نہیں ہے کہ دیر سے نماز پڑھی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 148)

اگرچہ امام ترمذی کہہ رہے ہیں کہ اسفار کا معنی دیر نہیں ہے۔ لیکن اسفار کا معنی فجر کا خوب روشن ہونا ہے اور ظاہر ہے وہ روشنی دیر سے ہوتی ہے۔ عجلت سے نہیں ہوگی۔ یہی احناف کا موقف ہے۔ (رضوی غنی عنہ)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو عورتیں واپس آتیں عورتیں اپنی چادروں میں لپیٹی ہوئی گزرتی تھیں اور اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں قتیبہ نے کہا ہے (مُتَلَفَّات) کئی جگہ (مُتَلَفَّات) اس باب میں حضرت عمر انس اور قیلہ بنت مخرمہ سے بھی روایات مذکور ہیں امام ابو یوسف فرماتے ہیں حدیث عائشہ حسن صحیح ہے۔

اور اس کو کئی صحابہ نے اختیار کیا ہے جن میں ابوبکر عمر اور تابعین میں سے اہل علم شامل ہیں اور یہی قول ہے امام شافعی اور احمد اور

اسحاق کو وہ کہتے ہیں کہ فجر کی نماز تارکی میں پڑھنا مستحب ہے۔ (جامع ترمذی جلد اول حدیث نمبر ۱۹۷)
 امام اعظم کے نزدیک نماز مغرب ہمیشہ اور نماز عصر سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے کہ وقت داخل ہوتے ہی نماز شروع
 کر دی جائے ان دو کے سوا باقی تمام نمازیں کچھ دیر سے پڑھنا مستحب ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک نماز جلدی پڑھنے کے معنی یہ
 ہیں کہ وقت شروع ہوتے ہی نماز پڑھ لی جائے ویرنگا لگی جائے، بعض آخر کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ نماز کا وقت آتے ہی پڑھ
 لی جائے مگر نماز عشاء میں تمہا کی رات تک دیر لگانا سب کے نزدیک مستحب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عشاء کی تاخیر اور مغرب میں دیر
 یونہی سردیوں میں عصر کی جلدی پر سب متفق ہیں باقی نمازوں میں اختلاف ہے۔

فجر کی نماز کا مستحب وقت

جب اُجالا ہو جائے اور اتنا وقت ہو کہ قرأت مستحب کے ساتھ سنت کے موافق اچھی طرح نماز ادا کی جائے اور پھر نماز سے
 فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ سورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنت کے موافق نماز پڑھی جاسکتی ہو تو ایسے وقت نماز پڑھنا
 مستحب و افضل ہے اور یہ حکم ہر زمانے میں ہے لیکن قربانی کے دن حج کرنے والوں کے لئے مزدقہ میں اول وقت فجر کی نماز پڑھنا
 افضل ہے۔

عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں
 اور جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

بَابُ فِي الْمَحَافَظَةِ عَلَى وَقْتِ الصَّلَوَاتِ

باب: نمازوں کو باقاعدگی سے ادا کرنا

425 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ النَّوَاسِيُّ. حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ هَارُونَ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ
 مُطَرِّفٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِيِّ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ
 أَنَّ الْوُثْرَ وَاجِبٌ، فَقَالَ: عِبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ كَذَبَ أَبُو مُحَمَّدٍ أَشْهَدُ أَنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللَّهُ تَعَالَى مِنْ أَحْسَنَ وَضُوءٍ بَيْنَ وَصَلَاتَيْنِ لَوْ قَسَمْتَهُنَّ
 وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللَّهِ عَهْدٌ أَنْ يَغْفِرَ لَهُ، وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللَّهِ
 عَهْدٌ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ

عبد اللہ صامی کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے یہ کہا ابو محمد اس بات کے قائل ہیں: وتر واجب ہیں تو
 حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہا: ابو محمد نے غلط کہا ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد
 فرماتے ہوئے سنا ہے:

”پانچ نمازیں ہیں“ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے جو شخص ان کے لئے اچھی طرح وضو کر کے انہیں ان کے

وقت میں ادا کرے ان کے رکوع اور خشوع کو مکمل کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمے یہ بات لازم ہے کہ وہ اس کی مغفرت کر دے اور جو ایسا نہیں کرے گا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمے کوئی بات لازم نہیں ہوگی اگر وہ چاہے گا تو اس کی مغفرت کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔

426- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُرَاعِيُّ. وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ. قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَنَامٍ. عَنْ بَعْضِ أُمَّهَاتِهِ. عَنْ أُمِّ فَرْوَةَ. قَالَتْ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقْتِهَا. قَالَ: الْخُرَاعِيُّ فِي حَدِيثِهِ: عَنْ عَنَّةٍ لَهُ يُقَالُ لَهَا أُمُّ فَرْوَةَ قَدْ بَايَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ

سیدہ ام فروہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا: کون سا عمل زیادہ فضیلت رکھتا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرنا۔

اور اسی نے اپنی روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ان کی چوبھٹی کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے جن کا نام اُمّ فروہ تھا، اور اس نے نبی اکرم ﷺ کے دست اقدس پر سلام قبول کیا تھا (وہ بیان کرتی ہیں:) نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا۔

421 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عُبَارَةَ بْنُ رُؤَيْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلَهُ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ فَقَالَ: أَخْبِرْنِي مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يُلْجُ النَّارَ رَجُلٌ حَتَّى قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ، قَالَ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْهُ؟ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ: نَعَمْ، كُلُّ ذَلِكَ يَقُولُ: سَمِعْتُهُ أَذْنًا وَدَعَاهُ قَلْبِي، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَنَا سَمِعْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَلِكَ

❁❁ ابو بکر بن عمار بن برویہ بیان کرتے ہیں: ان کے والد سے بھروسہ کے رہنے والے ایک شخص نے سوال کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو (جو ارشاد فرماتے ہوئے) سنا ہے اس کے بارے میں مجھے بتائیے تو انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”ایک شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے کی نماز دو کرے۔“

اس شخص نے دریافت کیا: کیا آپ نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبانی یہ بات سنی ہے؟ اس نے تین مرتبہ یہ سوال کیا تو حضرت
عمارہ بن ربیعہ نے جواب دیا: جی ہاں! ہر مرتبہ انہوں نے یہ کہا: میں نے اپنے دونوں کانوں کے ذریعے یہ سنا اور میرے ذہن نے
اسے محفوظ رکھا تو اس شخص نے کہا: میں نے بھی نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے۔

428 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ دَاوُدَ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِي حَرْبٍ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ فضالة، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ فِيمَا عَلَّمَنِي وَحَافِظُ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ هَذِهِ سَاعَاتِي فِيهَا أَشْغَالٌ فَمُرْنِي بِأَمْرِ جَامِعٍ إِذَا أَنَا فَعَلْتُهُ أَجْزَأَ عَنِّي، فَقَالَ: حَافِظُ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا، فَقُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ؟ فَقَالَ

صَلَاةٌ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَصَلَاةٌ قَبْلَ غُرُوبِهَا

عبداللہ بن فضالہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے (کچھ کلمات) تعلیم دیے آپ ﷺ نے جو مجھے تعلیم دیے ان میں یہ بات بھی تھی۔
”پانچ نمازوں کی پابندی کرنا“

راوی کہتے ہیں: میں نے عرض کی: یہ وہ اوقات ہیں جن میں میری کچھ اور مصروفیات ہوتی ہیں آپ مجھے کسی جامع چیز کے بارے میں حکم دیجئے کہ جب میں اسے کر لوں تو میری طرف سے کافی ہو تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم دو عمروں کی حفاظت کرنا۔

(راوی کہتے ہیں:) یہ الفاظ ہمارے محاورے میں نہیں تھے۔ میں نے دریافت کیا: دو عمروں سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سورج نکلنے سے پہلے کی نماز اس کے غروب ہونے سے پہلے کی۔

429 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، وَأَبَانُ، كِلَاهُمَا، عَنْ خُلَيْدِ الْعَصْرِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خُمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِمْ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ: مَنْ حَافِظٌ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخُمْسِ عَلَى وَضُوئِهِمْ وَرُكُوعِهِمْ وَسُجُودِهِمْ وَمَوَاقِبَتِهِمْ، وَمَامَرٌ وَمَضَانٌ، وَحَجَّ الْبَيْتِ إِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَذَى الْأَمَانَةِ قَالُوا: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ وَمَا آدَاءُ الْأَمَانَةِ قَالَ: الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”پانچ چیزیں ہیں جو شخص ایمان کے ہمراہ انہیں ادا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا جو شخص پانچ نمازیں ان کے وضو رکوع سجود اوقات کے ہمراہ ادا کرے وہ رمضان کے روزے رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اگر وہ وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو اور وہ اپنی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرے اور وہ امانت ادا کرے۔“

لوگوں نے دریافت کیا: اے ابو درداء امانت کی ادائیگی سے مراد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: غسل جنابت کرنا۔

430 - حَدَّثَنَا حَيُّوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ الْحَضْرَمِيُّ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، عَنْ ضَبَّارَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سُلَيْكٍ الْأَلْهَانِيِّ، أَخْبَرَنِي ابْنُ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ شَهَابٍ الزُّهْرِيِّ، قَالَ: قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: إِنَّ أَبَا قَتَادَةَ بْنَ رِبْعِيٍّ أَخْبَرَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِنِّي فَرَضْتُ عَلَى أُمَّتِكَ خُمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهْدْتُ عِنْدِي عَهْدًا أَنَّهُ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ لَوْ قَتَلَتْهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهُ عِنْدِي

حضرت ابو قتادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض فرمادی ہیں اور میں نے اپنی بارگاہ میں یہ عہد کیا ہے

کہ جو شخص ان نمازوں کو ان کے مخصوص وقت پر باقاعدگی سے ادا کرے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص انہیں باقاعدگی سے ادا نہیں کرے گا تو اس کے لئے میری بارگاہ میں کوئی عہد نہیں ہے۔

بَابُ إِذَا أَخَّرَ الْإِمَامُ الصَّلَاةَ عَنِ الْوَقْتِ

باب: جب کسی نماز کو امام اس کے وقت سے تاخیر سے ادا کرے

431 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَبِي عَمْرَانَ يَغْنِي الْجَوْنِيَّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الصَّامِتِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا ذَرٍّ كَيْفَ أَنْتَ إِذَا كَانَتْ عَلَيْكَ أَمْرَاءُ يُبَيِّتُونَ الصَّلَاةَ؟ - أَوْ قَالَ: يُؤَخِّرُونَ الصَّلَاةَ؟ - قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا تَأْمُرُنِي، قَالَ: صَلِّ الصَّلَاةَ لَوْ قَتَلَتْهَا فَإِنْ أَدَّرَ كَتَمَهَا مَعَهُمْ فَصَلَّيْهَا فَإِنَّهَا لَكَ نَافِلَةٌ

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: اے ابو ذر! اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا جب تم پر ایسے حکمران مسلط ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کر دیں گے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے (ایسی صورت حال کے بارے میں) کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کر لینا اگر تم لوگ ان لوگوں کے ساتھ اس نماز کو پاؤ تو اسے ادا کر لینا یہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔

432 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ ابْرَاهِيمَ دُحَيْمُ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنِي حَسَّانُ يَعْنِي ابْنَ عَطِيَّةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَابِطٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْيَمَنِيُّ رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْنَا، قَالَ: فَسَبَّحْتُ تَكْبِيرَهُ مَعَ الْفَجْرِ رَجُلٌ أَحْشَى الصَّوْتِ، قَالَ: فَأَلْقَيْتُ عَلَيْهِ مَحَبَّتِي فَمَا فَارَقْتُهُ حَتَّى دَفَنْتُهُ بِالشَّامِ مَبْتَلًا، ثُمَّ نَظَرْتُ إِلَى أَفْقِهِ النَّاسِ بَعْدَهُ فَأَكْبَيْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ فَلَزِمْتُهُ حَتَّى مَاتَ، فَقَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ بِكُمْ إِذَا أَكْتُ عَلَيْكُمْ أَمْرَاءُ يُصَلُّونَ الصَّلَاةَ لِغَيْرِ مِيقَاتِهَا، قُلْتُ: فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدَّرَ كُنِي ذَلِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: صَلِّ الصَّلَاةَ لِمِيقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلَاتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةً

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے پاس یمن تشریف لائے وہ اللہ کے رسول کے نمائندے کے طور پر آئے تھے۔ میں نے فجر کی نماز میں ان کی تکبیر سنی ان کی آواز بھاری تھی میرے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی میں اس وقت تک ان سے الگ نہیں ہوا جب تک میں نے انہیں شام میں دفن نہیں کیا۔ پھر میں نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ان کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ کون ہے تو میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ میں ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا جب تم پر ایسے حکمران آجائیں گے جو نمازوں کو ان کے مخصوص اوقات میں ادا نہیں کریں گے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر میں اس طرح کی صورت

حال پاؤں تو آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم نماز کو اس کے مخصوص وقت میں ادا کر لینا اور ان لوگوں کے ساتھ اپنی نماز کو اٹھل قرار دے دینا۔

433- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَّامَةَ بْنِ أَغِيْن. حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ. عَنْ مَنْصُوْرٍ. عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ. عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى. عَنْ ابْنِ أُحْتَبِ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. ح. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَجْبَرِيُّ. حَدَّثَنَا وَكِيعٌ. عَنْ سُفْيَانَ الثَّوَالِي. عَنْ مَنْصُوْرٍ. عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ. عَنْ أَبِي الْمُثَنَّى الْجَنْمِيِّ. عَنْ أَبِي أَبِي ابْنِ أُمِّهِ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَكُونُ عَلَيْكُمْ بَعْدَى أَمْرًا تَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءٌ عَنِ الصَّلَاةِ لَوْ قُتِلَتْ حَتَّى يَلْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلَاةَ لَوْ قُتِلَتْ. فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَصِلَ مَعَهُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ. إِنْ شِئْتَ. وَقَالَ سُفْيَانٌ: إِنْ أَدْرَكْتُهَا مَعَهُمْ أَصِلَ مَعَهُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ. إِنْ شِئْتَ.

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عنقریب میرے بعد تم پر ایسے حکمران آئیں گے کہ بہت سی چیزیں انہیں نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے سے مشغول کر دیں گی۔ یہاں تک کہ اس نماز کا وقت رخصت ہو جائے گا تو تم نماز کو اس کے مخصوص وقت پر ادا کر لینا“ ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا میں ان کے ساتھ نماز ادا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر تم چاہو۔

سفیان نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اگر میں نماز کو ان کے ساتھ پاؤں تو کیا ان کے ساتھ ادا کر لوں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں اگر تم چاہو۔

434- حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو هَاشِمٍ يَعْنِي الرَّعْفَرَانِيَّ. حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عُبَيْدٍ. عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ وَقَّاصٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَكُونُ عَلَيْكُمْ أَمْرًا مِنْ بَعْدِي يُؤْخِرُونَ الصَّلَاةَ فَهِيَ لَكُمْ وَبَيْنَ عَلَيْهِمْ. فَصَلُّوا مَعَهُمْ مَا صَلُّوا الْقِبْلَةَ.

حضرت قبیصہ بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”میرے بعد تم پر ایسے حکمران آئیں گے جو نماز کو تاخیر سے ادا کریں گے تو یہ تمہارے لئے (اجر کے حصول کا باعث) ہوں گی اور یہ ان کے لئے (گناہ کا باعث) ہوں گی تو تم لوگ ان کے ساتھ نماز ادا کر لینا جب تک وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔“

433- صحیح لغیرہ درں قولہ: ”ان شئت“، و هذا اسناد ضعيف لجهالة أبي المثنى - وهو منضم الأملو کی الحمصی فی قول، و قيل: هو غیرہ - وقد اضطرب فی تسمية شيخه، جرير: هو ابن عبد الحميد، وسفيان: هو النوري، ومنصور: هو ابن المعتز. وهو في ”مسند احمد“ (22686) من طريق النوري، و (22787) من طريق جرير، و أخرجه احمد (22681) من طريق شعبه، وابن ماجه (1257) من طريق سفيان

بَابُ فِي مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلَاةِ أَوْ نَسِيَهَا

باب: جو شخص نماز کے وقت سویا رہ جائے یا اسے بھول جائے

435 -

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئَ قَفَلًا مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَسَارَ لَيْلَةً حَتَّى إِذَا أَدْرَكَنَا الْكَرَى عَرَسَ، وَقَالَ لِبِلَالٍ: أَكَلْنَا اللَّيْلَ قَالَ: فَغَلَبَتْ بِلَالًا عَيْنَاهُ، وَهُوَ مُسْتَنِدٌّ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَلَمْ يَسْتَيْقِظِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِلَالٌ وَلَا أَحَدٌ مِنَ أَصْحَابِهِ حَتَّى إِذَا ضَرَبَتْهُمْ الشَّمْسُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لَهُمْ اسْتِيقَظُوا، فَفَزِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا بِلَالُ، فَقَالَ: أَخَذَ بِنَفْسِي الَّذِي أَخَذَ بِنَفْسِكَ ابْنِ آلَتٍ وَأَقْبَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَأَقْبَادُوا رَوَاحِلَهُمْ شَيْئًا ثُمَّ تَوَضَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَرَ بِلَالًا فَأَقَامَ لَهُمُ الصَّلَاةَ وَصَلَّى بِهِمُ الصُّبْحَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: أَقِمِ الصَّلَاةَ لِلَّذِي كَرَى، قَالَ يُونُسُ: وَكَانَ ابْنُ شِهَابٍ يَقْرَأُهَا كَذَلِكَ، قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ عَنَبَسَةُ: يَعْنِي عَنْ يُونُسَ فِي هَذَا الْحَدِيثِ لِذِكْرِي، قَالَ أَحْمَدُ: الْكَرَى النَّعَاسُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ جب غزوہ خیبر سے واپس تشریف لارہے تھے تو آپ رات

بھر سفر کرتے رہے یہاں تک کہ جب ہمیں اونگھ آنے لگی تو آپ ﷺ نے رات کے وقت پڑاؤ کر لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ہمارے لئے رات کا دھیان رکھنا (یعنی صبح کی نماز کے وقت ہمیں اٹھا دینا) راوی کہتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی بھی آنکھ لگ گئی۔ انہوں نے سواری کے پلان کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ نبی اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یا نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے کوئی بھی شخص بیدار نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ دھوپ ان پر آگئی۔ نبی اکرم ﷺ سب سے پہلے بیدار ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ پریشان ہو گئے آپ نے فرمایا: اے بلال! انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے بھی اسی ذات نے روک لیا تھا جس نے آپ ﷺ کو روک لیا تھا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں تو لوگ اپنی سواریوں کو لے کر تھوڑا آگے گئے پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں کے لئے نماز کی اقامت کہی تو نبی اکرم ﷺ نے انہیں صبح کی نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص نماز کو بھول جائے تو وہ اسے اس وقت ادا کرے جب وہ اسے یاد آ جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ”اقم الصلوة لذكركي“۔

”ابن شہاب اس آیت کو اسی طرح تلاوت کرتے تھے۔

امام احمد کہتے ہیں: عمنہ نے یونس کے حوالے سے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”لذكركي“ امام احمد فرماتے ہیں: لفظ الکری سے مراد اونگھ ہے۔

شرح

حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سوتے میں نماز کا رو جائے، قصور میں ٹھہر نہیں جگہ قصور تو جائے نہیں (شمار) ہوتا ہے (کہ وہ اس طرح سویا) لہذا جب تم میں سے کوئی پڑھنے سے رو جائے یا نماز کے وقت (غافل ہو کر) سو جائے تو جس وقت بھی یاد آئے پڑھ لے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت (وَالَّذِينَ الصَّلَاةَ إِذَا كُرِجُوا) (20-24) (مجھے یاد کرنے کے وقت نماز پڑھ لیا کرو)۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 570)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی نماز سے پہلے غافل ہو کر سو جائے تو اس حالت میں نماز کی باخیر کے قصور کی نسبت سونے والے کی طرف نہیں ہوتی کیونکہ وہ سونے کی حالت میں مکلف نہیں ہے بلکہ مجبور ہے البتہ اس کی طرف قصور کی نسبت جائے کی حالت میں ہوگی کہ اس نے ایسا طریقہ کیوں اختیار کیا جس کی وجہ سے وہ نماز پڑھے بغیر سو گیا مثلاً وقت سے پہلے سو گیا تو اس میں اس کی خطا ہے ایسے ہی اس نے ایسے کام کئے جو نیند کا سبب ہیں مثلاً لیٹ گیا یا شطرنج کے کھیل یا ایسے دوسرے کاموں میں مشغول رہا جو نیند و بھول کا باعث ہوتے ہیں تو اس میں اس کا قصور ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ نماز کا یاد کرنا بمنزلہ اللہ کے یاد کرنے کے ہے اس لئے نماز یاد کرنے کو اللہ نے اپنا یاد کرنا قرار دے کر فرمایا کہ جب مجھے یاد کرو یعنی نماز جب تمہیں یاد آئے کہ وہ میرے یاد کرنے کا سبب ہے تو پڑھ لیا کرو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ لڑکری کے معنی یہ ہیں کہ میں جب تمہیں نماز یاد دلا دوں اور اس وقت نماز پڑھ لیا کرو تمہارا کچھ قصور نہیں۔

اگر کوئی آدمی نماز پڑھنی بھول جائے یا نماز کے وقت ایسا غافل ہو کر سو جائے کہ نماز کا وقت نکل جائے اور نماز نہ پڑھ سکے تو اس کا کفارہ صرف یہی ہے کہ اسے جب بھی یاد آ جائے یا جب بھی سو کر اٹھے نماز قضا پڑھ لے۔ یہ نہیں کہ جس طرح بغیر عذر کے رمضان کے روزے چھوڑنے کا کفارہ صدقہ وغیرہ ہوتا ہے نماز کے ترک کرنے پر بھی کفارہ کے طور پر کئی پڑھنی پڑیں گی یا صدقہ وغیرہ دینا ہوگا۔

ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو نماز پڑھنے سے رو گئی ہو وہ جب بھی یاد آئے اس کے پڑھنے میں تاخیر وغیرہ کرنی چاہئے۔

قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

۱. قضا نمازوں کا حکم یہ ہے کہ جس صفت کی نماز قضا ہوئی ہے اس صفت کے ساتھ ادا کی جائے پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب ہے اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے، فجر کی سنتیں اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہو جائیں اور دوپہر شرعی سے پہلے قضا کرے تو ان سنتوں کو قضا کرنا سنت ہے، حالت اقامت کی قضا حالت اقامت کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت اقامت میں قضا کرے یا حالت سفر میں، چار رکعت والی نماز پوری یعنی چار رکعت پورا کرے اور حالت سفر کی قضا حالت سفر کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالت سفر میں قضا کرے یا حالت اقامت میں دو چار رکعت والی نماز کو قصر یعنی دو رکعت ہی قضا کرے۔

۲. قضا نماز کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی عذر ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا پس جس وقت کی نماز قضا ہوئی اگر اس وقت کو ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑا ہو کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ پڑھنے پر قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کر لے اس کے بعد جب صحت و قیام پر قدرت حاصل ہو جائے اس نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر نماز قضا ہونے کے وقت قیام پر قادر نہیں تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو قیام پر قادر ہو چکا ہے تو اب اس کے کھڑے ہو کر نماز قضا ادا کرنا واجب ہے۔

۳. اگر جہری قضا نمازوں کو جماعت سے پڑھے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جہر کرے اور اگر ان کو تنہا پڑھے تو جہر آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے مگر جہر افضل ہے اور آہستہ قرأت کی نمازوں کو امام و منفرد دونوں کے لئے آہستہ پڑھنا واجب ہے جہر کے وقت کے اندر حکم ہے۔

۴. زندگی میں جب چاہئے قضا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن تین اوقات مکروہ یعنی طلوع آفتاب و نصف نہار شرعی سے زوال تک اور غروب آفتاب کے وقت میں نہ پڑھے قضا نمازوں کے ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہئے بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ و مکروہ ہے، اگر بہت زیادہ قضا نمازیں جمع ہو گئی ہوں تو جس قدر فرصت ملے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں دو یا تین یا چار یا جس قدر قضا نمازیں پڑھ سکے پڑھ لیا کرے ایک وقت میں کم از کم ایک ہی قضا نماز پڑھ لیا کریں، نوافل پڑھنے کی بجائے قضا نماز میں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ اہم ہے لیکن وہ مشہور منکدہ و غیرہ منکدہ سنتیں جو فرضوں کے ساتھ ہیں اور نماز تراویح و نماز تہجد و اشراق و چاشت و اوابین و صلوٰۃ تسبیح و تحمید المسجد و تحمید الوضو جن کا ذکر احادیث میں ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

۵. اگر قضا نمازوں کو ادا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی درست ہے قضا نمازوں کی نیت اس طرح کرنی چاہیے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں، قضا کے وقت و دن کا تعین ضروری ہے صرف یہ نیت کر لینا کہ ظہر یا فجر کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہے، اور اگر مہینے و دن کا تعین یاد نہ ہو تو سہولت کے لئے اس طرح نیت کریں کہ مثلاً میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں اسی طرح ہر نماز کے وقت کے ساتھ یہ الفاظ دل میں خیال کرے اور زبان سے بھی کہہ لے یا یوں نیت کرے کہ میرے ذمہ جس قدر فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں ہر دفعہ اسی طرح نیت کر لیا کرے۔

قضاء نمازوں کی ترتیب میں فقہی مذاہب اربعہ

جمہور اہل علم کے مسلک کے مطابق نمازوں کی قضاء میں ترتیب واجب ہے۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ "المغنی" میں لکھتے ہیں۔ اور بالجملہ یہ کہ قضاء میں ترتیب واجب ہے۔

امام احمد نے کئی ایک جگہ یہی بیان کیا ہے۔ اور نخعی، زہری، ربیعہ، یحییٰ انصاری، امام مالک، لیث، اور امام ابو حنیفہ اور اسحاق رحمہم اللہ جمیعاً سے اسی طرح منقول ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں: واجب نہیں؛ کیونکہ فرض فوت شدہ ہے چنانچہ اس میں ترتیب واجب نہیں اس طرح روزے ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو تو اس میں ترتیب واجب ہے، چاہے قی بھی زیادہ ہوں امام احمد نے بھی بیان کیا ہے۔ اور امام مالک اور ابو حنیفہ رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ ایک دن اور رات کی نمازوں سے زیادہ میں ترتیب واجب نہیں؛ کیونکہ اس سے زیادہ میں ترتیب کا معتبر ہونا اس کے لیے مشقت ہے، اور یہ مکرار میں داخل ہونے کا باعث ہے، چنانچہ روزوں کی قضاء میں عدم ترتیب کی طرح ساقط ہو جائیگی۔ (المفتی ابن قدامہ المقدسی (1/352))

چنانچہ اس سے حاصل یہ ہوا کہ احناف، مالکیہ، حنابلہ میں سے جمہور اہل علم کے ہاں ترتیب واجب ہے، لیکن اتنا ہے کہ مالکی اور احناف کے ہاں ایک دن اور رات سے زیادہ ہونے کی صورت میں ترتیب واجب نہیں۔ ترتیب کی صورت یہ ہوگی کہ جس طرح معروف نماز ادا کی جاتی ہے اسی طرح قضاء بھی ادا کی جائیگی، چنانچہ مثلاً جس کی گھر، عصر کی نماز رہ گئی تو وہ پہلے ظہر اور پھر عصر کی نماز ادا کرے گا۔

لیکن بھولنے اور جہالت کی بنا پر ترتیب ساقط ہو جائیگی، اور اسی طرح موجودہ نماز کا وقت نکل جانے اور جماعت رہ جانے کا خدشہ ہو تو پہلے حاضر نماز ادا ہوگی اور پھر فوت شدہ، رائج یہی ہے۔ اس لیے جس کی دو نمازیں رہ گئی ہو مثلاً ظہر اور عصر اور اس نے بھول کر پہلے عصر کی نماز ادا کر لی یا ترتیب کے وجوب سے جا مل ہونے کی بنا پر تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔

اور اگر یہ خدشہ ہو کہ قضاء والی نماز ادا کرنے سے موجودہ عصر کی نماز کا اختیاری وقت نکل جائیگا تو وہ عصر کی نماز پہلے ادا کرے، اور پھر اپنی فوت شدہ کی قضاء کرے۔

اور اسی طرح اگر وہ مسجد میں داخل ہو تو کیا وہ جماعت کے ساتھ موجودہ اور حاضر نماز ادا کرے یا کہ فوت شدہ نماز کی قضاء کرے۔ امام احمد ایک روایت میں کہتے ہیں اور ابن تیمیہ نے بھی اسے اختیار کیا ہے کہ جماعت رہ جانے کے خوف سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ (الشرح لمصنف (2/138-144))

قضاء نمازوں کی ترتیب بھولنے کے بیان میں مذاہب اربعہ

ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ، امام مالک، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے کہ فوت شدہ نمازیں قضاء کرتے وقت ترتیب واجب ہے، اس کی دلیل خندق والے دن نبی کریم ﷺ کی کچھ نمازیں رہ گئیں تو آپ نے ترتیب کے ساتھ انہیں قضاء کر کے ادا کیا تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جنگ خندق والے روز عصر کی نماز غروب آفتاب کے بعد ادا کی اور اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (641))

اور ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "تم نماز اس طرح ادا کرو جس طرح تم نے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے" (صحیح بخاری حدیث نمبر (631)) (المفتی ابن قدامہ (2/336))

اگر ترتیب بھول جائے تو کیا ساقط ہو جائیگی؟ اس کا جواب یہ ہے جی ہاں بھول جانے کی صورت میں ترتیب ساقط ہو جائیگی،

کیونکہ رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: "یقیناً اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا اور بھول، اور جس پر انہیں مجبور کیا گیا ہو معاف کر دیا گیا ہے۔" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر (2043) نے صحیح ابن ماجہ حدیث نمبر (1662) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اور امام ابو حنیفہ، اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ دونوں کا مسلک بھی یہی ہے۔

(فتح القدیر (1/424) اور المغنی ابن قدامہ (2/340) اور الشرح لمصح (2/139)

اور اگر کوئی شخص نماز بھول جائے اور دوسری نماز کا وقت شروع ہو جانے کے بعد اسے یاد آئے تو اس کی تین حالتیں ہیں۔
موجودہ نماز شروع کرنے سے پہلے رہ جانے والی نماز یاد آ جائے تو اس وقت اسے فوت شدہ نماز پہلے ادا کرنا ہوگی اور پھر موجودہ نماز ادا کرے گا۔

موجودہ نماز مکمل کرنے کے بعد فوت شدہ نماز یاد آئے کہ اس نے تو وہ نماز ادا ہی نہیں کی، چنانچہ اس کی موجودہ نماز صحیح ہوگی اور وہ صرف فوت شدہ نماز ہی ادا کرے گا، بھول جانے کی بنا پر ترتیب کے ساتھ ادائیگی میں معذور ہوگا۔

اسے موجودہ نماز ادا کرنے کے دوران یاد آئے کہ اس نے تو اس سے قبل والی نماز ادا نہیں کی، تو اس حالت میں وہ موجودہ نماز مکمل کرے اور یہ اس کے لیے نفل ہونگے، اور پھر وہ فوت شدہ نماز ادا کرنے کے بعد موجودہ نماز ترتیب کے ساتھ ادا کرے گا، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (2/336-340)

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول یہی ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے موطا میں روایت کیا ہے کہ نافع بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے: "جس کی بھی کوئی نماز رہ گئی ہو اور اسے امام کے ساتھ باجماعت نماز ادا کرتے ہوئے یاد آئے، تو امام کی سلام پھیرنے کے بعد رہ جانے والی فوت شدہ نماز ادا کرے، اور پھر اس کے بعد دوسری نماز ادا کرے۔" (موطا امام مالک حدیث نمبر (408)

اور ابن تیمیہ کہتے ہیں۔ کہ دوران نماز جب بھی فوت شدہ نماز یاد آئے تو یہ ایسے ہی ہوگی جیسے اسے نماز شروع کرنے سے قبل یاد آتی، اور اگر موجودہ نماز کے دوران یاد نہیں آتی بلکہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یاد آئے تو جمہور علماء کرام مثلاً امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، کے ہاں اس کی موجودہ نماز کفایت کر جائیگی۔ (التاوی الکبری (1/112)

جس نماز میں ہے اسے پوری کرنا بطور استحباب ہے، نہ کہ واجب، چنانچہ اگر وہ اس نماز کو توڑ کر فوت شدہ نماز ادا کرے اور پھر موجودہ نماز اس کے بعد ادا کر لے تو جائز ہوگا۔

میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو کہا: میں عشاء کی نماز ادا کر رہا تھا، مجھے دوران نماز یاد آیا کہ میں نے تو مغرب کی نماز ادا نہیں کی، چنانچہ میں عشاء کی نماز ادا کر لی، اور پھر مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد عشاء کی نماز لوٹائی؟ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کہنے لگے: آپ نے صحیح میں نے کہا: جب مجھے دوران نماز یاد آیا تھا تو کیا مجھے نماز توڑ نہیں دینی چاہیے تھی؟ امام احمد رحمہ اللہ کہنے لگے کیوں نہیں۔ میں نے کہا: تو پھر میں نے صحیح کیسے کیا؟ وہ کہنے لگے: یہ سب جائز ہے۔ (المغنی ابن قدامہ (2/339)

اور بعض مام، کرام کا کہنا ہے کہ: جو موجودہ نماز ادا کر رہا ہے اسے مکمل کرے، اور پھر بعد میں فوت شدہ نماز ادا کر لے، تو اس پر موجودہ نماز دوبارہ لوٹانی لازم نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک یہی ہے۔ (المجموع (3/70)

فجر کی سنتوں کی قضاء میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت محمد ابن ابراہیم، قیس ابن عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا (ایک دن) سرور کونین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ فجر کی فرض نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھا رہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ "صبح کی نماز دو رکعت ہے (پھر فرمایا کہ) دو رکعت ہی پڑھو" اس آدمی نے عرض کیا کہ "فجر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعتیں (سنت) میں نے نہیں پڑھی تھیں انہیں کو میں نے اس وقت پڑھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) خاموش ہو گئے۔ (سنن ابوداؤد) امام ترمذی نے بھی اس طرح نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ محمد بن ابراہیم کا قیس ابن عمرو سے سنا ثابت نہیں ہے، نیز شرح السنہ اور مصابیح کے بعض نسخوں میں قیس ابن فہد سے اسی طرح منقول ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1009)

حدیث کے جملہ صلوٰۃ الصبح دو رکعتین سے پہلے ایک لفظ مقدر ہے یعنی یہ عبارت پوری طرح یوں ہے اجعلوا صلوٰۃ الصبح دو رکعتیں۔ لفظ رکعتین نفی زیادیت کی تاکید کے لیے مکرر فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ فجر کی فرض دو ہی رکعتیں پڑھو اس کے بعد اور کوئی نماز نہ پڑھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازی کا جواب سن کر خاموش رہے۔ محدثین کی اصطلاح میں اس خاموشی کو تقریر کہا جاتا ہے رسول اللہ کے سامنے کوئی عمل کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سکوت فرمایا گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے راضی ہوئے، لہذا اس حدیث نے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی فرض نماز سے پہلے کی دو سنتیں نہ پڑھی جاسکیں تو فرض پڑھنے کے بعد ان کی قضا پڑھنی چاہیے، چنانچہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی مسلک ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک اس سلسلے میں یہ ہے کہ فجر کی سنتوں کی قضا نہ تو طلوع آفتاب سے پہلے ہے اور نہ طلوع کے بعد ہے لیکن سنتیں اگر فرض کے ساتھ فوت ہوں گی تو وہ بھی فرض کے ساتھ زوال آفتاب سے پہلے قضا پڑھی جائیں گی۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ محض سنتوں کی بھی قضا پڑھی جاسکتی ہے مگر طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب تک۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کی دلیل یہ ہے کہ سنتوں میں اصل عدم قضا ہے اور قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث جو سنتوں کے قضا کے اثبات میں وارد ہے وہ ان سنتوں کے بارے میں ہے جو فرض کے ساتھ فوت ہو گئی ہوں بقیہ سنتیں اپنی اصل (عدم قضا پر رہیں گی یعنی ان کی قضا نہیں کی جائے گی جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو محمد ابن ابراہیم کی یہ حدیث چونکہ ضعیف ہے اس لیے اسے کسی مسلک کی بنیاد اور دلیل بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

اسی طرح دوسرے اوقات کی سنتوں کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وقت کے بعد تنہا ان کی قضا نہ کی جائے البتہ وہ سنتیں جو فرض

کے ساتھ فوت ہو گئی ہوں فرض کے ساتھ ان کی قضا کے بارے میں اختلاف ہے۔

436 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَحَوَّلُوا عَنْ مَكَانِكُمُ الَّذِي أَصَابَتْكُمْ فِيهِ الْغَفْلَةُ، قَالَ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ مَالِكٌ، وَشُعَيْبَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، وَالْأَوْزَاعِيُّ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ وَابْنِ إِسْحَاقَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ الْأَذَانَ فِي حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ هَذَا، وَلَمْ يُسَيِّدْ مِنْهُمْ أَحَدٌ إِلَّا الْأَوْزَاعِيُّ، وَأَبَانُ الْعَطَّارُ، عَنْ مَعْمَرٍ.

❁❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تم لوگ اپنی اس جگہ سے نکل ہو جاؤ جہاں تمہیں غفلت نے آلیا تھا۔"

راوی بیان کرتے ہیں: آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انہوں نے اذان دی اقامت کی تو نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) امام مالک، سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی، امام عبد الرزاق نے یہ روایت معمر اور ابن اسحاق کے حوالے سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی زہری کی نقل کردہ اس روایت میں اذان کا تذکرہ نہیں کیا اور ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو مسند کے طور پر نقل نہیں کیا۔ صرف امام اوزاعی اور ابان عطار نے معمر کے حوالے سے اسے نقل کیا ہے۔

437 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتِ الْبُنَّانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو قَتَادَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي سَفَرٍ لَهُ فَمَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمِلْتُ مَعَهُ، قَالَ: انْظُرْ، فَقُلْتُ: هَذَا رَاكِبٌ، هَذَا رَاكِبَانِ، هَذَا ثَلَاثَةٌ، حَتَّى صِرْنَا سَبْعَةً، فَقَالَ: اخْفَظُوا عَلَيْنَا صَلَاتَنَا - يَعْنِي صَلَاةَ الْفَجْرِ - فَضَرْبَ عَلَى آذَانِهِمْ فَمَا أَيْقَظَهُمْ إِلَّا خُرُ الشُّنْسِ فَقَامُوا فَسَارُوا بُنْيَةً ثُمَّ نَزَلُوا فَتَوَضَّعُوا وَأَذَنَ بِلَالٌ فَصَلُّوا رُكْعَتَيِ الْفَجْرِ، ثُمَّ صَلُّوا الْفَجْرَ وَرَكِبُوا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: قَدْ فَرَّطْنَا فِي صَلَاتِنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ لَا تَفْرِيطُ فِي النَّوْمِ، إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ فَإِذَا سَهَا أَحَدُكُمْ عَنْ صَلَاةٍ فَلْيُصَلِّهَا حِينَ يَذْكُرُهَا وَمِنْ الْغَدِ لِلْوَقْتِ

❁❁ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سفر کر رہے تھے۔ آپ ﷺ (قالے سے) ایک طرف ہٹ

437- اسنادہ صحیح۔ حماد: هو ابن سلمة، وثابت البناني: هو ابن اسلم. واخرجه باطول مما هنا مسلم (681) من طريق سليمان بن المغيرة بهذا الاسناد. واخرجه بنحوه البخاري (595) من طريق عبد الله بن ابي قتادة عن ابيه. واخرجه مختصرا بقوله: "لا تفريط في النوم...." الترمذي (175)، والنسائي في "الكبرى" (1595) و (1596)، وابن ماجه (698) من طريقين عن ثابت، به. واخرجه مختصرا بقوله: "فليصلها من الغد لوقتها" النسائي في "الكبرى" (1597) من طريق شعبه عن ثابت، به. وهو في "مسند احمد" (22546)، و"صحیح ابن حبان" (1460). وسياقي بالارقام (439-441)، وانظر ما بعده.

ہم نے۔ آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی ہٹ گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اس بات کا جائزہ لو میں نے کہا: یہ ایک سوار ہے یہ دو سوار ہیں یہ تین ہو گئے یہاں تک کہ ہم سات لوگ ہو گئے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم لوگ ہماری نماز کا خیال رکھنا (راوی کہتے ہیں:) یعنی فجر کی نماز کا خیال رکھنا پھر ان کے کان بند ہو گئے (یعنی وہ لوگ سو گئے) دھوپ کی پیش نے ان لوگوں کو اٹھایا وہ لوگ اٹھے اور تھوڑا آگے گئے پھر انہوں نے پڑاؤ کیا پھر وضو کیا پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور ان لوگوں نے فجر کی دو رکعت ادا کیں پھر انہوں نے فجر کی نماز ادا کی اور سوار ہو گئے ان میں سے کسی ایک نے دوسرے سے کہا: ہم نے اپنی نماز کے بارے میں کوتاہی کی ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیند میں کوتاہی نہیں ہوتی۔ کوتاہی بیداری کے عالم میں ہوتی ہے جب کوئی شخص نماز بھول جائے تو وہ اسے اس وقت ادا کر لے جب وہ اسے یاد آئے یا پھر اگلے دن اسی وقت میں اسے ادا کرے۔

428 - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ، حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ شَيْبَانَ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سُلَيْمٍ، قَالَ: قَدِمَ عَلَيْنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَبَاحٍ الْأَنْصَارِيُّ، مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَتْ الْأَنْصَارُ تُفْقِهُهُ، فَحَدَّثَنَا قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيُّ فَارِسُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَ الْأَمْوَاءِ - بِهَذِهِ الْقِصَّةِ - قَالَ: فَلَمْ تُوقِفْنَا إِلَّا الشَّمْسُ طَالِعَةً فَقُنْنَا وَبَلَيْنَ لِصَلَاتِنَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَوَيْدًا رَوَيْدًا، حَتَّى إِذَا تَعَالَتْ الشَّمْسُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَزْكُغُ رُكْعَتِي الْفَجْرِ فَلْيَزْكُغْهُمَا، فَقَامَ مَنْ كَانَ يَزْكُغُهُمَا وَمَنْ لَمْ يَكُنْ يَزْكُغُهُمَا فَرَكْعُهُمَا ثُمَّ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَادِيَ بِالصَّلَاةِ فَتُودَى بِهَا فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِنَا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ: أَلَا إِنَّا نَحْمَدُ اللَّهَ أَنَّا لَمْ نَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ أُمُورِ الدُّنْيَا يَشْغَلُنَا عَنْ صَلَاتِنَا وَلَكِنْ أَرْوَاهُنَا كَانَتْ بَيْنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَأَرْسَلَهَا إِلَى شَاءَ فَمَنْ أَذْرَكَ مِنْكُمْ صَلَاةَ الْغَدَاةِ مِنْ غَدٍ صَالِحًا فَلْيَقْضِ مَعَهَا مِثْلَهَا.

❦ ❦ خالد بن سمیر بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن رباح رضی اللہ عنہ انصار مدینہ منورہ سے تشریف لائے۔ انصار انہیں دین کا عالم سمجھتے تھے۔ انہوں نے ہمیں یہ حدیث بیان کی وہ یہ کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے شاہ سوار حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ بات بتائی۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک لشکر روانہ کیا۔ اس کے بعد راوی نے پورا واقعہ بیان کیا ہے جس میں وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں سورج نے طلوع ہو کر بیدار کیا ہم لوگ اٹھے تاکہ نماز ادا کر لیں تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص فجر کی دو رکعت ادا کرنا چاہتا ہو وہ انہیں ادا کر لے تو جو شخص ان دو رکعت کو ادا کرتا تھا اور جو نہیں ادا کرتا تھا اس نے بھی انہیں ادا کیا پھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا نماز کے لئے اذان دی جائے وہ اذان دی گئی پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ نے فرمایا: خبردار! ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں: ہم دنیا کے کسی معاملے میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس نماز سے مشغول نہیں ہوئے بلکہ ہماری روحیں اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں سے ہیں جب اس نے چاہا اس نے انہیں چھوڑا تم میں سے جو شخص اگلے دن صبح کی نماز وقت پر پائے تو وہ اس کے ساتھ اس کی مانند قضا ادا کرے۔

439- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا خَالِدٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، فِي هَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حَيْثُ شَاءَ وَرَدَّهَا حَيْثُ شَاءَ قُمْ فَأَذِّنْ بِالصَّلَاةِ فَقَامُوا فَتَطَهَّرُوا، حَتَّى إِذَا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى بِالنَّاسِ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو جب چاہا قبض کر لیا اور جب چاہا واپس کر دیا تم اٹھو اور نماز کے لئے اذان دو۔“ تو لوگ اٹھے تو انہوں نے وضو کیا یہاں تک کہ سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

440- حَدَّثَنَا هَنَادٌ، حَدَّثَنَا عَبَّثَرٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَاهُ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ حِينَ ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى بِهِمْ.

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

”نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا جب سورج بلند ہو گیا تو آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔“

441- حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ وَهُوَ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ يَعْنِي ابْنَ الْمُغِيرَةِ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ فِي النَّوْمِ تَفْرِيطٌ إِنَّمَا التَّفْرِيطُ فِي الْيَقَظَةِ أَنْ تُوَخَّرَ صَلَاةٌ حَتَّى يَدْخُلَ وَقْتُ أُخْرَى.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”سونے میں کوتاہی نہیں ہوتی، کوتاہی بیداری میں ہوتی ہے کہ نماز کو اتنا موخر کر دیا جائے کہ دوسری (نماز کا) وقت شروع ہو جائے۔“

442- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا هَنَادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّهَا إِذَا ذَكَرَهَا، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص نماز کو بھول جائے وہ اسے اس وقت ادا کرے جب وہ اسے یاد آئے اس کا کفارہ صرف یہی ہے۔“

443- حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةٍ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ

439- اسنادہ صحیح. خالد: هو ابن عبد الله الواسطي، وحسين: هو ابن عبد الرحمن السلمي، وابن أبي قتادة: هو عبد الله، واخرجه البخاري (595) و (7471) من طريقين عن حسين بن عبد الرحمن، بهذا الاسناد. وهو في "مسند احمد" (22611)، و "شرح مشكل الآثار" (3979)، و "صحيح ابن حبان" (1579)، وانظر ما بعده وما سلف برقم (437).

حُصَيْنٍ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي مَسِيرٍ لَهُ فَنَامُوا عَنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ فَاسْتَيْقَظُوا
بَحَثَ الشَّمْسُ فَأَرْتَفَعُوا قَلِيلًا حَتَّى اسْتَقَلَّتِ الشَّمْسُ. ثُمَّ أَمَرَ مُؤَذِّنًا فَأَذَّنَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ
الْفَجْرِ. ثُمَّ أَقَامَ. ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ

❁❁ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سفر کر رہے تھے۔ وہ لوگ فجر کی نماز کے وقت سوئے رہ گئے۔ یہاں تک کہ دھوپ کی تپش کی وجہ سے بیدار ہوئے۔ پھر وہ لوگ کچھ آگے گئے یہاں تک کہ جب سورج بلند ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا اس نے اذان دی نبی اکرم ﷺ نے فجر سے پہلے کی دو (سنت) ادا کی پھر مؤذن نے اقامت کی تو نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی۔

444- حَدَّثَنَا عَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ، ح وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ وَهَذَا لَفْظُ عَبَّاسٍ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ
يَزِيدَ حَدَّثَهُمْ، عَنْ حَيَّوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ عِيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ يَعْني الْقُتَيْبَانِيَّ، أَنَّ كَلْبَ بْنَ صُبْحٍ
حَدَّثَهُمْ أَنَّ الزُّبَيْرَ قَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ أُمَيَّةَ الضُّمَرِيِّ، قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَصْفَارِهِ فَنَامَ، عَنِ الصُّبْحِ حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: تَنَحَّوْا عَنْ هَذَا السَّكَانِ، قَالَ: ثُمَّ أَمَرَ بِلَا لَا فَأَذَّنَ، ثُمَّ تَوَضَّأُوا وَصَلُّوا رَكْعَتَيِ
الْفَجْرِ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَا لَا فَأَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلَّى بِهِمْ صَلَاةَ الصُّبْحِ.

❁❁ حضرت عمرو بن أمیہ صمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ آپ صبح کے وقت سوئے رہ گئے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس جگہ سے ہٹ جاؤ۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے اذان دی پھر ان لوگوں نے وضو کیا اور انہوں نے فجر کی دو رکعت (سنت) ادا کی پھر نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ انہوں نے نماز کے لئے اقامت کہی تو نبی اکرم ﷺ نے ان لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

445- حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَيْمٍ بْنُ الْحَسَنِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ يَعْني ابْنَ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ، ح وَحَدَّثَنَا
عُبَيْدُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ، حَدَّثَنَا مُبَشِّرٌ يَعْني الْحَلْبِيَّ، حَدَّثَنَا حَرِيْزٌ يَعْني ابْنَ عُثْمَانَ، حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ
صَالِحٍ، عَنْ ذِي مَخْبَرٍ الْحَبَشِيِّ، وَكَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَتَوَضَّأَ -
يَعْني النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَضُوءَ الْمَلِكِ مِنْهُ التُّرَابُ، ثُمَّ أَمَرَ بِلَا لَا فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَعَّ رَكْعَتَيْنِ غَيْرَ عَجَلٍ، ثُمَّ قَالَ لِبَلَالٍ: أَقِمِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ صَلَّى الْفَرَضَ وَهُوَ
غَيْرُ عَجَلٍ، قَالَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي ذُو مَخْبَرٍ رَجُلٌ مِنَ الْحَبَشَةِ وَقَالَ عُبَيْدُ:

443- حدیث صحیح، و هذا اسناد رجاله ثقات الا ان الحسن - وهو البصري - لم يسمع من عمران، وقد توبع. وهو في "مسند احمد"
(19872)، و "صحيح ابن حبان" (1461) من طريق الحسن عن عمران. واخرجه مطرلاً بنحوه البخاري (344)، و مسلم (682) من طريق
عوف بن ابی جميلة، عن ابی رجاء العطاردي، عن عمران. وهو في "مسند احمد" (19898)، و "صحيح ابن حبان" (1301).

یزید بن صالح.

① ② یزید بن صالح نے حضرت ذوالنجر جیسی کے حوالے سے، جو نبی اکرم ﷺ کے خادم تھے، یہ واقعہ نقل کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا جس سے (بچنے والے پانی کے ذریعے) مٹی بھی گیلی نہ ہوئی پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا انہوں نے اذان دی پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ ﷺ نے دو رکعت ادا کیں جن میں جلدی نہیں کی پھر آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا نماز کے لئے اقامت کہو پھر نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کی اور اس میں جلدی نہیں کی۔

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ذوالنجر نے مجھے یہ حدیث بیان کی جو ہمیشہ سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب تھے عبید بیان کرتے ہیں: (راوی کا نام) یزید بن صالح ہے۔

446 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ الْفَضْلِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، عَنْ حَرِيْزِ بْنِ يَغْنِيٍّ ابْنِ عُثْمَانَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ ذِي مَخْبَرٍ ابْنِ أَخِي النَّجَّاشِيِّ، فِي هَذَا الْخَبَرِ، قَالَ: فَأَذَنَ وَهُوَ غَيْرُ عَجَلٍ ① ② حضرت ذوی نجر جو نجاشی کے بھتیجے ہیں ان کے حوالے سے یہ روایت منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں: انہوں نے اذان دی اور اس میں جلدی نہیں کی۔

447 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ، سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي عُلْقَمَةَ، سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَقْبَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَمَنَ الْحَدِيثِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يَكْلُوْنَا فَقَالَ بِلَالٌ: أَنَا، فَنَامُوا حَتَّى طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَيْقَظَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: افْعَلُوا كَمَا كُنْتُمْ تَفْعَلُونَ، قَالَ: فَفَعَلْنَا، قَالَ: فَكَذَبَكَ فافْعَلُوا لِمَنْ نَامَ أَوْ نِسِ ① ② حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حدیبیہ کے موقع پر ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آ رہے تھے۔

(سفر کے دوران پڑاؤ کے وقت) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات کون ہماری پہرے داری کرے گا۔ (یعنی ہمیں فجر کے وقت اٹھائے گا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں پھر سب لوگ سو گئے۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا تو نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اس طرح کرو جس طرح تم (پہلے) کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے ایسا ہی کیا نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص (نماز کے وقت) سویا رہ جائے یا (نماز ادا کرنا) بھول جائے وہ اسی طرح کرے۔

بَابُ فِي بِنَاءِ الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد تعمیر کرنا

قرآن مجید میں اُس مسجد کا بھی تذکرہ ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے اور اُس عمارت کا بھی تذکرہ ہے جس کا نام ”مسجد“ رکھا گیا

مگر وہ دشمنوں کا دفتر تھا۔ قرآن پاک میں اُس لشکر کا حال بھی دکھایا گیا ہے۔۔۔ جو مسجد ڈھانے نکلا تھا۔ اور اُن ایمان والوں کا بھی حال مذکور ہے جن کو دنیا کا کوئی کام ذکر اور مسجد سے غافل نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ قرآن میں موجود ہے۔ اور آج بھی یہ سارے طبقے زمین پر موجود ہیں۔ ہم کوشش کریں کہ ہم مساجد بنانے اور آباد کرنے والا طبقہ بنیں۔ اور مساجد کو اُن تمام اعمال سے آباد کریں جو مسجد نبوی شریف میں جاری تھے۔ اہل کفر اور فحاش کی کوشش ہے کہ اول تو مسجد بنے ہی نہ۔ بن جائے تو آباد نہ ہو۔ اور لوگوں کا رخ بازاروں، کلبوں، ہوٹلوں، ہالوں اور قلموں کی طرف رہے۔ اور اگر مسجد آباد ہو تو اس میں جہاد کی بات نہ ہو یعنی اس میں قرآن کا ایک تہائی حصہ بیان کرنا جرم ہو، ممنوع ہو۔ بھائیو! مسجد کے خلاف سازش بہت وسیع ہے اور اس کا مقابلہ بھی وسیع محنت مانگتا ہے۔“

مساجد، اللہ کے گھر ہیں، جہاں دن رات سب اہل ایمان عبادت کرتے ہیں اور اسلام کے سب سے بڑے مراکز ہیں۔۔۔۔۔ انھیں بہت اہمیت اور فضیلت حاصل ہے، اللہ نے قرآن مجید میں بار بار مسجد کی فضیلت و اہمیت و احترام کا ذکر فرمایا ہے۔۔۔۔۔ ارشاد باری ہے کہ ”بے شک سب سے پہلی عبادت گاہ جو انسانوں کے لئے قائم کی گئی ہے وہ وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے، اُسے خیر و برکت دی گئی اور تمام جہانوں کے لئے مرکز ہدایت بنایا گیا (سورۃ آل عمران ۶۹)“

اسی طرح سورۃ نور میں اللہ نے اپنی ذات کو نور فرمایا اور بتایا۔ کہ نور کی ارضی جلوہ گاہیں مساجد ہیں، اس کے نور کی طرف ہدایت (پانے والے) اُن گھروں میں پائے جاتے ہیں جنہیں بلند کرنے کا اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے (سورۃ نور ۶۳)

یہاں گھروں سے مراد مسجدیں ہیں اور مسجد کا لفظ ”سجدہ“ سے نکلا ہے یعنی وہ پاک جگہ جہاں اللہ کی بندگی کی جاتی ہے اور اس کے حضور سجدہ کیا جاتا ہے۔ اسلام کی اصطلاح میں جہاں مسلمان پانچ وقت نمازیں مل کر ادا کرتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ جگہ مسجد کہلاتی ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کو یہ منفرد اور عظیم اعزاز عطا ہوا کہ ہمارے لئے تمام زمین مسجد بنا دی گئی ہے، اللہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ نے مساجد کی تعمیر اور انہیں آباد کرنے کا حکم دیا ہے اور ساتھ ہی انھیں آباد کرنے والوں اور ان کو تعمیر کرنے والوں کی صفات کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ کی مسجدوں کے آباد کار تو وہی لوگ ہوتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخرت کو مانیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں، مسجدیں اللہ کا گھر ہیں، وہاں اس کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کی جائے۔ (البقرہ ۸۱)

اور اللہ نے بنو آدم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے بنی آدم ہر مسجد میں یا ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت آراستہ رکھو۔ (الاحزاب ۳)

پھر سورۃ جن میں ارشاد ہوتا ہے کہ: مسجدیں اللہ کے لئے ہیں، لہذا ان میں اللہ کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ (الجن ۸۱)

ان ارشادات سے ہمیں معلوم ہوا کہ مساجد کی کتنی اہمیت ہے۔۔۔۔۔ محمد کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی رضا کے لئے مسجد بنوائی، اللہ نے اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیا۔۔۔۔۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی محبوب ترین جگہیں مساجد ہیں اور فرمایا جس شخص کو مسجد سے محبت کرتے ہوئے۔۔۔۔۔ اور اس کی خدمت کرتے ہوئے دیکھو اُس کے مومن ہونے کی شہادت دو اور پھر ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو مسجد میں آنے کا عادی پاؤ تو اس کے گواہ بن جاؤ، حضور پاک ﷺ نے جب مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت فرمائی۔۔۔۔۔ تو قبا کے مقام پر ایک مسجد کی بنیاد ڈالی پھر مدینہ منورہ میں سب سے پہلے جس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ وہ مسجد نبوی ﷺ ہے

ہے، اسی مسجد کو ملت اسلامیہ کی عظیم درس گاہ اور پھلی یونیورسٹی ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ جس کے بانی خود رسول خدا، محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اسی مسجد میں صحابہ کرامؓ کی تربیت ہوئی، وہ آپ سے قرآن و حدیث کا درس لیتے تھے، اسی کے ساتھ تاریخی و تعلیمی درس گاہ میں جسے صفہ کہا جاتا ہے۔ اللہ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کی تربیت، اسلامی اصولوں کے مطابق فرمائی اسی مسجد میں صحابہؓ کی جہادی تربیت کا اہتمام بھی موجود تھا۔ گویا اسلام کی تعلیم کا آغاز مساجد سے شروع ہوا اور یہ سلسلہ آج بھی جاری و ساری ہے۔۔۔ اور تا قیامت رہے گا، مسجد مسلمانوں کی اجتماعی و انفرادی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے، اللہ کے نزدیک سب سے اہم فرض اور محبوب ترین عبادت نماز ہے، روز قیامت سب سے پہلے اسی نماز کا سوال ہوگا۔۔۔ مساجد نماز کی ادائیگی کے لئے وجود میں لائی گئیں، نماز منجگانہ، نماز جمعہ و دیگر نقلی عبادات مساجد میں ادا کی جاتی ہیں۔۔۔ تو اسلامی مجالس اور اجتماعی عبادات کے لئے مسجد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے لے کر آج تک مسجد اسلامی تدریس و درس کا مرکز رہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی تعلیمات کی شمع کو مسجد نبوی میں روشن کیا، صحابہ کرامؓ نے آپ سے اسلام کی تعلیم مسجد سے ہی حاصل کی۔

در اصل مساجد ہر دور میں اسلام کے مراکز رہے ہیں، مسلمان حکمرانوں خلفائے راشدینؓ اور مسلمان بادشاہوں نے اپنے اپنے دور حکومت میں بے شمار مساجد کو تعمیر کروایا تاکہ مسلمان ان میں دینی تعلیم حاصل کر سکیں۔ بڑے بڑے صوفیائے کاملین اور علمائے حق نے دینی تعلیم کے لئے دور دراز سفر کئے، انھوں نے بعد میں دینی مدارس کی تعمیر کروائی۔ جہاں بے شمار لوگوں کو دین حق کی تعلیم دی، مساجد لوگوں کی فلاح کا اہم ذریعہ ہیں، یہاں سے لوگوں کو درس ہدایت ملتا ہے، لوگوں کو زندگی گزارنے کے صحیح آداب سکھائے جاتے ہیں اور ان کی اصلاح کی جاتی ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں قانونی، سیاسی، بین الاقوامی اور ہر قسم کے معاملات مساجد میں طے کئے جاتے تھے۔ مسجدوں میں آنے والے لوگوں سے ان کی رائے پوچھ کر تمام معاملات حل کئے جاتے تھے، امن و امان کے اعلانات بھی مساجد میں کئے جاتے اور غیر ملکی سفیر یا مہمان کو بھی مسجد میں ٹھہرایا جاتا تھا۔۔۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں قاضیوں اور ججوں کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ مقدمات کے فیصلے مساجد میں کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہ کی مسجد میں مقدمات کے فیصلے خود فرماتے تھے، اسلام میں اخوت و بھائی چارے پر بہت زور دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ: اے ایمان والو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو (آل عمران ۱۰۳)

مساجد اسی اتفاق و اتحاد کو مضبوط بنانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں۔ مساجد میں امیر، غریب، گورے، کالے، عربی، عجمی سب برابر ہیں۔ سب ایک صف میں کھڑے ہو کر جھکتے ہیں، اسلامی بھائی چارے اور اخوت کی یہ بہت بہترین مثال ہے۔ مسجد تمام تفرقات کو ختم کر کے امت مسلمہ کو ایک مضبوط کڑی میں پروتی ہے۔

بہترین مقامات مساجد ہیں

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) ایک یہودی عالم نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بہترین جگہ کون سی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں خاموش رہے اور فرمایا کہ جب تک جبرائیل علیہ السلام نہیں آجائیں گے میں خاموش رہوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ جب حضرت جبرائیل آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (یہودی عالم کے

سوال کا جواب) پوچھا حضرت جبرائیل نے کہا کہ، اس معاملے میں آپ ﷺ سے زیادہ میں بھی نہیں جانتا، البتہ میں اپنے پروردگار بزرگ و برتر سے اس کے بارے میں پوچھوں گا (چنانچہ) پھر حضرت جبرائیل (نے آکر) فرمایا: اے محمد (ﷺ)! آج میں اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہو گیا تھا کہ بھی بھی اتنا قریب نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے جبرائیل! اس قدر (فاصلہ دونوں کے درمیان رہ گیا تھا) حضرت جبرائیل نے فرمایا میرے اور اللہ کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے باقی رہ گئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے (اس سوال کے جواب میں) فرمایا: کہ بدترین مقامات بازار ہیں اور بہترین مقامات مساجد ہیں۔ (یہ روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 702)

یہ "پردے" مخلوق کی نسبت سے ہیں حق تعالیٰ جل شانہ کی نسبت سے نہیں ہیں کیونکہ اللہوند قدوس پردے میں نہیں ہے بلکہ اللہ کی مخلوق پردے میں ہے اور جسمانی و نفسانی پردے ہیں اس کی مثال کسی اندھے کے لئے پردہ آفتاب کی سی ہے کہ جس طرح آفتاب پردے میں نہیں ہوتا بلکہ خود اندھے پر پردہ پڑا ہوا ہوتا ہے کہ وہ آفتاب کو نہیں دیکھ سکتا اور آفتاب اس کو دیکھتا ہے یعنی اس پر اپنی روشنی ڈالتا ہے۔ سائل نے تو صرف "بہتر جگہ" کے بارے میں سوال کیا تھا لیکن جواب میں مقابلے کے طور بہترین اور بدترین دونوں مقامات کو بتلادیا گیا تاکہ رحمان اور شیطان دونوں کے گھر معلوم ہو جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی آدمی سے کوئی ایسا مسئلہ دریافت کیا گیا جو اسے پوری طرح معلوم نہیں ہے تو اسے چاہئے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے بلکہ جس کے بارے میں جانتا ہو کہ وہ اس سوال کا جواب اچھی طرح جانتا ہے اس سے پوچھ لے اور اپنے سے زیادہ علم والے سے پوچھنے میں کوئی شرم محسوس نہ کرے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سنت ہے۔

مساجد کی سجاوٹ کا بیان

448 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ بْنِ سُفْيَانَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ أَبِي فَرَّازَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَمْرٌ بِتَشْيِيدِ الْمَسَاجِدِ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخَّرَ فَتُحَاسِبَ كَمَا زَخُرَتْ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى ﴿١﴾ ﴿٢﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھے مساجد کو پختہ تعمیر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تم لوگ ان (مساجد) کو اسی طرح آراستہ کرو گے جس طرح یہودی اور عیسائی (اپنی عبادت گاہوں کو) آراستہ کرتے تھے۔

شرح

زخرف کہتے ہیں علماء کو اور کسی چیز کی کمال خوبی کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ لوگ مسجدوں میں نقش و نگار کریں گے اور ان کے درود یوار پر سونا چڑھائیں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول رسول اللہ ﷺ کے بعد حسب عادت، انسانی لوگوں کے افعال کی خبر دینے کے مترادف ہے یعنی آئندہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو مسجدوں کو منقش و مزین کریں گے اور ان کے درود یوار پر سونا چڑھائیں گے حالانکہ ان کا یہ طریقہ خلاف سنت ہوگا کیونکہ اسلام کی

سادگی پسند فطرت اس قسم کی چیزوں کی تحمل نہیں ہو سکتی۔ مزید یہ کہ اس طریقے سے یہود و نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہے۔ متاثرین علماء نے مساجد کی زیب و زینت اور ان میں نقش و نگار کی اجازت دی ہے اور کہا کہ لوگ اپنے مکانات کو بلند و مطلقا بناتے ہیں اور انہیں منقش و مزین کرتے ہیں اگر مسلمان اپنی مسجدوں کو لکڑی و مٹی سے بالکل سادہ بنائیں تو ہو سکتا ہے کہ عوام کی نظروں میں ان کی وقعت و عظمت نہ ہو اس لئے مسجدوں کو ایسے ڈھنگ سے بنانے کی اجازت دے دی گئی ہے جو موجودہ زمانے کے معیار پر درجہ و محترم سمجھی جائیں۔

مسجد نبوی زمانہ رسول اللہ ﷺ میں بالکل سادہ اور کچی مٹی دیواریں اینٹوں کی اور چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور اس کے ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دوبارہ بنوایا تو انہوں نے بھی اسی طرح مسجد کو سادہ رکھا۔ اسی کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس مسجد کو از سر نو نئے طرز پر تعمیر کروایا چنانچہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ مسجد کو وسیع تر بنادیا بلکہ اس کی دیواروں میں منقش پتھر اور چھت میں سال استعمال کیا اس طرح مسجد نبوی رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے مقابلے میں بہت بڑی اور خوبصورت ہو گئی۔

مساجد پر فخر کرنا قیامت کی نشانی ہونے کا بیان

449 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا حَنَادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ، عَنْ أَنَسٍ، وَقَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَكَبَّرَ النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ

﴿﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک لوگ مساجد (کی تعمیر) میں فخر کا اظہار نہیں کریں گے۔“

شرح

مطلب یہ ہے کہ قرب قیامت لوگ بڑی بڑی مسجدیں بنائیں گے اور انہیں آراستہ کریں گے اور اس سے ان لوگوں کا مقصد اللہ کی رضا و خوشنودی اور ان کی نیت خالصۃ اللہ کیلئے نہیں ہوگی بلکہ ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ بڑے فخر و مباہات کے ساتھ اپنے اس کار نامے کو دنیا کے سامنے پیش کر سکیں اور دنیا والے ان کی تعریف و بڑائی میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیں۔

بت خانے کی جگہ پر مسجد بنانے کا بیان

450 - حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ الْمُرَجَّى، حَدَّثَنَا أَبُو هَتَامٍ الدَّالِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ مُحَبَّبٍ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الشَّائِبِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيَّاضٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَلَوْا غَيْثَهُمْ

﴿﴾ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ مسجد طائف کو وہاں بنائیں جہاں ان لوگوں کا بت خانہ ہوتا تھا۔

451- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَارِسٍ. وَمُجَاهِدُ بْنُ مُوسَى. وَهُوَ أَكْبَرُ. قَالَا حَدَّثَنَا يَحْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا أَبِي. عَنْ صَالِحٍ. حَدَّثَنَا نَافِعٌ. أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ. أَخْبَرَهُ. أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مَبْنِيًّا بِاللِّبْنِ وَالْجَرِيدِ - قَالَ مُجَاهِدٌ - وَعُمْدَةٌ مِنْ خَشَبِ النَّخْلِ - فَلَمْ يَزِدْ فِيهِ أَبُو بَكْرٍ شَيْئًا. وَزَادَ فِيهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلَى بَنَائِهِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللِّبْنِ وَالْجَرِيدِ وَأَعَادَ عُمْدَهُ - قَالَ مُجَاهِدٌ - عُمْدَةٌ خَشَبًا - وَغَيْرُهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيهِ زِيَادَةً كَثِيرَةً. وَبَنَى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوشَةِ وَالْقَصَةِ. وَجَعَلَ عُمْدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوشَةٍ وَسَقَفَهُ بِالسَّاجِ - قَالَ مُجَاهِدٌ - وَسَقَفَهُ السَّاجُ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: الْقَصَةُ: الْجَصُّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد کئی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی اس کے ستون کھجور کی لکڑی سے بنے ہوئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی لیکن انہوں نے اسے اسی طرح بنایا جس طرح یہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں کئی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنائی گئی تھی البتہ انہوں نے ستون تبدیل کر کے لکڑی کے لگوا دیے۔ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر نو کی اور اس میں بہت زیادہ توسیع کی۔ انہوں نے اس کی دیواریں اور اس کے ستون منقش کس تون منکش پتھروں اور چونے کے ذریعے بنائے اور اس کی چھت سا گوان کی لکڑی سے بنائی۔

مجاہد کہتے ہیں: اس سے مراد سا گوان کی لکڑی ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لفظ قصہ سے مراد گچ (یعنی چونہ) ہے۔)

452- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ. حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى. عَنْ شَيْبَانَ. عَنْ فَرَّاسٍ. عَنْ عَطِيَّةَ. عَنْ ابْنِ عُمَرَ. أَنَّ مَسْجِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ سَوَارِيهِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جُذُوعِ النَّخْلِ أَعْلَاهُ مُظَلَّلٌ بِجَرِيدِ النَّخْلِ. ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ فَبَنَاهَا بِجُذُوعِ النَّخْلِ وَبِجَرِيدِ النَّخْلِ. ثُمَّ إِنَّهَا نَخِرَتْ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ فَبَنَاهَا بِالْأَجْرِ فَلَمْ تَزَلْ ثَابِتَةً حَتَّى الْآنَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے اور ان کے اوپر کھجور کی شاخوں کے ذریعے چھت ڈال دی گئی تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب یہ بوسیدہ ہو گئے تو انہوں نے تنوں اور شاخوں کو تبدیل کر دیا پھر جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یہ برائے ہو گئے تو انہوں نے مسجد نبوی کو پختہ اینٹوں کے ذریعے بنوایا اور اس کے بعد اب تک (یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ حدیث بیان کر رہے تھے اس وقت تک) یہ مسجد اسی طرح ہے۔

453- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. عَنْ أَبِي الثَّيَّاحِ. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ: قَدِيمَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ فَنَزَلَ فِي عُلُوِّ الْمَدِينَةِ فِي حَيٍّ يُقَالُ: لَهُمْ بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً. ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ سُيُوفَهُمْ. فَقَالَ النَّسِ فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ، وَأَبُو بَكْرٍ يَدْفُهُ، وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهُ حَتَّى أَلْقَى بِفَنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ. وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، حَيْثُ أَدْرَكَتُهُ الصَّلَاةُ، وَيُصَلِّي فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ، وَإِنَّهُ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ. فَأَرْسَلَ إِلَى بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ: يَا بَنِي النَّجَّارِ، ثَابِتُونِي بِحَائِطِكُمْ هَذَا فَقَالُوا: وَاللَّهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ النَّسِ: وَكَانَ فِيهِ مَا أَقُولُ لَكُمْ. كَانَتْ فِيهِ قُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، وَكَانَتْ فِيهِ خَرِبٌ، وَكَانَ فِيهِ نَخْلٌ. فَأَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ، فَتُبِشَتْ وَبِالْخَرِبِ فَسَوِيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوا عِصَادَتِيهِ حِجَارَةً. وَجَعَلُوا يَنْقُلُونَ الصَّخَرِ. وَهُمْ يَزْتَجِرُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ. وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَانْصِرِ الْإِنصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: (ہجرت کے موقع پر) جب نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے بالائی حصے میں ایک قبیلے میں قیام کیا۔ جنہیں بنو عمرو بن عوف کہا جاتا تھا۔ آپ نے ان کے درمیان چودہ دن قیام کیا پھر آپ نے بنو نجار کو پیغام بھجوایا تو وہ لوگ تلواریں گلوں میں لٹکا کر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہ منظر آج بھی میری نگاہ میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور بنو نجار کے افراد آپ ﷺ کے ارد گرد تھے۔ یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے احاطے میں اترے نبی اکرم ﷺ کو جہاں بھی نماز کا وقت ہو جاتا تھا آپ وہاں نماز ادا کر لیا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کر لیا کرتے تھے نبی اکرم ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا۔ آپ نے بنو نجار کو پیغام بھجوایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے بنو نجار! اپنے اس باغ کا میرے ساتھ سودا کر لو انہوں نے عرض کی: اللہ کی قسم! ہم اس کی قیمت صرف اللہ تعالیٰ سے لیں گے۔ (یعنی اس سے اس کا اجر و ثواب لیں گے)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: اس باغ میں جو کچھ تھا وہ میں تمہیں بتاتا ہوں اس میں کچھ مشرکین کی قبریں تھیں اس میں کچھ کھنڈر تھے اور کھجوروں کے درخت تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مشرکین کی قبریں پاٹ دی گئیں اور کھنڈر کو برابر کر دیا گیا اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ کھجور کے ان درختوں کو مسجد کے قبلہ کی سمت میں لائن میں لگا دیا گیا اور ان کے دونوں کناروں پر پتھر لگا دیئے گئے۔ لوگ جب پتھر منتقل کر رہے تھے تو رجز پڑھ رہے تھے اور نبی اکرم ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے وہ یہ کہہ رہے تھے۔

”اے اللہ! بھلائی صرف آخرت کی بھلائی ہے تو انصار اور مہاجرین کی مدد کر۔“

454- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي الثَّيَّاحِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ مَوْضِعُ الْمَسْجِدِ حَائِطًا لِبَنِي النَّجَّارِ فِيهِ خَرِبٌ وَنَخْلٌ، وَقُبُورُ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَامِنُونِي بِهِ فَقَالُوا: لَا نَبْنِي بِهِ ثَمَنًا. فَقَطَعَ النَّخْلَ وَسَوَّى الْحَوْتَ وَنَبَشَ قَبْرَهُ
الشَّيْكِينَ. وَسَاقَ الْحَدِيثَ. وَقَالَ: فَأَغْفِرْ مَكَانَ قَانُصُرَ. قَالَ مُوسَى: وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. بِمَنْحُوْرٍ.
وَكَانَ عَبْدُ الْوَارِثِ يَقُولُ: خَرَبٌ. وَزَعَمَ عَبْدُ الْوَارِثِ. أَنَّهُ أَقَادَ حَمَادًا هَذَا الْحَدِيثَ
❀❀ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس جگہ مسجد ہے وہ بنو نجار کا باغ تھا جس میں کچھ کھیت تھے۔ کھجوروں
کے درخت تھے اور مشرکین کی قبریں تھیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم میرے ساتھ اس کا سودا کر لو۔ انہوں نے عرض کی: ہمیں اس
کی قیمت نہیں چاہئے پھر کھجوروں کے درختوں کو کاٹ دیا گیا۔ کھیتوں کو برابر کر دیا گیا مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ دیا گیا (اس کے بعد
راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے) جس میں انہوں نے ”بدوکر“ کی جگہ ”مغفرت کر دے“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ موسیٰ
نامی راوی کہتے ہیں: عبد الوارث نے ہمیں اسی کی مانند حدیث بیان کی ہے اور عبد الوارث نے لفظ ”کنڈر“ استعمال کیا ہے۔
عبد الوارث یہ کہتے ہیں: یہ الفاظ حماد نے نقل کئے ہیں۔

بَابُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ

باب: محلوں میں مساجد بنانا

455 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ. عَنْ زَائِدَةَ. عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. عَنْ
أَبِيهِ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ وَأَنْ تُنْظَفَ
وَتُطَيَّبَ

❀❀ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے محلوں میں مسجد بنانے اور انہیں صاف اور خوشبودار رکھنے کا
حکم دیا ہے۔

456 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ سَفْيَانَ. حَدَّثَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ. حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ
مُوسَى. حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سَعْدِ بْنِ سَمُرَةَ. حَدَّثَنِي خُبَيْبُ بْنُ سُلَيْمَانَ. عَنْ أَبِيهِ سُلَيْمَانَ بْنِ سَمُرَةَ.
عَنْ أَبِيهِ سَمُرَةَ. أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى ابْنِهِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُنَا
بِالْمَسَاجِدِ أَنْ نَصْنَعَهَا فِي دِيَارِنَا. وَنُصْلِحَ صَنْعَتُهَا وَنُطَهِّرَهَا

❀❀ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات منقول ہے انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ خط لکھا۔

”اما بعد! نبی اکرم ﷺ نے ہمیں مساجد کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ ہم محلوں میں انہیں تعمیر کریں اور ان کی عمارت
اچھی بنائیں اور انہیں صاف رکھیں۔“

455 - اسنادہ صحیح. حسین بن علی: هو الجعفی، وزائدة: هو ابن قدامة. واخرجه الترمذی (600)، وابن ماجه (758) و (759) من طرق
عن هشام بن عروة، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (26386)، و "صحیح ابن حبان" (1634). واخرجه الترمذی (601) و (602)
من طرق عن هشام بن عروة، عن ابیه ان رسول الله - صلى الله عليه وسلم -... فذكرهم مرسلاً. وانظر الحديث الذي يلي هذا عند ابی داود.

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ومن اعظم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ من مبتدا کی حیثیت سے مرفوع ہے اور اعظم خبر ہے مطلب یہ ہے کہ لا احد اعظم کوئی زیادہ ظالم نہیں ہے۔ اور ان محل نصب میں ہے۔ مسجد سے بدل کے اعتبار سے۔ اور یہ تقدیر بھی جائز ہے۔ کرہیۃ ان یذکر پھر حذف کیا گیا۔ اور یہ تقدیر بھی جائز ہے: من ان یذکر فیکھا۔ اور حرف جر کو طول کلام کی وجہ سے ان سے پہلے حذف کیا گیا اور یہاں مسجد سے مراد بیت المقدس اور اس کی محرابیں ہیں۔ بعض نے فرمایا: کعبہ ہے اور جمع ذکر کیا گیا ہے کیونکہ کعبہ مساجد کا قبلہ ہے یا تعظیم کے لئے جمع ذکر کیا گیا۔ بعض نے فرمایا: مسجد سے مراد تمام مساجد ہیں، ان کا واحد مسجد (جیم کے کسرہ کے ساتھ)۔ عربوں میں سے بعض کہتے ہیں: مسجد (جیم کے فتح کے ساتھ) (3)۔ فراء نے کہا ہے: ہر فعل جو فعل مفعول کے وزن پر ہو مثلاً دخل یدخل تو اس سے مفعول فتح کے ساتھ آتا ہے خواہ وہ اسم ہو یا مصدر ہو۔ اس میں فرق واقع نہیں ہوتا۔ مثلاً دخل یدخل مدخل۔ هذا مدخل۔ مگر چند الفاظ ایسے ہیں جن پر کسرہ پڑھا جاتا ہے: مسجد، مطلع، المغرب، المشرق، المسقط، المفرق، المجد، المسکن، المرفق۔ (یہ رفق یرفق سے ہے) السبت، المنسک (یہ نسک ینسک سے ہے) کسرہ کو اسم کی علامت بنایا ہے۔ بعض اوقات بعض عرب اسم میں فتح دیتے ہیں وہ المسجد (جیم کے فتح کے ساتھ) انسان کی پیشانی جہاں سجدہ کے لئے پہنچتی ہے: الارباب، دوسات اعضاء جو سجدہ میں زمین پر لگتے ہیں۔ یہ جوہری کا قول ہے۔

اس آیت سے مراد کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے اور یہ کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ یہ بخت نصر کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا۔ حضرت ابن عباس وغیرہ نے کہا: یہ نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ معنی یہ ہے کہ تم کیسے دعویٰ کرتے ہو اے نصاریٰ! کہ تم اہل جنت میں سے ہو حالانکہ تم نے بیت المقدس کو خراب کیا اور اس میں نمازیوں کو نماز پڑھنے سے روکا۔ اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہوگا: نصاریٰ کے فعل پر تعجب کا اظہار ہے کہ انہوں نے بیت المقدس کے ساتھ یہ کیا حالانکہ وہ اس کی تعظیم بھی کرتے تھے اور انہوں نے یہود سے عداوت کی۔

سعید نے حضرت قتادہ سے روایت کیا ہے، فرمایا: یہ اللہ کے دشمن نصاریٰ ہیں، یہود کے بعض نے انہیں ابھارا کہ انہوں نے بخت نصر بائبل مجوسی کی بیت المقدس کی تخریب میں معاونت کی۔

روایت ہے کہ یہ تخریب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک باقی رہی۔ بعض نے فرمایا: یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے نمازیوں کو اور نبی کریم ﷺ کو روکا اور حدیبیہ کے ساتھ انہیں مسجد حرام میں داخل نہ ہونے دیا۔ بعض نے فرمایا: اس نے مراد ہر وہ شخص ہے جس نے بھی قیامت تک کسی مسجد سے کسی کو روکا۔ یہ قول صحیح ہے کیونکہ لفظ عام ہے اور جمع کے صیغہ کے ساتھ وارد ہے۔ بعض مساجد کے ساتھ تخصیص اور بعض اشخاص کے ساتھ خاص کرنا ضعیف ہے۔ واللہ اعلم۔

مساجد کا خراب کرنا کبھی حقیقت ہوتا ہے جیسے بخت نصر اور نصاریٰ نے بیت المقدس کی تخریب کی تھی جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے۔ انہوں نے بنی اسرائیل سے اپنے کسی بادشاہ کے ساتھ مل کر جنگ کی۔ بعض علماء نے فرمایا: اس کا نام نطوس بن اسپسائوس رومی تھا جیسا کہ غزنویوں نے ذکر کیا ہے۔ پس انہوں نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اور انہیں قیدی بنایا، تورات کو جلا دیا اور بیت المقدس میں غلاظت بھینکی اور اسے خراب کیا۔

اور کبھی تخریب مسجد مجاز ہوتی ہے، جیسے مشرکین کا مسلمانوں کو منع کرنا۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے روک دیا۔ پس نماز اور شعائر اسلام کی مساجد میں ادائیگی سے روک دینا یہ اسے خراب کرنا ہے۔

ہمارے علماء نے فرمایا: اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں: عورت کو حج کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے جب اس نے حج نہ کیا ہو خواہ اس کا محرم ہو یا نہ ہو اور اسے مساجد میں نماز پڑھنے سے بھی نہ روکا جائے جب اس پر قہر کا خوف نہ ہو۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا: مسجد کو توڑنا جائز نہیں ہے اور نہ اس کا بیع کرنا اور معطل کرنا جائز ہے اگرچہ مکہ خراب بھی ہو جائے اور مسجد بنانے سے بھی نہیں روکا جائے مگر یہ کہ لوگوں کا ارادہ اختلاف اور جھگڑا ہو مثلاً وہ ایک مسجد کے پہلو میں دوسری مسجد بنائیں اور ان سے مقصود پہلی مسجد کے لوگوں میں جدائی ڈالنا ہو اور خراب کرنا ہو اور اختلاف پیدا کرنا ہو۔ اگر ایسی صورت ہو تو دوسری مسجد کو توڑا جائے اور اس کے بنانے سے منع کیا جائے گا۔ اسی وجہ سے ہم نے کہا: ایک شہر میں دو جامع مسجد ہونی جائز نہیں ہیں اور نہ ایک مسجد کے لئے دو امام جائز ہیں اور نہ ایک مسجد میں دو جماعتیں جائز ہیں۔ اس کا مزید بیان ان شاء اللہ سورۃ براءت میں آئے گا اور سورۃ نور میں مساجد اور ان کی بناء حکم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بیان کیا جائے گا۔ یہ آیت نماز کے امر کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے۔ جب نماز افضل عمل ہے اور راجح کے اعتبار سے عظیم ہے تو اس کا منع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

ہر جگہ جہاں اللہ کی عبادت کرنا ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جاتا ہو اسے مسجد کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جعلت لی الارض مسجداً و طہوراً (میرے لئے زمین سجدہ گاہ اور پاکیزگی کا باعث بنائی گئی ہے) اس حدیث کو ائمہ نے تخریج کیا ہے۔ امت کا اس پر اجماع ہے کہ وہ جگہ جو زبان کے ساتھ نماز کے لئے متعین کی گئی ہو تو وہ مالک کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے ہو جاتی ہے اگر کوئی شخص اپنے گھر میں مسجد بنائے اور لوگوں کو اس سے روکے اور اسے اپنے لئے مختص کرے تو وہ اس کی ملکیت پر رہے گی اور وہ مسجد کی تعریف میں نہیں آئے گی۔ اگر وہ تمام لوگوں کے لئے اس میں نماز پڑھنا مباح کر دے تو پھر اس کا حکم عام مساجد جیسا ہو جائے گا اور ملکیت سے نکل جائے گی۔

اولئک ما کان ہم ان یدخلوها الا خائفین، اولئک مبتدأ ہے اور اس کا ما بعد اس کی خبر ہے خائفین حال ہے یعنی مسلمان جب اس پر غالب آ جائیں اور وہ مسلمانوں کی سلطنت کے تحت آ جائے تو اس وقت ان مساجد میں کافر کا داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ اگر کافر اس میں داخل ہوں گے تو انہیں خوف ہوگا کہ مسلمان انہیں نکال دیں گے اور اس میں داخل ہونے پر سزا دیں گے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ کافر کے لئے مسجد میں داخل ہونا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سورۃ براءت میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جنہوں نے اس آیت کو نصاریٰ کے بارے میں تصور کیا اس نے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی اسلام میں تعمیر فرمائی تو اس کے بعد ایک زمانہ گزر گیا کہ کوئی نصرانی اس میں داخل نہیں ہوتا تھا مگر اسے سزا دی جاتی تھی، اس کے بعد کہ وہ ان کی عبادت گاہ تھی۔ اور جنہوں نے اسے قریش کے بارے میں تصور کیا۔ اس نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ اعلان کیا گیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا اور کوئی بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہیں کرے گا۔ بعض علماء نے فرمایا: یہ خبر ہے اور اس سے مقصود امر ہے یعنی تم کافروں سے جہاد کرو اور انہیں جڑ سے اکھڑ دو حتیٰ کہ ان میں سے کوئی مسجد حرام میں داخل نہ ہو مگر دہشتے ہوئے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وما کان لکم ان تؤدوا رسول اللہ (احزاب: 53) یہ حقیقت میں نبی ہے جو خبر کے غلطے کے ساتھ

دار ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بقرہ، ۱۷۳، بیروت)

نصارائی اور یہودی مکافات عمل کا شکار ہیں

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں دوسرا یہ کہ اس سے مراد مشرکین ہیں نصرانی بھی بیت المقدس کی مسجد میں پلیدی ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے، بخت نصر نے جب بیت المقدس کی بربادی کے لئے چڑھائی کے تھی تو ان نصرانیوں نے اس کا ساتھ دیا تھا اور مدد کی تھی، بخت نصر باطل کا رہنے والا مجوسی تھا اور یہودیوں کی دشمنی پر نصرانیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا اور اس لئے بھی کہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو قتل کر ڈالا تھا اور مشرکین نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ والے سال کعبہ اللہ سے روکا تھا یہاں تک کہ ذی طوی میں آپ وقریبین دینا پڑیں اور مشرکین سے صلح کرنے کے بعد آپ وہیں سے واپس آ گئے حالانکہ یہ امن کی جگہ تھی باپ اور بھائی کے قتل کو بھی یہاں کوئی نہیں چھیڑتا تھا اور ان کی کوشش یہی تھی کہ ذکر اللہ اور حج و عمرہ کرنے والی مسلم جماعت کو روک دیں حضرت ابن عباسؓ کی قول ہے ابن جریر نے پہلے قول کو پسند فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کعبہ اللہ کو برباد کرنے کی سعی نہیں کرتے تھے یہ سعی نصرانی کی تھی کہ وہ بیت المقدس کی ویرانی کے ورپے ہو گئے تھے۔

لیکن حقیقت میں دوسرا قول زیادہ صحیح ہے، ابن زید اور حضرت عباسؓ کا قول بھی یہی ہے اور اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہئے کہ جب نصرانیوں نے یہودیوں کو بیت المقدس سے روکا تھا اس وقت یہودی بھی محض بیدین ہو چکے تھے ان پر تو حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی زبانی لعنتیں نازل ہو چکی تھیں وہ نافرمان اور حد سے متجاوز ہو چکے تھے اور نصرانی حضرت مسیحؑ کے دین پر تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اوپر یہودی و نصاریٰ کی مذمت بیان ہوئی تھی اور یہاں مشرکین عرب کی اس بد خصلت کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو مسجد الحرام سے روکا مکہ سے نکالا پھر حج وغیرہ سے بھی روک دیا۔

امام ابن جریر کا یہ فرمان کہ مکہ والے بیت اللہ کی ویرانی میں کوشاں نہ تھے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ وہاں سے روکنے اور نکال دینے اور بیت اللہ میں بت بٹھا دینے سے بڑھ کر اس کی ویرانی کیا ہو سکتی ہے؟ خود قرآن میں موجود ہے آیت (وَالَّذِينَ يَصْنَعُونَ الْفِتْنَةَ سَنُكْفِيهِمْ أَجْرًا كَبِيرًا) (الأنفال: ۳۴) اور جگہ فرمایا آیت (مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَنْصُرُوا اللَّهَ وَلِرَسُولِهِ وَلَئِنْ كَانُوا لَا يُفْقِدُوا اللَّهَ فَمَا لِيُمْسِكُوا بِعَهْدِهِمْ) (التوبہ: ۱۷) یعنی یہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں مشرکوں سے اللہ کی مسجدیں آباد نہیں ہو سکتیں جو اپنے کفر کے خود گواہ ہیں جن کے اعمال غارت ہیں اور جو ہمیشہ کے لئے جہنمی ہیں مسجدوں کی آبادی ان لوگوں سے ہوتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے اور نماز و زکوٰۃ کے پابند اور صرف اللہ ہی سے ڈرنے والے ہیں یہی لوگ راہ راست والے ہیں اور جگہ فرمایا آیت (يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ) (النور: ۲۵) ان لوگوں نے بھی کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے بھی روکا اور قربانیوں کو ان کے ذبح ہونے کی جگہ تک نہ پہنچنے دیا اگر ہمیں ان مومن مردوں عورتوں کا خیال نہ ہوتا جو اپنی ضعیفی اور کم قوتی کے باعث مکہ سے نہیں نکل سکے۔ جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو تو ہم تمہیں ان سے بڑھ کر ان کے غارت کر دینے کا حکم دیتے لیکن یہ بے گناہ مسلمان ہیں نہ دیئے جائیں اس لئے ہم نے سردست یہ حکم نہیں دیا لیکن یہ کفار۔

اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو وہ وقت دور نہیں جب ان پر ہمارے دروٹا ک عذاب برس پڑیں۔

پس جب وہ مسلمان ہیں جن سے مسجدوں کی آبادی حقیقی معنی میں ہے وہ ہی روک دیے گئے تو مسجدوں کے کما جائزے میں کوئی کمی رہ گئی؟ مسجدوں کی آبادی صرف ظاہری زیب و زینت رنگ و روغن سے نہیں ہوتی بلکہ اس میں ذکر اللہ ہونا اس میں شریعت کا قائم رہنا اور شرک اور ظاہری میل کچیل سے پاک رکھنا یہ ان کی حقیقی آبادی ہے پھر فرمایا کہ انہیں لائق نہیں کہ بے خوفی اور بے باکی کے ساتھ بیت اللہ میں نہ آنے دو ہم تمہیں غالب کر دیں گے اس وقت بھی کرنا چنانچہ جب مکہ فتح ہو گیا اگلے سال ۹ ہجری اعلان کرا دیا کہ اس سال کے بعد حج میں کوئی مشرک نہ آنے پائے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا ہو کر نہ کرے جن لوگوں کے درمیان صلح کی کوئی مدت مقرر ہوئی ہے وہ قائم ہے یہ حکم دراصل تصدیق اور عمل ہے اس آیت پر آیت (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْكِرُونَ كُتُبٌ مُّجْتَسِمَةٌ فَلَا يَفْقَرُوهَا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا) (۵۔ احزاب: ۲۸) یعنی مشرک لوگ تجس ہیں اس سال کے بعد انہیں مسجد حرام میں نہ آنے دو اور یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ مشرک کانپتے ہوئے اور خوف زدہ مسجد میں آئیں لیکن برخلاف اس کے اٹھے یہ مسلمانوں کو روک رہے ہیں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو بشارت دیتا ہے کہ عنقریب میں تمہیں غلبہ دوں گا اور یہ مشرک اس مسجد کی طرف رخ کرنے سے بھی کچکپانے لگیں گے۔

چنانچہ یہی ہوا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وصیت کی کہ جزیرہ عرب میں دو دین باقی نہ رہنے پائیں اور یہود و نصاریٰ کو وہاں سے نکال دیا جائے الحمد للہ کہ اس امت کے بزرگوں نے اس وصیت رسول منہیچہم پر عمل بھی کر دکھایا اس سے مسجدوں کی فضیلت اور بزرگی بھی ثابت ہوئی بالخصوص اس جگہ کی اور مسجد کی جہاں سب سے بڑے اور کل جن و انس کے رسول محمد منہیچہم نبیہم گئے تھے۔ ان کافر پر دنیا کی رسوائی بھی آئی، جس طرح انہوں نے مسلمانوں کو روکا جلا وطن کیا ٹھیک اس کا پورا بدلہ انہیں ملا یہ بھی روکے گئے، جلا وطن کئے گئے اور ابھی اخروی عذاب باقی ہیں کیونکہ انہوں نے بیت اللہ شریف کی حرمت توڑی وہاں بت بٹھائے، بتوں سے دعائیں اور مناجاتیں شروع کر دیں۔ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا وغیرہ اور اگر اس سے مراد نصرانی لئے جائیں تو بھی ظاہر ہے کہ انہوں نے بھی بیت المقدس کی بے حرمتی کی تھی، بالخصوص اس محضرہ (ہتھر) کی جس کی طرف یہود نماز پڑھتے تھے، اسی طرح جب یہودیوں نے بھی نصرانیوں سے بہت زیادہ ہنگ کی اور تو ان پر ذلت بھی اس وجہ سے زیادہ نازل ہوئی دنیا کی رسوائی سے مراد امام مہدی کے زمانہ کی رسوائی بھی ہے اور جزیہ کی ادائیگی بھی ہے حدیث شریف میں ایک دعا وارد ہوئی ہے۔ دعا (اھم احسن عاقبتی فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاخرۃ) اے اللہ تو ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے نجات دے۔ یہ حدیث حسن ہے سند احمد میں موجود ہے صحاح ستہ میں نہیں اس کے راوی بشر بن ارطاة صحابی ہیں۔ ان سے ایک تو یہ حدیث مروی ہے دوسری وہ حدیث مروی ہے جس میں ہے کہ غزوے اور جنگ کے موقع پر ہاتھ نہ کانٹے جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ ۱۱۳، بیروت)

بَابُ فِي الشَّرْجِ فِي الْمَسَاجِدِ

باب: مساجد میں چراغ جلانا

457- حَدَّثَنَا الثَّقَلِيُّ، حَدَّثَنَا مَسْكِينٌ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ، عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي سُوْدَةَ، عَنْ

مَيْمُونَةَ. مَوْلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَفْتِنَا فِي بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَقَدْ
اِثْنُوهُ فَصَلُّوا فِيهِ وَكَانَتْ الْبِلَادُ إِذْ ذَاكَ حَرْبًا. فَإِنْ لَمْ تَأْتُوهُ وَتَصَلُّوا فِيهِ. فَأَبْعَثُوا بِزَيْتِ يَسْرُجٍ فِي
قَنَادِيلِهِ

❦❦ نبی اکرم ﷺ کی کنیز سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ ہمیں بیت المقدس سے
بارے میں حکم دیجئے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم وہاں جاؤ اور وہاں نماز ادا کرو (راوی کہتے ہیں:) اس زمانے میں یہ جہنم
مسلموں کے قبضے میں تھی (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) ”اگر تم وہاں تک نہیں جاسکتے اور نماز ادا نہیں کر سکتے تو پھر زیتون کا تیل بھیج
جس کے ذریعے وہاں کی قندیلوں کو جلایا جائے۔“

مساجد سے متعلق احکام کا بیان

۱. مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر مسجد کا مال و اسباب جاتے رہنے کا خوف ہو تو مکروہ نہیں لیکن نماز
کے اوقات میں بند کرنا اس صورت میں بھی مکروہ ہے ۲. مسجد کی چھت پر پیشاب یا پاخانہ کرنا یا جماع کرنا جہنی مرد و عورت یا جنس
نفس والی عورت کا مسجد کی چھت کے اوپر جانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے ۳. مسجد کی چھت پر بلا ضرورت
چڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا ۴. مسجد کو بلا عذر راستہ بنا لینا مکروہ ہے اگر کسی نذر کی وجہ سے مسجد
میں سے گزرتا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے ہر روز جب وہ ایک یا کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ اس میں تحسینۃ المسجد پڑھنا
کرے بلا عذر گزرنے کی عادت والا بھی اگر اعتکاف کی نیت کر لیا کرے تو گناہ سے بچ جائے گا۔

۵. مسجد کو ہر قسم کی گندگی و خرابی سے بچانا چاہئے اور نجاست کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے مثلاً ناپاک تیل مسجد کے اندر جانا
ناپاک گارے سے لیپنا، کلی کرنا، وضو کرنا، وغیرہ ۶. ایسے بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں
لے جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ۷. مسجد میں جوتیاں اور موزے لے جانے والے کو چاہئے کہ
اچھی طرح صاف کر کے لے جائے۔

۸. مسجد میں کچا لہسن یا پیاز یا مٹولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک اس کی بو باقی ہو مکروہ تحریمی ہے کوڑھ اور سفید داغ والے
اور گندہ دہن و گندہ بغلی کی بیماری والے اور غیبت اور چغلی کرنے والے وغیرہ کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح سنی کا تیل
اور وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بد بو اڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے ۹. اگر کوئی اپنے مال سے مسجد میں نقش و نگار بنائے یا چوہ
گچج کرے اور مسجد کی تعظیم کی نیت ہو اور قبلے والی دیوار و محراب پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبلے والی دیوار اور محراب پر ہو تو مکروہ
تنزیہی ہے کیونکہ اس سے نمازیوں اور امام کے دل کو مشغولی ہوگی بلکہ دائیں بائیں کا بھی یہی حکم ہے وقف کے مال سے نقش و نگار
کرنا حرام ہے۔

۱۰. مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ۱۱. مسجد کے اندر کنواں نہیں کھودنا چاہئے ۱۲.
اگر کنواں پہلے سے موجود ہو اور پھر وہ مسجد میں آجائے تو اس کو باقی رکھنے میں مضائقہ نہیں ۱۳. مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے اگر مسجد
کے فائدہ کے لئے ہو تو مضائقہ نہیں ۱۴. مسجد کا چراغ گھر نہ لے جائے گھر سے مسجد میں چراغ لے جائے مسجد کا چراغ تہائی رات

گئے تک روشن رکھنے میں مضائقہ نہیں اس سے زیادہ شد کے لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا وہاں اس کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں ۱۵۔ مسجد میں سوال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے بعض کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

۱۶۔ گمشدہ چیز کے متعلق مسجد میں پوچھ گچھ کرنا مکروہ ہے ۱۷۔ مسجد میں شعر پڑھنا اگر حمد و نعت و دعا و نصیحت وغیرہ کے لئے ہو تو بہتر ہے اگر گزشتہ زمانوں اور اہل حق کا ذکر ہے تو مباح ہے اگر کسی مسلمان کی بیوی یا بیوقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اگر خدا و خدائے وغیرہ کا وصف ہو تو مکروہ ہے ۱۸۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا منع و مکروہ ہے البتہ اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز ہے جبکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو تجارت کے لئے نہ ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو، ضرورت سے زیادہ اس کے لئے بھی جائز نہیں ۱۹۔ بلند آواز سے ذکر کرنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریاح کا خوف ہو یا نمازیوں یا قاریوں یا سونے والوں کو تکلیف و خلل کا خوف ہو مگر ان باتوں کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۲۰۔ مسجد میں باتوں کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ باتیں مباح ہوں اگر عبادت کے لئے بیٹھا ہو اور دنیا کا کلام بھی کر لیا تو مکروہ نہیں ۲۱۔ چمکادڑ و کبوتروں وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوح کر پھینکنے میں مضائقہ نہیں ۲۲۔ مسجد میں ماتم کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے ۲۳۔ مسجد کا کوڑا جھاڑو دے کر ایسا جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو ۲۴۔ مسجد میں مسافر اور اعتکاف کرنے والے کے سوا کسی اور کو کھانا پینا سونا جائز نہیں اگر کسی کو ایسا کرنا ہی پڑے تو وہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے پہلے کچھ ذکر الہی کر لے یا نماز پڑھ لے، پھر کھانپ لے یا سو جائے تو مکروہ نہیں، اور مسافر کے لئے بھی یہی بہتر ہو اس طرح ان کو اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا ۲۵۔ درزی یا کاتب یا کسی اور پیشہ ور کو مسجد میں بیٹھ کر سینا و کتابت وغیرہ اپنا پیشہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کی حفاظت کے لئے وہاں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو مکروہ نہیں ۲۶۔ اگر مسجد کی چٹائی وغیرہ کا گھانس دینا وغیرہ نمازی کے کپڑے میں لپٹ کر آگیا اور اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تو اس کا دہاں واپس لوٹنا اس پر واجب نہیں ۲۷۔ نماز کے علاوہ مسجد میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر اس سبب سے وہاں کی کوئی چیز خراب ہو گئی تو قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

۲۸۔ اگر کسی نے غصب کی زمین میں مسجد بنائی تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے افضل نہیں ہے ۲۹۔ قبلے کی طرف قصد ابلات عذر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں پھیلا کر مکروہ ہے خواہ سوتے میں ہو یا جاگتے میں اگر عذر سے یا بھول کر ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے تا بالغ کے لئے بھی یہی حکم ہے اور بے سمجھتا بالغ کو اس طرح لٹانے کا گناہ لٹانے والے پر ہوگا اسی طرح قرآن مجید اور شرعی کتابوں کی طرف بھی پاؤں پھیلا کر مکروہ ہے لیکن اگر کتابیں اونچی جگہ پر ہوں تو پھر ان کی طرف پاؤں پھیلا کر مکروہ نہیں ہے ۳۰۔ مسجد کی مرمت و عمارت اور بور یا و چٹائی بچھانے اور لوٹنے، چراغ، بتی وغیرہ کا انتظام کرنے اور اذان و اقامت کہنے اور امامت کی لیاقت ہوتے ہوئے امامت کرانے کا حق اس شخص کو ہے جس نے مسجد بنا کر اللہ کے واسطے وقف کر دی ہو اور اگر وہ امامت کا اہل نہیں ہے تو اسی کی تجویز سے کوئی دوسرا شخص مقرر ہوگا اسی طرح اس کے بعد اس کی اولاد اور کتبے والے غیروں سے زیادہ حقدار ہیں ۳۱۔ اگر مسجد میں وعظ اور تلاوت قرآن ہو رہی ہو تو عوام کے لئے وعظ کا سنا بہتر ہے۔

۳۲۔ مسجد کی کسی جگہ کو اپنے لئے خاص کر لیا مکروہ ہے اگر کوئی شخص کسی ضرورت مثلاً وضو وغیرہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر گیا

اور اس کو جلدی ہی واپس آتا ہے تو اس کا حق فائق ہے اور دوسرے چلنے والے کو وہاں سے اٹھا دینا اس کے لئے جائز ہے خاص طور پر جب کہ اپنا کپڑا وغیرہ وہاں رکھ گیا ہو ۳۳ مسجدوں میں سب سے افضل مسجد مکہ معظمہ کی مسجد ہے جس کو مسجد الحرام کہتے ہیں کیونکہ اس میں خانہ کعبہ ہے، اس کے بعد مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے پھر بیت المقدس کی مسجد ہے جس کو مسجد قدس بھی کہتے ہیں پھر مسجد قبا پھر اس کے بعد ہر شہر کی جامع مسجدیں پھر محلے کی مسجدیں پھر راستے کی مسجد، اپنی محلے کی مسجد میں بنو تو نماز پڑھنا اگرچہ وہاں جماعت تھوڑی ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں جماعت بڑی ہو بلکہ اگر محلے کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان و اقامت کہے اور نماز پڑھے خواہ وہ اکیلا ہی ہو اس کی یہ نماز جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔

بَابُ فِي حَصَى الْمَسْجِدِ

باب: مساجد میں کنکریاں رکھنا

458 - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ تَمَّارٍ بْنِ بَزِيعٍ، حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَاهِلِيُّ، عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ، عَنِ الْحَصَى الَّتِي فِي الْمَسْجِدِ؟ فَقَالَ: مُطَرْنَا ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأَصْبَحَتِ الْأَرْضُ مُبْتَلَّةً، فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَأْتِي بِالْحَصَى فِي ثَوْبِهِ، فَيَبْسُطُهُ تَحْتَهُ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ، قَالَ: مَا أَحْسَنَ هَذَا

ابو الولید بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسجد میں کنکریاں (بچھائے جانے) کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: ایک رات بارش ہو گئی اور زمین گیلی ہو گئی تو ہر شخص اپنے کپڑے میں کنکریاں لاتا اور انہیں اپنے نیچے بچھا لیتا جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کتنا اچھا کام ہے۔

459 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكَيْعٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: كَانَ يُقَالُ: إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا أَخْرَجَ الْحَصَى مِنَ الْمَسْجِدِ يَنْشِئُ شِدَّةً۔

ابو صالح بیان کرتے ہیں: یہ بات کہی جاتی ہے کہ جب کوئی شخص مسجد سے کنکریاں باہر نکالتا ہے تو وہ اس سے مناجات کرتی ہیں (یعنی اسے واسطے دیتی ہیں)

460 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْنِي الصَّاعِقَانِيَّ، حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شَرِيكَ، حَدَّثَنَا أَبُو حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ أَبُو بَدْرٍ: أَرَاهُ قَدْ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْحَصَاةَ لَشَأْنٌ الَّذِي يُخْرِجُهَا مِنَ الْمَسْجِدِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے ابو بکر نامی راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے انہوں نے نبی اکرم ﷺ تک مرفوع حدیث کے طور پر یہ بات نقل کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”وہ کنکریاں جنہیں آدمی مسجد سے باہر نکالتا ہے وہ واسطے دیتی ہیں (کہ انہیں مسجد سے نہ نکالا جائے)۔“

بَابُ فِي كُنُسِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں صفائی کرنا

461- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابُ بْنُ عَبْدِ الْحَكِيمِ الْخَزَّازُ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمُجِيدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّادٍ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنِ الْمُظَلِّبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غُرِصَتْ عَلَى أَجُورِ أُمِّي حَقُّ الْقَدَاةِ يُخْرِجُهَا الرَّجُلُ مِنَ الْمَسْجِدِ، وَغُرِصَتْ عَلَى ذُنُوبِ أُمِّي، فَلَمْ أَرْ ذَنْبًا أَغْلَمَ مِنْ سُورَةِ مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ آيَةٍ أَوْ يَتِيهَا رَجُلٌ ثُمَّ لَيْسَتْهَا

❦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”میرے سامنے میری امت کے اجور پیش کئے گئے یہاں تک کہ اس میں وہ تکا بھی شامل تھا جسے کوئی شخص مسجد سے باہر نکال دیتا ہے اور میرے سامنے میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے کوئی ایسا گناہ نہیں دیکھا جو اس سے زیادہ بڑا ہو کہ قرآن کی کوئی سورت یا آیت آدمی کو دی گئی ہو (یعنی اس نے یاد کی ہو) تو پھر وہ اسے بھول جائے۔“

مساجد کی صاف رکھنے کا بیان

معلوم ہوا مسجدوں کو صاف ستھرا رکھنا اور روشنی کا انتظام نہایت فضیلت والا کام ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے دو اولوالعزم رسولوں کو بطور خاص حکم دیا۔ یہاں صفائی سے مراد صرف ظاہری صفائی نہیں، بلکہ باطنی صفائی بھی ہے کہ اس گھر میں شرک لوگ نہ آنے پائیں۔ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی پکارنا شروع کر دیں اور اسے گنہگار کریں۔ اور مساجد کی صفائی اور آداب کے لیے درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں تھوکنہ گناہ ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کر دینا (یا صاف کر دینا) ہے (بخاری، کتاب الصلوٰۃ باب کثارة البراق فی المسجد)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کالی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ مر گئی۔ آپ نے جب اسے نہ دیکھا تو لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا: وہ مر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہ خبر کی۔ چلو اب اس کی قبر بتلاؤ۔ پھر آپ اس کی قبر پر گئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب کنس المسجد)

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک گنوار آیا اور مسجد (نبوی ﷺ کے ایک کونے میں) پیشاب کرنے لگا۔ لوگوں نے اسے جھڑکا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جھڑکنے سے منع فرمایا۔ جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس جگہ پانی کا ایک ڈول بہا دیا جائے،

(بخاری، کتاب الوضوء، باب ترک التیمی والناس الا عربی حتی یرغ من یورنی المسجد)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب اعرابی پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ ﷺ نے اسے سمجھایا کہ یہ مسجدیں

اللہ کے ذکر کے مقامات ہیں، بول و براز کے لئے نہیں لہذا انہیں صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اس درخت یعنی لبسن کو کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کئی لبسن مراد ہے یا پکی ہوئی؟ انہوں نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس سے کئی لبسن اور اس کی بدبو مراد ہے۔

(بخاری۔ کتاب الاذان، باب ما جاء فی الثوم البی و البصل و البکریث)

۵۔ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد نبوی ﷺ میں کھڑا تھا۔ کسی نے مجھ پر پتھر پھینکا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے مجھے کہا: جاؤ فلاں دو آدمیوں کو میرے پاس بلالو۔ میں انہیں بلالایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم طائف سے آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر تم اس شہر (مدینہ) کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں ضرور سزا دیتا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے (شور مچاتے) ہو۔ (بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الصوت فی المسجد)

بَابُ فِي اعْتَزَالِ النِّسَاءِ فِي الْمَسَاجِدِ عَنِ الرِّجَالِ

باب: مساجد میں خواتین کا مردوں سے الگ ہونا

462 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَ أَبُو مَعْمَرٍ . حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ . حَدَّثَنَا أَيُّوبُ . عَنْ نَافِعٍ . عَنْ ابْنِ عُمَرَ . قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَوْ تَوَكَّنَّا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ : فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ . حَقَّقَ مَاتَ . وَقَالَ غَيْرُ عَبْدِ الْوَارِثِ : قَالَ عُمَرُ : وَهُوَ أَصَحُّ .
 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
 ”اگر ہم یہ دروازہ خواتین کے لئے چھوڑ دیں (تو یہ مناسب ہے)“

نافع کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرتے دم تک اس (دروازے) سے کبھی (مسجد میں) داخل نہیں ہوئے۔
 عبد الوارث نامی راوی کے علاوہ نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا (یعنی یہ نبی اکرم ﷺ کے الفاظ نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے) اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عورتوں کا مسجد جانا کیسا؟

ابتدائی دور میں عورتوں کو مسجد میں آنے نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت تھی اسی لئے حدیث پاک میں جماعت کی ہفتوں میں مرد و عورت کی صف کے درمیان فضیلت اس طرح بیان فرمائی گئی ہے

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز باجماعت میں اجر کے اعتبار سے مردوں کی بہترین صف پہلی ہے اور بری صف آخری ہے (یعنی پہلی صف کی نسبت آخری صف میں اجر اور فضیلت کم ہے)۔ عورتوں کی

بہترین صف آخری ہے اور بری صف پہلی ہے (یعنی وہ صف جو مردوں کی صف سے متصل ہے کیونکہ اس میں نفس کے بیکاروے یا توجہ بننے کا اندیشہ ہو سکتا ہے) (سنن ترمذی رقم الحدیث 224)

عمرہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انہوں نے اب ایجاد کیا تو ان کو (مسجد آنے سے) منع فرمادیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا تھا میں نے عمرہ سے پوچھا کیا ان کو منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں (صحیح بخاری رقم الحدیث 859)

علامہ غلام رسول سعیدی (علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی حنفی 855ھ کے حوالے سے) لکھتے ہیں۔

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انہوں نے ہمارے زمانے میں ایجاد کر لیا ہے اور اپنی زیبائش اور نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں تو یقیناً اپنے موقف میں اور شدت اختیار فرماتیں (عمدة القاری جلد 6 ص 227) میں (علامہ غلام رسول سعیدی) کہتا ہوں اگر علامہ عینی ہمارے زمانہ کی فیشن زدہ عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے اب اکثر عورتوں نے برقع پہننا چھوڑ دیا ہے۔ سر کو دوپٹے سے نہیں ڈھانپتیں جگ اور چست لباس پہنتی ہیں بیوی پارلر میں جا کر جدید طریقوں سے میک اپ کر داتی ہیں مردوں کے ساتھ گھلوں اجتماعات میں شراکت کرتی ہیں میرٹھن ریس دوڑ میں حصہ لیتی ہیں بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں ویلنٹائن ڈے مناتی ہیں اس قسم کی آزاد منش عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان نہیں البتہ جن اللہ سے ڈرنے والی خواتین ضرور مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے یا رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز پڑھنے جاتی ہیں جہاں ان کی نماز کے لئے باپردہ جگہ بنائی جاتی ہیں

سو جو خواتین پردہ کی حدود قیود سے مسجدوں میں جائیں تاکہ وہ درس قرآن و حدیث و علم اور نصیحت سن سکیں تو میری رائے ہے کہ انکو منع نہیں کرنا چاہئے جبکہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ایک قول میں اس کی گنجائش بھی ہے۔ (عمدة الباری جلد 2 صفحہ 798)

علامہ زین الدین بن شہاب الدین حنبلی متوفی 795ھ لکھتے ہیں مردوں کے ساتھ جماعت میں خواتین کے مسجد میں نماز پڑھنے کے مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف رہا ہے بعض فقہاء نے اس کو بر حال میں مکروہ کہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی موقف ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہا نے کہا میں اس زمانہ میں عورتوں کے ٹکٹے کو مکروہ کہتا ہوں کیونکہ وہ فتنہ و آزمائش ہے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ عیدین کے سوا گھروں سے نہ نکلیں بعض فقہاء نے بوزمی عورت کو ٹکٹے کی اجازت دی ہے اور جو ان عورتوں کو منع کیا ہے یہ امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ایک روایت کے مطابق امام شافعی رضی اللہ عنہ امام یوسف رضی اللہ عنہ اور امام محمد رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور ہمارے اصحاب حنبلیہ کا بھی یہی قول ہے۔

(فتح الباری لابن رجب جلد 5 صفحہ 309 ودرلنن الجوز یہ ریاض)

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمہ اللہ علیہ غسل جمعہ کے متعلق ایک حدیث کی شرح میں مرقاۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کی بیوی مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو (بخاری و مسلم)

اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت کے لئے تھا جب عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت تھی عہد

فاروقی سے اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ عورتوں میں فساد بہت آگیا ہے اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آکر کچھ دین کے احکام سن لیں گی عہد فاروقی میں عورتوں کو مطلقاً گھر سے نکلنے کی ممانعت تھی۔

ایک دوسری حدیث کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں یہاں صرف مرد کا ذکر ہوا ہے کیونکہ نماز جمعہ صرف مرد پر فرض ہے عورتوں پر نہیں اور بعض احادیث میں عورتوں کا ذکر ہے وہاں عبارت یہ ہے من اتی الجمع من الرجال والنساء اس لئے جمعہ میں عورتوں کا آنا بھی مستحب ہے مگر اب زمانہ خراب ہے عورتیں مسجدوں میں نہ آئیں (مرقاۃ)

اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورتیں سینماؤں بازاروں کھیل تماشوں اسکول کالجوں میں جائیں صرف مسجد نہ جائیں گھروں میں رہیں بلا ضرورت شرعیہ گھروں سے باہر نہ نکلیں اسی لئے فقیر کا یہ فتویٰ ہے کہ اب عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے سے نہ روکا۔ اگر ہم انہیں روکیں گے تو یہ وہابیوں مرزائیوں دیوبندیوں کی مساجد میں پہنچتی ہیں جیسا کہ تجربہ ہوا ان لوگوں نے عورتوں کے لئے بڑے بڑے انتظامات اپنی اپنی مسجدوں میں کئے ہوئے ہیں عورتوں کو گمراہ کر کے ان کے خاندانوں اور بچوں کو بہکاتے ہیں۔

(مرات شرح مشکوٰۃ جلد دوم صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲)

مزید لکھتے ہیں اب فی زمانہ عورتوں کو باپردہ مسجدوں میں آنے اور علیحدہ بیٹھنے سے نہ روکا جائے کیونکہ اب عورتیں سینماؤں بازاروں میں جانے سے تو رکتی نہیں مسجدوں میں آکر کچھ دین سیکھ لیں گی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد دوم)

ہمارے فقہا کرام کا عمومی موقف تو یہی ہے کہ اخلاقی تنزل کی وجہ سے عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دی جائے لیکن اس کا مقصد تو یہ جب مسجد میں نماز کے لئے آنے سے ان خواتین کو روکنا شریعت کا منشا ہے تو پھر یہ پابندی ان کو عام حالات میں بھی اختیار کرنی چاہیے لیکن اب چند دین دار عورتوں کے علاوہ عام عورتیں تعلیم روزگار بازاروں سماجی تقریبات اور روزمرہ حالات میں بلا روک ٹوک شرعی حجاب کے بغیر گھومتی پھرتی ہیں۔

۲۔ تو پھر صرف مسجد یا بالخصوص دینی مجالس سے کیوں روکا جائے جب کہ مسجد میں نماز کے لئے یا عورتوں کے لئے مخصوص تبلیغی اجتماعات میں آنے والی خواتین شرعی حجاب کے ساتھ آتی ہیں اور انہیں دینی مسائل سننے کا موقع بھی ملتا ہے۔

جس کی وجہ سے دینی ذوق رکھنے والی اہلسنت کی خواتین کیلئے جب اپنے مسلک کے مطابق اس طرح کے انتظامات نہیں ہوتے تو وہ ان مجالس میں جاتی ہیں اور علم کی کمی کی وجہ سے ان کے عقائد و نظریات تبدیل ہو جاتے ہیں اس لئے میری (مفتی فیہ الرحمن) نزدیک موجودہ دور میں مساجد میں نماز تراویح اور درس کی مجلسوں میں شرعی حدود کی مکمل پاسداری کے ساتھ خواتین کی شرکت کا اہتمام اباحت و جواز کی حدود سے نکل کر ضرورت کے درجے میں داخل ہو گیا ہے۔ اس لئے میں (مفتی فیہ الرحمن) اس کی تائید کرتا ہوں اور علما اور مفتیان کرام کو اس ضرورت کا احساس دلاتا ہوں۔

463 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ بْنِ أَغَيْنَ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِمَعْنَاهُ، وَهُوَ أَصَحُّ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے اور یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

464- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا بَكْرٌ يَعْنِي ابْنَ مُعْتَمِرٍ، عَنْ عُمَرَ وَبْنِ الْحَارِثِ، عَنْ

بَكْرِ بْنِ نَافِعٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، كَانَ يُنْهَى أَنْ يَدْخُلَ مِنْ بَابِ النِّسَاءِ ﴿﴾ نافع بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس بات سے منع کرتے تھے کہ خواتین کے مخصوص دروازے سے

(مسجد میں) داخل ہوا جائے۔

تراویح کے لئے عورتوں کا مسجد میں آنا

آج کل بہت سی مساجد میں عورتوں کے لئے تراویح کا انتظام کیا جاتا ہے، مگر یہ رواج علماء حنفیہ کی تصریحات کے خلاف نیز احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کے لئے مسجد کے بجائے ان کے گھر کو افضل قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کی نماز گھر کے اندر (دالان) میں افضل ہے اس کی نماز سے جو محکم میں ہو اور اس کی نماز اندر کوٹھری میں بہتر ہے اس کی نماز سے جو دالان میں ہو۔ حدیث فعن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال: صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في حجرتها من صلاتها في بيتها۔

(ابوداؤد: 185، رقم: 570، سنن کبریٰ للبخاری: 3/188، رقم: 5361، مستدرک حاکم: 1/315، رقم: 760)

نیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ قسم کھا کر فرماتے تھے کہ عورت کے لئے اپنے گھر سے بہتر نماز کی کوئی جگہ نہیں، مگر حج و عمرہ میں، (کہ وہاں مسجد میں پڑھنا بہتر ہے) سوائے اس عورت کے جو شوہر سے مایوس ہو گئی ہو (یعنی بوڑھی ہو تو وہ مسجد میں پڑھ سکتی ہے۔ حدیث فعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انه كان يخلف، فبلغ اليمين، ما من مصلية للمرأة خير من بيتها الا في حج او عمرة قد ينست من البعولة وبى في منقلبها، قلت ما منقلبها؟ قال: امرأة عجوز قد تقارب خطوها۔

(مجمع الزوائد: 2/156، رقم: 2114، سنن کبریٰ للبخاری: 3/188، رقم: 5364، مصنف عبد الرزاق: 3/150، رقم: 5117)

پہ اس دور کی بات ہے جبکہ عورتوں میں شرم و حیا پردہ و حجاب کا کامل اہتمام تھا، پھر اس کے بعد شرم و حیا کی کمی اور پردہ میں کوتاہی ہونے لگی تو صحابہ کرام نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا اور منع فرما دیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو مزاج شناس رسول رحیم، فرمایا اگر رسول اللہ ﷺ ان باتوں کو دیکھتے جو عورتوں نے (بے پردگی کی) پیدا کر لی ہیں تو مسجد میں آنے سے ان کو ضرور منع فرما دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کر دیا گیا تھا۔

حدیث فعن عمرة بنت عبد الرحمن انها سمعت عائشة زوج النبی ﷺ تقول: لو ان رسول الله ﷺ رأى ما احدث النساء لمنعهن للمسجد كما منعت نساء بنی اسرائیل، قال: قلت لعمرة: انساء بنی اسرائیل ممنعن للمسجد؟ قالت نعم۔ (مسلم: 188، رقم: 85، ابوداؤد: 569، مصنف عبد الرزاق: 3/149، رقم: 5112)

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دور کے حالات کو دیکھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تو غور کریں کہ موجودہ حالات میں ان کا کیا فتویٰ ہوتا؟ اس بنا پر فقہاء حنفیہ نے مطلقاً عورتوں کو منع کر دیا کہ وہ مسجد میں آئیں جیسا کہ فقہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہے البتہ

بہت بڑھی عورتوں کو اجازت دی ہے۔ فقال: ویکرہ لخص حضور الجماعات، یعنی اشواب منہن لما فیہ من خوف الغصہ، واما بن حجر ان تخرج فی الفجر والمغرب والعشاء وهذا عند ابی حنیفہ، وقال: یخرجن فی الصلوات کما۔ (بدایہ: ۱/ 374)۔ فقال: ویکرہ حضور الجماعۃ مطلقاً ولو عجوز الیلا { علی المذہب } الفتی ہے۔ (در مختار مع شامی: 2/ 307)۔

فقال ولا یخرجن الجماعات۔۔۔۔۔ لانہ لا یومن الغصۃ من خروجہن، اطلقت فشمس الشاہد والعموز والصلوات الخمسۃ والیئذین۔ المصنف فی الکافی: والفتویٰ الیوم علی الکرامۃ فی الصلاۃ کما لظہور الفساد (البحر الرائق: 1/ 627-628)۔
لہذا تراویح کے لئے عورتوں کو مسجد میں نہ آنا چاہئے، اس سے پرہیز کرنا ہی احتیاط کا مقتضی ہے۔

بَابُ فِيمَا يَقُولُهُ الرَّجُلُ عِنْدَ دُخُولِهِ الْمَسْجِدَ

باب: آدمی مسجد میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھے گا

465 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي الدَّرَاوَزْدِيُّ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدٍ بْنِ سُوَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا حُمَيْدٍ، أَوْ أَبَا أُسَيْبٍ الْأَنْصَارِيَّ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ لِيَقُلْ: اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، فَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

حضرت ابوالاسید انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے اور پھر یہ پڑھے:

”اے اللہ! میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔“

اور جب وہ (مسجد سے) باہر جائے تو یہ پڑھے۔

”اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔“

466 - حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ بِشْرِ بْنِ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ، عَنْ حَيَوَةَ بْنِ شَرِيحٍ، قَالَ: لَقِيتُ عُقْبَةَ بْنَ مُسْلِمٍ، فَقُلْتُ لَهُ: بَلَّغْنِي أَنَّكَ حَدَّثْتَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، قَالَ: أَقْطُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ

465 - حدیث صحیح، وهذا اسناد قوی من اجل عبد العزيز من محمد الدراوڑی، وقد توبع. واحمد مسلم (713)، والسنن ابی

”الکری“ (810)، وابن ماجه (772) من طریقین عن ربيعة بن ابی عبد الرحمن، بهذا الاسناد وروایة مسلم دون قوله: ”فیسلم علی نبي“

صلی اللہ علیہ وسلم۔ وقال البيهقي في ”سه“ 2441: لفظ السلام فيه محفوظ. وهو في ”مسند احمد“ (26057)، و”صحیح ابن حبان“

(2048) و (2049)، وروایة ابن ماجه عن ابی حميد من غير شك، وروایة احمد والسنن وابن حبان الثانية: عن ابی حميد بن ابراهيم

العضد

قَالَ: فَإِذَا قَالَ: ذَلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حُفِظَ مِنْ سَائِرِ الْيَوْمِ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے یہ بات نقل کرتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوتے تھے تو یہ پڑھتے تھے۔

”میں عظمت والے اللہ تعالیٰ اور اس کی معزز ذات اور اس کی قدیم بادشاہی کی مردود شیطان (کے شر) سے پتا دہانتا ہوں۔“ (راوی کہتے ہیں: میں نے اپنے استاد کو یہ حدیث سنائی) تو انہوں نے فرمایا: کیا صرف اتنا ہی؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں تو انہوں نے کہا: (حدیث میں یہ الفاظ بھی ہیں)

”جب آدمی یہ کلمات پڑھ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے: یہ پورے دن کے لئے مجھ سے محفوظ ہو گیا۔“

بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں داخل ہونے کے بعد نماز ادا کرنا

467- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيُصَلِّ سَجْدَتَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْلِسَ. ﴿﴾ حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ فرمان نقل کرتے ہیں: ”جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحتیہ المسجد) ادا کرے۔“

468- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ بَنِي زُرَيْقٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَجْوِيزٍ زَادَ: ثُمَّ لِيَقْعُدَ بَعْدَ أَنْ شَاءَ أَوْ لِيَذْهَبَ لِحَاجَتِهِ ﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت ابوقنادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

بَابُ فِي فَضْلِ الْقُعُودِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں بیٹھنے کی فضیلت

469- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَاةٍ الَّتِي صَلَّى فِيهِ، مَا لَمْ يُحْدِثْ، أَوْ يَقُمْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ

468- اسناد صحیح، والرجل من بني زريق هو عمرو بن سليم كما هو موضح في الرواية السابقة وهو في "مسند أحمد" (22652). وانظر

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”فرشتے کسی شخص کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے جہاں سے نماز ادا کی تھی جب تک وہ بے وضو نہیں ہوتا یا وہاں سے اٹھ نہیں جاتا (وہ فرشتے یہ دعا کرتے ہیں) ”اے اللہ! اس کی مغفرت کر دے اے اللہ! اس پر رحم کر۔“

470- حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْجَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَخْبِسُهُ، لَا يَنْتَفِعُ أَنْ يَنْقُصَ إِلَّا بِاللَّهِ إِلَّا الصَّلَاةُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”آدمی اس وقت تک نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے جب تک نماز اسے روکے رکھتی ہے۔ آدمی کے اپنے گھروالوں کی طرف واپس جانے میں صرف نماز ہی رکاوٹ ہو۔“

471- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ ثَابِتٍ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَزَالُ الْعَبْدُ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَ فِي مُصَلَّاةٍ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ، يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنْ شَاءَ اللهُ اغْفِرْ لَهُ، اَللّٰهُمَّ اَرْحَمْهُ، حَتَّى يَنْصَرِفَ، اَوْ يُحْدِثَ، فَقِيلَ مَا يُحْدِثُ؟ قَالَ: يَفْسُو، اَوْ يَضْرِبُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”آدمی اس وقت تک مسلسل نماز کی حالت میں شمار ہوتا ہے جب تک وہ اپنی جائے نماز پہ نماز کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر اے اللہ! تو اس پر رحم کر (وہ یہ دعا اس وقت تک کرتے رہے ہیں) جب تک آدمی واپس نہیں چلا جاتا یا بے وضو نہیں ہو جاتا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا بے وضو ہونے سے مراد کیا ہے انہوں نے کہا: یہ کہ وہ ہوا خارج کر دے۔“

472- حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي الْعَاتِكَةِ الْأَزْدِيُّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَانٍ الْعَنْسِيُّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَلَّ الْمَسْجِدَ لِشَيْءٍ فَهُوَ حَقْلُهُ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص جس کام کے لئے مسجد آتا ہے اسے وہی ملتا ہے۔“

بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ انْشَادِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں گمشدہ چیز کا اعلان کرنے کا مکروہ ہونا

473- حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمَرَ الْجُشَيْمِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ يَعْنِي ابْنَ

هَرَج. قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْأَسْوَدِ يَعْزِي مُعْتَدَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ تَوْقَلٍ. يَقُولُ: أَخْبَوْنِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ. مَوْلَى شَدَّادٍ. أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ. يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ. فَلْيَقُلْ: لَا آذَاهَا لِلَّهِ إِلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا

❦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص کسی دوسرے کو مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے سنے تو اسے یہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دو چیز نہ لوٹائے کیونکہ مساجد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہیں۔“

بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ

باب: مسجد میں تھوکنے کا مکروہ ہونا

474 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا هِشَامُ، وَشُعْبَةُ، وَأَبَانُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: التَّفَلُّ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهُ أَنْ تُوَارِيَهُ

❦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”مسجد میں تھوک دینا غلطی ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے چھپا دے۔“

475 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا.

❦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”بے شک مسجد میں تھوکرنا غلطی ہے اور اس کا کفارہ اسے دفن کرنا ہے۔“

476 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: النُّخَاعَةُ فِي الْمَسْجِدِ قَذَرٌ مِثْلُهُ

❦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”مسجد میں تھوکرنا اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔“

477 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَوْدُودٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حَذَرٍ الْأَسْلَمِيِّ، سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ هَذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ فِيهِ، أَوْ تَنَحَّمَ فَلْيُخْفِزْ فَلْيَدْفِنْهُ، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلْيَبْزُقْ فِي تَوْبِهِ ثُمَّ لِيُخْرِجْ بِهِ

❦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

475 - اسنادہ صحیح. ابو عوانة: هو الواضح بن عبد الله الشكري. واحوجه مسلم (552) (55)، والترمذي (579)، والنسائي في "الكبرى" (804) من طريق أبي عوانة، بهذا الاسناد. وهو في "صحیح ابن حبان" (1635) و(1637). وانظر ما قبله وما بعده

”جو شخص مسجد میں داخل ہو اور پھر اس میں تھوک دے یا بلغم گرائے اسے (مٹی) کھود کر (دو بلغم یا تھوک) اس میں دھن کر دیا جائے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر اسے اپنے کپڑے میں تھوکنا چاہئے اور پھر اسے باہر لے جائے۔“

478 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ. عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ. عَنْ مَنْصُورٍ. عَنْ رَبِيعٍ. عَنْ طَارِقِ بْنِ عَقِبٍ اللَّهِ الْحَارِثِيِّ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قَامَ الرَّجُلُ إِلَى الصَّلَاةِ. أَوْ إِذَا مَضَى أَحَدُكُمْ. فَلَا يَنْزُقُ أَمَامَهُ. وَلَا عَنْ يَمِينِهِ. وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ. إِنْ كَانَ قَارِعًا أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى ثُمَّ لِيَقْلُ بِهِ

حضرت طارق بن عبد اللہ حارثی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اسے اپنے سامنے کی سمت یا دائیں طرف نہیں تھوکنا چاہئے بلکہ اپنی بائیں طرف تھوکنا چاہئے اگر وہ جگہ خالی ہو یا پھر اپنے بائیں پاؤں کے نیچے اسے تھوکنا چاہئے اور اسے صل دینا چاہئے۔“

شرح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (مسجد میں) قبلے کی طرف ریختہ پڑا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کو بہت ناگوار گذرا یہاں تک کہ اس ناگواری کا اثر آپ کے چہرہ مبارک سے ظاہر ہو رہا تھا۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اسے خود اپنے دست مبارک سے کھرچ کر پھینکا اور فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے سرگوشی رہا ہے اور اس وقت اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے لہذا ہر ایک کو چاہئے کہ قبلے کی طرف ہرگز نہ تھو کے بلکہ اپنے بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوک لے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک کا ایک کونہ لیا اور اس میں کچھ تھوکا اور پھر کپڑے کو آپس میں رگڑ کر فرمایا کہ ”اس طرح کر لیا کرو۔“ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 707)

اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے۔ کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو وہ قبلے کی طرف متوجہ ہو کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے قریب ہونے کا ارادہ کرتا ہے لہذا چونکہ اس کا مطلوب اور مقصود اس کے اور قبلے کے درمیان ہے اس لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ قبلے کی سمت کو تھوک سے بچایا جائے۔ بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوکنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ کوئی آدمی مسجد میں نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ مسجد میں نماز پڑھنے کی صورت میں بائیں طرف اور قدموں کے نیچے بھی تھوکنا نہیں چاہئے کہ اس سے مسجد کے آداب و احترام میں فرق آتا ہے بلکہ اس صورت میں اگر تھوکنے کی ضرورت محسوس ہو تو کسی کپڑے میں تھوک لیا جائے پھر اسے رگڑ کر صاف کر لیا جائے۔

479 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ. حَدَّثَنَا حَمَّادٌ. حَدَّثَنَا أَيُّوبُ. عَنْ نَافِعٍ. عَنْ ابْنِ عُمرٍ. قَالَ:

479 - اسنادہ صحیح. سليمان بن داود: هو العتكي، وحماد: هو ابن زيد، وأيوب: هو ابن أبي تميمة السختياني. وأحمره البخاري (406) ومسلم (547)، والنسائي في "الكبرى" (533)، وابن ماجه (763) من طرق عن نافع، به. ولم يدكروا الرعمران. وهو لى "مسند أحمد" (4509).

بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُطُّ بِمَاءٍ إِذْ رَأَى ثَغْمَةً فِي قِبْلَتِهِ فَسَجَدَ فَتَحَنَّنَ عَلَى النَّاسِ. ثُمَّ حَنَّهَا. قَالَ وَأَحْسَبُهُ قَالَ فَذُخِرَ عَقْرَانِ فَتَقَعَهُ بِهِ. وَقَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبِلَ وَجْهَ أَحَدٍ إِذَا صَلَّى. فَلَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ. وَعَبْدُ النَّازِثِ عَنْ أَنَسٍ عَنْ كَافِعٍ وَمُوسَى بْنُ عُقْبَةَ. عَنْ كَافِعٍ. نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمَاعِيلَ لَمْ يَذْكُرُوا أَنَّ عَقْرَانِ وَرَوَاهُ مُطَهَّرٌ عَنْ أَنَسٍ وَأَثْبَتَ الزَّعْفَرَانُ فِيهِ. وَذَكَرَ يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ. عَنْ عُقْبَةَ عَنْ كَافِعٍ عَنْهُ.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کافع سے مسجد کی قبلہ کی سمت میں تھوک لگا دیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو اپنے پیچھے سے مٹا دینا (یعنی اس کی طرف سے مٹا دینا) میرا خیال ہے روایت میں یہ افادہ بھی تھا۔ آپ سیدنے نے بعض مفسرین کو یہ بھی کہا کہ آپ سیدنے نے فرمایا: جب آدمی نماز ادا کر رہا ہو تو انداس کے سامنے کی سمت میں ہوتا ہے اس کے سامنے اپنے سامنے کی طرف نہیں مٹانا چاہئے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت دیکھو جو ان سے نقل کیے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ صحیح ہیں کچھ نہیں۔ البتہ دوسرے راویوں نے زعفران کا ذکر نہیں کیا ہے۔ معمر نے ایوب کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے زعفران کا ذکر یہ بھی بن سب سے جبرئیل سے روایت سے تافع سے روایت نقل کی ہے اور انہوں نے غزلق (محمود بن قیس) کا ذکر کیا ہے۔

480 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ بْنُ عَزْقٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْخَارِثِ عَنْ مُعْتَدٍ بْنِ عَجْلَانَ. عَنْ عِيَّاضِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَّاجِينَ وَلَا يَزَالُ فِي يَدَيْهِمْ. قَدْ خَنَ السَّجْدَ قَدْ رَأَى ثَغْمَةً فِي قِبْلَتِهِ فَسَجَدَ فَحَنَّنَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ مُغْضِبًا فَقَالَ أَيُّسُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يُسْقَى فِي وَجْهِهِ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا اسْتَقْبَلَ نَبِيَّهُ فَإِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. وَأَمَّا عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَسْتَقْبِلُ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا فِي قِبْلَتِهِ وَيُسْقَى عَنْ يَسَارِهِ. أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ. فَإِنْ عَجَلَ بِهِ أَمْرٌ فَسَقَطَ بَكَدًا وَوَصَفَ لَنَا بَيْنَ عَجْلَانِ ذَلِكَ أَنْ يَسْقَى فِي ثَوْبِهِ. ثُمَّ يَرُدُّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (ہاتھ میں) شیشی رکھتا پستہ کرتے تھے وہ ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی قبلہ کی سمت میں تھوک لگا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھینچ لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کی طرف سے مٹا دیا اور فرمایا: یہ تم میں سے کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے چہرے پر تھوک دیا جائے جب وہ کسی قبلہ کی طرف رخ کرے تو اس کو پروردگار اس کے سامنے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں طرف ہوتا ہے اس کے سامنے اپنے دائیں طرف یہ اپنے سامنے کی طرف نہیں تھوکنا چاہتا

بلکہ اپنے بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہئے اور اگر تھوک زیادہ تیزی سے آ رہا ہو تو پھر اسے اس طرح کرنا چاہئے۔
(راوی بیان کرتے ہیں:) ابن عجلان نامی راوی نے وہ ہمیں کر کے دکھایا یعنی (کپڑے میں تھوک کر) اسے مل دیا۔

481 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَالِحٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنْ بَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ الْجُدَامِيِّ، عَنْ مَالِحِ بْنِ خَيْوَانَ، عَنْ أَبِي سَهْلَةَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ - قَالَ أَحْمَدُ: مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّ رَجُلًا أَمَرَ قَوْمًا، فَبَصَقَ فِي الْقَبْلَةِ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ فَرَغَ: لَا يُصَلِّيَ لَكُمْ، فَأَرَادَ بَعْدَ ذَلِكَ أَنْ يُصَلِّيَ لَهُمْ فَمَنَعُوهُ وَأَخْبَرُوهُ بِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّكَ أَذَيْتَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

حضرت ابوسہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ، جو نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص جو لوگوں کی امامت کرتا تھا اس نے قبلہ کی سمت میں تھوک دیا۔ نبی اکرم ﷺ ملاحظہ فرما رہے تھے۔ جب وہ فارغ ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ اس کے بعد اس شخص نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے بارے میں اسے بتایا۔ اس نے اس بات کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں (میں نے یہ حکم دیا ہے)

(راوی کہتے ہیں:) میرا خیال ہے روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں (نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:) ”تم نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچائی ہے۔“

482 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ مُطَرِّفٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَكْثَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيُ فَبَرَقَ نُحْتٌ قَدِيمُ الْيُسْرَى.

مطرف اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت نماز ادا کر رہے تھے آپ ﷺ نے اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوک دیا۔

483 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، عَنْ سَعِيدِ الْجُرَيْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ، بِسَعْنَاهُ زَادَ ثُمَّ ذَلِكَ بِنَعْلِهِ
(یہ روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: ”پھر آپ نے اپنے جوتے کے ذریعے اسے مل دیا۔“)

484 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا الْفَرَجُ بْنُ فَصَّالَةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: رَأَيْتُ وَائِلَةَ بِنَ الْأَسْقَعِ، فِي مَسْجِدٍ وَمَشَقَّ بَصَقَ عَلَى الْبُورِيِّ، ثُمَّ مَسَحَهُ بِرَجْلِهِ، فَقِيلَ لَهُ: لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ قَالَ:

لَا تَنِي رَأْيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

❦❦ ابوسعید نامی راوی بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت واصل بن اتیق رضی اللہ عنہ کو دمشق کی مسجد میں دیکھا۔ انہوں نے چٹائی پر تھوکا اور پھر اسے پاؤں کے ذریعے مل دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا: کیونکہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

485 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السَّجِسْتَانِيُّ، وَهَشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسَلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيَّانِ، بِهَذَا الْحَدِيثِ - وَهَذَا لَفْظُ يَحْيَى بْنِ الْفَضْلِ السَّجِسْتَانِيِّ - قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حُرَّةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، أَكْبُنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، وَهُوَ فِي مَسْجِدِهِ، فَقَالَ: أَكُنَّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا، وَفِي يَدَيْهِ عُرْجُونُ ابْنِ حَلَبٍ فَنَظَرُ فَرَأَى فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ لُخَامَةً فَأَقْبَلَ عَلَيْهَا، فَحَثَّهَا بِالْعُرْجُونِ، ثُمَّ قَالَ: أَيْكُمْ يُحِبُّ أَنْ يُعْرِضَ اللَّهُ عَنْهُ بِوَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَامَ يُصَلِّي فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلَ وَجْهِهِ، فَلَا يَبْصُقَنَّ قَبْلَ وَجْهِهِ، وَلَا عَنْ يَمِينِهِ، وَلْيَبْزُقْ عَنْ يَسَارِهِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْيُسْرَى. فَإِنْ عَجَلَتْ بِهِ بَادِرَةٌ فَلْيَقْلُ بِثَوْبِهِ هَكَذَا وَوَضَعَهُ عَلَى فَرْجِهِ ثُمَّ دَلَّكَهُ، ثُمَّ قَالَ: أَرُونِي عِبِيرًا فَقَامَ فَقِي مِنَ النَّحْيِ يَشْتَدُّ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِخُلُقٍ فِي رَاخَتِهِ فَأَخَذَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَهُ عَلَى رَأْسِ الْعُرْجُونِ ثُمَّ لَطَخَ بِهِ عَلَى أَثَرِ النُّخَامَةِ، قَالَ جَابِرٌ: فَمِنْ هُنَاكَ جَعَلْتُمُ الْخُلُقَ فِي مَسَاجِدِكُمْ ❦❦ عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اس وقت اپنی مسجد میں تھے۔ انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے تھے۔ آپ کے دست مبارک میں کھجور کی شاخ تھی نبی اکرم ﷺ نے جائزہ لیا تو آپ کو مسجد کی قبلہ کی سمت میں ہنم نظر آیا۔ آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے اس شاخ کے ذریعے اسے کھرچ دیا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے منہ موڑ لے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جو شخص نماز ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے کی طرف ہوتا ہے۔ اس لئے آدمی کو اپنے سامنے کی طرف یا اپنے دائیں طرف برگز نہیں تھوکتا چاہئے بلکہ اپنے بائیں طرف یا اپنے بائیں پاؤں کے نیچے تھوکتا چاہئے اور اگر تھوک زیادہ تیزی سے آ رہا ہو تو اسے اپنے کپڑے میں تھوک کر اس طرح کرنا چاہئے۔

راوی نے اپنے منہ پر (کپڑا رکھ کر) اس میں تھوک کر اسے مل دیا۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خوشبو لے کے آؤ تو اس قبیلے کا ایک نوجوان کھڑا ہوا اور جلدی سے اپنے کھر گیا وہ اپنی ہتھیلی پر خلوق رکھ کے لے آیا نبی اکرم ﷺ نے اس سے لیا اور اسے اس شاخ کے سرے پر لگایا اور پھر اس ہنم کی جگہ پر اسے لگا دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہمیں سے لوگوں نے مساجد میں خلوق استعمال کرنا شروع کی۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُشْرِكِ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ

باب: مشرک شخص مسجد میں داخل ہو سکتا ہے

486 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ حَمَّادٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي ثَمِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: دَخَلَ رَجُلٌ عَلَى حَبْلِ فَأَنَاحَهُ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ قَالَ: أَيُّكُمْ مُحَمَّدٌ؟ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَكِيٌّ بَيْنَ ظَهْرَ النَّبِيِّ، فَقُلْنَا لَهُ: هَذَا الْإِنْسُ الْيَهُودِيُّ الْمُتَكِيُّ، فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَجَبْتِكَ فَقَالَ لَهُ الرَّجُلُ: يَا مُحَمَّدُ إِنِّي سَأَلْتُكَ وَسَأَلَكَ الْحَدِيثُ.

☞ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا۔ اس نے مسجد میں اپنا اونٹ باندھ کر اسے باندھا اور پھر دریافت کیا: آپ ﷺ میں سے حضرت محمد ﷺ کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ اس وقت لوگوں کے درمیان ایک کر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے اس شخص سے کہا: یہ سفید رنگت کے مالک صاحب جو یک لگا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ (یہ نبی اکرم ﷺ ہیں) اس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے! نبی اکرم ﷺ نے اس سے فرمایا: میں تمہیں جواب (دینے کے لئے تیار ہوں) اس شخص نے نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے حضرت محمد ﷺ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

487 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ كَهْمَلٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ بْنِ تُوَيْفَعٍ، عَنْ كُرَيْبٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَعَثَ بَنُو سَعْدِ بْنِ بَكْرِ بْنِ تَعْلَبَةَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَنَاحَ بِعِيرِهِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَذَكَرَ نَحْوَهُ، قَالَ: فَقَالَ: أَيُّكُمْ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، قَالَ: يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَسَأَلَ الْحَدِيثُ.

☞ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو سعد بن بکر نے تمام بنو تعلبہ کو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے اونٹ کو مسجد کے دروازے کے پاس بٹھایا پھر اسے باندھ دیا پھر وہ مسجد میں داخل ہوا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے) راوی بیان کرتے ہیں: اس نے دریافت کیا: آپ میں سے عبدالمطلب کے صاحب زادے کون ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں عبدالمطلب کا صاحب زادہ ہوں۔ اس نے کہا: اے عبدالمطلب کے صاحب زادے (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

488 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ قَارِسٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ الزُّهْرِيِّ

486- اسناد صحیح، اللیث: هو ابن سعد، واحوجه البحاری (63)، والسنائی فی "الکبری" (2413) من طریق عن ابن، 486 الاساد، وهو فی "مسند احمد" (12719)، و"صحیح ابن حبان" (154)، واحوجه السنائی (2414) من طریق یعقوب بن ابراهیم الزهری

حَدَّثَنَا رَجُلٌ مِنْ مَرْزِيَّةٍ وَنَحْنُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ السَّيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: الْيَهُودُ أَكْثَرُ النَّاسِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ فِي أَصْحَابِهِ لَقَالُوا: يَا أَبَا الْقَاسِمِ فِي رَجُلٍ وَامْرَأَةٍ زَنِيًّا مِنْهُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: یہودی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے۔ ان لوگوں نے عرض کی: اے ابوالقاسم! ہم میں سے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! تمام شرک محض نجس ہیں، سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ آئیں اور اگر تم فقر کا خوف کرو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ تم کو مقرب اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بے شک اللہ بے حد جاننے والا، بہت حکمت والا ہے (التوبہ: ۲۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ۹ ہجری کے بعد کافروں اور شرکوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے منع فرما دیا ہے، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ ممانعت صرف مسجد حرام کے ساتھ مختص ہے یا کسی مسجد میں بھی شرکوں کا داخل ہونا جائز نہیں ہے اور یہ کہ مشرکین کسی صورت میں مسجد میں داخل نہیں ہو سکتے یا یہ ممانعت کسی قید کے ساتھ متعید ہے، اس میں فقہاء کے حسب ذیل مسالک ہیں:

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء شافعیہ کے مذہب کا بیان

امام فخر الدین رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں: امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ کفار کو صرف مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا، اور امام مالک کے نزدیک ان کو تمام مساجد میں دخول سے منع کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مسجد حرام میں دخول سے منع کیا جائے گا نہ کسی اور مسجد سے، اس آیت کے صریح الفاظ سے امام ابو حنیفہ کا مذہب باطل ہے اور اس آیت کے مضمون مخالف ہے امام مالک کا قول باطل ہے: ہم یہ کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ کفار کو مسجد میں دخول سے نہ منع کیا جائے لیکن اس صریح نص قطعی کی وجہ سے ہم نے اس اصل کی مخالفت کی اور کفار کو مسجد میں دخول کی اجازت دی اور مسجد حرام کے علاوہ باقی مساجد میں ہم نے اصل پر عمل کیا اور ان مساجد میں کفار کو داخل ہونے کی اجازت دی۔ (تفسیر کبیر ج: ۲، ص ۶۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۰ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ لکھتے ہیں: المالک مدینہ (مالکیہ) نے کہا کہ یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے حق میں عام

488- صحیح لغیرہ، وهذا اسناد حسن، شیخ الزہری - وان كان مبهمًا - قد حكي عليه الزهري، قد كرهه من تبع العلم ويصح كذا سوتى رقم (3625)، وذكر ابن المبارك عبد الطبري في "التفسير" 2332/ عن الزهري ان معبد بن المسيب كان يوقرهم وقد شهد ابو عبد الحديقه فابهام اسم مثله لا يضر. وهو قطعة من حديث طويل سوتى رقم (4450)، وبقي تخريجه هناك. وسوتى مختصراً من الحديث الطويل بالادغام (3624) و (3625) و (4451).

ہے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے اعمال کو یہی حکم لکھوایا تھا اور اس حکم کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے: فی بیوت اذن للہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ۔ (النور: ۳۶) اللہ کے ان گھروں میں، جنہیں اللہ نے بلند کرنے کا حکم دیا ہے، ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔ اور کفار کا مساجد میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کی مساجد کے بلند کرنے کے منافی ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں مذکور ہے: "ان مساجد میں پیشاب کرنا یا کسی قسم کی کوئی اور نجاست ڈالنا جائز نہیں ہے"۔ اور کافران نجاستوں سے خالی نہیں ہے (یعنی وہ استنجا کرتا ہے نہ پاکیزگی حاصل کرتا ہے) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں مسجد کو مائتس اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا، اور کافر جنبی ہے۔ اور

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس (التوبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں، اب یا تو یہ نجس العین ہیں یا حکماً نجس ہیں اور ہر صورت میں ان کو مساجد سے منع کرنا واجب ہے کیونکہ منع کرنے کی علت "نجاست" ان میں موجود ہے اور مساجد میں حرمت موجود ہے۔ (المجامع لاحکام القرآن ج ۸ ص ۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۰ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: حرم میں ذمیوں کا داخل ہونا کسی صورت میں جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجدا الحرام بعد عامہم ہذا۔ (التوبہ: ۲۸) مشرکین نجس ہیں تو اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے قریب نہ جائیں۔

غیر حرم کی مساجد کے متعلق دو روایتیں ہیں: ایک روایت یہ ہے کہ مسلمانوں کی اجازت کے بغیر ان کا مساجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک مجوسی مسجد میں داخل ہو کر منبر پر بیٹھ گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منبر سے اتار کر مارا اور مسجد کے دروازوں سے نکال دیا اور مسلمانوں کی اجازت سے ان کا مسجد میں داخل ہونا جائز ہے اور یہی صحیح مذہب ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پہلے اہل طائف کا وفد نبی ﷺ کے پاس آیات تو آپ ﷺ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور سعید بن مسیب نے کہا کہ ابوسفیان حالت شرک میں مدینہ کی مسجد میں آتے تھے اور نبی ﷺ کے سامنے عمیر بن وہب آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے مسجد نبوی میں داخل ہوئے (اور جب نبی ﷺ نے ان کو بتا دیا کہ تم کس ارادہ سے آئے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اسلام سے سرفراز کر دیا۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ کافروں کا کسی صورت میں بھی مسجد میں دخول جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان کے پاس ایک مکتوب تھا جس میں عمال کا حساب لکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کے لکھنے والے کو لاؤ تاکہ وہ اس کو پڑھ کر۔ نائے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں؟ حضرت ابو موسیٰ نے کہا وہ نصرانی ہے، اس اثر میں دلیل ہے کہ کافروں کا مسجد میں داخل نہ ہونا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے درمیان مشہور و معروف اور مقرر ہے، نیز جنابت، حیض اور نفاس کا حدث مسجد میں دخول سے مانع ہے تو شرک کا حدث بطریق اولیٰ مانع ہوگا۔ (المختار ج ۹ ص ۲۸۷-۲۸۶، دار الفکر بیروت، ۱۴۱۰ھ)

مسجد میں کافر کے دخول کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی بھصاص حنفی متوفی ۳۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف

ہے، امام مالک اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ شرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی اور مسجد میں بھی داخل نہیں ہو سکتا، البتہ ذی کسی ضرورت کی بناء پر مسجد میں جا سکتا ہے، مثلاً کسی مقدمہ کی خبر دی کے لیے مالک کے پاس مسجد میں جا سکتا ہے، اور ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) نے یہ کہا ہے کذی کے لیے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے، اور اس آیت کے دو محمل ہیں: اول یہ کہ یہ آیت غیر ذی شرکین کے لیے ہے جو شرکین عرب ہیں، ان کو مکہ مکرمہ اور تمام مساجد میں دخول سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ ذی نہیں ہو سکتے ان کے لیے صرف دو راستے ہیں: اسلام یا کفر! دوسرا محمل یہ ہے کہ اس آیت میں شرکین کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو اس سال حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ اس سال کے بعد کوئی شرک حج نہیں کرے گا، پھر اس کے اگلے سال جب نبی ﷺ نے حج کیا تو کسی شرک نے حج نہیں کیا اور اس معنی پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں اس کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”تو اگر تم کو شک دتی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔“ اور شک دتی کا خوف اس وجہ سے ہو سکتا تھا کہ حج کے موسم میں بکثرت لوگ حج کے لیے آتے تھے اور اہل مکہ ان سے تجارت اور خرید و فروخت کے ذریعہ نفع اٹھاتے تھے اور جب کہ شرکین کو حج پر آنے سے روک دیا گیا تو اہل مکہ کی تجارت میں کمی کا خطرہ پیدا ہو گیا، سو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ فرمایا کہ مغرب اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا اور اس معنی کی حریہ تائید اس بات سے ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ شرکین کو عرفات اور مزدلفہ میں توقف کرنے اور حج کے تمام افعال سے منع کیا جائے گا خواہ وہ افعال مسجد میں نہ کیے جاتے ہوں، اور ذبیحوں کا ان جگہوں میں جانا منع نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں شرکین کو حج کرنے سے منع کیا گیا ہے اور حج کے بغیر مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کیا گیا، نیز اس آیت میں مسجد حرام کے قریب جانے کی ممانعت ہے مسجد حرام میں جانے کی ممانعت نہیں ہے اور مسجد حرام کے قریب جانا حج کے لیے جانے سے متحقق ہو سکتا ہے۔

حماد بن سلمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کیا ہے کہ جب ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا تو آپ ﷺ نے ان کے لیے مسجد میں خیمہ لگوا دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو نجس لوگ ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں کی نجاست زمین پر نہیں لگتی ان کی نجاست ان میں ہی رہتی ہے اور زہری نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ ابوسفیان زمانہ کفر میں نبی ﷺ کی مسجد میں داخل ہوتا تھا البتہ ان کا مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”وہ (غیر ذی شرک) مسجد حرام کے قریب نہ ہوں۔“

علامہ ابو بکر رازی کہتے ہیں کہ ثقیف کا وفد نبی ﷺ کے پاس (آٹھ ہجری میں) حج مکہ کے بعد آیا تھا اور یہ آیت نو ہجری میں نازل ہوئی ہے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میراج بن کر گئے تھے، نبی ﷺ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا اور یہ خبر دی کہ کفار کی نجاست ان کو مسجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی اور ابوسفیان حج مکہ سے پہلے صلح کی تجدید کے لیے آئے تھے وہ اس وقت مشرک تھے اور یہ آیت اس کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس آیت کا تقاضا صرف مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت ہے اور یہ آیت کفار کو باقی مساجد میں داخل ہونے سے منع نہیں کرتی۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ زید بن شیبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ ندا کی کہ حرم میں کوئی مشرک داخل نہیں ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حرم میں کوئی مشرک حج کے لیے داخل نہیں ہوگا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احادیث میں یہ روایت ہے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس حدیث میں حج کے لیے حرام میں دخول سے ممانعت ہے اور شریک نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں، البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی مسجد حرام میں داخل ہو سکتی ہے۔“ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرورت کی وجہ سے غلام یا باندی کا مسجد حرام میں دخول جائز قرار دیا ہے اور حج کے لیے اجازت نہیں دی اور یہ اس پر دلیل ہے کہ آزاد ذمی بھی ضرورت کی وجہ سے مسجد حرام میں داخل ہو سکتا ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں کسی بھی آزاد اور غلام میں فرق نہیں کیا اور حدیث میں غلام اور باندی کا بالخصوص اس لیے ذکر کیا ہے کہ یہ عام طور پر حج کے لیے نہیں جاتے اور امام عبدالرزاق نے سورہ توبہ کی اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے البتہ غلام یا کوئی ذمی شخص ہو تو وہ جا سکتا ہے۔

(تفسیر عبدالرزاق، رقم الحدیث: ۱۰۶۹)، (احکام القرآن ج ۲ ص ۸۹-۸۸، مطبوعہ سبیل الایضی لاہور، ۱۴۰۰ھ)

علامہ محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ لکھتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اس آیت میں مشرکین کو حج اور عمرہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ممانعت کو اس سال (یعنی نو ہجری) کے بعد سے مقید کیا ہے اور جو کام سال بہ سال کیا جاتا ہے وہ حج یا عمرہ ہے۔ اگر مشرکین کو مسجد میں مطلقاً داخل ہونے سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اس سال کے بعد کی قید لگانے کی ضرورت نہ تھی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ مشرکین کو اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جانے سے ممانعت کے بعد اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرماتا ہے ”اور اگر تم کو تنگ دستی کا خوف ہو تو اگر اللہ نے چاہا تو وہ عنقریب تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا“ اور تن دستی کا خوف اسی صورت میں ہو سکتا تھا کہ مشرکین کو حج کے لیے آنے سے روک دیا جائے، کیونکہ حج کے موقع پر مشرکین کے آنے سے مسلمانوں کو تجارت میں بہت فائدہ ہوتا تھا اور ان کے نہ آنے سے اس تجارت کے منقطع ہونے کا خدشہ تھا، اس لیے امام اعظم کے نزدیک مشرکین اہل ذمہ کا مسجد حرام اور دیگر مساجد میں دخول جائز ہے۔

(روح المعانی ج ۱ ص ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں: امام شافعی وغیرہ نے قرآن مجید کی آیت کریمہ لا تقربوا المسجد الحرام ”مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں“ سے استدلال کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نئی نگوینی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان میں مسجد حرام کے قریب جانے کا فعل پیدا نہیں کرے گا، اور یہ منقول نہیں ہے کہ اس ممانعت کے بعد مشرکین میں سے کسی نے برہنہ ہو کر حج یا عمرہ کیا ہو، اور اس نئی نگوینی اس لیے قرار دیا ہے کہ فقہاء احناف کے نزدیک کفار احکام فرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔

(رد المحتار ج ۵ ص ۳۴۸-۳۴۹، مطبوعہ استنبول، ج ۵ ص ۲۴۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ)۔

مشرکین کا مساجد میں آنے سے متعلق احادیث و آثار

۱:- احمد ابن ابی حاتم و ابن مردويه نے جائزہ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اس مکان کے بعد کوئی مشرک مسجد حرام میں داخل نہیں ہوگا سوائے معاہدہ کرنے والوں اور تمہارے خدمت کرنے والوں کے۔

۲:- عبد الرزاق و ابن جریر و ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ و ابن مردويه نے جائزہ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (آیت) "انما للمشركون نجس فلا تقربوا المسجدا الحرام بعد عامهم هذا" (یعنی مشرک اس مکان کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ جائیں) (مروءہ) کسی مسلمان کا) غلام ہو یا ذمی لوگوں میں سے ہو (ان کو اجازت ہے)۔

۳:- ابن منذر و ابن ابی حاتم و ابوالشیخ نے قناد (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "انما للمشركون نجس" یعنی پیر و ناپاک ہیں" (آیت) "فلا تقربوا المسجدا الحرام بعد عامهم هذا" اور یہ وہ سال تھا جس میں جو بکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا کہ وہی نبی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا اور یہ ہجرت کا نواں سال تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایسا ہی حج کیا کہ اس سے پہلے وہ اس کے بعد آپ نے حج نہیں کیا جب سے آپ نے ہجرت فرمائی جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا تو یہ ہم مسلمان پر بھاری گزرا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (آیت) "وان خفتم علیہ فسيقمکم اللہ من فضلہ ان شاء اللہ تعالیٰ" تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس خراج اور اس پر نافذ شدہ جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا جو وہ ان سے برہینہ ہو رہا تھا بعد اُنہی تھے۔ (اب) کسی مشرک کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب جائے مگر یہ کہ جزیہ لیا کرے وہ بیوہ مسلمان میں سے کسی آدمی کا غلام ہو۔

۴:- سعید بن منصور و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ مشرکین ریت اللہ کی طرف آتے تھے اور اپنے ساتھ غلہ لاتے تھے کہ اس میں وہ تجارت کرتے تھے جب ریت اللہ سے مل کر روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا ہمارے لئے غلہ کون لائے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتری (آیت) "وان خفتم علیہ فسيقمکم اللہ من فضلہ ان شاء اللہ تعالیٰ" ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش کو نازل فرمایا ان کی خوشحالی اور خیر میں اللہ نے جو کچھ چاہا وہی ہوا۔

۵:- ابن جریر و ابوالشیخ نے سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ جب (یہ آیت) "انما للمشركون نجس" فلا تقربوا المسجدا الحرام بعد عامهم هذا" نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ پر (یہ حکم) بھاری گزرا اور انہوں نے کہا ہمارا غلہ اور سامان کون لائے گا تو (یہ آیت) "وان خفتم علیہ فسيقمکم اللہ من فضلہ ان شاء اللہ تعالیٰ" نازل ہوئی۔

۶:- ابن مردويه نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام سے روک دیا۔ تو شیعیہ نے ایمان والوں کے دلوں میں (یہ بات) ڈالی اور کہا کہ تم کہاں سے کھاؤ گے اور مشرکین کو روک دیا گیا اور تم سے قاتلوں کو کاٹ دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (آیت) "وان خفتم علیہ فسيقمکم اللہ من فضلہ ان شاء اللہ تعالیٰ" ان کافروں کے ساتھ بڑے حکم فرمایا اور ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے:

۷:- ابن ابی شیبہ و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے مجاہد (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے آیت کے بارے میں فرمایا کہ ایمان والوں نے کہا مشرکین کی منڈیوں سے ہم اشیاء لے لیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا کہ وہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیں گے ان کافروں کے بدلے میں لیکن وہ لوگ مسجد حرام کے قریب نہ آئیں۔ یہ آیت سورۃ براءۃ کی پہلی آیتوں میں سے ہے قرأت میں اور اس کی آخری آیتوں میں سے ہے تاویل کے لحاظ سے۔

۸:- ابن ابی حاتم نے عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ سارے حرم میں مشرک داخل نہیں ہوگا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

۹:- عبدالرزاق و الثعالبی نے اپنی تاریخ میں عطاء (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "فلا یقربوا للمسجد الحرام" سے مراد یوحنا حرم ہے اور دوسرے لفظ میں یوں ہے کہ سارے حرم میں مشرک داخل نہ ہوگا۔

۱۰:- عبد بن حمید و ابن منذر و ابن ابی حاتم نے عکرمہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ (آیت) "وان خفتن عیلة" میں علیہ سے مراد ہے فاقہ۔

۱۱:- ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ انہوں نے (آیت) "فسوف یغنیکم اللہ من فضله" کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جاری رہنے والے جزیرہ (یعنی ٹیکس) سے مالدار بنا دیا۔

۱۲:- ابوالشیخ نے اوزاعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے لکھا کہ یہود و نصاریٰ کی مسجدوں میں داخل ہونے سے روک دیا جائے اور اس میں انہوں نے اس نبی کی اتباع کی (آیت) "انما للشرکون نجس" ۱۳:- ابوالشیخ نے حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ (آیت) "انما للشرکون نجس" (کی وجہ سے) جو ان سے مصافحہ کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ وضو کرے۔

۱۴:- ابوالشیخ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مشرک سے مصافحہ کیا تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے یا اس کو چاہئے کہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔

۱۵:- ابن مردویہ نے هشام بن عروہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے اور آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تو انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا آپ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے کس چیز نے روکا ہے کہ تو میرے ہاتھ کو پکڑے انہوں نے کہا آپ نے ایک یہودی کا ہاتھ پکڑا ہے تو میں نے اپنے ہاتھ کو آپ کے ہاتھ سے چھوئے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ آپ نے ایک کافر کے ہاتھ کو چھوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھوں میں دیا تو انہوں نے بھی اسے پکڑ لیا (یعنی مصافحہ فرمایا)

۱۶:- ابن مردویہ اور سمویہ اپنے فوائد میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کے سوا کوئی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اور ننگے ہو کر کوئی بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گا۔ اور اس سال کے لئے کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہیں جائے گا اور جس آدمی کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے تو اس کے لئے معاہدہ کی مدت تک مہلت ہے۔

۱۷:- ابن مردويه نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال فرمایا کہ مسجد حرام میں کوئی مشرک داخل نہ ہوگا اور کوئی مسلمان جزیرہ ادا نہیں کرے گا۔

یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالنا

۱۸:- عبدالرزاق نے مصنف میں عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے آخر میں جو بات فرمائی وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو قتل کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ کرنے کی جگہ بنالیا۔ (اب) عرب کی زمین میں دو دین باقی نہیں رہیں گے (صرف ایک دین اسلام ہوگا)

۱۹:- عبدالرزاق نے ابن جریر (رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کیا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی موت کے وقت وصیت فرمائی کہ کسی یہودی یا نصرانی کو حجاز کی زمین میں نہ چھوڑا اور اسامہ کے لشکر کو شام کی طرف روانہ کر دیا اور قبیلہ (قبیلہ) کے لئے خیر و بھلائی کے مبارک کی وصیت فرمائی کیونکہ ان کے ساتھ قرابت کا تعلق تھا۔

۲۰:- ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ مشرکین کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔

۲۱:- ابن ابی شیبہ نے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ یہودیوں کو حجاز کی زمین سے نکال دو اور نجران والوں کو عرب کے جزیرہ سے نکال دو۔

۲۲:- ابن ابی شیبہ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر میں باقی رہا تو مشرکین کو عرب کے جزیرہ سے میں ضرور نکال دوں گا۔ حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے ان کو نکال دیا۔ (تیسرے منثور، سورۃ بقرہ، ص ۱۰۰)

مسئله نمبر ۱۔ قولہ تعالیٰ: یا ایہا الذین امنوا انما الشرکون نجس یہ مبتداء اور خبر ہے۔ مشرک کے نجس (ناپاک ہونے) کے ساتھ متصف ہونے کے معنی میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ پس حضرت قتادہ اور معمر بن راشد وغیرہ ہمارے کہنا ہے۔

کیونکہ وہ جہنی ہوتا ہے (اس لیے ناپاک ہے) کیونکہ جب وہ غسل جنابت کرے تو وہ غسل نہیں ہوتا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا ہے: بلکہ شرک ہی وہ شے ہے جس نے اسے نجس اور ناپاک بنا دیا ہے۔

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے مشرک کے ساتھ مصافحہ کیا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ اور تمام مذاہب اس پر متفق ہیں کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اس پر غسل کرنا واجب ہوتا ہے، سوائے ابن عبدالحکم کے کیونکہ اس نے کہا ہے: یہ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام سابقہ سارے گناہ مٹا دیتا ہے۔ اور اس پر غسل کے واجب ہونے کا قول ابو ثور، اور احمد نے کیا ہے۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ساقط کر دیا ہے اور کہا ہے: میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ وہ غسل کرے اور اسی طرح ابن قاسم نے بیان کیا ہے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ غسل کو نہیں پہچانتے۔ اسے ان سے ابن وہب اور ابن ابی

اولیس نے روایت کیا ہے اور حضرت ثمامہ اور قیس بن عاصم کی حدیث ان اقوال کا رد کرتی ہے ان دونوں کو ابو حاتم الہستی نے اپنی تصحیح

مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ ایک دن ثمامہ کے پاس سے گزرے اور وہ اسلام لا چکا تھا، تو آپ ﷺ نے اسے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی طرف بھیجا اور اسے غسل کرنے کا حکم دیا۔ پس اس نے غسل کیا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔ تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تحقیق تمہارے ساتھی کا اسلام حسین اور اچھا ہو گیا ہے۔“ اس معنی میں اسے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور اس میں ہے تمامہ پر جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان فرمایا تو وہ مسجد کے قریب ایک نخلستان کی طرف چلا گیا اور غسل کیا۔ اور قیس بن عامر نے حکم دیا ہے کہ وہ پانی اور بیری کے پتوں کے ساتھ غسل کرے۔ پھر اگر وہ بالغ ہونے سے پہلے اسلام لائے تو اس کا غسل کرنا محتسب ہے اور جب وہ اپنے بالغ ہونے کے بعد اسلام لائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے غسل جنابت کی نیت کرے۔ یہ ہمارے علماء کا قول ہے اور یہی مذہب کا حاصل ہے۔

ابن قاسم نے کافر کے لیے جائز قرار دیا ہے کہ وہ اپنی زبان سے اسلام کی شہادت کا اظہار کرنے سے پہلے غسل کر لے، بشرطیکہ اپنے دل کے ساتھ اسلام کا اعتقاد رکھتا ہو۔ یہ نظر و فکر کے اعتبار سے ضعیف قول ہے اور اثر کے مخالف ہے۔ اور وہ اس لیے کہ کوئی بھی قول کے بغیر صرف نیت کے ساتھ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اہل السنۃ والجماعت کا ایمان کے بارے میں یہ قول ہے: بے شک یہ زبان کے ساتھ اقرار کرنے اور دل کے ساتھ تصدیق کرنے کا نام ہے اور عمل کے ساتھ یہ نمونہ پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: الیہ یصدق الکلم الطیب والحمل الصالح یرفعہ (قاطر: 10) (اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور نیک عمل پاکیزہ کلام کو بلند کرتا ہے)

مسئلہ نمبر 2۔ قولہ تعالیٰ: فلا تقرر یوا المسجد الحرام، فلا تقرر یوا یہ نہی ہے۔ اسی وجہ سے اس سے نون حذف کر دی گئی ہے۔ المسجد الحرام اس لفظ کا اطلاق پورے حرم پر کیا جاتا ہے، یہی حضرت عطا کا مذہب ہے۔ تب پورے حرم میں کسی مشرک کو داخل ہونے کی قدرت دینا حرام ہوگا پس جب کوئی ان کی طرف سے ہمارے پاس قاصداً آئے امام مقام حل کی طرف نکلے تاکہ وہ (پیغام) سن سکے جو وہ کہتا ہے اور اگر کوئی مشرک چھپ کر حرم پاک میں داخل ہو اور وہ مر گیا تو اس کی قبر اکھڑ کر اس کی ہڈیاں نکال لی جائیں گی، نتیجہ اس کے لیے اس کے اندر داخل ہونا جائز نہیں اور نہ اس سے گزرنا جائز ہے۔ اور باجزیرۃ العرب اور مکہ مکرمہ مدینہ یمامہ، یمن اور اس کی بستیوں پر مشتمل ہے، پس امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: جو بھی دینا اسلام پر نہیں وہ ان مقامات سے نکل جائے اور اس کے بارے میں متروک مسافروں کو نہیں روکا جائے گا اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے، مگر آپ نے اس سے یمن کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ان کے لیے تین دنوں کی مدت مقرر کی جائے گی جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اتنی مدت مقرر کی جس وقت آپ نے انہیں جلا وطن کیا۔ انہیں نہ تو اس میں دفن کیا جائے گا۔ اور نہ انہیں حل کی طرف پناہ دی جائے گی۔

مسئلہ نمبر 3۔ علماء کا کفار کے مساجد حرام میں داخل ہونے کے بارے میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں پانچ قول ہیں: پس اہل مدینہ نے کہا: یہ آیت تمام مشرکین اور تمام مساجد کے بارے میں عام ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عمال کی طرف لکھا اور اپنے خط میں اس آیت کی طرف استدلال کیا۔ اور اس کی تائید یہ ارشاد گرامی بھی کرتا ہے: فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیہا اسمہ (النور: 36) (ان گھروں میں جن کے متعلق حکم دیا ہے اللہ نے کہ بلند کیے جائیں اور لیا جائے ان میں اللہ تعالیٰ کا نام) اور کفار ان میں داخل ہوتا ان رفعت شان کے خلاف ہے۔ اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے: ”بے شک یہ مساجد بول و قدر میں سے کسی شی کی صلاحیت رکھتیں“ الحدیث (یعنی غلاعت سے انہیں پاک اور محفوظ رکھنا چاہیے) اور کافران سے خالی نہیں ہوتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں مسجد کو کسی حائضہ عورت اور جینی کے لیے حلال نہیں کروں گا۔“ اور کافر جینی

ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ: انما المشرکون نجس میں تو اللہ تعالیٰ نے اسے نجس کا نام دیا ہے۔ پس یہ اس سے خالی نہیں کہ یہ نجس الحسین ہو گا یا پھر بطریق حکم اسے دور رکھا ہو گا۔ اور جو صورت بھی ہو اسے مسجد سے رکنا واجب ہے، کیونکہ ان میں علت جو کہ نجاست ہے وہ موجود ہے اور مسجد میں حرمت موجود ہے۔

کہا ہے جاتا ہے: رجل نجس، امرأة نجس، رجلان نجس، امرأتان نجس، اور رجال نجس، و نساء نجس چونکہ یہ مصدر ہے اس لیے نہ اس کا تشبیہ بنایا جائے گا اور نہ ہی جمع بنائی جائے گی۔ اور النجس (نون کے کسرہ اور جیم کی جزم کے ساتھ) تو یہ نہیں کہا جائے گا مگر تب جب اس کے ساتھ گندگی اور پلیدی رجس بھی ہو۔ پس جب مفرد ہو تو نجس نو کے فتح اور جیم کے کسرہ کے ساتھ اور نجس (جیم کے ضمہ کے ساتھ) کہا جائے گا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ آیت تمام مشرکین کے بارے میں عام ہے اور مسجد حرام کے بارے میں خاص ہے، لہذا کسی اور مسجد داخل ہونے سے انہیں نہیں روکا جائے گا۔ انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے تمام مساجد میں داخل ہونے کو مباح قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: یہ ان کی طرف سے ظاہر پر جمود ہے، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ: انما المشرکون نجس یہ شرک اور نجاست کے ساتھ علت پر تنبیہ ہے۔ پس اگر کہا جائے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمانہ کو مسجد میں باندھا اور مشرک تھا۔ تو اسے یہ کہا جائے گا: ہمارے علماء نے اس حدیث کے کئی جوابات دیے ہیں اگر یہ صحیح ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ واقعہ نزول آیت سے پہلے تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے اسلام لانے کے بارے میں علم تھا اس لیے آپ نے اسے وہاں باندھا۔ اور تیسرا جواب یہ ایک معین فرد کا قضیہ ہے لہذا یہ مناسب نہیں کہ اس کے ساتھ ان اولہ کا دفاع کیا جائے جو ہم نے ذکر کی ہیں، کیونکہ وہ قاعدہ کلیہ کے حکم متقید کرتی ہیں اور یہ کہا جانا ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد میں باندھا ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی نماز کے حسن اور ان کے اجتماع کو اور مسجد میں ان کے بیٹھنے کے آداب کے حسن و جمال کو دیکھتے، تو وہ اس سے مانوس ہو جائے اور اسلام قبول کر لے۔ اور اسی طرح ہوا۔ اور یہ کہا جانا بھی ممکن ہے کہ ان کے پاس مسجد کے سوا اور کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں وہ اسے باندھ سکتے۔ واللہ اعلم

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے کہا ہے: یہود و نصاریٰ کو مسجد حرام یا کسی اور مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائیگا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے سوا کسی کو مسجد حرام یا کسی اور مسجد داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا اور مشرکوں اور بت پرستوں کے سوا کسی کو مسجد میں داخل ہونے سے نہیں روکا جائے گا۔ اور یہ ایسا قول ہے جسے آیت وغیرہ میں سے جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ سب رد کرتا ہے۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذمی کے لیے بغیر حاجت کے تمام مساجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حاجت کا اعتبار کیا جائے گا اور حاجت کے ساتھ بھی مسجد حرام میں داخل ہونا جائز نہیں۔ اور حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: حرم پاک سارے کا سارا قلبہ اور مسجد ہے، پس چاہیے کہ انہیں

حرم پاک میں داخل ہونے سے منع کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: سَبَّحْنِ الَّذِي اسرى بعدہ لیلاً من المسجد الحرام (الاسراء: 1) (ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کر رکھی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے (اور بنا) شبہ آپ ﷺ کو ام بانی کے گھر سے اٹھایا گیا۔ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: کوئی مشرک مسجد حرام کے قریب نہ جائے، سوائے اس کے جو صاحب جزیہ (جزیہ دینے والا) ہو یا کسی مسلمان کا کافر غلام ہو۔

اسماعیل بن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن عبد الحمید نے ہمیں بیان کیا اس نے کہا ہمیں شریک نے اشعث سے انہوں نے حسن سے انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی حضور نبی رحمت ﷺ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کوئی مشرک مسجد کے قریب نہ جائے سوائے اس کے وہ کسی کا غلام یا کنیز ہو جس کی حاجت اور ضرورت کے لیے اس میں داخل ہو سکتا ہے۔“

اور اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے، کیونکہ انہوں نے کہا ہے: عموم مشرک کو مسجد حرام کے قریب جانے سے روکتا ہے اور اسے غلام اور لونڈی کے حق میں خاص کر دیا گیا ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ قولہ تعالیٰ: بعد عامم حد اس بارے میں دو قول ہیں: ایک قول ہے کہ اس سال سے مراد 9 ہجری کا سال ہے جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مراد 10 ہجری ہے۔ یہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔ علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ عنہ نے کہا ہے: اور یہی وہ سال ہے جس میں یہ اعلان کیا گیا (کہ آئندہ کوئی مشرک حرم پاک میں داخل نہیں ہو سکتا) اگر کسی آدمی کا غلام کسی دن اس کے گھر میں داخل ہوا اور اس کا آقا اسے یہ کہے: لا تدخل هذه الدار بعد یومک (تو آج کے بعد اس گھر میں داخل ہو) تو اس سے مراد نہیں ہو سکتا جس میں وہ داخل ہوا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ توبہ، بیروت)

بَابُ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي لَا تَجُوزُ فِيهَا الصَّلَاةُ

باب: وہ مقامات جہاں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے

نبی کریم ﷺ کے خصائص کا بیان

489 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَابِدٍ، عَنْ عُثَيْبِ بْنِ

عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ طَهُورًا وَمَسْجِدًا

﴿﴾ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”میرے لئے تمام روئے زمین کو طہارت کے حصول کا ذریعہ اور مسجد بنا دیا گیا ہے۔“

نبی کریم ﷺ کے چند چند خصائص کبریٰ

1۔ آپ ﷺ کا پیدائش کے اعتبار سے "اول الانبیاء" ہونا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کَانَ نَبِيًّا ذَا ذِمَّةٍ مِّنْ الْأَوَّلِ

وَالْخَيْرِ یعنی حضور ﷺ اس وقت شرف نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام جسم و روح کی منزلوں سے گزر

رہے تھے۔ (زرقانی علی المواہب جلد 5 ص 242)

- 2- آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہوا۔
- 3- تمام مخلوق آپ ﷺ کے لیے پیدا ہوئی۔
- 4- آپ ﷺ کا مقدس نام مرثی اور جنت کی پیشانیوں پر تحریر کیا گیا۔
- 5- تمام آسمانی کتابوں میں آپ ﷺ کی بشارت دی گئی۔
- 6- آپ ﷺ کی ولادت کے وقت تمام بت اورندھے ہو کر گر پڑے۔
- 7- آپ ﷺ کا شق صدر ہوا۔
- 8- آپ ﷺ کو معراج کا شرف عطا کیا گیا اور آپ کی سواری کے لیے براق پیدا کیا گیا۔
- 9- آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب تہدیل و تحریف سے محفوظ کر دی گئی اور قیامت تک اس کی بقاء و حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے لی۔
- 10- آپ ﷺ کو آیۃ الکرسی عطا کی گئی۔
- 11- آپ ﷺ کو تمام خزانہ الارض کی کنجیاں عطا کر دی گئی۔
- 12- آپ ﷺ کو جوامع الکلم کے معجزہ سے سرفراز کیا گیا۔
- 13- آپ ﷺ کو رسالت عامہ کے شرف سے ممتاز کیا گیا۔
- 14- آپ ﷺ کی تصدیق کے لیے معجزہ شق القمر ظہور میں آیا۔
- 15- آپ ﷺ کے لیے اموال غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا۔
- 16- تمام روئے زمین کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لئے مسجد اور پاکی حاصل کرنے (تیمم) کا سامان بنا دیا۔
- 17- آپ ﷺ کے بعض معجزات (قرآن مجید) قیامت تک باقی رہیں گے۔
- 18- اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو ان کا نام لے کر پکارا مگر آپ ﷺ کو اچھے اچھے القاب سے پکارا۔
- 19- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "حبیب" کے معزز لقب سے سربلند فرمایا۔
- 20- اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت آپ کی حیات آپ کے شہر آپ کے زمانے کی قسم یاد فرمائی۔
- 21- آپ ﷺ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔
- 22- آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے دربار میں "اکرام المخلوقین" ہیں۔
- 23- قبر میں آپ ﷺ کی ذات کے بارے میں منکر نکیر سوال کریں گے۔
- 24- آپ ﷺ کے بعد آپ ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح کرنا حرام ٹھہرایا گیا۔
- 25- ہر نمازی پر واجب کر دیا گیا کہ بحالت نماز اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ کہہ کر آپ ﷺ کو سلام کرے۔
- 26- اگر کسی نمازی کو بحالت نماز حضور ﷺ پکاریں تو وہ نماز چھوڑ کر آپ ﷺ پر دوڑ پڑے یہ اس پر واجب ہے اور ایسا کرنے سے اس کی نماز بھی فاسد نہیں ہوگی۔

27۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت کا آپ ﷺ کو مختار بنا دیا ہے۔ آپ ﷺ جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمادیں۔
جس کے لیے جو چاہیں حرام فرمادیں۔

28۔ آپ ﷺ کے منبر اور قبر انور کے درمیان کی زمین جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

29۔ سور پھونکنے پر سب سے پہلے آپ ﷺ اپنی قبر انور سے باہر تشریف لائے گئے۔

30۔ آپ ﷺ کو مقام محمود عطا کیا گیا۔

31۔ آپ ﷺ کو شفاعت کبریٰ کے اعزاز سے نوازا گیا۔

32۔ آپ ﷺ کو قیامت کے دن "لواء الحمد" عطا کیا گیا۔

33۔ آپ ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گئے۔

34۔ آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا کیا گیا۔

35۔ قیامت کے دن ہر شخص کا نسب و تعلق منقطع ہو جائے گا مگر آپ ﷺ کا نسب و تعلق منقطع نہیں ہوگا۔

36۔ آپ ﷺ کے سوا کسی نبی کے پاس حضرت اسرئیل علیہ السلام نہیں اترے۔

37۔ آپ ﷺ کے دربار میں بلند آواز سے بولنے والے کے اعمال صالحہ برباد کر دیے جاتے ہیں۔

38۔ آپ ﷺ کو حجروں کے باہر سے پکارنا حرام کر دیا گیا ہے۔

39۔ آپ ﷺ کی ادنیٰ سی گستاخی کرنے والے کی مزا اٹل ہے۔

40۔ آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ معجزات عطا کئے گئے۔ (نہرست زرقانی علی رالہواب جلد 5)

عذاب یافتہ جگہ پر نماز نہ پڑھنے کا بیان

480 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ لَهْيَعَةَ، وَيَحْيَى بْنُ أَزْهَرَ، عَنْ عَمَّارِ بْنِ سَعْدٍ الْمُرَادِيِّ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيرُ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤَذِّنُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا أَمَرَ الْمُؤَذِّنُ، فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: إِنَّ حَبِيبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانِي أَنْ أَصِلَ فِي الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِي أَنْ أَصِلَ فِي أَرْضِ بَابِلَ فَإِنَّهَا مَلْعُونَةٌ. (ابو صالح غفاری بیان کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ سفر کرتے ہوئے "بابل" کے پاس سے گزرے مؤذن ان کے پاس آیا اور انہیں عصر کی نماز کے لئے اطلاع دی) (لیکن انہوں نے وہاں نماز ادا نہیں کی) جب وہ وہاں سے آگے گزر گئے تو انہوں نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے نماز کے لئے اقامت کی جب وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو انہوں نے یہ بات بتائی میرے صیب رضی اللہ عنہ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں قبرستان میں نماز ادا کروں اور آپ نے مجھے اس بات سے منع کیا ہے کہ میں بابل کی سرزمین پر نماز ادا کروں کیونکہ یہ جگہ لعنت یافتہ ہے۔

شرح

دنیا کے قدیم ترین آثار میں چابو بابل بھی شامل ہے۔ اس کو یوں کا ذکر قرآن مجید کر علا... اہل میں بھی آیا ہے۔ اب جبکہ

بابل شہر ہی نہیں رہا، اس کو یوں کے وجود کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

لیکن بائل کہاں ہے؟ بائل کا کوہاں کس نوعیت کا تھا؟ ہارات ہارات (جن کا نام چنوبائل کے ساتھ ساتھ عزم و جدوجہد کی صورت رکھتا ہے) ان کے عمر کی کیفیت کیا تھی؟ اور خود عمر کیا ہے؟ چنوبائل اور اس کے کائنات سمجھنے کے لیے اس قسم کے متعدد سوالات ذہن میں اُبھرتے ہیں۔

قرآن مجید کا بیان

ان تمام سوالوں کے جواب کے لیے ہم قرآن مجید کی سورۃ البقرہ کی طویل ترین آیت (۱۰۲) کا ترجمہ نقل کرتے ہیں جس میں ان بیشتر امور کا ذکر موجود ہے:

”اور یہ لوگ اس علم کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کی بادشاہت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ اور سینین نے کفر نہیں کیا۔ البتہ شیطان کفر کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو سحر کی تعلیم دیتے، اور وہ اس غم کے پیچھے لگ گئے جو بائبل میں دوسری بات، اروت پر اتارا گیا تھا۔ اور وہ دونوں کسی کو بھی نہیں بتلاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو بس ایک ذریعہ امتحان ہیں۔ سو تم کفر اختیار نہ کر لینا۔ مگر ان دونوں سے وہ (سحر) سیکھتے، جس سے وہ خداوند اور یحییٰ کے درمیان جدائی ڈالتے، خدا کا کلمہ وہ کسی کو بھی اس کے ذریعہ نقصان نہ پہنچا سکتے تھے، مگر ہاں ارادہ الہی ہے۔

”اور یہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو انھیں نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اور یہ خوب جانتے ہیں کہ جس نے اسے اختیار کیا اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور بہت سی بری ہے وہ چیز جس کے غرض انھوں نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا ہے۔ کاش وہ جانتے۔“

بائبل کے حوالے

بائبل کے مندرجہ ذیل مقامات میں ان امور کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں:

- ۱۔ کتاب ۱، سلاطین ۱۱، ۱۲
۲۔ کتاب ۲، سلاطین باب ۷، آیت ۱۹، ۷۱
۳۔ کتاب مکاشفہ باب ۱۰، آیت ۴، ۵۔ باب ۱۸، آیات ۲۳، ۲۴، ۳۰۔
بائبل کے تفصیلی بیان سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم صرف حوالہ جات پر اکتفا کریں گے۔ البتہ ان کی روایات کا خلاصہ
”نقل کفر، کفر نہ باشد“ کے بمصادیق پیش ہے۔ اس کی محنت کی ذمہ داری لیما ہمارے بس سے یا بر ہے اور شاید اس کے لیے خود
یہود و نصاریٰ کے علما بھی تیار نہ ہوں۔ اسرائیلی روایات کا خلاصہ یہ ہے:
ہاروت ماروت دو فرشتے تھے۔ انھوں نے اللہ کے سامنے انسانوں کے گناہوں کا مذاق اڑایا کہ تیری مخلوق ہر قسم کے انعام
کے باوجود گناہ کرتی ہے۔ اللہ کو ان کا طنز پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اگر تم ہوتاے ماحول میں ہوتے تو یہی کرتے۔ فرشتوں نے
اپنی عصمت کا دعویٰ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زمیں پر بھیج دیا۔ یہاں ایک حسین عورت تھی، جس کا نام زبیرہ تھا۔ فرشتے اس پر عاشق
ہو گئے۔ اس عورت نے کہا: وصل کی شرط یہ ہے کہ تم شراب و جوقہل کرو اور بتوں کو سجدہ کرو۔ ان پر عشق کا بھوت ایسا سوار ہوا کہ
انھوں نے شراب پی، قتل کیا اور بت پرستی سے بھی ریزہ ریزہ کیا۔

زہرہ نے پھر ہاروت ماروت سے آسمان پر جانے کا راز دریافت کیا تو انھوں نے زہرہ کو ”اسم اعظم“ سکھا دیا۔ وہ اس کی مدد سے آسمان پر چلی گئی اور فرشتے راز الہی افشا کرنے کے جرم میں چاہ بابل میں قید کر دیے گئے۔ اس جرم میں وہ قیامت تک کنوئیں کے اندر لٹکے رہیں گے۔ ساری دنیا کا دھواں ان کی ناک کے ایک نتھنے سے داخل ہو کر دوسرے سے گزرتا رہے گا۔

امام ابن کثیر نے اپنی مشہور تفسیر ابن کثیر میں درج بالا واقعات نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت حضور ﷺ سے منسوب ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ دراصل کعب احبار کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ کی حدیث نہیں ہے۔ اور کعب احبار نے صرف اسرائیلی قصوں سے نقل کر دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۱۳۱)

امام فخر الدین رازی نے ان قصوں کو نقل کرنے کے بعد لکھا کہ یہ سب کچھ فاسد اور مردود ہے۔ عرب عالم دین شہاب عراقی نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جو شخص ان قصوں کو مانے وہ اللہ کا منکر ہے۔ وجہ یہی کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور قصے میں انھیں گنہگار بلکہ شیطان خصلت پیش کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض کی رائے بھی یہی ہے۔

ہاروت ماروت کون تھے؟

چاہ بابل کے سلسلے میں سب سے اہم بحث ہاروت ماروت کے بارے میں ہے کہ وہ کون تھے؟ ان کے بارے میں یہود کے ہاں عجیب و غریب روایات مشہور ہیں۔

آرمینیا کی مذہبی کتابوں میں ہاروت ماروت کو دیوتا بیان کیا گیا ہے۔ ان کا وطن جودی پہاڑی بتلایا گیا جسے عبرانی زبان میں آخری طاغ کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل خط منی میں لکھے ہوئے کچھ کتبات دستیاب ہوئے ہیں۔ ان کتبوں میں اس زمانے کے خیالات اور مشہور واقعات کی تفصیل موجود ہے لیکن ان میں ہاروت ماروت کا نام کلکشن لکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ ہاروت کا ہی بگڑا ہوا تلفظ ہو۔ (علوم و ادب یوٹوٹ باب ۴۴)

قرآن مجید میں انھیں ”ملکین“ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وما انزل علی الملکین بابل ہاروت و ماروت (سورۃ البقرہ: ۱۰۲:۲) ”ملکین“ کا واحد ”ملک“ ہے جس کے معنی ہیں فرشتہ۔ بہت سے مفسرین نے اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہاروت ماروت اصلاً فرشتے نہ تھے۔ انھیں محض مجازی طور پر ملک کہا گیا۔ وہ انسان اور اپنے زمانے کے با اقتدار بادشاہ تھے۔ (تفسیر بیضاوی) چنانچہ آج کل بھی ہمارے ہاں ”ملک“ کے نام سے ایک گوت (خاندان) موجود ہے۔ تمام گتے زلی اور بہت سے راجپوت بھی اپنے آپ کو ملک کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ نام کے ساتھ ملک لگ جانے سے وہ فرشتے نہیں بن جاتے۔

شہر بابل

یہ شہر دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ اس پورے علاقے کو بھی بابل ہی کہتے تھے۔ اپنے زمانے میں یہ علاقہ تہذیب و تمدن کا مرکز تھا۔ بابل و نینوا کی تہذیب عالمی تاریخ میں بہت اونچا مقام رکھتی تھی۔ ان لوگوں کا رہن سہن دوسروں کے لیے نمونہ تھا۔ بخت نصر کا عہد اس تہذیب کے انتہائی عروج اور ترقی کا دور تھا۔ اس کے بعد یہاں کی تہذیب کو زوال آنا شروع ہو گیا۔

جدید جغرافیہ میں بابل دنیا کے نقشے پر عراق عرب میں واقع ہے لیکن صرف کھنڈروں کی صورت۔ کبھی یہ شہر میلوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مورخین کا بیان ہے کہ بابل کے گرد ۵۵ میل لمبی فصیل تعمیر کی گئی تھی۔ انھوں نے اسے ”ہفت عجائبات عالم“ میں شمار کیا

ہے۔ کالڈ یا اورکلدانیہ اس کے پرانے نام تھے۔ انجیل مقدس میں اس شہر کا ذکر بار بار ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو:

(کتاب اہمال ۲۳، کتاب مکاتیب ۱۰: ۱۷، ۱۸، ۳: ۲۴، ۲۳)

شہر بابل موجودہ بغداد سے قریباً ساٹھ میل دور جنوب کی سمت دریائے فرات کے کنارے آباد تھا۔ اس کے کھنڈروں کے قریب ہی آج بلہ (حلقہ) کا شہر آباد ہے۔ ان کھنڈروں میں نہروں کے آثار، پانی کے ٹکوں کے نشان، شاہی محلات کی بنیادیں اور مضبوط قلعوں کے نشانات اب بھی موجود اور اپنی تہذیب و تمدن کے کمال کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

شہر بابل کی مشہور عمارات میں مندرجہ ذیل خاص اہمیت کی حامل تھیں:

قصر سمیرامیس، بخت نصر کا محل، برج نمرود، معلق باغ جو کئی طبقات پر مشتمل تھا، ایک عالی شان رصد گاہ، بعبوس کا مقبرہ شہر کی

طویل و عریض سہ طرفہ حیرت

انگیزہ فصیل اور برج بابل وغیرہ۔

• برج بابل کے متعلق مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس برج میں سات رنگ کے طبقے تھے۔ ان کا تعلق سات اجرام سماوی سے تھا: پہلا طبقہ سیاہ رنگ کا تھا: یہ زحل سے منسوب تھا۔ دوسرا طبقہ سفید رنگ کا تھا: یہ زہرہ سے نسبت رکھتا۔ تیسرا طبقہ نارنجی رنگ کا تھا: اس کی نسبت مشتری سے تھی۔ چوتھا طبقہ نیلے رنگ کا تھا: یہ عطارد سے میلان رکھتا۔ پانچواں طبقہ قرمزی رنگ کا تھا: اس کا مرتب سے میل تھا۔ چھٹا طبقہ نقری تھا: اس کا تعلق چاند سے تھا۔ ساتواں طبقہ طلائی تھا: اس کی نسبت سورج سے تھی۔

بابل کے لوگ معبودانِ باطل کے پرستار تھے۔ ان کے خیال میں یہ معبود آسمان کی فضاؤں میں رہتے تھے۔ یہ لوگ اپنی قسمت ان سے وابستہ سمجھتے۔ اسی لیے وہ نجوم شناسی اور علم افلاک میں بڑے ماہر تھے۔ ان کے بت کدوں میں ستاروں کی پرستش ہوتی تھی۔

بابل کے کھنڈر اور چاہ بابل

جنگ عظیم دوم کے دوران ہمارے عزیز محترم چودھری علی احمد سرور عراق گئے۔ انھوں نے بابل کے کھنڈر اور چاہ بابل کا بغور مشاہدہ کیا۔ ہم اس عنوان کے تحت انہی کے غیر مطبوعہ سفرنامہ کے اقتباسات شکر یہ کے ساتھ نقل کر رہے ہیں:

”آج یہ سب کھنڈر کے ڈھیر لیکن چشم بینا کے لیے سرمہ بصیرت ہیں۔ ان پر بول ڈھیروں میں عجیب ہیبت پہاں ہے اور

ساتھ ہی ایک اندوہناک اور نہایت حسرت آمیز درسی عبرت بھی۔

بابل بغداد سے شہر حلقہ کو جانے والی سڑک پر چون (۵۳) میل دور واقع ہے۔ اس سڑک کو ایک چھوٹی سی نہر کاٹتی ہے۔ یہیں سے بابل کی حدود شروع ہو جاتی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شہر کی فصیل تھی۔ آدھ میل آگے چلیں، تو ایک چھوٹا سا عجائب گھر ہے اور اس کے متصل ایک ریست ہاؤس بنا ہوا ہے۔ یہ دونوں عمارتیں حکومت عراق کے حکمہ آثار قدیمہ نے تعمیر کرائی ہیں۔

عجائب گھر میں بابل کے کچھ عجائبات، تصویر کشی اور نقاشی کے نادر نمونے اور قدیم شہر کا مٹی سے بنا ہوا ماڈل رکھا ہے۔ عجائب گھر کی پشت پر ایک ٹیلہ ہے جس پر نشان راہ کی تختیاں نصب ہیں۔ کچھ آگے شاہ بنو کد نصر (بخت نصر) کے جلوس کا راستہ ہے۔ مشرق کی سمت ”نین ماخ“ کا ایک چھوٹا سا معبد ہے۔ گزرگاہ جلوس کے مغرب میں ایک عمارت ہے جو جنوبی محل کے نام سے مشہور ہے۔

دوسری عمارت معلق باغ (Hanging Garden) کی ہے جسے ”محل اعظم“ بھی کہتے ہیں۔ اس سے تھوڑی دور آگے ایک تہ خانہ ہے۔ کہتے ہیں یہاں نمرود نے حضرت شعیب علیہ السلام کو شیر کے آگے ڈالا تھا۔ اس تہ خانہ کی دیواروں پر تصاویر بنی ہیں جو اس دور کے ماہرین فن کی فنکاری کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ جوائینٹیں یہاں استعمال ہوئیں وہ اپنی ساخت اور مضبوطی کے اعتبار سے دور حاضر سے بہت بہتر ہیں۔ چند قدم آگے چل کر ایک کنواں آتا ہے جو اوپر سے مربع شکل کا ہے۔ اسی کنویں کو ”چاہ بابل“ کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

چاہ بابل کے قریب پتھر کا ایک بڑا مجسمہ ہے اور ساتھ ہی چند معبد ہیں، جن کو ”نی نور تا“ اور ”گلا“ کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ ”برج بابل“ بھی اس کے قریب ہی واقع ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں سکندر اعظم نے ہندوستان سے واپسی پر داعی اجل کو لبیک کہا۔

کھنڈروں سے دو تین میل کے فاصلے پر ایک مسجد کا گنبد نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ مسجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعمیر کرائی تھی۔ اس کے گنبد اور درود یوار پر نہایت نفیس نقش و نگار ہیں۔ انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کارِ نگر ابھی چند دن پہلے کام سے اٹھ کر گئے ہیں۔

بابل کے حکمران

بابل کے بانی کا نام نمرود بیان کیا گیا ہے۔ اس کا زمانہ قریباً چار ہزار سال قبل مسیح پہلے آیا۔ اس کے باپ کا نام کوش اور دادا کا نام حام تھا۔ حضرت مسیح سے کوئی پونے چار ہزار سال قبل بنو عاد کے سامی قبیلے نے بابل پر قبضہ کر لیا۔ دو یا ڈھائی سو سال ان کی حکومت رہی۔

سامیوں کے بعد اس پر یلامی خاندان کا قبضہ ہو گیا۔ وہ نمرود اسی خاندان کا ایک حکمران تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ نمرود اس کا خاندانی لقب تھا، اس کا اصل نام ذوالامریان کیا گیا ہے۔ نمرود کا زمانہ ۲۳۰۰ سال قبل مسیح میں آیا۔ اسی نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ آگ میں جلا دینے کا حکم دیا تھا۔

اس خاندان کے بعد بابل کے بادشاہوں میں بنوکد نصر بہت مشہور ہوا۔ اسے بخت نصر بھی کہتے ہیں۔ اس نے بہت سے علاقے بزورِ شمشیر فتح کیے۔ اسی کے ہاتھوں فلسطین میں یہودیوں پر تباہی آئی اور بیت المقدس کا شہر اجڑا۔ اس نے کتاب مقدس کا ایک ایک نسخہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلا ڈالا۔ اس خاندان کا آخری تاجدار نبل شمر تھا۔

حضرت مسیح سے ۵۳۸ (اور بعض روایات کے مطابق ۵۳۹) سال قبل فارس کے بادشاہ نے بابل پر حملہ کر دیا اور اس طرح یہ ملک ایران کا باج گزار بن گیا۔

بابل کا جادو

حضرت سلیمان علیہ السلام جب وفات پا گئے تو بنی اسرائیل بالعموم سحر و طلسم میں مصروف رہنے لگے۔ انھوں نے حقیقت چھوڑ کر جادو گری، شعبدہ بازی، طلسم بندی کو اختیار کر لیا۔ بابل کے باشندے اس سلسلے میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ آتھنکس کے فاضل محققین کا بیان ہے کہ اس شہر کے باشندے بہت بڑے جادوگر تھے۔ ان

کی مذہبی اور دینیات کی کتابوں میں بھی جگہ جگہ جادو منتری نثر آتے ہیں۔ گویا یہ لوگ سحر اور طلسم کو مذہب کا درجہ دے چکے تھے

(ماحولہ کتاب مذکور جلد ۲ صفحہ ۱۱۶)

مختصر یہ کہ بابل جادو منتر اور سفلی عملیات میں دور دور تک مشہور تھا۔ کاندہ یاں شہر کا پرانا نام تھا۔ اسی لیے انگریزی میں آج بھی جادوگر کو "کابابل" از تاریخ مسعودی:

ملوک بابل اور ملوک نہط یعنی کلدانیوں کے حالات و کوائف کا باب:

ملوک بابل و نہط در حقیقت ایک ہی ہیں جنہیں تواریخ عالم میں کلدانی کہا گیا ہے۔ صاحب "مغنیہ" نے ملوک عالم کے بارے میں بیانات قلمبند کرتے ہوئے بتایا ہے کہ سب سے پہلے سلطنت ارضی پر آباد کاری کا سلسلہ ملوک بابل ہی نے شروع کیا تھا اور فارس کے قدیم بادشاہوں نے حکومت انہیں سے حاصل کی تھی جس طرح رومیوں نے یونانیوں سے۔

نمرود الجبار:

بابل میں کلدانیوں کا سب سے پہلا بادشاہ نمرود الجبار تھا، جس نے وہاں قریباً ساٹھ سال حکومت کی۔ اس نے عراق میں فرات سے نہر بنی نکالیں، کہا جاتا ہے کہ ایک نہر جو فرات سے نکل کر کونے کی طرف آئی، وہ نہر کوئی تھی، جو قصر ہبیرہ اور بغداد کے درمیان بہتی تھی۔ اس کا ذکر چونکہ بھی نے کیا ہے، اس لیے وہ تاریخ میں کافی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں عراق کی دوسری نہروں کا ذکر ہم آگے چل کر فارس کے دور اول اور دور ثانی کے بادشاہوں اور ملوک طواف کا ذکر کے ساتھ کریں گے جو ملوک عالم کی نسبت سے وہیں مناسب ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے اپنی پہلی کتابوں میں اسی ترتیب سے کیا ہے۔ اور اس طرح کی مزید وضاحت بھی ہو جائے گی۔

بابل کے باقی بادشاہ:

نمرود الجبار کے بعد دوسرا بادشاہ "بولوس" ہوا۔ جس نے قریباً ستر سال کی عمر تک حکومت کی۔ وہ بھی بہت تند مزاج اور سخت گیر تھا۔ اس کے زمانے میں بھی متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد "فیمنوس" بادشاہ ہوا جس کے زمانے میں دوسرے اہل ارض نے اس کے خاندان سے بغاوت کر دی۔ اس کے دور حکومت میں بابلی خاندان کی حکومت کے سو سال پورے ہوئے۔ اس کے بعد "سوموس" بادشاہ ہوا جس نے نوے سال کی عمر تک حکومت کی۔ اس کے بعد جو بادشاہ ہوا اس کا نام "کورس" تھا۔ اس نے پچاس سال حکومت کی۔ اس کے بعد "بوسمیس" نے ستر سال حکومت کی۔ اس کے بعد "انیوس" نے تیس سال حکومت کی۔ "انیوس" کے بعد "افلاوس"، "احلوس"، "امروئوس"، "کلوس"، "سینفروئوس"، "مارئوس"، "وسطالیم"، "اسنوطوس"، "تہاویوس"، "الحداس"، "اکطیروس"، "ساوساس"، "فاربنوس"، "سوسا اورینوس"، "مسروئوس"، "طاٹالیوس"، "طاٹاؤس" اور "افروئوس" نے علی الترتیب بیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال، ساٹھ سال، تیس سال، چالیس سال، تیس سال، چالیس سال، پچاس سال، ساٹھ سال، بیس سال، پچاس سال، چالیس سال، تیس سال اور قریباً چالیس سال حکومت کی۔

"فاربنوس" کا دور حکومت بعض مورخین کے مطابق پینتالیس سال رہا۔ اس کے زمانے میں وہاں کے بعد ملوک فارس میں سے ایک نے بابل پر حملہ کیا تھا۔ ویسے لڑائیاں ہونے کو قریب قریب سب کے زمانے میں ہوتی رہیں۔

”افروس“ کے بعد ”لاویس“ کا دور حکومت پچاس سال (بعض کے نزدیک پینتالیس سال) ”افریقیس“ کا تیس سال، ”منطوروس“ کا بیس سال، ”قولاقسما“ کا ساٹھ سال، ”مفلس“ کا پینتیس سال (بعض کے نزدیک پچاس سال) رہا۔ قدیم تواریخ کے مطابق ”مفلس“ کے بعد ”مرجد“ کا دور حکومت تیس سال رہا، ”مردوح“ کا چالیس سال، ”سجاریب“ (جس نے بیت المقدس بنایا تھا) کا تیس سال، ”نشوہ منوشا“ کا تیس سال، ”عمر الجبار کا پینتالیس سال، ”فرمودوج“ کا صرف ایک سال، ”بطسفر“ کا قریباً ساٹھ سال، ”فسوس“ کا قریباً آٹھ سال (بعض کے نزدیک دس سال)، ”مموسا“ کا ایک سال (بعض کے نزدیک اس سے بھی کم)، ”داونوس“ کا اکتیس سال (بعض کے نزدیک اس سے کچھ زیادہ)، ”کسرجوس“ کا بیس سال رہا۔ ”کسرجوس“ کے بعد ”مرطاسیہ“ بادشاہ ہوا۔ لیکن اسے 9 مہینے بعد قتل کر دیا گیا۔ ”مرطاسیہ“ کے بعد ”ملخت“ نے اکتالیس سال، ”احترست“ نے تین سال (بعض کے نزدیک دو سال دو مہینے)، ”شعریاس“ نے ایک سال (بعض کے نزدیک صرف 9 مہینے)، ”دار یوس“ نے بیس سال (بعض کے نزدیک انیس سال)، ”اطخت“ نے اکتیس سال اور ”دارالسیح“ نے پندرہ سال (بعض کے نزدیک دس سال) حکومت کی۔

ملوک بابل کے اعمال:

ملوک بابل کے نام اور ان کے ادوار حکومت کی مدتیں وغیرہ تو سب وہی ہیں جو قدیم تواریخ کے مطابق ہم نے ترتیب وار سطور بالا میں پیش کی ہیں۔ اب ان کے کچھ قابل قدر کارنامے بھی سن لیں:

انہوں نے بنی نوع انسان کے لیے آباد کاری کی بنیاد رکھی، شہر بسائے، سمندروں کی تشخیص کی، ارضی آثار و کوائف کا پتہ لگایا، لوہا، سیسہ اور تانبہ وغیرہ نکالنے کے لئے کانیں کھدوائیں، تلواریں اور ان کی طبعی تراش خراش ایجاد کیں، لڑائی کے محاذوں اور جنگی فنون کا تعین کیا۔ لڑائی کے قوانین اور عساکر کے قلب، میمنہ، میسرہ اور ان کے بازوؤں کی ترتیب کا تعین کیا، لڑائی کے پتھروں کا انسانی جسم کے مطابق تعین کیا جو ان سے قبل کسی کو اس ترتیب سے معلوم نہ تھے، لشکروں کی صفوں کو بالکل اسی طرح مرتب کیا جس طرح ہاتھی، چوئیاں اور دوسرے جانور لڑائی کے مواقع پر فطری طور پر مرتب کر لیتے ہیں۔ لڑائی میں حملے کے طریقے بالکل اسی وضع پر نکالے جیسے شیر، چیتے، تیندوے اور بھیڑیے اپنے جس کی ساخت اور توڑ موڑ کے مطابق رکھتے ہیں۔ فوجوں کے علم اس طرح بنوائے کہ افواج کا ہر حصہ دوسرے حصے سے ممتاز رہے اور فوراً پہچانا جائے۔ زمین کے مختلف طبقات کی شناخت بالکل اسی طرح کی جیسے پچھو اور زمین کے اندر رہنے والے کیڑے مکوڑے اور دوسری مخلوق اپنے سوراخوں کے لیے کرتی ہے۔ مختلف رنگ بھی انہیں کی ایجاد ہیں۔ انہوں نے رنگوں کی تعداد چھ بتائی، یعنی سیاہ، سفید، مفرادی، سرخ، ہبز اور آسمانی۔

رنگ:

بعض اقوام نے قوس و قزح کے رنگوں اور ان رنگوں کو ملا کر جو ایک دوسرے کے امتزاج سے بنتے ہیں ان کی مجموعی تعداد بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ نور بصارت اور بیرونی رنگوں میں کیا نسبت اور تعلق ہے، مثلاً کونسا رنگ نور بصارت سے میل کھاتا ہے اور کونسا نہیں، نیز یہ نگاہ اپنی فطرت کے لحاظ سے کس رنگ پر جمتی ہے اور کس رنگ سے اس میں خیرگی پیدا ہوتی ہے جیسے سیاہ رنگ پر نگاہ ٹھہرتی ہے اور سرخ پر نہیں جمتی۔ کلدانیوں نے لشکر کے جھنڈوں کے لیے رنگ کا تعین کیا۔ اور محافل نشاط و سرود اور بچوں کے لباس میں ان رنگوں کے استعمال کی ممانعت کی۔ انہوں نے رنگوں کے استعمال کو الوان فلکیات پر منحصر کیا۔ ملوک عالم کے اخبار و سیر،

ان کے فطری عادات و خصائل اور ان کے باہمی اختلافات کا مفصل بیان ہم اپنی دو پچھلی کتابوں "اخبار الزمان" اور "کتاب الادب" میں درج کر چکے ہیں۔

بعض مورخین کے مطابق بائبل اور نہلی اقوام درحقیقت ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ کچھ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ لوگ جو فارس کی طرف بلخ وغیرہ میں جا کر بس گئے تھے دراصل نہلی ہی تھے۔ نہلی قوم کے انساب کے بارے میں آگے چل کر ملوک عالم کے سلسلے میں مزید اندراجات کریں گے۔ (ہدود ص ۱۷۱)

تاریخ ابن خلدون میں علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

شہر بابل کی تعمیر

تاریخ ابن خلدون جلد اول میں لکھا ہے کہ: "علامہ ابن سعید کتاب البدر میں نقل کرتا ہے کہ جس نے اولاد حام ابن نوح سے پہلے بادشاہت کی اور حکومت و سلطنت کی بنا ڈالی وہ کنعان بن کوش ابن حام بن نوح تھا۔ یہ معلوم نہیں کہ کنعان کس وجہ سے کس زمانہ میں اپنی جائے ولادت شام سے زمین کے اس حصہ کی طرف چلا آیا۔ جس کو اب سرزمین بابل کہتے ہیں اور ایک شہر اٹھارہ کوس مربع میں بابل نامی آباد کیا۔ اس کے بعد نمرود نامی اسکا لڑکا تخت حکومت پر بیٹھا، یہ بہت بڑا عظیم الشان بادشاہ ہوا اس نے اکثر معسورات عالم پر قبضہ کر لیا۔ اس کی عمر نسبتاً دوسروں سے زیادہ ہوئی۔ بنی حام میں سے یہ پہلا شخص ہے کہ جس نے دین صابیہ اختیار کر لیا تھا اسی کی دیکھا دیکھی تھوڑے دن بعد اولاد سام بھی اس مذہب کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ عابر ابن شالخ جو شالخ بن ارشدد کا جانشین تھا، یہی کلدانیوں کو لے کر نمرود سے مقابل ہوا لیکن نمرود اس پر غالب آیا اور اسے کوٹا سے نکال دیا۔"

دوسری جگہ ابن خلدون باب اول، ملوک بابل، موصل و نینوی میں لکھتے ہیں:

کنعان بن کوش بن حام

اس سے پہلے یہ امر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد کنعان بن کوش بن حام خنفس حکمرانی پر رونق افروز ہوا۔ اسکے بعد اس کا لڑکا نمرود بادشاہ بنا اور یہ صابیہ مذہب کا مقلد تھا، اور بنی سام خالص موحد تھے اور اس توحید کے پابند تھے جو ان سے پہلے کلدانیوں میں رائج تھی۔ ابن سعید کہتا ہے کہ کلدانیوں کے معنی "موحدین" کے ہیں۔ تو ریت میں نمرود کو، کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے اور کنعان بن کوش کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم

واقعہ ببلہ

ابن سعید کہتا ہے کہ عابر بن شالخ بن ارشدد حملہ کر کے اطراف بلاد پر قابض ہو گیا اور کوٹا سے جزیرہ موصل کی طرف چلا آیا اور یہیں اس نے ایک شہر مجد نامی آباد کیا اور مرتے دم تک یہیں مقیم رہا۔ اس کے بعد اس کا لڑکا قانع اس کا وارث و قائم مقام ہوا اور نمرود اور اسکی قوم پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں ببلہ آیا۔ ببلہ ایک مشہور واقعہ ہے اس کا ذکر توریت میں بھی آیا ہے لیکن ہم اس کے معنی نہیں سمجھ سکتے اور یہ کہنا کہ تمام بنی آدم کی ایک زبان تھی، وہ سب کے سب شب کو سوئے اور صبح کو جب اٹھے تو انکی زبانیں مختلف ہو گئیں۔ بالکل خلاف قیاس اور عادتاً بعید ہے مگر یہ کہ اسے ہم خوارق انبیاء نہیں شمار کریں تو اس وقت یہ معجزہ میں

داخل ہو جائے گا حالانکہ اس کی روایت کسی نے نہیں کی ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اسے خرق عادت اور اختلاف السنہ (زبانوں) کو تقدیر الہی کا ایک نمونہ اور اسکی کبریائی کا کرشمہ تصور کر لیں اور اس کے علاوہ ببلہ کے اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔

موصل بن جرموق کا بابل پر قبضہ

ابن سعید کا بیان ہے کہ سوریان بن عبید نے قانع کو بابل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔ لیکن اس نے عہد توڑ دیا اور اس سے لڑا اور جب قانع مر گیا اور اس کا لڑکا ملک حکمران ہوا تو سوریان نے جزیرہ لے لیا اور بنی عابر (ملکان) کو جزیرہ سے نکال باہر کر کے جزیرہ کی حکومت اپنے ہم شیر زادہ موصل بن جرموق کو دے دی۔ ملک اپنے اہل و عیال کے ساتھ پہاڑ پر چلا گیا اور وہیں اس نے سکونت اختیار کر لی۔ بعض کا خیال ہے کہ خضر اسی کی نسل سے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد موصل اپنے ماموں سوریان بن عبید سے باغی ہو کر بابل کا مستقل حاکم بن بیٹھا اسی کے زمانہ سے ایک حکومت جرمقہ کے نام سے قائم ہو گئی اور ملوک جرمقہ ملوک عبید سے علیحدہ ہو گئے۔

ابن خلدون آگے تحریر کرتے ہیں کہ:

نمرود: ملوک بابل ہیں اور وہ عبید اشوذ بن سام کی اولاد میں سے ہیں۔ مسعودی ان کو عبید بن ماش بن ارم کی طرف منسوب کرتا ہے۔ یہ بابل میں رہتے تھے ان میں سب سے پہلے سوریان بن عبید نے بادشاہت کی۔ مسعودی کہتا ہے کہ اسے قانع نے بابل کی حکومت پر مامور کیا۔ قانع کے انتقال کے بعد اس نے بدعت صابیہ ظاہر کی اور اسی مذہب کا پابند ہوا اس کے بعد اس کا لڑکا کنعان سلق بن نمرود تھا اور جس نے آذر (پدر سیدنا ابراہیم علیہ السلام) کو طلب کر کے بیت الاصنام (ہٹ خانہ) کا داروغہ مقرر کیا تھا کیونکہ ارجو بن قانع اپنے باپ کے انتقال کے بعد کوئی چلا آیا اور نماردہ کے ساتھ مذہب صابیہ اختیار کر لیا یہی مذہب اس کے خاندان میں نسل بعد نسل آزاد بن ناحور تک برابر چلا آیا۔ حاجر بن کوش نے ہاجر کو بیت الاصنام کا داروغہ مقرر کیا اور ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے۔

مزید لکھتے ہیں:

بخت نصر کا بیت المقدس پر حملہ

الغرض بابل میں نماردہ (نمرودوں) کی حکومت کا سلسلہ برابر جاری رہا اور بخت نصر انہیں میں سے تھا جیسا کہ بعضوں نے لکھا ہے بعضے کہتے ہیں کہ جرمقہ (اہل غیوثی) نے بابل پر فوج کشی کی۔ چنانچہ سنباریف اس پر قابض ہوا اور اس نے اپنے امراء میں سے بخت نصر کو اس کا گورنر مقرر فرمایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اہل بیت المقدس نے عہد توڑ دیا۔ تب بخت نصر نے بنی اسرائیل سے بیت المقدس میں معرکہ آرائی کی اور محاصرہ لگال اور قید کے بعد بنی اسرائیل کے بادشاہ کو قتل کر ڈالا اور ان کی مسجد کو ویران کر دیا۔

ایرانیوں کا بابل پر تسلط

پھر جب بخت نصر مر گیا تو اس کا لڑکا نہشت نصر بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد مغیر حاکم ہوا۔ اس سے اور ارتاق مرزبان کسریٰ سے لڑائی ہوئی، ارتاق نے اسے مار ڈالا اور بابل اور اطراف بابل کا حاکم بن بیٹھا اس کے بعد عبید اور جرمقہ دولت فارس کی رعیت

میں شمار کئے جانے لگے اور نمرودوں کی بابل سے حکومت ختم ہو گئی۔ (عذاذ کر ابن سعید و ملک من داحر موارخ دولت فارس) ایسا ہی ابن سعید نے ذکر کیا ہے اور اس کو نقل کیا ہے داحر موارخ دولت فارس سے۔
ابن خلدون کی ہی تاریخ میں مزید لکھا ہے کہ:

”سریا یحییٰ: ابن سعید نے سریا یحییٰ اور عیلا کو ایک گروہ اور ایک ہی حکومت قرار دیا ہے۔ لیکن مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ دو دو حکومتیں تھیں۔ سریا یحییٰ کی نسبت وہ کہتا ہے کہ طوقان کے بعد دنیا میں سب سے پہلے سریا یحییٰ نے بادشاہت کی ایک صدی یا کسی قدر اور زیادہ زمانہ میں ان کے نو بادشاہوں کے نام عجی ناموں میں تحریر کئے ہیں جنہیں ہم عدم اعتماد اور عدم صحت کے باعث تحریر نہیں کرنا چاہتے ہاں شوشان کے بارے میں وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے اس نے اپنے سر پر تاج رکھا تھا اور یہی تاج کا موجد ہوا تھا اور چوتھے بادشاہ نے قلعے بنوائے، شہر آباد کئے اس کے زمانہ میں ہند کا بادشاہ رمل تھا اور اس نے اکثر ملوک مغرب کی سلطنتیں چھین لیں اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ آٹھویں کا نام مروت بتلاتا ہے اور اپنے آخر کلام میں ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ موصل اور بابل کے حاکم تھے ملوک یمن ان سے اکثر مغلوب اور کبھی غالب رہے تھے نویں کی نسبت لکھتا ہے کہ وہ غیر مستقل مزاج تھا اس کی طبیعت میں تلون حد سے زیادہ پایا جاتا تھا اور اس کے بھائی نے سلطنت تقسیم کر لی تھی۔ غرض کہ اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ سب سے پہلے جس نے خمر (شراب) پیئی وہ فلاں شخص تھا جس نے طرغ کا کھیل ایجاد کیا وہ فلاں تھا، جو سب سے پہلے بادشاہ ہوا وہ فلاں تھا (وغیر ذلک) حالانکہ ہمارے نزدیک یہ سب خلاف قیاس باتیں اور صحت سے منزلوں دور ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ سریا یحییٰ اقدم الخلیفہ (خلقت میں سب سے مقدم) ہیں اسی وجہ سے تمام پرانی چیزیں مثلاً لغت، سحر، خط وغیرہ ان کی جانب منسوب کیے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

مبطل:

مبطل کی نسبت مسعودی کا یہ خیال ہے کہ یہ بابل سے تھا وہ لکھتا ہے کہ ان کا پہلا بادشاہ نمرود جبار تھا اور یہ ماش بن ارم بن سام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس نے بابل میں محل بنوایا تھا اور کوفہ کی نہر کھدوائی تھی اور دوسرے مقام پر اسی نمرود کو، کوش بن حام کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ دونوں نمرود ایک تھے یا کہ دو پھر نمرود کے بعد چودہ سو برس کے اندر چھیا لیس بادشاہوں کے نام عجی ناموں میں تحریر کرتا ہے جن کو ہم عدم صحت کی وجہ سے نقل نہیں کرنا چاہتے لیکن ”السنونی“ میں نو صدی کے اندر بیس بادشاہوں کے نام تحریر کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ نویں صدی میں ملوک بابل، اہل فارس سے لڑے اور چودہویں صدی میں بیان کرتا ہے کہ اس صدی میں سنجاریف بادشاہ تھا۔ یہی بنی اسرائیل سے لڑا تھا اور انہیں بیت المقدس میں گھیر رکھا تھا اور اس نے ان سے جزیہ لیا تھا اور اس کا سب سے پہلا بادشاہ دارنیوش تھا جو دارا کے لقب سے مشہور تھا جسے سکندر نے قتل کیا جبکہ اس نے بابل پر قبضہ حاصل کر لیا تھا اس نے اپنے اس سلسلہ کلام اور ملوک بابل کے بیان میں غلیل علیہ السلام کے نمرود کا کچھ ذکر نہیں کیا حالانکہ ان نمرودہ (نمرودوں) کو سکونت بابل بتلاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

نمرود کے متعلق طبری کا بیان:

طبری کہتا ہے کہ نمرود بن کوش بن کعان بن حام، ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں تھا پہلے یہ لوگ عدارم سے مشہور تھے جب وہ

گروہ ہلاک ہو گیا تو نمودارم کہے جانے لگے، جب یہ بھی ہلاک ہو گئے تو نمودارم کے نام سے مشہور ہوئے اور جب یہ بھی ہلاک ہو گئے تو تمام اولادارم کو ارمان کہنے لگے۔ یہ سب ربط ہیں اور یہ موجد تھے اور بابل شہر میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمودار بادشاہ ہوا اور اُس نے ان کو بت پرستی سکھائی۔ انھیں کلام الطبری۔

بابل؛ ہریشیوش مورخ روم کہتا ہے کہ جس نے اہل بابل کو بت پرستی کی طرف مائل کیا وہ نمودارم الحسیم تھا اور بابل مربعہ اشکل آباد کیا گیا تھا اس کی شہر پناہ اسی میل کی تھی اس کی دیواریں دو سو گز بلند اور پچاس گز چوڑی اینٹ اور چوڑے سے بنائی گئی تھیں۔ شہر پناہ کے سو دروازے تھے جن میں تاج بنے کے کوڑے لگے ہوئے تھے اور اس کے اوپر محافظین کے رہنے کے لیے مقامات بنے ہوئے تھے۔ جنگی سپاہیوں کا فصیلوں اور دیواروں پر چہرہ رہتا تھا۔ شہر پناہ کے باہر خندق تھی اور خندق کے باہر ایک عمیق نہر تھی اس شہر پناہ کو ملک بیرش (کسریٰ اول) بادشاہ فارس نے مسمار کیا جب کہ اسے بابل پر قبضہ حاصل ہوا۔ انہی کلاہریشیوش۔ ان لوگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ نمودارم نام ہر بادشاہ بابل کا ہے۔ اسی وجہ سے انساب مختلفہ میں کبھی سام کی طرف اور کبھی حام کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

نمود کے متعلق دوسری روایت؛

بعض مورخین یہ گمان کرتے ہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام کا نمود، نمود بن کنعان بن سنجاریف بن نمود والا کبر تھا اور بخت نصر اس کی نسل سے ہیں اور یہ ابن برازاد بن سنجاریف بن نمود ہے اور شاہان کیانی (فارس والے) بابل پر چڑھ آئے تھے اور اس کو مغلوب کر لیا تھا۔ لیکن پھر اسے بحال رکھا اور کسی قدر خراج مقرر کر لیا تھا اور بنی ساسان میں سے کسریٰ اول نے شہر بابل کو ویران کیا ہے اور اسرائیلیں اپنے انبیاء دانیال اور ارمیا کی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ بخت نصر کا سد بن حاور کی نسل سے ہیں اور یہ ابراہیم الخلیل علیہ السلام کا بھائی ہے۔ بنو کا سد ملوک بابل میں شمار کئے جاتے ہیں اور انہیں کیدانیین بھی کہتے ہیں انہیں میں سے بخت نصر بھی تھا جو اکثر معمورات عالم پر قابض ہو گیا تھا اور بنی اسرائیل کو مغلوب کر دیا تھا اور ان کی حکومت چھین لی تھی اور بیت المقدس کو ویران کر دیا تھا۔ اس کی حکومت مصر سے متجاوز ہو گئی تھی، پینتالیس برس تک یہ سلطنت کرتا رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اوہل مردود بن بخت نصر تیس برس تک حکومت کی کرسی پر بیٹھا رہا۔ اس کے بعد بلینصر بن اوہل مردود تین برس تک حکمران رہا۔ اسی کے اخیر زمانہ میں دارا (شاہ فارس) اور اس کے داماد کورش نے بابل پر چڑھائی کی اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ بعض اسرائیلیں کا یہ خیال ہے کہ بخت نصر اور ملوک بابل کسدیم کی اولاد سے ہیں اور کسدیم عیلام بن سام (براہوشوز) کی نسل سے ہیں اور اشوز سے ملوک موصل ہیں۔ انھیں الکلام فی ملوک الموصل و ملوک البابل، و هذا غایۃ ما دی الیہ النحیث من اخبارهم و انسابهم۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:

”ملوک بابل و موصل ستاروں کی پرستش کرتے تھے اور اسکی روحانیت کا بذریعہ طلسم اور سحر اتارتے تھے اسی طریقہ کا نام صابہ ہے، طلسمات اور سحر میں ان کو بڑا دخل تھا۔ ستاروں کی حرکت اور آثار کے خوب ماہر تھے کبھی اس دعویٰ پر آیت (وما أنزل علی الملکین۔ البقرہ ایک سورہ) بکسر اللام کی شہادت پیش کی جاتی ہے کہ ہاروت و ماروت ملوک سریانیین میں سے تھے اور یہی اول ملوک بابل ہیں اور بقرا ت مشہور یہ دونوں (ہاروت و ماروت) فرشتہ تھے اس صورت میں اس فتنہ کی بابل کے ساتھ تخصیص یہ ظاہر

کرتی ہے کہ اہل بائبل سحر و طلسمات میں اور باشندگان عالم کی بہ نسبت زیادہ ملکہ رکھتے تھے اور ان دلائل نے علاوہ جو ان کی نجومیت اور ساحریت پر پیش کیئے جاسکتے ہیں یہ ہیں کہ ہم نے یہ علوم (نجوم و سحر) اہل مصر سے حاصل کئے ہیں اور اہل مصر ان کے مساویہ تھے ملوک مصر کو بھی اس فن کی طرف خاص توجہ تھی۔ چنانچہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جادوگر جمع کئے گئے تھے۔ صعید مصر میں اب تک جادو کے آثار اس دعویٰ کی شہادت دے رہے ہیں۔ (واللہ اعلم)۔۔۔

الہدایہ والنہایہ کی جلد دوم کے باب بیت المقدس کی تہائی کے بیان میں ابن کثیر نے بھی تقریباً انہیں سب واقعات کا ذکر لکھا ہے جس کو مکرر تحریر کے سبب نہیں لکھا جا رہا یہاں پر۔ لیکن اس میں سے کچھ معلومات کے غرض سے جو چیز غلط ہے وہ یہاں تصحیح جاری ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:

”بہر کیف اب بخت نصر کے ہاتھوں بیت المقدس کی تہائی کو ایک سو بیس سال سے زیادہ گزر چکے تھے اور اس دوران میں بائبل کا وہ پہلا بادشاہ جس کے ساتھ رہ کر بخت نصر نے بیت المقدس پر حملہ کیا تھا مر چکا تھا اور بادشاہت اس کے بیٹے لہراسپ کے حصے میں آئی تھی۔ پھر اسکے مرنے کے بعد اس کا بیٹا بٹناسب بائبل کا بادشاہ ہو گیا تھا اور اس نے بائبل پر اسو بیس سال حکومت کی تھی جب کہ اس سے قبل لہراسپ کے زمانہ میں بخت نصر بھی فوت ہو چکا تھا۔ تاہم بٹناسب نے بائبل سے شام میں جا کر دمشق کی ویرانی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی اور یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کے کھنڈرات میں درندوں نے بسیرا کر لیا ہے بلکہ اس تمام عرصے میں سرزمین فلسطین کی بھی یہی حالت ہو چکی تھی اور وہاں کوئی فرد بشر نظر نہیں آتا تھا۔

یہ دیکھ کر بٹناسب نے بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جنہیں بخت نصر بیت المقدس سے گرفتار کر کے اور غلام بنا کر اپنے ساتھ بائبل لے گیا تھا آزاد کر کے یہ اجازت دے دی تھی کہ ان میں سے جو چاہے وہاں سے اپنی آبائی سرزمین فلسطین واپس جاسکتا ہے چنانچہ وہ لوگ فلسطین واپس آ گئے تھے اور انہوں نے وہاں جگہ جگہ کئی شہر بھی آباد کر لیے تھے بلکہ جہاں تک ہو سکا تھا بیت المقدس کی بھی از سر نو تعمیر کر لی تھی اور اس دوران میں آل داؤد ہی کا ایک شخص ان کا حکران رہا تھا۔ جب ارمیا علیہ السلام اپنی ستر سالہ قید سے بیدار ہوئے تو وہ یہ سب دیکھ کر حیران رہ گئے اور پکار اٹھے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

تاریخ طبری جلد اول کے باب بادشاہ جشید، نوح اور انکی اولاد، میں طبری نے لکھا ہے کہ ”ابو جعفر سے مروی ہے کہ بخت نصر اور جم کے درمیان کافی زمانہ کا وقفہ ہے مگر ضحاک بھی بخت نصر کو ہی کہا جاتا ہے لہذا بخت نصر سے مراد ضحاک ہی ہے۔ نیز ضحاک کے باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ”ضحاک (بخت نصر) نے سرزمین بائبل میں ایک شہر تعمیر کیا جس کا نام حوب رکھا تھا وہاں اس نے قبطیوں کو مصاحب اور روزہ دار بنا کر رکھا تھا جبکہ باقی قبائل کے لوگوں پر وہ ظلم و تشدد کرتا تھا اور ان کے بچوں کو ذبح کر دیتا تھا۔“

اسی طرح طبری کی تاریخ میں، یوراسپ یعنی از دہاق کے تذکرے کے باب میں تحریر ہے کہ: ”سوق ثامنین میں آبادی کا اضافہ: ابن عباس سے مروی ہے کہ جب نوح علیہ السلام کے بیٹوں کے لیے آتی کا بازار تنگ پڑ گیا تو وہ بائبل کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے تعمیر کیا۔ یہ فرات اور سرات کے درمیان واقع ہے اس کی لمبائی اور چوڑائی بارہ بارہ فرسخ تھی اور اس کا دروازہ مقام دوران میں تھا۔ اگر آپ کوفہ کے پل کو عبور کریں تو یہ بائیں جانب ہے پس اس کی تعداد یہاں بڑھتے بڑھتے ایک لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ تمام مسلمان تھے۔“

معاورد:

طبقات ابن سعد، تاریخ ابن خلدون، تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری۔

لہٰذا "کہا جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ اس شہر کا باشندہ ہونی چاہیے جو گھر مرنے کی خدمت میں۔

491 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَلَاحٍ. حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ. أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَزْوَ. وَابْنُ أَبِي عَمْرٍو. الْحَجَّاجُ بْنُ شَدَّادٍ. عَنْ أَبِي صَالِحٍ الْغِفَارِيِّ. عَنْ عَلِيٍّ بْنِ يَتَعْفَى. سَلَيْمَانَ بْنِ دَاوُدَ. قَالَ: قُلْتُ خَرَجْتُ مِنْ قَلْبَا بَرَزَ

❦❦ یہی روایت ایک اور سند کے علاوہ حضرت علی بن یحییٰ کے حوالے سے موصول ہے تاہم اس میں ایک فرقہ قرار دیا گیا ہے۔

492 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. حَدَّثَنَا حَنَادٌ. حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عَمْرٍو. عَنْ أَبِي يَحْيَى. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَقَالَ لَهُمْ فِي حَدِيثِهِ فِيمَا يَحْسَبُ عَنْهُمْ - إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا شَجَرًا وَالتَّقْبِيرَةَ

❦❦ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تمام روئے زمین نماز ادا کرنے کی جگہ ہے۔ صرف حمام اور قبرستان کا (حکم مختلف ہے)۔"

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ

باب: اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کی ممانعت

493 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ. حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ؟ فَقَالَ: لَا تَصَلُّوا فِي مَبَارِكِ الْإِبِلِ فَإِنَّهَا مِنَ الشَّيْءِ وَسُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي مَرَابِضِ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: صَلُّوا فِيهَا فَإِنَّهَا بَرَكَةٌ

❦❦ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے سبب

میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اونٹوں کے باڑے میں نماز ادا نہ کرو کیونکہ یہ شیاطین کے گھر ہیں۔

آرمینوین سے بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بکریوں کے

ادا کر لو کیونکہ یہ برکت والی (جگہ) ہے۔

شرح

شیطنیت سے مراد شرارت ہے۔ اگر بکریوں کے باڑے اور اونٹ کے باڑے کے علاوہ نماز کے لئے کوئی اور جگہ ہو۔

ہو تو بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ اونٹ کینہ رکھتا ہے اور اس سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اونٹ شیطان سے پیدا ہوا۔ ورنہ وہ حلال نہ ہوتا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اوپر نماز ادا نہ کرتے۔ لیکن شافعی کی روایت میں یوں ہے کہ جب تم اونٹوں کے باڑہ میں ہو اور صلاۃ کا وقت آجائے تو وہاں سے نکل جاؤ کیوں کہ اونٹ جن ہیں۔ اور جنوں سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اونٹوں میں شرارت کا مادہ زیادہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے وہاں صلاۃ پڑھنا منع ہے۔ اکثر علماء کا ماننا ہے کہ اگر جگہ پاک ہو تو اونٹوں کے باڑے میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

سات مقامات پر نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مقامات پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (۱) جہاں ناپاک چیزیں ڈالی جاتی ہوں۔ (یعنی کوڑی)۔ (۲) جہاں جانور ذبح کئے جاتے ہوں (۳) راستے کے درمیان۔ (۴) مقبرے میں۔ (۵) حمام کے اندر۔ (۶) اونٹوں کے بندھنے کی جگہ پر۔ (۷) اور خانہ کعبہ (کعبۃ اللہ کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے البتہ ضرورت کے لئے چھت پر چڑھنا جائز ہے ۱۲) کی چھت پر۔

(جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 699)

بعض علماء سلف تو حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہی فرماتے ہیں کہ مقبرے کے اندر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور بعض علماء کے نزدیک مقبرہ میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن قبر کی طرف نہ کر کے نماز پڑھنا مستحب طور پر علماء کے نزدیک حرام ہے حزیلہ اور مجرہ (یعنی کوڑی اور ذبح) میں نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ ان دونوں جگہوں میں نجاست و گندگی پھیلی رہتی ہے۔ چنانچہ ان مقامات میں اگر کسی ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جو صاف ہو مگر اس کے قریب ہی نجاست بھی پڑی ہو یا نجاست ہی پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی جائے۔ یہ مکروہ ہے اس سے دین کی حقارت و بے وقعتی ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی رفعت شان اس بات کی مستغنی ہے کہ اسے بالکل پاک و صاف جگہ ادا کیا جائے نہ کہ ایسی جگہ جہاں گندگی و نجاست پھیلی ہوئی ہو۔

راستہ کے درمیان نماز پڑھنا اس لئے ممنوع ہے کہ وہاں لوگوں کے آنے جانے کی وجہ سے دھیان بنتا ہے اور کسی کو حاصل نہیں ہوتی نیز اس سے لوگوں کو آنے جانے میں تکلیف ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ عام گزرگاہ ہونے کی وجہ سے اگر لوگ مجبوری کی بناء پر نمازی کے آگے سے گزریں گے تو ان کے گزرنے سے نمازی گناہگار ہوگا اور اگر لوگ بے ضرورت ہی گزریں گے۔ تو وہ گناہگار ہوں گے۔ حمام میں نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ستر کھلنے اور شیطان کے رہنے کی جگہ ہے کعبہ کی چھت پر بھی نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ اس سے کعبۃ اللہ کے بے ادبی ہوتی ہے۔

اب علماء کے ہاں اس بات میں اختلاف ہے کہ ان ساتوں جگہوں پر نماز پڑھنے کو مکروہ کہا گیا ہے تو آیا یہ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ چنانچہ بعض علماء کے نزدیک تو ان ساتوں جگہ نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہیں۔

بَابُ مَتَى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ

باب: بچے کو کس وقت نماز ادا کرنے کا حکم دیا جائے گا

494 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى يَعْنِي ابْنَ الطَّبَّاعِ. حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ الرَّبِيعِ بْنِ سَبْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ، وَإِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِينَ فَأَضْرِبُوا عَلَيْهِ

عبد الملک بن ربیع اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب وہ دس سال کا ہو جائے تو (نماز نہ پڑھنے پر) اس کی پٹائی کرو۔“

495 - حَدَّثَنَا مُؤَمِّلُ بْنُ هِشَامٍ يَعْنِي الْيَشْكُرِيَّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، عَنْ سَوَّارِ ابْنِ حَمْرَةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُوَ سَوَّارُ بْنُ دَاوُدَ أَبُو حَمْرَةَ الْمُرِّيَّ الصَّيْرِيَّ - عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَأَضْرِبُوا بِهِنَّ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ.

عمر و بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور (نماز نہ پڑھنے پر) ان کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور (دس سال کا ہونے پر) ان کے بستر الگ کرو۔“

496 - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ سَوَّارٍ الْمُرِّيَّ، بِإِسْنَادِهِ وَمَعْنَاهُ وَزَادَ: وَإِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ خَادِمَهُ عَبْدَةً أَوْ أَحْيَرَةً، فَلَا يَنْظُرُ إِلَى مَا دُونَ السَّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهُمْ وَكِيعٌ فِي اسْمِهِ، وَرَوَى عَنْهُ أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ هَذَا الْحَدِيثَ، فَقَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَمْرَةَ سَوَّارُ الصَّيْرِيَّ

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ زائد ہیں۔

”جب کوئی شخص اپنی (کنیز کی) اپنے غلام یا مزدور کے ساتھ شادی کروادے تو پھر وہ (اس کنیز کی) ناف سے لے کر

494 - حدیث صحیح. عبد الملک بن الربیع بن سبرہ روى عنه جمع و رلقه البجلي، والامام الذهبي في "الكاشف"، وقال في البراءة صدوق ان شاء الله وقال: ضعفه يحيى بن معين فقط. وقال ابن القطان في "الوهم والايهام" 1384/1: وعسى ان يكون الحديث حساً، واحرمه الترمذی (409) من طريق عبد الملک بن الربیع، بهذا الاسناد. وقال: حدیث حسن صحیح، وصححه ابن حرملة (1002) والحاكم 252، وابن الملق في "البلد النیر" 238.3 وهو في "مسند احمد" (15339)، و"شرح مشكل الآثار" (2565) ر (2566)

گھنٹوں تک کے درمیانی حصے کو نہ دیکھے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) کعب نامی راوی کو اس کے نام کے بارے میں وہم ہوا ہے۔ ابو داؤد طحاوی نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے وہ یہ کہتے ہیں: ابو حمزہ سوار صرغی نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے۔

497- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُبَيْبٍ الْجُهَنِيُّ، قَالَ: دَخَلْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ لِمَرَأَتِهِ: مَتَى يُصَلِّي الْقِسِيُّ، فَقَالَتْ: كَانَ رَجُلٌ مِنَّا يَذْكُرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ: إِذَا عَرَفَ يَمِينَتَهُ مِنْ شِمَالِهِ، فَمُرُّوهُ بِالصَّلَاةِ

﴿﴾ ہشام بن سعد بیان کرتے ہیں: ہم معاذ بن عبد اللہ جہنی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے دریافت کیا: بچہ کب نماز پڑھنا شروع کرے گا؟ تو اس نے بتایا ہم میں سے ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے یہ بات ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وہ اپنے دائیں اور بائیں کو پہچاننے لگے تو تم اسے نماز کا حکم دو۔

بچوں کو نماز اور دینی ماحول فراہم کرنے کا بیان

امام شافعی کا بیان ہے: ”باپوں اور ماؤں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو ادب سکھائیں۔ طہارت اور نماز کی تعلیم دیں اور ہاشعور ہونے کے بعد (کو تاہی کی صورت میں) ان کی پٹائی کریں۔“ (شرح المنیہ: ۳۰۷/۲)

بچوں کو کس طرح نماز کا پابند بنایا جائے۔ اس حوالے سے ہم تین طرح کی تقسیم کر سکتے ہیں۔

1 سات سال کی عمر سے قبل کا دورانیہ۔

2 سات اور دس سال کا درمیانی عرصہ۔

3 دس سال سے سن بلوغت تک کا مرحلہ۔

قبل اس کے کہ ان مراحل کی وضاحت کی جائے، ہم بچوں کی تربیت کے حوالے سے چند ضروری باتیں والدین کے گوش گزار کرتے ہیں۔

نصیحت میں اگر حکمت نہ ہو تو نصیحت بن جاتی ہے۔ آدمی اگر ایک کام خود کرے اور دوسرے کو اس سے منع کرے یا اس انداز سے نصیحت کرے جس سے حقارت و نفرت کا احساس پیدا ہو یا اٹھتے بیٹھتے اس کی رٹ لگائے رکھے تو پھر سننے والے کے دل میں ضد اور بغاوت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اس نصیحت کو درست جانتے ہوئے بھی اسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ بزرگوں کے مخلص اور بھی خواہ ہونے میں کلام نہیں لیکن ان کی خیر خواہی کو نادان کی دوستی بہر حال نہیں ہونا چاہیے۔

بچوں کو نماز کا پابند بنانے کے لئے شوہر اور بیوی کی باہمی ذہنی ہم آہنگی انتہائی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس حوالے سے دونوں کی رائے آپس میں مختلف ہو۔ ایک بچے کو نماز کا حکم دے رہا ہو جب کہ دوسرے کا خیال ہو کہ جب بڑا ہوگا تب دیکھا جائے گا۔ اس سے بچہ تذبذب کا شکار ہو کر کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا حالانکہ یہ عمر ایسی ہوتی ہے جس میں وہ دوسروں کی تقلید اور امت پیوند

کرتا ہے، لہذا ضروری ہے کہ گھر میں تمام اہل خانہ بچے کو نماز کی ترغیب دلائیں۔

والدین کو چاہئے کہ وہ بچے کو بتائیں کہ مسلمان کی زندگی میں نماز خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اور بچے کی عمر کو مد نظر رکھتے ہوئے مناسب اسلوب میں وعظ و تذکیر کی جائے۔

بچوں کو نماز کا طریقہ سکھایا جائے اور انہیں بتایا جائے کہ مومن نماز اس لئے ادا کرتا ہے تاکہ رضائے الہی کے حصول میں کامیاب ہو جائے، نماز پڑھنے والے کو روز قیامت جنت میں داخلہ ملے گا، نماز اہل ایمان کا شعار اور ارکان اسلام میں سے ہے۔ والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پابندی کو لازم پکڑیں۔

والدین اپنے بچوں کے ساتھ مکمل مل کر رہیں، ان کو مناسب وقت دیں، ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہوں اور ان کی باتوں کو توجہ سے سنیں۔ اس سے بچوں کے لئے انہیں سمجھنا آسان ہوگا اور والدین کے لئے بھی ان سے اپنی بات منوانا چنداں مشکل نہ رہے گا۔

کوشش کی جائے کہ بچوں کی صحبت نیک بچوں کے ساتھ ہو، کیونکہ لاشعوری طور پر انسان کے اندر اپنے دوستوں کے خیالات و نظریات تشکیل پاتے ہیں۔

حدیث میں ہے: «الزَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ» (سنن ابی داؤد: ۴۸۳۳) "انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔" بچوں کو کسی کام کی ترغیب دلانے کے لئے محبت و شفقت کا مظاہرہ کیا جائے اور اگر بچے کوئی اچھا کام کریں تو اس پر ان کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرنے میں غل سے کام نہ لیا جائے اور وقتاً فوقتاً کسی فعل حسن پر ان کو انعامات سے نوازا جائے۔

والدین کو چاہئے کہ بچوں کے لئے کثرت کے ساتھ دعائیں کریں، کیونکہ ان کی دعائیں بچوں کی اصلاح کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدین کی اپنے بچوں کے لئے مانگی گئی دعاؤں کو رد نہیں فرماتے۔

فرمان نبوی ﷺ: ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ يَسْتَجَابُ لَهَا، لَا شَكَّ فِيْهِنَّ: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ، وَدَعْوَةُ الْمَسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ (سنن ابن ماجہ: ۴۸۶۳)

"اللہ تعالیٰ تین طرح کی دعا ضرور قبول کرتے ہیں، مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور والدین کی اپنے بچوں کے لئے کی گئی دعا۔" لہذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے صراطِ مستقیم اور حفظ و امان کی دعائیں کریں۔ فرمان الہی ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً وَأَجْعَلْ لَنَا لِمَتَّقِينَ إِمَامًا۔ (الفرقان: ۷۴)

"اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام بنا۔"

والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے بددعا نہ کریں، ایسا نہ ہو کہ ان کی بدعا بچوں کے لئے مستقل تباہی و بربادی کا سبب بن جائے۔

پیدائش سے سات سال تک کا دورانیہ

پیدائش سے لے کر سات سال کی عمر تک کے دوران بچہ اپنے والدین اور دیگر اہل خانہ کی تہلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا والدین بچے کو چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کرنے کے بجائے اس کے سامنے سختیں اور نفل نوافل ادا کرتے رہیں تاکہ وہ بھی اس طرح کے اعمال سرانجام دینے کی طرف مائل ہو۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا قُبُورًا (صحیح ابوداؤد: ۴۴۲۲)
گھروں میں نمازیں ادا کرو اور اسے قبرستان نہ بناؤ۔

مزید فرمایا:

أَفْضَلُ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ (صحیح ابوداؤد: ۷۴۱۱)
آدمی کی افضل نماز گھر میں ہے الا کہ فرض نماز ہو۔

بچوں کی تربیت کو مثبت رخ دینے میں یہ ایک اہم سیز می کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کے والدین خشوع و خضوع کے ساتھ بار بار اپنی پیشانی کو جھکا رہے ہیں اور عبادت میں اس قدر رگن ہیں کہ اپنے گرد و پیش سے بے نیاز ہو چکے ہیں تو وہ خود بخود ایسے اعمال کی طرف راغب ہونے لگتا ہے اور پھر جب وہ سن تیز کو پہنچتا ہے تو اس کے لئے نماز ادا کرنا چنداں مشکل نہیں رہ جاتا۔

سن تیز تک پہنچنے سے پہلے بچے پر وضو کرنے یا مکمل جسم ڈھانپنے کے حوالے سے سختی کا مظاہرہ نہ کیا جائے، اسی طرح اپنے ساتھ رکوع و سجود نہ کرنے کی صورت میں اسے زبرد توغ کا نشانہ نہ بنائیں، کیونکہ ابھی تک وہ غیر مکلف ہے اور اس پر بے جا سختی اسے نماز سے متنفر کرنے کا سبب بنے گی۔

جب بچہ کچھ سیکھنے کے قابل ہو جائے تو اسے سورۃ الفاتحہ اور اس طرح کی دیگر چھوٹی چھوٹی اور آسان سورتیں یاد کروائیں۔ ساتھ ساتھ رکوع و سجود اور تشہد کی دعائیں بھی سکھانا شروع کر دیں اور تاثر قرآن اور دیگر ذکر و اذکار یاد کروانے کے لئے مسجد میں بھیجیں۔

جب بچہ سات سال کی عمر کے قریب پہنچے تو پیار و شفقت کے ساتھ اسے نماز کی تلقین کرنا شروع کی جائے اور اس میں نماز کا شوق بیدار کرنے کے لئے ایسی تصاویر کے ذریعے اس کی راہنمائی کی جائے جن میں وضو اور نماز ادا کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہو۔

سات سے دس سال کا درمیانی عرصہ

جب بچہ سات سال کا ہو جاتا ہے تو اس میں اس قدر استعداد پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ وضو اور نماز جیسے فرائض سرانجام دے سکے۔ لہذا اسے ظاہری و باطنی طہارت کا طریقہ سکھایا جائے، پانی کے ساتھ استنجاء کرنے کا حکم دیا جائے اور وضو کا مکمل طریقہ اسے ذہن نشین کرانے کے لئے کئی بار اس کے سامنے وضو کیا جائے اور پھر اسی طرح ذہرانے کا حکم دیا جائے۔ غلطی کی صورت میں سختی اور سرزنش نہ کریں بلکہ پیار کے ساتھ اس کی اصلاح کریں اور اگر وہ صحیح وضو کرے تو اسے شاباش دیں اور تعریف کریں۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے نقل کیا ہے کہ بچے کے ولی پر واجب ہے کہ سات سال کی عمر میں اس کو طہارت اور نماز کے مسائل کی تعلیم دے اور نماز ادا کرنے کا حکم دے اور دس سال کی عمر میں (نماز سے کوتاہی پر) اس کی پٹائی کرے۔ (المغنی: ۲۵۰/۲)

بَابُ بَدْءِ الْاَذَانِ

باب: اذان کا آغاز

اذان کا لغوی اصطلاحی مفہوم

لغت میں اذان کے معنی "خبر دینا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں "چند مخصوص الفاظ کے ساتھ اوقات مخصوصہ میں نماز کا وقت آنے کی خبر دینے" کو اذان کہتے ہیں۔ اس تعریف سے وہ اذان خارج ہے جو نماز کے علاوہ دیگر امور کے لیے ہے مسنون کی گئی ہے جیسا کہ بچے کی پیدائش کے بعد اس کے دائیں کان میں اذان کے کلمات اور بائیں کان میں اقامت کے کلمات کہے جاتے ہیں اور اسی طرح اس آدمی کے کان میں اذان کہنا مستحب ہے جو کسی رنج میں مبتلا ہو یا اسے مرگی وغیرہ کا مرض ہو یا وہ غصے کی حالت میں ہو، یا جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور ہو۔

حضرت دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک دن سرکارِ دو عالم ﷺ نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن ابی طالب: میں تمہیں غمگین دیکھ رہا ہوں لہذا تم اپنے اہل بیت میں سے کسی کو حکم دو کہ وہ تمہارے کان میں اذان کہے جس سے تمہارا غم ختم ہو جائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میں نے آپ ﷺ ارشاد کے مطابق عمل کیا تو آپ ﷺ کی بات صحیح ثابت ہوئی نیز اس روایت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نقل کرنے والے ہر راوی نے کہا ہے کہ ہم نے اس طریقے کو آزمایا تو مجرب ثابت ہوا۔ ایسے ہی حضرت دیلمی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور تو اس کے کان میں اذان کہو۔"

اذان کی مشروعیت کا بیان

اذان کی مشروعیت کے سلسلے میں مشہور اور صحیح یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت کی ابتداء عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خواب ہے جس کی تفصیل آئندہ احادیث میں آئے گی۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اذان کا خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی دیکھا تھا۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دس صحابہ کرام کو خواب میں اذان کے کلمات کی تعلیم دی گئی تھی بلکہ کچھ حضرات نے تو کہا ہے کہ خواب دیکھنے والے چودہ صحابہ کرام ہیں۔

بعض علماء محققین کا قول یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت خود رسول اللہ ﷺ کے اجتہاد کے نتیجے میں ہوئی ہے جس کی طرف شب معراج میں ایک فرشتے نے رہنمائی کی تھی چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم ﷺ شب معراج میں جب عرش پر پہنچے اور سدرة المنتہی تک جو کبریائی حق جل مجدہ کا محل خاص ہے پہنچے تو وہاں سے ایک فرشتہ نکلا آپ ﷺ نے حضرت

جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمام مخلوق سے زیادہ قریب ترین درگاہ عزت سے میں ہوں لیکن میں نے پیدائش سے لے کر آج تک اس وقت کے علاوہ اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا ہے چنانچہ اس فرشتہ نے کہا "اللہ اکبر اللہ اکبر" یعنی اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ پردے کے پیچھے سے آواز آئی کہ میرے بندہ نے سچ کہا انا اکبر انا اکبر (یعنی میں بہت بڑا ہوں میں بہت بڑا ہوں) اس کے بعد اس فرشتے نے اذان کے باقی کلمات ذکر کئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اذان کے کلمات صحابہ کرام کے خواب سے بھی بہت پہلے شب معرات میں سن چکے تھے۔ چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ اس سلسلہ میں تحقق فیصلہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اذان کے کلمات شب معرات میں سن تو لیے تھے لیکن ان کلمات کو نماز کے لیے اذان میں ادا کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ مکہ میں بغیر اذان کے نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ مدینہ تشریف لائے اور یہاں صحابہ کرام سے مشورہ کیا چنانچہ بعض صحابہ کرام نے خواب میں ان کلمات کو سنا اس کے بعد وحی بھی آگئی کہ جو کلمات آسمان پر سنے گئے تھے اب وہ زمین پر اذان کے لیے مسنون کر دیے جائیں۔

اذان کے لغوی معنی اعلان و اطلاع عام ہے۔ رب فرماتا ہے: "وَ اَذِّنْ فِی اللّٰهِ وَ رِسَالَتِهِ" اور فرماتا ہے: "فَاَذِّنْ مُّؤَذِّنٌ بَیْنَهُمْ"۔ شریعت میں خاص الفاظ سے نماز کی اطلاع کا نام اذان ہے۔ سب سے پہلی اذان ہے جبریل امین نے معرات کی رات بیت المقدس میں دی جب حضور نے سارے نبیوں کو نماز پڑھائی، مگر مسلمانوں میں ہجرت کے بعد ہجری میں شروع ہوئی جس کا واقعہ آگے رہا ہے۔ (درمختار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

498- حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ مُوسَى الْخُثَلِیُّ، وَ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ، وَ حَدِيثُ عَبَّادٍ آثَمٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا بُشَيْرٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، قَالَ زِيَادٌ: أَخْبَرَنَا أَبُو بَشِيرٍ، عَنْ أَبِي عُمَيْرٍ بْنِ أَنَسٍ، عَنْ عُمُومَةٍ لَهُ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: اهْتَمَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّلَاةِ كَيْفَ يَجْمَعُ النَّاسَ لَهَا، فَقِيلَ لَهُ: انْصِبْ رَايَةً عِنْدَ حُضُورِ الصَّلَاةِ فَإِذَا رَأَوْهَا أَذَّنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، قَالَ: فَذَكَرَ لَهُ الْقُنْعُ - يَعْنِي الشُّبُورَ - وَقَالَ زِيَادٌ: شُبُورُ الْيَهُودِ - فَلَمْ يُعْجِبْهُ ذَلِكَ، وَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ الْيَهُودِ قَالَ: فَذَكَرَ لَهُ النَّاقُوسُ، فَقَالَ: هُوَ مِنْ أَمْرِ النَّصَارَى فَأَنْصَرَفَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ وَهُوَ مُهْتَمٌّ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَرَى الْأَذَانَ فِي مَنَامِهِ، قَالَ: فَعَدَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَبَيِّنٌ نَائِمٌ وَيَقْظَانِ، إِذَا تَنَانِي آتِ فَأَرَانِي الْأَذَانَ، قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَدْ رَأَاهُ قَبْلَ ذَلِكَ فَكُتِمَ عَشْرِينَ يَوْمًا، قَالَ: ثُمَّ أَخْبَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تُخْبِرَنِي؟ فَقَالَ: سَبَقَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، فَاسْتَحْيَيْتُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بِلَالُ، قُمْ فَانْظُرْ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، فَافْعَلْهُ قَالَ: فَأَذَّنَ بِلَالٌ، قَالَ أَبُو بَشِيرٍ: فَأَخْبَرَنِي أَبُو عُمَيْرٍ، أَنَّ الْأَنْصَارَ تَرَعُمُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ زَيْدٍ، لَوْلَا أَنَّهُ كَانَ يَوْمَئِذٍ مَرِيضًا لَجَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤَذِّنًا

❁❁ ابوعمیر بن انس اپنے انصاری چچاؤں کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز کے حوالے سے پریشان تھے کہ نماز کے لئے لوگوں کو کیسے اکٹھا کیا جائے؟ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی: نماز کا وقت ہونے پر جھنڈا لہرایا جائے جب لوگ اسے دیکھیں گے تو ایک دوسرے کو نماز کے بارے میں اطلاع دے دیں گے لیکن آپ ﷺ کو یہ تجویز پسند نہیں آئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے باجہ کا ذکر کیا گیا زیادہ نامی راوی کہتے ہیں: یعنی جس طرح یہودی باجا بجاتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ کو یہ بھی پسند نہیں آیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ یہودیوں کا طریقہ ہے پھر نبی اکرم ﷺ کے سامنے ناقوس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عیسائیوں کا طریقہ ہے پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس چلے گئے وہ نبی اکرم ﷺ کی پریشانی کی وجہ سے پریشان تھے۔ انہیں خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا راوی کہتے ہیں: اگلے دن وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو اس بارے میں بتایا انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں سونے اور جاگنے کے درمیان کی کیفیت میں تھا۔ اسی دوران ایک شخص میرے پاس آیا اور اس نے مجھے اذان کا طریقہ دکھایا۔ راوی کہتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ خواب اس سے پہلے دیکھ چکے تھے لیکن انہوں نے میں دنوں تک اسے بیان نہیں کیا پھر جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے دریافت کیا: تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ انہوں نے عرض کی: عبداللہ بن زید مجھ سے سبقت لے گیا تو مجھے شرم آگئی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور اس بات کا جائزہ لو کہ عبداللہ بن زید تمہیں جو ہدایت کرتا ہے تم ویسا ہی کرو۔ راوی کہتے ہیں: تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔

ابو بشر نامی راوی کہتے ہیں: ابوعمیر نے مجھے یہ بات بتائی کہ انصار اس بات کے قائل تھے کہ اگر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ان دلوں بیمار نہ ہوتے تو نبی اکرم ﷺ انہیں ہی مؤذن مقرر کرتے۔

بَابُ كَيْفِ الْآذَانِ

باب: اذان کیسے دی جائے گی؟

499 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْقُوسِيُّ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، قَالَ: لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّاقُوسِ يُعْمَلُ لِيُضْرَبَ بِهِ لِلنَّاسِ لِجَمْعِ الصَّلَاةِ طَافَ بِي وَأَنَا نَائِمٌ رَجُلٌ يَحْمِلُ نَاقُوسًا فِي يَدِهِ، فَقُلْتُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ أَكْبِيعُ النَّاقُوسَ؟ قَالَ: وَمَا تَصْنَعُ بِهِ؟ فَقُلْتُ: نَدْعُو بِهِ إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِنْ ذَلِكَ؟ فَقُلْتُ لَهُ: بَلَى، قَالَ: فَقَالَ: تَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا

499- اسنادہ حسن، محمد بن اسحاق صدوق حسن الحديث، وقد صرح بالتحديث فانتهت شبهة تدليس، وباقي رجاله ثقات. يعقوب: هو ابن ابراهيم بن سعد الزهري، واهوجه الترمذي (187)، وابن ماجه (706) من طريقين عن محمد بن اسحاق، بهذا الاسناد، ورواية ابن ماجه ليس فيها ذكر الاقامة، ورواية الترمذي مختصرة بآخريه. وقال الترمذي: حديث حسن صحيح. وهو في "مسند احمد" (16478)، و"صحيح ابن حبان" (1679).

کھڑے ہو جاؤ اور اسے وہ کلمات بتاؤ جو تم نے اذان دیتے ہوئے دیکھے ہیں کیونکہ اس کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔

(راوی کہتے ہیں:) تو میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوا اور میں نے انہیں وہ کلمات بتانا شروع کئے اور وہ ان کلمات کے ذریعے اذان دینے لگے۔ راوی کہتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ کلمات سنے تو وہ اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔ وہ اپنی چادر کھینٹتے ہوئے نکلے۔ انہوں نے عرض کی: اس ذات کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ہمراہ مبعوث کیا ہے یا رسول اللہ! اسی طرح کا خواب میں نے بھی دیکھا ہے جو اس نے دیکھا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر طرح کی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) زہری نے سعید بن مسیب کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے اس کی سند میں یہ کہا ہے کہ ابن اسحاق نے زہری کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اللہ اعلم، اللہ اکبر، اللہ اکبر اللہ اکبر، معمر اور یونس نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: اللہ اکبر اللہ اکبر انہوں نے ان کلمات کو دہرایا نہیں ہے۔

اذان و اقامت کہنے کا مسنون طریقہ

اذان دینے والا آدمی دونوں حدیثوں سے پاک ہو کر مسجد سے علیحدہ کسی اونچی جگہ قلمبرخ کھڑا ہو جائے اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی دونوں انگلیوں سے بند کر کے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے اذان دے، لیکن اس قدر نہیں کہ جس سے اس کو تکلیف ہو پہلی آواز میں دو دفعہ اللہ اکبر کہے پھر دوسری آواز میں دو دفعہ اللہ اکبر کہے یعنی دو آوازوں میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہے پھر اٹھد ان لا الہ الا اللہ دو مرتبہ دو آوازوں میں، پھر اٹھد ان محمد رسول اللہ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے، پھر جی علی الصلوٰۃ ط دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ داہنی طرف منہ پھیرے، پھر جی علی الفلاح ط دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ بائیں طرف منہ پھیرے، دائیں یا بائیں جانب منہ پھیرنے میں سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں، اللہ اکبر دو مرتبہ ایک آواز میں کہے، لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ کہے، فجر کی اذان میں جی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم دو مرتبہ کہے اور اس میں منہ نہ پھیرے اقامت کا سنت طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے لیکن چند باتوں میں فرق ہے۔

۱. اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر عام سطح زمین پر، اگرچہ اونچی جگہ پر بھی جائز ہے ۲. اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے ۳. اذان ٹھہر ٹھہر کر کہی جاتی ہے اور اقامت جلدی جلدی ۴. اقامت میں جی علی الفلاح کے بعد قدامت الصلوٰۃ دو مرتبہ زائد ہے اور فجر کی اذان میں جو الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا ہے وہ اقامت میں نہیں کہا جاتا ۵. اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے ۶. اقامت میں جی علی الصلوٰۃ اور جی علی الفلاح کہتے وقت دائیں یا بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی اذان کی طرح مستحب ہے اذان و اقامت کے شرائط صحت و کمال ۱. اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، کسی اور زبان میں یا منقولہ الفاظ کے سوا اور الفاظ سے اذان یا اقامت صحیح نہ ہوگی، دوبارہ مسنون الفاظ سے کہی جائے ۲. فرض ادا نماز کی اذان کے لئے اس نماز کا وقت ہونا، وقت سے پہلے اذان دی تو درست نہیں ہے وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے ۳. موزن کا مسلمان ہونا، کافر کی

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: وَإِذَا أَقْبَتَ فَقُلْهَا مَوْتَيْنِ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. أَسِيفَتُ؟ قَالَ: فَكَانَ أَبُو مَعْدُودَةَ. لَا يَجُزُّ نَامِيَّتَهُ وَلَا يَفْرُقُهَا لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَّحَ عَلَيْهَا

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہر امام حضرت ابومعذورہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے۔ تاہم اس

میں یہ الفاظ ہیں:

”الصَّلَاةُ غَيْرُ مِنَ النَّوْمِ، الصَّلَاةُ غَيْرُ مِنَ النَّوْمِ“ کے الفاظ صبح کی پہلی اذان میں کہے جائیں گے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) مسدود کی نقل کردہ روایت زیادہ واضح ہے جس میں ان کے یہ الفاظ ہیں: نبی اکرم ﷺ

نے مجھے اقامت کے کلمات دو دو مرتبہ سکھائے:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) امام عبدالرزاق کہتے ہیں: جب تم اقامت کہو گے تو ان کلمات کو دو مرتبہ کہو گے:

قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ

کیا تم نے سن لیا ہے؟

راوی بیان کرتے ہیں: حضرت ابومعذورہ رضی اللہ عنہ اپنی پیشانی کے بال کاٹتے نہیں تھے اور وہ مانگ بھی نہیں نکالتے تھے کیونکہ نبی

اکرم ﷺ نے ان پر ہاتھ پھیرا تھا۔

502 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ. حَدَّثَنَا عَفَّانُ. وَسَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ. وَحَجَّاجُ. وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ.

قَالُوا: حَدَّثَنَا هَمَّامٌ. حَدَّثَنَا عَامِرُ الْأَخْوَلُ. حَدَّثَنِی مَكْحُولٌ. أَنَّ ابْنَ مُحَيْرِيزٍ. حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا مَعْدُودَةَ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ تِسْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً. وَالْإِقَامَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ كَلِمَةً: الْأَذَانُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. وَالْإِقَامَةُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ. حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

عَلَى الْفَلَاحِ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. كَذَا فِي كِتَابِهِ فِي حَدِيثِ أَبِي مَحْذُورَةَ

❁❁ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں اذان کے انیس کلمات اور اقامت کے ستر کلمات تعلیم دیے تھے۔ اذان کے کلمات یہ ہیں:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اور اقامت کے کلمات یہ ہیں:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(راوی بیان کرتے ہیں: میرے استاد) کی تحریر میں حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اسی طرح ہے۔

503 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ

بْنِ أَبِي مَحْذُورَةَ يَعْنِي عَبْدَ الْعَزِيزِ، عَنِ ابْنِ مُحَيْرِيزٍ، عَنْ أَبِي مَحْذُورَةَ، قَالَ: أَلْقَى عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّأْدِينَ هُوَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: قُلْ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ، قَالَ: ثُمَّ ارْجِعْ، فَمَدَّ مِنْ صَوْتِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

❁❁ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے بذات خود مجھے اذان کے کلمات سکھائے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ پڑھو:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

یہ کلمات دو دو مرتبہ ہوں گے۔ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر تم دوبارہ پڑھو اور ان کلمات کو بلند آواز میں پڑھو:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ

504 - حَدَّثَنَا الثَّغَلِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَخْدُورَةَ، قَالَ:

سَمِعْتُ جَدِّي عَبْدَ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَخْدُورَةَ، يَذْكُرُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مَخْدُورَةَ، يَقُولُ: أَلْقَى عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَذَانَ، حَرْفًا حَرْفًا: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، قَالَ: وَكَانَ يَقُولُ فِي الْفَجْرِ: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اذان کے کلمات ایک ایک حرف کر کے مجھے سکھائے

تھے۔ (جواب میں:)

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ،

أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ

أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ

راوی بیان کرتے ہیں: فجر کی نماز میں یہ کہتے تھے: الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ،

505 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ الْإِسْكَنْدَرَانِيُّ، حَدَّثَنَا زِيَادُ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ، عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ

يَعْنِي الْجُمَحِيِّ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي مَخْدُورَةَ، أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَيْرِيزٍ الْجُمَحِيِّ، عَنْ أَبِي

مَخْدُورَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْأَذَانَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا

إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ ذَكَرَ مِثْلَ أَذَانِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ

عَبْدِ الْمَلِكِ، وَمَعْنَاهُ:

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَفِي حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ دِينَارٍ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ أَبِي مَخْدُورَةَ، قُلْتُ: حَدِّثْنِي عَنْ

أَذَانِ أَبِيكَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرَ، فَقَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ

وَكَذَلِكَ حَدِيثُ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنِ ابْنِ أَبِي مَخْدُورَةَ، عَنْ عَمِّهِ، عَنْ جَدِّهِ، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: ثُمَّ

تَرْجِعُ فَتَرْفَعُ صَوْتَكَ: اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے انہیں اذان کے کلمات تعلیم دیے۔ آپ ﷺ نے یہ

فرمایا (تم ان کلمات میں اذان دو:)

504 - حدیث صحیح بطرفہ، وھذا اسناد ضعیف لجهالة ابراهيم بن اسماعيل بن عبد الملك، فقد تعدد بالرواية عنه عبد الله بن معاذ

النبلي، ولم يولقه احد، واخرج الترمذي في "الكبرى" (1623) و(1624)

کہنا نہیں ہے، اذان میں ہر دوسری دفعہ کے اللہ اکبر یعنی دوسرے چوتھے اور چھٹے اللہ اکبر کی رے کو جزم کرنے اور حرمت نہ دے اور اس کو رفع (پیش) پڑھنا غلطی ہے اور پہلے اللہ اکبر کی یعنی پہلے تیسرے اور پانچویں کی رے اور اقامت کے اندر ہم اللہ اکبر کی رے کو بھی سکون یعنی جزم کرے اور آخر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ رے کی زبردست وصل کرنا سنت ہے، ضمہ (پیش) سے وصل کرنا خلاف سنت ہے، اللہ اکبر کے لفظ اللہ کے الف (ہمزہ) کو نہ کرنا غریب ہے۔ جبکہ معنی جانتے ہوئے قصداً کہے اور بلا قصد کہنا کفر تو نہیں لیکن بڑی غلطی ہے۔ اور اکبر کے ب سے نہ کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

۴. اذان اور اقامت کے کلمات میں سنت طریقہ کے مطابق ترتیب کرے خلاف ترتیب ہو جائے یا کوئی کلمہ بھول جائے تو اس جگہ کی ترتیب صحیح کر کے یا بھولے ہوئے کلمہ دوبارہ اس سے آگے کا اعادہ کرے، اگر اس کی ترتیب کو صحیح نہ کرے تو اذان ہو جائے گی۔

۵. اذان و اقامت میں قبلہ کی طرف منہ کرے جبکہ سوار نہ ہو، اس کا ترک مکروہ ترمیمی ہے اور اعادہ مستحب ہے، سوار کے لئے سفر میں اپنے لئے اذان و اقامت سواری پر درست ہے لیکن اقامت کے لئے اترنا چاہئے اگر نہ اترے تو بھی جائز ہے کہ سواری پر استقبال قبلہ ضروری نہیں اور جماعت کے لئے سوار ہو کر اذان نہ کہے، حضر میں سواری پر اذان مکروہ ہے لیکن اعادہ نہ کیا جائے امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔

۶. اذان میں جب فنی علی المصلوۃ کہے تو اپنی منہ کو دائیں طرف پھیر لے اور جب فنی علی الفلاح کہے تو بائیں طرف پھیر لے سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرے۔ اکیلا نمازی اپنے لئے اذان کہے تب بھی یہی حکم ہے، نماز کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے اذان کہے مثلاً بچہ پیدا ہونے پر اس بچہ کے نام میں اذان دے تو اس میں بھی ان دونوں مقولوں پر منہ کو پھیرے، اقامت میں منہ نہ پھیرے، بعض کے نزدیک اقامت میں بھی پھیرنا چاہئے۔

۷. تلمسین یعنی ایسی رائی جس سے کلمات میں تغیر آجائے مکروہ ہے لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان دینا یا قرآن پڑھنا جس میں تغیر کلمات نہ ہو بہتر اور احسن ہے اور ہر خوش آوازی سے تغیر کلمات ہونا لازمی نہیں ہے۔

۸. صبح کی اذان میں فنی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ المصلوۃ غیر من النوم کہنا مستحب ہے، اذان دیتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (یعنی انگوٹھوں کے پاس والی انگلیاں) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں رکھ لے یہ مستحب ہے اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے تب بھی بہتر ہے، اقامت میں ایسا نہ کرے نہ دونوں ہاتھ عام حالت کی طرح لٹکے رہیں۔

۱۰. تثنویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثنویب اس کو کہتے ہیں کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثنویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے مثلاً المصلوۃ المصلوۃ کہنا، یا قامت قامت کہنا، یا المصلوۃ جئکم اللہ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے جماعت تیار ہے وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت کا کوئی کلمہ تثنویب میں استعمال نہ کیا جائے ان کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔

۱۰. تثنویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثنویب اس کو کہتے ہیں کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثنویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے مثلاً

الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا، یا قَامَت قَامَت کہنا، یا الصلوٰۃ رَجَعْتُمُ اللہ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے جماعت تیار ہے وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان و اقامت کا کوئی کلمہ شویب میں استعمال نہ کیا جائے اُن کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔ اذان اور اقامت کے درمیان اسکی دو چار رکعات کی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جن کی ہر رکعت میں دس ستریں پڑھ سکے یعنی اتنی دیر گھبر کر تکبیر و اقامت کہی جائے کہ جو لوگ کھانے پینے میں مشغول ہوں یا پیشاب پاخانہ کر رہے ہوں تو فارغ ہو کر نماز میں شریک ہو سکیں اور مستحب وقت کا خیال رکھتے ہوئے ہمیشہ آنے والی نمازیوں کا انتظار کرے، اذان و اقامت کو ملانا یعنی ان میں فصل نہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ مغرب کی اذان اور اقامت میں بھی فصل ضروری ہے اور اس کی مقدار امام ابوحنیفہ کے نزدیک جتنی دیر میں تین چھوٹی یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اتنی دیر چلے کھڑے رہنا مستحب ہے، پھر اقامت کہے اور صاحبین کے نزدیک دوہوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار بیٹھ جائے اور یہ اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ کھڑا رہنا افضل ہے یا بیٹھنا پس امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھڑا رہنا افضل ہے اور بیٹھنا جائز اور صاحبین کے نزدیک بیٹھنا افضل ہے اور کھڑا رہنا جائز ہے۔

۱۲۔ اذان اور اقامت کی درمیان دعائیں گنا مستحب ہے ۱۳۔ اذان کا مستحب وقت وہی ہے جس میں مناسب وقت کے بعد جماعت مستحب وقت میں ادا ہو جائے اور مناسب ہے کہ اذان مستحب وقت کے شروع میں کہے اور اقامت درمیانی وقت میں کہے ۱۴۔ کھڑے ہو کر اذان کہنا سنت ہے اور بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔ منفرد اپنے واسطے بیٹھ کر اذان کہے تو مضائقہ نہیں اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۱۵۔ اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں لیکن ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں ۱۶۔ اذان و اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ سلام یا سلام کا جواب دینا، یا چھینک کا جواب وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، نہ اس وقت جواب دے نہ فراغت کے بعد، اگر کوئی کام کیا اور زیادہ کیا تو اذان کا اعادہ کرے اور تھوڑا کلام کیا تو اعادہ نہ کرے، اقامت کا اعادہ کسی حال میں نہ کرے ۱۷۔ مؤذن کو حالت اذان میں چلنا مکروہ ہے اگر کوئی چلتا جائے اور اس حالت میں اذان کہتا جائے تو اعادہ کرے۔ (ردۃ المفہوم، کتاب صلوٰۃ)

506 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوقٍ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْوَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، ح. وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْوَةَ، سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: أُحِيلَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَقَدْ أَعْجَبَنِي أَنْ تَكُونَ صَلَاةُ الْمُسْلِمِينَ - أَوْ قَالَ - الْمُؤْمِنِينَ، وَاحِدَةً، حَتَّى لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَبْثُرَ رِجَالًا فِي الدُّورِ يُنَادُونَ النَّاسَ بِحِينَ الصَّلَاةِ، وَحَتَّى هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ رِجَالًا يَقُومُونَ عَلَى الْأَعْلَامِ يُنَادُونَ الْمُسْلِمِينَ بِحِينَ الصَّلَاةِ حَتَّى نَقْسُوا أَوْ كَاذُوا أَنْ يَنْقُصُوا، قَالَ: فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَمَّا رَجَعْتُ لِمَا رَأَيْتُ مِنَ ابْتِمَامِكَ رَأَيْتُ رَجُلًا كَانَ عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ أَحْضَرَيْنِ، فَقَامَ عَلَى الْمَسْجِدِ فَأَذَّنَ، ثُمَّ قَعَدَ قَعْدَةً، ثُمَّ قَامَ فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ وَلَوْلَا أَنْ يَقُولَ النَّاسُ - قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: أَنْ تَقُولُوا - لَقُلْتُ إِنِّي كُنْتُ يَتَقَطَّانَ غَيْرَ نَائِمٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: - وَقَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى - لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ خَيْرًا. - وَلَمْ يَقُلْ عَمْرُو: لَقَدْ أَرَاكَ اللَّهُ خَيْرًا - فَمُرْ بِلَا أَلْفَلْيُؤَذِّنْ، قَالَ: فَقَالَ عَمْرُو: أَمَا إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ مِثْلَ الَّذِي رَأَى. وَلَكِنِّي لَنَا سُبُحْتُ اسْتَحْبَبْتُ، قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا جَاءَ يَسْأَلُ فَيُخْبَرُ بِمَا سَبَقَ مِنْ صَلَاتِهِ وَانَّهُمْ قَامُوا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ قَائِمٍ وَرَاكِعٍ وَقَائِدٍ وَمُصَلٍّ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى: قَالَ عَمْرُو: وَحَدَّثَنِي بِهَا حُصَيْنٌ. عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى حَتَّى جَاءَ مُعَاذٌ، قَالَ شُعْبَةُ: وَقَدْ سَبَغْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ. فَقَالَ: لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَى قَوْلِهِ كَذَلِكَ فَأَفْعَلُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ مَرْزُوقٍ، قَالَ: فَجَاءَ مُعَاذٌ، فَأَشَارُوا إِلَيْهِ، قَالَ شُعْبَةُ: وَهَذِهِ سَبَغْتُهَا مِنْ حُصَيْنٍ، قَالَ: فَقَالَ مُعَاذٌ: لَا أَرَاهُ عَلَى حَالٍ إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا، قَالَ: فَقَالَ: إِنَّ مُعَاذًا، قَدْ سَنَّ لَكُمْ سُنَّةً، كَذَلِكَ فَأَفْعَلُوا قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ أَمَرَهُمْ بِصِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، ثُمَّ أُنْزِلَ رَمَضَانُ، وَكَانُوا قَوْمًا لَمْ يَتَعَرَّضُوا الصِّيَامَ، وَكَانَ الصِّيَامُ عَلَيْهِمْ شَدِيدًا فَكَانَ مَنْ لَمْ يَصُمْ أَطْعَمَ مِسْكِينًا، فَتَرَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ: (فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ) (البقرة: ۱۸۵) فَكَانَتِ الرُّخْصَةُ لِلتَّرِيغِ، وَالنُّسَافِرِ فَأَمَرُوا بِالصِّيَامِ قَالَ: وَحَدَّثَنَا أَصْحَابُنَا، قَالَ: وَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَفْطَرَ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يَأْكُلَ لَمْ يَأْكُلْ حَتَّى يُصْبِحَ، قَالَ: فَجَاءَ عَمْرُو بْنُ الْغَطَّابِ، فَأَرَادَ امْرَأَتَهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ نِسْتُ فَكُنْ أَتَّعْتُنْ فَأَتَاهَا، فَجَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرَادَ الطَّعَامَ فَقَالُوا: حَتَّى تُسَخِّنَ لَكَ شَيْئًا، فَنَامَ فَلَمَّا أَصْبَحُوا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ هَذِهِ الْآيَةُ (أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ) (البقرة: ۱۸۷)

❦❦ عمرو بن مرہ بیان کرتے ہیں: میں نے ابن ابی لیلیٰ کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: نماز کو تین صورتوں میں (تبدیل) کیا

گیا۔

وہ بیان کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے یہ بات بیان کی ہے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ مسلمانوں کی نماز (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اہل ایمان کی نماز ایک ہی مرتبہ ہو۔ یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو مختلف محلوں میں پھیلا دوں جو نماز کے وقت لوگوں میں اعلان کریں یہاں تک کہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ لوگوں کو حکم دوں وہ ٹیلوں کے اوپر چڑھ کر مسلمانوں کو نماز کے وقت بلائیں یہاں تک کہ ”ناقوس بجائیں یا ناقوس بجانے کے قریب ہوں“۔

راوی بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب آئے انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب میں واپس گیا تو میں نے آپ ﷺ کے اہتمام کو دیکھ لیا ہوا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سیاہ کپڑے اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ مسجد میں کھڑا ہوا اس نے اذان دی پھر وہ بیٹھ گیا۔ پھر وہ کھڑا ہوا۔ اس نے اس کی مانند کلمات کہے البتہ اس نے یہ کلمات کہے ”نماز کھڑی ہو گئی ہے اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ باتیں بنائیں گے (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے) تو میں یہ کہہ سکتا

ہوں میں اس وقت بیداری کے عالم میں تھا سو یا ہوا نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہاں ایک راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے" تاہم دوسرے راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں "اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھلائی دکھائی ہے"۔ تم بلال سے کہو کہ وہ اذان دے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نے بھی اسی طرح کا خواب دیکھا ہے جو اس نے دیکھا ہے لیکن جب یہ مجھ سے آگے نکل گیا تو پھر مجھے شرم آگئی۔

راوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بیان کی ہے: پہلے یہ ہوتا تھا کہ کوئی آدمی (اندازے کے تحت) مسجد میں آجاتا تھا (اس وقت جماعت ہو رہی تھی) تو وہ دریافت کر لیتا تھا تو اسے بتا دیا جاتا تھا کہ کتنی نماز گزر چکی ہے صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کے ساتھ قیام کی حالت میں یا رکوع کی حالت میں یا قعدہ کے دوران یا نماز ادا کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے۔

یہاں ایک راوی نے ابن ابی لیلیٰ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے۔ شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے یہ روایت حصین سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا: میں کسی حالت میں یہ نہیں کروں گا۔ یہ الفاظ یہاں تک ہیں: تم لوگ اسی طرح کر لو۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) پھر میں واپس عمرو بن مرزوق کی نقل کردہ حدیث کی طرف آتا ہوں۔ راوی بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ شعبہ کہتے ہیں: میں نے یہ الفاظ حصین نامی راوی سے سنے ہیں۔ راوی کہتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نبی اکرم ﷺ کو (قیام یا رکوع یا سجدہ) یا جس بھی حالت میں پاؤں گا میں بھی اسی حالت میں آ جاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں: تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: معاذ نے تمہارے لئے ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے تو تم لوگ بھی اسی طرح کیا کرو۔

راوی کہتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے لوگوں کو تین دن روزہ رکھنے کا حکم دیا جب رمضان کا حکم نازل ہوا تو لوگ روزہ رکھنے کے عادی نہیں تھے۔ روزہ رکھنا ان کے لئے دشواری کا باعث تھا تو جو شخص روزہ نہیں رکھتا تھا وہ مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی:

"تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے وہ اس مہینے روزہ رکھے۔"

تو رخصت صرف بیمار اور مسافر کے لئے رہ گئی اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں: ہمارے اصحاب نے ہمیں یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ پہلے جب کوئی شخص افطاری کے وقت کچھ کھانے سے پہلے سو جاتا تھا تو پھر اگلے دن صبح و صادق تک کچھ نہیں کھا سکتا تھا۔

راوی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (گھر) تشریف لائے انہوں نے اپنی اہلیہ (سے قربت) کا ارادہ کیا تو اس خاتون نے کہا: میں (افطاری کے بعد) سو گئی تھی (اس لئے وظیفہ زوجیت ادا کرنا اب جائز نہیں ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سوچا کہ شاید یہ عورت بہانہ بنا رہی ہے انہوں نے اس عورت کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کر لیا۔

اسی طرح انصار سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب اپنے گھر آئے۔ انہوں نے کھانا کھانے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے کہا: ہم آپ کو کھانا گرم کر کے دیتے ہیں۔ (پھر کھانا آنے سے پہلے ہی) وہ سو گئے تو اگلے دن صبح کے وقت نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ حکم ہے۔

”تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال قرار دیا گیا ہے۔“

تبدیلی قبلہ کا بیان

507 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، عَنْ أَبِي دَاوُدَ، ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ الْمُهَاجِرِ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنِ الْمُسْعُودِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: أُجِيبَتِ الصَّلَاةُ ثَلَاثَةَ أَخْوَالٍ، وَأُجِيبَ الصِّيَامُ ثَلَاثَةُ أَخْوَالٍ - وَسَأَى نَصْرُ بْنُ الْحَدِيثِ بِطَوِيلِهِ وَاقْتَصَى ابْنُ الْمُثَنَّى مِنْهُ قِصَّةَ صَلَاتِهِمْ نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَطْرًا - قَالَ: الْحَالُ الثَّالِثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَصَلَّى - يَعْنِي نَحْوَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ - ثَلَاثَةَ عَشَرَ شَهْرًا، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِيهِ الْآيَةَ: (قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ) (البقرة: 144) فَوَجَّهَهُ اللَّهُ تَعَالَى إِلَى الْكَعْبَةِ - وَتَمَّ حَدِيثُهُ - وَسَأَى نَصْرُ صَاحِبِ الزُّوِّيَّاتِ، قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ، رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَقَالَ فِيهِ: فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ، قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، عَنِ عَلِيٍّ الصَّلَاحِ، مَوْكِنٍ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، ثُمَّ أَمَهَلَ بُنْيَةً، ثُمَّ قَامَ، فَقَالَ مِثْلَهَا، إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: زَادَ بَعْدَ مَا قَالَ: عَنِ عَلِيٍّ الصَّلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِقْنَهَا بِلَا لَا فَادَنْ بِهَا بِلَالًا، وَقَالَ فِي الصَّوْمِ: قَالَ: فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ، وَيَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ) (البقرة: 183) إِلَى قَوْلِهِ (طَعَامُ مَسْكِينٍ) (البقرة: 184) فَمَنْ شَاءَ أَنْ يَصُومَ صَامَ، وَمَنْ شَاءَ أَنْ يَفْطِرَ، وَيُطْعِمَ كُلَّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، أَجْزَاءُ ذَلِكَ، وَهَذَا حَوْلُ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى: (شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ) (البقرة: 185) إِلَى (أَيَّامٍ أُخَرَ) (البقرة: 186) فَتُبِتَ الصِّيَامُ عَلَى مَنْ شَهِدَ الشَّهْرَ وَعَلَى الْمُسَافِرِ أَنْ يَقْضِيَ، وَتُبِتَ الطَّعَامُ لِلشَّيْخِ الْكَبِيرِ وَالْعَجُوزِ اللَّذَيْنِ لَا يَسْتَطِيعَانِ الصَّوْمَ، وَجَاءَ صِرْمَةٌ وَقَدْ عَمِلَ يَوْمَهُ وَسَأَى الْحَدِيثُ

① ابن ابی لیلی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نماز کو تین صورتوں میں تبدیل کیا گیا اور روزے کو بھی تین حالتوں میں تبدیل کیا گیا۔ اس کے بعد نعرہ نامی راوی نے طویل حدیث بیان کی ہے۔ ابن ثنی نامی راوی نے اس میں سے

صرف نماز کا واقعہ بیان کیا ہے کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی تھی وہ بیان کرتے ہیں: تیسری صورت حال یہ ہوئی کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے آپ (بیت المقدس کی طرف رخ کر کے) نماز ادا کرتے رہے۔ ایسا تیرہ ماہ تک ہوتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔

”ہم آسمان میں تمہارے چہرے کا اوپر کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں ہم عنقریب تمہیں اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس سے تم راضی ہو، تو تم اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنے چہروں کو اس کی طرف پھیر دو۔“
تو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کا رخ خانہ کعبہ کی طرف کروا دیا۔

اس کے بعد راوی کی روایت مکمل ہو گئی۔ نصر نامی راوی نے خواب دیکھنے والے صحابی کا نام ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں: پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ آئے جو انصار سے تعلق رکھنے والے ایک فرد تھے۔ اس راوی نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں: انہوں نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور یہ کہا:

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ، مَرَّتَيْنِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
پھر وہ تھوڑی دیر کے لئے رک گیا، پھر وہ کھڑا ہوا اس نے اس کی مانند کلمات کہے البتہ اس نے حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد یہ الفاظ مزید کہے:

فَذَقْنَا بِالصَّلَاةِ، فَذَقْنَا بِالصَّلَاةِ

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات بلال رضی اللہ عنہ نے ان کلمات کے ذریعے اذان دی۔

روزے کے بارے میں راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: نبی اکرم ﷺ پہلے ہر مہینے میں تین دن روزے رکھتے تھے اور عاشوراء کے دن روزہ رکھا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی:

”تم پر روزے رکھنا لازم قرار دیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لازم کیا گیا تھا تا کہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو یہ گنتی کے متعین دن ہیں تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ (اسے ہی) دنوں کی گنتی دوسرے دنوں میں پوری کر دے اور جو لوگ اس کی طاقت نہیں رکھتے ان پر فدیہ دینا لازم ہے جو مسکین کو کھانا کھلانا ہوگا۔“

تو پہلے جو شخص چاہتا تھا وہ روزہ رکھ لیتا تھا اور جو شخص روزہ نہ رکھنا چاہتا تھا وہ روزانہ مسکین کو کھانا کھلا دیتا تھا تو اس کے لئے یہ بات جائز تھی تو یہ ایک صورت حال ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل کیا:

”رمضان کا مہینہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور اس میں ہدایت کی نشانیاں ہیں اور (حق و باطل کے درمیان) فرق کرنے والا ہے اور تم میں سے جو شخص (رمضان کے) مہینے کو پائے وہ اس میں روزے رکھے اور جو شخص بیمار ہے یا سفر پر ہو تو وہ گنتی دوسرے دنوں میں پوری کر لے۔“

تو روزے کا حکم اس شخص پر لازم ہو گیا جو رمضان کے مہینے کو پاتا ہے اور مسافر پر یہ بات لازم ہوئی کہ وہ اس کی قضا کرے؟

البتہ عمر رسیدہ بوزمے کے لئے اور بوزمگی عورتوں کے لئے کھانا کھانا کر (کھانا دینے) کا حکم برقرار رہا، یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

ایک مرتبہ حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ (گھر) تشریف لائے دو سارا دن کام کرتے رہے تھے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی تحقیق

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

قتادہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے تھے اور آپ یہ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کعبہ کی طرف پھیر دے تو یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) بے شک ہم آپ کے چہرہ کا آسمان کی طرف انحناء کر رہے ہیں سو ہم آپ کو اس قبلہ کی پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں۔ (البقرہ: ۱۴۴) (جامع البیان ج ۲ ص ۱۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

حسن بیان کرتے ہیں کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر یہ خبر دی کہ غریب اللہ تعالیٰ قبلہ کو بیت المقدس سے پھیر کر کسی اور سمت پر کر دے گا اور نہیں بیان کیا تھا کہ کس سمت آپ کو پھیرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ یہ محبوب تھا کہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا جائے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرہ کو آسمان کی طرف پھیر کر وحی کا انتظار کر رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی (جامع البیان ج ۲ ص ۱۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور (اے مسلمانو!) تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا چہرہ اسی کی طرف پھیرو۔ (البقرہ: ۱۴۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر مسجد حرام کی طرف منہ کرنا فرض کر دیا خواہ وہ کسی جگہ ہوں اگر کوئی شخص بیت المقدس میں بھی ہو تو اس پر بیت اللہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔ علامہ حصکلی حنفی نے لکھا ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس پر بعینہ کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے اور جو شخص کعبہ سے غائب ہو اس پر اس کی سمت کی طرف منہ کرنا فرض ہے۔

(درکار علی حاشیہ القرآن ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد (حرام) والوں کے لیے بیت اللہ قبلہ ہے اور اہل حرم کے لیے مسجد قبلہ ہے اور تمام روئے زمین پر میری امت کے مشرق اور مغرب والوں کے لیے مسجد حرام قبلہ ہے اور جو شخص مسجد حرام میں ہو اس کو اپنے چہرے کا رخ کعبہ کی طرف کرنا چاہیے کیونکہ روایت ہے کہ کعبہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے کہ نماز کی حالت قیام میں نظر سامنے قبلہ کی طرف ہونی چاہیے نیز قیام کا حکم سارے جسم کے لیے ہے اور چہرہ اشرف الاعضاء ہے اس کے قیام کا حکم یہ طریق اولیٰ ہوگا اور چہرہ کا قیام اس وقت ہوگا جب چہرہ کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو اور یہی امام مالک کا مذہب ہے اس کے برخلاف امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ قیام میں سجدہ کی جگہ نظر ہو رکوع میں قدموں کی جگہ اور سجدہ میں ناک کی طرف نظر ہو۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۲ ص ۱۶۰-۱۵۹ ملاحظہ مطبوعہ انتشارات مہر خسر ویران ۱۴۰۲ھ)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قیام میں نظر موضع سجود کی طرف ہونی چاہیے اور رکوع میں قدموں کی پشت پر اور سجدہ میں ناک کے نرم گوشے کی طرف اور بیٹھتے وقت گود میں اور اسلام کے وقت کندھوں کی طرف اس کے اطلاق کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص کعبہ کا مشاہدہ کر رہا ہو اس کی نظر بھی ان ہی موضع کی طرف ہو کیونکہ اس سے مقصود خشوع ہے جب وہ قصد ان موضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر ہونے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے جب وہ قصد ان موضع کی طرف دیکھے گا تو اس کی توجہ ادھر ادھر ہونے سے محفوظ رہے گی اور جب کہ مقصود خشوع ہے اور ان موضع کی طرف دیکھنے سے خشوع حاصل نہ ہو تو ان سے عدول کر سکتا ہے۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۳۲۱ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

خشوع کا معنی ہے: عجز اور انکسار کرنا اور آنکھیں نیچی کرنا اور اللہ تعالیٰ نے خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کی مدح فرمائی ہے:

(آیت) ”قد افلح المؤمنون۔ الذین هم فی صلاتهم خاشعون“۔ (المؤمنون: ۱-۲)

ترجمہ: بے شک ایمان ایمان والے کامیاب ہوئے۔ جو خشوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

اس لیے نماز کی حالت قیام میں سجدہ گاہ پر نظر رکھنا خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے اور یہ کعبہ کی طرف چہرہ کرنے کے منافی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور بے شک اہل کتاب کو علم ہے کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ (البقرہ: ۱۷۷)

اہل کتاب کو تحویل قبلہ کے برحق ہونے کا علم

یعنی یہود اور نصاریٰ کو یہ علم ہے کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہود و نصاریٰ کو کیسے یہ علم ہوگا حالانکہ یہ حکم ان کے دین میں تھا نہ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے یہ علم تھا کہ سیدنا محمد ﷺ برحق نبی ہیں آپ اللہ کی وحی کے سوا کوئی بات نہیں کہتے اور آپ کی کہی ہوئی ہر بات حق اور صواب ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنے دین سے یہ معلوم تھا کہ احکام منسوخ ہوتے رہتے ہیں اس لیے ان کو علم تھا کہ یہ حکم بھی منسوخ ہو سکتا ہے اس لیے تحویل قبلہ پر اعتراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی تیسرا جواب یہ ہے کہ ان کو اپنی کتاب سے علم تھا کہ کعبہ ہی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قبلہ تھا اور یہی اللہ کا سب سے پہلا گھر ہے اور نبی کریم ﷺ کو ملت ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے چوتھا جواب یہ ہے کہ معجزات اور دیگر دلائل سے سیدنا محمد ﷺ کی نبوت ثابت ہو چکی تھی

اس لیے ان کو لامحالہ تھا کہ جس جانب کو آپ نے قبلہ قرار دیا ہے وہی قبلہ ہے پانچواں جواب یہ ہے کہ ان کی کتاب میں تحویل قبلہ کا حکم بھی لکھا ہوا تھا۔

استقبال قبلہ و تحری کرنے کا فقہی مذاہب اربعہ

ابن مردویہ میں بروایت عمارہ بن ادس مروی ہے کہ رکوع کی حالت میں ہمیں اطلاع ہوئی اور ہم سب مرد و عورتیں بچے ہی حالت میں قبلہ کی طرف گھوم گئے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے تم جہاں بھی ہو مشرق مغرب شمال یا جنوب میں ہر صورت نماز کے وقت منہ کعبہ

اَنَسَ. مِثْلَ حَدِيثٍ وَهَيْبٍ قَالَ: اِسْمَاعِيلُ. فَحَدَّثْتُ بِهِ اَيُّوبَ. فَقَالَ: اِلَّا الْاِقَامَةَ
 (۵۵۰) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "البتہ اقامت کا حکم مختلف ہے۔"

510 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. سَمِعْتُ اَبَا جَعْفَرٍ
 يُحَدِّثُ عَنْ مُسْلِمِ ابْنِ الْمُثَنَّى. عَنْ اَبْنِ عُمَرَ. قَالَ: اِنَّمَا كَانَ الْاَذَانُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ. مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مَرَّةً. مَرَّةً غَيْرَ اَنَّهُ. يَقُولُ: قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَدْ قَامَتِ
 الصَّلَاةُ. فَاِذَا سَمِعْنَا الْاِقَامَةَ تَوَضَّأْنَا. ثُمَّ خَرَجْنَا اِلَى الصَّلَاةِ. قَالَ شُعْبَةُ: لَمْ اَسْمَعْ مِنْ اَبِي جَعْفَرٍ غَيْرَ
 هَذَا الْحَدِيثِ.

(۵۵۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نماز کے کلمات دو درجہ اور اقامت
 کے کلمات ایک ایک مرتبہ ہوتے تھے البتہ قد قامت الصلوٰۃ (دو مرتبہ کہا جاتا تھا) جب ہم اقامت سنتے تھے
 تو ہم وضو کر کے نماز کے لئے نکلتے تھے۔

شعبہ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے ابو جعفر نامی راوی سے اس حدیث کے علاوہ اور کوئی حدیث نہیں سنی ہے۔

511 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَارِسٍ. حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ يَعْنِي الْعَقَدِيَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو.
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ. مُؤَذِّنِ مَسْجِدِ الْعُزَيَّانِ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا الْمُثَنَّى مُؤَذِّنَ مَسْجِدِ الْاَكْبَرِ
 يَقُولُ: سَمِعْتُ اَبْنِ عُمَرَ وَسَاقَ الْحَدِيثِ

(۵۵۰) شعبہ کہتے ہیں: مسجد عریان کے مؤذن ابو جعفر نے یہ حدیث بیان کی میں نے مسجد اکبر کے مؤذن ابو ثنی کو یہ بیان
 کرتے ہوئے سنا وہ کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔ (اس کے بعد راوی نے پوری
 حدیث ذکر کی ہے)

اذان و اقامت کے کلمات کے جفت ہونے میں مذاہب اربعہ

اذان کے کلمات (شروع میں اللہ اکبر کے علاوہ) تو جفت ہیں اور اقامت کے کلمات طاق ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام و
 تابعین عظام میں سے اکثر اہل علم اور امام زہری، امام مالک، امام شافعی، امام اوزاعی، امام اسحاق اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم
 کا یہی مسلک ہے مگر حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے متبعین کے نزدیک اذان و تکبیر دونوں کے کلمات جفت ہیں۔
 ائمہ احناف کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذان
 اور اقامت دو درجہ کہی جاتی تھی امام ابو یوسف کہتے ہیں حدیث عبداللہ بن زید کو روایت کیا ہے وکیع نے اعش سے انہوں نے عمرو
 بن مردہ سے اور انہوں نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ عبداللہ بن زید نے اذان کے بارے میں خواب دیکھا شعبہ عمرو بن مردہ
 سے اور وہ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے ہم سے بیان کیا کہ عبداللہ بن زید نے اذان کو خواب میں دیکھا
 یہ اصح ہے ابن ابی لیلیٰ کی حدیث سے اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کو عبداللہ بن زید سے سماع نہیں بعض اہل علم کا قول ہے کہ اذان اور

اقامت دونوں دو دو مرتبہ ہیں اور سفیان ثوری ابن مبارک اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر ۱۸)

اللہ اکبر کو ابتدائے اذان میں چار مرتبہ کہنے پر مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ کلمہ اذان میں پہلی بار چار مرتبہ کہا جاتا ہے اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک دو مرتبہ کہا جاتا ہے۔

بَابُ فِي الرَّجُلِ يُؤْذِنُ وَيُقِيمُ آخِرُ

باب: ایک آدمی کا اذان دینا اور دوسرے کا اقامت کہنا

512 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَذَانِ أَشْيَاءَ، لَمْ يَصْنَعْ مِنْهَا شَيْئًا، قَالَ: فَأَرَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ الْأَذَانَ فِي الْمَنَامِ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ: أَلْقِهِ عَلَى بِلَالٍ، فَأَلْقَاهُ عَلَيْهِ فَأَذَّنَ بِلَالٌ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: أَنَا رَأَيْتُهُ وَأَنَا كُنْتُ أُرِيدُهُ، قَالَ: فَأَقِمِ أَلْتَ.

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اذان کے بارے میں مختلف صورتوں کا جائزہ لیا لیکن آپ نے ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا، تو پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو خواب میں اذان دینے کا طریقہ دکھایا گیا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو اس بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا: یہ طریقہ بلال کو بتادو۔ انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ بتایا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے یہ خواب دیکھا تھا اور میں ہی اذان دینا چاہتا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم اقامت کہہ دو۔

513 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، وَشَيْخٌ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُحَمَّدٍ، قَالَ: كَانَ جَدِّي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ يُحَدِّثُ بِهَذَا الْخَبَرِ قَالَ: فَأَقَامَ جَدِّي

یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں الفاظ ہیں (راوی کہتے ہیں: میرے دادا) یعنی حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اقامت کیا۔

514 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو بْنِ عَائِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ يَغْنِي الْأَفْرَيقَ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ نَعِيمٍ الْعَضْرَمِيَّ، أَنَّهُ سَمِعَ زِيَادَ بْنَ الْحَارِثِ الصَّدَائِيَّ، قَالَ: لَمَّا كَانَ أَوَّلُ أَذَانِ الصُّبْحِ أَمَرَنِي يَغْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذَّنْتُ، فَجَعَلْتُ أَقُولُ: أَقِيمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَجَعَلَ يَنْظُرُ إِلَى تَاجِيَةِ الْمَشْرِقِ إِلَى الْفَجْرِ، فَيَقُولُ: لَا حَقَّ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ نَزَلَ فَبَرَزَ، ثُمَّ

انصرفت الیّ وَقَدْ تَلَاحَقَ اصْحَابُهُ - یَعْنِیْ فِتْوَمًا - فَأَرَادَ بِلَالٌ أَنْ یُقِیْمَ . فَقَالَ لَهُ نَبِیُّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ أَخَا صَدَاءِ هُوَ أَذَنْ وَمَنْ أَذَنْ فَهُوَ یُقِیْمُ . قَالَ : فَأَقَمْتُ .

حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صبح کی پہلی اذان کا وقت ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا میں نے اذان دی۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اقامت بھی کہوں؟ نبی اکرم ﷺ مشرق کی سمت میں صبح صادق ہونے کا جائزہ لیتے رہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جی نہیں یہاں تک کہ جب صبح صادق ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ (سواری سے) نیچے اترے آپ ﷺ نے قضائے حاجت کی۔ پھر آپ میری طرف واپس تشریف لائے پھر آپ ﷺ کے اصحاب بھی آپ ﷺ سے آئے۔ آپ نے وضو کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنے کا ارادہ کیا تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا: صداء قبیلے سے تعلق رکھنے والے شخص نے اذان دی ہے جو شخص اذان دیتا ہے وہی اقامت کہتا ہے۔ راوی کہتے ہیں: تو میں نے اقامت کہی۔

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالْأَذَانِ

باب: بلند آواز میں اذان دینا

515- حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي يَحْيَى، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمَوْذِنُ يُغْفَرُ لَهُ مَدَى صَوْتِهِ وَيَشْهَدُ لَهُ كُلُّ رَطْبٍ وَيَأْبَسٍ وَشَاهِدُ الصَّلَاةِ يُكْتَبُ لَهُ خَمْسٌ وَعِشْرُونَ صَلَاةً وَيُكَفَّرُ عَنْهُ مَا بَيْنَهُمَا .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”مؤذن کی آواز جہاں تک جاتی ہے اتنی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور ہر خشک و تر اس کے حق میں گواہی دیتی ہے اور جماعت میں شریک ہونے والے شخص کو پچیس (نمازوں) کا ثواب ملتا ہے اور دو (نمازوں کے درمیان اس کے کئے گئے گناہوں) کو معاف کر دیا جاتا ہے۔“

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ مؤذن کی انتہائی آواز کو جو بھی سنتا ہے خواہ انسان ہو یا جن اور یا جو بھی چیز وہ سب قیامت کے دن مؤذن (کے ایمان) کی گواہی دیں گے۔

(صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف، جلد اول: حدیث نمبر 621)

مدی کے معنی ”انتہا یعنی اخیر“ ہیں۔ آواز کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بھنک میں آجائے اور یہ نہ معلوم ہو کہ آواز دینے والا کیا کہہ رہا ہے۔ یہاں اگرچہ یہی معنی کافی تھا کہ ”مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے اٹخ“ لیکن مدی بمعنی انتہاء کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ مقصود تھا کہ جن کے کان میں اذان کی محض بھنک پڑ جائے گی جب وہ مؤذن کے ایمان کی گواہی دیں گے تو وہ لوگ تو بطریق اولیٰ گواہ ہوں گے جو مؤذن کے قریب ہوں گے اور اذان کو قریب سے سنیں گے۔

علماء لکھتے ہیں کہ درحقیقت اس حدیث سے مؤذن کو ترغیب دلانی مقصود ہے کہ اذان نہایت بلند آواز سے کہا کریں تاکہ ان

کے ایمان کی گواہی دینے والے زیادہ سے زیادہ ہوں۔

516- حَدَّثَنَا الْقُعْنِيُّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهُ مُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّكْبِيرَ. فَإِذَا قُضِيَ النَّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا نُودِيَ بِالصَّلَاةِ أَذْبَرَ. حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّكْوِيمُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ التَّوَدُّعِ وَنَفْسِهِ. وَيَقُولُ: اذْكُرْ كَذَا اذْكُرْ كَذَا لِمَالِكٍ يَكُنْ يَذْكُرُ. حَتَّى يَعْبَثَ الرَّجُلُ أَنْ يَذْهَبَ كَمَا صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اس کی ہوا خارج ہو رہی ہوتی ہے۔ (وہ اتنی دور چلا جاتا ہے) کہ اذان کی آواز نہ سن سکے جب اذان ختم ہوتی ہے تو وہ پھر آ جاتا ہے جب نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہوتی ہے تو وہ پھر آتا ہے اور آدمی کے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرنا شروع کرتا ہے وہ یہ کہتا ہے: تم فلاں چیز کو یاد کرو فلاں چیز کو یاد کرو ان چیزوں کے بارے میں کہتا ہے جو آدمی کو ویسے یاد نہیں آتیں یہاں تک کہ آدمی کی یہ صورت ہو جاتی ہے اسے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کی ہیں۔

شرح

بعض فرماتے ہیں کہ شیطان کا گوز مارنا حقیقت ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی جسم رکھتا ہے اس لئے ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے چنانچہ جس طرح گدھے پر جب وزن رکھ دیا جاتا ہے تو وہ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے گوز مارتا ہے اسی طرح شیطان پر بھی اذان بہت بھاری ہوتی ہے اور وہ گوز مارتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب اذان شروع ہوتی ہے تو شیطان ایک آواز نکالتا ہے جو کان میں بھر جاتی ہے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اذان نہ سن سکے۔ اس آواز کو اس کی برائی و خرابی بیان کرنے کے لئے یہاں گوز مارنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انسان اور اس کے دل کے درمیان خطرات پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان نمازی اور اس کے دل کے درمیان وسوسوں و خطرات حائل کر دیتا ہے اور اس کے دل کو دنیا کی باتوں کی طرف لگا دیتا ہے تاکہ نماز میں حضوری قلب کی دولت میسر نہ آ سکے۔ اگر کوئی یہ پوچھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ شیطان قرأت قرآن اور عظمت سے تو بھاگتا نہیں مگر اذان سے بھاگتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذان کے کلمات میں ایسی میت اور عظمت رکھ دی ہے جو شیطان کو خوف و ہراس میں مبتلا کر دیتا ہے۔

بلند آواز سے اذان دینے کا بیان

حضرت عبدالرحمن بن سعد بن عمار بن سعد مؤذن رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد سعد نے اور انہوں نے 516- اسنادہ صحیح، القعنبي: هو عبد الله بن مسلمة، وابو الزناد: هو عبد الله بن ذكوان، والاعرج: هو عبد الرحمن بن هرم، وهو في "مواعظ مالک" 691-70، ومن طريق مالک أخرجه البخاري (608)، والنسائي في "الكبرى" (1646)، وأخرجه البخاري (1222)، ومسلم (389) (19) وبإثر الحديث (569) (84) من طريق عن الأعرج، به، وهو في "مسند أحمد" (9931)، و"صحیح ابن حبان" (1754)، وأخرجه بنحوه مسلم (389) (16) و (17) و (18) من طريق أبي صالح السمان، و (20) من طريق همام بن منبه، كلاهما عن أبي هريرة، وسناني استطاعة الثانية منه من طريق أبي سلمة عن أبي هريرة بالارقام (1030) و (1031) و (1032)

نے اپنے والد عمار سے اور انہوں نے سعد کے دادا سے جن کا نام بھی سعد تھا سنا کہ سرور کائنات ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ (اذان کہتے وقت) اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں دے لیا کریں کیونکہ اس سے آواز زیادہ بلند ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 617)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مسجد قبا میں مؤذن تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات تک یہ اس مسجد میں اذان کہتے رہے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں اذان کہنا چھوڑ کر شام چلے گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں مسجد قبا سے بلا کر مسجد نبوی میں اذان کہنے کی خدمت پر مامور فرمایا اور یہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک اس باسعادت خدمت کو انجام دیتے رہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمار رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تابعی مقبول ہیں اور ان کے بیٹے یعنی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام بھی سعد ہے اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمن مسطور ہیں اس طرح عمار کے والد حضرت سعد ان کے لڑکے سعد کے دادا ہوئے۔

یہ حدیث حضرت عبدالرحمن نے اپنے دادا حضرت سعد سے نقل کی ہے اور انہوں نے اپنے والد حضرت عمار سے نقل کی ہے جو تابعی ہیں اور انہوں نے اپنے والد مکرم حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے سنا ہے جو صحابیت کی سعادت سے مشرف ہیں۔ ابیہ اور جدہ دونوں کی ضمیریں لفظ ابی کی طرف راجع ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ آواز زیادہ سے زیادہ بلند ہو سکے اور اس میں شاید یہ حکمت ہے کہ کانوں میں انگلیاں رکھ لینے سے بلند آواز ہی مؤذن کے کان میں آئے گی اس لئے وہ اس کی کوشش کرے گا کہ جہاں تک ہو سکے۔ پورے زور سے چلا کر اذان کہے۔

بَابُ مَا يَجِبُ عَلَى الْمُؤَذِّنِ مِنْ تَعَاهُدِ الْوَقْتِ

باب: مؤذن پر وقت کی پابندی لازم ہے

517 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُسَيْبٍ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ رَجُلٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمِنٌ. اللَّهُمَّ ارْشِدِ الْأَيُّمَةَ وَارْحَمِ الْمُؤَذِّنِينَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”امام ضامن ہے اور مؤذن امین ہے اے اللہ! ائمہ کی رہنمائی کر اور اذان دینے والوں کی مغفرت کر دے۔“

518 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنِ الْأَعْمَشِ، قَالَ: ثَبُتُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، قَالَ: وَلَا أَرَانِي إِلَّا قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ. یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ بھی منقول ہے۔

شرح

ضامن کا مطلب یہ ہے کہ امام دوسروں کی نماز کا ذمہ دار ہوتا ہے بایں طور پر کہ وہ متقدموں کے امور نماز مثلاً قرأت کا اور

اگر مقتدی رکوع میں امام کے ساتھ مل جائے تو قیام وغیرہ کا متکفل ہوتا ہے اسی طرح وہ سب کی نمازوں کے افعال و ارکان نے رکعتوں کی تعداد پر نگاہ رکھتا ہے۔ مؤذنوں کے امانت دار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کے سلسلے میں اذان کی آوازدں پر اعتماد و بھروسہ کرتے ہیں۔

بَابُ الْأَذَانِ فَوْقَ الْمَنَارَةِ

باب: مینارے پر اذان دینا

519- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هِنْدٍ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ امْرَأَةٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ قَالَتْ: كَانَ بَنِي بَنِي أَطْوَلِ بَنِي حَوَلِ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَتَجَلَّسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَأَتْ تَمُتُّ، ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَخْشَاكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلَى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِينُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُه كَانَ تَرْكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي بِهَذِهِ الْكَلِمَاتِ

عروہ بن زبیر بن نجار سے تعلق رکھنے والی ایک خاتون کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ کہتی ہیں: مسجد کے ارد گرد گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ کر فجر کے لئے اذان دیتے تھے۔ وہ صبح صادق کے قریب ادھر آ کر بیٹھ جاتے تھے اور صبح صادق کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ جب وہ دیکھتے تھے کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو پھر یہ دعا مانگتے تھے۔

”اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرتا ہوں اور قریش کے خلاف تجھ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔“ وہ خاتون بیان کرتی ہیں: پھر وہ اذان دیتے تھے۔ وہ خاتون کہتی ہیں: اللہ کی قسم! میرے علم کے مطابق انہوں نے کبھی بھی رات میں یہ کلمات کہنے ترک نہیں کئے۔

اذان سے پہلے درود و سلام پڑھنا مستحب ہے اور پڑھنے والے کو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ اگر کوئی اذان سے پہلے درود و سلام نہیں پڑھتا تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ یہ فرض واجب نہیں مستحب ہے لیکن جو خوش نصیب عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم اذان سے پہلے یا بعد میں پڑھتے ہیں۔ ان کو بدعتی نہیں کہنا چاہئے۔ اس لئے کہ یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

اے ایمان والو! تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب صلوٰۃ و سلام بھیجا کرو۔

اس آیت میں درود و سلام حکم علی الاطلاق وارد ہوا اور اسے مطلق حکم پر رکھنا چاہئے۔ ہمارے دور کے ایک دیوبندی عالم نے ہم سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگ صلوٰۃ و سلام کو اذان سے پہلے مسلسل پڑھ کر مقید کرتے ہو حالانکہ مطلق پر جب عمل کرنا ممکن

519- حدیث حسن، محمد بن اسحاق صدوق حسن الحدیث، وقد صرح بالتحديث كما في "السيرة النبوية" لاسر هشام 2/ 156.

واخرجه البيهقي 4251 من طريق المصنف، بهذا الاسناد. وفي باب الاذان على الصارعة عن ابى مرزة الاسلمى عن ابي النضر عن "الاذان"

- كما في "نصب الرابة" 2931/

ہو تو اسے خبر واحد یا قیاس کے ذریعے بھی مقید نہیں کیا جاسکتا۔ ہم نے کہا اگر ایک شخص ہر جمعہ کے روز تسلسل سے صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم جمعہ کے دن کثرت سے مجھ پر درود بھیجا کرو کیونکہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ فرشتے اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وصال کے بعد بھی۔ فرمایا ہاں۔ بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھائے۔ جبکہ صاحب مشکوٰۃ کی روایت میں یہ بھی ہے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ 76 قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح کئی احادیث مبارکہ میں بہت سے اوقات مخصوصہ میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے حتیٰ کہ شب و روز صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا ثبوت بھی موجود ہے اور امام سخاوی علیہ الرحمہ نے القول البدیع میں 75 مقامات شمار کئے ہیں جن میں صلوٰۃ وسلام پڑھنا چاہئے تو کیا امام سخاوی نے ایک مطلق حکم کو 75 قیود کے ساتھ مقید کر دیا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں اور نہ ہی احادیث میں مقید کیا ہے بلکہ یہاں پر خاص اوقات میں فضیلت کا بیان کیا گیا لہذا اوقات مخصوصہ میں صلوٰۃ وسلام کو پڑھنے کے احکام کو فضیلت کی طرف منسوب کریں گے نہ کہ مطلق پر مقید کا الزام لگائیں گے اور یاد رہے کہ کسی بھی مباح کام کے بار بار کرنے سے اس کے مقید ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا تو پھر اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام پر مقید ہونے کا حکم لگانا بھی جائز ہے۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد نفلی نماز پڑھنا مباح ہے اگر کوئی شخص اس وقت میں بیٹھنے کے ساتھ نفل پڑھے تو کیا اس پر مقید کا الزام لگاتے ہوئے اسے نماز سے منع کر دے۔ ماشاء اللہ

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام کا ثبوت

صلوٰۃ وسلام کا مطلب: یاد رہے یہاں پر ہم تفصیل میں جائے بغیر یہ بیان کر رہے ہیں کہ یہ بات تمام فقہائے اسلام اور جمہور علمائے اسلام کے نزدیک متفق ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صلوٰۃ وسلام کا مطلب دعا ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب ہم صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل رحمت فرمائے۔ (جلاء الانہام ص 87، دار الکتب العربی)

تو اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنا جائز ہے یا نہیں تو اس کا ثبوت ہم فراہم کر رہے ہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ کے طور پر حکم نص سے ثابت ہے تاہم تسلی کے لئے ہم اس کا جز یہ بھی بیان ہیں۔

حضرت: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرا گھرانے گھروں میں سے تھا اور مسجد کے گرد و نواح میں سے تھا۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان کے لئے سحری کے وقت آتے اور میرے مکان پر بیٹھ جاتے اور فجر کا انتظار کرتے تھے اور جب وہ دیکھ لیتے تو یہ کہتے اے اللہ عزوجل میں تیری حمد کرتا ہوں اور تجھ سے مدد مانگتا ہوں اس بات کی کہ قریش سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر قائم رہیں۔ انہوں نے کہا پھر وہ اذان دیتے (بنی نجار کی اس عورت نے کہا) خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہ کسی بھی رات میں آپ نے یہ کلمات پڑھنے ترک کئے ہوں (ہر رات اذان سے پہلے پڑھتے تھے) (سنن ابوداؤد جلد 1 ص 77، مطبوعہ دار الحدیث، ملتان)

انتہاء اذان سے پہلے دعا بروایت ثابت ہے اور صلوٰۃ وسلام دعا ہے قبلہ اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام ثابت ہوا کیونکہ دعا ہے اور جمہور محدثین کے نزدیک روایت بالمعنی جائز ہے۔

نوٹ: جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی نہ صرف قبول بلکہ قابل عمل ہوتی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے جب اور عموم کی تصریح کے ساتھ ہو تو تمام از مسند تحت امر داخل ہوتے ہیں۔

(الذی رضویہ جلد 9 ص 243 - ضافۃ ذی یثین)

اس قاعدے کے مطابق کہ جب امر کا صیغہ عموم کی تصریح کے ساتھ ہو اور یہاں صلوٰۃ وسلام میں جو امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ اس کا عموم کسی سے مخفی نہیں اور جب عموم ہے تو اس میں تمام اوقات داخل ہیں قبلہ نماز و اذان سے قبل و بعد کا وقت اچھا (ضروری طور پر) داخل حکم امر ہوگا یعنی جو شخص ان اوقات میں صلوٰۃ وسلام پڑھے گا تو یہ قرآن کے اس حکم پر عمل ہوگا۔

(نور اللہ فی سنیہ رضویہ ص 298 تا 301؛ مطبوعہ شہر برکات)

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا

اے ایمان والو تم بھی اس غیب بتانے والے نبی ﷺ پر خوب درود وسلام بھیجو۔ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان جاء الحق میں ارقام کرتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ مطلق و عام ہے۔ اس میں کسی قسم کی قید و تخصیص نہیں ہے یعنی یہ نہیں فرمایا گیا کہ بس فلاں وقت میں ہی پڑھا کر دیا فلاں وقت میں درود وسلام نہ پڑھا کرو بلکہ مطلق رکھنا کہ تمام ممکن اوقات کو شامل رہے۔ (جاء الحق ص 761؛ مطبوعہ مکتبہ نوینہ) اسی لئے حضرت علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں:

اذن تعالیٰ لم یوقت ذلک یشمل سائر الاوقات

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اس امر صلوٰۃ (درود وسلام کا حکم) کا وقت معین نہیں کیا تاکہ تمام اوقات شامل رہیں۔

(شرح انتہاء تفسیری جلد 3 ص 447)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ہے: فی صلوتکم و مساجدکم و فی کل موطن

یعنی اپنی نمازوں اور مساجد اور ہر مقام میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھو۔ (جلاء الانہام ص 252)

ذکر یا کاندھلوی دیوبندی نے لکھا ہے جن اوقات میں بھی (درود شریف) پڑھ سکا ہو، پڑھنا مستحب ہے۔

(تخلی نصاب فہرست درود شریف ص 67)

لہذا مطلقاً ہر جگہ اور ہر وقت نبی کریم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا جس میں اذان کا مقام بھی داخل ہے کلام الہی عزوجل سے مامور و ثابت ہے۔ لہذا روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔

غیر مقلدوں کے امام ابن قیم لکھتے ہیں۔ المواطن السادس من مواطن الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد اجابت الموزن و عند الاقامۃ

ترجمہ: یعنی حضور سید عالم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مواقع میں چھٹا موقع ہے موزن کی اذان سننے کے بعد اور اقامت

سے پہلے (جلاء الانہام ص 308)

امام قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔ ومن موطن الصلوة علیہ عند ذکر وسماع اسمہ وکتابہ او عند الاذان

ترجمہ: نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے مقامات میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ پر مبارک سننے کے وقت یا آپ ﷺ کے نام مبارک لکھنے کے وقت یا اذان کے وقت۔ (شفاء شریف فصل فی الموطن اذان جلد 2، ص 43، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

علامہ علی قاری فرماتے ہیں:

عند الاذان ای الاعلام الشامل للاقامة

ترجمہ: اذان سے مراد اعلام ہے جو اذان شرعی و اقامت دونوں کو شامل ہے۔ (شرح الشفاء، جلد 2، ص 114)

عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں: يستفاد منه بظاہر استحبابه عند شروع الاقامة كما هو معارف فی بعض البلاد (الاسعایة فی کشف مانی شرح الوقایہ باب الاذان ج 2، ص 41، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور) امام سید ابی بکر المشہور باب سید الکبریٰ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ای الصلوة والسلام علی النبی ﷺ قبل الاذان والاقامة

ترجمہ: اذان و اقامت سے پہلے رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنا مسنون و مستحب ہے۔

(امامہ الطالبین علی فتح المصن جلد 1، ص 232، مطبوعہ ابراہیم انوار اہل عرب)

حاشیہ الطحاوی علی المراقی الفلاح میں علامہ شیخ احمد طحاوی فرماتے ہیں: وفي الدرة المنیقة: اول من احدث اذان اثنين معا بنو امية و اول لازيدت الصلوة علی النبی ﷺ بعد الاذان علی المنارة فی زمن حاجی بن الاشراف شعبان بن حسین بن محمد بن قلاون، با امر المستحب نجم الدين الطنبدي و ذلك فی شعبان سنة احدى وتسعين و كذا فی الاوئل للسيوطی (حاشیہ الطحاوی جلد 1، ص 271، مطبوعہ قاسم بلی کیشنز کراچی)

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے تعظیم بھی کرتا ہے مجھ کی تو مرے دل سے

(صالحی بظہل)

اب ہم فتاویٰ امجدیہ سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جس سے اظہر من الشمس و ابین من الالمس، روز روشن سے زیادہ و گزشتہ کل سے زیادہ واضح ہو جائے گا۔

اذان و اقامت سے پہلے اور بعد میں درود و دعا و سلام پڑھنا جائز و مستحسن ہے۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: اذان کے بعد جو دعا احادیث میں وارد ہے۔ اس کا پڑھنا اتباع سنت و موجب برکات ہے۔ اس کے پڑھنے کے لئے احادیث میں شفاعت کا وعدہ فرمایا گیا۔ انبیاء علیہم السلام پر درود و سلام پڑھنا موجب ثواب و برکات اور درود کے ثواب جو احادیث میں وارد ہیں، اس کا مستحق ہے۔ احادیث میں درود پڑھنے کی فضیلت موجود ہے اور اذان کے بعد درود کی ممانعت نہیں۔

مزید لکھتے ہیں کہ اس کو (درود و سلام اذان و اقامت سے پہلے یا بعد میں پڑھنے کو) ناجائز و بدعت قبیحہ کہنے والے ایمان و انصاف سے یوں کہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا کس حدیث میں منع کیا۔ کس صحابی نے منع کیا یا تابعین و تبع تابعین یا ائمہ

مجتہدین میں سے کس نے ناجائز کہا۔ اگر ایسا نہیں اور یقیناً ایسا نہیں تو یہ حکم احداث فی الدین و بدعت قیوم ہے یا کس نے درست کہا۔ تمام احادیث جو مجوزین کے حق میں ذکر کی گئیں۔ سب مانعین کے حق میں ہیں۔ بالمثل صلوٰۃ و سلام (اذان و اقامت سے پہلے ہو۔ بعد میں) پڑھنا جائز ہے کی دلیل شرعی سے اس کی ممانعت نہیں۔

اب مجددیوں نے موقوف کر دیا ہے ورنہ صدیوں سے حرمین طہین مکہ و مدینہ و مکر بلا و اسلامیہ میں رات کو معمول بن رہا اور علماء و مشائخ بنظر استحسان دیکھتے رہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ماراوا المسلمون حنا فبوعت اللہ حسن بنذایہ جا کر و مستحسن ہے۔

در مختار و ہدایہ، فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری وغیرہ کتب فقہ میں اس کے جواز بلکہ استحسان کی تصریح ہے۔ التسلیم بعد الاذان حدث فی ربيع الاخر سنة سبع مائة واحدى وثلاثين فی عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث فی الكل الالغروب ثم فیها مہ تین و بوبدعة حنة علماء جب اسے اس نیت خاصہ کے ساتھ بدعت حنة کہتے ہیں تو اسے بدعت سیر قرار دے کر منع کرنا سخت قطعی ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ، جلد ۱، ص 65, 66, 67 مطبوعہ مکتبہ رضویہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اذان کے بعد یا اذان سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنا جائز و مستحب امر مستحسن ہے کما حردناہ فی اوائلہ

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا

تم ہو حفیظہ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

(حدائق بخشش)

امام ابن حجر متوفی 974ھ اپنی مایہ ناز تصنیف الدر المنثور فی الصلوٰۃ والسلام علی صاحب القام المحمود میں ارقام کرتے ہیں کہ نماز جمعہ اور نماز فجر و مغرب کے سوا باقی سب نمازوں سے پہلے اور اذان کے بعد مساجد کی میناروں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی جو عادت اہل اسلام میں رائج ہے۔ اسکو سلطان صلاح الدین بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔ نماز جمعہ اور نماز فجر میں اذان سے پہلے پڑھا جاتا تھا اور نماز مغرب کا وقت ٹلک ہونے کی وجہ سے اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھا جاتا تھا۔ بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ اس عمل کی ابتداء مصر اور قاہرہ میں 791ھ سے ہوئی ہے کہ بعض معتقدین نے خواب میں اس کو دیکھا تھا۔ ان مورخین کا یہ بیان اس طریقہ کے اس سے قبل جاری ہونے کے مخالف نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ سلطان صلاح الدین بن ایوب کی وفات کے بعد مذکورہ تاریخ تک اس کو ترک کر دیا گیا ہو اور اس تاریخ کے بعد دوبارہ اس پر عمل کیا گیا ہو یا سلطان صلاح الدین نے صرف جمعۃ المبارک کی رات اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو اور مذکورہ تاریخ کے بعد باقی ایام میں بھی اس کو معمول بنادیا گیا ہو۔ مزید لکھتے ہیں کہ بعض متاخرین نے اس عمل کو درست قرار دیا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعت حنة ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔ حضرت امام احمد بن محمد بن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حضرت شیخ الاسلام ذکریا رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس کے قریب ہے۔ انہوں نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ اس کی اصل مستحب ہے اور کیفیت بدعت (حنة) ہے (انظر فی الدر المنثور فی الصلوٰۃ والسلام علی صاحب القام المحمود ص 325)

نیز اسی میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا جس نے مجھ پر درودِ پاک نہ پڑھا۔ اس کا کوئی دین نہیں۔

اس حدیث کو المروزی نے تخریج کیا۔ اس کی سند میں ایک راوی کا نام ذکر نہیں (الدراسمن ص 308)

انداز لگائیے کہ درودِ پاک نہ پڑھنے والے پر اس وعید شدید ارشاد فرمائی گئی۔ ان بد بختوں کا انجام کیا ہوگا جو اپنے دنیوی خیالات فاسدہ جاہلانہ اعتراضات کے تیر برسا کر اذان سے پہلے اور بعد میں درودِ سلام پڑھنے کو منع کرتے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخرت میں ان کا انجام کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سمجھنے اور حق توفیق عطا فرمائے۔

خدا مالدین ستمبر 1963ء میں لکھا ہے کہ اس درود سے منع نہیں کرنا چاہئے کیونکہ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ اس کے جواز میں شک نہیں۔ (مولانا محمد صدیق بٹانی) (قادیانی نکات ص 463 غیر مطبوعہ کراؤالہ بک شاپ لاہور)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ رحمت کو خین ناٹائے حسین ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں ایک طرف کو نکلا تو میں نے دیکھا کہ جو درخت اور پہاڑ سامنے آتا ہے۔ اس سے السلام علیک یا رسول اللہ کی آواز آتی ہے اور میں غور میں آواز کو اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ (سنن الترمذی الحدیث 3464، ج 5 ص 359)

اہلسنت کی پہچان سنیوں کے دلوں کی جان اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اپنے اعلیٰ کلامِ حدیث بخشش میں فرماتے ہیں۔

ذکر ان کا چھیڑے ہر بات میں	چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں مجھ میں	ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں، بے دینوں کے دل	یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

کہنا اللہم لک حمد و بک امت و علیک توکلت و علی رزقک افطرت یہ دونوں بدعت ہیں۔ اور خطبہ کی اذان داخل مسجد کہنا یہ بھی بدعت ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد جلد اول ص 162 میں ہے عن السب بن یزید قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وایو بکر و عمر یعنی حضرت سائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں اذان و اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کی مخالفت کرنے والوں کو چاہئے کہ وہ ان بدعتوں کی بھی مخالفت کریں مگر وہ لوگ ان بدعتوں کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ جس سے انبیاء کرام و بزرگان دین کی عظمت ظاہر ہو، صرف اسی کی مخالفت کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنیں کہ عظمت نبی کا دشمن انہیں جنت سے نکال دیا گیا اور یہ لوگ عظمت نبی کی مخالفت کر کے جنگ میں جانے کا خواب دیکھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

(قادیانی فیض الرسول جلد 1 ص 181 غیر مطبوعہ شبیر روبرا)

شامی مصری جلد اول ص 381 تا 382 میں ہے۔

قول (مستحبہ فی کلا وقت الامکان) ای حیث الامانغ ونص العلماء علی استحبابها لمواضع ہم البسۃ ولینحوا عند انافۃ واول المدعا
واوسطہ و آخرہ وعند ذکر

ان کا کہنا (درد مستحب ہے ہر غیر مکروہ وقت میں) یعنی جہاں کو شرع مانغ نہ ہو۔ علماء نے فرمایا ہے کئی مواقع پر درد شریف
مستحب ہے۔ خطبہ کے وقت جمعہ کے دن میں اور رات میں اقامت کے وقت۔ دعا کے شروع میں اس کے درمیان میں اور اس کے
اخیر میں بھی نیز اللہ کے ذکر کے وقت۔

در مختار مصری ص 228 میں ہے۔

ومستحبہ فی کل اوقات الامکان

ہر جائز اوقات میں درد شریف مستحب ہے۔

حنفیہ کا اصول فتاویٰ میں لکھا ہے۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی 1088ھ نے الدر المختار میں لکھا

الاصل فی الاشیاء الاصلۃ یعنی چیزوں میں اصل اباحت جائز ہونا ہے۔ (مشیر شاہ جلد 1 ص 77 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ درد شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل
چاہئے یا درد شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کر امتیاز رہے اور عوام کو درد شریف جزء اقامت نہ معلوم ہو (فتاویٰ
رضویہ جلد 5 ص 386 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اسی فتاویٰ رضویہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول کے بارے میں دلائل ملے فرمائی ہیں۔ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا باجماع مسلمین جائز و مستحب ہے جس کی ایک دلیل قاہرہ و بابر السعیان میں
السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ وبرکاتہ ہے اور اس کی سوا صحاح کی حدیث میں یا محمد انی اتوجہ بک ابی ربی فی حاجتی بذہ
(جامع ترمذی میں اسی طرح ہے) اے محمد منہ پیچھتم میں اپنی اصل حاجت میں آپ کو اپنے پروردگار کی طرف متوجہ کرتا ہوں
اور آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ موجود جس میں بعد اوقات اقدس حضور سید عالم منہ پیچھتم کے حضور پکارنا اور حضور سے مدد لینا ثابت ہے
(فتاویٰ رضویہ جلد 23 ص 680 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اس سے معلوم ہوا کہ اذان سے قبل یا بعد میں درد شریف بالخصوص الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا بھی جائز ہے۔
فتاویٰ فیض رسول میں ہے۔ اگرچہ یقین اس لئے کفایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس منہ پیچھتم کے زمانہ مبارکہ میں اور صحابہ کرام
کے عہد میں اذان و اقامت سے پہلے درد شریف نہیں پڑھا جاتا تھا تو یقین سے کہے کہ مسلمان بچوں کو جو ایمان محفل اور ایمان
مفصل یاد کرایا جاتا ہے، ایمان کی یہ دو قسمیں ہیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں۔ کلموں کی تعداد ان کی ترتیب اور ان کے سب
نام بدعت ہیں۔ قرآن شریف کا تیس 30 پارے بنانا، ان میں رکوع قائم کرنا اس پر اعراب زبر و غیرہ لگانا اور آیتوں کا نمبر وغیرہ
لگانا سب بدعت ہے۔ حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا حدیث کی قسمیں بنانا پھر ان کے احکام مقرر کرنا سب بدعت ہیں۔ اصول
حدیث، اول فقہ کے سارے قاعدے قانون سب بدعت ہیں۔ نماز کے لئے زبان سے نیت کرنا یہ بھی بدعت ہے، روزہ کی نیت
اسی طرح زبان سے کہنا نیت ان اصوم عند اللہ تعالیٰ اور انظار کے وقت ان التماس کو زبان سے

بے اذان اتنا بابرکت کام ہے تو ہر بابرکت کام سے پہلے جس طرح بسم اللہ شریف پڑھنی چاہئے (کل امرؤ ذی ہل لہ عبدہ بمر
اللہ فو اذاع) اسی طرح ہر بابرکت کام سے پہلے اپنے آقا و مولیٰ منیٰ پیغمبر پر درود و سلام پڑھنا چاہئے جن کے صدقے ہمیں یہ تعلیم
اشان نعمت ملی جیسا کہ جامع صغیر میں حدیث بھی ہے۔

القول ابدی فی الصلوٰۃ علی حبیب الشفع میں علامہ سخاوی علیہ الرحمہ (جو کہ ابن کثیر کے وہ ابن قیم کے وہ ابن تیمیہ کے شاگرد
تھے اور ابن تیمیہ بیہ آف دی ڈپارٹمنٹ میں مخالفین کے) فرماتے ہیں۔ اذان سے پہلے سلام پڑھنا جائز ہے۔ ولیم بحسن فیہ حسن
نیت پر تو اب بھی ملے گا۔ یہی درود و سلام جو اذان سے پہلے صدیوں سے پڑھا جا رہا ہے اور اذتیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث
دہلوی رضی اللہ عنہ نے اس کو چودہ سو اولیاء کا وظیفہ قرار دیا اور فرمایا جو اس کو پڑھے گا، چودہ سو اولیاء کا فیض پائے گا۔

شکر النعمہ میں سید السنہاء مولوی اشرف علی تھانوی کا واقعہ ہے کہ کانپور میں وعظ کے دوران ایک شخص نے خواب میں حضور
منیٰ پیغمبر کی زیارت کی اور آپ نے فرمایا۔ اشرف علی کو میرا سلام دینا، اس شخص نے بیدار ہونے کے بعد مجلس وعظ میں ہی سر عرض
کیا تو تھانوی صاحب کہنے لگے۔ آج تو میرا دل چاہ رہا ہے کہ کثرت سے سلام عرض کرو۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
منیٰ پیغمبر۔

فیاء القلوب میں ہے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور منیٰ پیغمبر کی زیارت کے لئے یہی درود شریف پڑھا
ہے۔

اشہاب الثاقب میں حسین احمد مدنی (ٹانڈوی) نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء تو کثرت سے یہ درود شریف (الصلوٰۃ والسلام
علیک یا رسول اللہ) پڑھتے ہیں جبکہ وہاں بڑے (یعنی وہابی کا معنی ہے نمک حروم) منع کرتے ہیں۔ تبلیغی نصاب میں لکھا ہے کہ میرے
نزدیک دور ہو یا قریب یہی درود شریف پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ بھی ہے اور سلام بھی (اور اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ
و سلام اتسیر) میں صلوٰۃ و سلام دونوں پڑھنے کا حکم دیا ہے)

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ عمر بن ابراہیم ابن نجم الحنفی المتوفی 1005ھ لکھتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی 911ھ نے حسن و بھیض
میں لکھا ہے کہ ربیع الآخر 781ھ پیر کے دن عشاء کی اذان کے بعد سید عالم منیٰ پیغمبر پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع ہوا پھر اس کے دس
سال بعد مغرب کے سوا ہر اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع ہوا۔ پھر میں نے علامہ عبدالرحمن سخاوی متوفی 906ھ کے اقوال
الہدیٰ میں یہ پڑھا کہ شعبان 791ھ میں قاہرہ اور مصر کے مؤذنوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ہر اذان سے فارغ ہونے کے بعد کئی مرتبہ
یہ پڑھیں۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور یہ معلوم ہے کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا قرب کا ذریعہ ہے اور بہت احادیث میں
اس کی ترغیب دی گئی۔ خصوصاً اذان کے بعد کی دعا سے پہلے (کمانی صحیح مسلم) اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنة ہے۔

(لستفصل بدعت الحسنہ انظر فی احیاء النعمات ج 1 ص 25، مطبوعہ کوئٹہ)
اور اس کے قائل کو اس کی حسن نیت کی وجہ سے اجر دیا جائے گا (القول الہدیٰ ص 280، ملخصاً مکتبہ المویہ الطائف)

قل باتوبر بانکم ان کتتم صادقین

حرمث ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت ہے جائز بتانے والے کو کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ خود حدیث پاک میں ہمارے یہ اصول مقرر فرمایا۔

مشکوٰۃ شریف ص 367 میں ابن ماجہ و ترمذی سے نقل کیا۔

الحلال ما حل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفى عنه
 حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال بیان فرمایا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جن کاموں سے سکوت فرمایا۔ یہ ان کاموں سے ہیں جن پر موعظہ نہیں ہے یعنی مباح ہیں۔ لہذا جو لوگ صلوٰۃ و سلام کو ناجائز کہتے ہیں انہیں قرآن و حدیث اور فقہ سے دلیل لانا چاہئے۔ ہم سے دلیل مطالبہ غلط ہے۔

قل باتوبر بانکم ان کتتم صادقین

در مختار میں موجود ہے۔ ویشوب بین الاذان والاقامة فی الكل

یعنی اذان و اقامت کے درمیان ہر نماز کے لئے تشویب ہے۔ (در مختار علی ما فیہ الشامی جلد 1 ص 86، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)
 بدرسمائے عالم علامہ شہاب الدین احمد قفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

المنقول افهم كانوا يقولون في تحية الصلوة والسلام عليك يا رسول الله ﷺ

ترجمہ: منقول ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی پاک ﷺ سے ملاقات کے وقت الصلوٰۃ والسلام عليك يا رسول الله کے الفاظ سے سلام و تحیت پیش کرتے تھے۔ (نسیم الریان جلد 3 ص 454، دار الفکر بیروت)

یا رسول اللہ کہنے کے بارے میں دلائل و براہین

سنیت کی جان سنیوں کی پہچان امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کا فتاویٰ رضویہ جلد 30 ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں امام اہلسنت نے یا رسول اللہ پکارنے کو جائز و مستحسن قرار دیا۔ موتوا بغیظکم

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے (امام اہلسنت)

اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام دعا (وہ دعا جو احادیث میں وارد ہوئیں) کے بیٹھار فضائل و برکات ہیں۔ محافلین یہ کہہ کر عوام اہلسنت پر افتراء باندھتے ہیں کہ تم اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے ہو۔ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ و سلام کے دور میں کسی صحابی نے پڑھا (وغیرہ وغیرہ) ان تمام بے بنیاد سوالات کے جوابات ہم دے چکے ہیں۔ یاد رکھئے کسی معاملے میں عدم جواز کی دلیل نہ ہونا خود دلیل جواز ہے۔ یقیناً ہر وہ نئی چیز جس کو شریعت مطہرہ نے منع نہیں کیا، وہ بدعت حسنہ اور مباح یعنی اچھی بدعت اور جائز ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کو کسی بھی حدیث میں منع نہیں کیا گیا لہذا منع نہ ہونا خود بخود اجازت بن گیا۔ جیسا کہ اشبہ والنظائر میں مذکور ہے۔

الاصل فی الاشياء الابحة

یعنی ہر چیز اصل میں مباح و جائز ہے۔ یہ اصل میں امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کریمؑ کے نزدیک ہے۔

(الاشیاء والاعمال فی الاصل والاحکام، القواعد، ج ۱، ص ۵۶، ۵۷، مطبوعہ دارکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ)

متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اہل حنفیہ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے

هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا (البقرہ، ۲۹)

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے، پیدا فرمایا۔

لہذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو۔ صاحب ہدایہ کا بھی یہی مسلک ہے

(الہدایہ، کتاب المغلوۃ، باب احوال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنه فهو مما

عفا عنه

حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جن چیزوں سے سکوت فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمۃ، باب الاکل، ص ۳۳۶، ج ۴، ص ۵۶، مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت ۱۴۲۰ھ)

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور ﷺ کا قول و فعل اور صحابہ کرام کا قول و فعل تو حجت شریعہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل عدم جواز کے لئے حجت شریعہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز و مباح ہے کہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ بلکہ ہر مباح بہ نیت خیر باعث اجر و ثواب ہے اور مستحسن کہ الاعمال لابیات حدیث صحیح ہے۔ بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیمات اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے، سب مستحسن ہیں۔

(بہار شریعت، جلد ۳، ص ۱۰۷۱، قاعدہ نمبر ۱۰، القواعد الفقہیہ، مکتبہ العربیہ)

اصول الشاشی میں یہ قاعدہ مذکور ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی مطلق اپنے مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ اس کو اس مثال سے سمجھیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن عظیم میں مومنوں کو اپنے حبیب ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا اور اپنی رحمت واسع ہے اس حکم کو مطلع رکھا یعنی اس زمان و مکان و صیغہ و وقت کی کوئی قید نہیں لگائی لہذا مومنین درود و سلام جب چاہیں، جس وقت چاہیں اور جس ہیئت و صیغہ کے ساتھ چاہیں پڑھ کر حکم خداوندی پر عمل کی سعادت پاسکتے ہیں (بکذنی الحسائی)

ما راہ المسلمون حسنا فهو عند اللہ حسن

(المسند الامام بن حنبل، مسند عبد اللہ بن مسعود، الحدیث ۳۶۰۰، جلد ۲، ص ۱۶، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۴ھ)

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہل علم و اہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔

(کشف الخفاء حرف الصحیح الحدیث 2212 جلد 2، ص 168، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 1422ھ)

یہ حدیث اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اس کے تحت وہ تمام امور آجاتے ہیں جنہیں مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مبارک میں یا اس کے بعد اچھا سمجھ کر کرتے آئے ہیں جیسے اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام، میلاد و قیام، ایصال ثواب، اعراس بزرگان دین، وغیرہ کو ان بدامور کو اہل ایمان فدا یا ان خیر الامم مفتی علیہ السلام اچھا سمجھ کر بجالاتے اور ثواب پاتے ہیں۔

(عامہ کتب اصول الفقہ) (تحفیں اصولی الثانی ص 124 غیر مطبوعہ مکتبہ المدینہ)

ان تمام تر اصول و قواعد سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اذان سے قبل اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام جائز و امر مستحسن ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے اور حق سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہلہ و طہین

اس سے وہ لوگ درس عبرت حاصل کریں جنہوں نے شرک و بدعت کو اپنا تکیہ کلام بنایا ہوا اور شرک و بدعت کی تسبیح پڑھتے رہے ہیں حالانکہ ان بے وقوفوں، عقل کے اندھوں، دل کے گندھوں سر سے گنجوں کو صحیح طرح شرک و بدعت کی تعریف بھی معلوم نہیں ہوتی اور صحیح العقیدہ سنی اسلامی بھائیوں پر شرک و بدعت کے تیر برساتے ہیں اور اصول الاصول فخر الرسول بی بی آمنہ کے مہکتے پھول صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے یا رسول پکارنے کو شرک کہتے ہیں۔

سلطان العارفین قدوة السالکین سیدنا سلطان باہور رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو شخص حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا بلکہ موت جانتا ہے، اس کے منہ میں خاک اور وہ دونوں جہاں میں سیاہ رو (یعنی سیاہ چہرے والا) ہے اور ضرور بالضرور شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہے گا۔ (عقل بیدار ص 289، ملقط مطبع پروگریسو بکس لاہور)

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے (مدائق بھٹل) لہذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت فرمایا، وہ جائز و مباح ہے۔ اگر کوئی شخص اسے ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے۔ کیونکہ سکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح و جائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہو چکی ہے۔ دوسری آیت جس میں یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہونا ہے یہ ہے۔

یا ایہا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم نسؤکم (النساء 101)

اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کر دیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے۔

اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے تحت ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہو گیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔ وہ آیت

مذکورہ (هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً) کی رو سے جائز و مہیات ہیں (تلك حدود الله فلا تعتدوها) (البقرہ 29) اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو تبذا جو ان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سید یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن و حدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت و تہدید کی گئی ہے۔ تبذات میت کو ایصال ثواب کے لئے تعیین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوالا کہ بارگاہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا ناجائز و بدعت و اعتقاد مخالف میااد شریف اور صلوٰۃ و سلام اور بیعت و ارادت وغیرہا کے عدم جواز و بدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اہل درجہ میں قواعد فقہیہ بیان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہئے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء و العیاذ باللہ و تعالیٰ

ان الله وملائکة يصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیا
میضہ مضارع (یصلون کے راز)

حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں میضہ مضارع (یصلون) لایا گیا جو دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔
دیکھو القول الہدی

اس آیت میں درود و سلام کا مطلق حکم ہوا کسی وقت، کسی مقام کی کوئی قید نہیں۔

صلوا و سلموا۔ دوام کے معنی بیان فرمائے ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے محبوب و مستحبینہ پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجنے کا حکم فرمایا کہ اے ایمان والو میرے نبی پر درود و سلام بھیجو اور خوب بھیجو لیکن اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی اور نہ ہی کوئی شرط و قید لگائی کہ صرف فلاں درود پڑھو اور فلاں درود نہ پڑھو اور فلاں وقت میں پڑھو، فلاں جگہ پڑھو اور فلاں جگہ نہ پڑھو۔ صبح پڑھو اور شام نہ پڑھو، فلاں دن پڑھو اور فلاں دن نہ پڑھو۔ اذان سے پہلے اور بعد میں نہ پڑھو، ایسا کسی آیت میں ارشاد نہیں فرمایا تو پھر اذان سے پہلے یا اذان کے بعد الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے والوں پر اعتراض کیسا؟

اب ہم الصلوٰۃ والسلام یا رسول پڑھنے کے مطلق چند اقوال ذکر کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مفسر قرآن حضرت اسماعیل حقی بروی نے اپنی تفسیر روح البیان میں 40 صفحوں کے ساتھ یہ درود لکھا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

(تفسیر روح البیان جلد 7، ص 235)

نور الایضاح و مرآۃ القلاح مع طحاوی

السلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ السلام علیک یا نبی اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ

طحاوی مع المرآۃ ص 430 جلد 2، مطبوعہ قاسم پبلی کیشنز

فتح القدیر میں ہے: السلام علیک یا رسول اللہ یا خیر خلق اللہ (فتح القدیر جلد 3 ص 95)

امام اہلسنت قاطع مجددیت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا:

سرسوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا	دل تھا ساجد مجھ یا پھر تجھ کو کیا
بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے	یا رسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا
لجبادی کہہ کے ہم کو شاہ نے	اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب	تو نہ ان کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا
مجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی	یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا
دیو تجھ سے خوش ہے پھر ہم کیا کریں	ہم سے راضی ہے خدا پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض	ہم ہیں عبد مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
-----------------------------	---------------------------

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

بَابُ فِي الْمُؤَذِّنِ يَسْتَدِيرُ فِي أَذَانِهِ

باب: اذان کے دوران مؤذن کا گھوم جانا

520 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَثْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، جَمِيعًا عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَكَّةَ وَهُوَ فِي قُبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ فَخَرَجَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ فَلَكُنْتُ أَسْتَبِيعُ قَمَهُ هَاهُنَا وَهَاهُنَا، قَالَ: ثُمَّ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ حُلَّةُ حَمْرَاءَ بُرُودِيَانِيَّةٍ قَطْرِيٌّ - وَقَالَ مُوسَى - قَالَ: رَأَيْتُ بِلَالًا خَرَجَ إِلَى الْأَبْطَحِ فَأَذَّنَ فَلَمَّا بَلَغَ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، لَوِي عُنُقَهُ يَمِينًا وَشِمَالًا، وَلَمْ يَسْتَدِيرْ ثُمَّ دَخَلَ فَأَخْرَجَ الْعَتَرَةَ وَيَسَاقُ حَدِيثُهُ

عون بن ابوجحیدہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں مکہ مکرمہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چڑے سے بنے ہوئے سرخ خیمے میں موجود تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ انہوں نے اذان دی انہوں نے اذان کے دوران اپنا منہ اس طرف اور اس طرف (دائیں اور بائیں طرف) پھیرا۔ راوی کہتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپ نے سرخ حلیہ زیب تن کیا ہوا تھا جو یمن کی بنی ہوئی قطری چادروں کا تھا۔

موکی نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ میدان کی طرف تشریف لائے۔ انہوں نے اذان دی۔ جب وہ حی الفلاح حی الفلاح پر پہنچے تو انہوں نے اپنی گردن کو دائیں طرف اور بائیں طرف موڑا لیکن پورا نہیں

گھوڑے۔ پھر وہ اندر تشریف لے گئے انہوں نے نیزہ نکالا (اوپر اس کے بعد راوی نے پوری حدیث ذکر کی ہے)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدُّعَاءِ بَيْنَ الْإِذَا وَالْإِقَامَةِ

باب: اذان اور اقامت کے درمیان دعا مانگنا

521 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ زَيْدِ الْعَقْبِيِّ، عَنْ أَبِي إِيَّاسٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْذَى الدُّعَاءُ بَيْنَ الْإِذَا وَالْإِقَامَةِ

﴿﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اذان اور اقامت کے دوران کی جانے والی دعا مسترد نہیں ہوتی۔“

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ

باب: جب آدمی مؤذن کو سنے تو کیا پڑھے گا؟

522 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ

الذَّيْلِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا

مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ

﴿﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب تم اذان سنو تو اسی کی مانند کہو جو مؤذن کہتا ہے۔“

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا بیان

523 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهَبٍ، عَنِ ابْنِ لَهْيَعَةَ، وَحَيَّوَةَ، وَسَعِيدِ بْنِ أَبِي أَيُّوبَ،

عَنْ كَعْبِ بْنِ عُلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّهُ سَمِعَ

النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ

صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لِي الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا

تُنَبِّغُنِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ تَعَالَى، وَأَزْجُو أَنْ أَكُونَ آتَاهُو، فَمَنْ سَأَلَ اللَّهَ لِي الْوَسِيلَةَ، حَلَّتْ عَلَيْهِ

الْشَّفَاعَةُ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

521 - حدیث صحیح، و هذا اسناد صحیف لضعف زید العمی: و ہر ابن الحواری: سفیان: هو التوریدی و ابو ایاس: هو معنویہ بن لوق و اخر حہ

الترمذی (210) و (3911) و (3912)، والنسائی فی "الکبیری" (9813) و (9814) من طرف عن سفیان، مہذا الاسناد، وقال الترمذی:

حدیث حسن، و اخر حہ النسائی (9815) من طریق عبد الرحمن بن مہدی عن سفیان، بمعرفہ، و اخر حہ ابیہ (9816) من طریق قدادہ عن

اسن موقوفاً، و اسنادہ صحیح

”جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے پھر تم مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے پھر تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کی دعا مانگو۔ بے شک یہ جنت میں ایک مقام ہے جس تک اللہ کے بندوں میں سے کوئی ایک بندہ ہی پہنچے گا اور مجھے یہ امید ہے کہ وہ بندہ ”میں“ ہوں گا جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کی دعا مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔“

شرح

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا۔ جس آدمی نے اذان سن کر (یعنی اذان ختم ہونے اور اس کا جواب دینے کے بعد) یہ دعا پڑھی تو قیامت کے روز مجھ پر اس کی شفاعت لازم ہوگی۔ ”دعا یہ ہے: اَللّٰهُمَّ زِدْ هٰذِهِ الدَّعْوَةَ الثَّامَةَ وَالصَّلٰوةَ الْقَائِمَةَ اَبَیْ مُحَمَّدٍ النَّوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مِّمَّنْ ذِیْنَ الذِّیْ وَعَدْتَهُ“ اے اللہ مالک اس کامل دعا (اذان) کے اور پروردگار اس نماز قائمہ کے ہمارے سر اور محمد رسول اللہ ﷺ کو وسیلہ (جنت کا سب سے خاص و اعلیٰ درجہ) اور بزرگی عنایت فرما اور پہنچا ان کو مقام محمود پر جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول، حدیث نمبر 624)

اس دعا میں اذان کو ”دعا“ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اذان لوگوں کو نماز اور اللہ کے ذکر کی طرف جاتی ہے۔ نماز کو قائمہ اس لئے کہا گیا ہے کہ نماز ہمیشہ قیامت تک قائم و برقرار رہے گی۔ اس دعا میں والفضیلة کے بعد والدرجہ الریفة کے الفاظ بھی پڑھنے جاتے ہیں مگر یہ کسی روایت میں مذکور نہیں ہیں۔ ”مقام محمود“ شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے اور یہ وہ مقام ہوگا جہاں رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز عاصیوں کے لئے شفاعت کرنے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ میدان حشر میں جب ہر طرف نفسی کاں لہم ہوگا اللہ کی مخلوق حساب و کتاب کی پریشانیوں میں مبتلا ہوگی اور تمام لوگ وہاں کی سختیوں کی بناء پر حیران و سرگرداں ہوں گے تو یکے بعد دیگرے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کے پاس شفاعت کے لئے جائیں گے مگر وہ سب ہیبت و دہشت کی بنا پر شفاعت کی جرات نہ کر سکیں گے اور کہیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ کیونکہ ان کے اگلے بچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں، وہی اللہ کی مخلوق کی شفاعت کے حقدار ہیں۔ چنانچہ تمام لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے تب آپ ﷺ ہر گاہ رب العزت میں حاضر ہو کر لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ اس وقت ہر آدمی کی زبان پر آپ ﷺ کی تعریف ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ ﷺ کی تعریف کریں گے گویا شان محمدیت ﷺ کا پورا پورا ظہور ہوگا۔ اور تمام مخلوق آپ ﷺ کی عظمت و بزرگی کو رشک کی نگاہوں سے دیکھے گی۔ وعدتہ (جس کا تو نے وعدہ کیا ہے) اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ آیت (عَسٰی اَنْ یُّنْعَلَکَ زِبْطٌ مِّمَّا مَعْمُوْدًا) (17- الاسراء: 79)

امید ہے کہ آپ (ﷺ) کا پروردگار آپ (ﷺ) کو مقام محمود میں جگہ دے گا۔ ”خداوند کریم عنقریب آپ کو شافع محشر بنا کر مقام محمود پر کھڑا کرنے والا ہے۔ اور یہ وہ عزت و کرامت ہے جو بنی آدم میں آپ (ﷺ) کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہے کہ سب سے زیادہ آپ (ﷺ) ہی پر عبادت اور شب کا سوز و گداز بھی فرض ہوا ہے۔ ولا بسوز کہ سوزے تو کارہا بکند دعائے نیم شبی

رفع صد بلا بکند یہی کی روایت میں اس دعاء میں وعدہ کے بعد انک لا تخلف الميعاد (یعنی بے شک تو وعدہ خدا فی نہیں رہتا) بھی مذکور ہے۔

مقام محمود کی تحقیق کا بیان

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: غریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔

مقام محمود کی تفسیر میں چار قول ذکر کیے گئے ہیں۔ (۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کبریٰ عطا فرماتا (۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم کا جہنم دطا فرماتا (۳) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے شفاعت کا اذن عطا فرماتا (۴) اللہ تعالیٰ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے عرش پر بٹھانا (یہ قول مخدوش ہے)۔ (الجامع ۱۱۱۱ احکام القرآن ج ۱، ص ۱۸۰-۱۷۶)

شفاعت کبریٰ کے متعلق احادیث کا بیان

شفاعت کبریٰ سے مراد وہ شفاعت ہے جو سب سے پہلی شفاعت ہوگی کہ اللہ تعالیٰ عشر والوں کا حساب شروع کرے، اس دن اللہ تعالیٰ اس قدر جلال میں ہوگا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی جرات نہیں کرے گا، سب خوف زدہ ہوں گے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو اذن شفاعت دے گا یہی مقام محمود ہے کہ جو کام کوئی نہ کر سکے گا آپ قیامت کے دن وہ کام کریں گے اور تمام اولین اور آخرین آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

حضرت ابن عمر بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ مختلف گروہوں میں بٹ جائیں گے، ہر گروہ اپنے نبی کی پیروی کرے گا، وہ کہیں گے اے فلاں شفاعت بھیجے، حتیٰ کہ شفاعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے گی، یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۷۱۸، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقامنا محمودا۔ آپ نے فرمایا یہ شفاعت ہے۔ (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۳۷، مسند احمد ج ۲، ص ۱۱۱، دلائل النبوة للشیخ ابن کثیر ج ۱، ص ۱۸۴)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا: عسی ان یبعثک ربک مقامنا محمودا۔ آپ نے فرمایا یہ وہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

(مسند احمد، رقم الحدیث: ۲۷۳۷، جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۲۷۳۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج قریب آگجائے گا حتیٰ کہ لوگوں کے آدھے کانوں تک پسینہ پہنچ جائے گا، وہ اسی حال میں ہوں گے پھر حضرت آدم سے فریاد کریں گے، پھر حضرت موسیٰ سے، پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے، پھر آپ شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے، پھر آپ جا کر جنت کے دروازے کے صحنے کو پہنچیں گے پس اس وقت اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز کرے گا اور تمام اہل محشر آپ کی تعریف اور تحسین کریں گے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۷۳۷، مسند احمد ج ۲، ص ۱۱۱، سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۲۵۸۵)

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی طرح بے قرار ہوں گے، پھر وہ حضرت آدم کے پاس

یہ نہ خود قول ہے اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث یا ضعیف حدیث رسول خدا سے ملتی ہے۔
تائید میں صحابہ اور تابعین سے کوئی اثر یا قول مروی ہے۔ اور اس پر جو حدیثیں ملتی ہیں ان سے اس پر کوئی اثر نہیں ملتا۔
کوئی حدیث یا صحیح یا ضعیف یا اثر نہیں ہے اور نہ یہ حدیثیں صرف اتنی ہی بات ہے یہ قول ثابت نہیں ہو سکتا۔
اس کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر نہیں ہے۔ (غیر بیان القرآن، ص ۱۰۰)

مقام محمود کے بارے میں چار مختلف قول ہیں

امام قرطبی کہتے ہیں۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ کہ یہ قیامت کے دن دووں کی شفاعت کا مقام۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے۔ اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ مقام ہے جس پر قیامت کے دن مرد و عورت، بزرگ و جوان، غنی و فقیر، عرب و عجم، ہند و چین، ہر ایک کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرنے کی اور یہ سب کی شفاعت کر، یہاں تک کہ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شفاعت انتہا کو پہنچ جائے گی، پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو حق و محبوب قرار فرمائے گا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ہمیں حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا لوگ آپس میں بعض سے بعض اب کا اظہار کریں گے اور ہم دو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے، تو آپ فرمائیں گے اور ہم دو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: اپنی اولاد کی شفاعت کیجئے، تو آپ فرمائیں گے: میں یہ نہیں کہتا لیکن تم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ جاؤ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم دو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو آپ بھی فرمائیں گے: میں نہیں کہتا، البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے اور وہ بھی کہیں گے: میں میں شفاعت نہیں کر سکتا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور کلمہ اللہ ہیں، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے: میں اس کے لئے تیار نہیں البتہ تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: میں اس کے لئے تیار ہوں۔ آگے حدیث ذکر کی۔ اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قول باری تعالیٰ: عَمْسِ اَنْ يَسْئَلَكَ رِيْكَ مَقْدَمِ مُحَمَّدًا کے بارے فرمایا جب اس کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ (مقام) شفاعت ہے۔ اور متذکرے نے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ مقام محمود ہی اس شفاعت کا امر ہے جیسے انبیاء شہیم السلام ایک دوسرے کے ذمہ گاہیں گے، یہاں تک کہ یہ امر ہمارے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک انتہا کو پہنچ جائے گا۔ پس آپ اہل موقف کی یہ شفاعت کریں گے تاکہ ان کا حساب جلدی میں ہو جائے اور وہ اپنے موقف (ٹھہرنے کا محل، میدان حشر) کے بول اور خوف سے راحت اور سکون پائیں۔ اور یہ شفاعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور میں پر خدائے تعالیٰ نے کہا ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تم شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جنت کی طرف سبقت لے جانے کی شفاعت۔

اور اہل کبار کی شفاعت۔ ابن عطیہ نے کہا ہے: مشہور یہ ہے کہ یہ صرف دو شفاعتیں ہیں: شفاعت عامہ، جہنم سے گنہگاروں کو نکالنے کی شفاعت اور یہ دوسری شفاعت وہ ہے جسے انبیاء خلیمہ اسلام دور نہیں بنائیں گے اور نہ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالیں گے بلکہ وہ شفاعت کریں گے اور ماما بھی شفاعت کریں گے۔ اور قاضی ابوالفضل عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے: قیامت کے دن ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعتیں پانچ ہیں! شفاعت عامہ، دوسری بغیر حساب کے قوم و جنت میں داخل کرنے کے بارے، تیسری آپ کی امت کے موصدین کی ایک جماعت جنہوں نے اپنے گناہوں کے سبب جہنم واجب کر لی ہوگی پس ان کے بارے میں ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کریں گے، اور اللہ تعالیٰ جس کے بارے چاہے گا کہ وہ شفاعت کریں اور وہ جنت داخل ہو جائیں گے۔ اور یہی وہ شفاعت ہے جس کا مبتدع خوارق اور معتزل نے انکار کیا ہے، اور انہوں نے اس کا انکار اپنے فاسد اصولوں کی بنا پر کیا پر کیا، اور وہ استحقاق عقلی پر کسی کو حسین اور قبیح قرار دینے کا دار و مدار ہے اور چونکہ ان گنہگاروں کے بارے میں ہے جو جہنم میں داخل ہوں گے اور انہیں ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء خلیمہ السلام، ملائکہ اور ان کے مومن بھائیوں کی شفاعت سے باہر نکالا جائے گا۔ اور پانچویں شفاعت جنت میں اہل جنت کے درجات میں زیادتی اور ان کی بلندی کے بارے ہوگی۔ اور یہ شفاعت ہے جس کا معتزل انکار نہیں کرتے اور نہ وہ حشر اول کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا: سلف صالحین کا حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی التجا کرنا اور ان کا اس میں رغبت رکھنا خبر مشہور اور مستفیض سے ثابت اور معلوم ہے، لہذا اس بنا پر اس کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جس نے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے میرا یہ دعا کرنا مکروہ ہے کہ وہ تجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت عطا فرمائے، کیونکہ یہ تو نقطہ گنہگاروں کے لئے ہوگی۔ اس لئے کہ یہ حساب میں تخفیف اور درجات اور مراتب میں زیادتی اور بلندی کے لئے بھی ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ پھر ہر عقلمند کو تاہیوں کا اعتراف کرنا ہے اور وہ معافی کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ اپنے عمل کے سبب سرکش اور حدود سے تجاوز کرنے والا نہیں ہوتا اور وہ اس سے ذرا تار پتا ہے کہ کہیں وہ ہلاک ہونے والوں میں سے نہ ہو جائے، اور مذکورہ قول کرنے والے کے قول سے تو یہ لازم آتا ہے کہ وہ مغفرت اور رحمت کی دعا ہی نہ مانگے کیونکہ یہ بھی گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔ اور یہ سب اس کے خلاف ہے جو کچھ سلف و خلف کی دعا سے معلوم ہوا ہے۔

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کسی نے اذان سن کر یہ دعا پڑھی: اللھم رب هذه الدعوة التامة والصلوة القائمة آت محمدان۔۔۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔۔۔ الوسيلة والفضيلة وابعثه مقاما محمودان الذی وعدته قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔"

دوسرا قول یہ ہے۔۔۔ کہ مقام محمود سے مراد اللہ تعالیٰ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن لواء الحمد عطا کرنا ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: اس قول اور پہلے قول کے درمیان کوئی منافرت نہیں ہے، کیونکہ لواء الحمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست

مبارک میں ہوگا اور آپ شفاعت کریں گے۔ ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں قیامت کے دن اولاد کا سردار ہوں گا اور یہ میں فخر سے نہیں کہہ رہا اور

میرے ہاتھ میں لو اور الحمد ہوگا اور اس پر مجھے فخر نہیں اور اس دن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے سوا کوئی نبی نہ ہوگا۔
جہنم کے نیچے ہوگا۔ الحدیث۔

تیسرا قول یہ ہے۔۔۔ اسے علامہ طبری (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک جماعت سے بیان کیا ہے، اس میں سے حضرت محمد بھی ہیں، اس جماعت نے یہ کہا ہے کہ مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفیٰؐ کو اپنے ساتھ اپنی کبریٰ پر بٹھائے گا اور اس بارے میں انہوں نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ اور علامہ طبری نے اس کے جواز کو ایک قول کی زیادتی سے قویٰ بنا دیا ہے۔ اور وہ نہیں نکل سکا مگر معنی میں حیلہ اور انتہائی نرمی برتنے کے ساتھ، اور اس میں حقیقت سے بہت بعد اور دوسری جہاں کے باوجود روایت کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اور اس کے معنی میں تاویل ہوگی۔ اور نقاش نے ابو داؤد جہستانی سے ذکر کیا ہے کہ انہیں نے کہا: جس نے اس حدیث کا انکار کیا تو وہ ہمارے نزدیک متہم ہوگا۔

اہل علم اس کے بارے میں مسلسل بیان کرتے رہے ہیں، جس نے اس کی تاویل کی بنا پر اس کے جواز کا انکار کیا ہے۔ پھر نے کہا ہے: حضرت مجاہد اگرچہ ائمہ میں سے ایک ہیں آپ قرآن کریم کی تاویل کرتے ہیں کیونکہ آپ کے بقول ہیں جو اہل علم نے نزدیک چھوڑ دیئے گئے ہیں: ان میں سے ایک یہی ہے۔ اور دوسرا اس قول باری تعالیٰ کی تاویل میں ہے: وجہ یومئذ ہر فرد کو رہنا غرقہ۔ (القیامۃ) فرمایا: وہ ثواب کا انتظار کرے گا، یہ نظر (یعنی رب کریم کو دیکھنے) سے نہیں ہے۔

میں (مفسر) کہتا ہوں: ابن شہاب نے حدیث التزیل کے باپ میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور حضرت مجاہد سے بھی اس آیت میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر بٹھائے گا۔ اور یہ تاویل محال نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام اشیاء اور عرش کو پیدا کرنے سے پہلے اپنی ذات کے ساتھ قائم اور موجود تھا، پھر اس نے بغیر حاجت اشیاء کو تخلیق فرمایا مگر اسے اپنی حاجت اور ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف اپنی قدرت اور حکمت کے اظہار کے لئے ایسا کیا، اور اس لئے تاکہ اس کا وجود، اس کی توجہ، کمال قدرت اور تمام افعال محکمہ کے بارے میں اس کا علم معلوم ہو جائے، اور اس نے اپنے لئے عرش تخلیق فرمایا اور اپنی قدرت اور شہنشاہی کے مطابق اس پر قرار پزیر ہوا بغیر اس کے کہ اللہ کریم نے اس کو کس کیا ہو، یا عرش اس کے مکان بنا ہو، کہا گیا ہے: وہ اب بھی اس صفت پر ہے جس پر وہ زمان و مکان کو پیدا کرنے سے پہلے تھا، پس اس بناء پر جواز میں یہ قول کرنا برابر ہے کہ حضرت محمدؐ عرش پر قرار پزیر ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر قرار پزیر ہونا انتقال، زوال، احوال کا تبدیل ہونا مثلاً اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ اور اس حالت جو عرش کو مشغول کر دے، کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ وہ اپنے عرش پر بلا کیف مستکن ہوا جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں خبر دی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا حضرت محمدؐ کو عرش پر بٹھانا نہ تو آپ کے لئے صفت ربوبیت کو ثابت کرتا ہے اور نہ آپ کو صفت عبودیت سے نکالنے کا سبب ہے، بلکہ یہ تو آپ کے مقام محل کو بلند کرنا اور آپ کو اپنی مخلوق پر شرف و عزت عطا کرنا ہے۔ اور اخبار میں آپ کا قول معنویہ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کی طرح ہے: ان الذین عند ربک (الاحزاب: ۱۲۶) (بے شک جو مقرب ہیں تیرے رب کے) اور رب ابن عندک بیتا فی الجنة (الاحزاب: ۱۱) (اے میرے رب! بنادے میرے لئے ایک گرجہ میں)۔ اور وان اللہ لمع للحسین (الحکمت: ۶۹) (اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بروقت) محسنین کے ساتھ ہے) اور اسی طرح کے دیگر ارشادات۔ یہ تمام بلند رتبہ، اور درجہ کی طرف عام ہیں نہ کہ مکان کی طرف۔

ہو تھا قول یہ ہے کہ آپ کا اپنی شہادت سے ساتھ انہم سے انکی فائز ہے نہیں ہے: یہ کہ ہمارا ان کا اللہ ہے اور
نے کہا ہے۔ اسے مسلم نے ذکر کیا ہے۔ ہم نے اسے کتاب الزہد میں لکھا ہے۔ واللہ اعلم
رات کے قیام کے مقام نمود کا سبب ہونے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے۔۔۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اہل میں سے جسے چاہتا ہے اللہ اسے سب سے پہلے اس
میں وجہ حکمت کی پہچان نہ کرائے، بلکہ حکمت کی معرفت مقرر کرے۔

دوسرا قول یہ ہے۔۔۔ کہ رات کے وقت قیام کرنے میں لوگوں کو مجبور کر دینا تعالیٰ کے ساتھ مخلوق اختیار کرنے کی
مناجات کرنا ہے، پس اس نے رات کے قیام میں اپنے ساتھ مخلوق پیش اور اپنی مناجات مخلوق کی مناجات میں اختلاف ہے اور
اس میں مخلوق اپنے درجہ کے اعتبار سے ایک دوسرے پر لطایف پائی ہے اور مخلوق میں درجہ کے اعتبار سے سب سے اولیٰ
اعلیٰ حضور نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے کیا گمان ہے کہ وہ مجبور مقرر کیا جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے بعد آپ اس
وقت شفاعت کریں گے جب کوئی شفاعت نہیں کرے گا۔

اور عسیٰ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے واجب اور ثابت ہے عقل میں ہوتا ہے۔ اور عقائد علم کی بنا پر واجب ہے سب سے
بمعنی لی مقام اول کی مقام۔ اور طبری نے حضرت ابو جریہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
"مقام محمود عسیٰ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔" یہی مقام دوم ہے جس میں انسان اور ظہیر و انجام
دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے جیسا کہ وہ مقامات جو بادشاہوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ (تلمیح میں لکھا ہے: ص ۱۰۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے گناہ گاروں کی بخشش کا بیان

پیر محمد کریم شاہ ازہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ هو النقام الذی اطلع فی لایق یہ وہ مقام ہے جو میں
میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ اما مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز تمکسہ مامیوں اور چار سو تکیہ والوں
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کو پڑھا: رب انہم اضللن کثیرا من الناس فمن تبعنی فانه
منی ومن عصانی فانک غفور رحیم (اے رب ان جنوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنہوں نے میری پیروی کی تو وہ میری
وہ میرے گروہ سے ہونگے۔ اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو وہ غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول
کو دہرایا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک وانت العزیز الحکیم۔ (انگرتوان و خطاب دے تو وہ تیرے
بندے ہیں اور اگر ان میں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے)

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی امتی امتی ثم بکی اے میرے رب میری امت کو بخش
دے۔ میری امت کو بخش دے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زار و قطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا جبرئیل اذهب الی محمد
فقل الہ اناسنر ضیک فی امتک ولا نسوک۔ اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جا اور جانے دے یہ ایسا ہے۔ اسے حبیب
ہم تجھے تیری امت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔

روز محشر جب ہر دل پر خوف و ہراس طاری ہوگا جلال خداوندی کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوگی۔ بڑے بڑے شجاع اور زور آور اور سرکش مارے خوف کے پانی پانی ہو رہے ہوں گے۔ ساری مخلوق خدا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت کلیم تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی لیکن کہیں شنوائی نہ ہوگی۔ آخر کار حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے گی اور ان سے شفاعت کی ہتھی ہوگی۔ آپ جواب دیجئے کہ میں خود تو آج لب کشائی کی جسارت نہیں کر سکتا۔ ہاں تمہیں ایک کریم کا آستان بتاتا ہوں جس پر حاضر ہونے والا کبھی نامراد واپس نہیں لوٹا۔ جاؤ! اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد مصطفیٰ منجیہ پہم کے پاس اور وہاں جا کر عرض حال کرو۔ چنانچہ سب بارگاہ محبوب کبریا منجیہ پہم میں حاضر ہو گئے اور اپنی داستان غم پیش کرینگے۔ حضور من کر فرمائیں گے انا لہا۔ انا لہا۔ ہاں میں تمہاری دستگیری کے لیے تیار ہوں۔ حضور منجیہ پہم عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ میں گر جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان نور سے سبوح و قدوس رب کی حمد و ثناء کریں گے۔ ادھر سے آواز آئے گی یا محمد ارفع رأسک قل تسمع قل تسمع ارفع ارفع سر ہا خوبی و زیبائی! اپنے سر مبارک کو اٹھاؤ۔ کہو تمہاری بات سنی جائے گی۔ تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے۔ تم شفاعت کرتے جاؤ ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔ اس طرح شفاعت حبیب سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں کا دروازہ کھلے گا۔

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور منجیہ پہم پر نور سرور عالمیاں پانچ شفاعتیں فرمائیں گے۔ ۱۔ شفاعت عامہ جس سے مومن اور کافر، اپنے بیگانے سب مستفیض ہوں گے۔

۲۔ بعض خوش نصیبوں کے لیے بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے کی شفاعت فرمائیں گے۔

۳۔ وہ موحّد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پا جائیں گے۔ حضور کی شفاعت سے بخش دیئے جائیں گے۔

۴۔ وہ گنہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضور شفاعت فرما کر ان کو وہاں سے نکالیں گے۔

۵۔ اہل جنت کے مدارج میں ترقی کے لیے سفارش فرمائیں گے۔

خود سوچئے جس کا دامن کرم سب کو ڈھانپے ہوگا۔ جس کی محبوبیت کا ڈنک ہر جگہ بج رہا ہوگا۔ جس کی جلالت شان اپنے بھی دیکھیں گے اور بیگانے بھی۔ ایسے میں کون سادل ہوگا جو اس محبوب کی عظمت کا اعتراف نہ کرے گا اور کون سی زبان ہوگی جو اس کی تعریف و توصیف میں زحرمہ نہ ہوگی۔

یہاں بتایا جا رہا ہے کہ اسے مکہ کے باشندہ! تم جس کی راہ میں کانٹے بچھانا اپنا مقدس فرض سمجھتے ہو۔ جسے طرح طرح سے اذیت دے کر اپنی تفریح کا سامان کرتے ہو۔ طرح طرح کے شکوک و شبہات میں گرفتار ہو کر میرے برگزیدہ بندے کی جلالت شان کا انکار کرتے ہو۔ اس کی حقیقت سے پردہ تب اٹھے گا جب داؤد محشر عزت و جلال کے عرش پر متمکن ہو کر ہر چیز کو اپنے دربار میں جوابدہی کے لیے طلب فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور منجیہ پہم نے ارشاد فرمایا: انا سید ولد آدم یوم القيامة ولا ینخر و یندی لواء الحمد ولا فخر و ما من نبی یومئذ آدم و من سواہ الا تحت لوائی۔ (ترمذی شریف)

یعنی قیامت کے دن ساری اولاد آدم کا سردار میں ہونگا۔ حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا۔ سارے نبی میرے پرچم کے نیچے

جمع ہو گئے۔ یہ ساری باتیں اظہار حقیقت کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ غرضیات مقصود نہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی نے سائنس صحابہ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے۔ لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا انکار کیا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث متواتر ہے۔ جس بڑا بد بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے۔ قال السیوطی هذا حدیث متواتر فتعس من انکر الشفاعۃ۔ امام بخاری اور مسلم نے حضرت فاروق اعظم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ایک دن خطبہ میں فرمایا: انه سيكون في هذه الامۃ قوم يكذبون بعذاب القبر ويكذبون بالشفاعة آج سے پہلے بھی اس کا انکار معتزلہ اور خارجیوں نے کیا اور آج بھی ایک طبقہ بڑی شد و مد سے اس کا منکر ہے اور جب دلائل صحیحہ کے باعث انکار نہیں کر سکتے تو شفاعت کا ایسا مفہوم بیان کرتے ہیں جس میں شان مصطفیٰ کا انکار پایا جاتا ہے۔ لیکن انہیں یہ جسارت کرتے ہوئے اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ جو آج شفاعت کا انکار کرے گا وہ کل اس سے محروم کر دیا جائے گا۔ (تفسیر فیاض القرآن، امراء، لاہور)

اذان کا جواب دینے کا بیان

524 - حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَعْنِي الْحُبَلَاءَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَجُلًا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤَذِّنِينَ يَفْضُلُونَنَا، فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُلْ كَمَا يَقُولُونَ فَإِذَا انْتَهَيْتَ فَسَلِّ تَعْلَةً ﴿١﴾ ﴿٢﴾ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! اذان دینے والے لوگ ہم سے فضیلت لے جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم بھی وہی کہو جو وہ کہتے ہیں: اور جب تم اس سے فارغ ہو جاؤ تو تم دعا مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔

شرح

اس میں اختیار ہے کہ ان کلمات کو یا تو اس وقت پڑھا جائے جب مؤذن اشہد ان لا الہ الا اللہ کہے یا اذان ختم ہو جانے کے بعد پڑھے۔ مناسب تو یہی ہے کہ اذان ختم ہونے کے بعد یہ کلمات پڑھے جائیں تاکہ اذان کے دوسرے کلمات کے جواب ترک نہ ہوں۔ اور ظاہر تو یہ ہے کہ مذکورہ ثواب اسی وقت ملے گا جبکہ اذان کے کلمات کا جواب دے کر بعد میں ان کلمات کو پڑھا گا۔

525 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنِ الْحَكِيمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَدِيسٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، رَضِيتُ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا غُفِرَ لَهُ ﴿١﴾ ﴿٢﴾ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

525 - اسنادہ صحیح، اللیث: هو ابن سعد، واخرجه مسلم (386)، والترمذی (208)، والسنی فی "الکبری" (1655)، واس ماحہ (721) من طریق اللیث بن سعد، بهذا الاسناد، وهو فی "مسند احمد" (1565)، و"صحیح ابن حبان" (1693)

”جو شخص موزن کی (اذان) سننے کے وقت یہ کہے۔

”میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں ہے وہ وہی ایک معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے سے حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے سے اور اسلام کے دین ہونے سے راضی ہوں۔ (یعنی ان پر ایمان رکھتا ہوں)“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) تو اس شخص کی مغفرت ہو جائے گی۔

526 - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ. عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ. عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَتَشَهَّدُ. قَالَ: وَأَنَا. وَأَنَا. سَيِّدَةُ عَائِشَةُ صَدِيقَةُ النَّبِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ بَيَانِ كَرْتِي هِيَ: نَبِيَّ الْكَرَمِ ﷺ جَبَّ مَوْزَنَ (کی اذان) سننے سے تو کلمہ شہادت پڑھنے سے اور یہ کہتے تھے: میں بھی اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔

اذان پڑھنے والے کے لیے جنت کی بشارت کا بیان

527 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ. حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ. عَنْ عَمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ. عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسَافٍ. عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ بْنِ عُمَرَ. عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. فَقَالَ: أَحَدُكُمْ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قَالَ: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فَإِذَا قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. قَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ. قَالَ: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ. ثُمَّ قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. قَالَ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِنْ قَلْبِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب موزن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے اور آدمی اللہ اکبر کہے جب موزن اشہدان لا الہ الا اللہ کہے تو آدمی اشہدان لا الہ الا اللہ کہے۔ جب وہ اشہدان محمد رسول اللہ کہے تو آدمی اشہدان محمد رسول اللہ کہے۔ پھر جب وہ حی علی الفلاح کہے تو آدمی لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے پھر جب وہ حی علی الفلاح کہے تو آدمی لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے پھر جب وہ اللہ اکبر کہے تو آدمی اللہ اکبر کہے جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو آدمی لا الہ الا اللہ صدق دل سے کہے تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا۔

شرح

اس مقام پر اللہ اکبر اختصار کی وجہ سے دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے کیونکہ سمجھانے کے لئے وہی مرتبہ کہنا کافی تھا اس لئے شہادتین

یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد الرسول للہ کو بھی صرف ایک ایک مرتبہ ہی ذکر کیا گیا ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے معنی یہ ہیں، برائی سے بچنے اور نیک کام کرنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، جب مؤذن حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح کہتا ہے تو وہ لوگوں کو نماز کے لئے بلاتا ہے۔ لہذا اس کے جواب میں یہ کلمہ کہنے والا گویا یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک امر عظیم اور زبردست فرض کی ادائیگی کا معاملہ ہے میں ایک عاجز و کمزور بندہ ہوں۔ میری قوت و طاقت کی کیا مجال کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی کی تحمل ہو سکوں۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہی ہوتی ہے جو ہم اس امر عظیم کو پورا کرتے ہیں اور چونکہ نماز کے لئے آنے کی طاقت اور قوت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہوتی لہذا اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرماتا ہے تو ہم نماز کے لئے آتے ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کہتا ہے تو اس کے کہے ہوئے کلمات کو اسی طرح دہراتا یعنی اس کا جواب دینا مستحب ہے البتہ ^{مستحب} یعنی حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنا چاہئے۔ بعض مقامات پر کچھ حضرات حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں ماشاء اللہ کان ولم یثلم یکن فرماتے ہیں یہ غلط اور مسنون طریقے کے خلاف ہے۔ لہذا ان کا جواب برسنے والے کو دینا چاہئے خواہ وہ وضو ہو یا بے وضو اور خواہ جہنمی ہو یا صالح، بشرطیکہ جواب دینے میں کوئی چیز مانع نہ ہو مثلاً کوئی بیت اقامہ ہو یا نماز پڑھ رہا ہو یا ایسے ہی کوئی دوسرا مانع ہو تو وہ اس وقت جواب نہ دے لیکن اس کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ ان امور سے فراغت کے بعد اذان کے کلمات جواب میں کہے۔ "صدق دل سے کہے" کا تعلق یا تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ سے ہے کہ یہ کلمہ صدق دل سے کہا جائے یا پھر اس کا تعلق پوری اذان کے کلمات سے ہے کہ جواب میں تمام کلمات پورے خصوصاً بوز صدق دل کے ساتھ کہے جائیں اور صحیح طور پر بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق پوری اذان سے ہے۔ جنت میں تو تمام مسلمان ہی داخل ہوں گے چاہے وہ کسی عذاب کے بغیر داخل ہوں یا عذاب کے بعد داخل ہوں۔ لہذا یہاں جنت میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ ایسا آدمی جو اذان کا جواب صدق دل سے دیتا ہے یعنی زبان سے تو ان کلمات کو ادا کرتا ہے اور دل میں ان کلمات کی صداقت کا پورا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ نجات پائے ہوئے لوگوں کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْإِقَامَةَ

باب: اقامت سن کر کیا کہا جائے؟

528 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ. حَدَّثَنِی رَجُلٌ. مِنْ أَهْلِ الشَّامِ

عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ. عَنْ أَبِي أُمَامَةَ. أَوْ عَنْ بَعْضِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. أَنَّ يَلَا لَا أَخَذَ فِي الْإِقَامَةِ. فَلَمَّا أَنْ قَالَ. قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ. قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَامَهَا اللَّهُ وَأَدَامَهَا

وَقَالَ: فِي سَائِرِ الْإِقَامَةِ كُنْخُو حَدِيثِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الْأَقَانِ

① شہر بن حوشب حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یا ایک اور صحابی کے حوالے سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہنا شروع کی جب انہوں نے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کہا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: أَقَامَهَا اللَّهُ

وَإِذَا مِثْلُهَا (اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے)

باقی اقامت میں اسی کی مانند الفاظ ہیں جو اذان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نقل کردہ روایت میں ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الدَّعَاءِ عِنْدَ الْآذَانِ

باب: اذان کے وقت دعا کے بارے میں روایات

529: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَنْبَلٍ. حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ. حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَزْرَةَ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ. عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَالَ: حِينَ يَسْمَعُ النِّدَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الثَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ. آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ وَالْفَضِيلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ. إِلَّا حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "جو شخص اذان سننے کے بعد یہ پڑھتا ہے:

اے اللہ! اے اس کمال دعوت اور اس کے نتیجے میں کھڑی ہونے والی نماز کے پروردگار! تو حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا کر اور ان کو اس مقام محمود پر فائز کر دے جس کا تو نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: تو ایسے شخص کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

شرح

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی بارگاہ میں (نجات کا) وسیلہ تلاش کرو۔ (المائدہ: ۳۵)

آیات سابقہ سے مناسبت:

اس سے پہلے متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سرکشی اور عناد اور اللہ کی نافرمانی کرنے پر ان کی جسارت اور دیدہ ویری کو بیان فرمایا تھا اور اللہ کی اطاعت اور عبادت کرنے سے ان کے بعد اور دوری کا ذکر فرمایا تھا۔ اللہ کے قرب کا وسیلہ اور ذریعہ اس کے خوف سے گناہوں کا ترک کرنا اور عبادات کا بجالانا ہے یہود نے اس وسیلہ کو حاصل نہیں کیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو حکم دیا کہ تمہارا طریقہ یہود کے برعکس ہونا چاہیے تم اللہ کے خوف سے گناہوں کو ترک کر کے اور اس کی اطاعت اور عبادت کر کے اس کے قرب کا وسیلہ تلاش کرو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے ذکر فرمایا تھا کہ یہود کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں اور اپنے باپ دادا کے اعمال پر فخر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ تمہیں اپنے اکابر اور اسلاف پر فخر کرنے کے بجائے نیک اعمال میں کوشش کرنی چاہیے اور عبادات کے ذریعہ اس کے قرب اور نجات کے وسیلہ کو تلاش کرنا چاہیے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اس سے متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کا ذکر فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ اللہ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ رہنمائی فرمائی ہے کہ قبولیت توبہ کے لیے اس کی بارگاہ میں وسیلہ تلاش کرو۔

وسیلہ بمعنی ذریعہ تقرب

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ لکھتے ہیں: کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنے کا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اس کے راستہ کی رعایت کرنا اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے۔

(المغرب ص ۵۰۱۔ ۵۰۰ مطبوعہ ایران ۱۳۰۵ھ)

علامہ ابن محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں: امام ثقت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (صحاح جوہری ج ۵ ص ۱۸۱۱ کنز الدقائق ج ۱ ص ۷۲۵۔ ۷۲۶ مطبوعہ ایران ۱۳۱۰ھ)

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کا جواز

امام محمد بن جزری متوفی ۸۳۳ھ آداب دعا میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی بارے میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔ (حسن حصین معتمد الذکرین ص ۲۱ مطبوعہ مطبعہ صغریٰ الدہلی ۱۳۰۵ھ)

شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں: ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ جانتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق میں سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعا صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔ (نہائی ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۱ مطبوعہ دار فہم بن عبد الوہاب)

شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ لکھتے ہیں: یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سالکین کے حق سے مراد یہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ (تخفہ الذکرین ص ۹ مطبوعہ مصر ۱۳۰۵ھ)

امام ابو حاتم محمد بن حبان متوفی ۳۵۴ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ (قسم کے) آدمیوں پر میں نے لعنت کی ہے اور ان پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ہر نبی کی دعا قبول کی جائے گی۔ (الحديث) (صحیح ابن حبان ج ۱۲ رقم الحديث ۵۷۱۹) حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے اور میرے علم میں اس کی کوئی علت نہیں ہے اور ذہبی نے اس کو برقرار رکھا۔ (المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۰۰ ج ۲ ص ۵۲۵ ج ۳ ص ۹۰) جامع الترمذی رقم الحديث ۱۲۸۸۵، ۱۲۸۸۶، ۱۲۸۸۷، ۱۲۸۸۸، ۱۲۸۸۹، ۱۲۸۹۰، ۱۲۸۹۱، ۱۲۸۹۲، ۱۲۸۹۳، ۱۲۸۹۴، ۱۲۸۹۵، ۱۲۸۹۶، ۱۲۸۹۷، ۱۲۸۹۸، ۱۲۸۹۹، ۱۲۹۰۰، ۱۲۹۰۱، ۱۲۹۰۲، ۱۲۹۰۳، ۱۲۹۰۴، ۱۲۹۰۵، ۱۲۹۰۶، ۱۲۹۰۷، ۱۲۹۰۸، ۱۲۹۰۹، ۱۲۹۱۰، ۱۲۹۱۱، ۱۲۹۱۲، ۱۲۹۱۳، ۱۲۹۱۴، ۱۲۹۱۵، ۱۲۹۱۶، ۱۲۹۱۷، ۱۲۹۱۸، ۱۲۹۱۹، ۱۲۹۲۰، ۱۲۹۲۱، ۱۲۹۲۲، ۱۲۹۲۳، ۱۲۹۲۴، ۱۲۹۲۵، ۱۲۹۲۶، ۱۲۹۲۷، ۱۲۹۲۸، ۱۲۹۲۹، ۱۲۹۳۰، ۱۲۹۳۱، ۱۲۹۳۲، ۱۲۹۳۳، ۱۲۹۳۴، ۱۲۹۳۵، ۱۲۹۳۶، ۱۲۹۳۷، ۱۲۹۳۸، ۱۲۹۳۹، ۱۲۹۴۰، ۱۲۹۴۱، ۱۲۹۴۲، ۱۲۹۴۳، ۱۲۹۴۴، ۱۲۹۴۵، ۱۲۹۴۶، ۱۲۹۴۷، ۱۲۹۴۸، ۱۲۹۴۹، ۱۲۹۵۰، ۱۲۹۵۱، ۱۲۹۵۲، ۱۲۹۵۳، ۱۲۹۵۴، ۱۲۹۵۵، ۱۲۹۵۶، ۱۲۹۵۷، ۱۲۹۵۸، ۱۲۹۵۹، ۱۲۹۶۰، ۱۲۹۶۱، ۱۲۹۶۲، ۱۲۹۶۳، ۱۲۹۶۴، ۱۲۹۶۵، ۱۲۹۶۶، ۱۲۹۶۷، ۱۲۹۶۸، ۱۲۹۶۹، ۱۲۹۷۰، ۱۲۹۷۱، ۱۲۹۷۲، ۱۲۹۷۳، ۱۲۹۷۴، ۱۲۹۷۵، ۱۲۹۷۶، ۱۲۹۷۷، ۱۲۹۷۸، ۱۲۹۷۹، ۱۲۹۸۰، ۱۲۹۸۱، ۱۲۹۸۲، ۱۲۹۸۳، ۱۲۹۸۴، ۱۲۹۸۵، ۱۲۹۸۶، ۱۲۹۸۷، ۱۲۹۸۸، ۱۲۹۸۹، ۱۲۹۹۰، ۱۲۹۹۱، ۱۲۹۹۲، ۱۲۹۹۳، ۱۲۹۹۴، ۱۲۹۹۵، ۱۲۹۹۶، ۱۲۹۹۷، ۱۲۹۹۸، ۱۲۹۹۹، ۱۳۰۰۰، ۱۳۰۰۱، ۱۳۰۰۲، ۱۳۰۰۳، ۱۳۰۰۴، ۱۳۰۰۵، ۱۳۰۰۶، ۱۳۰۰۷، ۱۳۰۰۸، ۱۳۰۰۹، ۱۳۰۱۰، ۱۳۰۱۱، ۱۳۰۱۲، ۱۳۰۱۳، ۱۳۰۱۴، ۱۳۰۱۵، ۱۳۰۱۶، ۱۳۰۱۷، ۱۳۰۱۸، ۱۳۰۱۹، ۱۳۰۲۰، ۱۳۰۲۱، ۱۳۰۲۲، ۱۳۰۲۳، ۱۳۰۲۴، ۱۳۰۲۵، ۱۳۰۲۶، ۱۳۰۲۷، ۱۳۰۲۸، ۱۳۰۲۹، ۱۳۰۳۰، ۱۳۰۳۱، ۱۳۰۳۲، ۱۳۰۳۳، ۱۳۰۳۴، ۱۳۰۳۵، ۱۳۰۳۶، ۱۳۰۳۷، ۱۳۰۳۸، ۱۳۰۳۹، ۱۳۰۴۰، ۱۳۰۴۱، ۱۳۰۴۲، ۱۳۰۴۳، ۱۳۰۴۴، ۱۳۰۴۵، ۱۳۰۴۶، ۱۳۰۴۷، ۱۳۰۴۸، ۱۳۰۴۹، ۱۳۰۵۰، ۱۳۰۵۱، ۱۳۰۵۲، ۱۳۰۵۳، ۱۳۰۵۴، ۱۳۰۵۵، ۱۳۰۵۶، ۱۳۰۵۷، ۱۳۰۵۸، ۱۳۰۵۹، ۱۳۰۶۰، ۱۳۰۶۱، ۱۳۰۶۲، ۱۳۰۶۳، ۱۳۰۶۴، ۱۳۰۶۵، ۱۳۰۶۶، ۱۳۰۶۷، ۱۳۰۶۸، ۱۳۰۶۹، ۱۳۰۷۰، ۱۳۰۷۱، ۱۳۰۷۲، ۱۳۰۷۳، ۱۳۰۷۴، ۱۳۰۷۵، ۱۳۰۷۶، ۱۳۰۷۷، ۱۳۰۷۸، ۱۳۰۷۹، ۱۳۰۸۰، ۱۳۰۸۱، ۱۳۰۸۲، ۱۳۰۸۳، ۱۳۰۸۴، ۱۳۰۸۵، ۱۳۰۸۶، ۱۳۰۸۷، ۱۳۰۸۸، ۱۳۰۸۹، ۱۳۰۹۰، ۱۳۰۹۱، ۱۳۰۹۲، ۱۳۰۹۳، ۱۳۰۹۴، ۱۳۰۹۵، ۱۳۰۹۶، ۱۳۰۹۷، ۱۳۰۹۸، ۱۳۰۹۹، ۱۳۱۰۰، ۱۳۱۰۱، ۱۳۱۰۲، ۱۳۱۰۳، ۱۳۱۰۴، ۱۳۱۰۵، ۱۳۱۰۶، ۱۳۱۰۷، ۱۳۱۰۸، ۱۳۱۰۹، ۱۳۱۱۰، ۱۳۱۱۱، ۱۳۱۱۲، ۱۳۱۱۳، ۱۳۱۱۴، ۱۳۱۱۵، ۱۳۱۱۶، ۱۳۱۱۷، ۱۳۱۱۸، ۱۳۱۱۹، ۱۳۱۲۰، ۱۳۱۲۱، ۱۳۱۲۲، ۱۳۱۲۳، ۱۳۱۲۴، ۱۳۱۲۵، ۱۳۱۲۶، ۱۳۱۲۷، ۱۳۱۲۸، ۱۳۱۲۹، ۱۳۱۳۰، ۱۳۱۳۱، ۱۳۱۳۲، ۱۳۱۳۳، ۱۳۱۳۴، ۱۳۱۳۵، ۱۳۱۳۶، ۱۳۱۳۷، ۱۳۱۳۸، ۱۳۱۳۹، ۱۳۱۴۰، ۱۳۱۴۱، ۱۳۱۴۲، ۱۳۱۴۳، ۱۳۱۴۴، ۱۳۱۴۵، ۱۳۱۴۶، ۱۳۱۴۷، ۱۳۱۴۸، ۱۳۱۴۹، ۱۳۱۵۰، ۱۳۱۵۱، ۱۳۱۵۲، ۱۳۱۵۳، ۱۳۱۵۴، ۱۳۱۵۵، ۱۳۱۵۶، ۱۳۱۵۷، ۱۳۱۵۸، ۱۳۱۵۹، ۱۳۱۶۰، ۱۳۱۶۱، ۱۳۱۶۲، ۱۳۱۶۳، ۱۳۱۶۴، ۱۳۱۶۵، ۱۳۱۶۶، ۱۳۱۶۷، ۱۳۱۶۸، ۱۳۱۶۹، ۱۳۱۷۰، ۱۳۱۷۱، ۱۳۱۷۲، ۱۳۱۷۳، ۱۳۱۷۴، ۱۳۱۷۵، ۱۳۱۷۶، ۱۳۱۷۷، ۱۳۱۷۸، ۱۳۱۷۹، ۱۳۱۸۰، ۱۳۱۸۱، ۱۳۱۸۲، ۱۳۱۸۳، ۱۳۱۸۴، ۱۳۱۸۵، ۱۳۱۸۶، ۱۳۱۸۷، ۱۳۱۸۸، ۱۳۱۸۹، ۱۳۱۹۰، ۱۳۱۹۱، ۱۳۱۹۲، ۱۳۱۹۳، ۱۳۱۹۴، ۱۳۱۹۵، ۱۳۱۹۶، ۱۳۱۹۷، ۱۳۱۹۸، ۱۳۱۹۹، ۱۳۲۰۰، ۱۳۲۰۱، ۱۳۲۰۲، ۱۳۲۰۳، ۱۳۲۰۴، ۱۳۲۰۵، ۱۳۲۰۶، ۱۳۲۰۷، ۱۳۲۰۸، ۱۳۲۰۹، ۱۳۲۱۰، ۱۳۲۱۱، ۱۳۲۱۲، ۱۳۲۱۳، ۱۳۲۱۴، ۱۳۲۱۵، ۱۳۲۱۶، ۱۳۲۱۷، ۱۳۲۱۸، ۱۳۲۱۹، ۱۳۲۲۰، ۱۳۲۲۱، ۱۳۲۲۲، ۱۳۲۲۳، ۱۳۲۲۴، ۱۳۲۲۵، ۱۳۲۲۶، ۱۳۲۲۷، ۱۳۲۲۸، ۱۳۲۲۹، ۱۳۲۳۰، ۱۳۲۳۱، ۱۳۲۳۲، ۱۳۲۳۳، ۱۳۲۳۴، ۱۳۲۳۵، ۱۳۲۳۶، ۱۳۲۳۷، ۱۳۲۳۸، ۱۳۲۳۹، ۱۳۲۴۰، ۱۳۲۴۱، ۱۳۲۴۲، ۱۳۲۴۳، ۱۳۲۴۴، ۱۳۲۴۵، ۱۳۲۴۶، ۱۳۲۴۷، ۱۳۲۴۸، ۱۳۲۴۹، ۱۳۲۵۰، ۱۳۲۵۱، ۱۳۲۵۲، ۱۳۲۵۳، ۱۳۲۵۴، ۱۳۲۵۵، ۱۳۲۵۶، ۱۳۲۵۷، ۱۳۲۵۸، ۱۳۲۵۹، ۱۳۲۶۰، ۱۳۲۶۱، ۱۳۲۶۲، ۱۳۲۶۳، ۱۳۲۶۴، ۱۳۲۶۵، ۱۳۲۶۶، ۱۳۲۶۷، ۱۳۲۶۸، ۱۳۲۶۹، ۱۳۲۷۰، ۱۳۲۷۱، ۱۳۲۷۲، ۱۳۲۷۳، ۱۳۲۷۴، ۱۳۲۷۵، ۱۳۲۷۶، ۱۳۲۷۷، ۱۳۲۷۸، ۱۳۲۷۹، ۱۳۲۸۰، ۱۳۲۸۱، ۱۳۲۸۲، ۱۳۲۸۳، ۱۳۲۸۴، ۱۳۲۸۵، ۱۳۲۸۶، ۱۳۲۸۷، ۱۳۲۸۸، ۱۳۲۸۹، ۱۳۲۹۰، ۱۳۲۹۱، ۱۳۲۹۲، ۱۳۲۹۳، ۱۳۲۹۴، ۱۳۲۹۵، ۱۳۲۹۶، ۱۳۲۹۷، ۱۳۲۹۸، ۱۳۲۹۹، ۱۳۳۰۰، ۱۳۳۰۱، ۱۳۳۰۲، ۱۳۳۰۳، ۱۳۳۰۴، ۱۳۳۰۵، ۱۳۳۰۶، ۱۳۳۰۷، ۱۳۳۰۸، ۱۳۳۰۹، ۱۳۳۱۰، ۱۳۳۱۱، ۱۳۳۱۲، ۱۳۳۱۳، ۱۳۳۱۴، ۱۳۳۱۵، ۱۳۳۱۶، ۱۳۳۱۷، ۱۳۳۱۸، ۱۳۳۱۹، ۱۳۳۲۰، ۱۳۳۲۱، ۱۳۳۲۲، ۱۳۳۲۳، ۱۳۳۲۴، ۱۳۳۲۵، ۱۳۳۲۶، ۱۳۳۲۷، ۱۳۳۲۸، ۱۳۳۲۹، ۱۳۳۳۰، ۱۳۳۳۱، ۱۳۳۳۲، ۱۳۳۳۳، ۱۳۳۳۴، ۱۳۳۳۵، ۱۳۳۳۶، ۱۳۳۳۷، ۱۳۳۳۸، ۱۳۳۳۹، ۱۳۳۴۰، ۱۳۳۴۱، ۱۳۳۴۲، ۱۳۳۴۳، ۱۳۳۴۴، ۱۳۳۴۵، ۱۳۳۴۶، ۱۳۳۴۷، ۱۳۳۴۸، ۱۳۳۴۹، ۱۳۳۵۰، ۱۳۳۵۱، ۱۳۳۵۲، ۱۳۳۵۳، ۱۳۳۵۴، ۱۳۳۵۵، ۱۳۳۵۶، ۱۳۳۵۷، ۱۳۳۵۸، ۱۳۳۵۹، ۱۳۳۶۰، ۱۳۳۶۱، ۱۳۳۶۲، ۱۳۳۶۳، ۱۳۳۶۴، ۱۳۳۶۵، ۱۳۳۶۶، ۱۳۳۶۷، ۱۳۳۶۸، ۱۳۳۶۹، ۱۳۳۷۰، ۱۳۳۷۱، ۱۳۳۷۲، ۱۳۳۷۳، ۱۳۳۷۴، ۱۳۳۷۵، ۱۳۳۷۶، ۱۳۳۷۷، ۱۳۳۷۸، ۱۳۳۷۹، ۱۳۳۸۰، ۱۳۳۸۱، ۱۳۳۸۲، ۱۳۳۸۳، ۱۳۳۸۴، ۱۳۳۸۵، ۱۳۳۸۶، ۱۳۳۸۷، ۱۳۳۸۸، ۱۳۳۸۹، ۱۳۳۹۰، ۱۳۳۹۱، ۱۳۳۹۲، ۱۳۳۹۳، ۱۳۳۹۴، ۱۳۳۹۵، ۱۳۳۹۶، ۱۳۳۹۷، ۱۳۳۹۸، ۱۳۳۹۹، ۱۳۴۰۰، ۱۳۴۰۱، ۱۳۴۰۲، ۱۳۴۰۳، ۱۳۴۰۴، ۱۳۴۰۵، ۱۳۴۰۶، ۱۳۴۰۷، ۱۳۴۰۸، ۱۳۴۰۹، ۱۳۴۱۰، ۱۳۴۱۱، ۱۳۴۱۲، ۱۳۴۱۳، ۱۳۴۱۴، ۱۳۴۱۵، ۱۳۴۱۶، ۱۳۴۱۷، ۱۳۴۱۸، ۱۳۴۱۹، ۱۳۴۲۰، ۱۳۴۲۱، ۱۳۴۲۲، ۱۳۴۲۳، ۱۳۴۲۴، ۱۳۴۲۵، ۱۳۴۲۶، ۱۳۴۲۷، ۱۳۴۲۸، ۱۳۴۲۹، ۱۳۴۳۰، ۱۳۴۳۱، ۱۳۴۳۲، ۱۳۴۳۳، ۱۳۴۳۴، ۱۳۴۳۵، ۱۳۴۳۶، ۱۳۴۳۷، ۱۳۴۳۸، ۱۳۴۳۹، ۱۳۴۴۰، ۱۳۴۴۱، ۱۳۴۴۲، ۱۳۴۴۳، ۱۳۴۴۴، ۱۳۴۴۵، ۱۳۴۴۶، ۱۳۴۴۷، ۱۳۴۴۸، ۱۳۴۴۹، ۱۳۴۵۰، ۱۳۴۵۱، ۱۳۴۵۲، ۱۳۴۵۳، ۱۳۴۵۴، ۱۳۴۵۵، ۱۳۴۵۶، ۱۳۴۵۷، ۱۳۴۵۸، ۱۳۴۵۹، ۱۳۴۶۰، ۱۳۴۶۱، ۱۳۴۶۲، ۱۳۴۶۳، ۱۳۴۶۴، ۱۳۴۶۵، ۱۳۴۶۶، ۱۳۴۶۷، ۱۳۴۶۸، ۱۳۴۶۹، ۱۳۴۷۰، ۱۳۴۷۱، ۱۳۴۷۲، ۱۳۴۷۳، ۱۳۴۷۴، ۱۳۴۷۵، ۱۳۴۷۶، ۱۳۴۷۷، ۱۳۴۷۸، ۱۳۴۷۹، ۱۳۴۸۰، ۱۳۴۸۱، ۱۳۴۸۲، ۱۳۴۸۳، ۱۳۴۸۴، ۱۳۴۸۵، ۱۳۴۸۶، ۱۳۴۸۷، ۱۳۴۸۸، ۱۳۴۸۹، ۱۳۴۹۰، ۱۳۴۹۱، ۱۳۴۹۲، ۱۳۴۹۳، ۱۳۴۹۴، ۱۳۴۹۵، ۱۳۴۹۶، ۱۳۴۹۷، ۱۳۴۹۸، ۱۳۴۹۹، ۱۳۵۰۰، ۱۳۵۰۱، ۱۳۵۰۲، ۱۳۵۰۳، ۱۳۵۰۴، ۱۳۵۰۵، ۱۳۵۰۶، ۱۳۵۰۷، ۱۳۵۰۸، ۱۳۵۰۹، ۱۳۵۱۰، ۱۳۵۱۱، ۱۳۵۱۲، ۱۳۵۱۳، ۱۳۵۱۴، ۱۳۵۱۵، ۱۳۵۱۶، ۱۳۵۱۷، ۱۳۵۱۸، ۱۳۵۱۹، ۱۳۵۲۰، ۱۳۵۲۱، ۱۳۵۲۲، ۱۳۵۲۳، ۱۳۵۲۴، ۱۳۵۲۵، ۱۳۵۲۶، ۱۳۵۲۷، ۱۳۵۲۸، ۱۳۵۲۹، ۱۳۵۳۰، ۱۳۵۳۱، ۱۳۵۳۲، ۱۳۵۳۳، ۱۳۵۳۴، ۱۳۵۳۵، ۱۳۵۳۶، ۱۳۵۳۷، ۱۳۵۳۸، ۱۳۵۳۹، ۱۳۵۴۰، ۱۳۵۴۱، ۱۳۵۴۲، ۱۳۵۴۳، ۱۳۵۴۴، ۱۳۵۴۵، ۱۳۵۴۶، ۱۳۵۴۷، ۱۳۵۴۸، ۱۳۵۴۹، ۱۳۵۵۰، ۱۳۵۵۱، ۱۳۵۵۲، ۱۳۵۵۳، ۱۳۵۵۴، ۱۳۵۵۵، ۱۳۵۵۶، ۱۳۵۵۷، ۱۳۵۵۸، ۱۳۵۵۹، ۱۳۵۶۰، ۱۳۵۶۱، ۱۳۵۶۲، ۱۳۵۶۳، ۱۳۵۶۴، ۱۳۵۶۵، ۱۳۵۶۶، ۱۳۵۶۷، ۱۳۵۶۸، ۱۳۵۶۹، ۱۳۵۷۰، ۱۳۵۷۱، ۱۳۵۷۲، ۱۳۵۷۳، ۱۳۵۷۴، ۱۳۵۷۵، ۱۳۵۷۶، ۱۳۵۷۷، ۱۳۵۷۸، ۱۳۵۷۹، ۱۳۵۸۰، ۱۳۵۸۱، ۱۳۵۸۲، ۱۳۵۸۳، ۱۳۵۸۴، ۱۳۵۸۵، ۱۳۵۸۶، ۱۳۵۸۷، ۱۳۵۸۸، ۱۳۵۸۹، ۱۳۵۹۰، ۱۳۵۹۱، ۱۳۵۹۲، ۱۳۵۹۳، ۱۳۵۹۴، ۱۳۵۹۵، ۱۳۵۹۶، ۱۳۵۹۷، ۱۳۵۹۸، ۱۳۵۹۹، ۱۳۶۰۰، ۱۳۶۰۱، ۱۳۶۰۲، ۱۳۶۰۳، ۱۳۶۰۴، ۱۳۶۰۵، ۱۳۶۰۶، ۱۳۶۰۷، ۱۳۶۰۸، ۱۳۶۰۹، ۱۳۶۱۰، ۱۳۶۱۱، ۱۳۶۱۲، ۱۳۶۱۳، ۱۳۶۱۴، ۱۳۶۱۵، ۱۳۶۱۶، ۱۳۶۱۷، ۱۳۶۱۸، ۱۳۶۱۹، ۱۳۶۲۰، ۱۳۶۲۱، ۱۳۶۲۲، ۱۳۶۲۳، ۱۳۶۲۴، ۱۳۶۲۵، ۱۳۶۲۶، ۱۳۶۲۷، ۱۳۶۲۸، ۱۳۶۲۹، ۱۳۶۳۰، ۱۳۶۳۱، ۱۳۶۳۲، ۱۳۶۳۳، ۱۳۶۳۴، ۱۳۶۳۵، ۱۳۶۳۶، ۱۳۶۳۷، ۱۳۶۳۸، ۱۳۶۳۹، ۱۳۶۴۰، ۱۳۶۴۱، ۱۳۶۴۲، ۱۳۶۴۳، ۱۳۶۴۴، ۱۳۶۴۵، ۱۳۶۴۶، ۱۳۶۴۷، ۱۳۶۴۸، ۱۳۶۴۹، ۱۳۶۵۰، ۱۳۶۵۱، ۱۳۶۵۲، ۱۳۶۵۳، ۱۳۶۵۴، ۱۳۶۵۵، ۱۳۶۵۶، ۱۳۶۵۷، ۱۳۶۵۸، ۱۳۶۵۹، ۱۳۶۶۰، ۱۳۶۶۱، ۱۳۶۶۲، ۱۳۶۶۳، ۱۳۶۶۴، ۱۳۶۶۵، ۱۳۶۶۶، ۱۳۶۶۷، ۱۳۶۶۸، ۱۳۶۶۹، ۱۳۶۷۰، ۱۳۶۷۱، ۱۳۶۷۲، ۱۳۶۷۳، ۱۳۶۷۴، ۱۳۶۷۵، ۱۳۶۷۶، ۱۳۶۷۷، ۱۳۶۷۸، ۱۳۶۷۹، ۱۳۶۸۰، ۱۳۶۸۱، ۱۳۶۸۲، ۱۳۶۸۳، ۱۳۶۸۴، ۱۳۶۸۵، ۱۳۶۸۶، ۱۳۶۸۷، ۱۳۶۸۸، ۱۳۶۸۹، ۱۳۶۹۰، ۱۳۶۹۱، ۱۳۶۹۲، ۱۳۶۹۳، ۱۳۶۹۴، ۱۳۶۹۵، ۱۳۶۹۶، ۱۳۶۹۷، ۱۳۶۹۸، ۱۳۶۹۹، ۱۳۷۰۰، ۱۳۷۰۱، ۱۳۷۰۲، ۱۳۷۰۳، ۱۳۷۰۴، ۱۳۷۰۵، ۱۳۷۰۶، ۱۳۷۰۷، ۱۳۷۰۸، ۱۳۷۰۹، ۱۳۷۱۰، ۱۳۷۱۱، ۱۳۷۱۲، ۱۳۷۱۳، ۱۳۷۱۴، ۱۳۷۱۵، ۱۳۷۱۶، ۱۳۷۱۷، ۱۳۷۱۸، ۱۳۷۱۹، ۱۳۷۲۰، ۱۳۷۲۱، ۱۳۷۲۲، ۱۳۷۲۳، ۱۳۷۲۴، ۱۳۷۲۵، ۱۳۷۲۶، ۱۳۷۲۷، ۱۳۷۲۸، ۱۳۷۲۹، ۱۳۷۳۰، ۱۳۷۳۱، ۱۳۷۳۲، ۱۳۷۳۳، ۱۳۷۳۴، ۱۳۷۳۵، ۱۳۷۳۶، ۱۳۷۳۷، ۱۳۷۳۸، ۱۳۷۳۹، ۱۳۷۴۰، ۱۳۷۴۱، ۱۳۷۴۲، ۱۳۷۴۳، ۱۳۷۴۴، ۱۳۷۴۵، ۱۳۷۴۶، ۱۳۷۴۷، ۱۳۷۴۸، ۱۳۷۴۹، ۱۳۷۵۰، ۱۳۷۵۱، ۱۳۷۵۲، ۱۳۷۵۳، ۱۳۷۵۴، ۱۳۷۵۵، ۱۳۷۵۶، ۱۳۷۵۷، ۱۳۷۵۸، ۱۳۷۵۹، ۱۳۷۶۰، ۱۳۷۶۱، ۱۳۷۶۲، ۱۳۷۶۳، ۱۳۷۶۴، ۱۳۷۶۵، ۱۳۷۶۶، ۱۳۷۶۷، ۱۳۷۶۸، ۱۳۷۶۹، ۱۳۷۷۰، ۱۳۷۷۱، ۱۳۷۷۲، ۱۳۷۷۳، ۱۳۷۷۴، ۱۳۷۷۵، ۱۳۷۷۶، ۱۳۷۷۷، ۱۳۷۷۸، ۱۳۷۷۹، ۱۳۷۸۰، ۱۳۷۸۱، ۱۳۷۸۲، ۱۳۷۸۳، ۱۳۷۸۴، ۱۳۷۸۵، ۱۳۷۸۶، ۱۳۷۸۷، ۱۳۷۸۸، ۱۳۷۸۹، ۱۳۷۹۰، ۱۳۷۹۱، ۱۳۷۹۲، ۱۳۷۹۳، ۱۳۷۹۴، ۱۳۷۹۵، ۱۳۷۹۶، ۱۳۷۹۷، ۱۳۷۹۸، ۱

اس پر دس رحمتیں بھیجے گا۔ پھر میرے لیے وسیلہ کا سوال کر ڈ کیونکہ وسیلہ جنت میں ایک ایسا درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ایک بندہ کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں۔ سو جس شخص نے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا اس کے حق میں شفاعت جائز ہو جائے گی۔ (صحیح مسلم رقم الحدیث: (۲۸۴) ۸۲۶ سنن ابوداؤد ج ۱ رقم الحدیث: ۵۲۳ سنن ترمذی رقم الحدیث: ۳۶۳۱ صحیح بخاری ج ۱ رقم الحدیث: ۶۱۴ سنن نسائی رقم الحدیث: ۶۷۷ عمل ایوم واللیلہ للنفاسی رقم الحدیث: ۴۵ عمل ایوم واللیلہ لابن السی رقم الحدیث: ۹۱۱ مسند حنفی تحقیق احمد شاہ کراچی: رقم الحدیث: ۶۵۶۸ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۰۹۶۲ ج ۱ رقم الحدیث: ۱۱۴۱۲ ۱۱۶۸۱ ۱۱۷۹۹ سنن کبریٰ للسیوطی ج ۱ ص ۱۱۰ ۴۰۹ صحیح ابن حبان رقم الحدیث: ۱۶۸۸ مطبوعہ مکتبہ اثریہ فیصل آباد)

دعاء اذان میں حدیث شفاعت کی تحقیق کا بیان

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اذان سنتے تو دعا کرتے ”اے اللہ اس دعوت کاملہ اور (اس کے نتیجے میں) کھڑی ہونے والی نماز کے رب اپنے بندے اور اپنے رسول محمد (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) پر رحمت نازل فرما اور قیامت کے دن ہمیں آپ کی شفاعت میں (داخل) کر دے“۔ (المجموع الاوسط ج ۴ رقم الحدیث: ۳۶۷۵ مکتبہ المعارف الریاض ۱۴۰۵ھ)

حافظ البیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں صدقہ بن عبد اللہ السمن ہے۔ امام احمد امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے اور دحیم اور ابو حاتم اور احمد بن صالح مصری نے اس کی توثیق کی ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت)

حافظ جمال الدین یوسف مزی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں: صدقہ بن عبد اللہ السمن کی روایات سے امام ترمذی امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے استدلال کیا ہے۔ برچند کہ امام احمد اور شیخین نے اس کو ضعیف کہا ہے لیکن سعید بن عبد العزیز اور امام اوزاعی نے اس کو ثقہ کہا۔ عبد الرحمن بن ابراہیم نے کہا: صدقہ ہمارے شیوخ میں سے ہیں اور ان کی روایت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احمد بن صالح مصری نے کہا اس کی روایت صحیح اور مقبول ہے۔ دحیم نے کہا اگرچہ یہ قدریہ کی طرف مائل تھا لیکن روایت میں صادق تھا۔ ولید بن مسلم نے کہا یہ ۱۶۶ھ میں فوت ہو گیا تھا۔ تہذیب

الکمال ج ۹ ص ۸۱-۷۸ ملخصاً میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۲۶-۴۲۵ تہذیب المعجم ج ۴ ص ۲۸۱

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی ”اے اللہ ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واھد ان محمد عبده ورسوله“ اے اللہ آپ پر صلوٰۃ نازل فرما اور آپ کو اس مقام پر پہنچا جو تیرے نزدیک جنت میں آپ کے لیے مخصوص ہے اور قیامت کے دن ہم کو آپ کی شفاعت میں داخل کر دے سو جو شخص یہ دعا کرے گا اس کے لیے شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المجموع الاکبیر ج ۱۲ رقم الحدیث: ۱۲۵۵۴ الجامع الکبیر ج ۷ رقم الحدیث: ۲۲۱۱۸ عمدة القاری ج ۵ ص ۱۱۹)

حافظ البیہقی متوفی ۸۰۷ھ لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں اسحق بن عبد اللہ بن کیسان ہے۔ حاکم اور ابن حبان نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ)

حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ نے متعدد ائمہ حدیث کے حوالوں سے اسحق بن عبداللہ کا ضعف نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے اسحاق بن عبداللہ کی صرف ایک حدیث متابعت درج کی ہے اور امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس کی روایات کو درج کیا ہے۔ اسحق بن عبداللہ بن کیسان ۱۴۴ھ میں فوت ہوا تھا۔

تہذیب الکمال ج ۱ ص ۶۲-۵۷ میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۴۶ کتاب المخرج والضعف ج ۱ ص ۲۲۸
ہر چند کہ یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

دعائے اذان کے بعض دیگر کلمات کی تحقیق

اس بحث کے اخیر میں ہم ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں ”انک لا تخلف الميعاد“ کا ذکر ہے۔
امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سن کر یہ دعا کی ”اے اللہ! میں تجھ سے اس دعوت کاملہ اور اس کے نتیجہ میں کھڑی ہونے والی نماز کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے لیے مخصوص ہے اور آپ کو فضیلت عطا فرما اور آپ کو اس مقام محمود پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدہ کی مخالفت نہیں کرتا“ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنے صحیح میں علی بن عیاش سے روایت کیا ہے۔

(سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۱۰ مطبوعہ نثرات الملتان)

اس دعا میں الوسیلۃ اور الفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے:

امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ روایت کرتے ہیں: ایوب اور جابر جنسی بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے اقامت کے وقت کہا: ”اے اللہ! اس دعوت تامہ اور اس کے بعد کھڑی ہونے والی نماز کے رب سیدنا محمد ﷺ کو جنت میں وہ مقام عطا فرما جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ کے درجات بلند فرما“ تو اس کے حق میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت واجب ہو جائے گی۔

(المصنف ج ۱ ص ۱۹۶ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت: ۱۳۹ھ)

وسیلہ بمعنی مرشد کامل

ایمان اعمال صالحہ فرائض کی ادائیگی اتباع سنت اور محرمات اور مکروہات سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے اور اس کا قرب حاصل کرنا کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جس مرد صالح اور مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک مسلمان گناہوں سے بچنے اور نیک کام کرنے کا عہد کرتا ہے جو اس کی مسلسل نیکی کی تلقین کرتا ہے اور اس کی روحانی تربیت کرتا ہے اس شیخ کے وسیلہ اور قرب الہی کے ذریعہ میں کس کوشہ ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی قول جمیل میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعت مرشد ہے۔ اور اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ لکھتے ہیں: اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔

(مرآۃ المستقیم (فارسی) ص ۵۰ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور)

تمام انبیاء و رسل میں سے فقط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مقام پر فائز ہونے کا بیان

1: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: التیمم، باب قول اللہ ﷻ قلم تجددوا ماء فتتموا صعيدا طيبا، 1/ 128، الرقم: 328، وأيضاً فی کتاب: الصلاة، باب قول النبي صلي الله عليه وآله وسلم بجمعت لي لأرض مسجد اوليوزا، 1/ 168، الرقم: 427، ومسلم فی الصحیح، کتاب: المساجد ومواضع الصلوة، 1/ 370، الرقم: 521، والنسائي فی السنن، کتاب: الغسل والتيمم، باب: التيمم بالصعيد، 1/ 210-211، الرقم: 432، وابن حبان فی الصحیح، 14/ 308، الرقم: 6398، والبيهقي فی السنن، 1/ 374، الرقم: 1389، وابن أبي عمير فی المعنف، 6/ 303، الرقم: 31642، وأبو عوانة فی المسند، 1/ 330، الرقم: 1173، وعبد بن حميد فی المسند، 1/ 349، الرقم: 1154، والبيهقي فی السنن الكبرى، 2/ 329، 6/ 291، وأيضاً فی شعب الایمان، 2/ 177، الرقم: 1479.

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی لہذا میری امت میں سے جو شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے وہیں پڑھ لے، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، مجھے شفاعت عطا کی گئی، پہلے ہر نبی ایک خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا۔“

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، نسائی، ابن حبان، دارمی، ابن ابی شیبہ اور دیگر بہت سے ائمہ نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: التوحيد، باب: كلام الرب عز وجل يوم القيامة مع الأنبياء وغيرهم، 6/ 2727، الرقم: 7072، ومسلم فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 182-184، الرقم: 193، والنسائي فی السنن الكبرى، 6/ 330، الرقم: 11131، وأبو يعلى فی المسند، 7/ 311، الرقم: 4350، وابن منده فی الایمان، 2/ 841، الرقم: 873.

”معبود بن ہلال غزوی سے روایت ہے کہ ہم اہل بصرہ اکٹھے ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے اور ہم ان کے پاس اپنے ساتھ ثابت بنانی کو لے گئے تاکہ وہ ان سے ہمارے لیے حدیث شفاعت کا سوال کریں؟ وہ اپنے گھر میں تھے۔ ہم نے انہیں نماز چاشت پڑھتے ہوئے پایا اور داخل ہونے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دے دی آپ اپنے بچھونے پر بیٹھے تھے۔ ہم نے ثابت سے کہا: حدیث شفاعت سے قبل آپ ان سے کوئی اور سوال نہ کریں تو انہوں نے عرض کیا: ابو حمزہ! یہ آپ کے بھائی بصرہ سے آئے ہیں اور آپ سے حدیث شفاعت کے بارے پوچھنا چاہتے ہیں؟

”انہوں نے کہا: ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگ دریا کی موجوں کی مانند بہ قرار ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، وہ فرمائیں گے: یہ میرا مقام نہیں، تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے جس پر وہ فرمائیں گے: یہ میرا منصب نہیں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ پس وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس شفاعت کے قابل نہیں تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔“

”پس لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا: ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔ پھر میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے ایسے حمدیہ کلمات الہام کئے جائیں گے جن کے ساتھ میں اللہ کی حمد و ثنا کروں گا وہ اب مجھے مستحضر نہیں ہیں۔ پس میں ان محامد سے اللہ کی تعریف و توصیف کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ سو مجھے کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیں، اپنی بات کہیں، آپ کی بات سنی جائے گی، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت، پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے ہر ایسے امتی کو نکال لو جس کے دل میں جو کے برابر بھی ایمان ہو پس میں جا کر یہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر ان محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کروں گا اور اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے اور کہیے! آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجیے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پس فرمایا جائے گا: جاؤ اور جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں ذرے کے برابر یارائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ پس میں جا کر ایسے ہی کروں گا۔ پھر واپس آ کر انہی محامد کے ساتھ اس کی حمد و ثنا بیان کروں گا اور پھر اس کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے اور کہیے، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا: اے میرے پیارے رب! میری امت، میری امت، پس وہ فرمائے گا: جاؤ اور اسے بھی جہنم سے نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی بہت ہی کم بہت ہی کم بہت ہی کم ایمان ہو۔ پس میں خود جاؤں گا اور جا کر ایسا ہی کروں گا۔

”جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: ہمیں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلنا چاہئے جو کہ ابوخلیفہ کے مکان میں روپوش ہیں اور انہیں وہ حدیث بیان کرنی چاہئے جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کی ہے۔ چنانچہ ہم ان کے پاس آئے اور انہیں سلام کیا پھر انہوں نے ہمیں اجازت دی تو ہم نے ان سے کہا: ابو سعید! ہم آپ کے پاس آپ کے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ہاں سے ہو کر آئے ہیں اور انہوں نے ہم سے جو شفاعت کے متعلق حدیث بیان کی ہے اس جیسی حدیث ہم نے نہیں سنی۔ انہوں نے کہا: بیان کرو، ہم نے ان سے حدیث بیان کی جب اس مقام تک پہنچے تو انہوں نے کہا: (مزید) بیان کرو، ہم نے ان سے کہا: اس سے زیادہ انہوں نے بیان نہیں کی۔ انہوں نے کہا: حضرت انس رضی اللہ عنہ آج سے بیس سال قبل جب صحت مند تھے تو انہوں نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ وہ باقی بھول گئے ہیں یا اس لئے بیان کرنا ناپسند کیا ہے کہ کہیں لوگ بھروسہ نہ کر بیٹھیں۔ ہم نے کہا: ابو سعید! پھر آپ ہم سے وہ حدیث بیان کیجئے اس پر آپ نے فرمایا: انسان جلد باز پیدا کیا گیا ہے۔ میں نے اس کا ذکر ہی اس لئے کیا ہے کہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح تم سے بیان کی۔

”(مگر اس میں اتنا اضافہ کیا کہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں چوتھی دفعہ واپس لوٹوں گا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا پھر اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پس فرمایا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیں اور کہیں آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا:

اے میرے پیارے رب! مجھے اُن کی (شفاعت کرنے کی) اجازت بھی دیجئے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے، پس وہ بھی اس کے
مجھے اپنی عزت و جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم! میں انہیں ضرور جہنم سے نکالوں گا جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔
یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

3: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: التوحید، باب قول اللہ: لما خلقت بیدي، 6/ 2695، 2696، الرقم: 6975، وأيضاً فی کتاب: التفسیر، باب قول اللہ: وعلم آدم الأسماء كلها، 4/ 1624، الرقم: 4206، وأيضاً فی کتاب: الرقاق، باب: معذرة الجنّة والنار، 5/ 2401، الرقم: 6197، ومسلم فی الصحیح، کتاب: الأسماء، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/ 180، الرقم: 193، وابن ماجه فی السنن، کتاب: الزهد، باب: ذكر الشفاعة، 2/ 1442، الرقم: 4312، وأحمد، ابن حنبل فی المسند، 3/ 116، الرقم: 12174، وإسناده صحيح على شرط الشيخين.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اسی طرح قیامت کے دن مومنوں کو جمع فرمائے گا۔ وہ کہیں گے: کاش ہم اپنے رب کے پاس کوئی سفارش لے جاتے تاکہ وہ ہمیں اس حالت سے آرام عطا فرماتا۔ چنانچہ سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آکر عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھتے، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے لہذا ہمارے لئے اپنے رب سے سفارش کیجئے تاکہ وہ ہمیں ہماری اس حالت سے آرام عطا فرمائے۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں، پھر وہ اپنی لغزش کا ان کے سامنے ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی البتہ تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں پر بھیجا تھا، چنانچہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی لغزش یاد کریں گے جو اُن سے ہوئی، البتہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ بھی کہیں گے: میں اس قابل نہیں اور اپنی لغزشوں کا ذکر لوگوں سے کریں گے۔ البتہ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے ہیں اور اللہ نے انہیں توریت دی تھی اور ان سے کلام کیا تھا، سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی لغزش کا ذکر کریں گے جو ان سے ہوئی، البتہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ کہیں گے: میں بارگاہ الہی میں لب کشائی کے قابل نہیں، تم سب لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ، وہ ایسے محبوب ہیں کہ ان کی عظمت کے صدقے ان کی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے ہیں۔

”چنانچہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اپنے رب سے اذن چاہوں گا تو مجھے اذن دے دیا جائے گا۔ پھر اپنے رب کو دیکھتے ہی اس کے لئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور اللہ تعالیٰ جتنی دیر چاہے گا اسی حالت میں مجھے رہنے دے گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں، عطا کیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت منظور کی جائے گی، پس میں اپنے رب کی تعریف ان کلمات تعریف سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا، میرے لئے حد مقرر کی جائے گی تو میں اس کے مطابق لوگوں کو جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں دوسری بار لوگوں

شرح باب
کا اور
کا: محمد
جائے
کہو
اللہ تعالیٰ
کا
کا

کا اور اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جتنی دیر تک چاہے گا مجھے اسی حالت میں رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اٹھ کر کہیں، آپ کو سنا جائے گا، مانگیں آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کریں آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پھر میں اپنے رب کی حمد ان کلماتِ حمد سے کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی پس میں انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر میں تیسری بار لوٹوں گا تو اپنے رب کو دیکھتے ہی سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا اسی حالت پر مجھے برقرار رکھے گا، پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اٹھ! کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا، پھر میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی تو میں انہیں جنت میں داخل کروں گا پھر میں لوٹ کر عرض کروں گا: اے رب! اب جہنم میں کوئی باقی نہیں رہا سوائے ان کے جنہیں قرآن نے روک دیا ہے اور انہیں ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جہنم سے وہ نکلے گا جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں جو کے دبانے کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں گیموں کے برابر بھی خیر ہوگی، پھر جہنم سے وہ بھی نکلے گا جس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگی۔“

اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

4: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: التفسیر، باب: ذبہ من صلا مع نوح لانه کان مبداً لشکرا، 4/ 1745، 1747، الرقم: 4435، وإيضاً فی کتاب: الانبیاء، باب قول اللہ: ولقد أرسلنا نوحاً بالی قومہ، 3/ 1215-1216، الرقم: 3162، وإيضاً فی کتاب: الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: ولقد اتفقنا علی ان نبعث فیہم غلیلاً، 3/ 1226، الرقم: 3182، ومسلم فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: أدنی اهل الجنة منزلة فیہا، 1/ 184، الرقم: 194، والترمذی فی السنن، کتاب: صلا القیامۃ، باب: ماجاء فی الشفاعۃ، 4/ 622، الرقم: 2434، وقال: ہذا حدیث حسن صحیح، وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/ 435، الرقم: 9623، إسناده صحیح علی شرطہ الثمینی.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو دستی کا حصہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دستی کا گوشت بہت پسند تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دانتوں سے کاٹ کاٹ کر تبادل فرمانے لگے پھر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میں لوگوں کا سردار ہوں گا۔ تمہیں معلوم ہے وہ کون سا دن ہوگا؟ اس دن اللہ تعالیٰ دنیا کی ابتداء سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع فرمائے گا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی اور سورج بالکل قریب ہو جائے گا۔ پس لوگوں کی پریشانی اور بے قراری اس حد تک پہنچی ہوگی جس کی انہیں نہ طاقت ہوگی اور نہ وہ برداشت کر پائیں گے۔ لوگ کہیں گے: کیا دیکھتے نہیں ہو کہ تمہیں کس طرح کی پریشانی لاحق ہو گئی ہے؟ کیا کوئی ایسا برگزیدہ بندہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کرے؟“

”بعض لوگ بعض سے کہیں گے: تمہیں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلنا چاہیے۔ لہذا سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ تمام انسانوں کے حید امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی طرف سے آپ میں روح پھونکی اور اس نے فرشتوں کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا لہذا آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کر

دیتے۔ آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے: بے شک میں رب آقا پہنچ گیا ہوں تاکہ اس سے پہلے اتنا غضب ناک وہ کبھی نہ ہوا تھا اور نہ بعد میں کبھی اتنا غضب ناک ہوگا۔ رب اعلیٰ نے مجھ کو روکا تھا تو میں نے اس کا حکم نہ مانا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، کسی اور سے پاس جو ابنا نامہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے نوح! یہاں سے (بعد) سب سے پہلے رسول ہیں جو اہل زمین کی طرف بھیجے گئے تھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے شرف زار بندہ کا خطاب دیا ہے آپ ہی ہمارے لئے اپنے رب کے حضور شفاعت کر دیجئے۔ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حالت کو پہنچ گئے ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: میرا رب آج اتنا غضب ناک ہے کہ اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک نہیں ہوا تھا اور نہ آج اتنا غضب ناک ہوگا، مجھے ایک مقبول دعا عطا کی گئی تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف کر لی تھی۔ مجھے اپنی طرف سے اپنے رب سے مجھے تو اپنی فکر ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

”سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے ابراہیم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول زمین میں اللہ کے ظلیل ہیں، آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کہیں گے: آج میرا رب بہت غضب ناک ہے۔ اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے ہوا تھا اور نہ آج کے بعد ہوگا۔ میں نے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹ بولے تھے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور اپنے کلام کے ذریعہ نصیب کیا ہے اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: آج اللہ تعالیٰ بہت غضب ناک ہے، اتنا غضب ناک وہ نہ پہلے کبھی ہوا تھا اور نہ آج کے بعد کبھی ہوگا، میں نے اپنے شخص کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اللہ کی طرف سے مجھے اس کا حکم نہیں ملا تھا، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف اتھا کیا تو اور اللہ کی طرف سے ان ہیں، آپ نے یحییٰ میں گہوارے میں لوگوں سے کلام کیا تھا، (ہذا آپ) ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے ہیں؟ ہماری کیا حالت ہو چکی ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے: میرا رب آج اس درجہ غضب ناک ہے کہ میں اس سے پہلے کبھی اتنا غضب ناک ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ہوگا اور آپ کسی لغزش کا ذکر نہیں کریں گے (صرف اتنا کہیں گے: مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، مجھے اپنی پڑی ہے، میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ، ہاں محمد صلیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

”سب لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ آپ اللہ کے رسول اور سب سے آخری پیغمبر ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے تمام گنہگاروں سے معصوم رکھا ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ ہم کس حالت کو پہنچ چکے ہیں؟ (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ) میں آگے بڑھوں گا اور عرض کرتے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد اور حسن تعریف کے ایسے دروازے کھولے گا کہ مجھ سے پہلے کسی اور پر اس نے نہیں کھولے تھے۔ پھر کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سراٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! میرے رب میری امت! کہا جائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنی امت کے ان لوگوں کو جن پر کوئی حساب و کتاب نہیں ہے جنت کے دائیں دروازے سے داخل کیجئے ویسے انہیں اختیار ہے کہ جس دروازے سے چاہیں دوسرے لوگوں کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جنت کے دروازے کے دونوں کناروں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور حیر میں ہے یا جتنا مکہ اور بصری میں ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری، ۱۰۴۰، مذنی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: اليمان، باب: أدنى أهل الجنة منزلة فيها، 1/187، الرقم: 195، باب: يوطى في السند، 11/81، الرقم: 6216، والحاكم في المستدرک، 4، 631، الرقم: 8749، والبزري في السند، 7، 260، الرقم: 2840، وابن مندوي في اليمان، 2، 753، الرقم: 883، والبيهقي في الترمذ والترتيب، 4، 231، الرقم: 5493.

”حضرات ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا تو مؤمنین کے کھڑے ہونے پر جنت ان کے قریب کر دی جائے گی، پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جا کر عرض کریں گے: اے ہمارے ابا جان! ہمارے لئے جنت کا دروازہ کھلوائیے۔ وہ فرمائیں گے: تمہارے باپ کی ایک لغزش نے ہی تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ منصب نہیں، میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ظلیل ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، میرے ظلیل ہونے کا مقام، مقام شفاعت سے بہت پیچھے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے تو وہ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی روح ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرا یہ مقام نہیں۔

”پس وہ محمد بن عبد اللہ کے پاس آئیں گے تو آپ کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کا اذن دیا جائے گا۔ علاوہ ازیں امانت اور رحم کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں ہل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں گے۔ تم میں سے پہلا شخص ہل صراط سے بجلی کی طرح گزرے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: میرے رب! باپ آپ پر فدا ہوں بجلی کی طرح کوئی چیز گزرتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے بجلی کی طرف نہیں دیکھا کہ کس طرح گزرتی ہے اور پلک جھپکنے سے پہلے لوٹ آتی ہے۔ پھر لوگ ہل صراط سے آندھی کی طرح گزریں گے، اس کے بعد پرندوں کی رفتار سے اور اس کے بعد آدمیوں کے دوڑنے کی آواز سے گزریں گے۔ ہر شخص کی رفتار اس کے اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے: اے رب! ان کو سلامتی سے گزار دے، ان کو سلامتی سے گزار دے پھر ایک وقت وہ آئے گا کہ بندوں کے

اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو تھپتھپاتے ہوئے پل صراط سے گزریں گے۔ پل صراط کے دونوں جانب لوہے کے کانٹے لگے ہوں گے اور جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا اس کو یہ پکڑ لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا جائیں گے اور بعض ان سے الجھ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں ابو ہریرہ کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔“

اسے امام مسلم، ابویعلیٰ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

6: أخرجه الشافعي في السنن المأثورة، 1/242، الرقم: 185، والحميدي في المسند، 2/421، الرقم: 945.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے، اور مجھے ہر سرخ و سفید کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔“

اسے امام شافعی اور حمیدی نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/301، الرقم: 2742، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/303، الرقم: 31643، ومحمد بن حميد في المسند، 1/215، الرقم: 643، والطبراني في المعجم الكبير، 11/73، الرقم: 11085، والبيهقي في مجمع الزوائد، 8/258.

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور میں انہیں فخریہ بیان نہیں کرتا: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، پس میں نے اسے اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا تو وہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔“

اسے امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے کہا ہے: امام احمد کے زواۃ صحیح حدیث کے رجال میں سوائے یزید بن ابی زیاد کے، ان کی روایت حسن ہوتی ہے۔

8: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/416، الرقم: 19735، وابن أبي شيبة في المصنف، 6/304، الرقم: 31645، والبيهقي في مجمع الزوائد، 8/258.

”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں: مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کر نیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی، میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے، ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے میری مدد فرمائی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے، اور ہر نبی نے شفاعت کا سوال کیا تھا اور بے شک میں نے اپنی شفاعت کو

اسے امام احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(11: أخرجه ابن حبان في صحيحه، 14، 309، الرقم: 6399، وبيهي في معرفة الرجال، 1، 523، رقم: 2025)

”حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو ہم سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں اور پانچویں عطایہ کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا تو اس نے مجھے عطا کیا۔ اور نبی کو اس کی ہستی کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور وہ اس سے تجاوز نہیں کرتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، اور ہر دشمن ہم سے ایک ماہ کی مسافت سے خوفزدہ ہو جاتا ہے، اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کر دی گئی (ج۔ نہ تم) اور مہجہ بن دی گئی، اور ہمارے لئے خمس حلال کر دیا گیا ہے جبکہ ہم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا اور میں نے اپنے رب سے پانچ سو سال کیا: میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ کوئی بھی میرا امتی جو اسے توحید کی حالت میں ملے پس وہ اسے جنت میں داخل فرمائے تو اس نے مجھے یہ عطا کر دیا۔“

اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه أحمد في المسند، 1، 5، رقم: 15، وابن حبان في صحيحه، 14، 393، الرقم: 6476، وبيهي في المسند، 1، 44، رقم: 52،

والبخاري في المسند، 1، 149، الرقم: 76، وبيهي في مجمع الزوائد، 10، 375، وقال: رجالهم ثقات.

”حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے تو نماز فجر ادا کر کے تشریف فرما ہوئے یہاں تک کہ چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ (کسی بات پر) مسکرائے، پھر اپنی جگہ تشریف فرما رہے یہاں تک کہ نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ادا فرمائی، اس دوران آپ نے وقوف فستونہ فرمائی یہاں تک کہ آپ عشاء ادا کر کے اپنے اہل خانہ کے پاس تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ اس کی کیا وجہ ہے آج آپ نے جو کیا اس سے قبل بھی اس طرح نہیں کیا؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں! دنیا اور آخرت کے معاملات میں سے جو کچھ ہونے والا تھا مجھ پر پیش کیا گیا، اولین اور آخرین کو ایک میدان میں جمع کیا گیا، پس لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور قریب تھا کہ وہ پسینے میں ڈوب جاتے۔ عرض کریں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اور آپ ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے منتخب ہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ فرمائیں گے: مجھے بھی اس طرح پریشانی ہے جس طرح تمہیں ہے۔ تم اپنے (پہلے) باپ کے بعد دوسرے باپ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ (بے شک اللہ نے آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سب جہان والوں پر (بزرگی میں) منتخب فرمایا ہے) [آل عمران، 33: 3] پس لوگ مل کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور روئے زمین پر کسی کافر کو بستا ہوا نہ چھوڑا، آپ فرمائیں گے: شفاعت کا منصب میرے پاس نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیل بنایا تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ آپ فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں البتہ تم

موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بلا واسطہ گفتگو فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: یہ منصب میرے پاس نہیں لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کیونکہ انہوں نے مادرِ زاد اندھوں اور برص زدہ مریموں کو (اللہ کے حکم سے) ٹھیک کر دیا اور مردوں کو زندہ کر دیا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پاس شفاعت کا یہ منصب نہیں البتہ تم اولادِ آدم کے سردار کے پاس چلے جاؤ کیونکہ آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کے لئے سب سے پہلے زمین پھٹ جائے گی تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلے جاؤ وہ اللہ کے حضور تمہاری شفاعت کریں گے۔

”راوی فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائیں گے تو حضرت جبریل علیہ السلام رب کے پاس آئیں گے، پس اللہ رب العزت فرمائیں گے: اُن کو شفاعت کی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سناؤ۔ فرمایا: پھر جبریل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جائیں گے (یہ خبر سننے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقدارِ جمعہ کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھاپے اور کیسے سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سراٹھا لیں گے تو یکا یک اپنے رب کا دیدار کرتے ہی پھر دوسری بار جمعہ کی مقدار کے برابر سجدہ میں پڑے رہیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھاپے، کیسے سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ آپ پھر سجدہ ریز ہونا چاہیں گے تو جبریل علیہ السلام آپ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ آپ پر ایسے دعائیہ کلمات منکشف فرمائے گا کہ آج تک کسی فرد بشر پر نہیں فرمائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے پروردگار! تو نے مجھے اولادِ آدم کا سردار بنایا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ ہی سے زمین شق ہوگی یہاں تک کہ روزِ قیامت (بعد ازاں) مجھ پر حوض پیش کیا جائے گا جس کی حدود صنعاء اور الیہ کے درمیانی علاقہ کے برابر ہوں گی۔۔۔“ اہلِ آخر الحدیث۔

اسے امام احمد بن حنبل، ابنِ حبان، ابویعلیٰ اور بزار نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

(13: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 1/281، الرقم: 2546، وأبو يعلى في المسند، 4/215، الرقم: 2328، والبيهقي في معجم الزوائد، 10/372.)

”ابونضرہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے حصہ میں مقبول دعا نہ آئی ہو جو دنیا میں پوری ہوئی اور میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لئے ذخیرہ کر دیا ہے۔ میں قیامت کے دن تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، میں ہی وہ شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین (قبر) کھل جائے گی مگر یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میرے ہاتھوں میں لواءِ حمد ہوگا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حضرت آدم اور ان کے علاوہ تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔ قیامت کا دن لوگوں کیلئے لمبا ہو جائے گا تو ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: ہمارے ساتھ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو تا کہ وہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کریں جس کی وجہ سے اللہ رب العزت ہمارا فیصلہ فرمائے۔ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر کہیں گے: اے آدم علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا، آپ کو اس نے اپنی جنت میں ٹھہرایا اور اس نے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا۔ اپنے رب کی بارگاہ

میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ پس وہ کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں اپنی اغزش کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ جنہیوں کے سردار ہیں۔

”پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ آپ فرمائیں گے: میرا یہ منصب نہیں میں نے ایک دعا کی جس سے اہل ارض غرق ہو گئے۔ آج کے دن مجھے اپنا غم ہے البتہ تم ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: اے ابراہیم علیہ السلام! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں میں نے اسلام میں (بظاہر) تین جھوٹ بولے تھے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور شخص ایسی باتوں کے ساتھ حیلہ طلب کرتا ہے تو وہ دین سے نکل جاتا ہے۔ (ان باتوں میں سے) آپ کا کہنا (میری طبیعت مضطرب ہے) (القرآن، الصافات، ۳۷: ۸۹) دوسری بات (بلکہ یہ) (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہو گا تم ان (بتوں) سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں) (القرآن، الانبیاء، ۲۱: ۸۹) اور آپ کا اپنی زوجہ کو جب آپ بادشاہ کے پاس آئے میری بہن کہنا۔ (ابراہیم علیہ السلام کہیں گے) آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن تم لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جنہیں اللہ نے اپنی رسالت اور کلام سے منتخب کیا۔

”لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے: اے موسیٰ علیہ السلام! آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور آپ کے ساتھ کلام کیا لہذا آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ پس آپ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں۔ میں نے ایک شخص کو بغیر قصاص کے قتل کیا تھا اور یہ کہ آج مجھے اپنا غم ہے لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ جو اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت فرمائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں ہوں، مجھے اللہ کے سوا معبود بنا لیا گیا اور آج کے دن مجھے اپنا غم ہے لیکن کیا تم لوگوں نے دیکھا ہے کہ اگر کوئی سامان کسی مہر لگے برتن کے اندر ہو تو کیا کوئی اس کے اندر تک بغیر مہر توڑے رسائی حاصل کر سکتا ہے؟ وہ کہیں گے: نہیں! تو آپ فرمائیں گے: بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ آج کے دن اس حال میں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے اور بعد کے ہر گناہ سے معصوم رکھا ہوا ہے۔

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس لوگ میرے پاس آکر کہیں گے: اے محمد! اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے تو میں کہوں گا: یہ میرا ہی منصب ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت عطا فرمائے گا جس کو چاہے گا اور جس سے راضی ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے گا کہ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمادے، ایک آواز دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت؟ پس ہم آخر میں آنے والے اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں، ہم آخری امت ہیں اور وہ ہیں جن کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، ہمارے راستے سے باقی امتوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ ہم اس حال میں چلیں گے کہ ہماری پیشانیاں وضو کے اثر کی وجہ سے چمک رہی ہوں گی۔ دوسری امتیں کہیں گی:

امت کا یہ گروہ تو سارے کے سارے انبیاء لگتے ہیں۔ میں باب جنت پر آ جاؤں گا، دروازے کی کنڈی پکڑ کر دروازہ کھٹکاؤں گا تو پوچھا جائے گا: آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد بن عبد اللہ ہوں پس میرے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔ اللہ رب العزت (اپنی شان کے مطابق) اپنی کرسی پر تشریف فرما ہوگا یا تخت پر تو میں اللہ رب العزت کیلئے سجدہ میں گر پڑوں گا اور ایسے تعریفی کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کروں گا جن کے ساتھ نہ مجھ سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ کی کسی نے تعریف کی ہے اور نہ میرے بعد کوئی ان کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا کرے گا۔ کہا جائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا، کہیے آپ کو سنا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سراٹھا کر عرض کروں گا: اے رب! میری امت، میری امت، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ہر اس شخص کو جہنم سے نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار کا ایمان ہو (حماد راوی کو صحیح مقدار یاد نہیں رہی)۔ میں دوبارہ سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سراٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم سے اسے بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ لوگ پہلے سجدہ سے نکالے جانے والوں کے علاوہ ہوں گے۔ پھر تیسری بار میں سجدہ ریز ہو کر اسی طرح عرض کروں گا تو مجھے کہا جائے گا: اپنا سراٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، سوال کیجئے عطا کر دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ پس میں کہوں گا: اے رب! میری امت، میری امت، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جہنم سے اس کو بھی نکال لیجئے جس کے دل میں اتنی اتنی مقدار میں ایمان ہو۔ یہ تعداد پہلی تعدادوں کے علاوہ ہوگی۔“

اسے امام احمد اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے کہا ہے: اس میں ایک راوی علی بن زید ہے جسے ضعف کی وجہ سے ثقہ قرار دیا گیا ہے باقی ان کے رجال صحیح ہیں۔

14: أخرجه ابن حنبل في المسند، 3/144، الرقم: 12469، والدارقطني السنن، 1/41، الرقم: 52، وابن مندوي في الایمان، 2/846، الرقم: 877، هذا حديث صحيح، والتمذيذ في أحوال علماء الحديث، 6/323، الرقم: 2345، والروزي في تعظيم قدر الصلاة، 1/276، الرقم: 268.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کے دن جملہ مخلوقات میں سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، حمد کا جھنڈا مجھے تھمایا جائے گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا، قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا سردار ہوں گا اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو سب سے پہلے جنت میں جائے گا اور میں یہ بات بطور فخر نہیں کہتا۔“

”میں جنت کے دروازے کے پاس آ کر اس کی کنڈی پکڑ لوں گا تو فرشتے پوچھیں گے: یہ کون ہیں؟ میں کہوں گا: میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے تو میں اندر داخل ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہوگا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے اور کلام کیجئے آپ کو سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سراٹھا کر عرض کروں گا: میرے رب! میری امت، میری امت۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر

ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ میں آکر جس کے دل میں اتنا ایمان پاؤں گا تو اُسے جنت میں داخل کروں گا۔

”پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھا لیجیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سراٹھا کر عرض کروں گا: اے میرے رب! میری امت، میری امت، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں آدھے جو کے دانے کے برابر ایمان پائیں اس کو جنت میں داخل کیجئے۔ پس میں جاؤں گا اور جس کے دل میں اتنی مقدار میں ایمان پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔

”پھر اچانک دیکھوں گا کہ اللہ رب العزت میرے سامنے جلوہ افروز ہے تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھا لیجیے اور گفتگو کیجئے آپ سے سنا جائے گا، اور کہیے آپ کی بات قبول کی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں اپنا سراٹھا کر عرض کروں گا: میری امت، میری امت، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اپنی امت کے پاس چلے جائیے اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان موجود ہو اس کو جنت میں داخل کیجئے، میں جاؤں گا اور جن کے دل میں ایمان کی اتنی مقدار پاؤں گا ان کو بھی جنت میں داخل کروں گا۔

”اللہ تعالیٰ لوگوں کے حساب سے فارغ ہو جائے گا اور میری امت میں سے باقی جو لوگ بچ جائیں گے وہ اہل تارے رنجہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پس دوزخ والے لوگ ان کو طعنہ دیں گے: تمہیں اس چیز نے کوئی فائدہ نہیں دیا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے؟ اس پر اللہ رب العزت فرمائے گا: مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ان کو ضرور جہنم کی آگ سے نجات دوں گا۔ پس ان کی طرف فرشتہ بھیجے گا تو وہ اس حال میں اس سے نکلیں گے کہ بری طرح جھلس گئے ہوں گے، پھر وہ نہر حیات میں داخل ہوں گے تو اس میں سے اس طرح نکلیں گے جس طرح پانی کے کنارے دانہ اگتا ہے۔ ان کے ماتھے کے درمیان لکھ دیا جائے گا یہ ”عَتَقَاءُ اللّٰہ“ (اللہ کے آزاد کردہ) ہیں۔ وہ فرشتہ ان کو لے جائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ اہل جنت انہیں کہیں گے: یہ لوگ جہنمی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ ”عَتَقَاءُ الْجَبَّار“ (اللہ تعالیٰ جبار کے آزاد کردہ) ہیں۔ اے امام احمد اور دارمی نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد ٹھیک ہے۔

15: أخرجه الدارمی فی السنن، 2/421، الرقم: 2804، والطبرانی فی المعجم، 17/320، رقم: 887.

”حضرت عتبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا اور حساب کتاب کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا۔ مومن کہیں گے: ہمارے رب نے ہمارے درمیان فیصدہ فرما دیا پس کون ہمارے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے گا؟ وہ (آپس میں) کہیں گے: حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ وہ ان کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: کھڑے ہو جائیے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے: تم لوگ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ پس وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جانے کا کہیں گے۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آئیں گے تو وہ انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے میں نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جانے کے لئے تمہاری رہنمائی کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے حضور رکھنا ہونے کی توفیق فرمائے گا، میری نشست سے ایسی خوشبو پھیلے گی کہ اس جیسی مہک کسی نے کبھی نہیں سونگھی ہوگی۔ یہاں تک کہ میں اپنے رب کے حضور آؤں گا تو وہ مجھے حق شناس مت عنایت فرمائے گا اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ماتحتوں تک سرائے نور بتا دے گا۔ اس پر کہ فرمائیں تے نہیں گئے: ایمان والوں نے ایسی ہستی کو پالیا ہے جو ان کی شفاعت کرے گا پس تو کھڑا ہو اور اپنے رب سے ہماری شفاعت کر دو کہ تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ کھڑا ہوگا تو اس کی نشست سے اتنی سخت بدبو پھیلے گی کہ کسی نے اس جیسی نہیں سونگھی ہوگی، پھر وہ عذاب جہنم کے لئے بڑا ہو جائے گا تو اس وقت وہ کہے گا: (اور شیطان کہے گا جبکہ نیسہ: دو چکا، دو کا ب شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے) (اقرآن، ابراہیم، 14: [22]۔ اسے امام دارمی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

16 أخرجه ابن أبي عمير في المسند. 6: 308، رقم: 31675، في. سمعني منه. 2: 354، رقم: 813.

”حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج نو سو سال کی مسافت جتنی گرمی عطا کی جائے گی، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے سروں کے قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ دو مائوں جتنا فاصلہ ہوگا۔ نو سو سینہ میں غرق ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ زمین پر ٹپک رہا ہوگا پھر سورج بلند ہوگا تو انسان اس کی حدت سے بانڈی کے ابلنے کی طرح جوش مارے گا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہاں تک کہ کوئی شخص کہے گا: (ہمیں) ذبح کر دیا گیا پس جب وہ اپنی حالت دیکھیں گے، ان میں سے بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم اپنی حالت نہیں دیکھ رہے؟ آؤ اپنے باپ آدم علیہ السلام کے پاس چلیں کہ وہ تمہارے رب سے تمہاری شفاعت فرمائیں، پس وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میں اس منصب پر فائز نہیں تو (تمہارا کام مجھ سے) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے شکر گزار بندے کے پاس جاؤ تو وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ہستی ہیں جن کو اللہ نے شکر گزار بنایا ہے، اور آپ ہماری حالت دیکھ رہے ہیں لہذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو (مجھ سے یہ کام) کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے خلیل الرحمان! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم فرماتے ہیں تو وہ فرمائیں گے: تم اللہ کے کلمہ اور اس کی روح خسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس جاؤ تو وہ حضرت خسیٰ بن مریم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے کلمہ اور اس کی روح! آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں لہذا اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کریں تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، میرا یہ منصب نہیں تو کام کہاں

ہوگا؟ پس وہ عرض کریں گے: آپ ہمیں کس کی طرف جانے کا حکم کرتے ہیں؟ وہ فرمائیں گے: تم اس بندہ سے پاس جاؤ جس سے ذریعہ اللہ نے باب نبوت کھولا اور نبوت ختم فرمائی اور اس کے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے، اور آج کے دن ہم (ان کی عظمت کو متعارف کرانے کے) امین ہیں۔

”پس وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے باب نبوت کھولا اور آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا اور آپ سے صدقے پہلے اور پچھلے بخش دیئے گئے اور آپ اس دن امن میں ہیں، آپ ہماری حالت ملاحظہ فرما رہے ہیں تو اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے تو آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں، پس آپ لوگوں کے درمیان سے نکل کر جنت کے دروازے تک آئیں گے اور دروازے میں لگا سونے کا کنڈا پکڑ کر دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ آپ فرمائیں گے: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) راوی فرماتے ہیں: آپ کے لئے اسے کھول دیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حضور حاضر ہو کر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، پس آپ سجدہ ریز ہوں گے تو رب تعالیٰ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! پھر سجدوں کی اجازت طلب کریں گے تو آپ کو اذن دیا جائے گا، آپ سجدہ ریز ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی حمد و ثنا اور بزرگی کے ایسے کلمات کشف فرمائے گا کہ خلایق میں سے کسی پر ایسا نہیں کیا گیا۔ پس وہ فرمائے گا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سراٹھائیے، سوال کریں آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور دعا کیجئے آپ کی دعا قبول کی جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سراٹھا کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری امت، میری امت! دوبار یا تین بار فرمائیں گے۔ (حضرت سلمان رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اس شخص کی شفاعت فرمائیں گے جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہوگا یا جو کے برابر ایمان ہوگا یا رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا، وہی مقام محمود ہوگا۔“ اسے امام ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے اس حدیث کی اسناد کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

17: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، 413/12، الرقم: 13522، والبيهقي في معجم الزوائد، 261/1.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے تمام لوگوں سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ ہر نبی صرف اپنی بستی کی طرف مبعوث ہوتا تھا، رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی کہ میرا دشمن ایک ماہ کی مسافت پر مجھ سے مرعوب ہو جاتا ہے، مجھے مال غنیمت سے نوازا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی، اور مجھے شفاعت عطا کی گئی جسے میں نے اپنی امت کے لیے موخر کر دیا ہے۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

18: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، 154/7، الرقم: 6674، والبيهقي في معجم الزوائد، 259/8، والسيوطي في المصابيح الكبير، 332/2.

”حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزوں کی وجہ

سے تمام انبیاء پر فضیلت سے نوازا گیا: مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا، میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے ذخیرہ کر دیا، میری رعب کے ذریعے ایک ماہ آگے اور ایک ماہ پیچھے مدفرائی گئی، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی، اور میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھے۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

19: أخرجه الطبرانی في المعجم الأوسط، 211/8، رقم: 7435.

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: مجھے سرخ دسیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے جبکہ پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا، ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میری مدفرائی گئی، مجھے مال غنیمت کھلایا گیا ہے جبکہ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں کھلایا گیا، میرے لئے تمام روئے زمین پاک کر نیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی، اور ہر نبی کو اس کا طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جس میں اس نے جلدی کی تھی جبکہ میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے، اور وہ ان شاء اللہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

20: أخرجه الطبرانی في المعجم الأوسط، 269/7، رقم: 7471.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے جو مجھ سے پہلے کسی نبی کے لئے حلال نہ تھے، میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنادی گئی جبکہ ہم سے پہلے لوگ مخصوص مقامات پر نماز پڑھتے تھے، مجھے ہر سرخ دسیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی خاص شخص (نبی) کو اس کی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا، میرے آگے ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے مدفرائی گئی ہے، کوئی قوم میرے بارے میں سنتی ہے حالانکہ ان کے اور میرے درمیان ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو وہ مجھ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں یعنی رعب و دبدبہ کو میرا مددگار بنایا گیا، اور مجھے کہا گیا: سوال کیجیے آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے اسے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھ چھوڑا ہے اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

21: أخرجه الطبرانی في المعجم الأوسط، 202/5، رقم: 5082، المعجم فی معجم الزوائد، 375/10.

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی ایک خادمہ ان کی خدمت سر انجام دیتی تھی جس کا نام بریرہ تھا، ایک شخص نے اس سے مل کر کہا: اپنے بالوں کی چھوٹی زلفوں کو اٹھانے پر رکھا کر کیونکہ تجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہرگز کسی چیز کا کوئی نفع نہیں پہنچائیں گے۔ اس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر کر دی تو آپ چادر مبارک کھینٹتے ہوئے اپنے سرخ رخساروں کے ساتھ باہر تشریف لائے۔ (ماویٰ فرماتے ہیں) ہم گروہ انصار آپ کے جلال کو چادر مبارک کے کھینٹنے اور رخسار مبارک کے سرخ ہونے سے پہچانتے تھے لہذا ہم اپنا اسلحہ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! آپ جو چاہیں ہمیں حکم فرمائیں، پس اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ

مبعوث کیا ہے اگر آپ ہمیں ہمارے والدین اور اولاد کے بارے میں کوئی حکم بھی فرمائیں گے تو ہم آپ کے ارشاد و انوار میں ضرور کر گزریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور پوچھا: میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں (ایسا ہی ہے) لیکن میں کون ہوں؟ ہم نے عرض کیا: آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اولاد آدم کا ہوں اور (مجھے اس پر) فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ ہی سے زمین شق ہوگی اور فخر نہیں، سب سے پہلے میرے ہی سر سے خاک جھڑکی جائے گی اور مجھے فخر نہیں اور میں ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گا اور وہی فخر نہیں۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ گمان کرتے ہیں کہ میرا شفع نہیں پہنچائے گا؟ ایسا نہیں ہے جیسا انہوں نے گمان کیا، بے شک میں ضرور شفاعت کروں گا اور یہاں تک شفاعت کروں گا کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی شفاعت کر سکے گا اور اس کی شفاعت بھی قبول کی جائے گی یہاں تک کہ ابلیس بھی میری شفاعت میں رغبت رکھے گا۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

22: أخرجه الطبرانی في المعجم الصغير، 1/80، الرقم: 103، والندری فی الترفیب والتریب، 4/236، الرقم: 5504، والبیہقی فی معجم الزوائد، 10/376، 377۔
”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی توفیق اور معصیت پر گامزن رہنے اور اطاعت کی مخالف کے سبب اہل قبلہ میں سے لوگ جہنم میں داخل ہوں گے جن کی تعداد اللہ کے ہاں کوئی نہیں جانتا۔ مجھے اذن شفاعت دیا جائے گا تو میں اللہ جل جلالہ کی حالت سجدہ میں تعریف کروں گا جیسے میں اس کی قیام میں تعریف کروں گا۔۔۔ (اور راوی نے حدیث ذکر کی اسکا آخری حصہ اس طرح ہے) پس مجھ سے کہا جائے گا: اپنا سراٹھائیے، اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ اہم منذری اور بیہقی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

23: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، 8/97، الرقم: 7483، والبیہقی فی معجم الزوائد، 10/377۔

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی امت کے بدترین لوگوں کے لئے بہترین ہوں۔ آپ کے ہم نشینوں میں سے کسی شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ان کے بہترین لوگوں کے لئے کیسے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بدترین لوگوں کو اللہ تعالیٰ میری شفاعت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے بہترین کو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کے سبب جنت میں داخل فرمائے گا۔“ اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

24: أخرجه ابن رباح في المسند، 1/94، الرقم: 10، وابن حبان في العظمی، 3/835، الرقم: 386، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 2/148-149۔

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث صورت میں روایت ہے کہ لوگوں کے پل صراط کے پار ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس جب اہل جنت کو جنت کی طرف اور اہل جہنم کو جہنم کی طرف پہنچایا جائے گا۔ وہ کہیں گے: کون ہمارے رب کے حضور ہماری شفاعت کرے گا کہ وہ ہمیں جنت میں داخل فرمائے؟ راوی فرماتے ہیں: پس وہ کہیں گے: تمہارے باپ آدم علیہ السلام سے بڑھ کر کون شخص اس کا زیادہ حق دار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور سب سے پہلے ان سے کلام کیا۔ پس آدم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ

انکار کریں گے اور فرمائیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ طلب کیا جائے گا تو وہ اپنا (بظاہر) گناہ یاد کر کے عرض کریں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم ابراہیم علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خلیل بنایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں، لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کو لازمی پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قریب کر کے سرگوشی کی ہے اور ان پر تورات اتاری ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لایا جائے گا اور ان سے اس کا مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن تم اللہ کی روح اور اس کے کلمہ جیسی بن مریم علیہا السلام کے پاس لازمی ہے۔ پھر حضرت جیسی علیہا السلام کو لایا جائے گا اور ان سے یہ مطالبہ کیا جائے گا تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں لیکن میں تنہا ہی رہنمائی کروں گا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لازمی جاؤ۔

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دو میرے پاس آئیں گے، میرے لئے اپنے رب کے ہاں تین شفاعتیں ہیں جن کا اس نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں: میں جنت کی طرف آؤں گا اور دروازے کا کٹھا پکڑ کر کھٹکناؤں گا تو اسے یہ سے لئے کھول دیا جائے گا۔ پس مجھے سلام کیا جائے گا اور مرحبا کہا جائے گا تو میں جنت میں داخل ہوں گا۔ جب میں اس میں داخل ہوں گا تو اپنے رب کو عرش پر دیکھتے ہی سجدہ ریز ہو جاؤں گا اور اس وقت تک سجدہ میں رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ میں سجدہ میں رہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد اور بڑائی کرنے کا ایسے کلمات سے اذن دے گا کہ مخلوق میں سے کسی کو ایسا اذن نہیں دیا گیا۔ بعد ازاں وہ فرمائے گا: اپنا سراٹھائیے، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں عرض کروں گا: اے میرے رب! جو میرے امتیٰی جنم میں تیرے ہیں (ان کی بخشش چاہتا ہوں)؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کی تم صورت پہچانو اسکو جہنم سے نکال لو، پس ان کو نکال لیجائے گا حتیٰ کہ ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں دینار کے برابر ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو، پھر فرمائے گا: دو تہائی دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: آدھے دینار کے برابر، پھر فرمائے گا: ایک قیراط (دینار کے دسویں حصے کے نصف برابر) پھر فرمائے گا: تم جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو (اس کو نکال لو) فرماتے ہیں: پس انہیں نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد سفینۂ جہنم کی جان ہے تم دنیا میں اپنے گھروں اور بیویوں کو اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے گھروں اور بیویوں سے زیادہ پہچان رکھنے والے نہیں ہو۔“ اسے امام ابن راہویہ نے روایت کیا ہے۔

25: أخرجه البيهقي في السنن الكبرى، 2/433، الرقم: 4064، والبيهقي في مجمع الزوائد، 8/258.

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین پاک کر نیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنادی گئی جبکہ پہلے انبیاء میں سے کوئی نبی بھی مخصوص مقام کے علاوہ کسی جگہ نماز نہیں پڑھتا تھا، ایک ماہ کی مسافت تک کے رعب سے میری مدد فرمائی گئی، میرے اور مشرکوں کے درمیان ابھی ایک ماہ کا فاصلہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں رعب ڈال

دیتا ہے، ہر نبی کو اس کی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے جن دافس کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، انہی دافس میں میرے
کے رکھ دیتے تھے تو آگ آ کر ان کو کھا جاتی جبکہ مجھے اسے اپنی امت کے فقراء میں تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ہر نبی کو اس
طلب کیا ہوا عطا کر دیا گیا جبکہ میں نے اپنی شفاعت کو اپنی امت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔ اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔
26: أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير، 14/ 298.

”حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب ملک ہندوؤں
نے مجھے سرخ و سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مالِ غنیمت عطا کر دیا گیا،
اور میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی، اور مجھے روز قیامت میری امت کے نادر گماں
کے لئے شفاعت عطا کی گئی ہے۔“ اسے امام ابن عساكر نے روایت کیا ہے۔

27: أخرجه اللالكائي في شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 1/ 444، الرقم: 1449، وأخرج ابن اسحاق في السيرة النبوية، 3/ 287، الرقم: 475،
مشارف السيرة النبوية، 3/ 231، والطبري في جامع البيان، 10/ 47:

”حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے پانچ اسکی چیزیں عطا
کئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں: میرے لئے تمام روئے زمین مسجد اور پاک کر نیوالی (جائے تیمم) بنا دی گئی۔
فرمایا: میرے لئے تمام روئے زمین پاکیزہ، پاک کر نیوالی (جائے تیمم) اور مسجد بنا دی گئی۔... تو ابوعمر سے کہا گیا کہ کیا آپ
ٹھک ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔۔۔ اور ایک ماہ کی مسافت کے رعب کے ذریعے میرے دشمن پر میری مدد فرمائی گئی، مجھے سرخ و
سیاہ (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، میری امت کو مال لپی کھلایا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی امت کو اسے نہیں کھلایا گیا اور
مجھے شفاعت عطا کی گئی اور وہ ہر اس شخص کو پہنچنے والی ہے جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوگا۔“ اسے امام
لالکائی نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت کے دن مقام محمود پر فائز فرمانے کا بیان

1: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: التفسير، باب قوله: مسمى أن معك ربك مقام محمود، 4/ 1748، الرقم: 4441، والسنائي في السنن الكبرى، 6/ 381،
الرقم: 11295، وابن مندو في ال إيمان، 2/ 871، الرقم: 927، والقرطبي في الجامع لأحكام القرآن، 10/ 309، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/ 56.
”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے روز لوگ گروہ درگروہ اپنے اپنے ٹیپے کے
پیچھے چلیں گے اور عرض کریں گے: اے فلاں! ہماری شفاعت فرمائیے، اے فلاں! ہماری شفاعت فرمائیے حتیٰ کہ طلب شفاعت کا
سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر ختم ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود
پر فائز فرمائے گا۔“

اس حدیث کو امام بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاري في الصحيح، كتاب: الزكاة، باب: من سأل الناس عكراً، 2/ 536، الرقم: 1405، وابن مندو في ال إيمان، 2/ 654، الرقم: 884،
والبيهقي في شعب ال إيمان، 3/ 269، الرقم: 3509، والذہبی فی الفردوس سائر الخطاب، 2/ 377، الرقم: 3677، والطبري في جامع البيان في تفسير

القرآن، 15/146، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 3:58.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص (دنیا میں بھکاری بن کر) لوگوں سے مانگتا رہتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ٹکڑا تک نہ ہوگا۔ اور فرمایا: قیامت کے دن سورج (خلوق کے) اتنا قریب ہوگا کہ (ان کا) پسینہ نصف کان تک پہنچ جائے گا۔ پس وہ اس حال میں حضرت آدم علیہ السلام سے مدد طلب کریں گے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے، پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مدد طلب کرنے جائیں گے۔ عبداللہ بن جعفر نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ مجھ سے لیف نے بیان کیا ان سے ابن ابی جعفر نے بیان کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کریں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔ آپ جائیں گے حتیٰ کہ جنت کے دروازے کا کنڈا پکڑ لیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور سارے اہل محشر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کریں گے۔“

اسے امام بخاری، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

3: آخر جہ مسلم فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: أدنی اکل الجنة منزلة فیہا، 1/179، الرقم: 191، وابو عوانہ فی السنن، 1/154، الرقم: 448، وابن

مندہ فی الایمان، 2/829، الرقم: 858، والبیہقی فی شعب الایمان، 1/289، الرقم: 315، وابیہانی الاقتاد، 1/195.

”یزید الفقیر کہتے ہیں: مجھے خوارج کی رائے نے گھیر لیا تھا (کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے) ہم لوگوں کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ حج کرنے کے لئے نکلے (اور سوچا کہ بعد میں) ہم لوگوں کے پاس (اپنے اس عقیدہ کو بیلان کرنے کے لئے) جائیں گے۔ فرماتے ہیں: ہمارا گزردینہ منورہ سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک ستون کے پاس بیٹھے لوگوں کو احادیث بیان فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں: اچانک انہوں نے جہنیوں کا ذکر فرمایا تو میں نے ان سے عرض کیا: اے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ یہ کیا بیان کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تو (جہنیوں کے بارے) فرماتا ہے: (بے شک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعہ رسوا کر دیا) [آل عمران، 3:192] اور ایک مقام پر ہے (دوزخی) جب بھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے) [اسجدہ، 32:20] آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: تم قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا تم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے جس پر اللہ تعالیٰ انہیں فائز فرمائے گا؟ میں نے کہا: ہاں! فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ایسا مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا جہنم سے نکالے گا۔ فرماتے ہیں: پھر انہوں نے پل صراط اور لوگوں کے اس پر گزرنے کو بیان فرمایا۔ کہتے ہیں: مجھے ڈر ہے کہ شاید میں اسے یاد نہ رکھ سکوں۔ تاہم انہوں نے یہ بیان کیا کہ لوگ جہنم میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلیں گے۔ ابو نعیم کہتے ہیں: وہ ایسے نکلیں گے جیسا کہ آنسو کی جلی ہوئی لکڑیاں، پھر جنت کی نہر میں غسل کرنے کے کاغذ کی طرح سفید ہو کر نکلیں گے۔ پس ہم وہاں سے لوٹے اور ہم نے آپس میں کہا: تم پر افسوس ہو کیا یہ شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں؟ پس ہم میں سے ایک شخص کے سوا سبھی خوارج کے عقیدہ سے تائب ہو گئے جیسا کہ ابو نعیم نے بیان کیا ہے۔“

اسے امام مسلم، ابو عوانہ، ابن مندہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

4: أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: تفسیر القرآن، باب: من سورۃ بنی اسرائیل، 5/303، الرقم: 3137، وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/444، الرقم: 8735، ابن ابی حنیہ فی المصنف، 6/319، الرقم: 31745، وابن ابی عاصم فی السنن، 2/364، الرقم: 784، والبیہقی فی شعب الایمان، 1/681، الرقم: 299، المصنف، 2/664، الرقم: 293، والطبری فی جامع البیان فی تفسیر القرآن، 15/145، وابن کثیر فی تفسیر قرآن العظیم، 3/59، والقرطبی فی الجامع لأحكام القرآن، 10/309، والعسقلانی فی فتح الباری، 11/426.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) [بنی اسرائیل، 79:17] کے بارے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ مقام شفاعت ہے۔“

اسے امام ترمذی، احمد، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

5: أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: تفسیر القرآن، باب: من سورۃ بنی اسرائیل، 5/308، الرقم: 3148.

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن تمام اور آدم کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سارے لوگ اس دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ میں ہی وہ ہوں جس سے سب سے پہلے زمین شق ہوگی اور مجھے کوئی فخر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ تین بار گھبرانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہمارے باپ ہیں اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے۔ آپ فرمائیں گے: مجھ سے لغزش واقع ہوئی جس کے باعث مجھے زمین پر اترا پڑا تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، پھر وہ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے زمین پر ایک دعا مانگی جس کے باعث سارے لوگ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ فرمائیں گے میں نے تین مرتبہ (بظاہر) خلاف واقع بات کہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے ان تینوں باتوں سے دین الہی کو بچانے کے لئے حیلہ کیا، حضرت ابراہیم فرمائیں گے حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے: میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: لوگوں نے اللہ عزوجل کے علاوہ مجھے بھی معبود بنا لیا تھا تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: پھر وہ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ چلوں گا۔ ابن جدعان (راوی حدیث) کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا گویا کہ میں اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جنت کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر کھٹکھٹاؤں گا، تو کہا جائے گا: کون؟ جواب دیا جائے گا: حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ چنانچہ وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے مرحبا کہیں گے، میں (اللہ عزوجل کے سامنے) سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثنا، کا کچھ حصہ الہام فرمائے گا۔ مجھے کہا جائے گا: سراٹھائیے، مانگئے آپ کو عطا کیا جائے گا، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور فرمائیے آپ کی بات مانی جائے گی۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) یہی وہ مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے

10. نرد بر من مکتبی فی سند 3. 178. رقم: 12824. انتدیس فی داخه اعلیٰ 7. 249. رقم: 373.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اے عبور کرنے کا انتظار کر رہا ہوں گا کہ اس اثناء میرے پاس عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے ہوں گے۔ اس کے بعد میں یہاں پہنچوں گا۔“

وہ تمام گروہوں کو اپنی منشاء کے مطابق الگ کر دے تاکہ انہیں پریشانی سے نجات مل جائے۔ اس دن ساری مخلوق اپنے اپنے گروہوں میں جمع ہوگی، مومن پر اس کا اثر ایسے ہوگا جیسے زکام (میں ہلکا ہلکا پسینہ) اور جو کافر ہوگا اس پر جیسے موت دارا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میں عیسیٰ سے کہوں گا: ذرا ٹھہریے جب تک کہ میں آپ کے پاس لوں۔ راوی کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جائیں گے یہاں تک کہ عرش کے نیچے کھڑے ہوں گے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ تشریف فرما ہوئے۔

حاصل ہوگا جو کسی برگزیدہ فرشتہ کو حاصل ہو انہ کسی نبی مرسل کو، پھر اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرمائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر کہو: اپنا سراٹھائیے، مانگیے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پس میری امت کے حق میں میری شفاعت قبول کی جائے گی کہ ہر 99 لوگوں میں سے ایک کو جہنم جاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں بار بار اپنے رب کے حضور جاؤں گا اور جب بھی اس کے حضور کھڑا ہوں گا میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کا مکمل اختیار عطا کر کے فرمائے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی امت اور اللہ کی مخلوق میں سے ہر اس شخص کو بھی جنت میں داخل کر دیجیے جس نے ایک دن بھی اخلاص کے ساتھ یہ گواہی دی کہ نہ ہے کوئی معبود نہیں اور اسی پر اس کو موت آئی ہو۔“

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے اشخاص ہیں۔

11: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 3/244، الرقم: 13562، وابن أبي عاصم في المسند، 2/374، الرقم: 804.

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایمان والوں کو روک لیا جائے گا تو وہ اس سے غمگین ہو کر آپس میں کہیں گے: ہمیں اپنے پروردگار کے ہاں کوئی سفارشی چاہئے جو ہمیں اس سے راحت فراہم کرے۔ پس وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے: آپ ہم سے بہت قریب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے تخلیق فرمایا اور آپ کے لئے ملائکہ کو سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلا دیئے تو آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے درخت سے کھانے کا ذکر کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا، لیکن تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ پہلے نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف مبعوث فرمایا۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور بغیر غم کے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے کی خطا کا ذکر کریں گے، بلکہ تم اللہ الرحمن کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر فائز نہیں اور اپنے (بظاہر نظر آنے والے) تین جھوٹوں کی خطا کا ذکر کریں

گئے۔ ان کا یہ کہنا (بے شک میں بیمار ہونے والا ہوں) [القرآن، الصافات، 89:37] اور ان کا قول (بلکہ یہ (کام) ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا) [القرآن، الانبیاء، 63:21] اور جب وہ مع اہلیہ عالم صاحب ثروت (حکمران) کے پاس آئے تو اہلیہ سے فرمایا: تم اسے کہنا کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں اسے بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ (اس سبب کی وجہ سے وہ لوگوں سے فرمائیں گے) تم اس کے بندہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا ہے اور ان کو تورات عطا کی ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس پر قانع نہیں اور ایک شخص کو قتل کرنے کی اپنی خطا کا ذکر کریں گے، لیکن تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے، اس کے رسول، اللہ کے کلمے اور اس کی روح ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو وہ فرمائیں گے: میں اس منصب پر نہیں، لیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو پہلے اور بعد کی تمام تقصیرات کی مغفرت سنادی گئی ہے۔

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے تو میں اپنے رب سے اس کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہوں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس رب کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اسی حالت پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سراٹھائیے، کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سراٹھا کر اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے کلمات سے حمد و ثنا کروں گا۔ پھر میں سفارش کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا لہذا میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر دوسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا تو مجھے اذن دیا جائے گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سراٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سراٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری بار میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا۔ پس اس کو دیکھتے ہی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا تو اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے اس حال پر رکھے گا پھر فرمائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنا سراٹھائیے! کہیے آپ کو سنا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا۔ فرماتے ہیں: میں اپنا سراٹھا کر اپنے رب کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو وہ مجھے سکھلائے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا تو وہ میرے لئے حد مقرر فرمائے گا پس میں انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا۔ جہنم میں صرف وہ رہ جائے گا جسے قرآن نے روکا ہے یعنی جس نے ہمیشہ رہنا ہے۔

”پھر حضرت قتادہ نے آیت مبارکہ تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر قانع فرمائے گا) [بنی اسرائیل، 17:]

[79] فرمایا: یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے۔“

اسے امام احمد اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

الرقم: 34800، الطبرانی فی المعجم، 2/36، الرقم: 1082، وعلیہ السلام فی السنن، 1/55، الرقم: 414، وعلیہ السلام فی مجمع الزوائد، 10/377، کتاب الجہاد، رجال امی.

”حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے فرمان (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) [القرآن، بنی اسرائیل، 79:17] کے بارے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ روز آخرت لوگوں کو ایک ہموار میدان میں اکٹھا فرمائے گا، جہاں پکارنے والے کی آواز سب سنیں گے اور سب نظر آتے ہوں گے، لوگ اسی طرح عریاں ہوں گے جس طرح پیدا ہوئے تھے اور سب خاموش ہوں گے اذن الہی کے بغیر کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہوگی۔ (اللہ رب العزت) آواز دے گا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے: اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور تیری اطاعت کے لئے مستعد ہوں، ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے اور کسی شر کو تیرے آگے کوئی چارہ نہیں، جس کو تُو ہدایت سے نوازے وہی ہدایت یافتہ ہے، تیرا بندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے، میں تیرے ہی لئے ہوں اور میری دوڑ تیری ہی جانب ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی پناہ گاہ اور جائے نجات نہیں۔ تیری ذات بابرکات بلند اور پاک ہے، اے بیت اللہ کے رب۔ یہی مقام محمود ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر آیا ہے: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) [بنی اسرائیل، 79:17]۔“

اسے امام حاکم، نسائی، ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

13: أخرجه الحاکم فی المستدرک، 4/614، الرقم: 3701، والمبارک فی السنن، 2/1008، الرقم: 1131، وابن السہارک فی الزہد، 1/111، الرقم: 375، وأبو نعیم الحسینی فی حلیۃ الاولیاء، 3/145.

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب زمین کو عظیم رحمن کے سبب اتنا کم کر دیا جائے گا کہ کسی بھی بشر کے لئے نقطہ اپنا پاؤں رکھنے کے لئے جگہ ہوگی۔ پھر سب انسانوں سے پہلے مجھے بلایا جائے گا تو میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے اذن کلام دیا جائے گا تو میں کھڑا ہو کر عرض کروں گا: اے میرے رب! یہ ہے وہ جبریل جس نے مجھے خبر دی، اور وہ اللہ کے دائیں طرف ہوں گے، اللہ کی قسم! میں نے جبریل کو ایسی حالت میں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تُو نے اس کو میری طرف بھیجا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل خاموش کھڑے ہوں گے، کچھ کلام نہیں کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اس نے سچ کہا، پھر مجھے اذن شفاعت دیا جائے گا تو میں عرض کروں گا: اے میرے رب! تیرے بندے زمین میں ہر جگہ تیری عبادت کرتے تھے یہی وہ مقام (جہاں کھڑا ہو کر میں شفاعت کروں گا) مقام محمود ہوگا۔“

اسے امام حاکم نے روایت کیا اور کہا ہے: شیخین کی شرط پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

(14: أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 6/247، الرقم: 6117، وابن ابی حمیہ فی المسند، 6/308، الرقم: 31675، وابن ابی عامر فی السنن، 2/383، الرقم: 813، والنذری فی الترغیب والترہیب، 4/235، الرقم: 5502، وعلیہ السلام فی مجمع الزوائد، 10/372.)

”حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن سورج دس سال کی مسافت سے گرم ہوگا، پھر (آہستہ آہستہ) وہ لوگوں کے گرد ہوں سے قریب ہو جائے گا، (انہوں نے پوری حدیث ذکر کی پھر) فرماتے ہیں: لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ کے نبی! آپ ہی وہ ذات ہیں جن سے اللہ نے معاملہ تخلیق اور نبوت کا آغاز فرمایا اور آپ کی خاطر آپ کے انگلوں اور پچھلوں کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔ آپ ہماری حالت مشاہدہ فرما رہے ہیں لہذا آپ ہی اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت فرمائیں، آپ فرمائیں گے: میں تمہارا خیر خواہ ہوں تو آپ لوگوں کو جمع کرتے ہوئے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے، پس آپ سونے کے دروازے کا کٹھا پکڑ کر کھٹکنا میں گے تو پوچھا جائے گا: کون ہے؟ فرمایا جائے گا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اسے کھول دیا جائے گا تو آپ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ وہ فرمائے گا: اپنا سر اٹھائیے، سوال کیجئے آپ کو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی، پس یہی مقام محمود ہے۔“

اسے امام طبرانی، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ امام منذری اور بیہقی نے کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے۔

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کا اذن عطا فرمائے گا تو روح القدس جبرئیل علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر اللہ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام شفاعت فرمائیں گے، پھر عیسیٰ یا موسیٰ علیہما السلام شفاعت فرمائیں گے۔ ابوزعراء کہتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کون ہوگا؟ فرماتے ہیں: پھر (عموماً) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو تھے شفاعت فرمائیں گے، آپ اتنی کثرت سے شفاعت کریں گے کہ آپ کے بعد کوئی بھی التجانہ کرے گا۔ یہی مقام محمود ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) [القرآن، بنی اسرائیل، 17: 79]۔ اسے امام طحاوی نے روایت کیا ہے۔

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام اور محبت کے باعث شفاعت کے لئے عرش الہی پر بٹھائے جانے یا رب العالمین کے دائیں طرف قیام فرما ہونے کا بیان)

1: أخرجه الترمذی فی السنن، ابوب الناقب، باب فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 5/585، الرقم: 3611.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس پر سب سے پہلے زمین شق ہوگی پس مجھے جنت کے لباس میں سے ایک پوشاک پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد میں عرش کے دائیں جانب اعلیٰ مقام پر کھڑا ہوں گا جہاں میرے سوا مخلوق میں سے کوئی دوسرا کھڑا نہیں ہوگا۔“

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

2: أخرجه أحمد بن منہل فی المسند، 3/456، الرقم: 15783، اسناد صحیح علی شرط مسلم، وابن حبان فی المج، 14/399، الرقم: 6479، والحاکم فی

المسند رک، 2/395، الرقم: 3383، والمطہری فی المعجم الاوسط، 8/336، الرقم: 8797، والکبیر، 19/72، الرقم: 142، وابن ابی عاصم فی السنن، 2/364، الرقم: 785، والبیہقی فی معجم الزوائد، 7/51.

”حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور میری امت روز قیامت ایک ٹیلے پر جمع ہوں گے، پس میرا پروردگار مجھے سبز رنگ کا لباس قاخرہ پہنائے گا (امام طبرانی کی ”المعجم الکبیر“ میں سرخ

لباس کا ذکر ہے) پھر مجھے اذن دیا جائے گا تو میں اللہ رب العزت کی منشاء کے مطابق حمد و ثنا کروں گا جس کی مقام محمود ہے۔
اسے امام احمد، ابن حبان، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے کہا ہے: شیخین کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔
امام بیہقی نے کہا ہے: اس حدیث کے اشخاص صحیح حدیث کے رجال ہیں۔

3: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة 2/365، الرقم: 786، والمختار في السنة 1/211-212، الرقم: 237-238، وابن جرير الطبري في جامع البيان 15/148، والآجری فی کتاب الشریعہ 6/1609، الرقم: 1097، والذہبی فی المحیط فی الآثار 1/93، الرقم: 223، والحقانی فی فتح الباری 11/274، ودرالدین العینی فی عمدة القاری 23/123، وأحمد بن إبراهيم في توضيح المقاصد صحيح التواعد 1/233.

”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تمہارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (عظیم شان و شوکت کے ساتھ) لایا جائے گا تو انہیں اللہ عزوجل کے سامنے اس کی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔“

اس روایت کو امام ابن ابی عاصم، خلال، ابن جریر طبری اور آجری نے بیان کیا ہے۔
4: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير 12/61، الرقم: 12474، والسيوطي في الدر المنثور في التفسير بالآثار 5/328.
”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور حضرت جبریل علیہ السلام کے درمیان بٹھائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام محمود ہوگا۔“
اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه إمامنا في السنة 1/252، الرقم: 295، وابن الجوزي في زاد المسير 5/76، والذہبی فی المحیط فی الآثار 1/131، الرقم: 359.
”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔“
اس حدیث کو امام خلال اور ابن جوزی نے روایت کیا ہے۔

6: أخرجه الدیلمی فی الفردوس من آثار الخطاب 3/58، الرقم: 4159، والسیوطی فی الدر المنثور فی التفسیر بالآثار 5/328، وشوکانی فی فتح الباری 3/255.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ رب العزت مجھے اپنے ساتھ بیٹھ (خصوصی نشست) پر بٹھائے گا۔“ اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه ابن أبي حنيفة في المسند 6/305، الرقم: 31652، والمختار في السنة 1/213-214، الرقم: 241، 244، 246، وابن جرير الطبري في جامع البيان 15/145، والآجری فی کتاب الشریعہ 6/1614-1615، الرقم: 1101-1105، والسماعی فی التفسیر 3/269، والبیہقی فی التفسیر 3/132، وابن الجوزي في زاد المسير 5/76، ودرالدین الرازی فی التفسیر الکبیر 21/27، والقرطبی فی الجامع لأحكام القرآن 10/311، والحقانی فی فتح

الباری، 11/426، و بدرالدین الصنعانی فی عمدة القاری، 23/123، و القسطلانی فی المصابہ للندب، 3/448-450، و السیوطی فی الدر المنثور، 5/328، و الشوکانی فی فتح القدیر، 3/252، و جمل الدین القاسمی فی حاشیہ المأول، 6/491-495.

”حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔“

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔“

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔“

ایک روایت میں ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر

بٹھائے گا۔“

ان روایات کو امام ابن ابی شیبہ، ابن جریر طبری، آجری، سمعانی، بغوی، ابن جوزی اور دیگر ائمہ نے بیان کیا ہے۔

8: أخرجه ابن الجوزي في زاد المسير، 5/76، و الحازن في تفسيره، 3/177، و القسطلاني في المصابه للندب، 3/448-450.

”حضرت ابو وائل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آیت مبارکہ پڑھی: (یقیناً

آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) تو فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔“ اس روایت کو امام

ابن جوزی اور خازن نے بیان کیا ہے۔

9: أخرجه السمعاني في التفسير، 3/269، و البغوي في تفسيره، 3/132، و الحازن في تفسيره، 3/177.

”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے

میں فرماتے ہیں: اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔“ اسے امام سمعانی، بغوی اور خازن نے

روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الذهبي في العلل، 1/93، رقم: 222.

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تلاوت کرتے

ہوئے جب اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) پر پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا: اللہ عز وجل مجھے عرش پر بٹھائے گا۔“

11: أخرجه السيوطي في الدر المنثور، 5/326.

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (یقیناً

آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا)، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو خصوصی نشست پر فائز

فرمائے گا۔“

12: أخرجه الخلال في السنة، 1/219، رقم: 252.

”امام ابو جعفر محمد بن مصعب کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر اس لئے بٹھائے گا تاکہ ساری مخلوق اللہ

کے نزدیک آپ کے مقام و مرتبہ کو دیکھے پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج اور اپنے باغات کی طرف تشریف لے جائیں گے۔“

13: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 211-212، الرقم: 237-238، وابن أبي عامر في السنة، 2/ 365، الرقم: 786، والآجری فی کتاب الشریعہ، 6/ 1609، الرقم: 1097، والذہبی فی العلل للعلی الغفاری، 1/ 93، الرقم: 223.

سلم بن جعفر البکر اوی کہتے ہیں: میں نے ابو مسعود الجریری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: جب اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے (اپنی کرسی پر) بٹھائے گا پھر تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی ہوگا؟ انہوں نے فرمایا: تیری خرابی ہو، میں نے آج تک کوئی بھی ایسی حدیث نہیں سنی جو اس حدیث سے بڑھ کر میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہو جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھائے گا۔“

”امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن احمد بن واصل نے کہا: جس شخص نے امام مجاہد کی بیان کردہ حدیث کو جھٹلایا وہ (باطل فرقہ جہمیہ کا معتقد) جہمی ہے۔“

”امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن نے فرمایا: جو شخص اس حدیث یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا: لوگ فرقہ جہمیہ کے غیظ و غضب کے باعث اس حدیث کو بیان کرتے آرہے ہیں، یہ اس وجہ سے ہے کہ جہمیہ عرش پر کسی بھی چیز کے ہونے کا انکار کرتے ہیں۔“

16: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 215، الرقم: 246.

”امام ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن ابی طالب نے فرمایا: جس شخص نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ عزوجل کو جھٹلایا اور جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کو جھٹلایا اس نے درحقیقت اللہ رب العزت کا انکار کیا۔“

17: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

”امام ابوبکر بن حماد اقری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص کے پاس ان احادیث کا تذکرہ کیا گیا اور وہ خاموش رہا (اس کا چہرہ خوشی کے باعث نہ کھلا) تو وہ اسلام پر تہمت لگانے والا ہے، پس جس نے ان احادیث کو طعن کا نشانہ بنایا تو اس کی بدبختی کا عالم کیا ہوگا۔“

18: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

”امام ابو جعفر الدقیقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جس شخص نے ان احادیث کو جھٹلایا وہ ہمارے نزدیک جہمی ہے، اور اس کو جھٹلانے والے کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔“

19: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

”امام عباس الدوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تہمت زدہ شخص ہی اس حدیث کو جھٹلاتا ہے۔“

20: أخرجه الخلال في السنة، 1/ 217، الرقم: 250.

”امام اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بن راہویہ نے فرمایا: اس حدیث پر ایمان رکھنا اور اسے تسلیم کرنا ہی حق ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا: جس شخص نے اس حدیث مجاہد کو جھٹلایا وہ جہمی ہے۔“

21: أخرجه الخلال في السنة، 1/217، الرقم: 250.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرنے والے سے امام عبدالوہاب الوراق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: درحقیقت وہ اسلام پر تہمت بائعہ منہ والا ہے۔“

22: أخرجه الخلال في السنة، 1/217، الرقم: 250.

”امام ابراہیم اسمہانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء اس حدیث کو ایک سو ساٹھ (160) سال سے بیان کرتے آرہے ہیں، اور اس کو سوائے اہل بدعت کے کوئی نہیں جھٹلاتا۔“

23: أخرجه الخلال في السنة، 1/218، الرقم: 250.

”امام حمدان رحمۃ اللہ علیہ بن علی نے فرمایا: میں نے پچاس سال سے اس حدیث کو لکھ رکھا ہے، اور میں نے اہل بدعت کے علاوہ کسی کو اسے جھٹلاتے ہوئے نہیں دیکھا۔“

24: أخرجه الخلال في السنة، 1/218، الرقم: 250.

”امام ہارون رحمۃ اللہ علیہ بن معروف فرماتے ہیں: اس حدیث کی وجہ سے اللہ تعالیٰ زندہ کی آنکھوں کو پیش دے رہا ہے۔“

25: أخرجه الخلال في السنة، 1/218، الرقم: 250.

”امام محمد بن اسماعیل السلمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس شخص نے یہ وہم و گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ مقام حاصل نہیں ہوگا جو امام مجاہد نے کہا ہے، وہ اللہ رب العزت کا منکر ہے۔“

68/26. قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: قَدْ تَلَقَّيْتُهُ الْعُلَمَاءُ بِالْقَبُولِ.

26: أخرجه الذهبي في العلل للعلی الغفاری، 1/170، الرقم: 461، وأحمد بن إبراهيم في توضيح القاصد وفتح القواعد، 1/233.

”امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس قول (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے۔“

27: بیئنه الاجری فی کتاب الشریعة، 6/1612-1613.

”امام محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حدیث مجاہد اور سورۃ بنی اسرائیل کی آیت مبارکہ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کہ اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا، ان احادیث کو اکابر اہل علم و نقل نے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بناء پر احسن طریقہ سے سیکھا ہے اور قبول کیا ہے اور انہوں نے ان کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے حدیث مجاہد کا رد کرنے والے شخص کی شدید مخالفت کی ہے اور کہا ہے: جس شخص نے حدیث مجاہد کو جھٹلایا وہ برا شخص ہے۔“

28: أخرجه ابن حزم في مجموع الفتاوى، 4/374.

”جب یہ بات واضح ہوگئی تو معروف علماء اور اللہ تعالیٰ کے مقبول اولیاء نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا رب اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔“

”اس بات کو محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (عسیٰ اَنْ یَّبْعَثَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّثُوْدًا) کی تفسیر کے ذیل میں نقل کیا ہے اور اسے کئی دیگر مرفوع اور غیر مرفوع طرق سے بھی روایت کیا ہے۔“

28: أخرجه اسقلانی فی فتح الباری شرح صحیح البخاری، 11/426، 427.

امام اسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے قول مجاہد کہ ”اللہ عز وجل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا“ کے متعلق فرمایا: اس قول کی صحت کا عقلی اور نقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔
امام اسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ (عسیٰ اَنْ یَّبْعَثَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّثُوْدًا) میں ’مقام محمود‘ کے مختلف معانی بیان کرنے کے بعد خلاصہ فرمایا:

”ان تمام اقوال کو شفاعت عامہ پر منطبق کیا جاسکتا ہے، بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوائے حمد کا عطا کیا جانا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنا اور اپنے رب کی بارگاہ میں کلام کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرسی پر تشریف فرما ہونا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبریل علیہ السلام سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب قیام فرما ہونا، یہ تمام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام محمود کی صفات ہیں۔ جن پر فائز ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے تاکہ مخلوق کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔“

30: أخرجه اسقلانی فی الموابہب اللذیہ بالخ الحمدیۃ، 3/448.

”امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے بارے میں فرماتے ہیں: کہا گیا کہ اس سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عرش پر بٹھایا جانا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرسی پر بٹھایا جانا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا جب کہ حضرت مجاہد التامی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔“

ان روایات کی تائید میں ائمہ تفسیر کی آراء

1: أخرجه ابن جریر طبری فی جامع البیان، 15/147.

”امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ اس قول کی صحت کا عقلی اور نقلی دونوں طریقوں سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی کوئی روایت یا قول اس چیز (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بٹھائے جانے کا) ناممکن ہونا بیان نہیں کرتا۔“

2: أخرجه اسمعیلی فی تفسیرہ، 3/269.

”امام ابو ظفر سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ کسی اور نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سامنے خصوصی کرسی پر بٹھائے گا، اور بعض ائمہ نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش کے دائیں جانب بٹھا فرمائے گا۔“
3: أخرجه المصنف في تفسيره، 132/3.

”امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت مجاہد التاہی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) کے متعلق بیان کیا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھائے گا۔“
4: أخرجه ابن مطيع في المعجم في تفسيره، 479/3.

”قاضی ابو محمد ابن عطیہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے مقام محمود کے بارے میں فرمایا: طبری نے ایک فرقہ کا موقف درج کیا ہے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، وہ کہتے ہیں: ”مقام محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔“ اس بارے میں اس گروہ نے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ نیز طبری نے متعدد اقوال سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔“
5: أخرجه ابن الجوزي في زاد المسير، 76/5.

امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مقام محمود کے بارے میں دو اقوال یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روز قیامت عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ یہی الفاظ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد التاہی رضی اللہ عنہ سے روایت کئے ہیں۔“

6: أخرجه القرطبي في المعجم في تفسيره، 312، 311/10.

”امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مقام محمود کے بارے میں ”تیسرا قول“ درج کرتے ہوئے فرمایا: طبری نے ایک فرقہ کا موقف درج کیا ہے جن میں امام مجاہد بھی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ”مقام محمود سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی مخصوص کرسی پر بٹھائے گا۔“ اس بارے میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔ طبری نے متعدد اقوال سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ نقاش نے امام ابو داؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”جو اس حدیث یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک تہمت زدہ ہے۔“ اہل علم آج تک اس کو روایت کرتے آرہے ہیں۔ جس نے اس کا تاویل کی بناء پر انکار کیا تو ان کے بارے میں ابو عمر اور مجاہد فرماتے ہیں: اگر کوئی امام قرآن مجید کی آیات کی تاویل کرے تو اہل علم کے ہاں دو آیات کے بارے میں قول متروک ہیں: ایک تو اس آیت مقام محمود کے بارے میں دوسرا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: (وَجُودًا يَوْمَ مِثْقَاتِ الْأَقْيَامِ ۝ إِيَّاهِمْ نَظَرُ ۝) [النبیہ، 22:75، 23] کی تاویل میں کہتے ہیں کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا انتظار کریں گے نہ کہ اُس کی نظر کا۔

میں کہتا ہوں: یہ تمام تاویلات ابن شہاب سے حدیث تزیل کی بحث میں ذکر کی گئی ہیں اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث تزیل کے تحت یہ قول ذکر کیا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔" یہ تاویل ناممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عرش اور دیگر تمام اشیاء کی تخلیق سے بھی پہلے بذات خود قائم تھا۔ پھر اُس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا لیکن اس میں اس کی ذاتی کوئی حاجت شامل نہ تھی بلکہ یہ اپنی قدرت و حکمت کے اظہار کے لیے کیا تاکہ اس کے وجود، توحید اور کمال قدرت و علم کو اس کے تمام افعال کے باعث پہچانا جاسکے۔ پھر اُس نے اپنے لیے عرش تخلیق کیا اور اُس پر متمکن ہوا جیسا اس نے چاہا پھر اس کے کعبہ عرش اُس کے ساتھ ہی خاص ہو جائے یا اُس کی جائے قرار بن جائے۔ کہا گیا ہے کہ وہ آج بھی اپنی انہی صفات کے ساتھ قائم ہے جن کے ساتھ وہ زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے تھا۔ پس اس بناء پر یہ بات برابر ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھایا جائے یا فرش پر، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء فرمانا وہ اس پر قیام و قعود، اس پر آنے جانے اور اُس سے نیچے اترنے اور اُس تمام معاملات جو عرش سے متصل ہیں ان سے عبارت نہیں ہے، بلکہ اللہ رب العزت تو بغیر کسی کیفیت کے عرش پر حالت استواء میں ہے جیسا کہ اُس نے اپنے بارے میں خبر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے صفت ربوبیت ثابت کرنے کے لیے نہیں ہے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صفت عبدیت سے نکالنے کے لیے ہے، بلکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و تکریم کو دیگر مخلوق سے بلند تر کرنے کے لیے ہے۔ رہا حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا "مَع" فرمانا۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کے ان فرامین کے بمعنی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا أَعْرَافُ، 206:7

"بے شک جو (ملائکہ مقربین) تمہارے رب کے حضور میں ہیں۔"

رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، التحريم، 11:66

"اے میرے رب! تو میرے لیے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا دے۔"

وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ، العنکبوت، 69:29

"اور بیشک اللہ صاحبان احسان کو اپنی محبت سے نوازتا ہے۔"

"اس طرح کی دیگر تمام آیات رتبہ، قدر و منزلت کی بلندی اور اعلیٰ درجات کی طرف اشارہ کرتی ہیں نہ کہ کسی مخصوص مقام کی طرف۔" 7: أخرجه الحازن في تفسيره، 3/177.

"امام خازن بیان کرتے ہیں: حضرت ابو داؤد کل حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا ہے جب کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ کے دوست ہیں اور تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی: (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔"

”اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی کرسی پر بٹھایا جائے گا۔“

80/8 ذکر القاضی شفاء اللہ الہانی فی تفسیرہ مطلقاً لا مکرراً فی القانن.

8: أخرجه القاضی شفاء اللہ فی التفسیر النظمی، 4/272.

”قاضی شفاء اللہ پانی پتی نے اپنی تفسیر میں تفسیر بغوی اور خازن کی عبارت درج کی ہے۔“

9: أخرجه الشوکانی فی فتح القدیر، 3/252.

علامہ شوکانی مقام محمود کے بارے میں تیسرا قول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھائے گا۔“ اس قول کو ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کے ایک گروہ سے روایت کیا ہے جن میں حضرت مجاہد التائمی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ اس باب میں حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ نقاش نے حضرت ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”جس نے اس حدیث کا انکار کیا وہ ہمارے نزدیک جہنم زدہ ہے۔“ اہل علم کثرت سے اس حدیث کو روایت کرتے آئے ہیں۔“

82/10 قال لأوسی: من جاهدہ نہ قال: القام محمودان مجلہ مد علی مرث.

10: أخرجه لأوسی فی روح المعانی، 15/142.

”امام آلوسی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مقام محمود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنے عرش پر بٹھائے گا۔“

”علامہ جمال الدین قاسمی نے اپنی تفسیر معائن التاویل میں اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ (یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا) پر تفصیلی بحث کی ہے۔ ہم ان کی تفسیر سے اس بحث کو من و عن درج کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا:

”ابن جریر نے کہا ہے: بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس مقام محمود کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں اس پر فائز فرمائے گا، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ اس قول کو حضرت لیث رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ واحدی نے اس کے کہنے والے کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے، اس نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس روایت کو درج کیا ہے اس کی عبارت کو امام رازی نے نقل کیا ہے۔ (واحدی کہتے ہیں) یہ قول گھٹیا، متروک اور قبیح ہے، نص کتاب اس تفسیر کے فساد کا اعلان کرتی ہے اور یہ کئی وجوہات کی وجہ سے ہیں: پہلا اعتراض: بعث (کھڑا ہونا) یہ اجلاس (بٹھانے) کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں: بعث النازل والقاعد فابعث ”میں نے آنے والے اور بیٹھنے والے کو کھڑا کیا تو وہ کھڑا ہو گیا۔“ اسی طرح کہتے ہیں: بعث اللہ المیت ”اللہ نے میت کو قبر سے کھڑا کیا۔“ لہذا بعث کی اجلاس کے ساتھ تفسیر کرنا یہ ضد کی ضد کے ساتھ تفسیر ہے جو فاسد ہے۔

دوسرا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے مقام محمود فرمایا ہے نہ کہ مقعداً (اگر بٹھانا مقصود تھا تو مقعداً محمود فرمایا جاتا)۔ مقام کھڑے ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں نہ کہ بیٹھنے کی جگہ کو۔

تیسرا اعتراض: اگر اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہوا ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیٹھے ہوں تو اللہ تعالیٰ

محدود اور متناہی ہو جائے گا اور جو ایسا ہوگا وہ حادث ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ حادث نہیں قدیم ہے)۔

چوتھا اعتراض: کہا جاتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ عرش پر تشریف فرما ہونے میں کثرت اعزاز نہیں ہے کیونکہ یہی جاہل بیوقوف ”تمام اہل جنت“ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور اس کے ہمراہ بیٹھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے ان کے دنیا میں گزرے ہوئے احوال پوچھے گا۔ جب ان کے نزدیک یہ حال تمام مسلمانوں کو حاصل ہے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کی تخصیص کرنا اس میں کوئی زیادہ شرف اور رتبہ نہیں۔

پانچواں اعتراض: جب یہ کہا جائے کہ بادشاہ نے فلاں شخص کو مہوٹ (تقرر) کیا ہے تو اس سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ نے اسے کسی قوم کے مسائل حل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ بادشاہ نے اسے اپنے ساتھ بٹھالیا ہے تو ثابت ہوا کہ یہ قول گھٹیا اور ساقط الّا اعتبار ہے۔ اس کی طرف وہی انسان مائل ہو سکتا ہے جو کم عقل اور بے دین ہو۔ واحدی کے اعتراضات ختم ہوئے۔“

”کاش واحدی کو پتہ ہوتا کہ ابن جریر نے کیا لکھا ہے تاکہ اس قسم کے خطرناک تبصرہ سے باز آتا اور بزرگان سلف کے علمی مرتبہ اور مقام کو ملحوظ رکھ کر ادب کا راستہ اختیار کرتا۔ یہاں امام ابن جریر نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول مذکور نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:

”دونوں باتوں میں صحیح تر وہی بات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح خبر وارد ہوئی ہے کہ اس سے مراد مقام شفاعت ہے۔ پھر فرمایا: مقام محمود کا معنی متعین کرنے میں یہ قول اگرچہ صحیح ہے کیونکہ ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے، آپ کے صحابہ سے اور تابعین سے روایتیں نقل کر دی ہیں، پھر بھی جو مجاہد نے کہا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا“۔ یہ بھی کوئی غلط بات نہیں، نہ خبر کی رو سے نہ نظر کی رو سے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی و تابعی سے اس کا محال اور ناممکن ہونا مردی نہیں ہے۔ جہت فکر و نظر سے دیکھا جائے تو تمام اہل اسلام نے اس کی توجیح اور تفسیر میں تین وجوہات کی بناء پر اختلاف کیا ہے:

”ان میں سے ایک جماعت نے کہا: اللہ رب العزت اپنی مخلوق سے جدا اور ممتاز ہے جیسے اشیاء کو تخلیق کرنے سے پہلے تھا۔ پھر اس نے اشیاء پیدا کیں اور وہ اُن سے مس نہیں کرتا، یہ صورت ہمیشہ سے ہے۔ جب وہ اشیاء کو پیدا کر کے انہیں چھو تا نہیں تو لازم ہے کہ وہ ان سے الگ تھلگ ہو کیونکہ جو اشیاء کو بنا تا ہے یا تو ان سے مس کرے گا یا الگ تھلگ ہوگا۔ ان علماء نے کہا: پس وہ جس طرح تھا اسی طرح ہے حالانکہ اللہ رب العزت تمام چیزوں کا بنانے والا ہے، ان علماء کے قول کے مطابق یہ کہنا صحیح نہیں کہ یوں کہا جائے: اللہ تعالیٰ اشیاء کو مس کرتا ہے۔ اُن کے نزدیک لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ تھلگ ہو۔ لہذا ان لوگوں کے مذہب کے مطابق برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا زمین پر کیونکہ ان کا یہ کہنا ہے کہ اس کا عرش سے الگ ہونا اور زمین سے الگ ہونا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے چنانچہ وہ ان دونوں سے الگ تھلگ ہے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی مس نہیں کرتا۔“

”علماء کی دوسری جماعت کا کہنا ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کے مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی کوئی شے نہ تو اللہ کو مس کرتی تھی اور نہ

جدا تھی، پھر اس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت سے انہیں قائم کیا اور اللہ کی شان ویسی ہی ہے جیسے مخلوق پیدا کرنے سے پہلے تھی کہ نہ کوئی چیز اسے مس کرتی ہے اور نہ کوئی شے اس سے جدا ہے۔ ان لوگوں کے قول کے مطابق بھی برابر ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا زمین پر کیونکہ وہ نہ اس (عرش) سے مس کرتا ہے اور نہ جدا ہے جس طرح کہ وہ نہ اس (زمین) سے مس کرتا ہے اور نہ جدا ہے۔“

”تیسری جماعت کا کہنا ہے: اللہ تعالیٰ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے اس حال میں تھا کہ نہ کوئی شے اسے مس کرتی تھی اور نہ اس سے جدا تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنی ذات کے لئے عرش بنا کر اس کے اوپر بیٹھ گیا تو وہ اس سے مس ہو گیا جیسے اشیاء کو پیدا کرنے سے قبل نہ وہ کسی چیز کو رزق دیتا تھا اور نہ کسی چیز کو اس رزق سے محروم کرتا تھا پھر اس نے اشیاء کو پیدا کر کے کسی کو رزق دیا اور کسی کو اس رزق سے محروم کر دیا، کسی کو عطا فرما دیا اور کسی سے اپنی عطا کو روک لیا (یعنی جسے جو چاہا دیا اور جسے جو چاہا نہ دیا)۔ ان لوگوں کا کہنا ہے: یہی حال اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے تھا کہ نہ کوئی چیز اس کو مس (Touch) کرتی تھی اور نہ کوئی اس سے الگ تھی (کیونکہ تھا ہی کچھ نہیں)، پھر اس نے اشیاء کو پیدا کیا اور عرش پر بیٹھ کر اس کو مس کیا اس کے علاوہ باقی مخلوق پر نہ بیٹھا (نہ کسی کو مس کیا)۔ لہذا وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہے مس کرے اور جس سے چاہے الگ رہے۔ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق بھی برابر ہے کہ ”اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے یا نور کے منبر پر بٹھائے۔“ ان کا کہنا ہے کہ رب کا اپنے عرش پر بیٹھنے سے تمام عرش استعمال نہیں ہوتا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر بٹھانے سے نہ ان کے لئے صفت ربوبیت ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے رب کی عبودیت سے خارج ہوتے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے سے نہ تو وہ رب ہوں گے اور نہ بندگی سے نکلیں گے، اللہ تعالیٰ اپنی جگہ خالق رہے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ مخلوق ہوں گے)۔ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلوق سے (ارفع مرتبہ ہونے کی وجہ سے ان سے) الگ تھلگ ہونا ان کے لئے صفت ربوبیت کو ثابت نہیں کرتا اور نہ وہ صفت عبودیت سے باہر ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بدرجہ اولیٰ آپ سے (الوہیت میں) جدا ہے جس طرح کے اللہ موصوف ہے۔ اس قائل کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ مخلوق سے الگ تھلگ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے الگ تھلگ ہیں۔ ان علماء کا کہنا ہے کہ جب دونوں معنی الگ الگ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ ثابت نہ ہوگا کہ صفت عبودیت سے باہر نکل کر ربوبیت میں داخل ہو جائیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش رحمن پر بیٹھنے سے بھی یہ خرابی پیدا نہیں ہوگی۔“

”اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ کسی مسلمان کی نظر میں مجاہد کا قول محال نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا بلکہ اس بات کا انکار ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر بٹھائے گا۔ مجھ سے عباس بن عبد العظیم نے حدیث بیان کی، ان سے یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، انہوں نے جریری سے، انہوں نے سیف السدوسی سے اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن رب تعالیٰ کے حضور اللہ تعالیٰ کی کرسی پر بیٹھیں گے۔“ (1) تفسیر ابن جریر، 15/ 147-148۔

”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ کے ساتھ بٹھائے جانے کا انکار کیا جاتا ہے۔ سوال ہے کہ کیا تمہارے نزدیک یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے عرش پر بٹھائے اور ساتھ نہ بٹھائے؟ اگر اس نے یہ جائز قرار دیا تو گویا اس نے اقرار کر لیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہے اللہ کے ساتھ ہوں یا اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (عرش پر) بٹھائے۔ (دو ہی باتیں ہیں) اللہ عرش سے الگ ہے یا نہ اس کرتا ہے نہ الگ ہے، قائل کون سا قول کہے گا؟ وہ انکار کرنے کے باوجود اس کے بعض میں داخل ہو جائے گا۔ اگر ہمارے بیان کردہ جماعتوں کے اقوال کو رد کرتے ہوئے کہے کہ اللہ سے ایسا جائز نہیں ہے مطلقاً انکار کرتے تو اس کا مذہب سب سے علیحدہ ہو گیا کیونکہ ان تین اقوال کے علاوہ اور کوئی قول نہیں ہے، اور مجاہد کے قول میں کوئی احتمال نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی بات ختم ہوئی۔“

”(علامہ جمال الدین قاسمی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں: آپ کا حق ہے کہ واحدی کے پانچ سوالوں کے جوابات دیں جنہوں نے حضرت مجاہد کے قول کو غلط قرار دیا ہے۔“

پہلا جواب: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ ”بعث“ کی صرف ”بٹھانے“ کی تفسیر نہیں کی بلکہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام محمود پر فائز ہونے کی تفسیر کی ہے۔ (بیٹھنے اور کھڑے ہونے کی بات ہی نہیں کی۔) دوسرا جواب: مقام کا معنی اور مفہوم مرتبہ، قدرت اور بلندی لغت میں مشہور ہیں۔

تیسرا جواب: یہ اعتراض ہم نہیں مانتے۔ اس لئے کہ جیسے اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسی کوئی ذات نہیں اسی طرح قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ کی جو بھی صفات بیان کی گئی ہیں ان صفات میں وہ مخلوق کے مماثل نہیں ہے اور خالق کو مخلوق پر قیاس کرنا جائز نہیں۔

چوتھا جواب: یہ اعتراض ضد بازی اور تعصب ہے۔ ہر ایک کے مشاہدے میں یہ بات ہے کہ بادشاہ اگر ایک جماعت کو اپنے پاس بلائے اور ان میں سے افسر کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھائے تو یہ بات قرین قیاس ہے کیونکہ بلند مقام پر فائز ہونے والا شخص اس مقام و مرتبہ کا لک ہے کہ جس بناء پر اسے ہر ایک پر فوقیت حاصل ہوگی۔

پانچواں جواب: اس آیت میں جس جہاں کی بات ہو رہی ہے وہ ہماری اس دنیا سے مختلف ہے۔ آخرت میں مہمات کو حل کرنے کیلئے کسی کو مقرر نہیں کیا جائے گا۔ جب کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور یہ اس تفسیر پر صادق آتا ہے جو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کی اور جس پر اکثر کی رائے ہے۔ پس تو غور کر اور انصاف کر۔“ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”العلو للہ العظیم“ میں امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی میں یہ اشعار درج کیے ہیں:

(ہم حدیث شفاعت کو احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہی منسوب کرتے ہیں۔ رہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھانے کی روایت تو ہم اس کا بھی انکار نہیں کرتے۔ حدیث کو اس کے اصل معنی پر قائم رکھو اور اس میں ایسی چیزیں داخل نہ کرو کہ اس کا اصل معنی فاسد ہو جائے۔)“

”اس کے بعد امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مذکورہ کتاب میں شیخ بغداد عبادت گزار محمد رحمۃ اللہ علیہ بن مصعب کے حالات

زندگی بیان کیے اور اُن سے مقام محمود کی یہ تفسیر بیان کی ہے: ”مروزی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ الخفاف رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا: انہوں نے اس آیت (عَسَىٰ اَنْ يَّخْلُقَ رَٰبِعًا مَّكَامًا تَحْمُوْذًا) کی تلاوت کی اور فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بغداد محمد رحمۃ اللہ علیہ بن مسعب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے اُن سے احادیث نقل کی ہیں (یعنی وہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کے اساتذہ میں سے ہیں)۔“ وہ شخص کتابا بلند رتبہ ہوگا!“

”امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بیٹھنے کا مسئلہ کسی قرآن کی نص سے ثابت نہیں بلکہ اس باب میں کمزور حدیث ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت مبارکہ کی تفسیر کی ہے جیسا کہ ہم نے اس کا ذکر کیا ہے بعض اہل کلام نے اس کا انکار کیا ہے۔ امام مروزی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے کو ثابت کرنے کے لیے تحقیق کی اور اس پر ایک کتاب مرتب کی جس میں حضرت مجاہد کے اس قول۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر بٹھائے جانے۔ کولیف بن ابی سلیم، عطاء بن السائب، ابویعلیٰ القنات اور جابر بن زید کے طرق سے جمع کیا ہے۔ اس کے علاوہ جن ائمہ نے اُس زمانے میں فتویٰ دیا کہ قول مجاہد کو تسلیم کیا جائے گا اور اس کی مخالفت نہیں کی جائے گی، ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان میں امام ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ علیہ صاحب السنن، ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے علماء شامل ہیں۔“

”امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: جس شخص نے اس حدیث کا انکار کیا میں اُس کا منکر ہوں اور وہ شخص میرے نزدیک تہمت زدہ اور ناپسندیدہ ہے۔ میں نے اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت سے سنا ہے اور میں نے کسی محدث کو اس کا منکر نہیں پایا۔ ہمارے ہاں اس کا انکار صرف جہمیہ (باطل فرقہ کے پیروکار) کرتے ہیں۔“

”ہمیں ہارون بن معروف نے حدیث بیان کی، ان سے محمد بن فضیل نے بیان کی انہوں نے حضرت لیث سے اور انہوں نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔ (عَسَىٰ اَنْ يَّخْلُقَ رَٰبِعًا مَّكَامًا تَحْمُوْذًا) کی تفسیر میں فرمایا: اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا۔ میں نے یہ حدیث اپنے والد گرامی (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل) سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: میری قسمت میں نہ تھا کہ میں یہ حدیث ابن فضیل سے سن سکوں۔ امام مروزی، ابراہیم بن عرفہ کے طریق سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن عمیر سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس قول (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر تشریف فرما ہونے) کو علماء کے ہاں تعلق بالقبول حاصل ہے۔“

”امام مروزی بیان کرتے ہیں کہ امام ابوداؤد سجستانی نے فرمایا: ہمیں ابن ابی صفوان الثقفی نے حدیث بیان کی، انہیں یحییٰ بن ابی کثیر نے بیان کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سلم بن جعفر نے حدیث بیان کی، اور یہ ثقہ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں الجریری نے حدیث بیان کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں سیف الدوسی نے حضرت عبد اللہ بن سلام سے روایت بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: ”روزی قیامت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لایا جائے گا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے

سائے اللہ تعالیٰ کی کرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔“ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور اسی طرح نقاش نے اسے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے، اسی طرح شیخ الشافعیہ ابن سرج نے اس قول کے منکر کار دیا ہے۔“

”اس قول کی تائید میں امام ابو بکر الخلال رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب السنۃ میں (ایک خواب) بیان کرتے ہیں: مجھے حسن بن صالح الخطار نے، انہوں نے محمد بن علی السراج سے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) فلاں تر مذکار بنے والا شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر نہیں بٹھائے گا جب کہ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بٹھائے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلال بھرے چہرے کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! ہاں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ مجھے عرش پر بٹھائے گا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔“

”قاضی ابویعلیٰ الفراء رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا کہ محدث و فقیہ ابو بکر احمد بن سلیمان النجاد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اگر کوئی شخص اس بات پر حلف اٹھائے: ”اگر یہ بات غلط ہو کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرش پر بٹھائے گا تو میری بیوی کو تین طلاقیں“ اور وہ مجھ سے فتویٰ لینے آئے تو میں اس سے کہوں گا: ”تو نے حق اور سچ بات کہی۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے قیامت کے دن شفاعت اختیار فرمانے کا بیان

1: أخرجه الترمذی فی السنن، کتاب: صلوۃ القیامۃ، باب: ما جاء فی الشفاعة، 4/627، الرقم: 2441.

”حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس اللہ کی طرف سے پیغام لے کر آنے والا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری آدمی امت کو بغیر حساب جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کے ساتھ شریک نہ ہو، نہیں مرے گا۔“

اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه ابن ماجہ فی السنن، کتاب: الزہد، باب: ذکر الشفاعة، 2/1441، الرقم: 4311، والکافی فی مصابح الزہاد، 4/260، الرقم: 1549.

”حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہے میں (قیامت کے روز) شفاعت کا حق اختیار کروں یا میری آدمی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ عام تر اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارے خیال میں وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوگی؟ نہیں، بلکہ وہ گناہگاروں، خطاکاروں اور گناہوں سے آلودہ لوگوں کے لیے ہے۔“

اسے امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، 2/75، الرقم: 5452، ابن ابی عامر فی السنن، 2/368، الرقم: 791، والبیہقی فی اہل الاعتقاد، 1/202، والبیہقی فی

الترغیب والترہیب، 4/242، الرقم: 5518، والبیہقی فی معجم الزہاد، 10/378.

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اختیار دیا گیا کہ چاہے میں (قیامت کے روز) شفاعت اختیار کروں یا میری آدمی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے؟ پس میں نے

شفاعت کو اختیار کر لیا کیونکہ وہ عام تر اور زیادہ کفایت کرنے والی ہے۔ تمہارے خیال میں وہ پرہیزگاروں کے لئے ہوئی؟ نہیں، بلکہ وہ گناہوں سے آلودہ لوگوں اور خطاکاروں کے لیے ہے۔“

اسے امام احمد بن حنبل، ابن ابی عاصم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ امام منذری نے کہا ہے: اس کی اسناد ضعیف ہے۔

4: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/415، الرقم: 19724، ورواه ابن أبي عاصم، 1/330، الرقم: 501، ورواه النسائي في المعجم، 10/368.

”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کسی غزوہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر پر تھے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے، پس میں رات کے ایک حصے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتا ہوا آپ کی آرام گاہ کی طرف گیا تو میں نے آپ کو وہاں نہ پایا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھونڈتا ہوا میدان کی طرف نکل گیا تو ایک اور صحابی کو دیکھا کہ وہ بھی میری طرح آپ کی تلاش میں ہے۔ فرماتے ہیں: ہم اسی حالت میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی طرف تشریف لاتے دیکھ کر ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ دارالحرب میں ہیں اور ہمیں آپ کی فکر ہے لہذا اگر آپ کو کوئی حاجت پیش آئی تو کیوں نہ آپ نے کسی غلام کو فرمایا کہ وہ آپ کے ساتھ جاتا؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے ہوا کی سرسراہٹ یا شہد کی مکھیاں کی جھنجھٹ جیسی آواز سنی اس اثناء میں میرے رب کی طرف سے آنے والا (جبرائیل وحی لے کر) آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس نے مجھے میری تہائی امت (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ تو میں نے ان کے لیے شفاعت کو اختیار فرمایا اس لئے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ ان کے لیے زیادہ وسیع ہے۔ پھر اس نے مجھے (دوبارہ) میری آدمی امت جنت میں داخل فرمانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ تو میں نے ان کے لیے اپنی شفاعت کو اختیار کر لیا اور میں جانتا ہوں کہ وہ ان کے لیے زیادہ وسعت کی حامل ہے۔ ان دونوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت کا اہل بنائے۔ آپ نے ان دونوں کے لیے دعا فرمائی پھر انہوں نے (دیگر) صحابہ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں آگاہ کیا تو وہ آپ کے پاس آنا شروع ہو گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت سے نوازے تو آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ جب آپ کے پاس لوگوں کا کثیر جھرمٹ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً وہ شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دیتا ہو۔“

اسے امام احمد اور روایتی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 4/404، الرقم: 19618.

”حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ آپ کی شفاعت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ایک رات میں بیدار ہوا تو آپ کو اپنی آرام گاہ میں نہ دیکھ کر میرے دل میں کسی ناگہانی واقعہ کے پیش آنے کا خیال آیا۔ پس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلا تو دیکھا کہ معاذ رضی اللہ عنہ بھی میری طرح اسی گھن میں ہے۔ اسی اثناء میں ہم نے ہوا کی سرسراہٹ جیسی آواز سنی تو اپنی جگہ پر ٹھہر گئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کی سمت سے تشریف لا کر فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں کہاں تھا؟ اور کس حال میں تھا؟ میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک پیغام لیکر

آنے والا آیا کہ اس نے مجھے میری آدمی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا ہے؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اور ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔“

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

6: أخرجا أحمد بن حنبل في المسند، 5/ 232، الرقم: 22025، والبيهقي في معجم الزوائد، 10/ 368.

”حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سفر کے دوران) جب کسی منزل پر پڑاؤ ڈالتے تو مہاجرین آپ کے ارد گرد (کیپ) ڈال لیتے۔ فرماتے ہیں: (اسی طرح کسی سفر کے دوران) ہم ایک جگہ پر اترے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیام فرمایا اور ہم آپ کے ارد گرد تھے۔ فرماتے ہیں: میں اور معاذ رات کو نیند سے بیدار ہوئے تو (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) دیکھا۔ (آپ کو اپنی جگہ پر نہ پا کر) ہم آپ کی تلاش میں نکل پڑے تو ہم نے بادلوں کی گڑگڑاہٹ جیسی آواز سنی، اس اثناء میں آپ کو تشریف لاتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کو اپنی جگہ پر نہ دیکھ کر ہم ڈر گئے کہ شاید آپ کے ساتھ کوئی معاملہ پیش آیا ہے لہذا ہم آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک آنے والا حالت نیند میں میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدمی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے یا شفاعت کرنے کا اختیار دیا؟ پس میں نے ان کے لیے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اسلام کے صدقے اور آپ کے ساتھ صحابیت کا شرف پانے کے وسیلہ سے التجا کرتے ہیں کہ آپ ہمیں جنت میں داخل فرمائیں گے۔ فرماتے ہیں: لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے بھی آپ سے ہمارے کہنے کی طرح عرض کیا اور لوگوں کی تعداد بڑھتی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اپنی شفاعت ہر اس شخص کے لیے کروں گا جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔“

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

7: أخرجا أحمد بن حنبل في المسند، 6/ 29، الرقم: 24002، وابن حبان في المسند، 14/ 388، الرقم: 6470، وابن أبي عمير في المعجم، 6/ 320، الرقم: 31751، والطبرانی في المعجم الكبير، 18/ 73، الرقم: 134، والبيهقي في المسند، 1/ 134، الرقم: 998، والرويان في المسند، 1/ 391، الرقم: 597، وابن أبي عاصم في المسند، 2/ 389، الرقم: 818.

”حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (دوران سفر) ایک رات ہمارے ساتھ آرام کے لیے اترے تو ہم میں سے ہر شخص اپنی سواری پر سو گیا۔ فرماتے ہیں: میں بعض اونٹوں کی طرف گیا تو دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر موجود نہیں ہیں۔ پس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل پڑا تو اس دوران دیکھا کہ معاذ بن جبل اور عبد اللہ بن قیس بھی جاگ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتے کہ وادی کے اوپر سے ہم نے بادل کے گڑگڑانے جیسی آواز سنی ہے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تھوڑی دیر یہاں ٹھہرو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے تو فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والا رات کو میرے پاس آیا تو اس نے مجھے میری آدمی امت کے بغیر حساب کے جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت سے نوازیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم میری شفاعت کے حق دار ہو۔ فرماتے ہیں: ہم جلدی سے (دوسرے) لوگوں کی طرف آئے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پا کر پریشان تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ان سے بھی) فرمایا: میرے رب کی طرف سے آنے والے نے رات کو میرے پاس آ کر مجھے اپنی آدمی امت کے (بغیر حساب کے) جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے اللہ اور صحابیت کے واسطے سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنی شفاعت کے حقدار بنائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میری شفاعت میری امت کے ہر اس فرد کے لیے ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہوگا۔“

اسے امام احمد، ابن حبان، ابن ابی شیبہ، طبرانی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے "للال الجنة فی تخریج السنۃ" میں کہا ہے: اس حدیث کی اسناد صحیح ہے اور اس کا ہر راوی شیخین کی شرط پر ثقہ ہے۔

8: أخرجه الحاكم في المستدرک، 1/135، 60، رقم: 221، 36، والطبرانی في المعجم الكبير، 18/68، رقم: 126، وابن منده في الایمان، 2/873،

الرقم: 932.

”حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ (دوران سفر) ایک منزل پر (آرام کے لیے اترے) تو رات کے کسی حصے میں مجھے جاگ آگئی۔ میں نے کسی چیز کو اپنے کجاوہ کے پچھلے حصہ سے بڑھ کر طویل نہ دیکھا، ہر انسان اور اس کا اونٹ زمین کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ میں لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آرام گاہ تک پہنچا تو آپ وہاں موجود نہ تھے، میں نے اپنا ہاتھ بستر مبارک پر رکھا تو وہ ٹھنڈا تھا۔ پس میں آپ کی تلاش میں لوگوں کے درمیان سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھتا ہوا گزرنے لگا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی لے گیا ہے یہاں تک کہ پورے لشکر سے باہر نکل گیا۔ اسی دوران میں نے ایک سایہ دیکھا تو میں نے آگے بڑھتے ہوئے اسے پتھر مارا۔ میں سایہ کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ معاذ بن جبل اور ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ ہم نے اپنے آگے بادل کی گڑ گڑاہٹ یا ہوا میں بارش کے برسنے جیسی آواز سنی تو ہم میں سے بعض نے بعض سے کہا: لوگو! تم یہی رکے رہو یہاں تک کہ صبح ہو جائے یا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئیں۔ فرماتے ہیں: جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (کہیں سے تشریف لاتے ہوئے) پکارا: کیا (یہاں) معاذ بن جبل، ابو عبیدہ اور عوف بن مالک ہیں؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ہماری طرف تشریف لائے تو ہم (واپس لشکر کی طرف) چلنا شروع ہو گئے نہ ہم نے آپ سے کچھ عرض کیا اور نہ آپ نے ہمیں کچھ فرمایا یہاں تک کہ آپ اپنے بچھونے پر تشریف فرما ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو مجھے کیا اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اس نے مجھے آدمی امت کے بغیر حساب جنت میں داخل کیے جانے اور شفاعت کرنے کے درمیان اختیار دیا؟ سو میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں اس سے نوازے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ہر مسلمان کے لیے ہے۔“

اسے امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا۔ حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

9: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، 58/18، الرقم: 107، والبيهقي في معجم الزوائد، 10/369.

”حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک سفر کے دوران منزل پر اترے، یہاں تک کہ رات کو میری آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی جس کے باعث میں سونہ سکا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت لشکر میں تمام جانور سو رہے تھے کہ (اپنی خوابگاہ) کجاوہ کی پچھلی جانب سے میرے دل میں کچھ خیال ابھرا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: میں ضرور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور صبح تک آپ کی حفاظت کا فریضہ انجام دوں گا۔ پس میں لوگوں کے کجاووں سے گزرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کجاوے تک پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے کجاوے میں موجود نہ تھے، لہذا میں کجاووں کو عبور کرتا ہوا لشکر سے باہر نکل گیا تو ایک سایہ دیکھا۔ میں نے اس سایہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو وہ ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: کس چیز نے آپ کو (لشکر سے) باہر نکالا ہے؟ میں نے کہا: جس نے آپ دونوں کو نکالا ہے۔ ہم سے قریب ہی ایک باغ تھا تو ہم اس کی طرف چل پڑے کہ اچانک ہم نے اس میں سے مکھی کی بھنبھاٹ یا ہوا کی سرسراہٹ جیسی آواز سنی۔ پس (اس میں سے) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: کیا یہاں ابو عبیدہ بن جراح ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اور معاذ بن جبل ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عوف بن مالک ہے؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لے آئے۔ ہم آپ کے ساتھ چلنے لگے تو نہ ہم نے آپ سے کسی چیز کے بارے عرض کیا اور نہ ہی آپ نے ہم سے کچھ پوچھا یہاں تک کہ آپ اپنے کجاوہ کی طرف لوٹ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جس کے بارے میں ابھی مجھے میرے رب نے اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں! یا رسول اللہ (ضرور بتلائیے)! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے بغیر حساب کتاب اور عذاب کے میری تہائی امت کو جنت میں داخل کرنے اور شفاعت کے درمیان اختیار دیا؟ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ نے کس کو اختیار فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے شفاعت کو اختیار کیا ہے۔ ہم سب نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمیں اپنی شفاعت کا حق دار بنا لیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا: بے شک میری شفاعت ہر مسلمان کے لیے ہے۔“

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، 102/4، الرقم: 1395، والبيهقي في معجم الزوائد، 10/370.

”ابو کعب صاحب حریر سے روایت ہے کہ میں نے نصر بن انس سے سوال کیا کہ آپ مجھے ایسی حدیث مبارکہ بتائیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع دے؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میں آپ کو ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو ہم کو مدینہ کی طرف سے لکھی گئی

ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس حدیث کو یاد کر لو کیونکہ یہ احادیث کا خزانہ ہے۔ فرماتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تو سارا دن (سفر میں) رہے پس جب رات ہوئی تو آپ نے (ایک جگہ) پڑاؤ ڈالا اور لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ام انس کے شوہر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ، فلاں اور فلاں چار افراد آرام فرمانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اونٹنی کے ہاتھ (یعنی اگلے پاؤں) کو سر کے نیچے بکیہ بنا کر رکھ لیا، پھر آپ اور آپ کے پہلو میں موجود چاروں افراد سو گئے۔ رات کا ایک حصہ گزر جانے پر انہوں نے اپنے سردوں کو اٹھا کر دیکھا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی سواری کے پاس نہ پا کر تلاش میں نکل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر فدا کرے! آپ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ ہم آپ کو نہ دیکھ کر تو بے چین ہو گئے تھے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا جیسا کہ تم نے دیکھا تو اپنی نیند میں بادل کی گڑ گڑاہٹ جیسی آواز سننے پر بے قرار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ (پھر میں اسی بے قراری) میں (باہر) چل پڑا تو جبریل سے میرا سامنا ہوا۔ اس نے عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے خاص گھڑی میں مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ کو اختیار دوں۔ آپ اختیار فرمائیے چاہے آپ کی آدمی امت (بغیر حساب کے) جنت میں داخل ہو جائے اور چاہے قیامت کے دن آپ شفاعت کریں؟ پس میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کو اختیار کر لیا ہے۔ اس پر چاروں افراد کے گردہ نے عرض کیا: اللہ کے نبی! آپ ہمیں اپنی شفاعت کا مستحق بنا لیجئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے مستحق ہو۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چاروں آگے بڑھے یہاں تک کہ دس افراد آپ سے آٹے تو انہوں نے عرض کیا: ہمارے رحمت والے نبی کہاں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بھی ایسا ہی بیان کیا جیسے لوگوں کو بتایا تھا تو انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ ہمیں آپ پر قربان کرے، آپ قیامت کے دن ہمیں بھی اپنی شفاعت کا مستحق ٹھہرائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم بھی اس کے حقدار ہو۔ پس ان سب نے لوگوں کے ایک بڑے گردہ کی طرف آکر لوگوں میں ندا دی: یہ ہمارے نبی رحمت والے نبی ہیں۔ آپ نے انہیں بھی جو قوم کو بیان فرمایا تھا بتایا تو انہوں نے بیک وقت پکارا: اللہ تعالیٰ ہم کو آپ پر فدا کریں آپ ہمیں بھی قیامت کے دن اپنی شفاعت سے نوازیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا: میں اللہ تعالیٰ اور ہر سننے والے کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میری شفاعت ہر اس شخص کو حاصل ہوگی جو مرتے دم تک اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہوگا۔“

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

۱۱: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 2/397، الرقم: 829.

”حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم کسی سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک جبریل نے مجھے آکر بتایا کہ میرے رب نے مجھے دو خصلتوں میں اختیار دیا: چاہے میری آدمی امت بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دے یا شفاعت کا حق اختیار کروں؟ پس میں نے شفاعت کو اختیار کر لیا۔“ اسے امام ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعائے شفاعت قیامت تک کے لیے مؤخر فرمانے کا بیان

1: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الدعوات، باب: کل نبي دعوة مستجابة، 5/ 2323، الرقم: 5945، وأيضاً فی کتاب: التوحيد، باب: فی الدعاء والبرادة، 6/ 2718، الرقم: 7036، ومسلم فی الصحیح، 1/ 188، کتاب: الایمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة، الرقم: 198، والک فی الموطأ، 1/ 212، الرقم: 494، وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/ 381، الرقم: 8959، وإسنادہ صحیح، رجالہ ثقات رجال الصحیح غیر علی بن بحر بن محمد، وهو مشہور، وأيضاً فی، 2/ 486، الرقم: 10311، وابن حبان فی الصحیح، 14/ 374، الرقم: 6461، وأبو عوانہ فی المسند، 1/ 86، الرقم: 256، والقضائي فی مسند الشهاب، 2/ 133، الرقم: 1041، 1042، والبيهقي فی شعب الایمان، 2/ 163، الرقم: 1444، وابن مندہ فی الایمان، 2/ 862، الرقم: 902.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص دعائے مستجاب کا حق ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ ان شاء اللہ اپنی اس خاص دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤثر کر کے رکھوں۔“

اسے امام بخاری، مسلم، مالک، احمد بن حنبل، ابن حبان اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه البخاری فی الصحیح، کتاب: الدعوات، باب: کل نبي دعوة مستجابة، 5/ 2323، الرقم: 5946، والقضائي فی مسند الشهاب، 2/ 132، الرقم: 1038، وأبو یوسف فی حلیۃ الاولیاء وطبقات الاولیاء، 7/ 259.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا، یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جسے اس نے کیا تو قبول کر لی گئی، پس میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دی ہے۔“

اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة، 1/ 189، الرقم: 199، وترمذی فی السنن، کتاب: الدعوات، باب: الفضل لاجل ولا قوة الا بالله، 5/ 580، الرقم: 3602، وابن ماجہ فی السنن، کتاب: الزهد، باب: ذکر الشفاعة، 2/ 1440، الرقم: 4307، وأحمد بن حنبل فی المسند، 2/ 426، الرقم: 9504، والبيهقي فی السنن الکبریٰ، 10/ 190.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص دعائے مستجاب کا حق ہوتا ہے پس ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی جبکہ میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ وہ ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچنے والی ہے جو اس حال میں فوت ہوا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو۔“

اسے امام مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

4: أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب: الایمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الشفاعة، 1/ 190، الرقم: 200، وأحمد بن حنبل فی المسند، 3/ 218، الرقم: 13281، وابن حبان فی الصحیح، 14/ 76، الرقم: 6196، وأبو یوسف فی المسند، 5/ 229، 340، الرقم: 2842، 2970، وابن مندہ فی الایمان، 2/ 866، الرقم: 915، والقضائي فی مسند الشهاب، 2/ 134، الرقم: 1043، 1044.

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے مقبول

دعا تھی جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا۔ بے شک میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام مسلم، احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد صحیح ہے۔

5: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: ال إيمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الصفوة، 1/180، الرقم: 201، وأحمد بن حنبل في المسند، 3/384، الرقم: 15116، وابن حبان في الصحيح، 14/373، الرقم: 6460، وأبو يعلى في المسند، 4/166، الرقم: 2237، والطبرانی في المعجم الأوسط، 3/243، الرقم: 3043.

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص مقبول دعا تھی جسے اللہ نے اپنی امت کے حق میں کیا جبکہ میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام مسلم، احمد، ابن حبان، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

6: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: ال إيمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الصفوة، 1/189، الرقم: 198، وابن راهويه في المسند، 1/233، الرقم: 191، وابن مندويه في ال إيمان، 2/864، الرقم: 911، وأبو نعیم في المسند المستخرج علی صحیح ال امام مسلم، 1/273، الرقم: 494.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص قبول کی جانے والی دعا کا حق ہوتا ہے جو وہ کرتا ہے پس اسے قبول کر کے دعویٰ عطا کر دیا جاتا ہے، جبکہ میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام مسلم، ابن راہویہ اور ابن مندہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

7: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: ال إيمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الصفوة، 1/190، الرقم: 199، وأحمد بن حنبل في المسند، 2/313، الرقم: 8132، وأبو نعیم في المسند المستخرج علی صحیح ال امام مسلم، 1/273، الرقم: 495.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک مقبول دعا ہوتی ہے جسے اس نے اپنی امت کے حق میں کیا تو اسے قبول کر لیا گیا جبکہ میں چاہتا ہوں ان شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دوں۔“

اسے امام مسلم اور احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔

8: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: ال إيمان، باب: إعتناء النبي صلى الله عليه وآله وسلم دعوة الصفوة، 1/188، الرقم: 198، وابن مندويه في ال إيمان، 2/860، الرقم: 897، وأبو نعیم في المسند المستخرج علی صحیح ال امام مسلم، 1/272، الرقم: 492، وأيضاً في شعب ال إيمان، 5/477، الرقم: 7328، والقصای فی مسند الشہاب، 2/133، الرقم: 1040، ودا صہبانی فی المسند المستخرج علی صحیح مسلم، 1/272، الرقم: 492.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کعب احبار سے کہا کہ یقیناً حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دعا کا حق ہوتا ہے جسے وہ کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں ان شاء اللہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت

کے لیے مؤخر کر کے رکھوں۔ حضرت کعب نے حضرت ابو ہریرہ سے کہا: کیا آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں!“

اسے امام مسلم، ابن مندہ، بیہقی اور قضاہی نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

9: أخرجا أحمد بن منبہل فی السند، 430/2، الرقم: 9553، وابن راہویہ فی السند، 139/1، الرقم: 68، وابن الجعد فی السند، 177/1، الرقم: 1137، وابن مندہ فی الایمان، 863/2، الرقم: 909.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا تھی جسے اس نے کیا۔ یقیناً میں چاہتا ہوں ان شاء اللہ کہ اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے ذخیرہ رکھوں۔“

اسے امام احمد، ابن راہویہ اور ابن جعد نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجا أحمد بن منبہل فی السند، 281/1، الرقم: 2546، وأبو یعلیٰ فی السند، 216، 215/4، الرقم: 2328، والبیہقی فی معجم الزوائد، 372/10، وابن الجعد فی کشف الغطاء، 16/1، الرقم: 11، والاکافی فی شرح أصول اعتقاد أهل البيت، 487/3، الرقم: 843.

”ابونضرہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے منبر پر ہمیں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کے لیے ایک خاص مقبول دعا ضرورت تھی جسے اس نے پورا ہونے کا دنیا میں اصرار کیا۔ بے شک میں نے اپنی دعا کو اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام احمد اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجا أحمد بن منبہل فی السند، 275/2، الرقم: 7714، وابن مندہ فی الایمان، 861/2، الرقم: 900، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 4/16، وقاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کعب (الاحبار تابعی) ایک جگہ جمع ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کعب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرویات بیان کرنے لگے جبکہ کعب، ابو ہریرہ کو کتب سابقہ سے مرویات بیان کرنے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص مقبول دعا کا حق تھا، اور بے شک میں نے اپنی دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

12: أخرجا أحمد بن منبہل فی السند، 20/3، الرقم: 11148، وابن ابی عمیر فی السند، 310/6، الرقم: 31683، وعبد بن حمید فی السند، 283/1، الرقم: 903، وأبو یعلیٰ فی السند، 293/2، الرقم: 1014، والبیہقی فی معجم الزوائد، 371/10.

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کو ایک خاص عطیہ (دعائے مستجاب کی شکل میں) دیا گیا اور ہر ایک نے اس کے حصول میں جلدی کی۔ بے شک میں نے اپنے اس عطیہ کو قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے مؤخر کر دیا ہے۔“

اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے کہا ہے: اس کی اسناد حسن ہے۔

13: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 5/325-326، الرقم: 22771، والطبرانی في مسند الشاميين، 2/156، الرقم: 1101، وابن أبي مريم في سنن، 2/391، الرقم: 822، والبيهقي في معجم الزوائد، 10/367.

”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات صحابہ نے (سفر میں قیام کے دوران) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (اپنے درمیان) نہ پایا، ان کا معمول تھا کہ وہ جب کسی مقام پر پڑاؤ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے درمیان کر لیتے تھے لہذا وہ اس صورتحال سے گھبرا گئے اور انہوں نے گمان کیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے علاوہ دوسرے اصحاب کو چن لیا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی خیال میں گم تھے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھ کر بلند آواز سے نکیر کی، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اس بات سے ڈر گئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہمارے علاوہ دیگر اصحاب کو چن لیا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ تم دنیا اور آخرت میں میرے صحابہ ہو۔ (ہوایہ کہ) اللہ تعالیٰ نے مجھے جگہ فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے ہر پیچھے ہوئے نبی اور رسول نے مجھ سے خاص سوال کیا اور میں نے اس کا مانگا ہوا عطا کر دیا، لہذا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ بھی مجھ سے کوئی سوال کر لیں آپ کو عطا کیا جائے گا تو میں نے عرض کیا: میرا سوال قیامت کے دن امت کی شفاعت کا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! شفاعت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں (قیامت کے روز) عرض کروں گا: اے میرے رب! میری شفاعت (کا سوال) جو میں نے تیرے ہاں ذخیرہ کیا ہوا ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا: ہاں! (مجھے یاد ہے) پس میرا رب تبارک و تعالیٰ میری بھیہ (گناہ گار) امت کو جہنم سے نکال کر جنت میں ڈال دے گا۔“

اسے امام احمد، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

14: أخرجه الحاكم في المسند، 1/138، الرقم: 226، وقال: وقد حج مسلم بن الحجاج ومعاوية بن أبي عتيق مع النبي صلى الله عليه وآله وسلم في مسانيدهم، وأما عبد الجبار بن العباس فإنه من مجمع حديثه مسانيد في الكوفيين، وابن أبي حنيفة في المسند، 6/318، الرقم: 31740، وابن أبي مريم في السنن، 2/393، الرقم: 824، وأيضاً في الآثار الثماني، 3/239، الرقم: 1600، والحديث في المسند، 2/1010، الرقم: 1134، والسنن في الترمذي والترتيب، 4/234، الرقم: 5499، وقال: رواه الطبرانی والبيهقي في معجم الزوائد، 10/371، وقال: رواه الطبرانی والبيهقي في مسانيدهم.

”حضرت عبدالرحمن بن ابی عقیل ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں وفد ثقیف میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو ہم مدینہ کے راستہ پر چلتے رہے یہاں تک کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ہمیں ان سے بڑھ کر مبغوض نہیں تھا جن کے پاس ہم داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے گھر میں داخل ہو کر (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) سلام کیا اور بیعت کی، تو جس وقت ہم ان کے پاس سے باہر نکلے تو لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ہمیں ان سے بڑھ کر محبوب نہیں تھا جن کے پاس سے ہم باہر نکلے۔ (بعد میں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنے رب سے حضرت سلیمان علیہ السلام جیسی بادشاہت کا سوال کیوں نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: تمہارے صاحب (نبی) کا مقام اللہ کے ہاں سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت سے بھی افضل ہے۔ اللہ نے ہر نبی کو ایک خاص دعا کے ساتھ مبعوث فرمایا تو ان

میں سے کسی نے اس کے ذریعے دنیا مانگی جو اسے دیدی گئی اور ان میں سے کسی نے اپنی امت کے خلاف اس کے ساتھ داناؤ نہیں اس کے سبب ہلاک کر دیا گیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص دعا عطا کی تو میں نے اس کو اپنے رب کے ہاں قیامت کے دن امت کی شفاعت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔“

اسے امام حاکم، ابن ابی شیبہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد ٹھیک ہے۔

15: أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، 6 / 427، الرقم: 27410، والحاكم في المستدرک، 1 / 138، الرقم: 227، والبیہقی فی مجمع الزوائد، 7 / 224، إسماعیل وأصبغانی فی دلائل النبوة، 1 / 224، الرقم: 312، وابن عبد البر فی التمهید، 19 / 68، الرقم: 173.

”حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے وہ احوال دیکھے جو میرے بعد میری امت کرے گی، ان کا ایک دوسرے کو قتل کرنا اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علم الہی میں ہو چکا ہے جیسا کہ پہلی امتوں کے متعلق عذاب کے حتمی فیصلے علم الہی میں ہو چکے تھے۔ لہذا میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی کہ وہ مجھے میری امت کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجا قبول فرمائی)۔“

اسے امام احمد اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم اور بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

16: أخرجه أبو يعلى في المسند، 12 / 435، 382، الرقم: 7002، وابن الساری فی الزهد، 1 / 564، الرقم: 1622، والذہبی فی المیزان، 1 / 399، الرقم: 1614، والبیہقی فی مجمع الزوائد، 10 / 371.

”ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے وہ احوال دیکھے جو میرے بعد میری امت کرے گی لہذا میں نے قیامت کے دن ان کے لیے شفاعت کو اختیار کیا۔“

اسے امام ابویعلیٰ، ابن مبارک اور ذہبی نے روایت کیا ہے۔

17: أخرجه الطبرانی في المعجم الكبير، 23 / 222، الرقم: 410.

”حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا جو میرے بعد میری امت کرے گی اور اپنا خون بہائے گی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ مجھے میری امت کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجا قبول کر لی)۔“

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

18: أخرجه ابن أبي عاصم في السنة، 1 / 96، الرقم: 215، وأيضاً في 2 / 372، الرقم: 800، وأيضاً في 5 / 421، الرقم: 3077، والبيهقي في التريب والترتيب، 4 / 233، الرقم: 5497.

”حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے دکھایا گیا جو میرے بعد میری امت کرے گی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی، جس نے مجھے غمگین کر دیا اور مجھ پر گراں گزرا، اور اس امر کا حتمی و قطعی فیصلہ علم الہی میں ہو چکا ہے جیسا کہ پہلی امتوں کے متعلق حتمی فیصلے علم الہی میں ہو چکے تھے۔ لہذا میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ وہ مجھے ان کے حق میں قیامت کے دن حق شفاعت عطا فرمائے، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا (میری التجا قبول فرمائی)۔“

اسے امام ابن ابی عامر نے روایت کیا ہے۔ البانی نے کہا ہے: اس حدیث کی اسناد مستحکم کی شرط پر صحیح ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا اور مقبول شفاعت ہونے کا بیان

1: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الفضائل، باب: تفصيل ميراث علي مع الخلفاء، 4/1782، الرقم: 2278، والبيهقي في شعب الایمان، 2/179، الرقم: 1486، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 3/59، وابن الجوزي في صفة الصلوة، 1/184.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں قیامت کے دن ساری اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، سب سے پہلے میری قبر شرف ہوگی، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔“

اس حدیث کو امام مسلم اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

2: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الایمان، باب: في قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أنا أول الناس خضع في الجنة، 1/188، الرقم: 196، والبيهقي في المسند، 7/51، الرقم: 3967، وابن مندوي في الایمان، 2/856، الرقم: 889، واستاد صحیح، وابن الجوزي في صفة الصلوة، 1/183.

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام لوگوں میں دو پہلا شخص ہوں جو جنت میں شفاعت کرے گا اور تمام نبیوں سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔“

اسے امام مسلم، ابو یعلیٰ اور ابن مندوہ نے روایت کیا ہے۔

3: أخرجه مسلم في الصحيح، كتاب: الایمان، باب: في قول النبي صلى الله عليه وآله وسلم: أنا أول الناس خضع في الجنة، 1/188، الرقم: 196، والصحیحین ضعیف فی المسند، 3/140، الرقم: 12419، وابن أبي هبيرة في المسند، 6/304، الرقم: 31651، والبيهقي في المسند، 7/51، الرقم: 3868، وابن مندوي في الایمان، 2/855، الرقم: 886، والبيهقي في شعب الایمان، 1/284.

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے میں جنت میں شفاعت کروں گا، انبیائے کرام میں سے کسی بھی نبی کی اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری تصدیق کی گئی ہے۔ انبیاء میں بعض نبی ایسے بھی ہیں کہ ان کی امت میں سے ایک شخص کے علاوہ اور کسی نے ان کی تصدیق نہیں کی۔“

اسے امام مسلم، احمد، ابن ابی شیبہ اور ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

4: أخرجه الترمذي في السنن، كتاب: المناقب، باب: فضل النبي صلى الله عليه وآله وسلم، 5/587، الرقم: 3616، والدارقطني في السنن، 1/39، الرقم: 47، وابن كثير في تفسير القرآن العظيم، 1/561.

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا) ان میں سے بعض نے کہا: تعجب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے اپنا خلیل بنایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے مکالم (کلمہ اللہ) ہونے سے زیادہ تعجب خیز تو نہیں۔ ایک نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی

روح ہے، کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جن لیا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ سلام کر کے فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا تعجب کرنا سنا۔ یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں، اور واقعی وہ اسی طرف ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں، بے شک وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں، واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن لیا، وہ بھی یقیناً اسی طرح ہیں۔ مگر سنو! اچھی طرح آگاہ ہو جاؤ کہ (میری شان یہ ہے) میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور (اس پر) کوئی فخر نہیں، میں قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے میں ہی جنت کا کنڈا کھنکھٹاؤں گا تو اللہ تعالیٰ اسے میری لئے کھول دے گا پس وہ مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ فقیر و غریب مومن ہوں گے اور کوئی فخر نہیں، میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم و معزز ہوں لیکن کوئی فخر نہیں کرتا۔“

اسے امام ترمذی اور دارمی نے روایت کیا ہے۔

5: أخرجه أبو داود في السنن، كتاب: النہ، باب: فی التجر بین لاء نبیاء علیہم السلام، 4/218، الرقم: 4673، وأحمد بن منیل فی المسند، 2/540، الرقم: 10985، وابن أبی شیبہ فی المصنف، 7/257، الرقم: 35849، وابن أبی عامر فی السنن، 1/369، الرقم: 792، والبیہقی فی السنن الکبری، 9/4، الرقم: 1453، فی شرح أصول اعتقاد أهل السنن، 4/788، الرقم: 1453.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہوگی۔“

اسے امام ابو داؤد، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن ابی عامر اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے ’ظلال الجوزہ‘ میں کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے اشخاص ثقہ ہیں۔

6: أخرجه ابن ماجہ فی السنن، کتاب: الزہد، باب: ذکر الشفاعۃ، 2/1440، الرقم: 4308، وأحمد بن منیل فی المسند، 3/2، الرقم: 10987، واللاکالی فی شرح أصول اعتقاد أهل السنن، 4/788، الرقم: 1455.

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت مقبول ہوگی اور کوئی فخر نہیں، اور قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور کوئی فخر نہیں۔“

اسے امام ابن ماجہ اور احمد نے روایت کیا ہے۔

7: أخرجه ابن حبان فی الصحیح، 14/392، الرقم: 6475.

”حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے

اولاد اسماعیل سے کنانہ کو چنا، کنانہ سے قریش کو چنا، قریش سے بنی ہاشم کو چنا، مجھے بنی ہاشم سے چنا، پس میں ساری اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔“

اسے امام ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

8: أخرجا ابن حبان في الصحيح، 398/14، الرقم: 6478، وأبو يعلى في السنن، 480/13، الرقم: 7493، وابن أبي عاصم في السنن، 369/2، الرقم: 793، والمقدسي في الأحياء، 455/9، الرقم: 428، والبيهقي في مسنده، 523/1، الرقم: 2127، وأيضاً في مجمع الزوائد، 254/8، والتمكيني في شرت أصول الاعتقاد، 4، الرقم: 789، 1456.

”حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ساری اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ تمام لوگ ہوں گے۔“

اسے امام ابن حبان، ابویعلیٰ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے ”کلال الجنۃ“ میں کہا ہے: اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

9: أخرجا ابن أبي حبة في الصحيح، 258/7، الرقم: 35859.

”حضرت حسن بھری سے مرسل روایت ہے کہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلے مجھ سے زمین شق ہوگی اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں۔“

اسے امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

10: أخرجا الدارمی فی السنن، 39/1، الرقم: 48، وأبو يعلى في السنن، 147/1، الرقم: 160، والکلال فی السنن، 208/1، الرقم: 235، وابن کثیر فی تفسیر القرآن العظیم، 8/4.

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے میں ہی اپنی قبر سے باہر نکلوں گا، جب سب لوگ بارگاہ ایزدی میں اکٹھے ہوں گے تو میں ان کا پیشوا ہوں گا، جب سب لوگ خاموش ہوں گے تو میں ہی ان کا خطیب ہوں گا، اور جب سب (حساب و کتاب سے) رکے ہوئے ہوں گے تو میں ہی ان کی شفاعت کروں گا، اور جب سب لوگ مایوس ہوں گے تو میں ہی ان کو نجات کی خوش خبری دوں گا۔ بزرگی اور جنت کی چابیاں اس روز میرے ہاتھ میں ہوں گی، میں اپنے رب کے نزدیک سب اولاد آدم علیہ السلام سے زیادہ مکرم و معزز ہوں، اس روز ہزار خدام میرے ارد گرد گھوم رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا کہ وہ (گرد و غبار سے محفوظ) سفید (خوبصورت) انڈے ہیں یا بکھرے ہوئے موتی ہیں۔“

اسے امام دارمی اور ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

11: أخرجه الدارمی فی السنن، 1/40، الرقم: 49، والطبرانی فی المعجم لأوسد، 1/61، الرقم: 170، وابن أبي عاصم فی السنن، 2/370، الرقم: 254، والاکافی فی شرح أصول اعتقاد أهل السنة، 4/788، الرقم: 1455، والکشی فی مجمع الزوائد، 8/254.

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں تمام رسولوں کا مکہ ہوں اور کوئی فخر نہیں کرتا، میں تمام انبیاء سے آخری ہوں اور کوئی فخر نہیں، میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی مگر کوئی فخر نہیں۔“

اسے امام دارمی، طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہے۔

12: أخرجه أبو حنوفہ فی المسند، 1/102، الرقم: 326، وابن مندہ فی الایمان، 2/857، الرقم: 890، والدیلمی فی الفردوس متأثر الخطاب، 1/400، الرقم: 121، والبیہقی فی الایمان، 1/191، والعلیب الجعدی فی تاریخ بغداد، 12/400.

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم انبیاء کرام کا تذکرہ کر رہے تھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں سب سے پہلے جنت میں شفاعت کروں گا اور میرے تمام نبیوں سے زیادہ ہمدرد ہوں گا اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انبیاء کرام میں سے کسی کو اس حال میں بھی لائے گا کہ ان کی امت میں سے ایک شخص کے علاوہ کسی نے ان کی تصدیق نہیں کی ہوگی۔“

اسے امام ابو حنوفہ، ابن مندہ اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

13: أخرجه إسماعیل بن صہبانی فی دلائل النبوة، 1/65، الرقم: 25، والبیہقی فی الصالحات، 2/388.

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں دنیا اور آخرت میں ساری اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور کوئی فخر نہیں، سب سے پہلے مجھ سے اور میری امت سے زمین شق ہوگی اور کوئی فخر نہیں، میرے ہاتھ میں قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں سے تمام انبیاء ہوں گے، قیامت کے دن میرے ہاتھ میں جنت کی کنجیاں ہوں گی اور کوئی فخر نہیں، قیامت کے دن مجھ سے شفاعت کا آغاز کیا جائے گا اور کوئی فخر نہیں، اور میں ہی سب سے پہلا ہوں جو قیامت کے دن مخلوق کو جنت کی طرف لے کر جائے گا اور کوئی فخر نہیں اور میں ان کا پیشوا ہوں گا اور میری امت میرے پیچھے ہوگی۔“ اسے امام اسماعیل صہبانی نے روایت کیا ہے۔

(حسن الصنادید فی اثبات الشفاۃ، منہاج القرآن، 1/144)

بَابُ مَا يَقُولُ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ

باب: مغرب کی اذان کے وقت آدمی کیا پڑھے گا؟

530 - حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِهَابٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَدَنِيُّ. حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ. حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ. عَنْ أَبِي كَثِيرٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ. عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ. قَالَتْ: عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُولَ عِنْدَ أَذَانِ الْمَغْرِبِ: اللَّهُمَّ إِنَّ هَذَا إِقْبَالُ

لَیْلِكَ. وَادْبَارُ نَهَارِكَ. وَأَمْشَاتُ دُعَايِكَ. فَأَغْفِرْ لِي
 ﴿۵۳۱﴾ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے مجھے کچھ کلمات تعلیم کئے تھے کہ میں مغرب کی اذان کے وقت
 انہیں پڑھا کروں۔ وہ یہ ہیں۔

”اے اللہ! یہ تیری رات آ رہی ہے اور تیرا دن رخصت ہو رہا ہے اور تجھے پکارنے والوں کی آوازیں آ رہی ہیں تو
 میری مغفرت کر دے۔“

بَابُ اخْذِ الْاَجْرِ عَلَى التَّأْذِينِ

باب: اذان دینے کا معاوضہ وصول کرنا

531 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا سَعِيدُ الْجُرَيْرِيُّ، عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ
 مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ، قَالَ: قُلْتُ: - وَقَالَ مُوسَى فِي مَوْضِعٍ آخَرَ إِنَّ عُثْمَانَ
 بْنَ أَبِي الْعَاصِ قَالَ - يَا رَسُولَ اللَّهِ اجْعَلْنِي إِمَامًا قَوْمِي، قَالَ: أَنْتَ إِمَامُهُمْ وَاقْتَدِ بِأُتْعَفِيهِمْ وَاتَّخِذْ
 مِمَّنْ وَثَقَا لَا يَأْخُذُ عَلَى أَذَاهِ أَجْرًا

﴿۵۳۱﴾ حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ مجھے میری قوم کا امام مقرر کر
 دیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ان کے امام ہو ان میں سب سے زیادہ ضعیف شخص کی پیروی کرنا اور ایسے شخص کو موزن بنانا جو اپنی
 اذان کا معاوضہ وصول نہ کرے۔

شرح

قرآن وحدیث نے ملازمت اور نوکری کے لئے اجارہ کی اصطلاح استعمال کی ہے جو حدیث وفقہ کی کتابوں میں کتاب
 البیوع کے ذیل میں مل جائے گی۔ اجارہ آجر یا ہجر کا مصدر ہے جس کا معنی مزدوری، کرایہ داری اور ٹھیکہ کے ہیں اصطلاح میں کسی چیز
 کے مباح نفع کا معلوم مدت اور معلوم معاوضہ کے ساتھ مالک بنانے کو کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ہے۔ (قالت احداهما يا ابت اسأ جره ان خير من اسأ جرت القوي الامين۔
 قال اني اريد ان اكلک احدی ابنتی حاتین علی ان تاجر فی ثمانی حج) (انقص: ۷۲، ۷۳) ان میں سے ایک لڑکی نے کہا: اے
 ابوجان ان کو اجرت پر رکھ لیجئے کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے آپ ملازم رکھ سکتے ہیں وہ طاقتور اور امین ہے۔ بزرگ نے کہا میں
 چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کی نکاح آپ سے کروں اس بنیاد پر کہ آپ میری نوکری کریں گے آٹھ سال۔

(تفسیر القرآن العظیم اور قصص الانبیاء لابن کثیر رحمہ اللہ)

یہاں ”تاجر فی ثمانی حج“ نوکری اور ملازمت کے معنی میں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جس بھی نبی کو بھیجا اس نے چند
 قیراط پر بکریاں چرائیں۔ تو صحابہ نے کہا اور آپ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نعم کنت اور عاصی قراریط لاحل مکہ ہاں میں نے بھی
 چند قیراط کے بدلے اہل مکہ کی بکریاں چرائیں (بخاری، کتاب الاجارہ باب فی النعم علی قراریط)

اجرت پہلے سے طے ہونی چاہیے

مسند احمد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مزدور کو مزدوری پر رکھنے سے اس وقت تک منع فرمایا ہے جب تک اس کی اجرت نہ واضح کر دی جائے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ مسئلہ درج ذیل صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو نصف پیداوار کے عوض خیبر کی زمینوں پر کام اور کھج کرنے کو کہا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاجارہ باب انما جرایم الفات احد ما رقی اللہ یث ۵۸۴۲)

پوری مزدوری دی جائے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قال اللہ عز وجل: انما انا فہم یوم القیامت۔۔۔ الحدیث

حدیث قدسی میں اللہ عز وجل نے فرمایا: قیامت کے دن تین لوگوں کا فریق میں بنوں گا (اور جس کا فریق اللہ بنے گا اسے پارہ ہوگا)۔ ایک وہ جس نے میرے حوالے دے دیا پھر بد عہدی کی ایک وہ جو کسی آزاد کو بیچ دے اور اس کی قیمت کھالے ایک وہ جو کسی کو نوکر رکھے تو پورا پورا کام لے لیکن اس کی اجرت نہ دے۔ (صحیح البخاری کتاب الاجارہ باب ان من منع اجر الاجر رقی اللہ یث ۵۸۴۲)

قرآن کی تعلیم پر اجرت

آج بھی افضل اور بہتر یہ ہے کہ اقتصادی لحاظ سے مضبوط اور خود کفیل لوگ قرآن کی تعلیم مفت میں دیں لیکن اگر خوشحال لوگ اس کام کے لیے وقت نہیں دے سکتے بلکہ ایسے لوگ اس میں وقت صرف کرتے ہیں جو خوشحال بھی نہیں ہوتے اور ان کا پورا وقت تعلیمی اور تبلیغی خدمات میں صرف ہو جاتا ہے کسب معاش کے لئے وقت نہیں بچتا، تو رائج یہ ہے کہ ایسے لوگ قرآن کی تعلیم ملوہ کی امامت، اذان اور تدریس حدیث پر اجرت لے سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود قرآن کی تعلیم پر وکائف مقرر کر رکھے تھے تو گورنر نے لکھا کہ ایسے لوگ بھی قرآن سیکھنے آتے ہیں جن کا مقصد وحیفہ ہی ہوتا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر بھی وظیفے جاری رکھو (کتاب الاموال لابن عبید قام بن سلام باب لا فرض علی تعلم القرآن ولا علم علی سائرہ الآیات ص ۳۴۲)

امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۴ھ) کے کبار شیوخ میں سے ابو نعیم فضل بن دکین ہیں جن کی وفات ۸۱۴ھ میں ہوئی ان سے صحیح بخاری میں بھی حدیثیں مروی ہیں۔ یہ بزرگ حدیثیں سنانے پر اجرت لیا کرتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء ج ۵۱ میں ہے: بشر بن واحد نے کہا: میں نے ابو نعیم فضل بن دکین کو خواب میں دیکھا تو کہا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا یعنی اجرت لے کر حدیث سنانے پر فرمایا فیصلہ کرنے والے نے میرے معاملے کو دیکھا تو مجھے اہل وعیال والا پایا پھر مجھے بخش دیا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: محتاج ہونے کی وجہ سے وہ حدیث سنانے پر تھوڑی اجرت لیتے تھے۔

علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے ابو نعیم کو فرماتے سنا کہ لوگ مجھے اجرت لینے پر ملامت کرتے ہیں حالانکہ میرے گھر میں تیرہ

پر یوار ہیں اور گھر میں ایک روٹی بھی نہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۲۵۱)

صحیح بخاری میں کتاب الاجارہ میں باب ما یعطی فی الرقیۃ علی احباء العرب بفتح الکتاب رقم الحدیث ۶۷۲۲ اور کتاب الطب میں باب الشروط فی الرقیۃ بفتح الکتاب کے تحت ابو سعید خدری اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سفر میں تھی اور عرب کے ایک قبیلے پر اترے جنہوں نے مطالبے کے باوجود مہمان نوازی نہیں کی۔ اچانک اس قبیلے کا سردار ڈس لیا گیا جو کسی تدبیر سے چنگا نہیں ہو رہا تھا تو وہ لوگ صحابہ کی اس جماعت کے پاس آئے اور دم کرنے کا مطالبہ کیا ایک صحابی نے کہا پہلے اجرت ملے کر لو کیونکہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے انہوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دینے کا وعدہ کیا۔ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ اور فقہاء کے عالمین پڑھنے اور تھک تھکانے لگے اچانک وہ سردار ٹھیک ہو گیا اور اچھڑ کر چلنے لگا پھر اس نے وعدہ وفا کرتے ہوئے بکریوں کا ایک ریوڑ دیا تو صحابہ نے کہا اسے آپس میں بانٹ لیتے ہیں دم کرنے والے صحابی نے کہا: نہیں۔ جب تک اللہ کے رسول سے معلوم نہ کر لیں جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، قصہ بتایا تو آپ نے کہا تجھے کس نے بتا دیا کہ اس سورہ سے دم کیا جاتا ہے اس کو بانٹ لو اور میرا بھی ایک حصہ لگا دو۔

ابن عباس کی روایت میں ہے (ان احق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ) اجرت لیے جانے کی سب سے زیادہ حد ارشے اللہ کی کتاب ہے۔ اجرت نہ لینے پر دلالت کرنے والی جو حدیثیں ہیں وہ اکثر ضعیف ہیں ثابت احادیث جو بھی ہیں ان میں احتمال ہے کہ ممانعت کا حکم بعض اشخاص کے ساتھ خاص ہو اسی طرح ائمہ اور فقہاء کے اختلاف کا ذکر یہاں کرنا تطویل کا باعث ہو گا کہ اس کا مقام فقہ و حدیث کی کتابیں ہیں۔ میں نے مذکورہ بالا نصوص کی روشنی میں صرف نتیجہ ذکر کیا ہے۔ اور یہاں اجارہ کی بحث اس لیے کی ہے کہ بہت سارے لوگ آج بھی یہ سمجھتے ہیں کہ امامت، تدریس حدیث، صلاۃ و اذان کے لئے ائمہ و مدرسین کو تنخواہ نہیں لینے چاہیئے۔ جبکہ بعض لوگ اس کو اجرت نہیں بلکہ ہدیہ کہنا پسند کرتے ہیں جس کی ادائیگی آدمی کی خوشی پر منحصر ہے پھر کم یا زیادہ کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

ایک اعتراض

ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہ اعتراض کریں کہ اگر ائمہ اور مدرسین کو خاطر خواہ معاوضہ نہیں ملتا تو وہ اس لائن کو چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سارے ائمہ اور مدرسین اس لائن کو چھوڑ چکے ہیں اور چھوڑ رہے ہیں۔ سوال ائمہ و مدرسین کا نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ اگر اقتصادی مسائل کی وجہ سے دینی تعلیم سے بے رغبتی کا سلسلہ جاری رہا تو تعلیم اور دعوت و تبلیغ نیز پیش آمدہ مسائل میں شرعی رہنمائی کرنے والا کون بچے گا۔ پھر اگر یہ سلسلہ دراز ہوتا گیا تو خوف ہے کہ ملت اسلامیہ ہندو فکری ارتداد میں نہ مبتلا ہو جائے۔

تصویر کا دوسرا رخ

نا انصافی ہوگی اگر اس بات کا تذکرہ نہ کیا جائے کہ تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کا خوشحال طبقہ پاکستان ہجرت کر گیا اور اوقاف کی جائیداد حکومت ہند کی بد انتظامی کے سبب کوڑیوں کے سول بچی گئی اور من حیث القوم مسلمانوں کی معاشی حالت خستہ تر ہو گئی۔ یہی سب مدارس و مساجد کے سوتے اور سر جھٹے ہیں اگر یہ خوشحال نہیں رہے تو مدارس و مساجد میں کام کرنے والے بھی خوشحال نہیں رہ سکتے۔ مزید یہ کہ خلیجی ممالک سے چندہ کی شکل میں جو آمدنی ہوتی تھی وہ مخصوص عالمی صورت حال کے سبب بتدریج کم ہو رہی ہے

اور ایسے بھی مدارس و مساجد ہیں جن کا خرچ سنبھالنا بھی مشکل ہوتا جا رہا ہے ایسے میں ہم باادب ہو کر ان ہی متولیان کو نصیحت کر سکتے ہیں جو خاطر خواہ آمدنی کے باوجود تنخواہ و سہولیات دینے میں بخلی کرتے ہیں۔ اللہ رب العالمین ہم سب کی اصلاح فرمائے۔ (آمین)

روزنامہ اردو ٹائمز ممبئی میں مورخہ ۵۱ / اپریل ۲۰۱۲ء کو ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں آئی ایس۔ پی ایس افسران کا جائزہ پیش کیا گیا۔ اس میں بتایا گیا کہ غربت و اللاس کے سبب اعلیٰ تعلیم کا خرچ اور ڈونیشن نہ برداشت کر پانے کی وجہ سے مسلم آئی ایس افسران کا تناسب کافی گھٹ رہا ہے۔ مزید لکھا کہ اس کے ساتھ ساتھ ملکی سطح پر جاری تعصب و تفریق اور اعلیٰ تعلیم کے تئیں مسلمانوں میں گرجوشی کی کمی بھی ذمہ دار ہے۔ ایسے عالم میں مدارس کا چلانا اور مساجد کا نظم کرنا ممکن ہے کہیں نفع کا سودا ہو مگر اگر مقامات پر جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اللہ رب العالمین ہمیں صحیح صورت حال کو سمجھنے اور تمام ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کی توفیق دے۔ آمین۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ جمہور جواز کے قائل ہیں۔ حنفیہ منع کرتے ہیں۔ مگر متاخرین حنفیہ نے تعلیم کی اجرت کو جائز قرار دایا ہے۔ بعض حنفیہ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ قرون اولیٰ میں علماء کو روزینہ ملتا تھا۔ اس واسطے ان کو اجرت لینا عوام سے درست نہیں تھا۔ اب چونکہ علماء کو بیت المال سے کچھ نہیں ملتا۔ اس واسطے اب لے سکتے ہیں۔ (جلد نمبر ۲۰ ش ۴۴ الاقسام) امامت اور اذان پر ماہانہ تنخواہ لینا شرط کر کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ممنوع ہے۔

لَا يَجُوزُ إِلَّا سَتِيجَارَ عَلَى الْأَذَانِ وَالْحَجَّ وَكَذَا لِأَحَاجَةِ وَتَعْلِيمِ الْقُرْآنِ وَالْفَقْهِ وَالْأَصْلُ أَنَّ كُلَّ طَاعَةٍ يَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ لَا يَجُوزُ إِلَّا سَتِيجَارَ عَلَيْهِ عِنْدَنَا (ہدایہ)

قال ابن المنذر ثبت أن رسول الله قال لعثمان بن أبي العاص واتخذوا مؤذناً لا يأخذ على أذانه أجراً وأخرج ابن حبان عن يحيى الهكالي قال سمعت رجلاً قال لا بن عمر أني لا أحبك في الله قال له ابن عمر أني لا بغضك في الله فقال سبحانه الله أحبك في الله وتبغضني في الله قال نعم أنك تسئل عن ذلك أجر أروى عن ابن مسعود أنه قال أربيع لا يؤخذ عليهم أجر الا اذان وقرأة القرآن والقضاء۔

(تل الاذکار ص ۷۷)

اور متاخرین حنفیہ و دیگر ائمہ کے نزدیک امامت اور اذان پر تنخواہ لینا جائز ہے۔

ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقرا والامامة والاذان ويجير المستاجر على دفع ما قبل فيجب المسمى بعقد واجر المثل اذا لم يذكر مدة (در مختار)

علماء اور ائمہ کی تنخواہوں کا فقہی مسئلہ

علماء کرام اپنی زندگی کے پندرہ بیس سال علوم شریعت کے حصول کے لئے صرف کرنے کے بعد جب معاشرے کے لئے میدان عمل میں اترتے ہیں تو ٹرینیان مساجد اور ذمہ داران مدارس کی سختیوں، بندشوں اصولوں اور ضابطوں کے کڑ جال میں پھنس کر اپنی خود اعتمادی کھونا شروع کر دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ محدود مشاہروں کی بناء پر مسلسل تنگ دستی کا شکار بھی ہوتے ہیں۔ جب کہ حقیقتاً

و اقتصادی و معاشی طور پر خود کفیل ہونا چاہئے تھا اس لئے کہ یہ امت مسلمہ کے ہادی و مرشد ہیں۔ انسانوں کی دینی و اخروی رشد و ہدایت انہیں کی مرہون منت ہوتی ہے لیکن امت مسلمہ نے ان کی معاشی جنگ دستی کو ختم کرنے کے لئے کوئی خصوصی پیش رفت نہیں کی۔ ہمارے پاس اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سب کچھ موجود ہے لیکن علماء کرام کے مشاہدوں اور اجرت کی بات جب زیر بحث آتی ہے تو بغلیں جھانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ علماء کرام و ارشین انبیاء ہیں۔ ہمیں کفر و الحاد اور شرک و بدعات کی غلطیوں سے نکال کر توحید کے اجالوں کی راہ پر گامزن کرنے میں ان کی ہی رہنمائی کا دخل ہوتا ہے۔ لہذا امت مسلمہ کو عمومی طور پر اور نرسنیاں مساجد و ذمہ داران مدارس کو خصوصی طور پر ان نفوس قدسیہ کی تنخواہوں کے اضافے پر غور و فکر کرنا چاہئے۔ رسول اکرم ﷺ نے معاشرے کے افراد کے حقوق و فرائض کا تعین کرتے ہوئے فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ فَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَاَلَا يُمِيرُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِهَا وَوَلَدَيْهَا وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (صحیح البخاری: ۲۵۵۳)

تم میں سے ہر کوئی مختار و نگران ہے تو جو چیز جس کے دائرہ اختیار میں ہے اس کے متعلق وہ ذمہ دار اور مسئول ہے۔ بادشاہ نگران ہے اور اس سے باز پرس ہوگی۔ اور ہر شخص جو اپنے گھروالوں پر نگران ہے وہ بھی اللہ کے نزدیک مسئول (ذمہ دار) ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اس سے بھی باز پرس ہوگی۔ غلام اور مزدور اپنے مالک کے مال کے نگران ہیں ان سے بھی باز پرس ہوگی۔ یاد رکھو تم میں سے ہر کوئی نگران اور محافظ ہے اور ہر ایک سے قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔

اس حدیث کے تناظر میں ہم سب کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اولین فرصت میں فعال و متحرک ہو کر علماء کرام کے حقوق کا پاس و لحاظ کریں اور ان کو ذمہ داری کے ساتھ اتنی تنخواہ فراہم کریں کہ وہ بھی ہماری اور آپ کی طرح خوشحال زندگی گزار سکیں ورنہ پھر آخرت میں اللہ کے عذاب کے لئے تیار رہیں جب ہم سے ہماری ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قرآن و سنت کی تعلیم پر اجرت کا محاکمہ

قرآن و سنت نیز موافق صحابہ و تابعین کی روشنی میں دینی خدمات پر اجرت لینے میں کوئی کراہت نہیں اگرچہ اس میں کچھ اختلاف ہے۔

ہم علامہ شوکانی کی مشہور زمانہ کتاب الدرر المہیہ کے اردو ترجمہ یعنی فقہ المحدث جلد دوم سے کتاب الا جارہ کے حوالے سے اس بحث کی تلخیص کرتے ہیں جس میں اس قسم کی اجرت (مشاہرے) کے جواز و عدم جواز کا موازنہ کرتے ہوئے دلائل جواز کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ شوکانی قرآن کی تعلیم پر اجرت کے دلائل جواز و عدم جواز کو زیر بحث لاتے ہوئے باب باندھتے ہیں: و تجوز الاستیجار علی تلاوة القرآن لاعلی تعلیم: قرآن کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے اس کی تعلیم پر جائز نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک گروہ دور ان سفر عرب قبائل کے کسی قبیلے میں قیام پذیر ہوا انصیافت طلب کرنے پر اہل قبیلہ نے

انکار کر دیا اتفاق ایسا ہوا کہ ان کے سردار کو کسی سانپ نے ڈس لیا اور بار بار علاج کے باوجود وہ صحت یاب نہ ہوا تو وہ صحابہ کے پاس دم کرانے کی غرض سے حاضر ہوئے ضیافت کے انکار کی وجہ سے صحابہ نے بغیر معاوضے کے دم کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر بکری کے عوض ایک صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور سردار اچھا ہو گیا۔ معاوضہ ملنے پر جب بعض افراد نے تقسیم کا مشورہ دیا تو دم کرنے والے صحابی نے نبی ﷺ سے پوچھ لیا ضروری سمجھا۔ چنانچہ واپسی پر جب صحابہ نے آپ ﷺ کو قصہ سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ کس نے بتایا کہ یہ (فاتحہ) دم ہے۔ پھر فرمایا افسوس اواضر یوالی معکم۔ ہما۔ اسے تقسیم کر کے میرا حصہ بھی نکالو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب معاوضہ پر دم کرنا صحابہ نے ناپسند کیا اور واپسی پر رسول اللہ ﷺ سے کتاب اللہ پر اجرت لینے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ۔ یعنی اجرت کی مستحق اشیاء میں سب سے زیادہ حقدار کتاب اللہ ہے۔

(تاری: ۲۲/۵/۱۳۸۰)

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف

قرآن کی تعلیم پر اجرت سے منع کرنے والوں کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا تو اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی۔ میں نے اس کا ذکر جب نبی ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان اخذتها اخذت قوسا من النار یعنی اگر تو نے اسے لیا تو تو نے آگ کی کمان پکڑی۔ تو میں نے اس کو واپس کر دیا۔ (صحیح: ۲۵۶۰، ارواۃ الغلیل: ۱۳۹۳، ابن ماجہ: ۲۱۵۸)

۲۔ اسماعیل بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب عبد الملک بن مروان نے مجھے کہا کہ اے اسماعیل میرے بچے کو تعلیم دیجئے میں آپ کو اس کا معاوضہ (اجرت) بھی دوں گا تو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ ام درداء رضی اللہ عنہا نے ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من اخذ علی تعلیم القرآن قوسا قلده اللہ قوسا من النار یوم القیامۃ۔ یعنی جس نے تعلیم قرآن کے عوض کوئی کمان بھی لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو آگ کی کمان کا قدارہ (پتہ) پہنائیں گے۔ عبد الملک نے اسماعیل سے کہا کہ میں آپ کو قرآن کے بدلے میں نہیں بلکہ نحو (عربی گرامر) کے بدلے میں (معاوضہ) دوں گا۔ (صحیح: المعجم: ۲۵۶: بیہقی: ۱۲۶/۶: تاریخ دمشق: ۴/۲۲۸)

۳۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من قرأ القرآن فليست له فناء۔ یعنی جو قرآن پڑھے وہ بدلہ اللہ تعالیٰ سے مانگے۔ عنقریب ایک قومیں آئیں گی جو قرآن پڑھیں گی اور لوگوں سے سوال کریں گی۔ (المعجم: ۲۵۸، ترمذی: ۴/۵۵، احمد: ۴/۴۴۲)

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تعلموا القرآن و سئلوا اللہ الجنة قبل ان يتعلمه قوم يستلون به الدنيا یعنی قرآن سیکھو اور اللہ سے جنت کا سوال کرو قبل اس کے کہ کوئی قوم اسے سیکھے اور اس کے ذریعہ دنیا کا سوال کرے۔ قرآن کو تین طرح کے لوگ پڑھتے ہیں ایسا شخص جو اس کے ذریعہ فخر و تکبر کرتا ہے۔ دوسرا وہ جو اس کے ذریعہ معاش چاہتا ہے اور تیسرا وہ جو خالص اللہ کے لئے پڑھتا ہے۔ (العنجد: ۲۵۸)

۵۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم دیہاتی اور غمی سب قرآن پڑھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا

۱۲۱/۹) ابن حزم تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے ناجائز ہونے کی تمام احادیث کو صحیح نہیں بتاتے۔ (الحلی: ۱۵/۹) قرطبی حضرات احناف کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مخالفین کا نماز، روزہ، یتیم خانہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے فاسد ہے پھر ان (۱۵/۹) (نماز اور تعلیم قرآن) میں یہ فرق بھی ہے کہ نماز روزہ قائل (کرنے والے) کے ساتھ مختص عبادات ہیں جبکہ تعلیم قرآن معلم کے علاوہ دوسرے کی طرف متعدی ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱)

شعبی کے خیال میں معلم کو شرط (یعنی طلب کرنے) کے علاوہ کچھ دیا جائے تو اسے قبول کرنا چاہئے۔ (بخاری کتاب الاجارۃ) حکم بن عتیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو معلم کی اجرت پر کراہت کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (بخاری: کتاب الاجارۃ) حسن رحمہ اللہ نے معلم کو (بطور اجرت) دس درہم دیے۔ (بخاری) عطاء جواز کے قائل ہیں۔ (الحلی: ۱۵/۹) ابو قلابہ رحمہ اللہ کے نزدیک تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے۔ (الحلی: ۱۵/۹) ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرات احناف کا رد کرتے ہوئے جواز ثابت کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱) امیر صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت قرآن تعلیم کے لئے ہو یا طب کے لئے اس میں کوئی فرق نہیں۔ (تفسیر قرطبی: ۳۳۵/۱) عبد المنعم ابراہیم رحمہ اللہ نے جواز کا قول ہی برحق قرار دیا ہے۔ (فتاویٰ: ۱۱۱۳/۳)

حدیث: ان الحق ما اخذتم علیہ اجرا کتاب اللہ میں کتاب اللہ کی اجرت بالکل عام ہے جو تعلیم قرآن کی اجرت کے جواز پر بھی دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ۔۔۔ لفظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے، سبب کی خصوصیت کا نہیں۔

(الفوائد الفرائد الاصولیہ: ۲۳۰/۱، المصنف: ۲۳۶/۱، الابہام: ۱۸۳/۲)

راجح مسلک: تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے اس کی کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ممانعت کی احادیث میں ”خاص واقعات و شخصیات سے متعلق ہونے کے سبب تاویل کا احتمال ہے اور ان میں مطلق منع کی وضاحت بھی نہیں۔ (فتح الباری: ۵۴۰/۳)

۲۔ ممانعت کی روایات میں سے اکثر ضعیف ہیں اور اگر کسی میں کچھ صحت ہے تو بھی وہ درجہ میں جواز ثابت کرنے والی احادیث سے بہت کم تر ہیں۔

۳۔ صحیح احادیث کے معانی کو قرآن کی ان آیات کے مفہوم پر محمول کیا جائے گا۔ (۱) ولا تشتروا بآبائی ثمننا قليلا۔ (البقرہ: ۲۱) ترجمہ: میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ خریدو۔ (۲) ان الذین یکتُمون ما انزل اللہ من الكتاب ویشترؤن بہ ثمنًا قليلا (البقرہ: ۱۷۴) ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت خریدتے ہیں۔

۴۔ عقل بھی اس خیال کو رد کرتی ہے کہ ہم دنیاوی ملازم کو تو اجرت دیں لیکن دین کے خادم کو کچھ نہ دیں۔

۵۔ اگر بالفرض ہم مانعین (دینی اجرت کا انکار کرنے والے) کے دلائل اور ان کے معانی و مفاہیم کو تسلیم کر لیں اور معلم قرآن کو اجرت نہ دیں تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ وہ کہاں سے کھائے پئے گا؟ اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلائے گا؟ یقیناً نتیجہ دو صورتوں میں سامنے آئے گا (۱) یا تو وہ تعلیم کے کام کو چھوڑ کر کاروبار شروع کرنے کا (۲) یا پھر ایسی جگہ تلاش کرے گا جہاں اسے معقول اجرت ملے۔

۶۔ اس مسئلے میں حتمی فیصلہ کرنے کے لئے یہ بات پیش نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ معلم کسی اسلامی ملک میں قیام پذیر ہے یا غیر اسلامی ملک میں اور یہ بھی کہ اس کا تعلیم کے علاوہ اپنا کاروبار ہے یا نہیں۔

۷۔ اگر وہ کسی غیر اسلامی ریاست میں ہے اس کا ذاتی کاروبار مضبوط ہے، لوگ اس سے تعلیم سیکھنے کے مشتاق و خواہشمند ہیں اور مقابل میں مخالفت و مزاحمت کی فضا بھی ہے تو ایسی صورت میں اس کا اسلامی فریضہ ہے کہ وہ بغیر اجرت کے بھی تعلیمی سرگرمیوں کو حسب توفیق جاری رکھے اور عوامی تعاون کو فریضہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہ بنائے اگرچہ اجرت کا جواز موجود ہے۔

۸۔ اگر ریاست اسلامیہ اور قوانین اسلام کا نفاذ ہے تو حکمران طبقہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معلمین و مدرسین کے لئے حسب ضرورت تنخواہ مقرر کر دیں جیسا کہ آثار صحابہ سے بھی ثابت ہے۔

۹۔ اگر اسلامی مملکت میں اسلامی نظام رائج ہے اور معلم کی کیفیت بھی سابق الذکر (جس کا ذکر گزرا) کے مثل ہے تو مستحب یہی ہے کہ وہ سوال و التجا سے اپنا دامن داغدار نہ کرے لیکن اگر وہ مشاہرہ طلب کرتا ہے تو اس کا جواز بہر حال موجود ہے۔

۱۰۔ اور اگر معلم اخراجات کے حوالہ سے مجبور و مجبوس ہے تو اتنی اجرت مقرر کر کے بروقت اسے ادا کرنا جس سے اس کا گھریلو خرچ باسانی چل سکے امت مسلمہ کے افراد کا اولین فریضہ ہے۔ (شکائی)

تعلیم قرآن مجید پر اجرت لینے کی تحقیق کا بیان

”شراء“ کا لفظ اضداد سے ہے اور یہ خریدنے اور فروخت کرنے دونوں معنوں میں آتا ہے اور یہاں اس سے مراد ”استبدال“ ہے کیونکہ یہودی علماء دنیاوی فوائد کی وجہ سے قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تھے اور انہوں نے دنیاوی فوائد کے بدلہ میں قرآن پر ایمان لانے کو اختیار کر لیا تھا اور ان کے یہ دنیاوی فوائد اگرچہ ان کے نزدیک بہت زیادہ تھے لیکن قرآن مجید پر ایمان لانے سے ان کو جو خردی فوائد حاصل ہوتے ان کے مقابلہ میں یہ بہت قلیل اور حقیر تھے یہ علماء اپنی قوم کے رئیس تھے اور ان کی قوم ان کو تحفے اور ہدیے پیش کرتی تھی اور ان کو یہ خوف تھا کہ اگر وہ قرآن مجید پر ایمان لائے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی تو ان کو وہ نذرانے نہیں ملیں گے اس لیے انہوں نے ان ہدیوں اور نذرانوں کو آخرت پر ترجیح دی ایک قول یہ ہے کہ وہ رشوت لے کر حق چھپاتے تھے۔

امام ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تم کو جو اپنی کتاب اور آیات کا علم دیا ہے تم اس علم کو دنیا کے قلیل مال کے عوض فروخت نہ کرو کیونکہ وہ لوگوں سے تورات میں حضرت سیدنا محمد ﷺ کی نبوت کے ذکر کو چھپاتے تھے حالانکہ تورات میں لکھا ہوا تھا کہ وہ نبی امی ہیں جن کا ذکر تورات اور انجیل میں ہے اور وہ اپنے پیروکاروں پر اپنی ریاست اور ان سے نذرانے لینے کے لالچ میں اس کو چھپاتے تھے حالانکہ اس کے عوض میں ان کو ساری دنیا بھی مل جاتی تو وہ قلیل تھی۔

(جامع البیان ج ۱ ص ۲۰۱-۲۰۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۰۹ھ)

اس آیت سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن واضح رہے کہ اس آیت میں اجرت لینے سے منع نہیں کیا بلکہ دنیاوی متاع کے بدلہ میں اللہ کی آیات کو چھپانے سے منع کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری“ میں ہے کہ جس چیز پر تمہیں سب سے زیادہ اجرت لینے کا حق ہے وہ اللہ کی کتاب ہے۔ اس حدیث میں قرآن مجید پر اجرت لینے کی صاف تصریح ہے اور اسی پر اعتماد کرنا چاہیے اور اس آیت کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے مخاطب بنو اسرائیل ہیں اور یہ ہم سے پہلے کی شریعت ہے اور یہ ہم پر حجت نہیں ہے۔

(الجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۷ مطبوعہ انتشارات مہر فسر و ایران ۱۳۸۷ھ)

جب خصوصیت مورد اور عام الفاظ میں تعارض ہو تو اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے لیکن بعض اوقات قرآن کی وجہ سے خصوصیت مورد کا اعتبار کیا جاتا ہے اور یہاں دلیل کی وجہ سے خصوصیت مورد متعین ہے علامہ قرطبی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ہر سے پہلے کی شریعت ہے۔

ہمارے نزدیک تعلیم قرآن حج امامت اذان اور دیگر عبادات پر اجرت لینا جائز ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجر لیتے ہو ان میں اجر کی سب سے زیادہ حقدار اللہ کی کتاب ہے۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۴ ج ۲ ص ۸۵۴ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۵ھ) یہ حدیث تعلیم قرآن پر اجرت لینے کے باب میں نص صریح ہے بعض علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل کی ہے کہ اس حدیث میں دم کرنے پر اجرت لینے کا جواز ہے اس سے تعلیم قرآن پر اجرت لینے جواز لازم نہیں آتا لیکن یہ تاویل اس لیے صحیح ہے کہ اس حدیث میں الفاظ عام ہیں اور خصوصیت مورد کے مقابلہ میں عموم الفاظ کو ترجیح دی جاتی ہے اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ سب سند ضعیف ہیں جو اس حدیث صحیح سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔

(فتح الباری ج ۴ ص ۴۵۴-۴۵۳ مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ ۱۴۰۱ھ)

اس مسئلہ پر دوسری دلیل یہ ہے کہ خلفاء راشدین پانچ وقت کی نمازیں اور جرمہ پڑھاتے تھے وعظ و نصیحت کرتے تھے مقدمات کے فیصلے کرتے تھے مسلمانوں کے اندرونی اور بیرونی مسائل کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور جہاد کا انتظام کرتے اور ان تمام خدمات کے عوض ان کو بیت المال سے وظیفہ دیا جاتا تھا اور اختیار امت کا یہ تعامل اس مسئلہ پر واضح دلیل ہے کہ تعلیم قرآن امامت خطابت اور دیگر عبادات پر اجرت لینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ خلفاء راشدین کی سنت ہے امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو انہوں نے فرمایا: میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کسب (تجارت) میرے اہل و عیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہیں تھا اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں اب ابوبکر کے اہل و عیال بیت المال کے مال سے کھائیں گے اور ابوبکر مسلمانوں کے لیے کسب کرے گا۔

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۷۸ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۵ھ)

علامہ بدرالدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابن سعد نے ثقہ راویوں کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا گیا تو وہ اپنے

معمول کے مطابق سر پر کپڑوں کی گٹھڑی رکھ کر بازار میں تجارت کے لیے چلے گئے راستہ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہوں نے کہا: یہ آپ کیا کر رہے ہیں حالانکہ آپ مسلمانوں کے ولی مقرر ہو چکے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر میں تجارت نہ کروں تو پھر اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے وظیفہ مقرر کرتے ہیں پھر انہوں نے ہر روز کے لیے نصف بکری مقرر کر دی۔

میمون سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو مسلمانوں نے آپ کا دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے اہل و عیال کا خرچ زیادہ ہے مجھے اس سے زیادہ کی ضرورت ہے پھر مسلمانوں نے پانچ سو درہم کا اضافہ کر دیا۔ (عمدة القاری ج ۱ ص ۱۸۵ مطبوعہ ادارۃ المطابع السعیدیہ مصر ۱۳۱۸ھ)

نیز علامہ بدرالدین عینی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

”صحیح بخاری“ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی عامل کے اوپر کوئی اور عامل نہ ہو تو وہ اپنی ضرورت کے مطابق بیت المال سے وظیفہ لے سکتا ہے اور ہر وہ شخص جس کو مسلمانوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری سونپی جائے اس کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے کیونکہ اس کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت کے لیے رقم کی احتیاج ہوتی ہے کیونکہ اگر اس کو کوئی وظیفہ نہیں دیا جائے گا تو وہ باعوض مسلمانوں کے کسی کام پر تیار نہیں ہوگا اور اس سے مسلمانوں کے اجتماعی مفادات اور مصالح ضائع ہو جائیں اسی بنا پر ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے کہ قاضی کو وظیفہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور قاضی شریع رضی اللہ عنہ قضاء کا وظیفہ لیا کرتے تھے امام بخاری نے رزق الحکام کے باب میں اس کا ذکر کیا ہے پھر اگر قاضی ضرورت مند ہو تو بیت المال سے اس کی کفالت واجب ہے اور اس کے پاس اتنی دولت ہو کہ وہ وظیفہ سے مستغنی ہو تو پھر اس کا بیت المال سے وظیفہ نہ لینا افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ پھر بھی اس کا وظیفہ لینا زیادہ صحیح ہے تاکہ وہ قضاء کے معاملہ اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں سستی نہ کرے کیونکہ جب وہ اپنے کام کا کوئی وظیفہ نہیں لے گا تو قضاء کی ذمہ داریوں کو توجہ اور باقاعدگی سے پورا نہیں کرے گا۔

(عمدة القاری ج ۲ ص ۱۷۹ مطبوعہ ادارۃ المطابع السعیدیہ مصر ۱۳۱۸ھ)

علامہ عینی نے قاضی کو وظیفہ دینے کی جو وجوہات بیان کی ہیں وہ تمام وجوہات تعلیم قرآن امامت اور اذان وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی ”تشر و ابایاتی ثمنہا للعلما“ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

بعض اہل علم نے آیت سے قرآن مجید اور دیگر علوم کی تعلیم کی اجرت کے عدم جواز پر استدلال کیا ہے اور اس مسئلہ میں بعض احادیث بھی مروی ہیں جو صحیح نہیں ہیں حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیا ہم تعلیم قرآن پر اجرت لیں؟ آپ نے فرمایا: جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو ان میں سب سے بہتر کتاب اللہ ہے اور اس کے جواز کے سلسلہ میں علماء کے بکثرت اقوال منقول ہیں اگرچہ بعض علماء نے اس کو مکروہ بھی کہا ہے اور اس آیت میں اس کی کراہت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(روح المعانی ج ۲ ص ۶۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

اگر یہ کہا جائے کہ عالم دین پر دینی علوم کی تعلیم دینا اور فرائض کی جماعت کرنا فرض ہے اور فرض کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (اس

کے وعدہ کی بنیاد پر جو اس نے محض اپنے فضل سے کیا ہے) بندوں کے ذمہ نہیں ہے تو میں کہوں گا کہ یہ صحیح اور برج ہے لیکن عالم ہونے پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ مثلاً جامعہ نعیمیہ میں جا کر تعلیم دے اور وہاں نماز پڑھائے اور اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ آٹھ سے بارہ بجے تک چار گھنٹے پڑھائے اسی طرح اس پر مثلاً ظہر کی نماز پڑھانا ضروری ہے یہ کب ضروری ہے کہ وہ ڈیڑھ بجے ظہر کی نماز پڑھائے نیز یہ کب ضروری ہے کہ مدرسہ کے معین کردہ نصاب کے عین مطابق پڑھائے پھر اس پر یہ کب ضروری ہے کہ وہ فلاں فلاں طالب علم کو پڑھائے اور فلاں فلاں لوگوں کو نماز پڑھائے؟

اس لیے جب کوئی ادارہ کسی عالم دین کو مخصوص مدرسہ کے مخصوص نصاب کے مطابق مخصوص طلبہ کو تعلیم دینے کا پابند کرے گا یا مخصوص مسجد کے مخصوص مسجد کے مخصوص اوقات میں مخصوص لوگوں کو نماز پڑھانے یا اذان دینے کا پابند کرے گا تو وہ معاوضہ ان خصوصیات اور تقییدات کے مقابلہ میں ہوگا، نفس عبادات کا معاوضہ نہیں ہوگا اور نہ کسی عالم کو یہ خیال کرنا چاہیے کہ وہ ان عبادات کا معاوضہ لے رہا ہے عالم کو جس جگہ جس وقت اور جن لوگوں کا پابند کیا جاتا ہے وہ اسی جگہ اس وقت اور ان لوگوں کی پابندی کرنے کا معاوضہ لیتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان دینی فرائض کو ادا کرنے میں عالم دین جو وقت صرف کرتا ہے وہ معاوضہ اس وقت کا ہوتا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہوتا یا ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں اس کو جو توانائی خرچ ہوتی ہے یہ معاوضہ اس توانائی کا ہے ان عبادات کا معاوضہ نہیں ہے یا جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں اس وقت کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کرتا تو وہ میری ضروریات کا کفیل ہوتا اب مسلمانوں کے ان امور کی انجام دہی کی وجہ سے وہ اس کا معاش کو اختیار نہیں کر سکا لہذا اس کے بدلہ میں اس کی ضروریات کا خرچ قوم یا کسی قومی ادارہ پر واجب ہوگا۔

امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اور ایک قول میں امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عبادات پر معاوضہ لینے کو جائز کہا ہے۔

ہر چند کہ حنفی فقہاء احناف نے اسلامی فرائض کی بجا آوری پر اجرت لینے سے منع کیا تھا لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت علماء کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر کیے جاتے تھے لیکن اب امراء اور سلاطین نے علماء کی کفالت ترک کر دی ہے تو اب علماء کا اپنے فرائض منصبی پر اجرت لینا جائز ہے اور متاخرین فقہاء احناف نے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام خیراز نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کا اجرت لینا جائز ہے اسی طرح ”روضہ“ اور ”ذخیرہ“ میں ہے۔ (ہدایہ شرح ہدایہ ج ۲ ص ۶۵۰ مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد)

علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں:

ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن کی اجرت دینے کو مستحسن قرار دیا ہے کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں پر سستی غالب ہو گئی ہے اور اجرت نہ دینے میں حفظ قرآن کے ضائع ہونے کا خدشہ ہے فتویٰ اسی قول پر ہے۔

(ہدایہ آخرین ص ۳۰۳ مطبوعہ مکتبہ شریک علیہ لبنان)

علامہ بابرٹی (رحمۃ اللہ علیہ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت دینا جائز ہے اور فقہاء نے اس کے لیے مدت اور اجرت کے مقرر کرنے کو بھی جائز کہا ہے اور اگر مدت مقرر نہ کی گئی ہو تو اجرت مثلاً دینے کے وجوب کا فتویٰ دیا ہے۔

فقہاء نے کہا ہے کہ حقتہ میں نے تعلیم قرآن مجید کی اجرت لینے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے معلمین کے لیے بیت المال سے وظائف مقرر تھے اس لیے معلمین اپنی ضروریات اور معاش میں مستغنی تھے نیز اس زمانہ میں محض ثواب کے لیے قرآن مجید کی تعلیم دینے کا بھی رجحان تھا اور اب یہ بات باقی نہیں رہی امام ابو عبد اللہ الخیر اخزی نے کہا کہ اس زمانہ میں امام مؤذن اور معلم کے لیے بھی اجرت لینا جائز ہے۔ (حنا علی ہاشم فی القدر ج ۸ ص ۱۰، مطبوعہ مکتبہ دار ید رضویہ بمصر)

علامہ علاؤ الدین الحسکی لکھتے ہیں:

اس زمانہ میں اجرت پر قرآن مجید کی تعلیم دینے فقہ پڑھانے امامت کرنے اور اذان دینے کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور اجرت پر تعلیم دلوانے والے کو مقررہ اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر پہلے اجرت ملے نہ کی گئی ہو تو اس کو اجرت مثلاً دینے پر مجبور کیا جائے گا۔ (درعی علی ہاشم رد المحتار ج ۶ ص ۱۶، مطبوعہ مطبعہ حبیبیہ بیروت)

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

علامہ ابن الخثعمہ نے کہا ہے کہ فقہاء مدارس سے جو وظیفہ لیتے ہیں وہ اجرت نہیں ہے کیونکہ اس میں اجارہ کی شرائط نہیں پائی جاتیں اور نہ یہ صدقہ ہے کیونکہ غنی بھی یہ وظیفہ لیتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء درس کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیتے ہیں اس لیے یہ ان کی اعانت ہے حتیٰ کہ اگر وہ کسی کام یا مشغولیت کی وجہ سے درس میں نہ آسکیں پھر بھی ان کا وظیفہ لینا جائز ہے۔ (البحر الرائق ج ۵ ص ۲۲۹، مطبوعہ مطبعہ مسر ۱۳۱۱ھ)

اب ایک نقطہ بحث طلب رہ گیا ہے کہ اگر علماء ان عبادات پر اجرت لیں تو کیا ان کو آخرت میں اجر ملے گا یا نہیں میرا یہ گمان ہے کہ اگر علماء اس معاوضہ کو اپنی عبادات کا معاوضہ سمجھ کر لیتے ہیں تو پھر وہ اجراخری کے مستحق نہیں ہیں اور اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ عبادات تو محض للہ فی اللہ ہیں وہ محض پابندی اوقات کا معاوضہ لیتے ہیں تو پھر ان کو اجراخری کی امید رکھنی چاہیے۔

(تفسیر تبيان القرآن، سورہ بقرہ، لاہور)

بَابُ فِي الْأَذَانِ قَبْلَ دُخُولِ الْوَقْتِ

باب: وقت شروع ہونے سے پہلے اذان دینا

532- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، وَدَاوُدُ بْنُ شَيْبَةَ الْمَعْنِيُّ قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ

532- رجالہ ثقات الا ان حماداً - وهو ابن مسلمة - اعطاني رحمه كما قال علي ابن المديني واحمد واللعلي والبخاري وابو حاتم والترمذي والدارقطني، وهو ظاهر صريح المصنف هنا، والصحيح ان هذه القصة وقعت لمؤذن عمر كما سيأتي بعده. واخرجه عبد بن حميد (782)، والطحاوي/1391، والدارقطني (954)، والبيهقي/3831 من طرق عن حماد بن مسلمة، بهذا الاسناد. وانظر تمام تحرير وجه الكلام عليه في تعليقي على "جامع الترمذي" بالتحديث (201). وانظر "العلل" لابن ابی حاتم/1141، و"نصب الرتبة" 2841-287، و"فتح الباري"

نَافِعٌ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ بِلَالًا أَذَّنَ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ. فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُزَجِّعَ فَيُنَادِيَ: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ. قَدْ نَامَ أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ. زَادَ مُوسَى: فَرَجَعَ فَنَادَى: أَلَا إِنَّ الْعَبْدَ قَدْ نَامَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا الْحَدِيثُ لَمْ يَرْوِهِ عَنْ أَيُّوبَ، إِلَّا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ.

❁❁ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت کی کہ وہ واپس جا کر یہ اعلان کریں۔ خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا۔ موسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں تو وہ واپس گئے اور انہوں نے یہ اعلان کیا خبردار بے شک بندہ سو گیا تھا۔ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث ایوب کے حوالے سے حماد بن سلمہ نے نقل کی ہے۔)

533- حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مَنصُورٍ، حَدَّثَنَا شُعَيْبُ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي رَوَّاحٍ، أَخْبَرَنَا نَافِعٌ عَنْ مُؤَذِّنٍ لِعُمَرَ يُقَالُ لَهُ مَسْرُوحٌ أَذَّنَ قَبْلَ الصُّبْحِ فَأَمَرَهُ عُمَرُ قَدْ كَرَّ نَحْوَهُ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَقَدْ رَوَاهُ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ أَوْ غَيْرِهِ أَنَّ مُؤَذِّنًا لِعُمَرَ، يُقَالُ لَهُ: مَسْرُوحٌ أَوْ غَيْرُهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ الذَّرَّازُ وَزَيْدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ لِعُمَرَ مُؤَذِّنٌ، يُقَالُ لَهُ: مَسْعُودٌ وَذَكَرَ نَحْوَهُ وَهَذَا أَصَحُّ مِنْ ذَاكَ

❁❁ نافع جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن تھے اور ان کا نام مسروح تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ انہوں نے صبح صادق ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ہدایت کی (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث ذکر کی ہے)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حماد بن زید نے یہ روایت عبید اللہ بن عمر کے حوالے سے نافع سے یا اس کے علاوہ کسی اور سے نقل کی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مؤذن کا نام مسروح یا شاید کچھ اور تھا۔)

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ روایت دراوروی نے عبید اللہ کے حوالے سے نافع کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مؤذن تھا جس کا نام مسعود تھا۔ (اس کے بعد راوی نے حسب سابق حدیث بیان کی ہے) اور یہ روایت اس سے زیادہ مستند ہے۔)

534- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ، عَنْ شَدَّادِ مَوْلَى عِيَاضِ بْنِ عَامِرٍ، عَنْ بِلَالٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ: لَا تُؤَذِّنْ حَتَّى يَسْتَبِينَ لَكَ الْفَجْرُ بَكْدًا وَمَدَّ يَدَيْهِ عَرْضًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: شَدَّادٌ مَوْلَى عِيَاضٍ لَمْ يُذْرَكْ بِلَالًا ❁❁ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

”تم اس وقت تک اذان نہ دو جب تک صبح صادق تمہارے سامنے اس طرح نمایاں نہ ہو جائے۔“
نبی اکرم ﷺ نے چوڑائی کی سمت میں اپنے ہاتھ پھیلا کر یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) شداد مولیٰ عیاض نامی راوی نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

بَابُ الْآذَانِ لِلْأَعْمَى

باب: نابینا شخص کا اذان دینا

535- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ، كَانَ مُؤَذِّنًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَعْمَى
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: حضرت ابن ام مکتوم نبی اکرم ﷺ کے مؤذن تھے اور وہ نابینا تھے۔

بَابُ الْخُرُوجِ مِنَ الْمَسْجِدِ بَعْدَ الْآذَانِ

باب: اذان کے بعد مسجد سے باہر چلے جانا

536- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ ابْنِ إِسْرَافِيلَ بْنِ الْهَاجِرِ، عَنْ أَبِي الشَّعَثَاءِ قَالَ: كُنَّا مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ رَجُلٌ جِنِّ أَذْنِ الْمُؤَذِّنِ لِنَعْصِرِ، فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: أَمَا هَذَا فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ابو شعثاء بیان کرتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں موجود تھے جب مؤذن نے عصر کی اذان دے دی تو ایک شخص مسجد سے باہر چلا گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص نے حضرت ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔

بَابُ فِي الْمُؤَذِّنِ يَنْتَظِرُ الْإِمَامَ

باب: مؤذن کا امام کا انتظار کرنا

537- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، عَنْ إِسْرَافِيلَ، عَنْ سِمَاكِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: كَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ، ثُمَّ يُنْهَلُ فَإِذَا رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ أَقَامَ الصَّلَاةَ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے دیتے تھے۔ پھر کچھ دیر ٹھہرتے تھے۔ جب وہ نبی اکرم ﷺ کو دیکھتے کہ وہ تشریف لے آئے ہیں تو نماز کے لئے اقامت کہہ دیتے تھے۔

بَابُ فِي التَّثْوِيبِ

باب: تثویب کے بارے میں روایات

538 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْقَتَاتُ، عَنْ مُجَابِدٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ فَتَوَبَّ رَجُلٌ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ، قَالَ: اخْرُجْ بِنَا فَإِنَّ هَذِهِ بَدْعَةٌ ﴿﴾ ﴿﴾ مجاہد بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا۔ ایک شخص نے عصر یا عصر کے لئے تثویب کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مجھے یہاں سے نکال کر لے جاؤ کیونکہ یہ بدعت ہے۔

تثویب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آواز کے لوٹانے کے ہوتے ہیں۔ تثویب کا اصطلاحی مفہوم نماز کے لیے دوبارہ آواز دینا۔ عہد نبوی و عہد صحابہ میں الصلاۃ الخیر من النوم، الصلاۃ الصلاۃ اور الصلاۃ حاضراً جیسے الفاظ اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔

اطلاقات تثویب

فقہاء کے نزدیک تثویب کا اطلاق تین مواقع پر ہوتا ہے: فجر کی اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ۔ اسے تثویب قدیم یا تثویب اول کہتے ہیں۔ یہ تمام فقہاء کے نزدیک سنت ہے۔ نیز بعض احناف و سوانح کے نزدیک عشاء کے وقت بھی جائز ہے۔ تاہم فجر کے علاوہ تمام نمازوں میں یہ تثویب مکروہ ہے۔ اور یہی اکثر فقہاء کا مسلک اور معمول ہے۔

اذان و اقامت کے درمیان لوگوں کو نماز کی طرف متوجہ کرنے اور بلانے کے لیے معروف الفاظ سے پکارنا۔ اسے تثویب محدث کہتے ہیں۔ اسے کوفہ کے فقہائے احناف نے اختیار کیا تھا۔ متقدمین احناف کے نزدیک اس کا استعمال صرف فجر کی نماز میں مستحسن ہے۔ البتہ متاخرین احناف نے تمام نمازوں میں مستحسن قرار دیا ہے۔

بعض ذمہ دار افراد (اولی الامر) کے نماز کی اطلاع دینا۔ لیکن اسے امام محمد بن حسن شیبانی اور بعض مالکیہ نے ہائیں کیا ہے۔

حوالہ جات

تاج العروس، الخطاب 1/432 مادہ ثوب۔ 1.20.28 بدائع الصنائع 1/148⁸ کشاف القناع 1/215، والمغنی 1/408 بدائع الصنائع 1/148،⁸ معروف الفاظ سے مراد جس جگہ جو کلمات اس مقصد کے لیے رائج و معروف ہوں۔⁸ المبسوط 1/128، بدائع الصنائع 1/148۔⁸ فتح القدير 1/

مسئلہ تثویب میں فقہی احکام و دلائل کا بیان

اور فجر کی اذان میں ”حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ وَحَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ کے ساتھ اذان و اقامت کے درمیان بہتر ہے کیونکہ وہ نیکو اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔ اور باقی نمازوں میں تثویب مکروہ ہے۔ اور تثویب کا معنی ”اعلام کی طرف دوبارہ متوجہ کرنا“ اور یہ لوگوں کے عرف کے مطابق ہے۔ اور یہ وہی تثویب ہے جس کو علماء کوفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد لوگوں کے حالات کے مطابق

بدل دیا تھا۔ اور علماء کوفہ نے اس تہویب کو فجر کے ساتھ اسی دلیل کی وجہ سے خاص کیا ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔ مجددین فقہاء نے تمام نمازوں میں تہویب کو اچھا سمجھا ہے۔ کیونکہ یہ معاملات میں سستی زیادہ ہو چکی ہے۔

اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ اذان دینے والا ساری نمازوں میں امیر کو کہے "الصلوة غلبک أيتها الأمير وزخمة لله زنة كانه، حتى غلب على الصلاة حتى غلب على الفلاح، الصلاة يزحملك الله" جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو بعید (از قیاس) سمجھا ہے کہ جماعت کے حکم میں سب برابر ہیں۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے حکام و تہویب کے ساتھ اس لئے خاص کیا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات میں ان کی معروفیت زیادہ ہوتی ہے۔ جہذا ان سے جماعت فوت نہ ہو اور اسی حکم میں قاضی و مفتی بھی ہیں۔ (ہدایہ کتاب صلوۃ، ص ۱۱۰)

تہویب کے بارے میں فقہی آراء

حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات منجیتہم نے مجھ سے فرمایا کہ فجر کی نماز کے علاوہ اور کسی نماز میں تہویب نہ کرو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ) اور حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ (اس حدیث کے مادی) انہما سرائیل و محمدین کے نزدیک قوی (یعنی قابل اعتبار) نہیں ہیں۔

تہویب وہ اعلام ہوتا ہے جس سے پہلے کوئی اعلام ہو چکا ہو اور اس کی غرض اور اس سے پہلے کے اعلام کی غرض ایک ہو۔ مثلاً پہلے اعلام سے لوگوں کو نماز کے لیے بلانا مقصود ہو تو اس اعلام سے بھی یہی مقصود ہو۔ تہویب کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ فجر کی اذان میں الصلوۃ خیر من النوم کہنا، یہ تہویب اس لیے ہے کہ ایک مرتبہ توحی علی الصلوۃ کہہ کر لوگوں کو نماز کے لیے بلایا گیا پھر دوبارہ الصلوۃ خیر من النوم سے لوگوں کو آگاہ کیا گیا۔ یہ تہویب رسول اللہ منجیتہم کے زمانہ میں رائج تھی اور مسنون یہی ہے پھر اس کے بعد کوفہ کے علماء نے اذان و تکبیر کے درمیانی وقفے میں علی الفلاح کہنا رائج کیا، اس کے بعد ہر فرقہ و طبقہ کے لوگوں نے اپنے اپنے عرف کے مطابق کچھ نہ کچھ طریقہ تہویب کے طور پر رائج کیا مگر یہ تمام تہویب فجر کی نماز ہی کے لیے رائج کی گئیں، کیونکہ فجر کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔

پھر آخر میں متاخرین علماء نے تمام نمازوں کے لیے تہویب رائج کی اور اسے منظر استحسان دیکھا حالانکہ حقد میں کے نزدیک یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ احداث ہے اور بدعت ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اس کا انکار بایں طور منقول ہے کہ ایک آدمی تہویب کہتا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارہ میں فرمایا کہ "اخرجوا هذا المبتدع من المسجد" یعنی اس بدعتی آدمی کو مسجد سے نکال باہر کرو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک دن جب کہ وہ مسجد میں موجود تھے موزن کو غیر فجر میں تہویب کرتے ہوئے سنا تو مسجد سے باہر نکل آئے اور دوسروں سے بھی کہا کہ اس آدمی کے سامنے نہ رہو، باہر نکل آؤ کیونکہ یہ بدعتی ہے۔ (ترمذی بحرف)

فقہ حنفی کی کتب سے مسئلہ تہویب کی اباحت

فقہ میں تہویب اسے کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تہویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاة" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہو گئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تہویب ہے اور اس کا اور صلاة کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل خویر۔

(۱) الابصار وقایہ (۲) ونقایہ (۳) وغرر الاحکام (۴) وکنز (۵) وغرر الاذکار (۵) ووافی (۶) وملتی (۷) واصلاح (۸) وراایضاح (۱۰) وشر و حاند در مختار (۱۱) وورد المختار (۱۲) وطحطاوی (۱۳) وعنایہ (۱۴) ونہایہ وغنیہ (۱۵) شرح منیہ وصغیری (۱۶) وبحر الرائق (۱۷) ونہر الفائق (۱۸) وتبيين الحقائق (۱۹) وبرجندی (۲۰) وفہستانی (۲۱) ودرر (۲۲) وابن ملک (۲۳) وكافی (۲۴) ومجتبی (۲۵) وایضاح (۲۶) وامداد الفتح (۲۷) ومراقی الفلاح (۲۸) وحاشیہ مراقی للعلامة الطحطاوی (۲۹) وفتاوی مثل ظہیریہ (۳۰) وخانیہ (۳۱) وخلاصہ (۳۲) وعزائۃ المفتین (۳۳) وجواهر اخلاطی (۳۴) وعلمگیری (۳۵) وغیرہا مال مال ہیں، وهو الذي عليه عامة الائمة المتأخرين والخلاف خلاف زمان لا برهان (عام ائمہ متأخرین اسی پر ہیں اور یہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔

مختصر الوقایہ میں ہے: التہویب حسن فی کل صلاة (تہویب ہر نماز کے لئے بہتر ہے۔

(مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایہ فصل الاذان نور محمد کارخانہ تجارت کراچی)

بَابُ فِي الصَّلَاةِ تَقَامُ وَلَمْ يَأْتِ الْإِمَامُ يَنْتَظِرُ وَنَهْ قُعُودًا

باب: جب نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہو اور امام نہ آئے تو لوگ بیٹھ کر اس کا انتظار کریں گے

539 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبَانُ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ، بِكَذَا رَوَاهُ أَيُّوبُ، وَحَجَّاجُ الصَّوَّافِ، عَنْ يَحْيَى، وَبِشَارِ الدَّسْتَوَائِي، قَالَ: كَتَبَ إِلَى يَحْيَى، وَرَوَاهُ مُعَاوِيَةُ بْنُ سَلَامٍ، وَعَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ يَحْيَى، وَقَالَا فِيهِ: حَقٌّ تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ الشَّكِينَةُ.

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ابوقادہ اپنے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک تم مجھے دیکھ نہ لو۔"

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یہ روایت ابوب اور حجاج صواف نے یحییٰ کے حوالے سے اسی طرح نقل کی ہے اور ہشام و ستوائی کہتے ہیں۔ یحییٰ نے مجھے لکھ کر بھیجی تھی جبکہ معاویہ بن سلام اور علی بن مبارک نے یہ روایت یحییٰ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں ان دونوں نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: تم مجھے دیکھ نہ لو اور تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے۔

540 - حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى. حَدَّثَنَا عِيْنُ. عَنْ مَعْمَرٍ. عَنْ يَحْيَى. بِإِسْنَادٍ مِثْلِهِ. قَالَ

حَقِّي تَرَوْنِي قَدْ خَرَجْتُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: لَمْ يَذْكُرْ: قَدْ خَرَجْتُ. إِلَّا مَعْمَرٌ. وَرَوَاهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ. عَنْ مَعْمَرٍ لَمْ يَقُلْ فِيهِ: قَدْ

خَرَجْتُ

❦❦ یہی روایت اسی سند کے ساتھ یحییٰ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

”یہاں تک کہ تم مجھے دیکھ لو کہ میں نکل آیا ہوں۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ”میں نکل آیا ہوں“ کے الفاظ صرف معمر نے نقل کئے ہیں: معمر سے یہ روایت ابن عیینہ

نے نقل کی ہے لیکن انہوں نے اس میں یہ الفاظ نقل نہیں کئے ہیں ”میں نکل آیا ہوں۔“

541 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ. حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ. قَالَ: قَالَ أَبُو عَمْرٍو: ح وَحَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ رُشَيْنٍ.

حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ - وَهَذَا لَفْظُهُ - عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ. عَنِ الزُّهْرِيِّ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ الصَّلَاةَ

كَانَتْ تُقَامُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَأْخُذُ النَّاسُ مَقَامَهُمْ قَبْلَ أَنْ يَأْخُذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❦❦ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے لئے نماز کی اقامت کہہ دی جاتی تھی تو نبی اکرم ﷺ کے

تشریف لانے سے پہلے لوگ اپنی جگہوں پر کھڑے ہو چکے ہوتے تھے۔

542 - حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُعَاذٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى. عَنْ حُمَيْدٍ. قَالَ: سَأَلْتُ ثَابِتًا الْبُنَاتِيَّ. عَنِ

الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تُقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي. عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ. قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ

لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ. فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

❦❦ حمید بیان کرتے ہیں: میں نے ثابت بناتی سے ایسے شخص کے بارے میں دریافت کیا: جو نماز کی اقامت ہو جانے

کے بعد بات چیت کرتا ہے۔ انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت ہو گئی ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے قریب آیا اور اس نے آپ کو اقامت ہو جانے کے بعد روکے

رکھا (یعنی آپ کے ساتھ بات چیت کرتا رہا)

543 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سُوَيْدٍ. حَدَّثَنَا عَوْنُ بْنُ كَهْمَسٍ. عَنْ

أَبِيهِ كَهْمَسٍ. قَالَ: قُمْنَا إِلَى الصَّلَاةِ بِمَنَى وَالْإِمَامُ لَمْ يَخْرُجْ فَقَعَدَ بَعْضُنَا. فَقَالَ لِي شَيْخٌ مِّنْ أَهْلِ

الْكُوفَةِ: مَا يُقْعِدُكَ؟ قُلْتُ: ابْنُ بُرَيْدَةَ. قَالَ: هَذَا السُّمُودُ. فَقَالَ لِي الشَّيْخُ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ

بْنُ عَوْسَجَةَ. عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ. قَالَ: كُنَّا نَقُومُ فِي الصُّلُوفِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيلًا قَبْلَ أَنْ يُكْتَبَر. قَالَ: وَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الَّذِينَ يَلُوكُونَ الصُّلُوفَ الْأُولَى. وَمَا مِنْ خُطْوَةٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ خُطْوَةٍ يَنْشِيهَا يَصِلُ بِهَا صَفًّا

﴿﴾ کبھی بیان کرتے ہیں: ہم لوگ مٹی میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ امام ابھی نہیں آیا تھا۔ ہم میں سے کچھ لوگ بیٹھ گئے تو کوفہ سے تعلق رکھنے والے ایک عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا: تم کیوں بیٹھ گئے ہو؟ میں نے کہا: ابنِ بَریدہ کہتے ہیں: یہ منہ اٹھا کر کھڑا ہوتا ہے تو اس عمر رسیدہ شخص نے مجھ سے کہا: عبدالرحمن بن عوسجہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں آپ ﷺ کے کبیر تحریر کہنے سے پہلے ہم صف پر کھڑے رہتے تھے۔
راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آگے کی صفوں کو ملانے والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی قدم اٹھانا اتنا محبوب نہیں ہے جتنا وہ قدم محبوب ہے جسے چل کر آدمی اس کے ذریعے صف کو ملاتا ہے۔“

544 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ. عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُهَنْبٍ. عَنْ أَنَسٍ. قَالَ: أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَجِيًّا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ. فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى تَامَ الْقَوْمُ

﴿﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نماز کے لئے اقامت کہہ دی گئی جبکہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے (کسی صاحب کے ساتھ) سرگوشی میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نماز کے لئے اس وقت تک کھڑے نہیں ہوئے جب تک کچھ لوگ نہیں چکے تھے۔ (یعنی آپ کافی دیر گفتگو کرتے رہے)

545 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ الْجَوْهَرِيُّ. أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ. عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ. عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ. قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئِنَ ثَقَامُ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ إِذَا رَأَوْهُمْ قَلِيلًا جَلَسَ لَمْ يُصَلِّ. وَإِذَا رَأَوْهُمْ جَمَاعَةً صَلَّى.

﴿﴾ سالم ابو نصر بیان کرتے ہیں: مسجد میں نماز کے لئے اقامت ہو جانے کے بعد جب نبی اکرم ﷺ لوگوں کو کم محسوس کرتے تھے تو آپ تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ آپ نماز ادا نہیں کرتے تھے جب آپ دیکھتے تھے کہ لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں تو پھر نماز ادا کرتے تھے۔

546 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ. أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ. عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ. عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ. عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ. عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الزُّرَقِيِّ. عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. مِثْلَ ذَلِكَ

﴿﴾ ابو مسعود زرقي نے حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسی کی مانند روایت نقل کی ہے۔

اقامت کے وقت کب کھڑا ہوا جائے؟

فقہاء احناف نے اقامت میں کھڑا ہونے کے بارے میں تین صورتیں بیان کی ہیں ان کا جاننا ضروری ہے، تاکہ مکمل اختلاف متعین ہو جائے۔

- 1۔ اول یہ کہ امام وقت اقامت جانب محراب سے مسجد میں آئے۔
 - 2۔ دوسرا یہ کہ امام پیچھے یا اطراف مسجد سے آئے۔
 - 3۔ تیسرا یہ کہ امام و مقتدی وقت اقامت مسجد میں موجود ہوں۔
- پہلی دو صورتوں میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن تیسری صورت میں ہمارا اختلاف ہے۔
- تیسری صورت جس میں امام و مقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ ”حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح“ پڑھ کر کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اس کے متعلق فقہاء احناف صراحتاً بیان کرتے ہیں۔

- 1۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی (السنن 557ھ) لکھتے ہیں۔
ولجملة في ان المؤذن اذا قال حي الفلاح فان كان الامام متم في المسجد يستحب للقوم ان يقوموا في القف
خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام و مقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جو مؤذن حی
علی الفلاح کہے (بدائع الصنائع 1/200 طبع مصر)
- 2۔ ”تویر الابصار“ میں ہے:

”والقيام لا امام وموتم حين قيل حي الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب“
ترجمہ: یعنی جب امام محراب کے قریب ہو تو امام اور قوم حی علی الفلاح پڑھ کر کھڑے ہوں گے (تویر الابصار بر حاشیہ شامی
1/354 طبع کوئٹہ)۔

- 3۔ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ”فتاویٰ شامی“ میں لکھتے ہیں۔
كذا في (۳) الكثر (۴) ونور الايضاح (۵) والاصلاح (۶) والتكمير (۷) والبدائع وغيره والذي في (۸) الدرر متنا وشرحا
عند حيلة الاولى يعني حين يقال حي الصلاة او عزاه الشيخ اسماعيل في شرحه الى (۹) عيون المذاهب (۱۰) والفيض (۱۱) والوقاية (۱۲)
والهتاف (۱۳) والحاوي (۱۴) المختار وقلت وعتمد في متن (۱۵) المتنعي وحكي الاول بقيل لكن نقل ابن الكمال صحيح الاول ونص عبارته
قال في (۱۶) الذخيرة يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي الفلاح عند علمائنا الثلاثة

ترجمہ: یعنی ایسا ہی کنز الدقائق، نور الايضاح، اصلاح، تكمير یہ اور بدائع وغیرہ میں ہے اور ”الدرر“ کے متن اور شرح میں ہے
کہ ”حی الصلوٰۃ“ پر قیام کیا جائے۔ الشیخ اسماعیل نے اپنی شرح ”عیون المذاہب“ فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی اور مختار میں نقل کیا:
میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ متن کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ذخیرہ
میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں۔ علماء ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام ابو
یوسف، امام محمد رحمہم اللہ عنہم) کے نزدیک۔ (رد المحتار شامی ۲/۷۷ کتاب الصلوٰۃ طبع ہریانس)

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں (۱۴) مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونے چاہئے۔ اسی طرح:

(۱۷) تمییز الحقائق ۱/۱۰۸ (۱۸) درر شرح غرر ۱/۸۰ (۱۹) عمدۃ القاری شرح بخاری ۸/۲۱۱ (۲۰) شرح مسلم نووی ۱/۲۲۱ (۲۱) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۲۲) کرمانی شرح بخاری ۵/۳۲ طبع بیروت (۲۳) ارشاد الساری شرح بخاری ۲/۱۳۱ (۲۴) بحر الرائق ۳/۲۰۸ (۲۵) ملتقى البحار ۱۱/۲۶۹ (۲۶) مجمع الانهر ۱۱/۷۸ (۲۷) محیط البرہانی ۲/۱۷ (۲۸) فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۷ طبع کوئٹہ میں ہے:

يقول الامام والقوم اذا قال الموزن حي الفلاح عند علمائنا الشكاشه هو الصبح ترجمہ: یعنی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں گے جب موزن "حی علی الفلاح" کہے اور یہی صحیح ہے۔

مذکورہ بالا کتب میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ "حنفیہ" کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے وقت "حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح" پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

اقامت میں امام و مقتدی کا "حی الصلوٰۃ" سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

ملائقہ الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں جو فقہ حنفی میں مستند و متفق علیہ فتاویٰ ہے، نے لکھا:

ويكره الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ الموزن قوله حي الفلاح كذا في المصنوعات ترجمہ: اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو جب موزن اپنے حی الفلاح پر پہنچے (فتاویٰ عالمگیری ۱/۵۷ کتاب الصلوٰۃ طبع کوئٹہ)

۲..... علامہ سید احمد طحاوی حنفی فرماتے ہیں۔

واذا اخذ الموزن في الاقامة ودخل رجل المسجد فانه يقعد ولا يخطى خطرا قائما فانه مكروه كما في المصنوعات قهستاني وفيهم منه كراهية القيام ابتداء الاقامة والناس عنها غافلون

ترجمہ: اور جب موزن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے، کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی کی مصنفات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔ (حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ۱/۱۸۶ طبع مصر)

لہذا لوگوں کو اس غفلت سے نکل کر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا عمل و اقوال

اس مسئلہ میں حدیث و آثار کافی تعداد میں موجود ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اذا اقيمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتى تروني

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہوتی کہ مجھے لگا ہوا دیکھو

- (۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس / ۱ / ۱۶۴ رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم / ۲ / ۱۰۱ رقم ۱۳۹۵ (۳) جامع ترمذی / ۱ / ۶۵۱ رقم ۵۱۷
(۴) سنن ابوداؤد / ۱۲۸ رقم ۵۳۹ (۵) سنن نسائی / ۲ / ۳۱ رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان / ۵ / ۵۱ رقم ۱۷۵۵ (۷) فتح الباری شرح
بخاری / ۲ / ۱۲۰ (۸) مسند احمد / ۵ / ۳۰۴ رقم ۲۲۶۲۰ (۹) صحیح ابن خزیمہ / ۳ / ۱۴ رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی / ۱ / ۵۰۸ رقم ۶۲۳
(۱۱) مستخرج ابی عوانہ / ۲ / ۹ (رقم ۱۰۴۸) (۱۲) سنن الدارمی / ۱ / ۳۲۳ رقم ۱۲۶۲ (۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ / ۱ / ۳۰۵ رقم ۳۱۱۶
(۱۴) مصنف عبدالرزاق / ۱ / ۵۰۴ رقم ۹۳۲ (۱۵) معجم ابن العربی / ۲ / ۳۳۰ رقم ۹۲۹ (۱۶) الاوسط لابن المنذر / ۱۱ / ۱۶۹ رقم ۱۹۲۳

۲..... امام بزار اپنی ”مسند“ میں، امام ابوالقاسم الطبرانی اپنی ”معجم“ میں، ”امام بیہقی اپنی ”سنن الکبریٰ“ میں، محدث بیہقی
اپنی کتاب میں سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

کان رسول اللہ ﷺ اذا قال بلال قد قامت الصلوة نهض لكبر

ترجمہ: جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت میں ”قد قامت الصلوة“ کہنے لگتے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے پھر
اللہ اکبر کہتے۔

- (۱) المسند البزار / ۸ / ۲۹۸ مسند عبداللہ بن ابی اوفی طبع مدینہ منورہ (۲) مجمع الزوائد من معجم الفوائد / ۲ / ۱۰۶ طبع دار الفکر بیروت (۳) میزان الاعتدال
/ ۱ / ۴۶۳ (۴) کنز العمال / ۷ / ۵۴ رقم الحدیث ۱۷۹۲۴ طبع حلب (۵) سنن الکبریٰ بیہقی / ۲ / ۲۲ طبع دکن (۶) سوالات امن الجندی لابی ذکر یا بھی
بن معین / ۱ / ۳۳۳ رقم ۷۹۶ (۷) حنفی الاحوذی / ۲ / ۱۲۹ (۸) اشباک الشریعہ للشیخ علی / ۱ / ۸۰ رقم ۲۹۳ (۹) الاوسط لابن المنذر / ۶ / ۷۴ رقم

۱۹۲۷

اکابر علماء دیوبند میں مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے خلیفہ ظفر احمد عثمانی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ”وہو حدیث
حسن الاسناد“ (اعلاء السنن / ۳ / ۳۲۶ طبع کراچی)

۳..... امام عبدالرزاق اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں۔

عبدالرزاق عن ابن التیمی عن الصلب عن علقمة عن امہ عن ام حبیہ ان رسول اللہ ﷺ کان فی بیجا فسمع الموزن فقال کما
یقول فلما قال حی علی الصلوة نهض رسول اللہ ﷺ الی الصلوة

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے، موزن نے اقامت کہی، جب اس نے
(حی الصلوة) کہا تو رسول اللہ ﷺ اس وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

- (۱) مصنف عبدالرزاق / ۱ / ۳۸۱ رقم ۱۸۵۱ طبع بیروت (۲) معجم الکبیر للطبرانی / ۲۳ / ۲۳۴ رقم ۳۸۵ (۳) جامع الاحادیث / ۲۰ / ۲۳۴ رقم
۳۳۵۳۳ (۴) کنز العمال / ۸ / ۳۶۲ رقم ۲۲۲۷۳

۴۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کا عمل

۱..... امام عبدالرزاق اپنی سند سے نقل کرتے ہیں:

فاقام الموزن بالصلوة فلما قال قد قامت الصلوة قام حسین

ترجمہ: موزن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ ”قد قامت الصلوة“ کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

کھڑے ہو گئے (۱) مصنف عبدالرزاق ۱/۵۵۰ رقم ۱۹۳ (۲) اخبار مکہ للناسی ۲/۷۲ رقم ۱۱۷۲

ب۔۔۔ امام بیہقی "سنن الکبریٰ" میں لکھتے ہیں:

وعن الحسين بن علي بن ابي طالب رضي الله عنه انه كان يفعل ذلك وبوقول عطاء والحسن ترجمہ: اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہی قول عطاء اور حسن کا ہے (جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پہلے لکھا ہے، یعنی قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے) (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل

۱۔ امام بیہقی لکھتے ہیں:

وروي عن انس بن مالك رضي الله عنه انه اذا قبل قد قامت الصلوٰۃ وثب فقام ترجمہ: ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت "قد قامت الصلوٰۃ" کہا جانے لگا تو آپ تیزی سے کھڑے ہو جاتے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

۲۔۔۔۔۔ محدث (ابن المنذر) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔

عن انس انه كان يقوم اذا قال المودن قد قامت الصلوٰۃ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مودن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگتا۔

(۱) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۳۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت (۲) تحفہ الاحوذی ۳/۱۶۵ (۳) کمال المعتم شرح صحیح مسلم للناسی ماہض

۳۱۰/۲ (۴) نیل الاوطار ۳/۲۳۴ (۵) شرح الزرقانی علی مواہم امام مالک ۱/۲۳۳ (۶) عون المعبود وحاشیہ ابن قیم ۲/۱۷۳ (۷) المیزان

المصطب للالبانی ۱/۲۳۱ (۸) فقہ الاسلامی وادلہ للوحیدی ۱/۳۳۳ (۹) نیل السلام ۱/۳۰ (۱۰) بستان الاخبار للابن تیمیہ ۲/۱۰۱ تحت

حدیث ۱۳۲۹ (۱۱) شرح البلوغ للعبد الرزاق الصنعانی ۱/۵۲

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تاکید

۶۔ امام عبدالرزاق الصنعانی لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت عطیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے جو نبی مودن نے اقامت کہنا شروع کی ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پس جب مودن قد قامت الصلوٰۃ کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۶ رقم ۱۹۳۰)

اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول

۷۔ امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ بیٹھ کر اقامت سننے اور "قد قامت الصلوٰۃ" کے نزدیک کھڑا ہونے کا مسئلہ بیان کر کے لکھتے ہیں:

ترجمہ: امام سعید بن مسعود نے بطریق ابی اسحاق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

(فتح الباری ۲/۱۳۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت)

صحابہ واکابر تابعین کا مذہب

۸۔ ترجمہ: معاویہ ابن قرۃ کہتے ہیں (صحابہ و تابعین) اسے مکروہ جانتے تھے کہ مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی آدمی نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ (مصنف عبد الرزاق، ۸۰/۱، رقم ۱۸۵۰، طبع بیروت)

تابعی حضرت ابواسحاق علیہ الرحمہ کا عمل

۹۔ ترجمہ: حضرت معمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں ابواسحاق علیہ الرحمہ کے پاس آیا۔ وہ مسجد کے پڑوی تھے، وہ گھر سے جماعت میں شمولیت کے لئے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک اقامت نہ سن لیتے نیز فرمایا کہ میں نے (تابعین میں سے) اور بھی بہت سے لوگوں کو دیکھا جو ایسا ہی کرتے تھے۔ (مصنف عبد الرزاق، ۵۰۵/۱، رقم ۱۳۵، طبع بیروت)

مشہور تابعی حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا فتویٰ و عمل

۱۰: ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ جب مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہنے لگے لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہئے فرمایا، ہاں درست ہے۔ (مصنف عبد الرزاق، ۵۰۵/۱، رقم ۱۳۶، طبع بیروت)

ب۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲۰/۲ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد دکن)

امام حسن بصری علیہ الرحمہ کے اقوال و اعمال

۱۱۔ امام ابو بکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

ترجمہ: امام حسن بصری علیہ الرحمہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے جبکہ مؤذن قد قامت الصلوٰۃ نہ کہنے لگے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۰۶/۱، رقم ۳۱۳۲)

ب۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ۳۰۵/۱، رقم ۳۱۱۳ میں ہے۔

ج۔ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی ۲۰/۲ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد دکن)

خليفة راشد اول، تابعی، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کا فرمان

۱۲۔ ترجمہ: ابو نعید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں مقام (حاضرہ) میں میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے سنا جس وقت مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ" کہتے تو فرماتے کھڑے ہو جاؤ نماز قائم ہوگی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۳۰۶/۱، رقم ۳۱۳۱)

ب۔ ترجمہ: یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے (اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جس وقت نماز قیامت الصلوٰۃ کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ (مصنف عبدالرزاق ۱/۵۰۶ رقم ۱۹۳۹ طبع بیروت)

حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا عمل

۱۳۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا معمول تھا کہ موذن جب حی علی الصلوٰۃ کہتا آپ اس وقت کھڑے ہوتے

(مصنف ابن ابی شیبہ ۵/۲۰۵ رقم ۲۰۵۰)

ب۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم علیہ الرحمہ نے فرمایا جب موذن (اقامت کہتے ہوئے) حی الفلاح کہے تو نماز میں کھڑے ہو جائیں (کتاب الآثار امام یوسف ص ۱۹ رقم ۸۹ طبع بیروت)

ج۔ ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب موذن (اقامت میں) حی الفلاح کہے تو اس وقت چاہئے کہ وہ کھڑے ہو جائیں پھر صفیں درست کریں۔ (کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷ رقم ۳۶۳ طبع بیروت، جامع المسانید للخواجہ ارزی ۱/۳۳۳ طبع فیض آباد)

تابعی جلیل امام الفقہاء امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مذہب

۱۴۔ امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کی روایت بالا کے محضلاً بعد، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت علیہ الرحمہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ: اور یہی (جو امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا ہے) ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا قول ہے اور اگر وہ موذن کے اقامت سے فارغ ہونے کا انتظار کرے گا پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ سب درست ہے۔ (کتاب الآثار امام محمد ۱/۱۰۷ رقم ۶۳، جامع المسانید للخواجہ ارزی ۱/۳۳۳، موطا امام محمد مترجم ص ۸۷ طبع بیروت)

امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ کا اعلان حق

امام ابو عیسیٰ ترمذی علیہ الرحمہ علماء صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ترجمہ: اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کی انتظار کو مکروہ کہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ قیامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یہ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے (۱)

جامع ترمذی ۱/۳۱ تحت رقم ۵۹۲ طبع بیروت (۲) مستخرج الطوی علی جامع الترمذی ۲/۱۹۲ (۳) مسند الصحابہ فی الکتاب الحدیث ۲۶۶/۲۵

(۴) المصطلح فی فقہ النہد والکتاب ۱/۳۳۰ (۵) الاختیارات المفقیۃ للترمذی ۱/۲۸۹

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اعتراف حق

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اپنی کتاب (فیض الباری شرح بخاری) میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ترجمہ: کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اقامت پوری ہونے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور کچھ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ درمیان اقامت میں (حی علی الصلوٰۃ) پر کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہماری کتابوں میں بھی ایسا

لکھا ہے۔ (فیض الباری شرح بخاری باب من یتیم الناس ۲/۱۹ طبع انڈیا)

مفتی عزیز الرحمن مفتی دارالعلوم دیوبند کا اعتراف حق

اقامت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

نماز کے آداب میں سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جائیں تو کوئی محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استجاب اور ترک آداب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا۔ البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے اور درمختار میں بھی یہی لکھا ہے اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے کی طرف سے آوے جس وقت امام پر نظر پڑے، مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ بہر حال اس میں ہر طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولیٰ و افضل ہے

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۷۹/۲ مفتی عزیز الرحمن طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

مفتی فرید دیوبندی اکوڑہ خشک کا اعتراف حق

مفتی فرید صاحب سے وقت اقامت حی علی الصلوة پر کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواب میں لکھتے ہیں (حی الصلوة پڑھنے کے وقت قیام کرنا ادب اور افضل ہے الخ)

(فتاویٰ فریدیہ المعروف فتاویٰ دیوبند پاکستان مفتی اعظم مفتی فرید جامع دارالعلوم حنبلیہ اکوڑہ خشک ۱۸۸/۲ طبع سوابی پاکستان)

مفتی محمد شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند کا اعتراف حق

مفتی محمد شفیع دیوبندی سے بھی اقامت کے بارے میں حی علی الصلوة کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً لکھتے ہیں (جس وقت تکبیر پڑھنے والا حی الصلوة پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہئے۔ الخ)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند المعروف امداد الفتن کامل ۲۹۳/۲ طبع دارالاشاعت کراچی)

احسن نانوتوی دیوبندی کا اعتراف حق

احسن نانوتوی صاحب لکھتے ہیں (اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔

(غایۃ الاوطار ۲۴۲/۲ طبع کراچی)

سید امیر علی دیوبندی کا اعتراف حق

سید امیر علی دیوبندی لکھتے ہیں (اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر ہوں تو مؤذن جس وقت امامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں یہ وہی صحیح ہے۔

(فتاویٰ مالگیری مترجم ترجمہ سید امیر علی ۸۹/۱ طبع دارالاشاعت کراچی)

فقہاء نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو جس وجہ سے مکروہ فرمایا

امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے

ہیں

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہو، حتیٰ کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو۔

- (۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس / ۱۶۳ رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم ۱۰۱/۲ رقم ۳۹۵ (۳) جامع ترمذی ۱/۲۵۱ رقم ۵۱۷ (۴) سنن ابی داؤد ۱۱/۱۱۱ رقم ۳۹
 رقم ۵۳۹ (۵) سنن نسائی ۲/۱۳۹ رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان ۵/۵۱ رقم ۱۷۵۵ (۷) فتح الباری شرح بخاری ۲/۱۲۰ (۸) مسند محمد ۳۰۴
 رقم ۲۲۶۳۰ (۹) صحیح ابن خزیمہ ۳/۱۳ رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی ۱/۵۰۸ رقم ۶۲۳ (۱۱) مستخرج ابی حاتم ۲/۹۱ رقم ۱۰۳۸ (۱۲) سنن
 الداری ۱/۳۲۳ رقم ۱۲۶۲ (۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۰۵ رقم ۳۱۱۶ (۱۴) مصنف عبد الرزاق ۱/۵۰۳ رقم ۹۳۲ (۱۵) بحار ابن ابی شیبہ
 ۲/۳۳۰ رقم ۹۲۹ (۱۶) الاوسط ابن المنذر ۱/۱۶۹ رقم ۱۹۲۳

حجرہ شریف سے مسجد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے صحابہ کرام کے شروع اقامت میں کھڑے ہو جانے کی وجہ سے منع فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا کہ صحابہ میرے آنے سے پہلے کھڑے ہوں چنانچہ امام بیہقی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں ترجمہ: قرین تحقیق یہ ہے کہ لوگ (بوقت اقامت) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی اپنے کھڑے ہونے کی جگہ سنبھال لیتے۔ تب آپ ان پر تخفیف کرتے ہوئے انہیں علم دیا۔ (جس وقت اقامت شروع ہو تو) وہ فوراً ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوں، تاوقتیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیں۔ امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی نے (فتح الباری ۲/۱۲۰) امام حافظ بدرالدین عینی نے (عمدة القاری ۵/۱۵۳) امام نووی نے (شرح صحیح مسلم ۱/۲۲۰) قاضی شوکانی نے (نیل الاوطار ۲/۲۳۳) اور خلیل احمد انیسوی دیوبندی نے (بذل الجہود ۱/۳۰۷) نے حدیث ابی داؤد کی شرح کرتے ہوئے امام بیہقی ہی والی بات لکھی ہے۔

یہ واقعہ ایک دوبار کا ہے

امام الحدیث قاضی عیاض مالکی، امام بدرالدین عینی، امام محی الدین نووی علیہ الرحمہ، شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلدین ہمارے صحابہ کا آغاز اقامت میں کھڑا ہو جانے کا عمل ایک بار یا دوبار ہوا، دیکھئے

(عمدة القاری ۵/۱۵۳، شرح صحیح مسلم نووی ۱/۲۲۰، بحار ابن ابی شیبہ ۲/۳۳۰)

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو منع فرمایا جس وجہ سے فقہاء مکروہ فرماتے ہیں تو پھر علماء دیوبند اور غیر مقلدین کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ روایت پیش کرنا صرف ضدی نہیں تو اور کیا ہے؟

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر آغاز اقامت ہی میں کھڑے ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ اگر اقامت بجنہ کر لیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

ان کی خدمت میں جو اباعرض ہے کہ صحیحین وغیرہا کی احادیث مرفوعہ۔ نیز صحابہ کے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ سب مقتدین آخر اقامت میں صفیں درست کا اہتمام فرماتے تھے، جب صفیں درست ہو جاتیں تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے، یہ بات متعدد احادیث میں موجود ہے لہذا اتباع سنت کا تقاضا یہی ہے کہ اقامت بیٹھ کر ہی سنی جائے اور امام و مقتدی (حی علی الصلوٰۃ) پر یکبارگی کھڑے ہونا شروع کر دیں اور (قد قامت الصلوٰۃ) پر مکمل کھڑے ہو جائیں۔ اگر صفیں درست نہ ہوں تو

اس وقت صغیر بھی درست کر لی جائیں تاکہ صغیر درست کرنے کی اہم سنت بھی سنت نبوی، سنت خلفاء راشدین صحابہ کرام کے عمل کے مطابق انجام پائے اور جب صغیر درست ہو جائیں تو امام اللہ اکبر کہہ کر نماز کا آغاز کر دے تاکہ سب کام سنت کے مطابق پورے ہو جائیں۔ فقہاء نے چونکہ اقامت کھڑے ہو کر سننے کو مکروہ کہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے پہلے کھڑے ہو کر اقامت سننا منع فرما نا ثابت ہے لہذا یہ کم از کم خلاف سنت ضرور ہے لہذا مستحب پر عمل کر کے اور اتباع سنت اپنا کر ثواب حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بَابُ فِي التَّشْدِيدِ فِي تَرْكِ الْجَمَاعَةِ

باب: جماعت ترک کرنے کی شدید مذمت

547 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا السَّائِبُ بْنُ حُبَيْشٍ، عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمُرِيِّ، عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَا مِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلَاةُ إِلَّا قَدْ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ، فَعَلَيْكَ بِالْجَمَاعَةِ فَإِنَّمَا يَأْكُلُ الذِّلْبُ الْقَاصِيَةَ. قَالَ زَائِدَةُ: قَالَ السَّائِبُ: يَعْنِي بِالْجَمَاعَةِ: الصَّلَاةُ فِي الْجَمَاعَةِ. ﴿﴾ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جس بھی بستی یا دیہات میں تین لوگ رہتے ہوں اور اس بستی میں نماز قائم نہ کی جاتی ہو تو شیطان ان پر غالب آ جاتا ہے تم پر جماعت اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ بھیڑ یا الگ ہونے والی بکری کو کھا لیتا ہے۔“

زائدہ نامی راوی نے یہ بات بیان کی ہے۔ سائب کہتے ہیں: یہاں جماعت سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔

تَارِكُ جَمَاعَتِ الْغُھُورِ كَوَآگِ لَكَانَ كَابِيَانِ

548 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ بِالصَّلَاةِ، فَتُقَامَ، ثُمَّ أَمُرَ رَجُلًا فَيُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ أَنْظِلِّي مَعِيَ بِرِجَالٍ مَعَهُمْ حُزْمٌ مِّنْ حَطَبٍ إِلَى قَوْمٍ لَا يَشْهَدُونَ الصَّلَاةَ، فَأَحْرِقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتَهُمْ بِالنَّارِ. ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں نماز کے بارے میں حکم دوں۔ اس کے لئے اقامت کہی جائے، پھر میں کسی شخص کو یہ ہدایت کروں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر جاؤں جن کے ہمراہ لکڑیوں کے گھٹے ہوں اور ان لکڑیوں کی طرف جاؤں جو نماز باجماعت میں شریک نہیں ہوئے اور ان سمیت ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔“

547- اسنادہ حسن من اجل السائب بن حبیش، وباقي رجاله ثقات، زائدة: هو ابن قدامة، واخرجه النسائي في "الكبرى" (922) من طريق زائدة من قدامة بهذا الاسناد، وهو في "مسند احمد" (21710)، و"صحيح ابن حبان" (2101).

دو۔

549 - حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمَلِیحِ، حَدَّثَنِی یَزِیدُ بْنُ یَزِیدَ، حَدَّثَنِی یَزِیدُ بْنُ الْأَصَمِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ فِتْنِيْقَ فَيَجْمَعُوا حَزْمًا مِنْ حَطَبٍ، ثُمَّ آتِي قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأَحْرِقَهَا عَلَيْهِمْ. قُلْتُ لِيَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِ: يَا أَبَا عَوْفٍ الْجُمُعَةُ عَنِّي أَوْ غَيْرَهَا؟ قَالَ: صُمْنَا أَذُنَايَ إِنْ لَمْ أَكُنْ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَأْتِيهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا ذَكَرَ جُمُعَةً وَلَا غَيْرَهَا. ❀ ❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں کچھ نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیوں کے ٹکڑے اکٹھے کریں اور پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں اور انہیں کوئی علت لاحق نہیں ہوتی اور پھر میں انہیں آگ لگا دوں۔“

ادوی کہتے ہیں: میں نے یزید بن اصم سے کہا: اے ابو عوف نبی اکرم ﷺ کی مراد جمعے کی نماز تھی یا کوئی اور نماز تھی؟ انہوں نے فرمایا: میرے کان بہرے ہو جائیں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ روایت نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے نہ سنا ہوا البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نہ تو جمعے کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی کسی اور نماز کا ذکر کیا۔

550 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبَّادٍ الْأَزْدِيُّ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ الْمَسْعُودِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْبَرِ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: حَافِظُوا عَلَى بُؤَلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، حِينَ يُنَادِي بِهِنَّ فَإِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى، وَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدَى وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ بَيْنَ النِّفَاقِ، وَلَقَدْ رَأَيْنَا وَإِنَّ الرَّجُلَ لِيُهَادِيَ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتَّى يُقَامَ فِي الصَّفِّ، وَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَلَهُ مَسْجِدٌ فِي بَيْتِهِ، وَلَوْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ وَتَرَكْتُمْ مَسَاجِدَكُمْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَفَرْتُمْ

❀ ❀ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم پانچ نمازوں کی حفاظت کرو، جب بھی ان کی اذان دلی جائے تو یہ سنن ہدیٰ میں سے ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے سنن ہدیٰ کو مقرر کیا۔ مجھے اپنے بارے میں یہ بات یاد ہے کہ ہم لوگ باجماعت نماز سے پیچھے رہنے والے شخص کو کھلا منافق سمجھتے تھے اور مجھے اپنے بارے میں یہ بات بھی یاد ہے کہ کسی شخص کو در آدمیوں کے درمیان سہارا دے کر لایا جاتا تھا یہاں تک کہ اسے صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا جبکہ تم میں سے ہر ایک شخص نے گھر میں نماز کے لئے جگہ مخصوص کی ہوئی ہے۔ اگر تم گھروں میں ہی نماز ادا کرتے رہو گے اور مساجد کو ترک کر دو گے تو تم اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کر دو گے اور اگر تم اپنے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کر دو گے تو تم کافر ہو جاؤ گے۔

سنت ہڈی کی تعریف

مولانا عبدالحلیم الکنوی نور الانوار کے حاشیہ میں اس کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔ می التی واطلب علیہا النبی من حیثہ تعبد وابتغاء مرضات اللہ تعالیٰ مع ترک مرة او مرتین بلا عذر اولم یت ترک اصلاً لکنہ لم ینکر علی التارک۔ ص 167، حاشیہ 12

سنت ہڈی وہ ہے جس پر ہمارے پیارے مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے ہمیشگی فرمائی ہو اور بغیر عذر کے ایک یا دو دفعہ چھوڑا بھی ہو یا کبھی بھی نہ چھوڑا ہو لیکن کبھی کبھی چھوڑنے والے پر افسوس کا اظہار بھی نہ فرمایا ہو۔ ہاں اگر کوئی سنت ہڈی کو چھوڑنے کی عادت بنا لیتا ہے تو اسے برا بھلا کہا جاسکتا ہے۔

سنت ہڈی کا حکم

نور الانوار شرح منار میں اس کا حکم یوں بیان کیا گیا ہے۔ تارکھا یتوجب اساءة وکرہة کا جماعت والاذان والاقامة۔ ص

167

کہ اسے چھوڑنے کی عادت بنانے والا مذمت کے لائق ہے۔ جیسے جماعت، اذان اور اقامت سنت ہڈی ہیں۔ اگر کسی شہر کے لوگ اسے چھوڑنے کی عادت بنائیں اور اس پر اصرار کریں تو امام وقت ان سے مسلح جہاد کر سکتا ہے۔

سنت زوائد کی تعریف

سنت زوائد وہ کام ہے جو ہمارے پیارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عبادت کی غرض سے نہیں بلکہ عادت اور بتقاضائے بشری فرمایا ہو۔

سنت زوائد کا حکم

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نور الانوار میں فرماتے ہیں۔ قارکھا لا یتوجب اساءة کسیر النبی فلباسہ وتعودہ وقیامہ

ص 167

کہ اسے چھوڑنے والا سزا کا حقدار نہیں ہوتا۔ جیسے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک طریقے پر لباس پہننا بیٹھنا اٹھنا یہ سب سنت زوائد سے ہے۔ سنت زوائد پر عمل کرنا الاثواب پائے گا لیکن چھوڑنے والے کیلئے سزا نہیں ہے اب تک یہ واضح ہو گیا کہ لباس بمعہ عمامہ شریف سنن زوائد سے ہے چنانچہ ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ فرماتے ہیں۔ رہما بلبیس من ثیابہم غلمة سوداء وحمراء وکان مقدار حاسبة اذرع او اثنی عشر ذراعا واول او اکثر لهذا من سنن الزوائد (نور الانوار ص 167)

551- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ أَبِي جَنْتَابٍ، عَنْ مَعْرَاءَ الْعَبْدِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ

551- صعیف بهذا السياق، ابو جناب - وهو یحیی بن ابی حبة الکلبی - ضعیف ومذلس، وقد اختلف علیہ فی لفظہ کما سأتی فی التحریج،

وباقی رجالہ ثقات غیر معراء العبدي، فقد روی عنه جمع، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، ونقل عن العجلي انه قال: لا بأس به. واخرجه

الدارقطني (1557)، والبيهقي 753/ من طريق المصنف، بهذا الاسناد. واخرجه ابن عدي فی ترجمة ابی جناب من "الكامل" 26707/

ومن طريقه البيهقي 753/ عن محمد بن داود بن دينار، عن قتيبة بن سعيد، به. واخرجه الحاكم 2451/، والبيهقي 1853/ من طريق ميسر

ابن

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِيَ فَلَمْ يَنْتَعِهِ مِنْ اتِّبَاعِهِ. عَذْرًا. قَالُوا: وَمَا الْعَذْرُ؟ قَالَ: خَوْفٌ أَوْ مَرَضٌ. لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّى.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى عَنْ مَعْرَاءَ أَبُو إِسْحَاقَ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص سوذن کو سنتا ہے اور پھر اس کی بات ماننے سے اسے کوئی عذر رکاوٹ نہ ہو لوگوں نے عرض کی: عذر سے مراد کیا ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: خوف یا بیماری، (پھر آپ نے مزید ارشاد فرمایا:) تو اس شخص نے جو نماز ادا کی ہے وہ قبول نہیں ہوگی۔“ (امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابواسحاق نے معراء کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

ترک جماعت کے عذرات کا بیان

۱. عورت ہونا ۲. نابالغ ہونا ۳. بیماری جس سے چل پھر نہ سکے اور مسجد تک آنے میں مشقت ہو یا مدت کا مریض ہو جو بغیر مشقت نہ چل سکے ۴. اپا ج یعنی لنگڑا لولا ہو یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب یا ایک ہی جانب کے کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں۔

۵. جس کو فالج کا مرض ہو گیا ہو ۶. بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو ۷. اندھا ہونا ۸. بہت بارش ہونا ۹. مسجد کے راستہ میں کچڑ ہونا ۱۰. سخت سردی ہونا ۱۱. بہت اندھیرا ہونا ۱۲. رات کے وقت آندھی اور تیز ہوا ہونا، یہ دن میں عذر نہیں ہے۔

۱۳. جو شخص کسی بیمار کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو ۱۴. مسجد میں جانے سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے وغیرہ کا خوف ہو یا بٹنڈ یا وغیرہ کے یا تندور میں روٹی کے ضائع ہونے کا خوف ہو ۱۵. قرض خواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچے یا قید کر لینے کا خوف ہو جب کہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو ۱۶. کسی دشمن یا ظالم کے قتل جانے سے اپنی جان یا مال پر خوف ہو۔

۱۷. جب کہ سفر کا ارادہ ہو اور قافلہ نکل جانے اور تنہا سفر کرنے میں خوف ہو یا ریل گاڑی یا جہاز یا موٹر کی روانگی کا وقت قریب ہو ۱۸. پیشاب یا پاخانہ کی غالب حاجت یا ریح کے غلبہ کے وقت ۱۹. جب کھانا حاضر ہو اور بھوک سے نفس اس کی طرف زیادہ راغب ہو اور خواہ کوئی وقت ہو یہی حکم پینے کا ہے۔

۲۰. صحت نماز کی کسی شرط مثلاً طہارت یا ستر عورت وغیرہ کا نہ پایا جانا ۲۱. امام کا مقتدی کے مذہب کی رعایت نہ کرنا (ان میں سے جو عذر بالکل مانع ہو جیسے زیادہ بڑھا پایا فالج وغیرہ تو اگر اس کی نیت تھی کہ عذر نہ ہوتا تو ضرور شامل ہوتا، اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اور جو عذر بالکل مانع نہیں جیسے بارش و کچڑ و سردی و اندھا ہونا وغیرہ تو اس کو ترک سے جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے ورنہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا البتہ ترک جماعت کا گناہ اس پر نہیں ہوگا)

552 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ. حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ. عَنْ عَاصِمِ بْنِ بَهْدَلَةَ. عَنْ أَبِي رَزِينٍ. عَنْ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. أَنَّهُ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. إِنِّي رَجُلٌ ضَرِيرٌ.

الْبَصِيرِ شَاسِعُ الدَّارِ، وَلِي قَائِدٌ لَا يَلَايُنِي فَهَلْ لِي رُخْصَةٌ أَنْ أَصِلَ فِي بَيْتِي؟ قَالَ: هَلْ تَسْمَعُ الْبَدَاءَ.
قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: لَا أَجِدُكَ رُخْصَةً

✽✽ ابورزین حضرت ابن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا انہوں نے عرض کیا۔

یا رسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جو تاریا ہے اور میرا گھر بھی دور ہے اور مجھے ہاتھ پکڑ کر لانے والا بھی کوئی نہیں ہے تو کیا میرے لئے اجازت ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز ادا کر لوں؟ نبی نے دریافت کیا: کیا تم اذان سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لئے رخصت نہیں پاتا۔

553 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ أَبِي الزُّرْقَاءِ حَدَّثَنَا أَبِي. حَدَّثَنَا سُفْيَانُ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى. عَنْ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ. قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. إِنَّ الْمَدِينَةَ كَثِيرَةٌ الْهَوَامِرُ وَالسَّبَاعُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْمِعْ عَنِّي عَلَى الصَّلَاةِ. عَنِّي عَلَى الْفَلَاحِ؟ فَقَالَ هَلَا.
قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا رَوَاهُ الْقَاسِمُ الْجَزْمِيُّ. عَنْ سُفْيَانَ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِ عَنِّي هَلَا

✽✽ حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مدینہ منورہ میں حشرات الارض درندے زیادہ ہیں تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم عَنِّي عَلَى الصَّلَاةِ، عَنِّي عَلَى الْفَلَاحِ سنو (تو اس پکار کی طرف) آؤ۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:): قاسم جرمی نے سفیان کے حوالے سے یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے تاہم ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں: ”تم ضرور آؤ“۔

بَابُ فِي فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب: باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت

554 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ. عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَصِيرٍ. عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ. قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الصُّبْحِ. فَقَالَ: أَشَاهِدُ فُلَانًا. قَالُوا: لَا. قَالَ: أَشَاهِدُ فُلَانًا. قَالُوا: لَا. قَالَ: إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُتَأَفِّقِينَ. وَلَوْ تَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَا تَتِمُّوهُمَا. وَلَوْ حَبَوَا عَلَى الزَّكَبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلَى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيلَتُهُ لَا تَتَذَرْتُمُوهُ. وَإِنَّ صَلَاةَ الرَّجُلِ مَعَ الرَّجُلِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ وَحْدَهُ. وَصَلَاتُهُ مَعَ الرَّجُلَيْنِ أَزْكَى مِنْ صَلَاتِهِ مَعَ الرَّجُلِ. وَمَا كَثُرَتْ فَهُوَ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى

✽✽ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھانے کے بعد دریافت کیا: کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: کیا فلاں شخص موجود ہے؟ لوگوں نے

عرض کی: جی نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ دو نمازیں منافقین کے لئے سب سے زیادہ بھاری ہیں اگر تم لوگوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ ان دونوں میں کتنا اجر و ثواب ہے؟ تو تم ان دونوں میں ضرور شریک ہو۔ خواہ تم کو گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے اور بے شک پہلی صف کی مثال فرشتوں کی صف کی مانند ہے اور اگر تمہیں اس کی فضیلت کا پتہ چل جائے تو تم اس کی طرف سہقت کرو۔ آدمی کا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے تہا نماز ادا کرنے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور اس کا دو آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنے سے زیادہ پاکیزہ ہے اور جتنی تعداد زیادہ ہوگی اللہ کے نزدیک یہ اتنی ہی زیادہ پسندیدہ ہوگی۔

555 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي سَهْلٍ يَغْنِیْ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ نِصْفِ لَيْلَةٍ، وَمَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ فِي جَمَاعَةٍ كَانَ كَقِيَامِ لَيْلَةٍ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو یہ نصف رات (نوافل) ادا کرنے کی مانند ہے اور جو شخص عشاء اور فجر کی نمازیں باجماعت ادا کرتا ہے تو یہ ساری رات نوافل ادا کرنے کی مانند ہے۔“

شرح

جماعت کی تعریف مل کر نماز پڑھنے کو جماعت کہتے ہیں جس میں ایک امام اور باقی سب مقتدی ہوتے ہیں، جمعہ اور عیدین کے علاوہ جماعت کے لئے کم سے کم دو آدمی ہونے چاہئے ایک امام دوسرا مقتدی، اگرچہ وہ مقتدی ایک سمجھدار لڑکا ہی ہو پس وہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ سمجھدار اور خواہ فرشتہ ہو یا جن اور نماز خواہ مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ ہو جماعت کہلائے گی اور جماعت کا ثواب ملے گا لیکن جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا جمعہ اور عیدین کے لئے امام کے علاوہ کم از کم ایسے تین آدمی اخیر نماز تک امام کے پیچھے ہوں جو امامت کے اہل ہوں تو جماعت درست ہوگی ورنہ نہیں۔

جماعت کی بعض حکمتیں اور فائدے

۱. ایک نماز پر ستائیس نماز کا ثواب ملنا ۲. آپس میں محبت اور اتفاق بڑھنا اور دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا نیک لوگوں اور کاملوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب اور لطائف کا منور ہونا ۳. بزرگ و نیک لوگوں کے ساتھ گناہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا ۴. نادانوں کو دانوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسروں کی اچھائی و عمدگی حاصل کرنا پس یہ نماز کی صحت و تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے ۵. نماز میں خوب دل لگنا ۶. ایک دوسرے کے حال کی اطلاع ہونا اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکرنا جس سے اخوت و محبت ایمانی میں کمال حاصل ہوتا ہے ۷. بے نمازیوں کا پتہ چلنا

555 - اسناد صحیح، وہوفی "مسند احمد" (491)، واحرجہ مسلم (656)، والترمذی (219) من طریقین عن عثمان بن حکیم، بهذا الاسناد، وہوفی "مسند احمد" (408)، و "صحیح ابن حبان" (2058) و (2059).

اور ان میں تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا موقع ملنا ۸. نزول رحمت و قبولیت کے لئے خاص اثر رکھتا ۹. جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا عبادت اور اسلام کی شان اور کلمۃ اللہ کی بلندی اور کفر کی ہستی کا ذریعہ ہے ۱۰. جماعت پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا ۱۱. جماعت کے انتظار کے وقت کا عبادت میں شمار ہونا وغیرہ جماعت کا حکم ۱. فرض نمازوں میں جماعت سبب ماکدہ اور واجب کے قریب ہے بلکہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک فرض ہے ۲. نماز تراویح کے لئے جماعت کل اہل محلہ پر سنت کفایہ ہے ۳. رمضان المبارک میں نماز وتر کی جماعت مستحب ہے ۴. جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے ۵. نماز خسوف (چاند گہن کی نماز) اور تمام نوافل میں بلاوے اور اتمام کے ساتھ جماعت مکروہ تحریمی ہے اگر اذان و اقامت و بلاوے وغیرہ کے اتمام کے بغیر دو تین آدمی جمع ہو کر مسجد کے کسی گوشہ میں نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، چار یا اس سے زیادہ کی جماعت نوافل میں ہر حال میں مکروہ تحریمی ہے خواہ اتمام ہو یا نہ ہو ۶. اگر محلہ کی مسجد میں جماعت سے رہ گیا تو اس کو کسی دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا واجب نہیں البتہ مستحب ہے جبکہ اپنی مسجد میں داخل نہ ہوا ہو، اگر اپنی مسجد میں داخل ہو گیا تو وہیں اکیلا پڑھے دوسری جگہ نہ جائے، اگر اپنی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں جماعت ہو رہی ہے تو جب تک اس میں کچھ بھی حاصل سکے اس میں شامل ہونا چاہئے اس کو دوسری مسجد میں پوری جماعت ملنے کے خیال سے جانا گناہ اور نماز سے منہ پھیرنے کے معنی میں ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَشِيِّ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے پیدل چل کر جانے کی فضیلت

556 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مِهْرَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِبْعَدُ قَالَا بَعْدُ مِنَ الْمَسْجِدِ أَعْظَمُ أَجْرًا.

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جس شخص کا گھر مسجد سے جتنا زیادہ دور ہوگا (اور وہ دور سے چل کر نماز باجماعت میں شریک ہوگا) اس کو اتنا ہی اجر ملے گا۔“

557 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زَيْدٌ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّمِيمِيُّ، أَنَّ أَبَا عُمَانَ حَدَّثَهُ، عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ، قَالَ: كَانَ رَجُلٌ لَا أَعْلَمُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ مِمَّنْ يُصَلِّي الْقِبْلَةَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ أَبْعَدَ مَنَزِلًا مِنَ الْمَسْجِدِ مِنْ ذَلِكَ الرَّجُلِ، وَكَانَ لَا تُحِطُهُ صَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُلْتُ: لَوْ اشْتَرَيْتَ حِمَارًا تَرْكَبُهُ فِي الرَّمْضَاءِ وَالظُّلْمَةِ، فَقَالَ: مَا أَحَبُّ أَنْ مَنَزِلِي إِلَى جَنْبِ الْمَسْجِدِ فَتُنَوِّى الْحَدِيثَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنْ قَوْلِهِ ذَلِكَ، فَقَالَ: أَرَدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْ يُكْتَبَ لِي إِقْبَالِي إِلَى الْمَسْجِدِ وَرُجُوعِي إِلَى الْبَيْتِ إِذَا رَجَعْتُ، فَقَالَ: أَعْطَاكَ اللَّهُ ذَلِكَ كُلَّهُ، أَنْطَاكَ اللَّهُ جَلَّ وَعَزَّ مَا اخْتَسَبْتَ كُلَّهُ أَجْمَعًا

﴿﴾ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص تھا میرے علم کے مطابق اہل مدینہ میں سے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے والوں میں اور کسی کا گھر بھی اس شخص سے زیادہ مسجد سے دور نہیں تھا لیکن وہ ہر نماز باقاعدگی سے مسجد میں ادا کرتا تھا۔ میں نے کہا: اگر تم ایک گدھا خرید لو اور گرمی اور تاریکی میں اس پر سوار ہو کر آیا کرو (تو یہ مناسب ہوگا) اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو۔ یہ بات نبی اکرم ﷺ تک پہنچی آپ نے اس شخص سے اس بارے میں دریافت کیا تو اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرا مقصد یہ تھا کہ میرا مسجد کی طرف آنا اور واپس اپنے گھر کی طرف جانا نوٹ کیا جائے تو نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ سب (اجر و ثواب) تمہیں عطا کرے گا اور تم نے جس ثواب کی امید رکھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔

558- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْحَارِثِ، عَنِ الْقَاسِمِ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّعْفَى لَا يَنْصِبُهُ إِلَّا آيَةً فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُغْتَبِرِ، وَصَلَاةٌ عَلَى أَثَرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلَّتَيْنِ ﴿﴾ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص وضو کر کے اپنے گھر سے فرض نماز ادا کرنے کے لئے نکلتا ہے تو اس کا اجر احرام باندھنے والے حاجی کے اجر کی مانند ہے اور جو شخص چاشت کی نماز ادا کرنے کے لئے نکلتا ہے جبکہ اس کا مقصد صرف یہی ہو تو اس کا اجر عمرہ کرنے والے کے اجر کی مانند ہوتا ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز ادا کرنا یوں کہ ان کے درمیان کوئی لغو حرکت نہ ہو یہ ”علیین“ میں (نام) نوٹ کئے جانے کا باعث ہے۔“

شرح

اس حدیث میں وضو کو احرام سے اور نماز کو حج سے مشابہت دی گئی ہے اور وہ دونوں میں تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح حاجی حج کے ارادہ سے گھر سے نکلتا ہے اور احرام باندھتا ہے تو اسی وقت سے اسے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے ثواب کا سلسلہ اس کے واپس آجانے تک جاری رہتا ہے اسی طرح جب کوئی شخص محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے تو وہ جس وقت گھر سے نکلتا ہے اسے بھی اسی وقت سے ثواب ملنا شروع ہو جاتا ہے اور جب تک وہ نماز وغیرہ سے فارغ ہو کر گھر واپس نہیں آ جاتا اس کو ثواب برابر ملتا رہتا ہے لیکن اتنی بات بھی سمجھ لیجیے کہ نمازی اور حاجی کے ثواب میں یہ برابری بہم وجوہ نہیں ہے ورنہ تو حج کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے یعنی اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ثواب دونوں بالکل برابر ہیں کیونکہ حاجی کا ثواب نمازی کے ثواب سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ حج کی نسبت عمرہ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرض نماز کی بہ نسبت نفل نماز کو حاصل ہے کتاب فی عیین سے حدیث کے آخری جزو کا مطلب کنایہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی مداومت و محافظت کرے یعنی تمام نمازوں کو پابندی سے ادا کرتا رہے اور نماز کو اس کی تمام شرائط و آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اس طرح پڑھتا رہے کہ اس کے اس عمل

اور نیت میں نماز کے منافی کسی چیز کا دخل نہ ہو تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس سے اعلیٰ اور بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ جو فرشتے نیکیاں لکھنے پر مامور ہیں ان کے دفتر کا نام علیین ہے کہ تمام نیک اعمال وہیں جمع ہوتے ہیں۔

559 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي جَمَاعَةٍ تَزِيدُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ، وَصَلَاتِهِ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنْ أَحَدَكُمْ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ التَّوَضُّؤَ وَأَتَى الْمَسْجِدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ، وَلَا يَنْهَرُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ فَإِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاةٍ، مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ مِنْ تَحِيَّاتِهِ، وَالْمَلَائِكَةُ يُصَلُّونَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَجْلِسِهِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ، وَيَقُولُونَ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ اللَّهُمَّ ثَبِّتْ عَلَيْهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ أَوْ يُحْدِثْ فِيهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا اس کے اپنے گھر میں نماز ادا کرنے یا اس کے اپنے بازار میں نماز ادا کرنے پر 25 گنا فضیلت رکھتا ہے وہ یوں کہ جب کوئی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں آئے۔ وہ صرف نماز کے ارادے سے آئے اور اس کا مقصد صرف نماز کی ادائیگی ہو تو وہ جو بھی قدم اٹھائے گا اس کے بدلے میں اس کے ایک درجے کو بلند کیا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کے ایک گناہ کو مٹا دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ شخص مسجد میں داخل ہو جائے جب وہ مسجد میں داخل ہو جائے تو وہ جب تک نماز کی وجہ سے وہاں رکا رہے گا نماز کی حالت میں شمار ہوگا اور فرشتے آدمی کے لئے اس وقت تک دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک آدمی اس جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ جہاں اس نے نماز ادا کی تھی۔ فرشتے یہ کہتے ہیں: اے اللہ! تو اس کی مغفرت کر دے اے اللہ! تو اس پر رحم کر اے اللہ! تو اس کی توبہ کو قبول کر لے۔“

(نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں) ایسا اس وقت تک ہوتا رہتا ہے جب تک وہ شخص اس جگہ میں اذیت نہیں پہنچاتا یا وہاں بے وضو نہیں ہو جاتا۔

560 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْنٍ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ صَيْوْنٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةُ فِي جَمَاعَةٍ تُعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِينَ صَلَاةً، فَإِذَا صَلَّاهَا فِي فَلَاحَةٍ فَأَتَمَّ رُكُوعَهَا وَسُجُودَهَا بَلَغَتْ خَمْسِينَ صَلَاةً.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: قَالَ عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِيَادٍ، فِي هَذَا الْحَدِيثِ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْفَلَاحَةِ تُضَاعَفُ عَلَى

560 - اسنادہ قوی، ہلال بن میمون - وهو الجهنی، ويقال: الهللی - ولفه ابن معین، وقال النسائی: لا باس به، وقال ابو حاتم: ليس بالقوی، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، وباقی رجالہ ثقات، ابو معاویہ: هو معمر بن خازم الضریر، واخرجه ابن ابی شیبہ/ 2479-480، وعبد بن حمید (976)، و ابو یعلیٰ (1011)، وابن حبان (1749) و (2055)، والحاکم/ 2081، والبخاری فی "شرح المس" (788) من طریق ابی معاویہ، بهذا الاسناد، واخرجه مختصراً بالقطعة الاولى منه ابن ماجہ (788) من طریق ابی معاویہ، به، واخرجه مختصراً كذلك البخاری (646) من طریق عبد الله بن خباب، عن ابی سعید، وهو فی "مسند احمد" (11521)

صَلَاتِهِ فِي الْجَمَاعَةِ وَسَاقِ الْحَدِيثِ

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا 25 نمازوں کے برابر ہے اور جب کوئی شخص دیرانے میں نماز ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع اور سجود کو مکمل کرتا ہے تو وہ بھی 50 نمازوں تک پہنچ جاتی ہے۔“

(امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:) عبدالواحد بن زیاد نے اس روایت کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:

”آدمی کا بیابان میں نماز ادا کرنا اس کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے دوگنا ہوتا ہے۔“

اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمَشْيِ إِلَى الصَّلَاةِ فِي الظَّلَامِ

باب: تاریکی میں نماز کے لئے چل کر جانا

561 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ أَبُو سُلَيْمَانَ

الْكَحَّالُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ بُرَيْدَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ

فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

❁❁ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”تاریکی میں مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن کامل نور کی خوشخبری دے دو۔“

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْهَدْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے جانے کے آداب

562 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَثْبَارِيُّ، أَنَّ عَبْدَ الْمَلِكِ بْنَ عَمْرٍو، حَدَّثَهُمْ عَنْ دَاوُدَ بْنِ

قَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي أَبُو ثُمَامَةَ الْحَنَاطُ، أَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، أَذْرَكَهُ وَهُوَ

يُرِيدُ الْمَسْجِدَ أَذْرَكَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ، قَالَ: فَوَجَدَنِي وَأَنَا مُشَبَّكٌ بِيَدَيَّ، فَتَهَانَنِي عَنْ ذَلِكَ وَقَالَ:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ، ثُمَّ خَرَجَ عَامِدًا إِلَى

الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ يَدَيْهِ فَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ

❁❁ ابو ثمامہ حناط بیان کرتے ہیں: وہ مسجد کی طرف جا رہے تھے ان کی ملاقات حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ ان

دونوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: انہوں نے مجھے ایسی حالت میں پایا میں نے اپنی انگلیاں ایک

دوسرے کے اندر داخل کی ہوئی تھیں تو انہوں نے مجھے اس سے منع کیا اور یہ بات ارشاد فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد

فرمائی ہے:

"جب کوئی شخص وضو کرے تو اچھی طرح وضو کرے اور پھر نکل کر مسجد کی طرف جائے تو وہ دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے کے اندر داخل نہ کرے کیونکہ وہ نماز کی حالت میں ہوتا ہے۔"

شرح

نماز کے آداب بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں۔ کچھ کا تعلق اندرونی کیفیات سے ہے اور کچھ ظاہری حالت سے متعلق ہیں۔ کمال عبودیت کا تقاضا ہے کہ بندہ جب اپنے رب سے حضور کھڑا ہو تو کسی بھی ادب میں کوتاہی نہ ہونے پائے۔ ناکہ پست ہوں اور دل رب ذوالجلال کی ہیبت سے لرزہ بر اندام ہو۔ یوں سمجھے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہوں۔ کم سے کم اتنا یقین دل میں ہونا چاہیے کہ وہ میرے حال سے واقف ہے اور میری کوئی حرکت اور کوئی خیال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

صَلِّ صَلَاةَ مُوقِعٍ، فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ لَا تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ

(صحیح الترغیب والترہیب حدیث نمبر 3350۔ سلسلہ الاحادیث الصحیہ حدیث نمبر 1814۔ مسنن عمرہ)

نماز یوں پڑھا کر جیسے (وہ شخص پڑھتا ہے جسے معلوم ہو جائے کہ وہ ابھی دنیا سے) جانے والا ہے۔ بے شک اگر تو اسے (یعنی اللہ تعالیٰ کو) نہیں دیکھ رہا وہ تو تجھے دیکھتا ہے۔"

نماز کے آداب

نماز بہت بڑی عبادت ہے۔ اس میں مسلمان اپنے دل اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتا ہے تو اسکے لیے مناسب ہے کہ اپنے نفس اور بدن کو تیار کر کے اسکی طرف پیش کرے۔ تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لیے بالکل فارغ ہو اور صحیح طریقے سے ادا کر سکے۔ اس کے لیے اسے نیچے دی گئی چیزوں سے مزین ہونا ضروری ہے۔

1۔ خلوص

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انہیں اسکے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسی کے لیے دین کو خالص رکھیں"

اللہ خالص عمل کے سوا کسی عمل کو قبول نہیں کرتا۔ یعنی نہ اس میں ریا ہو اور نہ ہی شہرت مقصود ہو اور نہ شرک کی کسی قسم میں سے کوئی قسم ہو۔

2۔ مکمل وضو کرنا

اسبغ الوضو کامل اور مکمل طریقے سے وضو کرنا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے "بے شک رسول مہینچہ نے فرمایا "کیا میں تمہاری کسی ایسی چیز کی طرف رہنمائی نہ کروں کہ اللہ اسکے ذریعے گناہوں کو مٹا دے اور اسکے ذریعے درجات کو بلند کر دے"۔ صحابہ نے عرض کی کہ کیوں نہیں تو رسول اللہ نے فرمایا "سخی اور مشقت کے باوجود مکمل وضو

کرتا [الکارہ۔ وہ چیز جو انسان پر گراں گزرے جیسے سردی وغیرہ]، مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھانا یعنی مسجد سے دور ہونے کے باوجود مسجد ہی میں نماز پڑھنا، اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور نفس کو اللہ کی عبادت پر راضی کرنا ہے [الرابط۔ نفس کو اللہ کی عبادت پر مجبور کرنا ہے] [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیے ہے]

3۔ نماز کے لیے جلدی کرنا

وہ نماز کے لیے انتظار کی فضیلت کو پانے کے لیے جلدی نکلتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بے شک رسول ﷺ اللہ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی نماز کا انتظار کرتا ہے تو گویا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے" [اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

4۔ اللہ کا ذکر کرنا

گھر سے نکلتے وقت اللہ کا ذکر کرے اور کہے "بسم اللہ توکلت علی اللہ، ولا حول ولا قوة الا باللہ" [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے]

"اللهم إني أعوذ بك أن أضل أو أُضِل، أو أزل أو أُزَل، أو أظلم أو أُظْلَم، أو أجهل أو يُجهل عليّ" [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے]

اور مسجد کی طرف جاتے ہوئے اللہ کا ذکر کرے اور کہے "اللهم اجعل فی قلبی نوراً، و فی لسانی نوراً، و اجعل فی سمعی نوراً، و اجعل فی بصری نوراً، و اجعل من خلفی نوراً، و من أمامی نوراً، و اجعل من فوقی نوراً، و من تحتی نوراً، اللهم أعطني نوراً" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے]

5۔ سکون اور وقار کے ساتھ نماز کی طرف چلنا

رسول ﷺ اللہ فرماتے ہیں "جب تم اقامت کو سنو تو سکون اور طمانیت کے ساتھ نماز کی طرف چل پڑو اور جلدی نہ کرو اور جتنی نماز پالو، پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسکو پورا کر لو" [یہ حدیث متفق علیہ ہے]

6۔ مسجد میں داخلے کے وقت اللہ کا ذکر کرنا۔

مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنے دائیں پاؤں کو پہلے رکھے اور کہے "أعوذ باللہ العظیم، و بوجہہ الکریم، و سلطانہ القدیم من الشیطان الرجیم" [اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے] "بسم اللہ، و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے] "اللهم افتح لی أبواب رحمتک" [اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے]

مسجد سے نکلتے وقت بائیں پاؤں کو پہلے نکالے اور کہے "بسم اللہ، و الصلاۃ و السلام علی رسول اللہ، اللهم إني أسألك من فضلك، اللهم أعصمني من الشیطان الرجیم" [اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے]

7۔ دور کعتیں پڑھنے سے پہلے نہ بیٹھے۔

رسول ﷺ اللہ فرماتے ہیں "جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسکو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ

۲ [یہ حدیث متفق علیہ ہے]

8۔ انگلیوں کو چٹختنے سے یا ساتھ ساتھ ملانے سے پرہیز کرے۔

رسول منہ پچھتاۓ اندہ فرماتے ہیں "جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اچھی طرح سے وضو کرے۔ پھر دو مسجد کا درمیان کرتے ہوئے مسجد کی طرف نکلے تو اپنی انگلیوں کو نہ ملائے اور نہ چٹختے کیونکہ وہ نماز میں ہے۔" [اس حدیث کو امام داؤد نے روایت کیا ہے]

9۔ ذکر کے ساتھ مشغول رہنا۔

نماز کے انتظار کے وقت ذکر، دعا اور تلاوت قرآن کے ساتھ اس طرح مشغول رہنا کہ دوسرے نماز پڑھنے والوں کو تشویش نہ ہو۔

10۔ نماز میں خشوع و خضوع اختیار کرنا۔

خشوع و خضوع نماز کا گودا اور اس کی روح ہے۔ بغیر خشوع اور خضوع والی نماز ایسے مرد و بدن کی طرح ہے جس میں رون نہ ہو۔

ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "خشوع کی اصل، دل کی نرمی اور اس کی رقت ہے اور اس کا خضوع، جھٹکنا اور دل کی گرمی ہے۔ جب دل کا خشوع ہوگا تو جسم کے باقی اعضاء بھی اس کے تابع ہو گئے کیونکہ وہ دل کے تابع ہیں۔ پس خشوع کا کل دل ہے اور اس کی تعبیر کرنے والی زبان باقی جو ارجح ہیں۔

11۔ اپنی ساری نماز میں نبی منہ پچھتاۓ اکرم کی سنت کو لازم پکڑنا۔

نماز عبادت ہے اس میں اتباع واجب ہے۔ پس ایسا عمل نہ کرے اور نہ کہے جس کو نبی کریم منہ پچھتاۓ نے نہیں کہا ہو۔ کیا۔ آپ منہ پچھتاۓ کے قول کی وجہ سے "تم نماز ایسے پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" [اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے]

نماز کی طرف چلنے کی فضیلت کا بیان

563 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُعَاذٍ بْنُ عَبَّادٍ الْعَنْبَرِيُّ. حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. عَنْ يَحْيَى بْنِ عَطَاءٍ. عَنْ

مُعَبَّدِ بْنِ هُزُمَةَ. عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ. قَالَ: خَضِرَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ الْبُؤْسُ. فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا مَا أَحَدٌ ثَمَّ إِلَّا اخْتَسَابًا. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءِ. ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ لَمْ يَرْفَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ حَسَنَةً. وَلَمْ يَضَعْ قَدَمَهُ الْيُسْرَى إِلَّا حَطَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْهُ سَيِّئَةً فَلْيُقَرِّبْ أَحَدُكُمْ أَوْ لِيُبْعِدْ فَإِنِ اتَى الْمَسْجِدَ. فَصَلَّى فِي جَمَاعَةٍ غُفِرَ لَهُ. فَإِنِ اتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّاهُ بَعْضًا وَبَقِيَ بَعْضٌ صَلَّى مَا أَفْرَكَ وَأَتَمَّ مَا بَقِيَ كَانَ كَذَلِكَ. فَإِنِ اتَى الْمَسْجِدَ وَقَدْ صَلَّاهُ فَأَتَمَّ الصَّلَاةَ كَانَ كَذَلِكَ

❀❀ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں: ایک انصاری کی موت کا وقت قریب آگیا تو اس نے بتایا کہ میں تم لوگوں کو حدیث بیان کرنے لگا ہوں اور میں تمہیں یہ حدیث صرف ثواب کے حصول کے لئے بیان کرنے لگا ہوں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب کوئی شخص وضو کرتے ہوئے اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز کے لئے نکل کر جائے تو جب وہ دایاں قدم اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک نیکی نوٹ کرتا ہے اور جب وہ بایاں قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے۔ اب آدمی کی مرضی ہے کہ وہ قریب سے مسجد میں آئے یا دور سے آئے جب کہ وہ مسجد میں آجاتا ہے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جب وہ مسجد میں آئے اور لوگ کچھ نماز ادا کر چکے ہوں اور کچھ نماز باقی ہو اور وہ شخص اس نماز کو ادا کر لے جو اس کو ملتی ہے اور باقی رہ جانے والی کو بعد میں مکمل کر لے تو یہ اسی طرح ہوگا اگر وہ مسجد میں اس وقت آتا ہے جب لوگ نماز ادا کر چکے تھے تو پھر وہ اپنی نماز کو مکمل ادا کرے تو یہ بھی اس طرح ہوگا (یعنی اس صورت میں بھی اس کی مغفرت ہو جائے گی)۔“

بَابُ فِيمَنْ خَرَجَ يُرِيدُ الصَّلَاةَ فَسَبَقَ بِهَا

باب: جو شخص نماز کے لئے نکلے اور نماز ہو چکی ہو

564- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ طَخْلَاءَ، عَنْ مُخِصِّنِ بْنِ عِلِيٍّ، عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ وَضُوءَهُ، ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا أَعْطَاهُ اللَّهُ جَلًّا وَعَظًّا مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَ هَا لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِمْ شَيْئًا

❀❀ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر وہ (مسجد کی طرف) جائے اور لوگوں کو پائے کہ وہ نماز ادا کر چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو ان لوگوں کی مانند اجر عطا کرے گا جو اس نماز میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے (باجماعت وہ نماز ادا کی تھی) اور ان لوگوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

بَابُ مَا جَاءَ فِي خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ

باب: خواتین کا مسجد جانا

565- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ، وَلَكِنْ لِيَخْرُجْنَ وَهُنَّ تَفْلَاتٌ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو تاہم جب وہ نکلیں تو انہوں نے خوشبو نہ لگائی ہوگی۔“

566 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو۔“

567 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا الْعَوَّامُ بْنُ حَوْشَبٍ، حَدَّثَنِي

حَبِيبُ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَ كُمُ

الْمَسَاجِدِ، وَبَيُوتُهُنَّ خَيْرٌ لَّهُنَّ

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”اپنی عورتوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو ویسے ان کے گھرانے کے لئے زیادہ بہتر ہیں۔“

568 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ مُجَابِدٍ،

قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْنُوا لِلنِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ،

فَقَالَ ابْنُ لَهُ: وَاللَّهِ لَا نَأْذُنُ لَهُنَّ فَيَتَخَذْنَهُ دَعَلًا، وَاللَّهِ لَا نَأْذُنُ لَهُنَّ، قَالَ: فَسَبَّهُ وَغَضِبَ، وَقَالَ:

أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْنُوا لَهُنَّ وَتَقُولُ لَا نَأْذُنُ لَهُنَّ؟

﴿﴾ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”خواتین کو رات کے وقت مساجد میں جانے کی اجازت دے دو۔“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک بیٹے نے ان سے کہا: اللہ کی قسم! ہم تو ان کو اس کی اجازت نہیں دیں گے کیونکہ یہ خرابی کا

ذریعہ بنالیں گی اللہ کی قسم! ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے تو راوی کہتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے برا بھلا کہا اور اس

پر ناراض ہوئے اور بولے: میں یہ بیان کر رہا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ”تم انہیں اجازت دو“ اور تم یہ کہہ رہے ہو کہ

ہم انہیں اجازت نہیں دیں گے۔

566 - اسنادہ صحیح، حماد: هو ابن زيد فيما مضى عليه المزى في "تحفة الاشراف" (7582)، وابو: هو ابن ابي تيممة السخري.

واخرجه البخاري (900)، ومسلم (442) (136) من طريق غيبة الله بن عمر، عن نافع، به، وهو في "مسند احمد" (4655) و (4932)،

و "صحیح ابن حبان" (2209)، واخرجه يحوه البخاري (865) و (873) و (875)، ومسلم (442) (134) و (135) و (137)،

والسائي في "الكبرى" (787)، وابن ماجه (16) من طريق سالم، ومسلم (442) (140) من طريق بلال، كلاهما عن ابیہما عبد الله بن عمر.

واظر ما بعده.

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي ذَلِكَ

باب: اس بارے میں شدید تاکید

569 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: لَوْ أَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخَذَتْ النِّسَاءُ لِمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ يَحْيَى: فَقُلْتُ لِعُمَرَ: أَمْنَعُهُ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟ قَالَتْ: نَعَمْ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: اگر نبی اکرم ﷺ اس صورت حال کو پا لیتے جو بعد میں خواتین نے اختیار کی تو آپ انہیں مسجد میں جانے سے اسی طرح روک دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو اس سے منع کیا گیا تھا۔
یحییٰ نامی راوی کہتے ہیں: میں نے عمرہ نامی خاتون سے دریافت کیا: کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو اس سے منع کر دیا گیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

570 - حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَاصِمٍ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: حَدَّثَنَا هَنَامٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُوَرِّقٍ، عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا
﴿﴾ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔

”عورت کا اپنے گھر کے اندرونی کمرے میں نماز ادا کرنا بیرونی کمرے میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے اور اس کا کوٹھری میں نماز ادا کرنا اندرونی کمرے میں نماز ادا کرنے سے افضل ہے۔“

571 - حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ تَرَكْنَا هَذَا الْبَابَ لِلنِّسَاءِ قَالَ نَافِعٌ: فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ ابْنُ عُمَرَ حَتَّى مَاتَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَهَذَا أَصَحُّ
﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”اگر ہم یہ دروازہ خواتین کے لئے چھوڑ دیں (تو یہ مناسب ہوگا)۔“

نافع کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مرتے دم تک اس دروازے سے مسجد میں داخل نہیں ہوئے۔
(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسماعیل بن ابراہیم نے یہ روایت ایوب کے حوالے سے نافع سے نقل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا (امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں) یہ روایت زیادہ مستند ہے۔

عورتوں کے لئے جہاں ممکن ہو مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے، رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ مخفی کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی نماز سے بہتر ہے، ایک حدیث میں ایک عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں بھی درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بیشک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی، کیونکہ خود رحۃ للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا، احکام نازل ہو رہے تھے، وہ دور مقدس تھا جس کو خیراتِ قرون فرمایا گیا ہے، یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں عورتوں کو جانے سے منع فرمایا، اس کی شکایت حضرت عائشہؓ سے کئی گئی تو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا: اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے، ان وجوہات کی بناء پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کا مسجد میں جانا مکروہ ہے، خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عیدین کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے لئے جائیں۔ یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ﷺ ہو، ہندوستان ہو یا پاکستان، سب کے لئے یہی حکم ہے۔

”امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے ام حمیدہ ساعدیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھا کر دوں۔ آپ نے فرمایا: تو جانتی ہے کہ تیری نماز کوٹھری میں بہتر ہے، تیری اس نماز سے جو تو حجرے میں پڑھے اور حجرہ کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو گھر کے آگن میں ادا کی جائے اور تیری آگن کی نماز بہتر ہے اس نماز سے جو محلہ کی مسجد میں پڑھے اور محلہ کی مسجد میں تیری نماز بہتر ہے اس نماز سے جو جامع مسجد میں ہے۔“

حافظ ابن عبد البر نے استیعاب جلد ۷ ص ۹۱ میں یہ روایت ذکر کی ہے اور اس کے اخیر میں یہ الفاظ زیادہ ہیں:

”وصلوتک فی مسجد قومک خیر لک من صلوتک فی مسجدی قال فامرت فبئنی لہا مسجدا فی اقصى شئ من بیہا اظلم فکان فی فیہ حتی لقیہ اللہ عزوجل“

یعنی ”تیری وہ نماز جو محلہ کی مسجد میں پڑھی جاتی ہے، اس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد میں پڑھی جائے۔“

راوی نے بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سن کر ام حمیدہ ساعدیہؓ نے حکم دیا کہ اس کے لیے گھر کے استہانی اندرونی گوشہ میں (جہاں بہت اندھیرا تھا) مسجد بنائی جائے، چنانچہ اسی مسجد میں وہ آخری دم تک نماز پڑھتی رہی، حتیٰ کہ وہ فوت ہو کر اللہ عزوجل سے ملاتی ہوئی۔ امام شوکانی اس مسئلہ پر بحث کے بعد فرماتے ہیں: صلوتہن علی کل حال فی بیوتہن افضل من صلوتہن فی المساجد۔ یعنی ان نصوص سے ثابت ہوا کہ ہر حال میں عورتوں کی وہ نماز جو گھروں میں پڑھی جاتی ہے اس نماز سے افضل ہے جو مسجدوں میں پڑھی جاتی ہے۔

اب اس وضاحت کے بعد سائل کی صورت مسئلہ کا حکم بھی خوب ظاہر ہو گیا کہ مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ، مسجد جامع، مسجد محلہ جن میں مردوں کے لیے (بہ نسبت گھروں میں نماز پڑھنے کے کئی درجے فضیلت ہے) عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنا

ان تمام مسجدوں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ عورت کے لیے ستر اور مردوں سے اخفاء ضروری ہے، وہ جس قدر بھی پایا جائے گا نماز میں فضیلت پائی جائے گی۔

باقی رہا، حج بیت اللہ اور زیارت مسجد نبوی ﷺ کا وقتی مسئلہ سو اس میں یہ سمجھنا چاہیے کہ حج و عمرہ میں طواف کرنا ضروری ہے تو لا محالہ بیت اللہ اور حرم میں جانا پڑے گا، تو حج اور عمرہ کرنے والی عورت مسجد میں جانا چاہیے اسی طرح جو عورت مسجد نبوی ﷺ میں گئی اور اس کا ارادہ روضہ نبوی ﷺ کی زیارت کا بھی ہے تو وہاں پہنچنے پر اس کو مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے کا درجہ حاصل کرنا چاہیے، یہ ایک وقتی بات ہے، ہاں جب مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں مقیم ہو جائے تو اس کی قیام گاہ ان شہروں میں کسی جگہ مقرر ہوگئی، پھر اس کو اپنی پردہ دار قیام گاہ ہی میں نماز پڑھنا افضل ہے، ہاں کسی وقت ان مسجدوں کا ثواب لینے کے لیے جائے تو یہ جائز ہے مگر افضل اپنے گھر اور قیام گاہ ہی میں ہے نبی اکرم ﷺ نے ام حمید ساعدیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ساتھ جماعت مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے سے افضل اس نماز کو بتایا جو گھر کے کسی گوشہ میں پڑھی جاتی ہے، جس پر ام حمید رضی اللہ عنہا نے عمل کیا اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنی ترک کر دی۔

بَابُ السَّعْيِ إِلَى الصَّلَاةِ

باب: نماز کے لئے دوڑ کر جانا

572 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ. حَدَّثَنَا عَنَبَسَةُ. أَخْبَرَنِي يُونُسُ. عَنِ ابْنِ شِهَابٍ. أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ. وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ. أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا أُقْبِنَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْثُرَهَا تَسْعَوْنَ. وَأَتَوْهَا تَمْشُونَ. وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا. وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ الزُّبَيْدِيُّ. وَابْنُ أَبِي ذَنْبٍ. وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ. وَشُعَيْبُ بْنُ أَبِي حَمْزَةَ. عَنِ الزُّهْرِيِّ. وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتُوا. وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ: عَنِ الزُّهْرِيِّ وَحَدَّثَهُ: فَأَقْضُوا. وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. وَجَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ. عَنِ الْأَعْرَجِ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: فَأَتُوا. وَابْنُ مَسْعُودٍ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَأَبُو قَتَادَةَ. وَالْأَسَدُ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

572- حدیث صحیح، عبسہ - وہو ابن یونس الا یلی، وان کان ضعیفاً - قد توابع، وباقی رجالہ لقات. یونس: وہو ابن یزید الا یلی، وابن شہاب: وہو الزہری. واخرجه البخاری (636) و (908) من طریق ابن ابی ذئب، ومسلم (602) (151)، وابن ماجہ (775) من طریق ابراہیم بن سعد، کلاهما عن الزہری، بهذا الاسناد. واخرجه البخاری (908) من طریق شعیب بن ابی حمزہ، ومسلم (602) (151) من طریق یونس، والترمذی (327) من طریق معمر، ثلاثهم عن الزہری، عن ابی سلمة، به. واخرجه مسلم (602) (151)، والترمذی (329)، والسنائی فی "الکبری" (936) من طریق سفیان بن عیینہ، والترمذی (328) من طریق معمر، کلاهما عن الزہری، عن سعید، به. ورواہ ابن عبسہ عند السنائی بلفظ: "فأقضوا"، اما مسلم والترمذی فلم یذكر اللفظ روايته. وهو فی "مسند احمد" (7250) و (7252)، و "صحیح ابن حبان" (2145) و (2146). واخرجه مسلم (602) (152) من طریق عبد الرحمن بن یعقوب، و (153) من طریق همام بن منبه، کلاهما عن ابی هريرة. وانظر "شرح السنة" 3202، و "فتح الباری" 119.2

وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ قَالُوا: فَأَتُوا

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جب نماز کے لئے اقامت کہہ دی جائے تو تم دوڑتے ہوئے اس کی طرف نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے اس کی طرف آؤ تم

پر سکون اختیار کرنا لازم ہے جو نماز تمہیں ملے اسے ادا کر لو اور جو گزر چکی ہو اسے (بعد میں) مکمل کر لو۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زبیدی ابن ابی ذئب، ابراہیم بن سعد، معمر، شعیب بن ابو حرزہ نے زہری کے حوالے سے

یہ روایت اسی طرح نقل کی ہے۔ ”جو گزر چکی ہو اسے مکمل کر لو۔“

صرف ابن عیینہ نے زہری کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”اسے قضا کر دو۔“

محمد بن عمرو نے ابوسلمہ کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے جبکہ جعفر بن ربیعہ نے اعرج کے

حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں: ”اسے مکمل کر دو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے جبکہ حضرت ابوقادحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

نبی اکرم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ان تمام حضرات نے یہی الفاظ نقل کئے ہیں: ”اسے مکمل کر دو۔“

نماز کی طرف سکون سے آنے کا بیان

573 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ سَعْدِ بْنِ ابِرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا

سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اتُّبُوا الصَّلَاةَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ، فَصَلُّوا

مَا آذَرَكُمُ وَأَقْضُوا مَا سَبَقَكُمْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَا قَالَ ابْنُ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَلِيَقْضَ. وَكَذَا قَالَ أَبُو رَافِعٍ: عَنْ أَبِي

هُرَيْرَةَ، وَأَبُو ذَرٍّ رَوَى عَنْهُ: فَأَتُوا، وَأَقْضُوا وَاخْتَلَفَ فِيهِ

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”نماز کے لئے جب آؤ تو تم پر سکون اختیار کرنا لازم ہے جو نماز تمہیں ملے اسے ادا کر لو اور جو گزر چکی ہو اسے پورا کر دو۔“

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن سیرین نے یہ الفاظ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کئے ہیں

”اسے چاہئے کہ وہ اسے پورا کر لے“

ابورافع نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں جبکہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ

نقل کئے گئے ہیں ”تم اسے مکمل کر لو اور تم اسے قضا کر لو“ (یعنی پوری کر لو) ان الفاظ کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔

بَابُ فِي الْجَمْعِ فِي الْمَسْجِدِ مَرَّتَيْنِ

باب: ایک ہی مسجد میں دو مرتبہ جماعت ہونا

574 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا وَهْبٌ، عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَسَدِيِّ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ، عَنْ

أَبْنِ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ رَجُلًا يُصَلِّي وَخَدَّهُ. فَقَالَ: أَلَا رَجُلٌ يَتَصَدَّقُ عَلَى هَذَا فَيُصَلِّي مَعَهُ

❦❦ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو تنہا نماز ادا کرتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: کیا کوئی شخص اسے صدقہ دے گا کہ وہ اس کے ساتھ نماز ادا کر لے۔

شرح

اگر اس مسجد میں امام اور مؤذن متعین ہیں اور وہ محلہ کی مسجد ہے تو اس مسجد کی حدود میں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے اور اگر امام و مؤذن متعین نہیں ہیں یعنی راستے کی مسجد ہے تو اس مسجد میں دوسری جماعت کرنا جائز ہے۔

وَإِذَا لَمْ يَكُنْ لِلْمَسْجِدِ إِمَامٌ وَ مُؤَذِّنٌ رَأَتْ بِلَا يَكْرَهُ تَكَرُّارُ الْجَمَاعَةِ فِيهِ بِأَذَانٍ وَأَقَامَةٍ بَلْ هُوَ ذِكْرٌ قَاضِيخَانٍ أَمَّا لَوْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ وَ مُؤَذِّنٌ مَعْلُومٌ فَيَكْرَهُ تَكَرُّارُ الْجَمَاعَةِ - فِيهِ بِأَذَانٍ وَأَقَامَةٍ عِنْدَنَا - (کبیری ص ۵۶۸)

ایک مسجد میں جماعت ثانی سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

ایک ہی مسجد میں دوبارہ جماعت کرانے کا جواز صحیح احادیث میں موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام اور فقہاء محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل رہا ہے۔ سنن ابوداؤد میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ایسا کوئی آدمی نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ (سنن ابوداؤد ۱۱۵۷/۱۵۷، ترمذی ۱۱/۳۱۷)

ترمذی میں یہ الفاظ مروی ہیں: تم میں سے کون شخص ہے جو اس کے ساتھ اجرت میں شریک ہو؟ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھی۔

یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے اور مسند احمد ۲۳/۵۵، ۵۴۵، ۸۸۵۔ سنن درامی ۱/۳۱۸، مستدرک حاکم، علی بن حزم ۴/۲۳۸۔ امام حاکم نے مستدرک حاکم میں اس روایت کو صحیح کہا ہے اور تلخیص میں امام ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے۔ علامہ زیلعی حنفی نے صبر رایہ میں اور علامہ سیوطی نے فوت المحدثی میں لکھا ہے کہ جس آدمی نے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کی تھی وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ مسجد میں جائز ہے اور اگر کوئی شخص اس وقت مسجد میں آجائے جب جماعت ہو چکی ہو تو وہ دوبارہ کسی کے ساتھ مل کر جماعت کی صورت میں نماز ادا کرے تو یہ صحیح شروع اور جائز ہے اور آپ ﷺ کے الفاظ (ایکم یتجر علی هذا الا رجل یتصدق علی هذا) اس پر شاہد ہیں۔

574- اسنادہ صحیح. وهيب: هو ابن خالد، وسليمان الاسود: هو ابو محمّد الناجي، وابو المعوكل: هو علي بن داود الناجي. واحمره

الترمذی (218) من طريق سعيد بن ابی عروبہ، عن سليمان الناجي، بهذا الاسناد. وقال: حديث حسن. وهو في "مسند احمد" (11019) و

(11613)، و"صحیح ابن حبان" (2397-2399)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس حدیث کا یہی مفہوم سمجھا اور وہ دوسری جماعت کے قائل و فاعل تھے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ:

سیدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے جماعت فوت ہو چکی تھی تو انہوں نے اذان و اقامت کی اور جماعت سے نماز پڑھی۔ ان کا یہ اثر ابن شیبہ ۱/ ۱۱۴۸۱۳۸ یو یعلیٰ اور بیہقی میں موصولاً مروی ہے اس کی سند صحیح ہے۔

ایک مسجد میں دوسری جماعت کروانے کے متعلق سلف صالحین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض ائمہ مثلاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دوسری جماعت کرنا جائز ہے جبکہ امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، اور اصحاب الرائے وغیرہ کا موقف یہ ہے کہ دوسری جماعت مکروہ ہے۔

امام شافعی کا کہنا ہے کہ جس مسجد میں امام اور مؤذن مقرر ہوں وہاں دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اگر جماعت کرالیں تو کفایت کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب الام للشافعی (۱/۱۳۶، ۱۳۷) جبکہ اصحاب الرائے احناف کا کہنا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامی وغیرہ میں مذکور ہے۔

فریق اول کے دلائل درج ذیل ہیں

پہلی دلیل:

ابو سعید خدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا جو مسجد میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون اس کے ساتھ تجارت میں شریک ہوگا کہ اس کے ہمراہ نماز ادا کرے۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہوا جب جماعت ہو چکی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز ادا کرے؟ لوگوں میں سے ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اس کے ساتھ نماز ادا کی۔

جنتی میں ہے کہ ابو بکر نے اس کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ملاحظہ ہو) (المعنی لابن جبارود) (۳۳۰) ابوداؤد، (۵۷۳) ترمذی (۲۲۰) تباری ۱۱/ ۲۵۸، مسند احمد ۳۳/ ۳۲/ ۵۰۸۸۵۰، ۶۳/ ۴۵۰، مسند ابی یعلیٰ ۲۴/ ۱۳۲۱ ابن حبان (۱۳۶۲، ۴۳۷، ۴۳۸)، طبرانی معجم ۱۱/ ۲۱۸۶۸، ۲۳۸۳) بیہقی ۳۳/ ۶۹، الحلی ۳۴/ ۲۳۸۲۸، حاکم ۱۱/ ۲۰۹، شرح السنۃ ۳۳/ ۳۴۳۶ ابن ابی شیبہ ۲۲/ ۳۲۲۶۶، ابن خزیمہ (۱۱۳۲۲)، نصب الراية ۲۶/ ۵۷ (التدوین فی اخبار قوین للرافعی ۲۲/ ۲۵۸)

یہی حدیث انس بن مالک سے سنن دارقطنی ۱۸/۲۷۷ میں مروی ہے جس کے بارے میں علامہ نیوی خشی نے آثار السنن ۱۸/۲۶۷ لکھا اسنادہ صحیح علامہ زیلعی نے نصب الراية میں ۲۲/۵۸۸ پر لکھا (و مسندہ جیداً) اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کو امام ترمذی نے حسن، یا امام حاکم و امام ذہبی اور امام ابن حزم رحمہ اللہ نے صحیح کہا

ایک دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لی ہو، اس کیلئے جائز ہے کہ وہ دوسری مرتبہ دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کر لے۔ اسی طرح

چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے تو آپ ﷺ اپنے گھر چلے گئے، آپ ﷺ نے گھر والوں کو جمع کیا، پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی۔

(الکامل لابن عدی ۶۶/۳۲۹۸، مجمع الزوائد ۲۲/۳۸۸، طبرانی الأوسط ۲۳۹۳۹/۱۳) علامہ البانی نے اس سند کو حسن قرار دیا ہے تمام المصنف ۱۱/۱۵۵۰ اور علامہ بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس کو طبرانی نے مجہم کبیر و اوسط میں بیان کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اس سے یہ دلیل کی جاتی ہے کہ اگر دوسری جماعت بلا کراہت جائز ہوتی ہے تو نبی ﷺ مسجد کی فضیلت کو ترک نہ کرتے یعنی مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی فضیلت عام مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہت زیادہ ہے۔

اولاً: مولانا عبید اللہ مبارک پوری اس کے بارے میں فرماتے ہیں اس حدیث سے دوسری جماعت کی مکروہیت پر دلیل پکڑنا محل نظر ہے۔ اسلئے کہ یہ حدیث اس بارے میں نص نہیں کہ آپ ﷺ نے ان کے گھر میں نماز پڑھائی ہو بلکہ اس بات کا بھی احتمال موجود ہے کہ آپ نے انہیں نماز مسجد میں پڑھائی ہو۔ آپ ﷺ کا گھر کی طرف جانا گھر والوں کو جمع کرنے کیلئے تھا، نہ کہ گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں حدیث اس مسجد میں جس کا موذن و امام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر میں جماعت کروانے کیلئے، تو اس صورت میں یہ حدیث اس مسجد میں جس کا موذن و امام متعین ہو، دوسری جماعت کے استحباب کی دلیل ہوگی۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو گھر میں ہی جماعت کرائی تو اس سے مسجد میں دوبارہ جماعت کی کراہت ثابت نہیں ہوتی بلکہ انتہائی آخری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ایسی مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہو تو اس کو چاہئے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھے بلکہ اس سے نکل کر گھر چلا جائے تو گھر میں اپنے اہل کے ساتھ نماز پڑھے۔

بہر حال اس کیلئے مسجد میں دوسری جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مکروہ کہنا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ یہ حدیث کے بعد میں آنے والے اکیلے آدمی کی اس مسجد میں نماز کی کراہت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر اس حدیث سے مسجد میں دوبارہ جماعت کے مکروہ ہونے پر دلیل کی جائے تو پھر اس سے یہ بھی ثابت ہوگا کہ اکیلے بھی اس مسجد میں نماز نہ پڑھے۔

(مرقاۃ ۴/۱۰۵)

ثانیاً: اگرچہ علامہ البانی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے مگر یہ محل نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں بقیہ بن الولید مدلس راوی ہیں اور یہ تدلیس التسلو یہ کرتا ہے جو کہ انتہائی بڑی تدلیس ہے اور اس کی تصریح بالسمع مسلسل نہیں ہے۔

دوسری دلیل: ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ علقمہ اور اسود عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد کی طرف آئے تو لوگ انہیں اس حالت میں ملے کہ انہوں نے نماز پڑھ لی تھی تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے ساتھ گھر کی طرف چلے گئے، انہوں نے ایک کو دائیں جانب اور دوسری کو بائیں جانب کیا پھر ان کو نماز پڑھائی۔

(عبد الرزاق ۳۸۳۸۳/۲۲، طبرانی کبیر ۳۰۹/۲۲، ۹۴۳۸۰۳۸۰)

اس روایت کی سند میں حماد بن ابی سلیمان ہیں جو غلط اور مدلس تھے۔ ملاحظہ ہو طبقات المدلسین ۳۰ اور یہ روایت معصن ہے اور مدلس کی عن عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ نیز حماد کے اختلاف ہے نقل تین راویوں کی روایت حجت ہوتی ہے۔ علامہ

یعنی فرماتے ہیں:

حماد بن ابی سلیمان کی وہ روایت قبول کی جائے جو اس سے قدماء یعنی اختلاط سے پہلے والے راویوں کی روایات ہوگی جیسے شعبہ، سفیان ثوری اور ہشام دستوائی اور جو ان کے علاوہ اس سے روایت کریں وہ بعد از اختلاف ہے۔

تقریباً یہی بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے منقول ہے۔ ملاحظہ ہو شرح علل ترمذی لابن رجب ص ۲۶۶ وغیرہ اور یہ روایت حماد سے معمر نے بیان کی ہے لہذا یہ بھی قابل حجت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں شاگردوں کوئی دائیں بائیں کھڑا کر کے جماعت کروائی اور یہ بات احناف کو مسلم نہیں جیسا کہ محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار ص ۶۶۹ مترجم میں ذکر کیا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اوپر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسجد میں دوبارہ جماعت کروانا صحیح سند کے ساتھ نقل ہوا ہے۔ لہذا مذکورہ بالا توضیحات سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت میں کراہت کے بارے میں کوئی صحیح روایت موجود نہیں بلکہ صحیح روایت سے دوسری جماعت کا جواز نکلتا ہے۔ اور یہی جواز والا مذہب اقرب الی الصواب ہے۔ مولانا عبدی اللہ رحمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ہمارے نزدیک راجح قول یہ ہے کہ جو آدمی مسجد میں اس حال میں پہنچا کہ امام معین کے ساتھ نماز ادا ہو چکی ہو اور اس نے وہ نماز نہیں پڑھی اور عذر کی بناء پر اس کی جماعت فوت ہو گئی تو اس کیلئے جائز و مباح ہے کہ وہ جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کر لے۔

بہر صورت یہ یاد رہے کہ بغیر عذر کے جماعت سے پیچھے رہنا اور خواہ مخواہ سستی اور کاہلی کا شکار ہو کر دوسری جماعت کا رواج ڈالنا درست نہیں کیونکہ دوسری جانب جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بہت تاکید وارد ہوئی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے تھے کہ مومنوں کی نماز اکٹھی ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مجھ یہ پسند ہے کہ مومنوں کی نماز ایک ہو یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ آدمیوں کو محلوں میں پھیلا دوں اور وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دیں۔

اس کے علاوہ بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تاکید میں کئی ایک احادیث صحیحہ صریحہ وارد ہوئی ہیں جن سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہمیں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ سوائے عذر شرعی کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے کیونکہ اگر ہم گھر سے نماز باجماعت کے ادارے سے نکلے ہیں اور ہمارے آتے آتے نماز فوت ہو جاتی ہے تو مسجد میں آکر ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر چل پڑا (مسجد کی طرف) اُس نے لوگوں کو پایا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی ہے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو نماز باجماعت ادا کرنے اور اس میں حاضر ہونے والے کی طرح اجر دے گا۔ ان کے اجر سے کچھ کمی نہیں کرے گا۔

(سنن ابوداؤد (۵۵۶۳)، نسائی ۱۱۱۱/۲۴، شرح السنۃ ۳۳/۳۳۲، مستدرک ۱۸/۲۰۸۸، امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ منہ احمد ۲/۸۰، تاریخ کبیر للبخاری ق ۲، ج ۸۸ ص ۴۶۲۶)

یہ روایت حسن ہے۔ نیل المقصود (۵۶۳۴) اور اس کا ابوداؤد میں ایک شاہد بھی ہے۔ ملاحظہ ہو (۵۶۳) لہذا بغیر عذر شرعی

کے جماعت سے پیچھے نہیں رہنا چاہئے اور اگر کسی عذر کی بنا پر جماعت سے رہ گیا تو اور افراد کے ساتھ مل کر دوسری جماعت کرائی تو بلا کراہت جائز ہے۔

بَابُ فِيَمَنْ صَلَّى فِي مَنْزِلِهِ ثُمَّ أَذْرَكَ الْجَمَاعَةَ يُصَلِّي مَعَهُمْ
باب: جو شخص اپنے گھر میں نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ جماعت کو پالے
تو وہ ان لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرے

575 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي يَعْلَى بْنُ عَظَامٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ غُلَامٌ شَابٌّ، فَلَمَّا صَلَّى إِذَا رَجُلَانِ لَمْ يُصَلِّيَا فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَدَعَا بِهِمَا فَبَيَّحَ بِهِمَا تَزَعُدُ فَرَأَيْتُهُمَا، فَقَالَ: مَا مَنَعَكُمَا أَنْ تُصَلِّيَا مَعَنَا؟ قَالَا: قَدْ صَلَّيْنَا فِي رَحَائِنَا، فَقَالَ: لَا تَفْعَلُوا، إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي رَحْلِهِ ثُمَّ أَذْرَكَ الْإِمَامَ وَلَمْ يُصَلِّ، فَلْيُصَلِّ مَعَهُ فَإِنَّهَا لَهُ نَافِلَةٌ.

جابر بن یزید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ اس وقت ایک نوجوان شخص تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا کر لی تو مسجد کے کونے میں دو آدمی موجود تھے جنہوں نے (نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں) نماز ادا نہیں کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو بلوایا۔ انہیں لایا گیا تو ان کے جسم کا نپ رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا: تم نے ہمارے ساتھ نماز ادا کیوں نہیں کی؟ ان دونوں نے عرض کی: ہم نے اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کر لی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم ایسا نہ کرو۔ جب کوئی شخص اپنی رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ امام کو ایسی حالت میں پائے کہ اس نے ابھی نماز ادا نہ کی ہو تو اس شخص کو امام کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے یہ نماز اس شخص کے لئے نفل نماز ہو جائے گی۔

576 - حَدَّثَنَا ابْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ يَعْلَى بْنِ عَظَامٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بَيْنِي بَيْنَهُمَا، جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ اسے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں منیٰ میں فجر کی نماز ادا کی۔ (اس کے بعد سابق حدیث ہے)

577 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى، عَنْ سَعِيدِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ نُوحِ بْنِ صَعَصَعَةَ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ عَامِرٍ، قَالَ: جِئْتُ وَالنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فَجَلَسْتُ وَلَمْ أَذْخُلْ مَعَهُمْ فِي الصَّلَاةِ، قَالَ: فَانْصَرَفَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَى يَزِيدَ جَالِسًا، فَقَالَ: أَلَمْ تُسَلِّمْ يَا يَزِيدُ، قَالَ: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَدْ أَسَلَمْتُ، قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ أَنْ تَدْخُلَ مَعَ النَّاسِ فِي صَلَاتِهِمْ؟ قَالَ: إِنِّي كُنْتُ قَدْ صَلَّيْتُ فِي مَنْزِلِي وَأَنَا أَحْسِبُ أَنْ قَدْ صَلَّيْتُكُمْ، فَقَالَ: إِذَا جِئْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَوَجَدْتَ

النَّاسَ فَصَلَّ مَعَهُمْ وَإِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ تَكُنْ لَكَ نَافِلَةٌ وَهَذِهِ مَكْتُوبَةٌ

❁❁ حضرت یزید بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں آیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں بیٹھ گیا میں ان لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوا۔ راوی کہتے ہیں: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ کیا تو آپ نے حضرت یزید کو (جماعت سے الگ تھلک) بیٹھے دیکھا تو آپ نے دریافت کیا: اے یزید! کیا تم مسلمان نہیں ہوئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: پھر تم نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کیوں نہیں کی؟ انہوں نے عرض کی: میں اپنے رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہوں۔ میرا یہ خیال تھا کہ آپ لوگ نماز ادا کر چکے ہو گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کی طرف آؤ اور لوگوں کو (نماز پڑھتے ہوئے) پاؤ تو ان کے ساتھ نماز ادا کرو اگرچہ تم پہلے نماز ادا کر چکے ہو۔ تو وہ تمہارے لئے نفل نماز ہوگی اور تمہارے لئے فرض ہوگی۔

578 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: قَرَأْتُ عَلَى ابْنِ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَمْرُو، عَنْ بُكَيْرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ عَفِيفَ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْمُسَيَّبِ، يَقُولُ: حَدَّثَنِي رَجُلٌ، مِنْ بَنِي أَسَدٍ بْنِ خُزَيْمَةَ، أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ، فَقَالَ: يُصَلِّي أَحَدُنَا فِي مَنْزِلِهِ الصَّلَاةَ، ثُمَّ يَأْتِي الْمَسْجِدَ وَتُقَامُ الصَّلَاةُ فَأُصَلِّي مَعَهُمْ فَأَجِدُ فِي نَفْسِي مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَقَالَ أَبُو أَيُّوبَ: سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: ذَلِكَ لَهُ سَهْمٌ جَمْعٌ

❁❁ عَفِيف بن عمرو بیان کرتے ہیں: بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے یہ بات بتائی کہ اس نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا: کیا ہم سے کوئی ایک شخص جب اپنے رہائشی جگہ پر نماز ادا کر چکا ہو اور پھر وہ مسجد میں آئے اور نماز قائم ہو چکی ہو تو کیا مجھے ان کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے؟ اس بارے میں میرے ذہن میں کچھ الجھن ہے تو حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اس کے لئے مجموعے کا حصہ ہوگا۔ (یعنی اسے دونوں نمازوں کا ثواب ملے گا)

بَابُ إِذَا صَلَّى فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ أَدْرَكَ جَمَاعَةً أُخْرَى

باب: جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ نماز ادا کر چکا ہو پھر اگر وہ (نماز) باجماعت کو پائے تو کیا

وہ (نماز کا) اعادہ کرے گا؟

579 - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ يَغْنِي مَوْلَى مَيْمُونَةَ، قَالَ: أَتَيْتُ ابْنَ عُمَرَ عَلَى الْبَلَاطِ وَهُمْ يُصَلُّونَ، فَقُلْتُ: أَلَا تُصَلِّي

578 - اسادہ ضعیف لاہام الرجل من بني اسد، وبالي رجاله ثقات. عمرو: هو ابن العارث، وبكير: هو ابن عبد الله بن الاشج. واخرجه الطبرانی في "الكبير" (3998)، والمزني في ترجمة عفيف بن عمرو من "تهذيب الكمال" 18320/ من طريق عبد الله بن وهب، بهذا الاسناد. واخرجه مالك في "الموطأ" 1331 - ومن طريقه البيهقي 3002 - عن عفيف ابن عمرو، به موقوفاً. واخرجه الطبرانی في "الكبير" (3997)، وفي "الوسط" (8683)

مَعَهُمْ، قَالَ: قَدْ صَلَّيْتُ، اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: لَا تُصَلُّوا صَلَاةً فِي يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ

﴿﴾ ﴿﴾ سلیمان بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ان کی بیٹھک میں حاضر ہوا تو وہ لوگ نماز ادا کر رہے تھے میں نے دریافت کیا: کیا آپ ان کے ساتھ نماز ادا نہیں کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نماز ادا کر چکا ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”ایک ہی دن میں ایک نماز دو مرتبہ ادا نہ کرو۔“



بَابُ فِي جَمَاعِ الْإِمَامَةِ وَفَضْلِهَا

باب: امامت اور اس کی فضیلت سے متعلق مجموعہ ابواب

580 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْمَهْرِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَبْرٍ، عَنْ أَبِي ثَوْبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ حَرْمَلَةَ، عَنْ أَبِي عَالِيَةَ الْهَمْدَانِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ أَمَرَ النَّاسَ فَأَصَابَ الْوَقْتُ فَلَهُ وَلَهُمْ، وَمَنْ انْتَقَصَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا فَعَلَيْهِ وَلَا عَلَيْهِمْ.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص لوگوں کی امامت کرے اور وقت پر (نماز ادا کرے) تو اسے اور ان لوگوں کو ثواب ملے گا جو شخص اس میں کوئی کوتاہی کرے تو اس کا وبال (اس امام) پر ہوگا لوگوں پر نہیں ہوگا۔“

بَابُ فِي كَرَاهِيَةِ التَّدَافُعِ عَلَى الْإِمَامَةِ

باب: آدمی کا صف تک پہنچنے سے پہلے رکوع میں چلے جانا

581 - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ الْأَزْدِيِّ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ، حَدَّثَنَا ثَوْبٌ، عَنْ عُقْبَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ قَزَارَةَ مَوْلَاةٍ لَهُمْ، عَنْ سَلَامَةَ بِنْتِ الْحَزْ، أُخْتِ خَوْشَةَ بِنِ الْخَزْزَارِيِّ، قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يَتَدَافَعَ أَهْلُ السُّجُودِ لَا يَجِدُونَ إِمَامًا يُصَلِّي بِهِمْ.

سیدہ سلامہ بنت خزرج حضرت خروشا بن خزار بنی ہاشم کی بہن ہیں وہ بیان کرتی ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ بات ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”قیامت (قریب ہونے) کی نشانیوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اہل مسجد ایک دوسرے کو پیچھے کریں گے۔ انہیں کوئی امام نہیں ملے گا جو انہیں نماز پڑھاوے۔“

بَابُ مَنْ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

باب: امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

582 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ رَجَاءٍ، سَمِعْتُ أَوْسَ بْنَ

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَتَذَكَّرْتُ فِي بَعْضِ التَّلَاقِ عَنْ شُعْبَةَ أَنَّ مَهْمُ قِرَاءَةَ
الْحَدِيثِ أَنْ تَكُونَ فِيهِ سَكَنٌ وَبَهْهَةٌ تَقُولُ بِهِ جَسْرٌ يَأْتِيهِ قِرَاءَتُهُ
فِي الْفَتْحِ فِي يَدِهِ فَتَكُونُ فِيهِ جَسْرٌ فِي يَدِهِ مَتَدَانَةٌ

(امام ابو داؤد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حدیث کی تلاوت میں سہولت اور سہولت سے پڑھنا چاہیے جس میں یہ آواز
تسلسل سے آتے ہیں اور سہولت سے پڑھنا چاہیے۔)

584 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ
رَجَاءٍ عَنْ أَوْسِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ سَيْفِ بْنِ أَبِي مَسْعُودٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ
الْحَدِيثِ قَالَ فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالشُّعْرِ فَإِنْ كَانُوا فِي الشُّعْرِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ
بِهِمْ وَلَمْ يَقُلْ فَإِنْ كَانُوا سَوَاءً

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَتَذَكَّرْتُ فِي بَعْضِ التَّلَاقِ عَنْ شُعْبَةَ أَنَّ مَهْمُ قِرَاءَةَ
الْحَدِيثِ أَنْ تَكُونَ فِيهِ سَكَنٌ وَبَهْهَةٌ تَقُولُ بِهِ جَسْرٌ يَأْتِيهِ قِرَاءَتُهُ
فِي الْفَتْحِ فِي يَدِهِ فَتَكُونُ فِيهِ جَسْرٌ فِي يَدِهِ مَتَدَانَةٌ

اس روایت میں برابر ہیں تو جو شخص سنت کا زیادہ عالم ہو (دولامت کرے) اگر وہ سنت کے حوالے سے برابر
ہوں تو جو شخص جہت میں قدم ہو (دولامت کرے)۔
اس روایت نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے: جو قرأت میں قدم ہو۔
(امام ابو داؤد نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حدیث کی تلاوت میں سہولت اور سہولت سے پڑھنا چاہیے جس میں یہ آواز
تسلسل سے آتے ہیں اور سہولت سے پڑھنا چاہیے۔)

امام مسجد کو پڑھنے سے سہولت کرنے کا بیان

585 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا حَبَّادٌ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ لَنَا
بِحَاضِرٍ يَمُزُّ بَيْنَ النَّاسِ إِذَا أَكَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوا إِذَا رَجَعُوا مَرُّوا بَيْنَنَا فَأَخْبَرُونَا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَذَا وَكَذَا وَكُنْتُ عَلَامًا حَافِظًا فَحَفِظْتُ مِنْ ذَلِكَ قُرْآنًا كَثِيرًا
فَانْطَلَقَ ابْنِي وَإِذَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَفَرٍ مِنْ قَوْمِهِ فَعَلَّمَهُمُ الصَّلَاةَ فَقَالَ:
يُؤْمَلُكُمْ أَقْرَبُكُمْ وَكُنْتُ أَقْرَبَهُمْ لِمَا كُنْتُ أَحْفَظُ فَقَدَّمُونِي فَكُنْتُ أَوْفَهُمْ وَعَلَى بُرْدَةٍ لِي صَغِيرَةٍ
صَفْرَاءُ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ تَكَشَّفَتْ عَنِّي فَقَالَتْ: امْرَأَةٌ مِنَ النِّسَاءِ وَارُوا عَنَّا عَوْرَةَ قَارِئِكُمْ
فَأَشْكُرُوا لِي قَبِيضًا عُمَانِيًّا فَمَا قَرِحْتُ بِشَيْءٍ بَعْدَ الْإِسْلَامِ قَرِيءٍ بِهِ فَكُنْتُ أَوْفَهُمْ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ
سِنِينَ أَوْ ثَمَانِ سِنِينَ

584 - اسناد صحیح، الاعمش: هو سليمان بن مهران، واخرجه مسلم (673) (290)، والترمذی (232) و (2977)، والشیخ فی
"الکبری" (857) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد، ورواه الترمذی فی الموضع التامی مختصرة، وانظر ما سلف به رقم (582).

﴿﴾ عمرو بن سلمہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک عام گزرگاہ کے قریب رہا کرتے تھے۔ لوگ ہمارے پاس سے گزرتے تھے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے جب وہ واپس جاتے تھے تو ہمارے پاس سے گزرتے تھے تو ہمیں بتاتے تھے کہ اللہ کے رسول نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔ میں ایک ذہین لڑکا تھا۔ میں نے اس طرح قرآن کا بہت سا حصہ یاد کر لیا میرے والد اپنی قوم کے کچھ افراد کے ہمراہ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی اکرم ﷺ نے انہیں نماز کا طریقہ تعلیم دی اور یہ ارشاد فرمایا: تمہاری امامت وہ شخص کرے جو قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

(راوی بیان کرتے ہیں:) میں اپنے لوگوں میں قرآن کا سب سے زیادہ علم رکھتا تھا کیونکہ میں نے سب سے زیادہ چیزیں یاد کی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا میں ان کی امامت کیا کرتا تھا۔ میرے جسم پر زور رنگ کی ایک چھوٹی سی چادر ہوتی تھی جب میں سجدے میں جاتا تھا تو میرا جسم بے پردہ ہو جاتا تھا تو ایک خاتون نے کہا: اپنے قاری صاحب کی شرمگاہ کو ڈھانپ دو تو لوگوں نے میرے لئے ایک عمامی قمیص خریدی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے اور کسی چیز سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس بات پر ہوئی میں جس وقت ان لوگوں کی امامت کرتا تھا۔ اس وقت میری عمر سات یا آٹھ سال تھی۔

586- حَدَّثَنَا النُّعْمَانِيُّ، حَدَّثَنَا زُبَيْرٌ، حَدَّثَنَا عَاصِمٌ الْأَخْوَلُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ، بِهَذَا الْخَبَرِ.

قَالَ: فَكُنْتُ أَوْمَهُمْ فِي بُرْدَةٍ مُوَصَّلَةٍ فِيهَا فَتَقٌ فَكُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ خَرَجَتْ اسْتَبَقِي

﴿﴾ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ عمرو بن سلمہ کے حوالے سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ ہیں:

”میں ایک ایسی چادر اوڑھ کر ان کی امامت کرتا تھا جس میں پہنڈ لگے ہوئے تھے اور اس میں ایک حور اخ بھی تھا۔

میں سجدے میں جاتا تھا تو میری شرمگاہ ظاہر ہو جاتی تھی۔“

587- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَزْمِيِّ، حَدَّثَنَا عَمْرِو بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ

أَبِيهِ، أَنَّهُمْ وَقَدُوا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَرَادُوا أَنْ يَنْصَرِفُوا، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ

يُؤْمِنُنَا، قَالَ: أَسْأَلُكُمْ جَنَعًا لِقُرْآنٍ أَوْ أَخَذًا لِقُرْآنٍ قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الْقَوْمِ جَمَعَ مَا

جَمَعْتُهُ، قَالَ: فَقَدَّمُونِي وَأَنَا غُلَامٌ وَعَلَى شِمْلَةٍ لِي، فَمَا شَهِدْتُ مَجْمَعًا مِنْ جَزِيرٍ إِلَّا كُنْتُ إِمَامَهُمْ،

وَكُنْتُ أَصِلُ عَلَى جَنَائِزِهِمْ إِلَى يَوْمِي هَذَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ مِسْعَرِ بْنِ حَبِيبٍ الْجَزْمِيِّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ:

لَمَّا وَقَدَ قَوْمِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَقُلْ عَنْ أَبِيهِ

﴿﴾ عمرو بن سلمہ اپنے والد کے حوالے سے یہ بات نقل کرتے ہیں: وہ لوگ وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوئے جب انہوں نے واپس آنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہماری امامت کون کرے؟ نبی اکرم ﷺ

نے ارشاد فرمایا: جسے تم میں سے زیادہ قرآن آتا ہو (یہاں ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)

(راوی کہتے ہیں:) تمام لوگوں میں کسی کو اتنا قرآن نہیں آتا تھا جتنا مجھے آتا تھا تو ان لوگوں نے مجھے آگے کر دیا۔ میں ایک لڑکا

تھا میرے جسم پر ایک چادر تھی۔

راوی کہتے ہیں: میں نے ”جرم“ (قبیلے) کے جس بھی اجتماع میں شرکت کی میں ہی ان کا امام ہوتا تھا۔ اتفاق سے دن ٹکسٹری
ہی ان کے جنازے پڑھاتا آ رہا ہوں۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) یزید بن ہارون نے یہ روایت مسر بن صیب کے حوالے سے حضرت مردینہؓ سے چھ
سے غل کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: جب میری قوم وفد کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے ہر مرد
اپنے والد سے منقول ہونے کا ذکر نہیں کیا۔

588 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ عِيَاضٍ، حَدَّثَنَا الْهَيْثَمُ بْنُ خَالِدٍ الْجَعْفَرِيُّ
الْمَعْنَى، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّهُ قَالَ: تَنَاقَبَ
الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ نَزَلُوا الْعُصْبَةَ، قَبْلَ مَقْدِمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يُؤْتِيهِمْ سَيِّدُ
مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَكَانَ أَكْثَرُكُمْ قُرْآنًا، زَادَ الْهَيْثَمُ: وَفِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَأَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ
الْأَسَدِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں: جب مہاجرین اولین ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے صہبہ میں پڑھ
کیا یہ نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کی بات ہے حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام سالم ان کی امامت کیا کرتے تھے
کیونکہ ان کو سب سے زیادہ قرآن آتا تھا۔

پشم نامی راوی نے یہ الفاظ زائد نقل کئے ہیں: ان لوگوں میں حضرت عمر بن خطابؓ اور ابوسلمہ بن عبدالاسد بھی تھے۔
589 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُسْلِمَةُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَعْنَى
وَاحِدٌ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَ لَهُ، أَوْ
لِصَاحِبٍ لَهُ: إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ، فَأَذِنَا، ثُمَّ أَقِيمَا، ثُمَّ لِيُؤْمَرْكُمَا الْكُتُبُكُمَا سِتًّا، وَفِي حَدِيثٍ مُسْنَدٌ،
قَالَ: وَكُنَّا يَوْمَئِذٍ مُتَقَارِبِينَ فِي الْعِلْمِ، وَقَالَ: فِي حَدِيثٍ إِسْمَاعِيلُ: قَالَ خَالِدٌ: قُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ
فَأَيْنَ الْقُرْآنُ؟ قَالَ: إِنَّهُمَا كَانَا مُتَقَارِبِينَ

حضرت مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان سے (راوی کو شک ہے شاید یہ اتفاقاً ہو گیا):
ان کے ساتھی سے یہ فرمایا: جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم اذان کو پھر اقامت کو پھر تم دونوں میں سے امامت دو شخص کرے جو
میں بڑا ہو۔

مسلمہ کی نقل کردہ روایت میں یہ الفاظ ہیں:

”اس وقت ہم علمی اعتبار سے سب برابر کے مرتبے کے تھے۔“

اسماعیل کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

خالد بیان کرتے ہیں: میں نے ابو قلابہ سے کہا: پھر قرآن کہاں گیا؟ انہوں نے جواب دیا: وہ دونوں اس حوالے سے برابر

حیث رکعتے تھے۔

590- حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسَى الْحَنْفِيُّ، حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيُؤْذِنَ لَكُمْ خِيَارُكُمْ وَلِيُؤْمِتَكُمْ قَرَأُؤُكُمْ

﴿﴾ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”تمہارے بہترین لوگ تمہارے لئے اذان دیں تمہارے اچھے قاری تمہاری امامت کریں۔“

فقہاء کے نزدیک امامت کا زیادہ کون حد درجہ ہے

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ فَاَعْلَمْنَاهُمْ بِالشَّيْئَةِ میں سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں عہد صحابہ میں جو آدمی احادیث زیادہ جانتا تھا وہ بڑا فقیہ مانا جاتا تھا حضرت امام احمد اور امام ابو یوسف کا عمل اسی حدیث پر ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک امامت کے سلسلہ میں قاری عالم پر مقدم ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ حضرت امام محمد حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ زیادہ علم جاننے والا اور فقیہ امامت کے سلسلے میں بڑے قاری پر مقدم ہے کیونکہ علم قرأت کی ضرورت تو نماز کے صرف ایک ہی رکن میں (یعنی قرأت کے وقت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ علم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان میں پڑتی ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم پر سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا مقدم ہے اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ علم والے بھی ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ قرآن کریم مع احکام کے سیکھتے تھے اسی وجہ سے احادیث میں قاری کو عالم پر مقدم رکھا گیا ہے اور اب ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اکثر قاری مسائل سے نادانف ہوتے ہیں، اس لیے ہم عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں حضرت ابوبکر صدیق سے لوگوں کو نماز پڑھوائی باوجود اس کے کہ وہ قاری نہ تھے بلکہ سب سے زیادہ علم والے تھے حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ بڑے بڑے موجود قاری تھے۔ فاقدم ہم ہجرت کے بارے میں ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل ہجرت چونکہ متروک ہے اس لیے اب یہاں حقیقی ہجرت کے بجائے معنوی ہجرت (یعنی گناہوں اور برائیوں سے ترک) کا اعتبار ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے علم اور قرأت میں برابری کے بعد پرہیزگاری کو مقدم رکھا ہے یعنی اگر وہ آدمی ایسے جمع ہوں جو عالم بھی ہوں اور قاری بھی ہوں تو ان دونوں میں سے امامت کا مستحق وہ آدمی ہوگا جو دوسرے کی یہ نسبت زیادہ پرہیزگاری کے وصف کا حامل ہوگا۔

اس حدیث میں امامت کے صرف اتنے ہی مراتب ذکر کئے گئے ہیں لیکن علماء نے کچھ اور مراتب ذکر کئے ہیں چنانچہ اگر عمر میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی

امامت کرے جو اچھے چہرے والا ہو یعنی خوبصورت ہو اگر خوبصورتی میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے عمدہ لباس پہنے ہوئے ہو یا سب سے زیادہ شریف النسب ہو اگر تمام اوصاف میں سب برابر ہوں تو اس صورت میں بہتر شکل یہ ہے کہ قرعہ ڈالا جائے جس کا نام نکل آئے وہ امامت کرے یا پھر قوم جسے چاہیے اپنا امام مقرر کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت و علاقے میں امامت نہ کرے اسی طرح ایسی جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا آدمی ہو جیسا کہ دوسری روایت کے الفاظ فی اہلہ سے ثابت ہوا۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اسی کا نائب جو امیر اور خلیفہ کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کر کے امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحب خانہ کی موجودگی میں مقررہ امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے آدمی کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امور سلطنت میں انحطاط آپس میں بعض و عداوت ترک ملاقات، افتراق و اختلاف اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور جب کہ جماعت کی مشروعیت ہی انہیں غیر اخلاقی چیزوں کے سد باب کے لیے ہوئی ہے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ قابل تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل و شرف اور علم و تقویٰ کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

بَابُ إِمَامَةِ النِّسَاءِ

باب: خواتین کی امامت (کا حکم؟)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ عورت، خنثی، نابالغ لڑکے کی اقتداء مرد بالغ کسی نماز میں نہیں کر سکتی یہاں تک کہ نماز جنازہ و تراویح و نوافل میں اور مرد بالغ ان سب کا امام ہو سکتا ہے مگر عورت بھی اس کی مقتدی ہو تو امامت عورت کی نیت کرے سوا جمعہ و عیدین کے کہ ان میں اگرچہ امام نے امامت عورت کی نیت نہ کی اقتدا کر سکتی ہے اور عورت و خنثی عورت کے امام ہو سکتے ہیں مگر عورت کو مطلقاً امام ہونا مکروہ تحریمی ہے فرائض ہوں یا نوافل۔ پھر بھی اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو امام آگے نہ ہو بلکہ پیچ میں کھڑی ہو اور آگے ہوگی جب بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور خنثی کے لئے یہ شرط ہے کہ صف سے آگے ہو ورنہ نماز ہوگی ہی نہیں خنثی، خنثی کا بھی امام نہیں ہو سکتا۔ (رد المحتار وغیرہ)

عورت کے لیے امامت کرنا خواہ عورتوں کو کرائے یا مردوں کو کرائے دونوں صورتوں میں شرعاً درست نہیں ہے۔ ولا يجوز اقتداء رجل بامرأة حكمة في الهداية۔ (عالمگیری ص ۸۵، ج ۱) ویکرمہ الملة المرأة للنساء في الصلوة كلها من الفرائض والنوافل۔ (عالمگیری ص ۸۵، ج ۱)

591 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكَيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

جَمِيع. قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي. وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَلَادٍ الْأَنْصَارِيُّ. عَنْ أُمِّ وَرْقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَوْفَلٍ الْأَنْصَارِيَّةِ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا غَزَا بَدْرًا. قَالَتْ: قُلْتُ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ. أَلَا تَذُنُّ لِي فِي الْغَزَا مَعَكَ أَمْرٌ مَرَضٌ مَرَضًا كُفًّا. لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُزَوِّقَنِي شَهَادَةً. قَالَ: قَرِي فِي بَيْتِكَ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُزَوِّقُكَ الشَّهَادَةَ. قَالَ: فَكَانَتْ تُسَمِّي الشَّهِيدَةَ. قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ قَرَأَتِ الْقُرْآنَ فَاسْتَأْذَنَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَتَّخِذَ فِي دَارِهَا مَوْزِنًا. فَأَذِنَ لَهَا. قَالَ: وَكَانَتْ قَدْ دَبَّرَتْ غُلَامًا لَهَا وَجَارِيَةً فَقَامَا إِلَيْهَا بِاللَّيْلِ فَعَبَّاهَا بِقَطِيفَةٍ لَهَا حَتَّى مَاتَتْ وَذَهَبَا. فَأَصْبَحَ عُمَرُ فَقَامَ فِي النَّاسِ. فَقَالَ: مَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْ هَذَيْنِ عِلْمٌ. أَوْ مِنْ رَأَيْبٍ فَلْيُخْبِرْ بِهِمَا. فَأَمَرَ بِهِمَا فَصَلَبَا فَكَانَا أَوَّلَ مَصْلُوبٍ بِالْمَدِينَةِ.

سیدہ ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب نبی اکرم ﷺ غزوہ بدر کے لئے تشریف لے جانے لگے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے آپ اپنے ساتھ جنگ میں شرکت کے لئے جانے کی اجازت دیجئے میں بیماروں (یعنی زخمیوں) کی تیمارداری کروں گی۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر دے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت نصیب کر دے گا۔

راوی بیان کرتے ہیں: اس خاتون کو شہید کہا جاتا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں: وہ خاتون قرآن سیکھا کرتی تھی۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے یہ اجازت مانگی کہ وہ اپنے محلے میں ایک موذن رکھ لے جو اس کے لئے اذان دے دیا کرے پھر اس نے ایک غلام اور کنیز کو مدبر کیا وہ دونوں رات کے وقت اس کی طرف گئے اور چادر کے ذریعے اس کا منہ بند کر کے (اسے قتل کر دیا) جب وہ خاتون مر گئی تو وہ دونوں بھاگ گئے۔ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا ان دونوں کے بارے میں کس کے پاس علم ہے؟ یا جس نے ان دونوں کو دیکھا ہے وہ انہیں لے آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے ان دونوں کے بارے میں 'نم دیا' تو انہیں مصلوب کر دیا گیا یہ مدینہ منورہ میں مصلوب کئے جانے والے پہلے افراد تھے۔

592- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ حَنَادٍ الْحَضْرَمِيُّ. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ. عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ جَمِيعٍ. عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ خَلَادٍ. عَنْ أُمِّ وَرْقَةَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ. بِهَذَا الْحَدِيثِ. وَالْأَوَّلُ أَكْثَرُ. قَالَ: وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُزَوِّرُهَا فِي بَيْتِهَا وَجَعَلَ لَهَا مَوْزِنًا يُوزِنُ لَهَا. وَأَمَرَهَا أَنْ تَوْمَرَ أَهْلَ دَارِهَا. قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: فَأَنَا رَأَيْتُ مَوْزِنَهَا شَيْخًا كَبِيرًا.

سیدہ ام ورقہ بنت عبد اللہ کے حوالے سے یہی روایت منقول ہے تاہم پہلے والی روایت زیادہ مکمل ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ اس خاتون سے ملنے اس کے گھر جایا کرتے تھے آپ نے اس کے لئے ایک موذن مقرر کیا تھا جو اس کے لئے اذان دیا کرتا تھا آپ نے اس خاتون کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے گھر کے افراد (یعنی خواتین) کی امامت کیا کرے۔

عبدالرحمن نامی راوی کہتے ہیں: میں نے اس خاتون کے موذن کو دیکھا ہے وہ ایک عمر رسیدہ شخص ہے۔

عورتوں کی جماعت کرانے کا حکم

عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور یہ کراہت عورتوں کی نفل نماز کی جماعت میں اور زیادہ شدید ہے کیونکہ نفل کی جماعت اعلان کے ساتھ مردوں کے لئے جائز نہیں تو عورتوں کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: لاخیر فی جماعۃ النساء (اعلاء السنن)

یعنی عورتوں کی جماعت میں کوئی خیر نہیں۔ حضرت علی سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: لاتؤم المراقہ (اعلاء السنن) یعنی عورت امامت نہ کرے۔ درمختار میں ہے۔

(و) یکرہ تحریمًا (جماعۃ النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاۃ الجنازۃ۔

عورت کے لئے شرعی مسافت سفر ہو تو بغیر محرم کے سفر کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔

عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال: لا تسافر المرأة ثلاثاً الا معها ذو محرم۔ (صحیح البخاری)

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا: عورت تین دن کے برابر (مسافت) کا بغیر محرم کے سفر نہ کرے

عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول اللہ ﷺ لا یحل لأمرأة تو من باللہ والیوم الآخر

ان تسافر سفراً یكون ثلاثة ايام فصاعداً الا ومعها ابوها او ابنها او زوجها او اخوها او ذو

محرم منها۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور کا ارشاد ہے کہ: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے

یحلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زائد کا سفر کرے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا والد یا بیٹا یا شوہر یا بھائی یا کوئی دوسرا

محرم ہو۔

عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ قال: لا یحل لأمرأة تو من باللہ والیوم الآخر تسافر

مسیرۃ ثلاث الا ومعها ذو محرم۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والی عورت کے

لئے حلال نہیں کہ وہ تین دن کی مسافت کا سفر بغیر محرم کے کرے۔

مذکورہ احادیث مبارکہ اور ان جیسی دوسری احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا

جائز نہیں اور ان ہی احادیث کی بناء پر جمہور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔

چنانچہ امام نووی فرماتے ہیں

وقال المجہور: لا یجوز الا مع زوج او محرم وهذا هو الصحیح للاحادیث الصحیحۃ۔ (شرح مسلم)

مذکورہ حدیث میرے علم میں نہیں باقی عورت کو دونوں باتوں کا اختیار ہے کہ اس کو دھو کر استعمال کرے یا پھینک دے اس طرح کہ کسی کی نظر اس پر نہ پڑے۔۔۔ واضح رہے کہ عورتوں کا طریقہ نماز مردوں کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور یہ فرق احادیث و آثار صحابہ سے ثابت ہے جو کہ درج ذیل ہے نماز میں عورت کو حکم ہے کہ وہ ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے: چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عن وائل بن حجر قال: قال لي رسول الله: يا وائل ابن حجر إذا صليت فاجعل يديك حذاء اذنك والمرأة تجعل يديها حذاء ثديها۔ (مجمع الزوائد)
حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے فرمایا: اے وائل بن حجر! جب نماز شروع کر دو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔

عورت نماز میں سمٹ کر سرین کے بل بیٹھے چنانچہ حدیث شریف میں ہی

عن ابن عمر انه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله ﷺ؟ قال: كن يتربعن ثم امرن ان يحتفزن۔ (جامع المسند)

حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ خواتین حضورؐ کے عہد مبارک میں کس طرح نماز پڑھا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: پہلے چار زاانو ہو کر بیٹھتی تھیں پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔ عورت زمین کے ساتھ چٹ کر اور پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے حدیث شریف میں ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله: اذا جلست المرأة في الصلاة وضعت فخذيها على فخذيها الاخرى واذا سجدت الصقت بطنها على فخذيها كاستر ما يكون لها وان الله ينظر اليها يقول: يا ملئكتي اشهدكم اني غفرت لها۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: نماز کے دوران جب عورت بیٹھے تو اپنی ایک ران کو دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ میں جائے تو اپنے پیٹ کو اپنی دونوں رانوں سے ملا لے اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ ستر ہو سکے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ: اے فرشتو! تم گواہ رہو میں نے اس عورت کی بخشش کر دی۔ دوسری حدیث شریف میں ہے۔

عن يزيد بن ابی حبيب ان رسول الله امر على امرأتين تصليان فقال: اذا سجدتا فضا بعض اللحم الى الارض فان المرأة ليست في ذلك كالرجل۔ (مسند ابی داؤد)

نبی کریم ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپؐ نے فرمایا: جب تم سجدہ کرو تو تم اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چمٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کے مانند نہیں ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ۔

اذا سجدت المرأة فلتحتفز ولتضم فخذیها (بیہقی:) یعنی جب عورت سجدہ کرے تو سرین کے بل بیٹھے اور اپنی رانوں کو ملا لے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اللہ سنل عن صلاة المرأة فقال تجتمع وتحتفز (مسند ابن ابی شیبہ:)

یعنی ان سے عورت کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ سب اعضاء کو ملا لے اور سرین کے بل بیٹھے۔ اسی بناء پر چاروں ائمہ کرام امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد، اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا طریقہ نماز مرد کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

والمرأة تنخفض في سجودها تلزق بطنها بفخذیها لان ذلك استرلها (وفی موضع آخر قال) وان كانت امرأة جلست على الیتها اليسرى واخرجت رجلیها من الجانب الايمن لانه استرلها۔

شرح صغیر میں ہے۔

ندب مجافاة ای: مباعدة رجل فيه ای: سجود (بطنه فخذیه) فلا يجعل بطنه علیها ومجافاة (مرفقیه رکبتہ) ای: عن رکبتیه ومجافاة ضبعیه ای: ما فوق المرفق الی الابط جنبیه ای: عنهما مجافاة وسطا فی الجمیع واما المرأة فتكون منضمة فی جمیع احوالها۔ (دارالعارف مصر)

شرح مہذب میں ہے:

قال الشافعی والأصحاب: یسن ان یجانی مرفقیه عن جنبیه ویرفع بطنه عن فخذیه وتضم المرأة بعضها الی بعض (قال قبل اسطر) روی البراء بن عازب ان النبی اکان اذا سجد جخ وروی جنی والجخ الخاوی وان كانت امرأة ضمت بعضها الی بعض لان ذلك استرلها۔

المغنی میں ہے:

وان صلت امرأة بالنساء قامت معهن فی الصف وسطا قال ابن قدامة فی شرحه اذا ثبت هذا فانها اذا صلت بهن قامت فی وسطهن لانعلم فیہ خلافا من رأى لها ان تؤمهن ولان المرأة یستحب لها التستر ولذلك یستحب لها التجافی۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ و آثار صحابہ اور ائمہ اربعہ کے اقوال سے عورت کا طریقہ نماز ثابت ہے وہ مرد کے طریقہ نماز سے جدا ہے اس لئے مرد اور عورت کی نماز کی ادائیگی کو یکساں کہنا غلط ہے۔ دینی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کا

مقصود نئی تعلیمات پر عمل کرنا ہے جہاں دینی تعلیم کے مقصد سے انحراف ہوتا ہو وہاں تعلیم حاصل کرنا صحیح نہیں۔

عورتوں کا نماز کے لیے مسجد میں آنا مکروہ ہے

عورتوں کا مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہونا مکروہ ہے۔ (ویکروۃ حضور ہن الجماعۃ) ولو لجمعة وعید ووعظ (مطلعا)۔ الدر المنثور ۱/۳۱۸

خواتین کی امامت کی تحقیق

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

جماعت کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عورتوں کی جماعت ہے امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا اور ان کا باجماعت نماز پڑھانا جائز ہے امام احمد کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کی جماعت مستحب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ غیر مستحب ہے امام مالک کے نزدیک عورتوں کا عورت کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا مکروہ تحریمی ہے ہر چند کہ امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک عورت کا عورتوں کے لیے امام ہونا جائز ہے لیکن انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ عورتوں کا مردوں کے لیے امام ہونا جائز ہے اور مردوں کے لیے عورت کی امامت کے باطل ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے عورت کی امامت کے جواز کے سلسلہ میں جو احادیث ہیں پہلے ہم ان کا ذکر کریں گے پھر فقہاء کے مذاہب کو بیان کریں گے۔

خواتین کی امامت کے متعلق احادیث کا بیان

امام ابوداؤد (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

عبدالرحمان بن خالد بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ورقہ سے ملنے ان کے گھر جاتے تھے آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے اذن دیتا تھا اور آپ نے حضرت ام ورقہ کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ عبدالرحمان کہتے ہیں: میں نے ان کے موذن کو دیکھا وہ ایک بوڑھا شخص تھا۔

(سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۸۸-۸۷ مطبوعہ مطبعہ بیہائی پاکستان لاہور ۱۴۱۰ھ)

امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

ولید بن جمیع (رحمۃ اللہ علیہ) بیان کرتے ہیں کہ میری دادی نے حضرت ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لیے جاتے تھے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھا تھا حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن حفظ کیا تھا رسول اللہ ﷺ جب غزوہ بدر کے لیے گئے تو حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: مجھے بھی اپنے ساتھ جانے کی اجازت دیں میں زخیوں کی دوا دارو کروں گی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی شاید اللہ تعالیٰ میرے لیے بھی شہادت مقدر کر دے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے شہادت مقدر کر دی ہے اور آپ نے ان کا نام شہیدہ رکھ دیا اور نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں انہوں نے اپنی ایک

باندی اور ایک غلام کو مدبر کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان دونوں نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا وہ دونوں قتل کر کے بھاگ گئے اور پکڑے گئے اور ان کو پھانسی دی گئی اور یہ پہلے لوگ تھے جن کو مدینہ میں پھانسی دی گئی اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ چلو ہم شہیدہ کی زیارت کریں۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۰ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

امام حاکم روایت کرتے ہیں:

حضرت ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: چلو شہیدہ کے پاس جائیں اور ہم ان کی زیارت کریں اور آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ ان کے لیے اذان دی جائے اور اقامت کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کو فرض نمازیں پڑھائیں، مسلم بن ولید بن جمیع نے اس سے استدلال کیا ہے میں اس مسئلہ میں اس حدیث کے سوا اور کسی حدیث متصل کو نہیں جانتا اور ہم نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ وہ اذان دیتی تھیں۔ اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کو نماز پڑھاتی تھیں۔ (المستدرک ج ۱ ص ۲۰۳ مطبوعہ مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ)

امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

راۃ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرض نمازوں میں عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

عطاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں اقامت کہتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور ان کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

حیمرہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کی اور ان کے وسط میں کھڑی ہوئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔

(سنن کبریٰ ج ۳ ص ۱۳۱ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

امام دارقطنی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت کرتے ہیں:

حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے عہد میں امامت کرتی تھیں اور آپ نے ان کو اجازت دی کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۳ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

راۃ حنفیہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرض نماز میں ہماری امام ہوئیں اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۴ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

حیمرہ بنت حصین بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور ہمارے درمیان کھڑی ہوئیں۔

(سنن دارقطنی ج ۱ ص ۴۰۴ مطبوعہ نثرانیہ لبنان)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ:

علامہ ابن قدامہ حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

آیا عورت کا عورتوں کو نماز پڑھانا مستحب ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ مستحب ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عطاء ثوری اور زاعی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اسحاق اور ابو ثور سے روایت ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرائے اور امام احمد (رحمۃ اللہ علیہ) سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ غیر مستحب ہے اصحاب رائے (فقہاء احناف) نے اس کو مکروہ کہا ہے لیکن اگر وہ پڑھیں گی تو نماز ہو جائے گی۔ شعبی نخعی اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نوافل میں عورتوں کا امامت کرنا جائز ہے فرائض میں جائز نہیں ہے حسن بھری (رحمۃ اللہ علیہ) اور سلیمان بن یسار (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ عورت فرض میں امامت کرائے نہ لقل میں امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا ہے کہ عورت کسی شخص کی کسی نماز میں امامت نہ کرے کیونکہ عورت کا اذان دینا مکروہ ہے اور اذان کی تعریف ہے: جماعت کی دعوت دینا اور جب اس کے لیے جماعت کی دعوت دینا مکروہ ہے تو جماعت کرنا بھی مکروہ ہے اور ہماری دلیل حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

(المعنی ج ۲ ص ۱۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ)

علامہ مرداوی حنبلی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: ہمارا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں کی امامت کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۶۲ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۲ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اگر عورت مردوں کو نماز پڑھائے تو مردوں کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر عورتوں کو نماز پڑھائے تو جمعہ کی نماز کے سوا یہ تمام نمازوں میں صحیح ہے اور جمعہ کی نماز میں دو قول ہیں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ نماز نہیں ہوگی اور دوسرا قول یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی۔

(شرح المہذب ج ۱ ص ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ

علامہ قرطبی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ اہل فارس نے کسری کی بیٹی کو بادشاہ بنالیا ہے تو آپ نے فرمایا: وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے جس نے اپنے معاملات کا والی عورت کو بنادیا اور امام ابو داؤد (رحمۃ اللہ علیہ) نے عبدالرحمان خلاد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ورقہ کی زیارت کے لیے ان کے گھر جاتے تھے اور آپ نے ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا جو ان کے لیے اذان دیتا تھا اور آپ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز پڑھائیں عبدالرحمان کہتے ہیں کہ میں نے ان کے موذن کو دیکھا وہ ایک بوڑھا شخص تھا امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: جو مرد عورت کے پیچھے نماز پڑھے وہ اپنے نماز و ہر اے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے علماء نے کہا ہے کہ عورت کی امامت مطلقاً صحیح نہیں ہے مردوں کے لیے نہ عورتوں کے لیے امام مالک نے کہا: عورت کسی صورت میں امام نہ بنے اور اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

(المجامع الاحکام القرآن ج ۱ ص ۳۵۶-۳۵۷ مطبوعہ انتشارات مصر مصر ۱۴۰۱ھ)

علامہ عبد ریکی مالکی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک عورت کی امامت صحیح نہیں ہے اور جو شخص بھی عورت کی اقتداء میں نماز پڑھائے خواہ وقت نکل جائے۔

(الراجح والاکلیل ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ)

خواتین کی امامت کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ المرغینانی الحنفی لکھتے ہیں: تنہا عورتوں کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ یہ فعل حرام کے ارتکاب سے خالی نہیں ہے اور وہ امام کا صف کے درمیان میں کھڑا ہونا ہے جیسے برہنہ لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس لیے یہ فعل مکروہ ہے اور اگر انہوں نے ایسا کیا تو جو عورت امام بنے وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی طرح کیا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عورتوں کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھانا ابتداء اسلام پر محمول ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ شرکت ملیہ لبنان)

علامہ ابن حمام حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

”مبسوط“ میں اسی طرح لکھا ہے علامہ سروجی (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ یہ توجیہ بعید ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ اعلان نبوت کے بعد مکہ میں تیرہ سال رہے جیسا کہ امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام مسلم (رحمۃ اللہ علیہ) نے روایت کیا ہے پھر آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور ہجرت کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور وہ نو سال آپ کے پاس رہیں اور نماز میں امامت انہوں نے بلوغت کے بعد ہی کی ہوگی تو یہ ابتداء اسلام کب ہے؟ لیکن یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ جب عورتوں نے مسجد میں جا کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیا تو یہ فعل منسوخ ہو گیا، لیکن ”مستدرک“ میں یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان دیتی تھیں، اقامت کرتی تھیں اور عورتوں کی امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں اور امام محمد نے ”کتاب الآثار“ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینہ میں امامت کرتی تھیں اور عورتوں کے وسط میں کھڑی ہوتی تھیں۔ (کتاب الآثار ص ۴۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی)

اور یہ بات معلوم ہے کہ تراویح کی جماعت نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد مروج ہوئی ہے اور ”سنن ابوداؤد“ میں ہے کہ حضرت ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھروالوں کو نماز پڑھائیں اور ان کے لیے ایک موذن مقرر کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے ایک غلام اور باندی نے چادر سے ان کا گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا اور وہ زبان رسالت کی پیٹھ کوئی کے مطابق شہیدہ ہو گئیں عبدالرحمان نے کہا: میں نے ان کے موذن کو دیکھا تھا وہ بوڑھا شخص تھا یہ تمام روایت دعویٰ نسخ کی نفی کرتی ہیں ”سنن ابوداؤد“ کی روایت کی سند میں ولید بن جہیع اور عبدالرحمان بن خالد انصاری پر ابن القحطان نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ان دونوں کا حال معلوم نہیں لیکن امام ابن حبان نے ان کاثبات میں ذکر کیا ہے۔

ان حدیثوں کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو جو نماز پڑھانے کو

اجازت دی تھی اس سے اس اجازت کا دوام اور استمرار لازم نہیں آتا اس لیے ہو سکتا ہے کہ بعد میں یہ اجازت منسوخ ہو گئی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو رمضان میں امامت کرتی تھیں تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ وہ تراویح کی امامت کرتی تھیں اور مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول روایت کیا گیا ہے کہ عورت عورتوں کی امامت کرے اور ان کے وسط میں کھڑی ہو۔ (المصنف ج ۳ ص ۱۴۰) اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ناسخ کا علم نہ ہوا ہو لیکن اس کے باوجود یہ سوال قائم رہے گا کہ وہ کون سا ناسخ ہے جس نے ان احادیث کو منسوخ کر دیا؟ بعض علماء نے یہ ذکر کیا ہے کہ ”سنن ابوداؤد“ اور ”صحیح ابن خزیمہ“ وغیرہ میں یہ حدیث ہے کہ عورت کا اپنی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا حرمہ میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کوٹھڑی میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ بالکل اندرونی کوٹھڑی جماعت کی گنجائش نہیں رکھتی اس حدیث کو بعض علماء نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث کا ناسخ قرار دیا ہے لیکن اس حدیث کا ناسخ ہونا واضح نہیں ہے اور اگر اس کو ناسخ مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ عورت کا امامت کرنا اب مسنون نہیں ہے اور یہ کراہت تحریم کو مستلزم نہیں ہے بلکہ اس سے زیادہ سے زیادہ اس فعل کا مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہونا لازم آئے گا اور ہم پر یہ لازم نہیں ہے کہ ہم اس کو مکروہ تحریمی ثابت کریں ہمارا مقصود تو حق کی اتباع کرنا ہے خواہ وہ کسی جگہ ہو۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۷-۲۰۶ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ بکمر)

بَابُ الرَّجُلِ يُؤْمَرُ الْقَوْمَ وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ

باب: آدمی کا ایسے لوگوں کی امامت کرنا جو اسے ناپسند کرتے ہوں

593 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُبَيْرٍ بْنُ غَانِمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْنَادٍ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَعْفَرِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ: ثَلَاثَةٌ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُمْ صَلَاةً، مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهُ كَارِهُونَ، وَرَجُلٌ آتَى الصَّلَاةَ دُبَارًا وَالدِّبَارَ: أَنْ يَأْتِيَهَا بَعْدَ أَنْ تَقُوتَهُ، وَرَجُلٌ اعْتَبَدَ مُحَرَّرَةً

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں: تین لوگ ایسے ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا جو کسی ایسی قوم سے آگے بڑھے (یعنی ان کی امامت کرے) کہ وہ لوگ اس کو ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرا وہ شخص جو نماز ادا کرنے کے لئے تاخیر سے آتا ہو (اس وقت آتا ہو جب جماعت ہو چکی ہو) تیسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد شخص کو غلام بنالیا ہو۔

بَابُ إِمَامَةِ الذِّبْرِ وَالْفَاجِرِ

باب: نیک اور گناہگار کی امامت (کا حکم؟)

594 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ، عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ

الْحَارِثُ، عَنْ مَكْحُولٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَةُ وَاجِبَةٌ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ بَرًّا كَانَ أَوْ فَاجِرًا وَإِنْ عَمِلَ الْكِبَائِرَ۔

*** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”فرض نماز ہر مسلمان کے پیچھے ادا کرنا لازم ہے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار ہو۔ خواہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہوتا ہو۔“

فاسق و فاجر کی امامت کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صورتہ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبار بدعتی گمراہ خائب و خاسر ہوتا تو بدایہ ظاہر اور اگر پچھن کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت، بھینٹ چڑھایا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکھر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بد دین کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامر اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولیٰ انھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں درجہ اولیٰ جائز ہے وہ جس وقت امامت کر رہا ہو اسی وقت مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہئے فوراً نیت توڑ کر اس میں سے اٹھیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یوں ہی آج تک جتنی نمازین لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوں۔

مرآۃ الفلاح میں ہے: کہ الامۃ الفاسق العالم اہتمامہ بالمدین فجب احادیث شرعاً فلا یعظم بتقدیرہ للامۃ واذ انقدر نہ یشکل عندہ الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرہا۔ فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمام دین نہیں کرتا پس شرعاً اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں مقدم کر کے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا معذور ہو تو جمعہ وغیرہ کے لئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (مرآۃ الفلاح مع حاشیہ المططاوی فصل فی بیان الاحق بالامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵)

غنیہ میں ہے: فی فتاویٰ الحجۃ اشارۃ الی اہم لوقد موافقا سقیا شمون ۲۔ اہ ملخصاً۔ فتاویٰ الحجۃ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہگار ہوں گے۔ (غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی الامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳)

رد المحتار میں ہے: ہی لوکان مقتدیاً بمن یکرمہ الاقتداء بہ ثم شرع من لا کرہۃ فیہ حل یقطع ویقتدی بہ استظهر ط ان الاول لو فاسق لا یقطع ولو مخالفاً و شک فی مراعاتہ یقطع اقول والاظہر العکس لان الثانی کرہۃ تنزیہیہ کالاعمالی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظهر فی شرح المسنیۃ انھا تحریمیۃ لقوم ان فی تقدیرہ للامۃ تعظیہ وقد وجب علینا احادیثہ بل عند مالک وروایۃ عن احمد لا یصح الصلوۃ خلفہ ۳۔ اہ قلت والحکم فیہما نحن فیہ ابین واظہر علی کلا الاستطہارین کمالا یستلزم من حال ذلک الفاسق الاطنی۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتداء کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کر دے او دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مخالف ہو

اور رعایت نماز میں شک ہو تو قطع کر دے، میں کہتا ہوں مختار اس کا کس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں براہت تزییکی ہے جیسا کہ تاہنا اور اعرانی کی اہلۃ میں ہے بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ حق و بکا ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے۔ بدنام۔ مک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ایک حکایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اہ قلت (میں کہتا ہوں) جس کے بارے میں ہم گفتگو کر رہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیسا کہ اس بدتر فاسق اور بدتر باغی کے حال سے آشکارا ہے۔ (رد المحتار، باب اور اک، تفریق، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، ۱۴۰۱ھ/۵۲)

در مختار میں ہے: کل صلوٰۃ اوریت مع کرۃ التحريم تجب اعادتها۔ بروہ نماز جو کرہبت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (در مختار، باب مفسدہ الصلوٰۃ، مطبوعہ مطبع جہاں دہلی، ۱/۷۱)

بکر جیسا کہ اپنے دیگر اقوال و افعال مذکورہ سوال کے باعث خالی و بزدکار اور اس جینٹ کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یوں ہی اس امامت میں بھی کہ بتاریخی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے۔

حدیث پاک میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **بئس ما کان من تقدم قوما و هم لہ کارحون و امرأۃ باحت و زوجا علیہا ساخط و رجل مع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب ۲۔** رواہ الحاکم فی المستدرک۔ تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح سے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، بحوالہ مستدرک الکبیرۃ السادسة و الثمانون، مدار الفکر بیروت، ۱/۲۳۹)

خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام متعین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے احمد دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر کی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں: **الکبیرۃ السادسة و الثمانون** الامتۃ الانسان لقوم و هم لہ کارحون، عدھذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعضہما و کانہ نظر علی مانی عدھ الاحادیث و هو عجیب منہ، فان ذلک مکروہ نعم ان حملت تک الاحادیث علی من تعدی علی ذلیفۃ امام راتب فصلی فیما قهر اعلی صاحبها و علی الماموین اکمن ان ینال حیثہ ان ذلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ۔ ملخصاً۔ واللہ سمنہ و تعالیٰ اعلم۔ چھیا سیواں کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبار میں شمار کیا ہے، شاید انہوں نے یہ ان احادیث کی روشنی میں کیا ہو لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے مقرر امام پر زیادتی کی اور اس پر مقتدیوں پر جبراً اپنی امامت کو مسلط کیا تو اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولی کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کا ہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے۔ (الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرۃ السادسة و الثمانون، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱/۲۴۰)

فاسق امام کے پیچھے نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اگر تو یہ امام اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کر چکا ہے، اور اس کی حالت سدھر چکی ہے تو اسے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں، اور اس کی

پچھے نماز ادا کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور نہ ہی کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے اس گناہ کی عار دلائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے، اور نہ ہی مزادے سکتا ہے۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

”یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے الزمر (53)۔ یعنی جو شخص توبہ کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ”توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے کسی کے گناہ نہ ہوں“

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4250)

اور اگر وہ ابھی تک اس عظیم برائی پر قائم ہے، تو اسے وعظ و نصیحت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا خوف دلانا ضروری ہے، اگر پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتا تو اسے امامت سے ہٹانے کی کوشش کر کے اس کی جگہ دینی طور پر مستقیم شخص کو امام بنایا جائے، جو تقویٰ کی خصلتوں سے مالا مال ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں قبلہ رخ تھوکنے والے شخص کو امامت سے ہٹا دیا، اور اسے منع کر دیا کہ اپنی قوم کو نماز مت پڑھائے اور اسے فرمایا: ”یقیناً تو نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت سے دو چار کیا ہے“ (سنن ابوداؤد حدیث نمبر 481)
تو پھر اس عظیم برائی کے مرتکب شخص کو کیسے امام بنایا جاسکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو امامت سے ہٹائے جانے کا زیادہ حقدار ہے، اور اس لائق ہے کہ اسے منصب سے دور کر دیا جائے!!

اور اس لیے بھی کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم اور عزت ہوگی اور فاسق شخص اس تعظیم کا اہل نہیں۔

اور پھر غالب طور پر لوگ امام کی اقتدا کرتے اور اس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اس کی ارشاد و راہنمائی قبول کرتے ہیں، اس لیے امام جتنا عادل اور دین والا شخص ہوگا اتنا ہی لوگوں کے لیے فائدہ مند ہوگا، اور لوگ اس کی بات بھی اتنی ہی زیادہ تسلیم کریں گے۔

جبکہ فاسق شخص کی بات لوگ قبول ہی نہیں کرتے، بلکہ ہو سکتا ہے وہ شخص تو بعض لوگوں کے لیے فتنہ کا باعث بن جائے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔

رہا مسئلہ فاسق کے پچھے نماز کی ادائیگی صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے، جمہور علماء کرام کے مطابق اس کے پچھے کراہیت کے ساتھ نماز کی ادائیگی صحیح ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ ”المجموع“ میں کہتے ہیں۔ صحیح بخاری اور دوسری کتب میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حجاج بن یوسف کے پچھے نماز ادا کرنا ثابت ہے، اور بہت سی صحیح احادیث فاسق اور ظالم اماموں کے پچھے نماز کی ادائیگی صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ہمارے اصحاب کا کہنا ہے: فاسق کے پچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے حرام نہیں، لیکن مکروہ ہے، اسی طرح اس بدعتی کے پچھے جو اپنی بدعت کی وجہ سے کافر نہ ہوتا ہو نماز ادا کرنا صحیح ہے، لیکن اگر وہ بدعت کفریہ ہو تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ سب کفار کی طرح اس کے پچھے بھی نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔

اور المختصر میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر نماز ادا کر لے تو اس کی نماز صحیح ہوگی۔ (المجموع للنووی (4/151)

چنانچہ اگر ایک ہی مسلک والے دو شخص ہوں تو ان میں سے جو شخص بھی کتاب و سنت کا زیادہ عالم ہو تو یہ متعین ہے کہ دوسرا شخص زیادہ علم رکھنے والے کو امامت کے لیے مقدم کرے، اور اگر ان میں سے کوئی ایک فاجر ہو، مثلاً وہ جھوٹ و کذب اور خیانت وغیرہ دوسرے فسق کے اسباب میں معروف ہو، اور دوسرا شخص مومن اور متقی ہو تو یہ دوسرا شخص امامت کا اہل ہونے کی صورت میں امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

اور اگر پہلا شخص زیادہ حافظ و قاری اور عالم ہو تو بعض علماء کرام کے ہاں فاسق کے پیچھے نماز ادا کرنا حرام اور منع ہے، اور بعض کے نزدیک یہ بھی حرام ہے۔ اور نیک و صالح شخص کو امامت بنانا ممکن ہونے کی صورت میں فاسق شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ اور ایک جگہ پر اس طرح کہتے ہیں۔

اگر کسی بہتر اور نیک و صالح شخص کو امام بنانا ممکن ہو تو نشہ کرنے اور چرس اور انہیم کھانے والے، یا پھر حرام کام کے مرتکب شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔

اور فاسق امام کے پیچھے نماز کی ادائیگی میں کراہت پر سب ائمہ کا اتفاق ہے، لیکن نماز صحیح ہونے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ نماز صحیح نہیں، جیسا کہ امام مالک، اور امام احمد کی ایک روایت ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ: بلکہ نماز صحیح ہے، جیسا کہ ابوحنیفہ، شافعی کا قول، اور امام مالک اور امام احمد کی ایک روایت ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اسے امام نہیں بنانا چاہیے۔ (المجموع الفتاویٰ (23/375)

فاسق کی امامت امت میں فقہاء احناف کا نظریہ

علامہ ابو بکر حصص خفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

اس آیت ”لاینال عہدی الظالمین“۔ (البقرہ: ۱۷۷) سے ثابت ہوتا ہے کہ فاسق کا نبی ہونا جائز ہے نبی کا خلیفہ ہونا جائز ہے نہ قاضی نہ مفتی نہ حدیث کی روایت کرنا نہ کسی معاملہ میں شہادت دینا اور اس کے لیے ہر وہ منصب ناجائز ہے جس کی رو سے دوسروں پر اس کی کوئی چیز لازم ہو اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ نماز کے ائمہ نیک اور صالح ہونے چاہئیں نہ کہ فاسق اور ظالم کیونکہ اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ امور دین میں امامت کے منصب کے لیے عادل اور صالح ہونا ضروری ہے،

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مذہب میں فاسق کا امام اور خلیفہ ہونا جائز ہے اور یہ کہ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک فاسق حاکم اور قاضی تو نہیں بن سکتا امام اور خلیفہ ہو سکتا ہے متکلمین میں سے زرقان نے اس کو ذکر کیا اور یہ بالکل جھوٹ اور باطل ہے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک خلیفہ اور قاضی دونوں کے لیے عادل اور صالح ہونا شرط ہے اور فاسق کے لیے دونوں منصب جائز نہیں ہیں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف اس چیز کی نسبت کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوگی حالانکہ بنو امیہ کے ایام میں ابن مہیرہ نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کو قضاء کے عہدہ کے لیے مجبور کیا لیکن آپ سے اس منصب کو قبول نہیں کیا اس نے آپ کو قید کر لیا اور وہ ہر روز آپ کو کوڑے مارتا تھا لیکن آپ نے اس کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ سب

آپ کی جان کا خوف ہوا تو فقہاء نے یہ کہا: آپ اس کا کوئی اور کام قبول کر لیں تو آپ نے گھاس کے گٹھوں کا گنا قبول کر لیا۔ تب اس نے آپ کو رہا کیا۔ پھر بنو عباس کے دور میں خلیفہ منصور نے آپ کو قضا کے عہدہ کو قبول کرنے کا حکم دیا۔ آپ نے پھر انکار کیا۔ اس نے بھی آپ کو قید کر لیا۔ حتیٰ کہ آپ نے مضافات شہر سے بغداد میں آنے والی اینٹوں کے گننے کو قبول کر لیا۔ ظالم اور فاسق ائمہ کے متعلق امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کا مذہب مشہور تھا: زید بن علی امامت کے مدعی تھے اور وہ اس منصب کے لیے موزوں تھے امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) ان کی مالی امداد کرتے تھے اور ان کی نصرت کرنے اور ان کی حمایت میں قتال کرنے کا خفیہ طور پر فتویٰ دیتے تھے۔ اسی طرح عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہ کے دو صاحبزادوں محمد اور ابراہیم کی بھی انہوں نے تائید کی۔ امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ جب قاضی فی نفسہ عادل اور صالح ہو تو اس کا ظالم امام کی طرف سے منصب قضا کو قبول کرنا جائز ہے۔ یہ صحیح مذہب ہے لیکن اس سے لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) فاسق کی امامت کو جائز کہتے ہیں کیونکہ جب قاضی خود صالح ہوگا اور اس کو اقتدار حاصل ہوگا تو وہ احکام شرعیہ کو نافذ کر سکے گا۔ (احکام القرآن ج ۸ ص ۶۸-۶۹، مطبوعہ سہیل انکیزی لاہور، ۱۴۱۰ھ)

علامہ حصاص کے ذکر کردہ قاعدہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ امام اعظم قضاء کے عہدہ کو قبول کر لیتے۔

علامہ ابن حمام حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

امام کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد ہو، نیک ہو، قادر ہو، صاحب رائے ہو اور بہادر ہو تا کہ قصاص لینے میں حدود قائم کرنے میں میدان جنگ میں اور لشکر تیار کرنے میں بزدلی نہ کرے اور وہ قریشی ہو اور اس کا ہاشمی ہونا اور معصوم ہونا شرط نہیں ہے، بعض علماء نے یہ شرط بھی لگائی کہ وہ اصول دین اور فروع میں اجتہاد کر سکتا ہو اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک امامت کی صحت کے لیے عدالت (نیک ہونا اور فاسق نہ ہونا) شرط نہیں ہے اس لیے فاسق کو بھی امام بنانا جائز ہے لیکن یہ مکروہ ہے اور جب نیک شخص کو امام بنایا جائے اور وہ بعد میں فاسق ہو جائے تو وہ معزول نہیں ہوگا لیکن وہ معزول کیے جانے کا مستحق ہوگا۔ یہ شرطیکہ اس میں فتنہ نہ ہو اس کو نیکی کی دعوت دی جائے اور اس کے خلاف خروج کرنا واجب نہیں ہے اسی طرح فقہاء احناف نے امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کیا ہے اور تمام ائمہ احناف نے بالاتفاق اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے بعض بنو امیہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھی ہیں اور ان کے دیئے ہوئے عہدے قبول کئے ہیں لیکن اس توجیہ پر یہ اعتراض ہے کہ یہ بنو امیہ امام نہ تھے بلکہ ملوک تھے بلکہ ملوک تھے انہوں نے غلبہ سے ملک پر قبضہ کر لیا تھا اور متغلب کے دیئے ہوئے عہدوں کو ضرورت کی بناء پر قبول کرنا جائز ہے اور کسی کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ نیک ہو (کیونکہ امام ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر امام کے ماتحت تم پر جہاد کرنا واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اور ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد کار اور گناہ کبیرہ کرتا ہو) (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۴۳، مسامرہ ص ۲۹۲) (المسارۃ مع السامرہ ج ۱ ص ۲۹۲)۔

۲۸۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مکران) علامہ ابن حمام نے امام کے متعلق جو نیک ہونے کی شرط لگائی ہے اس کے متعلق علامہ کمال بن ابی شریف لکھتے ہیں:

علامہ ابن حمام نے امام کے لیے ورع (نیک) کی شرط لگانے میں حجۃ الاسلام امام غزالی (شافعی) کی اتباع کی ہے اور اس سے مقصود فاسق سے احتراز کرنا ہے کیونکہ وہ بسا اوقات خواہش نفس کی پیروی میں بیت المال کا غلط استعمال کرے گا اور مسلمانوں

کے حقوق ضائع ہو جائیں گے۔ (السامرہ ج ۱ ص ۲۸۷ مطبوعہ دارۃ المعارف الاسلامیہ کمران)
علامہ محمد بن علی بن محمد حاکمی حنفی لکھتے ہیں:

امام کے لیے یہ شرائط ہیں: مرد ہو عاقل بالغ ہو قادر ہو قرشی ہو ہاشمی علوی یا معصوم ہونے کی شرط نہیں ہے فاسق کو امام بنانا مکروہ ہے اگر فتنہ نہ ہو تو وہ فسق کی وجہ سے معزول کر دیا جائے گا اور اس کو نیکی کی دعوت دینا واجب ہے اور جو طاقت سے غلبہ حاصل کر لے اس کی سلطنت صحیح ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۹-۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ حاکمی نے یہ اشارہ کیا ہے کہ امام کے لیے عدالت (نیک ہونے) کی شرط نہیں ہے اور علامہ ابن ہمام نے "مسارۃ" میں امام غزالی کی اتباع میں عدالت کی شرط لگائی ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)
علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی زیر بحث آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت سے معتزلہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ فاسق امام بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ظالم سے مراد کافر ہے یعنی کافر مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا۔

(مدارک المتوکل علی حاشی الخازن ج ۱ ص ۸۷ مطبوعہ دار المکتب العربیہ بیروت)
علامہ نسفی حنفی کی اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ائمہ احناف کے نزدیک فاسق امام بن سکتا ہے علامہ ابن ہمام علامہ حاکمی علامہ شامی اور صاحب فتاویٰ تاتارخانیہ نے بھی یہی لکھا ہے اور اس مذہب کو امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف منسوب کیا ہے اس کے برعکس علامہ ابوبکر حصاص نے یہ لکھا ہے کہ یہ جھوٹ اور افتراء ہے امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اسی وجہ سے امام ابوحنفیہ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اہل بیت میں سے امامت کا دعویٰ کرنے والوں کی خفیہ طور پر مدد کی اور ابن ہبیرہ اور خلیفہ منصور نے ان کو قضا کی جو پیش کش کی تھی اس کو قبول نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ مالکیہ کا نظریہ

جو شخص علی الاعلان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو (گناہ صغیرہ پر اصرار بھی گناہ کبیرہ ہے مثلاً بغیر ندامت اور توبہ کے مسلسل ڈاڑھی منڈانا) مثلاً شراب پینا قتل کرنا نماز روزہ زکوٰۃ اور دیگر فرائض کو ترک کرنا فرائض قطعہ کا ترک اور حرام قطعی کا ارتکاب فسق قطعی ہے اور ڈاڑھی منڈانا فسق ظنی ہے۔

فاسق کی امامت کے متعلق فقہاء مالکیہ کے مختلف اقوال ہیں: علامہ خلیل مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز باطل ہے۔ (مختصر خلیل مع الخرش ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ خشری مالکی نے لکھا ہے کہ معتد قول یہ ہے کہ فاسق کی امامت صحیح اور اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(الخرشی علی مختصر خلیل ج ۲ ص ۲۳ مطبوعہ دار صادر بیروت)

علامہ عدوی مالکی نے لکھا ہے کہ فاسق کی اقتداء حرام ہے۔ (الخرشی مختصر خلیل مع ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ دار صادر بیروت)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ حنبلیہ کا نظریہ:

فقہ حنبلیہ کا یہ ہے کہ فاسق کی امامت ناجائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ اس کی امامت جائز ہے۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:

فاسق کی امامت جائز نہیں ہے اور یہی مذہب ہے خواہ اس کا فسق از روئے اعتقاد ہو یا از روئے افعال اکثر اصحاب اور مشائخ کا یہی مختار ہے زکشی نے کہا: یہی مشہور ہے ابن ابی موسیٰ قاضی شیرازی اور ایک جماعت کا یہی مختار ہے مسبوک الذہب "تہذیب النہج" وغیرہ اور مجمع البحرین میں ہے کہ صحیح روایت کے مطابق فاسق کی امامت جائز نہیں ابن قتیل وغیرہ نے "مختار" میں اسی پر اعتماد کیا ہے "وجیز" میں لکھا ہے کہ فاسق کی امامت جائز نہیں "الفروع" اور "المستوعب" وغیرہ میں اسی قول کو مقدم کیا ہے شیخ تقی الدین نے کہا ہے کہ صاحب حوا (بد مذہب) بدعتی اور فاسق کے پیچھے قدرت کے باوجود نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ کراہت کے ساتھ فاسق کی امامت جائز ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ کفیل میں جائز ہے البتہ جواز روئے اعتقاد کے فاسق ہو اس کی اقتداء کسی حال میں جائز نہیں اور مذہب مختار کے مطابق جو شخص فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کو دہرا لازم ہے خواہ اس کو نماز کے وقت اس کے فسق کا علم ہو یا بعد میں پتا چلے خواہ اس کا فسق ظاہر ہو یا نہ یہی صحیح مذہب ہے۔

(الانصاف ج ۲ ص ۲۵۲-۲۵۳ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۷۲ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ شافعیہ کا نظریہ

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے اور جس کی بدعت کفر کی حد تک نہیں پہنچی اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے اور جس کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے اس کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے صاحب "الانصاف" نے کہا: جو شخص خلق قرآن کا قائل ہو یا جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرے وہ کافر ہے امام ابو حامد اور ان کے متابعین کا یہی مذہب ہے اور معتزلہ کی تکفیر کی جاتی ہے اور خوراج کی تکفیر نہیں کی جاتی اور ہمارے بہت سے اصحاب اہل بدعت کی اقتداء میں جواز نماز کے قائل ہیں اور ان کی تکفیر نہیں کرتے صاحب "العدة" نے کہا: امام شافعی کا ظاہر مذہب یہی ہے۔

(علامہ نووی فرماتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ صاحب "العدة" کا قول صحیح اور صواب ہے کیونکہ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: میں خطابیہ کے سوا تمام اہل اصواء کی شہادت کو قبول کرتا ہوں کیونکہ خطابیہ اپنی موافقت میں جمہوری گواہی کو جائز کہتے ہیں اور تمام سلف اور خلف معتزلہ وغیرہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے ہیں اور ان کے ساتھ مناکحت میراث اور مسلمانوں کے تمام معاملات کرتے رہے ہیں اور ہمارے جن علماء اور محققین نے معتزلہ کی تکفیر کی ہے اس تکفیر کی حافظ ابو بکر بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) نے یہ تاویل لی ہے کہ کفر کفران نعمت کے معنی میں ہے ملت اسلامیہ سے خروج کے معنی میں نہیں ہے۔

(روضۃ الطالبین ج ۱ ص ۴۶-۴۷ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۴۱۰ھ)

علامہ ابوالعباس ربلی شافعی لکھتے ہیں:

آزاد فاسق کی بہ نسبت نیک غلام کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ امام حاکم نے روایت کیا ہے اگر تم کو یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو تم میں بہتر لوگ تمہاری امامت کریں اور فاسق کی امامت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابن عمر حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کہا: اس کا فاسق ہونا کافی ہے اور فاسق کی اقتداء اور جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (نہایہ الحاج ج ۲ ص ۱۸۰-۱۷۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

علامہ شبراہی قاہری اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

اگر فاسق اور بدعتی کے سوا جماعت نہ مل سکے تو پھر اس کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کا از خود امام بننا مکروہ ہے اس کا مقتضی یہ ہے کہ جہاں نیک لوگ ہوں وہاں لوگ اس کی اقتداء کر لیں تو ان کی اقتداء مکروہ نہیں ہے فاسق کی امامت مکروہ ہے (الی قولہ) خلاصہ یہ ہے کہ حرمت یا کراہت فاسق کے حق میں ہے اور جو مقتدی فاسق کو مکروہ چاہتے ہوں ان کا اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ (حاشیہ ابی الفیاض علی نہایہ الحاج ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ)

فاسق کی امامت نماز میں ائمہ احناف کا نظریہ

فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فقہاء احناف کا اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

جو شخص از روئے عمل کے فاسق ہو مثلاً زانی اور شرابی ہو تو ابن الجبیب نے یہ زعم کیا کہ جس نے شرابی کی اقتداء میں نماز پڑھی وہ ہمیشہ نماز دہرائے الا یہ کہ وہ امام حاکم ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فاسق کی اقتداء میں نماز صحیح ہے۔

(عمدة القاری ج ۵ ص ۲۳۲ مطبوعہ ادارة المطابع المیریہ مصر ۱۳۴۸ھ)

علامہ زیلعی حنفی فرماتے ہیں:

فاسق کو جب امامت سے ہٹانا مشکل ہو تو جمعہ اس کے پیچھے پڑھ لے اور جمعہ کے علاوہ نمازیں کسی اور مسجد میں پڑھے۔

(تہمین الحقائق ج ۱ ص ۱۳۵ مطبوعہ مکتبہ ادبیہ لبنان)

علامہ شرنبلالی حنفی لکھتے ہیں:

فاسق عالم کی امامت مکروہ (تحریمی) ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اس لیے اس کی اہانت شرعاً واجب ہے لہذا اس کو امام بنا کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو امامت سے ہٹانا دشوار ہو تو جمعہ اور باقی نمازوں کے لیے کسی اور مسجد میں جائے اور اگر صرف جمعہ پڑھنا ہو تو اس کی اقتداء میں پڑھ لے۔ (مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصلحی البابی واولادہ مصر ۱۳۲۵ھ)

اس عبارت کی شرح میں علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی امامت اور اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

(حاشیہ مراقی الفلاح ص ۱۸۱ مطبوعہ مصلحی البابی واولادہ مصر ۱۳۲۵ھ)

علامہ حلبی حنفی لکھتے ہیں:

اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو گناہگار ہوں گے کیونکہ فاسق کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

(نہجۃ المستملی ص ۱۷۹، مطبوعہ مطبعہ عربیہ اسلامیہ)

علامہ ابن بزاز کروری لکھتے ہیں:

جو شخص سود خوری معروف ہو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے فاسق جمعہ پڑھاتا ہو اور اس کو منع کرنا دشوار ہو تو بعض علماء نے کہا: اس کی اقتداء میں جمعہ پڑھ لے اور اس کی امامت میں جمعہ کو ترک نہ کرے۔

(فتاویٰ بزاز علی حاشیہ ص ۱۰۵، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ امریہ بخاری مصر، ۱۳۱۱ھ)

ان علماء کے علاوہ دوسرے فقہاء احناف نے فاسق کی اقتداء میں نماز کو کراہت کے ساتھ جائز رکھا ہے یعنی یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ کراہت تحریمی جواز کے ساتھ جمع نہیں ہوتی۔

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

امام محمد فرماتے ہیں: تاہنا دیہاتی "غلام ولد زنا اور فاسق کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے (الی قولہ) اس کے بعد علامہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ فاسق کو امامت کے لیے مقدم کرنا جائز ہے اور مکروہ (تنزیہی) ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے کیونکہ وہ احکام دین کا اہتمام نہیں کرتا اور اس کی شہادت مردود ہوتی ہے ہماری دلیل کھول کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امیر کے ساتھ جہاد واجب ہے اور ہر امام کے پیچھے واجب ہے اور ہر میت کے اوپر نماز واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۲۴۳) (المبسوط ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴۲۸ھ)

علامہ مرغینانی صاحب "ہدایہ" نے بھی فاسق کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو جائز کہا ہے اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔

(ہدایہ اولین ص ۱۲۲، مطبوعہ شرکت مہذبہ مائیں)

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

اس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ حدیث کھول سے مروی ہے اور ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے اس پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اور اس کی ہر سند میں ضعیف راوی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جو حدیث متعدد ضعیف طریقوں سے مروی ہو وہ محققین کے نزدیک درجہ "حسن" کو پہنچ جاتی ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، کفر)

مصنف یہ کہتا ہے کہ اس مسئلہ میں حدیث متصل بھی موجود ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عدی بن خیاری بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب باغیوں نے ان کا محاصرہ کیا۔ اٹھادی نے کہا: آپ عام مسلمانوں کے امام ہیں اور آپ پر وہ افتاد پڑی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں اب ہمیں فتنہ کرنے والا (باغی) امام نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس میں گناہ سمجھتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا

عمل ہے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا کام کرو اور جب وہ برا کام کریں تو تم ان کی برائی سے اجتناب کرو۔

(کنج بخاری ج ۱ ص ۹۰ مطبوعہ دارالحدیث اسلامیہ کراچی ۱۳۸۱ھ)

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جن کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے ان کے پیچھے نماز پڑھ لینا جماعت کو ترک کرنے سے اولیٰ ہے (الی قولہ) اور ”محیط“ میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو جماعت کا ثواب مل جائے گا البتہ متقی کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا اور ”مبسوط“ میں ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ (تخریجی) ہے۔

(مرآۃ المفاتیح ج ۱ ص ۲۲۲ مطبوعہ دارالحدیث اسلامیہ کراچی ۱۳۸۱ھ)

حدیث کھول بیان کرنے کے بعد علامہ سرخسی لکھتے ہیں:

(اور فاسق کی اقتداء میں نماز کا جواز اس لیے ہے کہ) صحابہ اور تابعین حجاج کی اقتداء میں جمعہ اور دوسری نمازیں پڑھنے سے احتراز نہیں کرتے تھے حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا بدترین فاسق شخص تھا حسن نے کہا: اگر ہر امت اپنے اپنے خبیثوں کو لے کر آئے اور ہم صرف حجاج کو لے کر آئیں تو ہم غالب رہیں گے (اور فاسق کی اقتداء میں) کراہت کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے گریز کریں گے امام ابو یوسف نے ”امالی“ میں کہا: میرے نزدیک امام کا صاحب بدعت ہونا اس لیے مکروہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے متنفر ہوں گے۔ (المبسوط ج ۱ ص ۱۰۰-۱۰۱ مطبوعہ دارالحدیث اسلامیہ کراچی ۱۳۸۱ھ)

علامہ قاضی خاں اور جندی حنفی فرماتے ہیں:

جہمہ قدریہ اور غالی رافضی کے سوا باقی لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز اور مکروہ (تخریجی) ہے اسی طرح اس شخص کی اقتداء بھی جائز ہے جو سود خوری میں معروف ہو اور فاسق معلن ہو یہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) اور امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) سے مروی ہے اور جب کوئی شخص فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کو جماعت تو اس کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے۔

(فتاویٰ قاضی خاں علی حاشیہ ص ۹۱-۹۲ مطبوعہ یو لاق مصر ۱۳۶۱ھ)

علامہ ابن حمام حنفی لکھتے ہیں:

”محیط“ میں لکھا ہے کہ اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن متقی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ (۱۷)۔

”محیط“ کی عبارت میں بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جس کی بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو اور اس تفصیل کے ساتھ تمام اہل ابواء کی اقتداء میں نماز جائز ہے البتہ جہمہ قدریہ غالی رافضی خلق قرآن کے قائلین خطابیہ اور مشبہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص ہمارے قبلہ والا ہو اور غلو نہ کرتا ہو اور اس کی تکفیر نہ کی گئی ہو اس کے پیچھے نماز کراہت کے ساتھ جائز ہے البتہ عذاب قبر شفاعت رویت باری اور کراماتین کے منکروں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۰۹ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر)

علامہ ابن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ ان لوگوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا افضل ہے یا تنہا نماز پڑھنا بہتر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فاسق کی

اقتداء میں نماز پڑھنا بہر حال بہتر ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے کتب فتاویٰ سے نقل کر چکے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تہذیبی ہے اگر ان کے علاوہ کسی اور کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو فیہا ورنہ تنہا نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اولیٰ ہے اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا اس وقت مکروہ ہے جب دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے۔ (البحر الرائق ج ۱ ص ۲۴۹ مطبوعہ علیہ مصر ۱۳۱۱ھ)

علامہ علاؤ الدین ہسکفی لکھتے ہیں:

غلام اعرابی فاسق اور ناپسند کی امامت مکروہ تہذیبی ہے۔ (در مختار علی حاشی رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت)

علامہ ابن عابدین شامی مکروہ تہذیبی کی وجہ میں لکھتے ہیں:

کیونکہ امام محمد نے اصل (مبسوط) میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کے غیر کی امامت میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے پھر فرمایا: ان کا امام بننا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تہذیبی ہے اگر ان کے علاوہ دوسروں کی اقتداء میں نماز پڑھنا ممکن ہو تو افضل ہے ورنہ اکیلے نماز پڑھنے سے ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۶ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۰۷ھ)

علامہ طحاوی نے بھی ”در مختار“ کی شرح میں کراہت تہذیبی کی یہی وجہ ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے کی بہ نسبت فاسق کے پیچھے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ (حاشیہ الطحاوی علی الدرر ج ۱ ص ۲۴۲ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ)

علامہ عالم بن العلاء الانصاری لکھتے ہیں:

بدعتی خواہ فاسد تاویل کرتا ہو اگر اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو تو اس کی اقتداء میں نماز کراہت (تہذیبی) کے ساتھ جائز ہے (الی قولہ) ”منہجی“ میں مذکور ہے: امام محمد سے شارب خمر کی اقتداء کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور اس میں کراہت (تحریکی) نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریکی ہے۔ (لادنی ۲ تاریخ ج ۱ ص ۶۰۲-۶۰۱ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۱۱ھ)

علامہ عبداللہ بن محمود بن مودود موصلی حنفی لکھتے ہیں: فاسق کی اقتداء میں نماز کراہت (تہذیبی) کے ساتھ جائز ہے۔

(الاختیار ج ۱ ص ۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری حنفی لکھتے: اگر فاسق یا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن ایسا ثواب نہیں ملے گا جو متقی کے پیچھے نماز پڑھنے سے ملتا ہے۔ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ لولکوز لکھنؤ)

علامہ ہستانی لکھتے ہیں:

اعرابی فاسق ناپسند اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تہذیبی ہے۔ (خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

صحیح یہ ہے کہ فاسق کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں ہے (الی قولہ) ”منہجی“ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) سے اہل سنت و جماعت کے مذہب کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: تم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی فضیلت دو حضرت عثمان اور حضرت علی سے محبت رکھو موزوں پر مسح کو جائز سمجھو اور ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھو (کیونکہ معتزلہ فاسق کی امامت کے قائل نہیں)

(ہیں) شرح فقہ اکبر ص ۷۶ مطبوعہ مطبع مصلیٰ الہابی دہلادہ معزمہ ۱۳۷۷ھ

علامہ ابوسعود حنفی لکھتے ہیں:

اگر غیر فاسق موجود ہو تو فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں ہے (بحر) اور "الہم" میں لکھا ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ (فتح المؤمنین علی ماسکین ج ۱ ص ۲۰۸-۲۰۷)

بَابُ إِمَامَةِ الْأَعْمَى

باب: نابینا کی امامت

585 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ. حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ. حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ الْقَطَّانِ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ يَوْمَ النَّاسِ وَهُوَ أَعْمَى

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے (مدینہ منورہ کا) نگران مقرر کیا، وہ لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے، وہ نابینا تھے۔

شرح

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نابینے کی امامت بلا کراہت جائز ہے اس سلسلے میں حنفی مسلک میں یہ فقہی روایتیں بھی وارد ہیں کہ اگر نابینا قوم کا سردار ہو تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر نابینا بہت زیادہ علم کا حامل ہو تو امامت کے سلسلے میں وہ اولیٰ ہے۔ (شرح کنز، اشاہد و اظہار)

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القراءت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بد مذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب فیہوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔

ذم مختار میں ہے۔ یکرمہ تنزیہاً المذمۃ الکی الا ان یکون اعلم القوم اھو اولیٰ۔ نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو۔ (در مختار باب الالامۃ مطبوعہ مکتبہ دہلی)

جماعت کے واجب یا سنت ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

اس بارے میں علماء کے ہاں اختلاف ہے کہ آیا جماعت سنت ہے یا واجب اور یا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ چنانچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ جماعت فرض عین ہے الا کسی عذر کی وجہ سے، یہ قول امام احمد بن حنبل، داؤد، عطاء اور ابو ثور رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا ہے بعض علماء کا قول یہ ہے کہ جو کوئی نماز کے لیے اذان سنے اور مسجد میں حاضر نہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں، حضرت امام شافعی

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت فرض کفایہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے تبعین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ جماعت سنت موکدہ واجب کے قریب ہے لیکن فقہ کی کتابوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت کے بارے میں حنفی فقہاء کے دو قول ہیں بعض کتابوں میں جماعت کو واجب لکھا گیا ہے اور بعض میں سنت موکدہ اور وجوب ہی کا قول رائج اور اکثر محققین حنفیہ کا مسلک بیان کیا گیا ہے۔

چنانچہ مشہور محقق حضرت ابن ہمام لکھتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ جماعت واجب ہے لیکن اس کو سنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ جماعت کا ثبوت سنت یعنی حدیث سے ہے نہ یہ کہ خود جماعت سنت ہے جیسا کہ نماز عیدین، وہ واجب ہے مگر اسے سنت اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ثبوت حدیث سے ہے۔

شرف علم کی بنیاد پر امامت کا حقدار ہونا

سیدنا ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے (یعنی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے) اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔

شرف قرأت کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا

سیدنا ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قوم کی امامت وہ شخص کرے جو قرآن زیادہ جانتا ہو۔ اگر قرآن میں برابر ہوں تو جو سنت زیادہ جانتا ہو اگر سنت میں سب برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو جو اسلام پہلے لایا ہو اور کسی کی حکومت کی جگہ میں جا کر اس کی امامت نہ کرے (یعنی مقرر شدہ امام کے ہوتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے) اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے مگر اس کی اجازت سے۔

شرف تقویٰ کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا۔

شرف عمر کی وجہ سے امامت کا حقدار ہونا

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْخُوَيْرِثٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَصَاحِبُ لِي، فَلَمَّا أَرَادْنَا الْإِنْصِرَافَ، قَالَ لَنَا: إِذَا خَضَرْتَ الصَّلَاةَ فَأَذِّنَا وَأَقِيمَا، وَلْيُؤَمِّكُمَا أَكْبَرُ كُمَا. (مسند ابن ماجہ، رقم الحدیث ۹۷۹)

حضرت مالک ابن خویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے چچا کے صاحبزادے (ہم دونوں) سرور کائنات ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سفر میں جاؤ تو (نماز کے لیے) اذان و تکبیر کہا کرو اور تم میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔ (صحیح بخاری) (ابن ماجہ رقم الحدیث ۹۷۹)

غالباً یہ دونوں حضرات علم و ورع میں ہم پلہ ہوں گے اس لیے آپ ﷺ نے امام بننے کا حقدار اسے قرار دیا جو عمر میں بڑا ہو، یا پھر اکبر (یعنی بڑے) سے مراد افضل ہے کہ دونوں میں سے جو افضل ہو وہ امامت کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضلیت کی شرط

اذان میں نہیں ہے، تاہم چاہیے یہی کہ اذان وہ آدمی دے جو اقامت نماز کا علم رکھتا ہو، نیک اور دیندار ہو، بلند آواز اور خوش گلو ہو اور اذان کے کلمات صحیح صحیح ادا کر سکتا ہو۔ (صحیح مسلم، ۲۱۹)

امامت کے زیادہ حقدار ہونے کا فقہی مفہوم

حضرت ابو مسعود بن انصاری نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قول کی امامت ان میں بہترین قرآن پڑھنے والا کرے اگر قرأت میں برابر ہوں تو جو سنت کے متعلق زیادہ علم رکھتا ہو اگر اس میں بھی برابر ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو اگر ہجرت میں بھی برابر ہوں تو جو زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ امامت کرے اور کسی کی اجازت کے بغیر اس کی امامت کی جگہ پر امامت نہ کی جائے اور کوئی شخص گھروالے کی اجازت کے بغیر اس کی مسند پر نہ بیٹھے محمود نے اپنی حدیث میں (اَلْخَيْرُ مِنْهُمْ بَشَاتًا) کسی جگہ (اَلْأَقْدَمُ مِنْهُمْ بَشَاتًا) کے الفاظ کہے ہیں اور اس باب میں ابو سعید انس بن مالک مالک بن حویرث اور عمرو بن ابی سلمہ سے بھی روایات مروی ہیں ابویسی فرماتے ہیں حدیث ابو مسعود حسن صحیح ہے۔

اور اہل علم کا اس پر عمل ہے کہ جو قرأت میں افضل اور سنت سے زیادہ واقفیت رکھتا ہو وہ امامت کا زیادہ مستحق ہے بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر اس نے کسی اور کو امامت کی اجازت دے دی تو اس کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے اسے مکروہ کہا ہے وہ کہتے ہیں کہ گھروالے کا نماز پڑھنا سنت ہے امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ کوئی شخص آپ نے غلبہ کی جگہ پر ماموم نہ بنایا جائے اور نہ کوئی شخص کسی کے گھر میں اس کی باعزت جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے لیکن اگر کوئی اس کی اجازت دے تو مجھے امید ہے کہ یہ ان تمام باتوں کی اجازت ہوگی اور ان کے نزدیک صاحب خانہ کی اجازت سے نماز پڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 227)

امامت کے زیادہ حقدار ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ **فَاغْلِظْهُمْ بِالشَّيْءِ** میں سنت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں عہد صحابہ میں جو آدمی احادیث زیادہ جانتا تھا وہ بڑا فقیہ مانا جاتا تھا حضرت امام احمد اور امام ابو یوسف کا عمل اسی حدیث پر ہے، یعنی ان حضرات کے نزدیک امامت کے سلسلہ میں قاری عالم پر مقدم ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت امام محمد، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک یہ ہے کہ زیادہ علم جاننے والا اور فقیہ امامت کے سلسلے میں بڑے قاری پر مقدم ہے کیونکہ علم قرأت کی ضرورت تو نماز کے صرف ایک ہی رکن میں (یعنی قرأت کے وقت ہوتی ہے، برخلاف اس کے کہ علم کی ضرورت نماز کے تمام ارکان میں پڑتی ہے۔

جن احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم پر سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا مقدم ہے اس کا جواب ان حضرات کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو لوگ قاری ہوتے تھے وہی سب سے زیادہ علم والے بھی ہوتے تھے کیونکہ وہ لوگ قرآن کریم مع احکام کے سیکھتے تھے اسی وجہ سے احادیث میں قاری کو عالم پر مقدم رکھا گیا ہے اور اب ہمارے زمانے میں چونکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اکثر قاری مسائل سے ناواقف ہوتے ہیں، اس لیے ہم عالم کو قاری پر مقدم رکھتے ہیں۔

اس نے عاوانؓ کو بھی سب سے بڑی دلیل دے کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض المومنین علیہم السلام کہ میں نے تم کو اپنا نائب مقرر کیا ہے۔
 لوگوں کو نماز پڑھوانی باوجود اس نے وہ قاری نہ تھے بلکہ سب سے زیادہ علم والے تھے حالانکہ اس وقت ان سے زیادہ علم والے
 موجود قاری تھے۔ لہذا ہم ہر گز اسے میں ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آج کل یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اس نے اپنے
 اب یہاں قطعی جرح سے بچا ہے۔ معنی اہل بیت (علیہم السلام) اور برائیوں سے تفریق (فاسقین) کا اعتبار اور گاہی وجہ سے ان کے لئے طہارت
 قرأت میں برابری کے بعد پرہیزگاری کو مقدم رکھا ہے۔ یعنی اگر وہ آدمی ایسے نیک ہوں جو عالم بھی ہوں اور قاری بھی ہوں تو ان
 دونوں میں سے امامت کا مستحق وہ آدمی ہوگا جو دوسرے کی نسبت زیادہ پرہیزگاری کے وصف کا حامل ہوگا۔

اس حدیث میں امامت کے صرف اتنے ہی مراتب ذکر کئے گئے ہیں لیکن علماء نے کچھ اور مراتب ذکر کئے ہیں چنانچہ اگر عمر میں
 بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہو اگر اخلاق میں بھی سب برابر ہوں تو وہ آدمی
 امامت کرے جو اچھے چہرے والا ہو یعنی خوبصورت ہو اگر خوبصورتی میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امامت کرے جو سب سے زیادہ
 لباس پہنے ہوئے ہو یا سب سے زیادہ شریف النسب ہو اگر تمام اوصاف میں سب برابر ہوں تو اس صورت میں آخر قائل ہے کہ
 قرعہ الا جائے جس کا نام اہل آئے وہ امامت کرے یا پھر قوم جسے چاہیے اپنا امام مقرر کرے اور اس کے پیچھے نماز پڑھے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی سلطنت و خلافت میں امامت نہ کرے اسی طرح ایسی
 جگہ بھی امامت نہ کرے جس کا مالک کوئی دوسرا آدمی ہو جیسا کہ دوسری روایت کے الفاظ کی اعلیٰ سے ثابت ہوا۔

لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی مقام پر حاکم وقت امامت کرتا ہے یا حاکم وقت کی جانب سے مقرر شدہ اسی کا نائب بن جائے اور
 غایب کے ہی حکم میں ہوتا ہے امامت کے فرائض انجام دیتا ہے تو کسی دوسرے آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ سبقت کرے
 امامت کرے خاص طور پر عیدین اور جمعہ کی نماز میں تو یہ بالکل ہی مناسب نہیں ہے۔

اسی طرح جس مسجد میں امام مقرر ہو یا کسی مکان میں صاحب خانہ کی موجودگی میں مقررہ امام اور صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر
 امامت کی طرف سبقت کرنا کسی دوسرے آدمی کا حق نہیں ہے کیونکہ اس طرح امور سلطنت میں انحراف آجائے جس میں بعض وعادہ ترک
 ملاقات، التفریق واختلاف اور فتنہ و فساد کا دروازہ کھلتا ہے اور جب کہ جماعت کی مشروعیت ہی انہیں غیر اخلاقی چیزوں کے سد باب
 کے لیے ہوتی ہے چنانچہ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ رویہ قابلِ تقلید ہے کہ وہ اپنے فضل و شرف اور علم و تقویٰ
 کے باوجود حجاج بن یوسف جیسے ظالم و فاسق کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔

ناپینا آدمی کی امامت میں جواز و کراہت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام مقرر کیا کہ
 وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور وہ ناپینا تھے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۸۸، دارالحدیث لبنان)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ناپینے کی امامت بلا کراہت جائز ہے اس سلسلے میں حنفی مسلک میں یہ فقہی روایتیں بھی

دارد ہیں کہ اگر ناپید قوم کا سردار ہو تو اس کی امامت جائز ہے بلکہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اگر ناپید قوم کا علم کا حامل ہو تو امامت کے سلسلے میں وہ اولیٰ ہے۔ (شرح کنز الشیوخ)

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القراءت صحیح العقیدہ غیر فاسق ملعون حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تزیہیٰ ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بد مذہب یا فاسق ملعون ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصل دوسرا قابل امامت ہی نہیں۔

در مختار میں ہے: یکمرہ تنزیہا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم لہو اولیٰ احنا بنیٰ شخص کی امامت مکروہ تزیہیٰ ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولیٰ ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو۔ (در مختار باب الامتہ مطبوعہ مطبعہ مجتہدین دہلی)

فاسق اگر امام بنا دیا جائے تو امامت جائز ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے اوپر جہاد ہر سردار کے ہمراہ خواہ وہ نیک ہو یا بد واجب ہے اگرچہ وہ (سردار) گناہ کبیرہ کرتا ہو اور تم پر نماز ہر مسلمان کے پیچھے واجب ہے خواہ وہ (نماز پڑھانے والا) نیک ہو یا بد واجب ہے اگرچہ گناہ کبیرہ کرتا ہو اور نماز جنازہ ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد اگرچہ گناہ کبیرہ کرتا ہو۔ (ابوداؤد)

جہاد واجب ہے کا مطلب یہ ہے کہ بعض صورتوں میں تو جہاد فرض عین ہے اور بعض صورتوں میں فرض کفایہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس کا فسق کفر کی حد تک نہ پہنچ چکا ہو فاسق کے پیچھے نماز ادا کی جاتی ہے لیکن اس کے پیچھے نماز پڑھنا بہر حال مکروہ ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ نیک بخت کی موجودگی میں فاسق کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔ نماز جنازہ کے واجب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان پر جنازہ کی نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔

بَابُ إِمَامَةِ الزَّائِرِ

باب: ملاقاتی (مہمان) کی امامت

586- حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ. حَدَّثَنَا أَبَانُ. عَنْ بُدَيْلٍ. حَدَّثَنِي أَبُو عَظِيَّةَ. مَوْلَى مَنَا. قَالَ: كَانَ مَالِكُ بْنُ حُوَيْرِثٍ. يَأْتِينَا إِلَى مُصَلَّاتِنَا هَذَا. فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَقُلْنَا لَهُ: تَقْدَمُ فَصَلِّهِ. فَقَالَ لَنَا: قَدِّمُوا رَجُلًا مِنْكُمْ يُصَلِّي بِكُمْ. وَسَاحَدْتُكُمْ لِمَا لَا أَصِلُ بِكُمْ. سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

596- المرفوع من حسن لغیرہ، وهذا اسناد ضعیف لجهالة أبي عطية مولى بني عقيل، قال أبو حاتم: لا يعرف ولا نسمي، وقال ابن المديني: لا

يعرفونه، وباقى رجاله ثقات. أبان: هو ابن يزيد العطار، وبديل: هو ابن ميسرة العقيلي. وأخرجه الترمذي (356)، والسنائي في "الكبرى"

(864) من طريق أبان العطار، بهذا الاسناد. ورواية السنائي مختصرة بالمرفوع منه وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مسند أحمد"

(15602) و(20531). ويشهد لمتنه حديث أبي مسعود البصري السالف برقم (582).

وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُؤْمِنُهُمْ، وَلِيُؤْمِنَهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ

❦❦ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مالک بن حویرث ہماری اس جگہ تشریف لائے جہاں ہم نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی ہم نے ان سے گزارش کی کہ آپ آگے آئیں اور نماز پڑھائیں۔ انہوں نے ہم سے فرمایا تم اپنے میں سے کسی کو آگے کر دو وہ تمہیں نماز پڑھادے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں تمہیں کیوں نماز نہیں پڑھا رہا؟ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”جو شخص لوگوں سے ملنے کے لئے جائے وہ ان کی امامت نہ کرے ان کی امامت ان میں سے ہی کوئی فرد کرے۔“

بَابُ الْإِمَامِ يَقُومُ مَكَانًا أَرْفَعَ مِنْ مَكَانِ الْقَوْمِ

باب: امام کا لوگوں کی جگہ سے بلند جگہ پر کھڑے ہونا

587 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَنَانٍ، وَأَحْمَدُ بْنُ الْفُرَاتِ أَبُو مَسْعُودٍ الرَّازِيُّ التَّغَنِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا يَحْيَى، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ هَنَامٍ، أَنَّ حُذَيْفَةَ، أَمَرَ بِالْمَدَائِنِ عَلَى دُكَّانٍ، فَأَخَذَ أَبُو مَسْعُودٍ، بِقَبِيصِهِ فَجَبَذَهُ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّكُمْ كَأَنْتُمْ يُنْهَوْنَ عَنْ ذَلِكَ؟ قَالَ: بَلَى، قَدْ ذَكَرْتُ حِينَ مَدَدْتَنِي

❦❦ امام بیان کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں ایک چبوترے پر لوگوں کی امامت شروع کی تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کی قمیص پکڑ کر انہیں کھینچ لیا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو یہ بات پتہ نہیں ہے کہ ایسا کرنے سے منع کیا جاتا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: جی ہاں! جب آپ نے مجھے کھینچا تو مجھے یہ بات یاد آگئی۔

588 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ بَنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ، حَدَّثَنِي رَجُلٌ، أَنَّهُ كَانَ مَعَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ بِالْمَدَائِنِ فَأَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَتَقَدَّمَ عَمَّارٌ وَقَامَ عَلَى دُكَّانٍ يُصَلِّي وَالنَّاسُ أَسْفَلَ مِنْهُ، فَتَقَدَّمَ حُذَيْفَةُ فَأَخَذَ عَلَى يَدَيْهِ فَاتَّبَعَهُ عَمَّارٌ، حَتَّى أُنْزِلَهُ حُذَيْفَةُ فَلَمَّا فَرَغَ عَمَّارٌ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ لَهُ حُذَيْفَةُ: أَلَمْ تَسْمَعْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا أَمَرَ الرَّجُلُ الْقَوْمَ فَلَا يَقُمْ فِي مَكَانٍ أَرْفَعَ مِنْ مَقَامِهِمْ أَوْ نَجْوَى ذَلِكَ؟ قَالَ عَمَّارٌ: لِذَلِكَ اتَّبَعْتُكَ حِينَ أَخَذْتَ عَلَى يَدَيَّ

❦❦ عبد بن ثابت انصاری بیان کرتے ہیں: ایک صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ مدائن میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ نماز کے لئے اقامت کہی گئی حضرت عمار رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ایک چبوترے پر کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ لوگ ان کے نیچے کھڑے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ انہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ پیچھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انہیں چبوترے سے نیچے اتار دیا۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: کیا آپ نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے نہیں سنا۔

”جب کوئی شخص لوگوں کی امامت کرے تو وہ لوگوں کے کمرے ہونے کی جگہ سے بلند مقام پر نہ کھڑا ہو۔“
یا اس کی مانند کلمات بیان کئے تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا: اسی وجہ سے میں نے آپ کی پیروی کی تھی جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔

بَابُ إِمَامَةٍ مَنْ يُصَلِّي بِقَوْمٍ وَقَدْ صَلَّى تِلْكَ الصَّلَاةَ

باب: ایسے شخص کا لوگوں کی امامت کرنا جو پہلے وہ نماز ادا کر چکا ہو

599 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجَلَانَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مِقْسَمٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ، ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ ﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اکرم ﷺ کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کرتے تھے پھر وہ اپنی قوم کی طرف جا کر ان لوگوں کو وہی نماز پڑھاتے تھے۔

شرح

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ وہ عشاء کی سنتیں یا نفل رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پڑھتے تھے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت و سعادت حاصل ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے پھر وہاں سے اپنی قوم میں آکر لوگوں کو فرض نماز پڑھایا کرتے تھے۔

600 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سَفْيَانُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ: إِنَّ مُعَاذًا، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيُؤَمُّ قَوْمَهُ ﴿﴾ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے پھر وہ واپس جا کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔

نفل نماز کی جماعت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز (پہلے تو) رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پڑھتے تھے پھر اپنی قوم میں آتے اور ان کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور وہ ان کے لئے نفل ہوتی۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1123)

599 - حدیث صحیح، و هذا اسناد لوری من اجل محمد بن عجلان، وبالي وجاله ثقات، وهو في "مسند احمد" (1424)، و "صحيح ابن حبان" (2404) من طريق يحيى بن سعيد القطان، بهذا الاسناد، وانظر ما بعده.

600 - اسناد صحیح، سفیان: هر ابن عینة، وخرجه مطولا و مختصرا البخاری (700) و (701)، و مسلم (465)، و الترمذی (590)، و السانی فی "الکبری" (911) من طرق عن عمرو بن دينار، بهذا الاسناد، و عند الترمذی و حده: "المغرب" بدل "العشاء"، و هو فی "مسند احمد" (14307)، و میاتی مطولا برقم (790).

حضرت معاذ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پہلے تو عشاء کی نماز پڑھتے وقت عشاء کی سنت کی نیت کرتے ہوں گے یا نفل نماز کی نیت کر لیتے ہوں گے پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کی امامت کرتے اور اس وقت فرض نماز پڑھتے تھے۔ حدیث کے آخری الفاظ وہی نہ نافلہ کا مطلب سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ دوسرے نماز پڑھنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ ایک آدمی نے اپنے مکان میں تنہا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد مسجد آیا تو دیکھا کہ وہاں اسی نماز کی جماعت ہو رہی ہے تو جو پہلے پڑھ چکا ہے۔ وہ مسجد میں جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے جماعت میں شریک ہو کر دوبارہ نماز پڑھ لیتا ہے اس صورت میں فرض نماز کی ادائیگی چونکہ پہلے ہو چکی ہے اس لئے یہ جماعت کی نماز اس کے لئے نفل ہو جائے گی۔ دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک آدمی کسی مسجد کا امام ہے وہ اپنی مسجد میں نماز پڑھانے سے پہلے کسی خاص موقع پر یا کسی خاص آدمی کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت حاصل کرنے کی غرض سے بہ نیت نفل نماز پڑھ لیتا ہے پھر اس کے بعد اپنی مسجد میں آکر لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے ایسی صورت میں بعد کی نماز فرض ادا ہوگی اور پہلی نماز نفل ہو جائے گی۔

اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد اس جملے کا مطلب آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری نماز جو جماعت کے ساتھ فرض یا نفل ادا ہوتی ہے یا پہلی نماز دوسرے پڑھنے والے کے حق میں نافلہ یعنی خیر و بھلائی کی زیادتی اور ثواب کی کثرت کا باعث ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے اس جملے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "وہ دوسری نماز جو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ قوم کے ہمراہ پڑھتے تھے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی نفل نماز اور ان کی قوم کی عشاء کی فرض نماز ہوتی تھی۔" حقیقت سے دور ہے کیونکہ یہ بات تو اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے جب کہ اس مطلب کو بیان کرنے والے حضرت معاذ کا کوئی ایسا قول بھی پیش کریں جس میں حضرت معاذ خود یہ بتائیں کہ ان کی نیت دونوں مرتبہ کیا ہوتی تھی کیونکہ نیت کی حقیقت تو اس وقت تک معلوم نہیں ہوتی جب تک کہ نیت کرنے والا اپنی نیت کے بارے میں خود نہ بتائے کہ اس کی نیت کیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ حضرت معاذ نماز پڑھتے وقت نیت دل میں کرتے ہوئے گے زبان سے اظہار نہیں کرتے ہوں گے جیسا کہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ زبان سے نیت کرتے تھے پھر یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ جملہ "وہی نافلہ" حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ اضافہ ہے جو صحیح روایتوں میں موجود نہیں ہے چنانچہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت امام شافعی نے اپنے اجتہاد و مسلک کے مطابق اس کا اضافہ کیا ہے۔

بَابُ الْإِمَامِ يُصَلِّي مِنْ قُعُودٍ

باب: امام کا بیٹھ کر نماز پڑھانا

801 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ فَرَسًا فَصَرَغَ عَنْهُ فَجَحَشَ شِقَّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَاةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ، وَصَلَيْنَا وَرَاءَهُ قُعُودًا فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ، فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، فَقُولُوا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، وَإِذَا

صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ

﴿۶۰﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ گرجے جس کی وجہ سے آپ کا دایاں پہلو زخمی ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک نماز بیٹھ کر ادا کی۔ ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی جب آپ نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو جب وہ رکوع میں جائے تو تم رکوع میں جاؤ جب وہ رکوع سے سرکواٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ جب وہ سبغ اللہ لخن خمذہ پڑھے تو تم رَتْنَا وَلَكُمُ الْخَمْدُ پڑھو۔ جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

602 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، وَوَكَيْعٌ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ أَبِي سُوَيْبَةَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَسًا بِالدِّينَةِ فَصَرَعَهُ عَلَى جَذْرِ نَخْلَةٍ فَأَنفَكْتُ قَدَمَهُ، فَأَتَيْنَاهُ نَعُودُهُ، فَوَجَدْنَاهُ فِي مَشْرُبَةٍ لِعَائِشَةَ يُسَبِّحُ جَالِسًا، قَالَ: فَقُنْنَا خَلْفَهُ فَسَكَّتْ عَنَّا، ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى، نَعُودُهُ فَصَلَّ الْمَكْتُوبَةَ جَالِسًا، فَقُنْنَا خَلْفَهُ فَأَشَارَ إِلَيْنَا، فَقَعَدْنَا، قَالَ: فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: إِذَا صَلَّى الْإِمَامُ جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا، وَإِذَا صَلَّى الْإِمَامُ قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَلَا تَفْعَلُوا كَمَا يَفْعَلُ أَهْلُ فَارَسَ بِعُظْمَائِهَا

﴿۶۱﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کھجور کے تنے سے ٹکرا کر گر گئے جس کے نتیجے میں آپ کے پاؤں میں موج آگئی ہم عیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بالا خانے میں موجود تھے آپ بیٹھ کر نفل نماز ادا کر رہے تھے۔ راوی کہتے ہیں: ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ آپ نے ہمیں کچھ نہیں کہا جب ہم دوسری دفعہ آپ کی عیادت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ بیٹھ کر فرض نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں اشارہ کیا تو ہم بیٹھ گئے۔ آپ نے جب نماز مکمل کر لی تو آپ نے فرمایا۔

”جب امام بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو جب امام کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی کھڑے ہو کر نماز ادا کرو تم لوگ اس طرح نہ کرو جس طرح اہل فارس اپنے بڑوں کے ساتھ کرتے ہیں۔“

مرض کا سبب عذر ہونے کا بیان

اور جب کسی مریض پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مشکل ہو تو بیٹھ کر رکوع و سجود کرتے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اب اگر وہ بیٹھ کر بھی رکوع و سجود کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ رکوع و سجود اشارے کے ساتھ ادا کر سکتا ہے اور سجدے کا اشارہ رکوع کے

602 - حدیث صحیح، و هذا اسناد قوی من اجل ابی سفیان - وهو طلحة بن نافع - فانه صدوق لا بأس به، وباقی رجالہ ثقات، جریر: هو ابن عبد الحمید، والأعمش: هو سليمان بن مهران، وخرجه مختصر أسقوط النبی - صلى الله عليه وسلم - عن القرمس ابن ماجه (3485) من طریق وکیع، بهذا الاسناد، و هو تمامه فی "مسند احمد" (14205)، و "صحیح ابن حبان" (2112) و (2114)، وانظر ماسواتی برقم (606).

اشارے سے زیادہ نیچے کرے گا اور کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اس لئے بلند نہیں کر سکتا تا کہ وہ اس پر سجدہ کرے۔ اب اگر وہ بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں پاتا تو سیدھا لیٹ جائے اور اپنے پاؤں قبلہ کی جانب کرتے ہوئے رکوع و سجود اشارے کے ساتھ بجالائے اور اگر وہ پہلو کے بل لیٹ گیا اور اپنا چہرہ قبلہ کی جانب کر لیا اور اشارے کے ساتھ نماز پڑھی تو تب بھی جائز ہے اب اگر وہ اپنے سر کے ساتھ بھی اشارہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور نہ ہی وہ اپنی آنکھ اپنے ابروؤں بھوؤں اور اپنے دل کے ساتھ بھی اشارہ نہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ نماز کو مؤخر کر سکتا ہے۔ (ہدایہ، کتاب صلوٰۃ، لاہور)

مرض کے سبب عذر اباحت کا بیان

حضرت عمران بن حصین راوی ہیں کہ سرور کونین ﷺ نے فرمایا "نماز کھڑے ہو کر پڑھو، اور اگر (کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر) قادر نہ ہو سکو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی) قادر نہ ہو سکو تو (پھر) کر دے پڑھو۔" (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1223)

اگر کوئی آدمی کسی عذر شدید مثلاً سخت بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر اپنی نماز ادا کرے اور اگر عذر اتنا شدید ہو کہ بیٹھ کر بھی قدرت سے باہر ہو تو پھر آخری مرحلہ یہ ہے کہ (لیٹے لیٹے) کر دے سے قبلہ ہو کر پڑھ لے پھر اس میں بھی اتنی آسانی کہ اگر کوئی آدمی قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکے یا یہ کہ کوئی آدمی ایسا پاس موجود نہ ہو جو معذور کا منہ قبلہ کی طرف کر سکے تو جس طرف بھی منہ ہو ادھر ہی کی طرف پڑھ لے، ایسے موقع پر کسی بھی سمت منہ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ لیٹ کر نماز پڑھنے کے سلسلے میں افضل یہ ہے کہ رو قبلہ ہو کر چت لیٹے کندھے کے نیچے تکیہ رکھ کر سر کو اونچا کرے اور اشاروں سے نماز پڑھے۔ چنانچہ دارقطنی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اس سے چت لیٹ کر ہی نماز پڑھنے کا اثبات ہوتا ہے یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کے بارہ میں حنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم بطور خاص حضرت عمران کے لیے فرمایا تھا کیونکہ وہ بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے اور چت نہیں لیٹ سکتے تھے لہذا یہ حدیث دوسروں کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔

آخر میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم فرض نماز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اس لیے نفل نمازوں میں یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

عذر کے سبب نماز میں قیام و رکوع وغیرہ میں رخصت کا بیان

اب اگر وہ کھڑا ہونے کی تو طاقت رکھتا ہو لیکن رکوع و سجود کرنے کی طاقت نہ پاتا ہو تو ایسے آدمی کے لئے کھرا ہونا لازم نہیں ہے اور اس کے لئے بیٹھ کر اشارے کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔ پس جب کسی تندرست نے اپنی کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی پھر اسے کوئی مرض لاحق ہو گیا تو وہ اپنی باقی نماز بیٹھ کر مکمل کرے اور اگر رکوع و سجود کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو رکوع و سجود وہ اشارے سے ادا کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ بیٹھنے کی بھی قدرت نہ رکھتا ہو تو سیدھے لیٹنے کی حالت میں نماز پڑھے گا اور وہ آدمی جو کسی

مرض کی وجہ سے رکوع و سجود کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا پھر اسی دوران وہ صحیح ہو گیا تو وہ کھڑے ہونے کی حالت میں بھی اپنی اسی نماز پر بناء کرے گا (یعنی اسے مکمل کرے گا)۔ اگر کسی نے اپنی کچھ نماز اشارے کے ساتھ پڑھ لی پھر وہ رکوع و سجود کرنے کے قابل ہو گیا تو اس صورت میں اسے نماز نئے سرے سے پڑھنا ہوگی اور وہ آدمی جس پر پانچ یا پانچ نمازوں سے کم وقت تک غشی چھائی رہی تو جب وہ صحیح ہو جائے تو وہ ان نمازوں کو قضاء کر کے پڑھے گا اب اگر بے ہوشی کے باعث اس کی پانچ سے بھی زیادہ نمازیں فوت ہو گئیں۔ تو اس صورت میں وہ انہیں قضاء نہیں کرے گا۔

عذر کے سبب حرمت کا اباحت کی جانب منتقل ہونے کا قاعدہ فقہیہ

مسئلہ مذکورہ کا ثبوت یہ قاعدہ فقہیہ ہے کہ حرمت سے اباحت کی طرف منتقل ہونے کیلئے قوی اسباب کا ہونا ضروری ہے جبکہ اباحت سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کیلئے معمولی سبب بھی کافی ہوتا ہے۔ (الاشیاء)
اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان اسکی شہادت دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اس کا خون صرف تین اسباب سے حلال ہوتا ہے۔ ۱۔ نکاح کے بعد زنا کرنا۔ ۲۔ جان کا بدلہ جان ۳۔ اور جو شخص اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)
مسلمان کے خون میں اصل حرمت ہے لیکن اس حدیث میں تین ایسے قوی اسباب ذکر ہوئے ہیں جو مسلمان کے خون کی حرمت کو اباحت کی منتقل کر دیتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قوی اسباب کی وجہ سے حرمت اباحت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے

حکم کا اباحت سے حرمت کی طرف منتقل ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رسول اللہ ﷺ سے مرفوع حدیث بیان کرتے ہیں کہ قاتل پر قصاص ہی ہے مگر جبکہ کوئی شخص معاف کر دے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۹۳۔ قدیمی کتب خانہ کراچی)

قتل کی وجہ سے قاتل کا خون مباح ہو چکا لیکن جب مقتول کے ورثاء نے قاتل کو معاف کر دیا تو یہ معمولی سبب ہے جسکی وجہ سے قاتل کے خون کی اباحت حرمت کی طرف منتقل ہو گئی۔
جس پر پاگل پن یا بیہوشی طاری ہو جائے اور بیہوشی اور جنون پانچ نمازوں تک یا اس سے کم تک مسلسل رہے تو افاقہ ہو جانے کے بعد اس کی قضا کرے۔

عَنْ شَفِيَّانَ عَنْ أَبِي بَرْزَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ حَرَمٍ فَلَمْ يَقْضِهَا، (دار قطنی باب الزَّجْلِ يَقْتُلُ عَلَيْهِ قَدْ جَاءَ وَفَتْ الصَّلَاةَ هَلْ يَقْضِي أَمْ لَا)
فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۱ میں ہے۔

فَلَا قِضَاءَ عَلَى مَجْنُونٍ وَلَا عَلَى مَغْمَى عَلَيْهِ مَا فَاتَهُ فِي تِلْكَ الْحَالَةِ زَادَتْ الْفَوَاقِتُ عَلَى يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ۔

امام بیرونی کرنے کا بیان

603 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَمُسْلِمٌ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ وَهْبٍ، عَنْ مُصَنَّبٍ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَلَا تُكَبِّرُوا حَتَّى يُكَبِّرَ، وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَلَا تُرْكَعُوا حَتَّى يَرْكَعَ، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ مَنْ حَمْدَهُ، فَقُولُوا: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ - قَالَ مُسْلِمٌ: وَلَكَ الْحَمْدُ - وَإِذَا سَجَدَ فَلَا تَسْجُدُ، حَتَّى يَسْجُدَ، وَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا، وَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قُعُودًا اجْمَعُونَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَفْهَمَنِي بَعْضُ أَصْحَابِنَا عَنْ سُلَيْمَانَ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ تم اس کی پیروی کرو اگر وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، تم اس وقت تک تکبیر نہ کہو جب تک وہ تکبیر نہ کہے۔ جب وہ رکوع میں جائے تو تم بھی رکوع میں جاؤ تم اس وقت تک رکوع میں نہ جاؤ جب تک وہ رکوع میں نہ چلا جائے۔ جب وہ سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو۔ مسلم نامی راوی نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: وَلَكَ الْحَمْدُ کہو۔

جب وہ سجدے میں جائے تو تم بھی سجدے میں جاؤ تم اس وقت تک سجدے میں نہ جاؤ جب تک وہ سجدے میں نہیں چلا جاتا جب وہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو تم کھڑے ہو کر نماز ادا کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے الفاظ میرے بعض ساتھیوں نے سلیمان نامی راوی کے حوالے سے مجھے سمجھائے ہیں۔

ربنا لک الحمد آیت آواز کہنے میں اتفاق ہذاہب اربعہ

”ربنا لک الحمد“ کو بالجہر پڑھنے کا رواج ماضی قریب میں ہوا ہے، اور وہ بھی صرف ایک جماعت اور ان میں بھی صرف چند ہی لوگوں کے بیچ، اس کے برخلاف حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ، اور دیگر تمام فرقوں کے یہاں اس مسئلہ کا نام و نشان تک نہیں ہے، سلف صالحین، صحابہ و تابعین کے ادوار میں اس مسئلہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا، عہد صحابہ سے لیکر عصر حاضر تک حدیث و فقہ اور تفسیر قرآن کا جتنا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے کسی میں بھی اس مسئلہ کی جانب ادنیٰ اشارہ تک نہیں، قرآن کے بعد سب سے معتبر کتاب ”صحیح بخاری“ ہے، اس میں ہمیں یہ ابواب تو نظر آتے ہیں: ”باب جہر الامام بالتامین“، ”باب جہر الماموم بالتامین“ مگر ”باب الجہر باللہم ربنا لک الحمد“ یعنی دعاء قومہ کو بلند آواز سے پڑھنا، اس کے اثبات میں کوئی باب نظر نہیں آتا، حالانکہ دعائے قومہ میں جہر کے قائلین جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ صحیح بخاری میں موجود ہیں۔

حیرت ہے کہ امام بخاری جن کے بارے میں "امام الدنيا في فقه الحديث" اور "نقد البخاري في تراجمه" کہا گیا ہے، ان کے ذہن کی رسائی بھی اس مسئلہ تک نہ ہو سکی جسے آج پیدا کیا جا رہا ہے، امام بخاری پر کیا موقوف دنیا کے کسی محدث نے بھی دعاء قومہ میں جہر کا فتویٰ نہیں دیا ہے، مصر حاضر کے ناصر الدین الالبانی ہیں انہوں نے مدۃ الصلوٰۃ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں یہ مسئلہ تو لیا جائے گا کہ "آمین بآواز بلند کہنا چاہئے" مگر ربنا لک الحمد "بلند آواز سے پڑھنا، اس کا بیان کیا نام و نشان تک نہ ملے گا، بلکہ "اصل مدۃ الصلوٰۃ" کی بعض کی عبارات سے لگتا ہے کہ علامہ البانی کے نزدیک ربنا لک الحمد کا آہستہ پڑھنا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ (اصل مدۃ الصلوٰۃ: ج ۲ ص ۶۷۸)

امام کے پیچھے قرأت کرنے کی ممانعت کا بیان

604 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ آدَمَ الْبُصَيْمِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ بِهَذَا الْخَبَرِ زَادَ وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذِهِ الزِّيَادَةُ وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا لَيْسَتْ بِمَحْفُوظَةٍ الْوَيْهَةُ عِنْدَنَا مِنْ أَبِي خَالِدٍ

⊗ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔"

اس روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: "جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔"

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اضافی الفاظ "جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔"

یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک اس میں ابو خالد نامی راوی کو وہم ہوا ہے۔

شرح

وَإِذَا قَرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (الاعراف)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

قرآن کی قرأت کے وقت خاموش رہنے اور سننے کے حکم کا بیان

"وَإِذَا قَرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا" عَنِ الْكَلَامِ "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" نَزَلَتْ فِي تَرْكِ

الْكَلَامِ فِي الْخُطْبَةِ وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْقُرْآنِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

مُطْلَقًا، (تفسیر جلالین)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور کلام کرنے سے چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت جمعہ میں خطبہ

کے وقت ترک کلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کو قرآن سے تعبیر کیا ہے کیونکہ وہ خطبہ بھی قرآن پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہاں قرآن سے مراد مطلق قرأت قرآن ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دوران نماز آوازیں بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (المیسر 3-312، مؤثر 2-155)

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں نماز فرض ہوئی تو لوگ اپنی نمازوں میں گفتگو کیا کرتے تھے ایک شخص آتا اور اپنے ساتھ والے سے پوچھتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں وہ کہتا اتنی پڑھ لی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعز شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 9-111، ترمذی 7-353)

زہری کہتے ہیں کہ یہ ایک انصاری نو جوان کے متعلق نازل ہوئیں جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرأت کرتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرض نماز میں قرأت کی آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے لگے جس سے آپ سے نماز میں غلط ہو گیا تو اس پر یہ آیت اتری۔ سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عمرو بن دینار، اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن اور دوران خطبہ امام کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (طبری 9-112، ترمذی 7-353)

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں رات کو پڑاؤ ڈالنے کے بعد صبح کو فرمایا کہ میں نے اپنے اشعری رفقاء سفر کو ان کی تلاوت کی آوازیں سے رات کے اندھیرے میں پہچان لیا کہ ان کے خیمے کس طرف اور کہاں ہیں، اگرچہ دن میں مجھے ان کے جائے قیام کا علم نہیں تھا۔

اس واقعہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعری حضرات کو اس سے منع نہیں فرمایا کہ بلند آواز سے کیوں قرأت کی اور نہ سونے والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو تم سب بیٹھو اور قرآن سنو۔

اس قسم کی روایات سے فقہاء نے خارج نماز کی تلاوت کے معاملہ میں کچھ گنجائش دی ہے، لیکن اولیٰ اور بہتر سب کے نزدیک یہی ہے کہ خارج نماز بھی جب کہیں سے تلاوت قرآن کی آواز آئے تو اس پر کان لگائے اور خاموش رہے اور اسی لئے ایسے مواقع میں جہاں لوگ سونے میں یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تلاوت قرآن بآواز بلند کرنا مناسب نہیں۔

آیت قرأت کا نماز سے متعلق ہونے کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ ظکریٰ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطاء بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ داعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قبلی ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز کے سوا جب کوئی پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھی بہت سے بزرگوں کا فرمان ہے کہ مراد اس سے نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔ حضرت عطاء

سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور منی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرأت پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل)

جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (حدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن من ماج، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 819)

فاذا اکبر فکبروا کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریر میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قراءت کرے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرأت سنا چاہئے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فانصتوا" یعنی چپ رہو فرمایا۔ فاستمعوا یعنی سنو نہیں فرمایا ارشاد بانی ہے۔

آیت (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) 7۔ الاعراف: 204

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں خاموش رہو۔ لہذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری ب آواز بلند ہو یا سری ب آواز آہستہ ہو۔

مدرک رکوع کی رکعت کا عدم فاتحہ خلف الامام ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لیے) نماز میں آؤ اور مجھے سجدے کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ۔ اور اس سجدے کو کسی حساب میں نہ لگاؤ ہاں

جس آدمی نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر ۱۱۹۳)
 علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں آکر اس حال میں شریک ہو کہ امام سجدے میں ہو اور وہ بھی سجدے میں چلا جائے تو اس کی پوری رکعت نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی آدمی اس حال میں شریک ہو کہ امام رکوع میں ہو اور اسے رکوع مل جائے تو اس کی پوری رکعت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہو جب امام سجدے میں ہو تو وہ سجدے میں چلا جائے۔ مگر اس سجدے کی وجہ سے وہ اس رکعت کا ادا کرنا نہ سمجھے کیونکہ جس طرح رکوع میں شریک ہو جانے سے پوری رکعت مل جاتی ہے اسی طرح سجدے میں شریک ہونے پر پوری رکعت نہیں ملتی۔

دوسرے جزو کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) حدیث میں لفظ "رکعت" سے رکوع مراد ہے اور "صلوٰۃ" سے رکعت یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ رکوع اس نے بھی پالیا تو اس کو پوری رکعت مل گئی (۲) رکعت اور صلوٰۃ دونوں اپنے حقیقی معنی میں استعمال کئے گئے ہیں اس طرح حدیث کے اس جزء کا مطلب یہ ہوگا کہ جس آدمی نے جماعت میں ایک رکعت بھی پالی تو اس نے امام کے ساتھ پوری نماز کو پالیا لہذا اسے نماز باجماعت کو ثواب بھی ملے گا اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔
 ان لوگوں کو اس سوال کا جواب دینا چاہئے کہ اس حدیث کے مطابق امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے شخص کی نماز کی وہ رکعت کس طرح ہو جائے گی۔ جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی۔ امید ہے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کیلئے یہ دلیل بھی کافی ہوگی۔

امام کے پیچھے فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی قرأت میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرأت سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں خواہ نماز سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرأت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ "صحابہ" کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورت فاتحہ کی قرأت کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحديث (مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ إِلَّا قَامَ قِرَاءَةً لَهُ..)

یعنی نماز میں جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس مقتدی کی قرأت ہوگی۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اببخاری و مسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکور ہے علیہ اجماع الصحابہ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔ اور مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے فاتحہ میں اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فاتحہ قرأت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے لہذا اس میں امام و مقتدی دونوں شامل ہوں گے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا امام ہو پس امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ اسی پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور قرأت ایسا رکن ہے جو امام و مقتدی کے درمیان مشترک ہے۔ لیکن مقتدی کے حصے میں خاموشی ہے۔ اور توجہ سے سننا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب امام پڑھے تو تم خاموش رہو۔ اور اس کا پڑھنا بطور احتیاط مستحسن ہے۔ اسی قول کی وجہ سے جو امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیا گیا ہے۔ جبکہ شیخین کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ مقتدی کے پڑھنے پر وعید وارد ہوئی ہے۔

مقتدی توجہ سے سنے اور خاموش رہے۔ خواہ امام تریف کی آیت پڑھے یا تریب کی آیت پڑھے۔ کیونکہ توجہ سے سننا اور خاموش رہنا نص قرآنی کے مطابق فرض ہے۔ اور قرأت کرنا، جنت کا سوال اور جہنم سے پناہ مانگنا یہ سب مداخلت ہے۔ اور اسی طرح خطبہ میں اور جب امام نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے۔ اس لئے خطبہ سننا فرض ہے۔ لیکن جس وقت خطیب اللہ تعالیٰ کا فرمان "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ" پڑھے تو سننے والا اپنے دل میں درود پڑھے۔ اور جو شخص منبر سے دور ہو اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ لہذا خاموشی ہی زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ فرض انصات قائم رہے۔ اللہ ہی سب سے زیادہ صواب کو جاننے والا ہے۔

جب امام نماز میں قرآن پڑھے تم چپ کر جاؤ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ)

لہذا اکبر و اکبر و اکبر کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریم میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قرأت کرنے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرأت سننا چاہئے اس کے لیے آپ ﷺ نے فاتحوا یعنی چپ رہو فرمایا۔ فاستمعوا یعنی سنو۔ فرمایا ارشاد ربانی ہے۔

آیت (وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ) 7۔ الاعراف: (204)

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو (بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں) اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں خاموش رہو۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:-

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس انصاری نوجوان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی عادت تھی کہ جب کبھی رسول اللہ ﷺ قرآن سے کچھ پڑھتے یہ بھی اسے پڑھتا پس یہ آیت اتری۔ مسند احمد اور سنن میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس نماز سے فارغ ہو کر پٹے جس میں آپ نے با آواز بلند قرات پڑھی تھی پھر پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا؟ ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ نے فرمایا میں کہہ رہا تھا کہ یہ کیا بات ہے کہ مجھ سے قرآن کی چھینٹا جھٹی ہو رہی ہے؟ راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان نمازوں میں جن میں آپ اونچی آواز سے قرات پڑھا کرتے تھے قرات سے رک گئے جبکہ انہوں نے رسول ﷺ سے یہ سنا۔ امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں اور ابورحمان رازی اس کی تصحیح کرتے ہیں۔

امام زہری کا قول ہے کہ امام جب اونچی آواز سے قرات پڑھے تو انہیں امام کی قرات کافی ہے امام کے پیچھے والے نہ پڑھیں گو انہیں امام کی آواز سنائی بھی نہ دے۔ ہاں البتہ جب امام آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اس وقت مقتدی بھی آہستہ پڑھ لیا کریں اور کسی کو لائق نہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ پڑھے خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو تم اسے سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ علماء کے ایک گروہ کا مذہب ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرات کرے تو مقتدی پر نہ سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے نہ کچھ اور۔ امام شافعی کے اس بارے میں دو قول ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے لیکن یہ قول پہلے کا ہے۔

جیسے کہ امام مالک کا مذہب، ایک اور روایت میں امام احمد کا یہ سبب ان دلائل کے جن کا ذکر گزر چکا۔ لیکن اس کے بعد کا آپ کا یہ فرمان ہے کہ مقتدی صرف سورہ فاتحہ امام کے سکتوں کے درمیان پڑھ لے۔ صحابہ تابعین اور ان کے بعد والے گروہ کا یہی فرمان ہے۔

امام ابوحنیفہ اور امام احمد فرماتے ہیں مقتدی پر مطلقاً قرات واجب نہیں نہ اس نماز میں جس میں امام آہستہ قرات پڑھے نہ اس میں جس میں بلند آواز سے قرات پڑھے اس لئے کہ حدیث میں ہے امام کی قرات مقتدیوں کی بھی قرات ہے۔ اسے امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ یہی حدیث موطا امام مالک میں موقوفاً مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے یعنی یہ قول حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہونا زیادہ صحیح ہے نہ کہ فرمان رسول اللہ ﷺ کا (لیکن یہ بھی یاد رہے کہ خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ میں مروی ہے کہ کنا نقرأ فی الظہر والعصر خلف الامام فی الرکعتین الاولین بفاتحة الكتاب وسورة

وفی الاخرین یفاتھتہ الكتاب یعنی ہم ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھتے تھے اور کوئی اور سورت بھی اور پچھلی دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے پس معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو فرمایا کہ امام کی قرات اسے کافی ہے اس سے مراد الحمد کے علاوہ قرات ہے۔

یہ مسئلہ اور جگہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی خاص مسئلے پر حضرت امام ابو عبد اللہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس میں ثابت کیا ہے کہ ہر نماز میں خواہ اس میں قرات اونچی پڑھی جاتی ہو یا آہستہ مقتدیوں پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ ظہر کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطاء بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور عید کے قائل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔

حضرت عطاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور بیٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرات پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا (حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی خوف کی آیت سے گزرتے تو پناہ مانگتے اور جب کبھی کسی رحمت کے بیان والی آیت سے گزرتے تو اللہ سے سوال کرتے)۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احرام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (ابن کثیر، اعراف، ۲۰۳)

لہذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری (ب آواز بلند ہو یا سری ب آواز آہستہ)

سورہ فاتحہ کی قرات سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور سورہ فاتحہ کے

علاوہ کوئی سورۃ وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرأت سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں خواہ نمازی سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرأت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورہ فاتحہ کی قرأت کرے تو نماز قاسد ہو جاتی ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث (مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْإِمَامُ قِرَاءَةً لَّهُ

یعنی (نماز میں) جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس (مقتدی) کی قرأت ہوگی۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری و مسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکور ہے علیہ اجماع اصحابہ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

سورۃ فاتحہ کے بارے میں ائمہ کی ابحاث کا بیان

سورہ فاتحہ کے سلسلے میں ائمہ کے ہاں دو بحثیں چلتی ہیں اول تو یہ کہ مطلقاً سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ چنانچہ اس بحث کی توضیح پہلے کی جا چکی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام اعظم کے نزدیک واجب ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ سورہ فاتحہ مقتدی کو پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس قول سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے چنانچہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح روایت میں منقول ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے خواہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی۔ اور یہی حضرت امام احمد کا بھی مسلک ہے، امام مالک کے نزدیک فرض نہیں مگر آہستہ آواز کی نماز میں مستحب ہے ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ آہستہ آواز اور بلند آواز دونوں قسم کی نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی پر فرض نہیں ہے بلکہ حنفی فقہاء تو اس کو مکروہ تحریمی لکھتے ہیں۔

امام محمد کے مذہب کی تحقیق

ابھی ہم نے ادھر لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم اور صاحبین کا متفقہ طور پر یہ مسلک ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے

مگر اس سلسلے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے جس کی بنیاد پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام محمد کا مسلک امام اعظم اور امام ابو یوسف سے کچھ مختلف ہے چنانچہ ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اور کچھ دوسرے علماء نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ امام محمد اس کے قائل ہیں کہ آہستہ آواز کی نماز میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے ہم سمجھتے ہیں کہ امام محمد کی طرف اس قول کی نسبت کسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ امام محمد کی کتابوں سے بالکل صاف طریقہ یہ پر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں شیخین یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف سے بالکل متفق ہیں۔ چنانچہ امام محمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ لا قراءۃ خلف الامام لیما جہر لہ ولا لیما لم یجہر بذلک جاءت عامة الآثار وهو قول ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

نماز خواہ بلند آواز کی ہو یا آہستہ آواز کی کسی حال میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے اسی کے مطابق ہمیں بہت سے احادیث پہنچی ہیں اور یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔

نیز امام موصوف نے اپنی دوسری تصنیف کتاب الآثار میں قرأت خلف الامام کے عدم اثبات میں احادیث و آثار کو نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا وہ ناخذ لا نری القراءۃ خلف الامام شیء من الصلوٰۃ بجہر لہ او لا یجہر لہ۔

اور یہی (یعنی عدم قرأت خلف الامام) ہمارا بھی مسلک ہے ہم قرأت خلف الامام کو کسی بھی نماز میں خواہ وہ بلند آواز کی نماز ہو یا آہستہ آواز کی نماز روا نہیں رکھتے۔

بہر حال مذکورہ بالا مذہب کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہوئی کہ سورہ فاتحہ کے سلسلہ میں حنفیہ دو چیزوں کے قائل ہیں۔ اول تو یہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا کسی بھی حال میں فرض نہیں خواہ وہ نماز بلند آواز کی ہو یا آہستہ آواز کی اور دوسری یہ کہ اگر کوئی مقتدی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے تو گویا وہ مکروہ تحریمی کا ارتکاب کرتا ہے۔ اس موقع پر ہم صرف اتنی بات صاف کریں گے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض کیوں نہیں ہے اور اس کے دلائل کیا ہیں۔

تو جانتا ہے کہ جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اس کی سب سے بڑی دلیل اس باب کی پہلی حدیث ہے یعنی لا صلوة الا بفاتحة الكتاب ان حضرات کے نزدیک امام کا پڑھنا مقتدی کے حق میں کافی نہیں بلکہ برا ایک آدمی کو بطور خود پڑھنا ضروری ہے۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ امام کا پڑھنا مقتدی کے لیے کافی ہے۔ جب امام نے پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پوری جماعت نے پڑھا، چنانچہ وہ اپنے اس قول کی تائید میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں من کان له امام لقراءۃ الامام قراءۃ لہ (یعنی جو آدمی کسی امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ تو اس امام کی قرأت اس (مقتدی) کی بھی قرأت سمجھی جائے گی) گو بعض علماء نے اگرچہ اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کا کلام صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بہت سی اسناد سے ثابت ہے جن میں سے بعض اسناد تو اس درجے کی صحیح و سالم ہیں کہ اس میں کسی کلام کی گنجائش ہی نہیں۔

بہر حال اس حدیث سے یہ بات بصراحت ثابت ہوتی ہے۔ کہ مقتدی کو قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ تو سورہ فاتحہ کی

اور نہ کسی اور سورۃ کی۔ اس موقع پر یہ احتمال بھی پیدا نہیں کیا جاسکتا کہ شاید اس حدیث کا تعلق بلند آواز کی نماز سے ہو، کیونکہ یہ بات بھی صحیح طور پر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد عصر کی نماز کے وقت تھا۔ جو آہستہ آواز کی نماز ہے اور نسبتاً آہستہ آواز کی نماز میں یہ حکم ہے تو بلند آواز کی نماز میں تو بدرجہ اولیٰ یہی حکم ہوگا۔

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دس دلائل کا بیان

دلیل نمبر 1

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (سورۃ اعراف: 204)

ترجمہ: ”جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خوب توجہ سے سنو اور بالکل خاموش رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

تفسیر: قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْمُفَسِّرُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ الرَّازِيُّ ثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْبَلْبَانِيُّ وَهَبُ ثَنَا أَبُو صَخْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيُّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُرِئَ فِي الصَّلَاةِ آجَابَةٌ مِنْ وَرَائِهِ إِنْ قَالَ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالُوا امِثْلَ مَا يَقُولُ حَتَّى تَنْقَضِيَ الْفَاتِحَةُ وَالسُّورَةُ فَلَبِثَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبِثَ ثُمَّ نَزَلَتْ { وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ } فَقُرِئَ وَأَنْصِتُوا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی: ج 4 ص 258، کتاب القراءة، امام بیہقی ص 88)

ترجمہ: حضرت محمد کعب قرظی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”پہلے آپ ﷺ نماز پڑھتے تو پیچھے نماز پڑھنے والے بھی ساتھ ساتھ کلمات دہراتے جاتے، اگر آپ ﷺ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھتے تو پیچھے والے بھی بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ پڑھتے یہاں تک کہ سورۃ فاتحہ مکمل ہو جاتی اور یہ سلسلہ جب تک اللہ نے چاہا، چلتا رہا پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی { وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ } تو آپ ﷺ قرأت فرماتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہتے۔“

دلیل نمبر 2

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ بَكْرٍ الْجُنْدِيُّ لَيْسَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُرِئَ الْإِمَامُ فَانصِتُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ۔

(صحیح ابی عوانہ ج 1 ص 360، سنن ابن ماجہ ص 61)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام {غیر المغضوب علیہم ولا الضالین} کہے تو تم ”آمین“ کہو۔“

دلیل نمبر 3:

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ مَاجَةَ الْقُرَوَيْنِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ

بُنْ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا وَإِذَا قَالَ {غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ} فَقُولُوا آمِينَ۔

(سنن ابن ماجہ ص 61، سنن الترمذی ج 1 ص 146)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”امام اس لیے بتایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے جس وقت امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قرآن مجید کی قرأت کرے تو تم خاموش رہو جس وقت امام {غیر المغضوب علیہم ولا الضالین} کہے تو تم ”آمین“ کہو!“
دلیل نمبر 4

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ ابْنِ أَكْنِينَةَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا بِالْقِرَاءَةِ فَقَالَ: هَلْ قَرَأَ مَعِيَ مِنْكُمْ أَحَدٌ أِنْغَاءً؟ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ! أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّي أَقُولُ مَا يَنْتَهِ الْقُرْآنُ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (موطا امام مالک ص 88، موطا امام محمد ص 85)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے جہری نماز (جس میں امام بلند آواز سے قرأت کرتا ہے) سے فارغ ہوئے تو مڑ کر فرمایا کہ ”تم میں سے کسی نے میرے پیچھے قرآن مجید پڑھا ہے؟ لوگوں (صحابہ کرام) میں سے ایک شخص نے کہا میں (آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھ رہا تھا) یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ کیوں قرآن کا جھگڑا ہو رہا ہے؟ اس کے بعد لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں قرآن مجید پڑھنے سے رک گئے۔“

دلیل نمبر 5

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيهُ الْأَعْظَمُ أَبُو حَنِيفَةَ نُعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ بْنِ الْهَادِ اللَّيْثِيِّ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلًا قَرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ أَوْ الْعَصْرِ قَالَ: قَالَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَتَنَاهَا فَأَبَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَتَنَهَانِي أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَدَا كَرْنَا ذَلِكَ حَتَّى سَمِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنْ قَرَأَ الْإِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً۔ (کتاب الآثار امام ابو حنیفہ برادیہ ابی یوسف ص 28، مسند ابی حنیفہ بروایہ ابی محمد عاری ص 118)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ایک آدمی نے حضور ﷺ کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز میں قرآن پڑھا تو دوسرے آدمی نے اس کو اشارے سے روکا (کہ وہ قرآن مجید کی قرأت امام کے پیچھے نہ کرے) جب وہ نماز سے فارغ ہوا

تو اس نے اس روکنے والے سے کہا: ”کیا تو مجھ کو نبی مصلیٰ علیہ السلام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے روکتا ہے؟ یہ مسئلہ ان دونوں کے درمیان چلتا رہا کہ حضور مصلیٰ علیہ السلام نے یہ سن لیا آپ مصلیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔“ یعنی مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہے۔

دلیل نمبر 6

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ أَبُو جَعْفَرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّحَاوِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ ثَنَا يُونُسُ بْنُ عَدِيٍّ قَالَ ثَنَا عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ أَقْبَلَ بِوَجْهِهِ فَقَالَ اتَّقَرُّوْذَنْ وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ فَسَكْتُوْا. فَسَأَلَهُمْ ثَلَاثًا فَقَالُوا إِنَّا لَنَفْعَلُ هَذَا قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا۔ (سنن لمحاوی ج 1 ص 159، احکام القرآن، امام لمحاوی رحمہ اللہ ج 1 ص 252)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ مصلیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم (اس وقت بھی) قرأت کرتے ہو (جبکہ) امام بھی قرأت کرتا ہے؟ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) خاموش رہے۔ آپ مصلیٰ علیہ السلام نے ان سے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) تین مرتبہ سوال کیا تو انہوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے کہا: ”ہم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں۔ اس پر آپ مصلیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”تم امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کرو!“

دلیل نمبر 7

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيهُ الْأَعْظَمُ أَبُو حَنِيفَةَ نُسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي حَاشٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ بْنِ الْهَادِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ۔

(مسند ابی حنیفہ بروایہ محمد الحارثی ص 114، مسند ابی حنیفہ بروایہ ابی نعیم ص 405)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ مصلیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ”جو شخص امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔“

دلیل نمبر 8

قَالَ الْإِمَامُ الْحَافِظُ الْمُحَدِّثُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

(مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 81، عمدة القاری ج 4 ص 449)

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ مصلیٰ علیہ السلام حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روکتے تھے۔“

دلیل نمبر 9

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ كَانَ عَشْرَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ عَنْ

الْقِرَاءَةُ خَلْفَ الْإِمَامِ أَشَدُّ النَّهْيِ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَعُمَرُ الْفَارُوقُ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ۔ (مجموع الفتاوى ج ۳ ص ۳۳۹)

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے دس:

1. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

3. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان

4. حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب

5. حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

6. حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

7. حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

8. حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

9. حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

10. حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سختی سے روکتے تھے۔

دلیل نمبر 10:

رَوَى الْإِمَامُ الْبَحَافُظُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيهُ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ خَلْفَ الْإِمَامِ؟ قَالَ: إِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ خَلْفَ الْإِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ۔ وَإِذَا صَلَّي وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ قَالَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ۔

(موطأ امام مالک ص 69، موطأ امام محمد ص 95)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کرے؟ تو اس کے جواب میں فرماتے تھے: ”جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے ہو تو اس کو امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کرے اور خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔“

امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کے دلائل احادیث کی روشنی میں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْإِمَامِ فَإِنَّ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ. رَوَاهُ أَبُو حَنِيفَةَ.

(الخوازمی فی جامع المسانید، 1/331، دلائل امام محمد فی الموطأ، باب: القراءة فی الصلاة خلف الإمام، 1/96، وعبد بن حمید فی المسند، 1/

320، الرقم: 1050، والطبرانی فی المعجم الأوسط، 8/43، الرقم: 7903، والبیہقی فی السنن الکبری، 2/160.)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی، تو ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: تم میرے کس نے میرے پیچھے قراءت کی تھی؟ (لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کے ڈر سے خاموش رہے، یہاں تک کہ) تین بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکرار یہی استفسار فرمایا۔ آخر ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔ (مسند ابی امام داؤد: 61)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب (سَمِعَ اللّٰهُ لِقٰنَ خَمْدًا) کہے تو تم (وَلَبَّائُوا لَکَ الْخَمْدَ) کہو، جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو۔

(البخاری فی الصحیح، کتاب: صلاۃ، باب: الامام الیمین والقیام الصلاۃ، 1/257، رقم: 701)

حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قراءت کے متعلق سوال کیا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امام کے ساتھ کسی چیز میں قراءت نہیں۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: الساجد وموضع الصلاۃ، باب: سجود التلاۃ، 1/406، رقم: 577)

حضرت حطان بن عبد اللہ رقاشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، جب وہ قعدہ کے قریب تھے تو ایک شخص نے کہا: یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے ساتھ پڑھی گئی ہے، جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے مڑ کر دیکھا اور پوچھا تم میں سے کس نے یہ بات کی تھی؟ سب خاموش رہے، انہوں نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات کہی تھی؟ سب خاموش رہے، کہ آپ میری پٹائی کریں گے (یا ناراض ہوں گے) اس موقع پر حضرت موسیٰ نے مجھ سے کہا: اے حطان! شاید تم نے یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا: میں نے نہیں کہا، مجھے تو آپ کا ڈر تھا، پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ تھی، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہمیں نماز کا مکمل طریقہ بتلادیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو۔ جب وہ (يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ سَمِعَ اللّٰهُ لِقٰنَ خَمْدًا) کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائے گا، پھر جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع سے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس طرح تمہارا عمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام (سَمِعَ اللّٰهُ لِقٰنَ

خیمہ) کہے تو تم (اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ) کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنا ہے اور تمہارے نبی کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے (سَبِّحَ اللَّهُ لَمَن خَمِدَهُ) جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ سے سرائٹھائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے تو تم سب سے پہلے یہ کلمات: (التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ اللَّهُ. السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ. أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ) پڑھو۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: الصلاۃ، باب: التَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ، 1/303، 304، الرقم: 404، وابن حبان فی الصحیح، 5/541، الرقم: 2167،

والدارمی فی السنن، 1/363، الرقم: 1358.)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی یہ الفاظ ہیں: اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسلم فی الصحیح، کتاب: الصلاۃ، باب: التَّحِيَّاتُ الصَّلَوَاتُ، 1/304، الرقم: 404، والبیہقی فی السنن الکبریٰ، 2/155، الرقم: 2709، امام مسلم

نے فرمایا کہ یہ روایت میرے نزدیک صحیح ہے۔)

حضرت ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی، سوائے اس کے کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔

(الترمذی فی السنن، کتاب: الصلاۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: ما جاء فی ترک القراءۃ خلف ال امام اذا جہل امام بالقراءۃ، 1/

347، 346، الرقم: 312، 313.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ ایک شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سورت: (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) پڑھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے قراءت کس نے کی؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ایک آدمی نے۔ فرمایا: میں جان گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔

(ابوداؤد فی السنن، کتاب: الصلاۃ، باب: من رأى المداۃ أو المصبر، 1/219، الرقم: 828.)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے سورہ: (سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) کس نے پڑھی؟ ایک آدمی نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں جان گیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھ سے جھگڑ رہا ہے۔

(ابوداؤد فی السنن، کتاب: الصلاۃ، باب: من رأى المداۃ أو المصبر، 1/219، الرقم: 829.)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جبری نماز سے فارغ ہو کر فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے اب میرے ساتھ قراءت کی تھی؟ ایک شخص نے عرض کیا: جی ہاں! یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا: میں بھی کہہ رہا تھا کہ کیا ہو گیا ہے کہ مجھ سے قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہے راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ سننے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہری نمازوں میں قراءت سے رک گئے تھے۔ (وقال أبو عيسى: هذا حديث حسن. الترمذي في السنن، كتاب: الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، باب: ما جاء في ترك القراءة خلف الإمام إذا جهر الإمام بالقراءة، 1/344، 345، الرقم: 312.)

عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: إنما جعل الإمام ليؤتم به، فإذا كبر فكبروا، وإذا قرأ فألصقوا. رواه ابن ماجه وأبو داود وأحمد. هذا حديث حسن صحيح. ابن ماجه في السنن، كتاب: إقامة الصلاة والسنة فيها، باب: إذا قرأ الإمام فألصقوا

(1/458، الرقم: 846، وأبو داود في السنن، كتاب: الصلاة، باب: ال إمام يصلي من قعود، 1/237، الرقم: 604.) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اسی لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم لوگ بھی اللہ اکبر کہو، اور جب قراءت کرے تو چپ رہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ (سبح الله لمن خمد) کہے تو تم (اللهم زيننا لك الحمد) کہو۔

النسائي في السنن، كتاب: الانتاج، باب: تأويل قول: وإذا قرأ، والقرآن فاستمعوا له والعلمون، 2/141، الرقم: 921. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے قرات فرمائی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے اب کسی شخص نے میرے ساتھ قرآن پڑھا؟ ایک شخص نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ! میں نے پڑھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی لیے تو میں بھی کہہ رہا تھا کیا ہو گیا ہے کہ کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔ جب سے لوگوں نے یہ سنا تو جس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بآواز بلند قراءت فرماتے تھے کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قراءت نہ کرتا۔ (النسائي في السنن، كتاب: الانتاج، باب: قراءة أم القرآن خلف الإمام فيما جهر الإمام، 2/140، الرقم: 919)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر ادا فرمائی ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے (سبح اسم ربك الأعلى) پڑھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اس سورہ کو کس شخص نے پڑھا، ایک شخص نے عرض کیا: میں نے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسا معلوم ہوا گویا کوئی شخص مجھ سے قرآن میں جھگڑ رہا ہے۔

(النسائي في السنن، كتاب: الانتاج، باب: ترك القراءة خلف الإمام فيما لم جهر، 2/141، الرقم: 917، والطحاوي في شرح معاني الآثار، 1/207.)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے ۲۰ بار سے زیادہ اقتداء کی جائے۔ جب وہ (اللہ اکبر) کہے تو تم (اللہ اکبر) کہو جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو جب وہ (واللہ اعلم) کہے تو (آمین) کہو جب وہ رکوع کرے تم رکوع کرو جب وہ (سبح اللہ لمن حمدہ) کہے تو تم (اللہم ربنا و لک الحمد) کہو جب وہ سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھائے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

(ابن ماجہ فی السنن، کتاب: القراءۃ فی الصلاۃ، باب: (القرآن فی الصلاۃ)، ۱۰۱، ۲۷۶، رقم: ۸۴۶)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب امام قراءت کرے تو خاموش رہو، اور جب وہ قعدہ میں ہو تو تم پہلے التحیات پڑھا کرو۔

(ابن ماجہ فی السنن، کتاب: القراءۃ فی الصلاۃ، باب: (القرآن فی الصلاۃ)، ۱۰۱، ۲۷۶، رقم: ۸۴۷)

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب مقتدی کی قراءت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا مقتدی بھی امام کے پیچھے قراءت کرے گا؟ تو انہوں نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہو اسے امام کی قراءت کافی ہے اور جب اکیلا پڑھتے ہو تو خود قراءت کرے۔ نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(أخرج مالك في الموطأ، کتاب: القراءۃ فی الصلاۃ، باب: القراءۃ خلف ال امام فی الصلاۃ، ۱۰۴، ۸۶، رقم: ۱۹۲، الطحاوی فی شرح

معانی ال آثار، ۱، ۲۸۴، رقم: ۱۲۸۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تعلیم دینے ہوئے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو کوئی ایک تمہارا امام بن جائے اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (امام بن حنبل فی المسند، ۴، ۴۱۵)

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور ہمارے مشائخ نے مجھے بتایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس شخص کی نماز ہی نہیں جو امام کی اقتداء میں قراءت کرے اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(عبد الرزاق فی المصنف، ۲، ۱۳۹، رقم: ۲۸۱۰، ابوال امام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف ال امام، ۱، ۹۸)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کی اقتداء میں قراءت کرنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا: خاموش رہو کہ نماز میں معروفیت ہے جبے امام اس (قراءت) کی کفایت کر دے گا۔

(ابن امام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف ال امام، ۹۶، الطحاوی فی شرح معانی ال آثار، ۱، ۲۸۴، رقم: ۱۲۷۳)

حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جہری (جن میں آواز سے قراءت ہوتی ہے)

اور سری (جن میں قراءۃ آہستہ ہوتی ہے) دونوں طرح کی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔

(الامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف ال امام: 96.)

داؤد بن قیس فرامدنی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی نے بتایا کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

(الامام محمد فی الموطأ، باب: القراءۃ فی الصلاۃ خلف ال امام: 98.)

عبداللہ بن ابی لیلیٰ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام کی اقتداء میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(عبدالرزاق فی المصنف، 2/138، رقم: 2805.)

امام محمد بن عجلان سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری یہ خواہش ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (عبدالرزاق فی المصنف، 2/138، رقم: 2806.)

حضرت ابو حمزہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: کیا میں قراءت کروں جبکہ امام میرے سامنے ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں۔ (المعادی فی شرح معانی الآثار، 1/284، رقم: 1282.)

قاعدہ فقہیہ سے قراءت خلف الامام کی ممانعت کا بیان

النہی لایکون الا بعد الاباحۃ۔

حکم نہی اباحت شئی کے بعد آتا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۰، مکتبہ حقانیہ دہلی)

اس کا ثبوت یہ ہے۔

حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ جو حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے فرماتے ہیں میں مسجد میں آیا تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہیں اور لوگ نماز پڑھ رہے ہیں میں نے کہا کیا آپ لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھیں گے تو انہوں نے کہا کہ میں نے سفر میں اپنی نماز پڑھ لی ہے بے شک رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی دن میں فرض نماز کو دو مرتبہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

ابتداءً اسلام میں مسلمان اسی طرح کرتے تھے کہ وہ نماز اپنے گھروں میں پڑھ لیتے تھے پھر مسجد میں آتے اور دوبارہ اسی نماز کو پاتے تو پڑھ لیتے تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرما دیا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۰، مکتبہ حقانیہ دہلی)

605 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا، قَالَتْ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ فَصَلَّى وَرَاءَ دُقُومٍ قِيَامًا، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا، وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا.

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔ کچھ لوگوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”امام کو اس لئے مقرر کیا گیا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ جب وہ رکوع میں جائے تو تم رکوع میں جاؤ۔ جب وہ (رکوع سے) اٹھے تم بھی اٹھو جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔“

606 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَيزيدُ بْنُ خَالِدٍ بْنُ مَرْثَدٍ الْمَعْنَى أَنَّ اللَّيْثَ، حَدَّثَهُمْ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: اشْتَكَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ، وَهُوَ قَاعِدٌ وَأَبُو بَكْرٍ يُكَبِّرُ لِيُسْمِعَ النَّاسَ تَكْبِيرَهُ، ثُمَّ سَأَلَ الْحَدِيثَ

﴿﴾ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ بیمار ہو گئے ہم نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ بیٹھ کر نماز ادا کر رہے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تکبیر کہہ رہے تھے تاکہ نبی اکرم ﷺ کی تکبیر کی آواز لوگوں تک پہنچائیں۔ (اس کے بعد راوی نے پوری حدیث بیان کی ہے)

607 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا زَيْدُ يَعْنِي ابْنَ الْحُبَابِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَالِحٍ، حَدَّثَنِي حُصَيْنٌ، مِنْ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ، أَنَّهُ كَانَ يُؤْمَهُمْ، قَالَ: فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُهُ، فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ إِمَامَنَا مَرِيضٌ، فَقَالَ: إِذَا صَلَّى قَاعِدًا فَصَلُّوا قَعُودًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: هَذَا الْحَدِيثُ لَيْسَ بِمُتَّعِلٍ

﴿﴾ حصین بن جابر کا تعلق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے وہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات بیان کرتے ہیں: وہ ان لوگوں کی امامت کیا کرتے تھے وہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ ان کی عیادت کرنے کے لئے تشریف لائے تو لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارا امام بیمار ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے تو تم لوگ بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس روایت کی سند متصل نہیں ہے۔)

بَابُ الرَّجُلَيْنِ يَوْمَهُمَا أَحَدُهُمَا صَاحِبُهُ كَيْفَ يَقُومَانِ

باب: دو آدمیوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی امامت کر رہا ہو تو وہ دونوں کیسے کھڑے ہوں گے؟

608 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أَمْرِ حَرَامٍ فَأَتَوْهُ بِسَنَنِ وَتَمَرٍ، فَقَالَ: رُدُّوا هَذَا فِي وَعَائِهِ، وَهَذَا فِي سِقَائِهِ، فَإِنِّي صَائِمٌ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا وَكُتِّبَتْ تَطَوُّعًا فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ وَأُمُّ حَرَامٍ خَلْفَنَا، قَالَ ثَابِتٌ: وَلَا

أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ: أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ عَلَى بَسَاطٍ

❦❦ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں گھی اور کھجوریں پیش کیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: انہیں (یعنی کھجوروں کو) اور اسے (یعنی گھی کو) ان کے برتن میں واپس ڈال دو۔

پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے آپ نے ہمیں دو رکعت پڑھائی جو لیل تھیں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔

ثابت نامی راوی کہتے ہیں: میرے علم کے مطابق حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا تھا۔
”نبی اکرم ﷺ نے چٹائی پر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا تھا۔“

609 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُخْتَارِ، عَنْ مُوسَى بْنِ الْأَسِ، يُحَدِّثُ، عَنْ الْأَسِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّهُ وَامْرَأَةً مِنْهُمْ، فَجَعَلَهُ عَنْ يَمِينِهِ وَالْمَرْأَةَ خَلْفَ ذَلِكَ

❦❦ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ان کی اور ان کے خاندان کی ایک خاتون کی امامت کی۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا اور خاتون آپ کے پیچھے کھڑی ہوئی۔

610 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: بَثُّ فِي بَيْتِ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَأُطْلِقَ الْقِرْبَةَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ أَوْكَأَ الْقِرْبَةَ، ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ كَمَا تَوَضَّأَ، ثُمَّ جُثْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ، فَأَخَذَنِي بِيَمِينِهِ فَأَدَارَنِي مِنْ وَرَائِهِ فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ.

❦❦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ایک رات میں اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہر گیا۔ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت اٹھے آپ نے مشکیزے کا منہ کھولا آپ نے اس سے وضو کیا اور مشکیزے کے منہ کو بند کیا اور نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ میں بھی اٹھا میں نے بھی اسی طرح وضو کیا جس طرح آپ نے کیا تھا۔ پھر میں اٹھا اور آپ کے بائیں طرف آکر کھڑا ہوا تو آپ نے مجھے پکڑا اور اپنے پیچھے سے گھما کر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔ میں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

611 - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي هَذِهِ الْقِصَّةِ قَالَ: فَأَخَذَ بِرَأْسِي أَوْ بِذَوَائِقِي فَأَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ

608 - اسنادہ صحیح، حماد: هو ابن سلمة، وثابت: هو ابن اسلم البتاني، وهو في "مستدرك احمد" (13594) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الاسناد، واخره بحرفه دون ذكر السمن والتمر مسلم (660) (268)، والنسائي في "الكبرى" (879) من طريق سليمان بن المغيرة، عن ثابت، به، واخره مطرولا البخاري (1982) من طريق حميد الطويل، عن انس، وهو في "صحيح ابن حبان" (990) و (7186)، وانظر ما بعده، وما سياتي برقم (612).

❦❦ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

”مجھے نبی اکرم ﷺ نے سر سے (راوی کو ٹک بے شاید یہ الفاظ ہیں:) بالوں سے پکڑا اور اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔“

بَابُ إِذَا كَانُوا ثَلَاثَةً كَيْفَ يَقُومُونَ

باب: جب تین لوگ (نماز باجماعت میں شریک) ہوں تو وہ کیسے کھڑے ہوں گے؟

612 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ

مَالِكٍ، أَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَطْعَمَ صَنْعَتَهُ فَأَكَلَ مِنْهُ، ثُمَّ قَالَ: قُومُوا فَلَا صَلَیْ لَكُمْ، قَالَ أَنَسٌ: فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اشْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَتَصَحَّحْتُ بِتَاءٍ فَقَامَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَعْتُ أَنَا وَالْيَتِيمُ وَرَاءَهُ، وَالْعَجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى لَنَا رُكْعَتَيْنِ، ثُمَّ انْصَرَفَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❦❦ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان کی دادی سیدہ ملیکہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ کی کھانے کی دعوت کی جو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے تیار کیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے کھالیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ اٹھو تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں چٹائی کی طرف گیا جو زیادہ استعمال ہو کر سیاہ ہو چکی تھی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا نبی اکرم ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ میں نے اور لڑکے نے آپ کے پیچھے صف بنالی۔ بوڑھی خاتون ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نے سلام پھیر دیا۔ (پھر آپ واپس تشریف لے گئے)

613 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ هَارُونَ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ عَلَقَمَةُ، وَالْأَسْوَدُ، عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، وَقَدْ كُنَّا أَكَلْنَا الْقُعُودَ عَلَى بَابِهِ فَخَرَجَتْ الْجَارِيَةُ فَاسْتَأْذَنَتْ لَهُمَا فَأَذِنَ لَهُمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بَيْنِي وَبَيْنَهُ، ثُمَّ قَالَ: بَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ

❦❦ عبدالرحمن بن اسود اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: علقمہ اور اسود نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اندر آنے کی اجازت مانگی۔ راوی کہتے ہیں: ہمیں خاصی دیر ان کے دروازے پر بیٹھنا پڑا ایک لڑکی باہر آئی۔ اس نے (اندر جا کر) ان دونوں صاحبان کے لئے اجازت مانگی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے میرے اور ان کے درمیان کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ پھر انہوں نے بتایا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایسے ہی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

611- اسنادہ صحیح، هشیم - وهو ابن بشر - قد صرح بالتحديث عند البخاري، فانتفت شبهة كذا ليسه. ابو بشر: هو جعفر بن ابياس، واخرجه البخاري (5919) من طريق هشيم، بهذا الاسناد. واخرجه ايضا (117) و (699)، والباقى فى "الكبرى" (406) من طريقين عن سعيد بن جبير، به. وهو فى "مسند احمد" (1843). وسياقى برقم (1357) من طريق الحكم، عن سعيد بن جبير. وانظر ما قبله

بَابُ الْإِمَامِ يَنْحَرِفُ بَعْدَ التَّسْلِيمِ

باب: امام کا سلام پھیرنے کے بعد منہ پھیر کر بیٹھنا

614- حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَظَامٍ، عَنْ جَابِرِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ الْأَسْوَدِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ إِذَا انْصَرَفَ انْحَرَفَ ^(۱) ^(۲) جَابِرُ بْنُ يَزِيدَ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی جب آپ نے نماز مکمل کی تو آپ نے اپنا رخ پھیر لیا۔

615- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ الْبَرَاءِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْبَبْنَا أَنْ نَكُونَ عَنْ يَمِينِهِ، فَيُقْبَلُ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ^(۱) ^(۲) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم جب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے تو ہماری یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے دائیں طرف کھڑے ہوں تاکہ (نماز مکمل کرنے کے بعد) نبی اکرم ﷺ ہماری طرف رخ کریں گے۔

بَابُ الْإِمَامِ يَتَطَوَّعُ فِي مَكَانِهِ

باب: امام کا اپنی جگہ پر نوافل ادا کرنا

616- حَدَّثَنَا أَبُو تَوْبَةَ الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ الْقُرَشِيُّ، حَدَّثَنَا عَظَامُ الْخُرَّاسَانِيُّ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَلِّي الْإِمَامُ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي صَلَّى فِيهِ حَتَّى يَتَحَوَّلَ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: عَظَامُ الْخُرَّاسَانِيُّ لَمْ يُدْرِكِ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ

^(۱) ^(۲) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”امام نے جس جگہ نماز ادا کی ہو وہ وہاں (سنت یا نفل نماز) ادا نہ کرے۔ بلکہ وہاں سے ہٹ جائے۔“

(امام ابو داؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) عطاء خراسانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (کا زمانہ) نہیں پایا۔

بَابُ الْإِمَامِ يُحَدِّثُ بَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنْ آخِرِ الرَّكْعَةِ

باب: امام کے آخری رکعت (کے سجدے) سے سر اٹھانے کے بعد اسے حدیث لاحق ہونا

614- اسنادہ صحیح. یحیی: هو ابن سعید القطان، وسفیان: هو الثوری. واخرجه النسائی فی "الکبری" (1258) من طریق یحیی بن سعید، بهذا الاسناد. واخرجه مطر لا الترمذی (217) من طریق هشیم بن بشیر، اخبرنا یحیی، به. وهو فی "مسند احمد" (17474) و (17475)

617 - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي نَجْرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ زِيَادٍ بْنُ أَنْعَمٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ رَافِعٍ، وَبَكْرِ بْنِ سَوَادَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَضَى الْإِمَامُ الصَّلَاةَ وَقَعَدَ فَأَخَذَ قَبْلَ أَنْ يَتَكَلَّمَ، فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُهُ، وَمَنْ كَانَ خَلْفَهُ مِمَّنْ أَتَمَّ الصَّلَاةَ

❦ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب امام نماز مکمل کر لے اور (قعدہ میں) بیٹھا ہوا ہو اور پھر اس کے کلام کرنے سے پہلے وہ بے وضو ہو جائے تو اس کی نماز مکمل ہو گئی اور اس کے پیچھے بھی جن لوگوں نے نماز ادا کی تھی ان کی نماز مکمل ہو گئی۔

نماز میں خلیفہ بنانے سے متعلق احکام کا بیان

نماز میں امام کو حدث ہوا تو ان شرائط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئیں دوسرے کو خلیفہ کر سکتا ہے (اس کو اختلاف کہتے ہیں) اگرچہ وہ نماز نماز جنازہ ہو۔ جس موقع پر بنا جائز ہے وہاں اختلاف صحیح ہے اور جہاں بنا صحیح نہیں وہاں اختلاف بھی صحیح نہیں۔ جو شخص اس محدث کا امام ہو سکتا ہے وہ خلیفہ بھی ہو سکتا ہے اور جو امام نہیں بن سکتا وہ خلیفہ بھی نہیں ہو سکتا۔ جب امام کو حدث ہو جائے تو ناک بند کر کے (کہ لوگ تکبیر گمان کریں) پیٹھ جھکا کر پیچھے ہٹے اور اشارے سے کسی کو خلیفہ بنائے خلیفہ بنانے میں بات نہ کرے۔ (عالمگیری رد المحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

میدان میں نماز ہو رہی ہے تو جب تک صفوں سے باہر نہ گیا خلیفہ بنا سکتا ہے اور مسجد میں ہے تو جب تک مسجد سے باہر نہ ہوا اختلاف ہو سکتا ہے۔ مسجد کے باہر تک برابر صفیں ہیں امام نے مسجد میں سے کسی کو خلیفہ نہ بنایا بلکہ باہر والے کو خلیفہ بنایا یہ اختلاف صحیح نہ ہوا قوم اور امام سب کی نمازیں گئیں اور آگے بڑھ گیا تو اس وقت تک خلیفہ بنا سکتا ہے کہ سترہ یا موضع سجود سے متجاوز نہ ہوا ہو۔

(رد المحتار عالمگیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

مکان اور چھوٹی عید گاہ مسجد کے حکم میں ہیں بڑی مسجد اور بڑا مکان اور بڑی عید گاہ میدان کے حکم میں ہیں۔ امام نے کسی کو خلیفہ نہ کیا بلکہ قوم نے بنادیا، یا خود ہی امام کی جگہ پر نیت امامت کر کے کھڑا ہو گیا تو یہ خلیفہ امام ہو گیا اور محض امام کی جگہ پر چلے جانے سے امام نہ ہو گا جب تک نیت امامت نہ کرے۔ مسجد و میدان میں خلیفہ بنانے کے لئے جو حد مقرر کی گئی ہے اس سے ابھی متجاوز نہ ہوا نہ خود کوئی خلیفہ بنانہ جماعت نے کسی کو بنایا تو امام کی امامت قائم ہے یہاں تک کہ اس وقت بھی اگر اس کی اقتدا کوئی شخص کر لے تو ہو سکتی ہے۔

(رد المحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام کو حدث ہوا پھلی صف میں سے کسی کو خلیفہ کر کے مسجد سے باہر ہو گیا اگر خلیفہ نے فوراً ہی امامت کی نیت کر لی تو جتنے مقتدی اس خلیفہ سے آگے ہیں سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ اس صف میں جو اپنے بائیں ہیں یا اس صف سے پیچھے ان کی اور امام اول کی فاسد نہ ہوئی اور اگر خلیفہ نے یہ نیت کی کہ امام کی جگہ پہنچ کر امام ہو جاؤں گا اور امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے امام باہر ہو گیا تو سب کی نمازیں فاسد ہو گئیں۔ امام کے لئے اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ کسی اور کو اور جو مسبوق ہی کو خلیفہ بنائے تو اسے چاہئے کہ قبول نہ کرے اور قبول کر لیا تو ہو گیا۔ مسبوق کو خلیفہ بنائی دیا تو جہاں سے امام نے ختم کیا ہے مسبوق وہیں سے شروع کرے رہا یہ کہ مسبوق کو کیا معلوم کہ کیا باقی ہے لہذا امام اسے اشارے سے بتادے مثلاً ایک رکعت باقی ہے تو ایک انگلی سے اشارہ کرے دو ہوں تو دو سے، رکوع کرنا ہو تو گھٹنے پر ہاتھ رکھ دے، سجدہ کیلئے پیشانی پر، قرأت کیلئے منہ پر، سجدہ تلاوت کیلئے پیشانی و زبان پر، سجدہ سہو کیلئے سینہ پر رکھے اور اس مسبوق کو معلوم ہو تو

اشارے کی کوئی حاجت نہیں۔ (رد المحتار، عالجیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

چار رکعت والی نماز میں ایک شخص نے اقتدا کی پھر امام کو حدث ہوا اور اسے خلیفہ بنایا اور اسے معلوم نہیں کہ امام نے کتنی پڑھی ہے اور کیا باقی ہے تو یہ چار رکعت پڑھے اور ہر رکعت پر قعدہ کرے۔ (عالجیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

مسبق کو خلیفہ کیا تو امام کی نماز پوری کرنے کے بعد سلام پھیرنے کیلئے کسی مددک کو مقدم کر دے کہ وہ سلام پھیرے۔ چار یا تین رکعت والی میں اس مسبوق کو خلیفہ کیا جس کو دو رکعتیں نہ ملی تھیں تو اس خلیفہ پر دو قعدے فرض ہیں ایک امام کا قعدہ اخیرہ اور ایک اس کا خود اور اگر امام نے اشارہ کر دیا کہ پہلی رکعتوں میں قرأت نہ کی تھی چار رکعت والی نماز میں چاروں میں اس پر قرأت فرض ہے۔ مسبوق نے امام کی نماز پوری کرنے کے بعد قہقہہ لگایا یا قصد احدث کیا یا کلام کیا یا مسجد سے باہر ہو گیا تو خود اس کی نماز جاتی رہی اور قوم کی ہو گئی رہا امام اول وہ اگر ارکان نماز سے فارغ ہو گیا ہے تو اس کی بھی ہو گئی ورنہ گئی۔ لاحق کو خلیفہ بنایا تو اسے حکم ہے کہ جماعت کی طرف اشارہ کرے کہ اپنے حال پر سب لوگ رہیں یہاں تک کہ جو اس کے ذمہ ہے اسے پورا کر کے نماز امام کی تکمیل کرے اور اگر پہلے امام کی نماز پوری کر دی تو جب سلام کا موقع آئے کسی کو سلام پھیرنے کیلئے خلیفہ بنائے اور خود اپنی پوری کرے۔ (عالجیری، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام نے ایک کو خلیفہ بنایا اور اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کر دیا تو اگر امام کے مسجد سے باہر ہونے اور خلیفہ کے امام کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے یہ ہوا تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ تنہا نماز پڑھ رہا تھا حدث واقع ہوا اور ابھی مسجد سے باہر نہ ہوا کہ کسی نے اس کی اقتدا کی تو یہ مقتدی خلیفہ ہو گیا۔ مسافروں نے مسافر کی اقتدا کی اور امام کو حدث ہوا اس نے مقیم کو خلیفہ کیا مسافروں پر چار رکعتیں پوری کرنا لازم نہیں اور خلیفہ کو چاہئے کہ کسی مسافر کو مقدم کر دے کہ وہ سلام پھیرے اور اگر مقتدیوں میں اور بھی مقیم تھے تو وہ تنہا تنہا دو رکعت بلا قرأت پڑھیں اب اگر اس خلیفہ کی اقتدا کریں گے تو ان سب کی نماز باطل ہوگی۔ (رد المحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

امام کو جنون ہو گیا یا بے ہوشی طاری ہوئی یا قہقہہ لگایا یا کوئی موجب غسل پایا گیا مثلاً سو گیا اور احکام ہوا یا تفلک کرنے یا شہوت کے ساتھ نظر کرنے یا چھونے سے منی نکلی تو ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو گئی سرے سے پڑھے۔ اگر شدت سے پاخانہ پیشاب معلوم ہوا کہ نماز پوری نہیں کر سکتا تو اختلاف جائز نہیں۔ یونہی اگر پیٹ میں درد شدید ہوا کہ کھڑا نہیں رہ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے اختلاف جائز نہیں۔ اگر شرم یا رعب کی وجہ سے قرأت سے عاجز ہے تو اختلاف جائز نہیں اور بالکل نسیان ہو گیا تو ناجائز۔ امام کو حدث ہوا اور کسی کو خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے ابھی نماز پوری نہیں کی ہے کہ امام وضو سے فارغ ہو گیا تو اس پر واجب ہے کہ واپس آئے یعنی اتنا قریب ہو جائے کہ اقتدا ہو سکے اور خلیفہ پوری کر چکا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہیں پوری کرے یا موضع اقتدا میں آئے۔ یونہی منفرد کو اختیار ہے اور مقتدی کو حدث ہوا تو واجب ہے کہ واپس آئے۔ نماز میں امام کا انتقال ہو گیا اگر چہ قعدہ اخیرہ میں تو مقتدیوں کی نماز باطل ہو گئی سرے سے پڑھنا ضروری ہے۔

(رد المحتار، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

تکبیر تحریمہ سے نماز کی ابتداء اور سلام پر انتہاء کا بیان

618 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ابْنِ عَقِيلٍ، عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ الْحَنْفِيَّةِ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ، وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ، وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ

• • • حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
 ”نماز کی کنجی وضو ہے تکبیر تحریمہ کے ذریعے یہ شروع ہوتی ہے اور سلام پھیر کر ختم ہوتی ہے۔“

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ بلند کرنے میں مذاہب اربعہ

نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت یدین دونوں ہاتھ کو بلند کرنا بالاتفاق مستحب ہے، اہل امام النووی رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں۔

قال الإمام النووی فی شرح صحیح مسلم: أجمعت الأمة على استحباب رفع اليدين

عند تكبيرة الإحرام.

لیکن نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کے حکم میں اختلاف ہے اس بارے میں دو قول ہیں۔ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین واجب ہے، امام لاؤ زائی اور امام الحمیدی یعنی شیخ البخاری اور داؤد عاکبری اور ان کے بعض اصحاب اور بقول امام حاکم امام ابن خریزہ اور احمد بن سيار بن ایوب شوافع میں سے اور امام ابن حزم کا مذہب یہی ہے۔ نماز کی ابتداء میں تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین سنت ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب اور امام مالک، اور امام الشافعی، اور امام احمد اور امام ابو عبیدہ، اور امام ابی ثور، اور امام إسحاق، و ابن المنذر، وغیرہم کثیر کا یہی مذہب ہے۔ (شرح صحیح مسلم، فتح الباری)

نماز میں تکبیر تحریمہ کی وجہ تسمیہ

علامہ ابن محمود الباری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ نماز کا فرض ہے اس کا رکن نہیں ہے۔ اور اسمیت کے تحقق کیلئے اس کے آخر میں تاء کو لاحق کیا گیا ہے۔ اور اب یہ نام اس تکبیر کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ یہ تکبیر ہر اس چیز کو حرام قرار دیتی ہے جو اس سے پہلے حلال تھی۔ (جیسا مباح کاموں کا مثلاً کھانا، پینا اور کلام کرنا وغیرہ ہیں)۔ اور باقی تمام تکبیرات میں سے کوئی تکبیر بھی اشیاء مباحہ کو حرام کرنے والی نہیں۔ (مناہ شرح الہدایہ ج ۱ ص ۱۸۵، بیروت)

نماز میں تکبیر تحریمہ کی فرضیت کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ نماز تو تکبیر سے شروع فرماتے تھے اور قرأت کی ابتداء الحمد للہ رب العالمین سے کرتے تھے۔ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ آپ ﷺ بسم اللہ آہستہ سے پڑھتے تھے جیسا کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔

کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہیے۔ بہر حال اس کے کمالات و انعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار و اعلان کرنا تمہارا کام ہے۔

کبریائی صرف اللہ کے لیے ہے اس لیے اسی کی کبریائی کا ذکر تمہاری زبان پر ہونا چاہیے اور اسی کا چہ چالوگوں میں کرنا چاہیے۔ نماز کا آغاز تکبیر یعنی اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے) کے کلمات ہی سے ہوتا ہے اور اذان میں بھی بار بار اس کلمہ کو دہرایا جاتا ہے تاکہ فضا اللہ کی تکبیر سے گونج اٹھے۔ تکبیر کا حکم سورہ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں بھی دیا گیا ہے:

وَتَكْبِيرُهُ تَكْبِيرًا ۚ وَتُحْمَلُهُ الْمَلَائِكَةُ بِرُكْنَيْ الدَّارِ ۚ وَتُحْمَلُهُ الْمَلَائِكَةُ بِرُكْنَيْ الدَّارِ ۚ وَتُحْمَلُهُ الْمَلَائِكَةُ بِرُكْنَيْ الدَّارِ ۚ

اللہ کی بڑائی بیان کرنے میں شرک کی تردید بھی ہے اور توحید کا اثبات بھی۔ مشرکین نے کسی کو مہادیو بنادیا ہے اور کسی کو مہاتما جن کی وہ پرستش کرتے ہیں لیکن یہ صرف دعوے ہیں حقیقت یہ ہے کہ کبریائی اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اور نہ اس کے سوا کوئی معبود ہے جس کی پرستش کی جائے۔

نماز میں قیام کی فرضیت کا بیان

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز کا دوسرا فرض قیام ہے۔ اور قیام فرض نماز میں فرض ہے نفلی نماز فرض نہیں ہے۔ اور نماز میں اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ اس سے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیام کو حکم دیا ہے اور امر و وجوب کیلئے آتا ہے۔ جبکہ نماز کے باہر قیام واجب نہیں ہے۔ لہذا نماز کے اندر قیام کا وجوب بطور ضرورت واجب ہو گیا۔ اور ”قَانِتِينَ“ ”قُومُوا“ میں اتم ضمیر سے حال ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ تم خاموش رہنے والے ہو اور تم کلام کو ترک کرنے والے ہو۔ اور اس پر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ ہم نماز میں کلام کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا ”وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ“ اس حدیث کو امام ابن ماجہ کے سوا محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ (البنائے شرح الہدایہ، ج ۲، ص ۱۶۵، حنفیہ لبنان)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: خَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَدْبَارُوا لِلَّهِ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ، ۲۳۸، ۲۳۹)

سب نمازوں کی حفاظت کرو اور (خاص طور پر) بیچ والی نماز کی۔ اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو۔ پھر اگر تم خوف کی حالت میں ہو تو پیادے یا سوار جس حال میں ہو (نماز پڑھ لو)۔ پھر جب امن ہو جائے تو اللہ کو اسی طریقے سے یاد کرو جس طریقے سے اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

علماء نے اس آیت کی روشنی میں فرض نماز میں قیام کے لازمی ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ فرض نماز پڑھنے والا امام ہو یا مقتدی یا منفرد (یعنی اکیلے نماز پڑھنے والا) کسی کے لیے بھی عذر کہہ بغیر فرض نماز بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر امام کسی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھانے پر قادر نہ ہو تو مقتدی بھی اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھیں گے۔ فرمان رسول ہے۔

وَإِذَا صَلَّي قَائِمًا فَصَلُّوا قَائِمًا وَإِذَا صَلَّي جَالِسًا فَصَلُّوا جَالِسًا وَمَا أَجْمَعُونَ

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام ليؤتم به)

جب (امام) کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو اور جب وہ (کسی عذر کی بناء پر) بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی (اس کے پیچھے) بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

نماز میں قرأت کی فرضیت کا بیان

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نماز کا تیسرا فرض قرأت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”فَأَقِمْ وَاجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَدِيمِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ رُسُلِهِ مِن قَبْلُ ۖ هُوَ الَّذِي لَا يَأْتِيهِ مَوَدَّةٌ وَلَا خِلَافٌ ۚ وَمَن يُضِلَّهُ يَزِدْ لَهُ سُلْطٰنًا عَظِيمًا“ (اس سے استدلال یہ ہے کہ اس میں قرأت کا امر ہے جو واجب کیلئے آتا ہے۔ جبکہ نماز سے باہر بہ اجماع قرأت واجب نہیں ہے۔ لہذا اسی وجہ سے قرأت کا وجوب نماز میں متعین ہو گیا۔ (البتایہ شرح الہدایہ ج ۲ ص ۱۶۵، حنفیہ لبنان)

امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے کہ اتنے میں ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھنے کے بعد آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس نے واپس ہو کر پہلے کی طرح پھر نماز پڑھی اور لوٹ کر آپ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے وعلیکم السلام کہتے ہوئے فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز ادا نہیں کی۔ حتیٰ کہ تین دفع ایسے ہی کیا تو آدمی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو رسول برحق بنایا ہے کہ میں اس طریقہ کے علاوہ مزید کسی چیز سے ناواقف ہوں، براہ کرم آپ ﷺ ہی مجھے ارشاد فرمائیے۔ فرمایا اور پھر جتنا قرآن تم سب آسانی پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو، اس کے بعد اطمینان سے رکوع کرو اور پھر جہاں بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اس کے بعد باطمینان سجدہ کرو اور پھر باطمینان تعدہ میں بیٹھو اور اسی طرح اپنی پوری نماز میں کیا کرو۔ (اس حدیث سے یہ چیز معلوم ہوئی کہ نماز میں تعدیل ارکان بہت ضروری ہے، اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اور جمہور علماء کے نزدیک تعدیل ارکان فرض ہے)۔ (صحیح مسلم، ۲۸۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی جو ملک میں روزی یا علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لیے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو۔

نماز میں رکوع کی فرضیت کا بیان

نماز کا چوتھا فرض رکوع ہے۔ اس کی فرضیت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”اٰذْكُرُوا اللّٰهَ عَظِيْمًا“ اس میں امر کا صیغہ ہے جس کی دلالت وجوب پر ہے۔ جبکہ غیر نماز میں کسی قسم کا رکوع مشروع ہی نہیں۔ جس کی وجہ سے یہ حکم نماز والے رکوع کیلئے متعین ہو گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذْكُرُوْا اللّٰهَ عَظِيْمًا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا وَاَرَبْكُمْ ۚ وَاَفْعَلُوْا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

اے ایمان والو رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں چھٹکارا ہو۔ (کنز الایمان)

(البنائے شرح البدایہ، ج ۲، ص ۱۶۵، تفسیر طہان)

نماز میں سجدہ کی فرضیت کا بیان

نماز کا پانچواں فرض سجدہ ہے اس کی فرضیت کا استدلال ودلیل رکوع والے حکم میں گذر چکی ہے کیونکہ رکوع و سجود آیت میں دونوں کا بیان ہے۔

نماز میں قعدہ آخرہ کی فرضیت کا بیان

نماز کا چھٹا فرض قعدہ آخرہ ہے۔ اس کی فرضیت کا استدلال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت سے ہے۔ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ“ اس حدیث سے استدلال کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ خبر واحد ہے لہذا کسی خبر واحد سے فرضیت کو کیسے ثابت کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ خبر واحد مفید ظن ہے۔ اور ثبوت فرضیت کیسے قطعی الدلالت کا ہونا ضروری ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ روایت اس کی فرضیت کو ثابت کرنے والی نہیں ہے بلکہ یہ حدیث قرآن کریم میں حکم نماز کا بیان ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”إِذَا قُلْتَ هَذَا أَوْ فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ“ اور جب نبی کریم ﷺ نے تکمیل نماز اس کو اس فعل قعود یا فعل قرأت تشہد کے ساتھ معلق کیا تو یہ تکمیل نماز کیلئے ضروری ہو گیا۔ اور فقہ کا قاعدہ ہے جو چیز واجب کے بغیر پوری نہ ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ لہذا اس حدیث نے قرآن کے حکم ”اقیموا الصلوٰۃ“ کے اجمال کو بیان کیا ہے لہذا آخری قعدہ کی فرضیت اس حکم قرآنی سے بذریعہ بیان حدیث کے طور پر ثابت ہو گئی۔

بَابُ مَا يُؤْمَرُ بِهِ الْمَأْمُومُ مِنْ اتِّبَاعِ الْإِمَامِ

باب: مقتدی کو کس حد تک امام کی پیروی کرنے کا حکم ہے

619 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ. حَدَّثَنَا يَحْيَى. عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ. حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ. عَنِ

ابْنِ مُحَيْرِيزٍ. عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبَادِرُوا نِيَّ

بِرُكُوعٍ. وَلَا بِسُجُودٍ. فَإِنَّهُ مَهْمَا أَسْبَقَكُمْ بِهِ إِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُونِي بِهِ إِذَا رَفَعْتُ. إِنِّي قَدْ بَدَأْتُ

بِهِ. حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم لوگ مجھ سے پہلے رکوع یا سجدے میں نہ جاؤ کیونکہ رکوع میں جاتے ہوئے اگر میں تم سے آگے ہوں گا تو تم مجھے

اس وقت پالو گے جب میں اٹھ رہا ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا جسم بھاری ہو گیا ہے۔“

620 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْخَطَّيَّ، يَخْطُبُ النَّاسَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ، وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا رَفَعُوا رُكُوعَهُمْ مِنَ الرُّكُوعِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامُوا قِيَامًا، فَإِذَا رَأَوْهُ قَدْ سَجَدَ سَجَدُوا ﴿١﴾ ﴿٢﴾ حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب صحابہ کرام نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے تھے جب تک وہ آپ کو دکھ نہیں لیتے تھے کہ آپ سجدے میں چلے گئے ہیں پھر وہ سجدے میں جاتے تھے۔ سجدے میں پہلے ہاتھ یا گھٹنے زمین پر رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "تم میں سے کوئی جب سجدہ کرے تو وہ اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اسے چاہئے کہ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔

(ابو داؤد، سنن نسائی، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 863)

اور ابو سلیمان خطابی نے کہا ہے کہ حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث اس حدیث سے زیادہ (صحیح) ثابت ہے چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

اونٹ کے بیٹھنے کی طرح نہ بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اونٹ زمین پر بیٹھنے کے وقت اپنے دونوں گھٹنے زمین پر پہلے رکھتا ہے۔ اس طرح سجدہ میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے زمین پر نہ ٹیکے جائیں۔

آپ ﷺ نے اونٹ کی بیٹھک سے مشابہت دی ہے باوجود یہ کہ اونٹ بیٹھتے وقت زمین پر پاؤں رکھنے سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا گھٹنا پاؤں میں ہوتا ہے اور جانور کا گھٹنا ہاتھ میں ہوتا ہے لہذا جب کوئی آدمی سجدے میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے رکھے گا تو اونٹ کے بیٹھنے سے مشابہت ہوگی۔

بہر حال۔ یہ حدیث اوپر کی حدیث کے مخالف ہے کیونکہ پہلی حدیث تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے جائیں اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء کے ہاں اختلاف ہے چنانچہ جیسا کہ اوپر کی حدیث کی تشریح میں بتایا جا چکا ہے جمہور علماء حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اوپر کی حدیث پر جو حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے دونوں گھٹنے زمین پر ٹیکے جائیں۔

حضرت امام مالک اور ازاعی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہم اور کچھ دوسرے علماء حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیکے جائیں۔

ان دونوں احادیث کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ کی اوپر والی حدیث زیادہ صحیح قوی تر اور مشہور تر ہے اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث و مرتبہ صحت پر پہنچا کر اسے ترجیح دی ہے اور فن حدیث کا یہ قاعدہ ہے کہ جب دو حدیثیں ایک دوسرے کے مخالف ہوتی ہیں تو عمل قوی تر اور صحیح تر پر کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت وائل کی روایت سے منسوخ قرار دیا

ہے۔

نیز ایک روایت میں حضرت ابن خزیمہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں جاتے تھے تو (سجدے کی) ابتدا گھٹنے سے کرتے تھے یعنی پہلے گھٹنوں کو زمین پر ٹیکتے تھے۔ انہی وجوہات کی طرف مولف مشکوٰۃ نے قال ابو سلیمان انہی کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

سجدے کے اعضاء کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "مجھے (جسم کی) سات ہڈیوں یعنی پیشانی، دونوں ہاتھ، گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجوں پر سجدے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ ممنوع ہے کہ ہم کپڑوں اور بالوں کو سمیٹیں۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 851)

اس حدیث کے ذریعے بتایا گیا ہے کہ سجدے میں جسم کے کس کس عضو کو زمین پر ٹیکنا چاہئے چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ سجدے کے وقت پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کے پنجوں کو زمین پر ٹیکنا چاہئے۔ اکثر ائمہ کے نزدیک سجدہ ناک اور پیشانی دونوں سے کرنا چاہیے بغیر ان دونوں کو زمین پر لگائے سجدہ جائز نہیں ہے مگر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر محض پیشانی ہی ٹیک کر سجدہ کر لیا جائے تو جائز ہے البتہ بغیر عذر کے ایسا کرنا مکروہ ہے۔ حضرت امام شافعی اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک محض ناک کو زمین پر ٹیک کر سجدہ کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر کوئی ایسا عذر پیش ہو کہ پیشانی کو زمین پر ٹیکنا ممکن نہ ہو تو جائز ہے، اس سلسلے میں حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ جائز نہیں ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ۔

سجدے میں دونوں پاؤں کو زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی آدمی سجدے میں دونوں پاؤں زمین سے اٹھالے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور ایک پاؤں اٹھالے گا تو سجدہ مکروہ ہوگا۔ سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف رکھنا فرض ہے خواہ ایک ہی انگلی رکھی جائے۔ اگر انگلیاں قبلہ کی سمت نہ ہوں گی تو جائز نہیں ہوگا۔

در مختار میں ایک جگہ مذکور ہے کہ "پیشانی اور دونوں پاؤں کے ساتھ سجدہ کرنا فرض ہے اور دونوں پیروں میں کم سے کم ایک انگلی زمین پر رکھنا شرط ہے اور ہاتھوں اور زانوؤں کو زمین پر رکھنا سنت ہے، حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک یہی ہے۔

سجدے میں ہاتھ زمین پر جبکہ کہنیوں کو اٹھا رکھنے کا بیان

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا "جب تم سجدہ کرو تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھو اور کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھو۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 853)

سجدہ میں ہاتھوں کو رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زمین پر کانوں کے سامنے رکھی رہیں۔ انگلیاں آپس میں ملی ہوں، اور یہ کہ ہاتھ کھلے رہیں کسی کپڑے وغیرہ کے اندر انہیں چھپانا مکروہ ہے۔

کہنیوں کو اونچا رکھنے کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا تو یہ کہ دونوں کہنیاں زمین سے اونچی رہیں یا پھر یہ کہ دونوں پہلوؤں سے اونچی رہیں۔ بہر صورت یہ حکم خاص طور پر مردوں کے لیے ہے عورتیں اس حکم میں شامل نہیں ہیں کیونکہ عورتوں کو تو سجدے میں

کہنوں کو زمین پر پہلوؤں سے لی ہوئی رکھنے کا حکم ہے اس لیے کہ اس طرح جسم کی نمائش نہیں ہوتی اور پردہ ابھی طرح ہوتا ہے۔

دوسری رکعت کو الحمد للہ سے شروع کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب دوسری رکعت پڑھنے کے بعد اٹھتے تو الحمد للہ رب العالمین شروع کر دیتے تھے اور خاموش نہ رہتے تھے (صحیح مسلم) اس روایت کو حمیدی نے اپنی کتاب افراد میں ذکر کیا ہے۔ نیز صاحب جامع الاصول نے بھی اس روایت کو مسلم سے نقل کیا ہے۔

چونکہ یہ وہم ہو سکتا تھا کہ دوسری رکعت کے بعد دوسرا شفعہ شروع ہونے کے وقت شاید متنبخا نک اللهم پڑھنے کے لیے خاموشی اختیار کرتے ہوں اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی وضاحت کر دی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے بعد دوسرے شفعہ کے لیے اٹھتے تھے تو متنبخا نک اللهم نہیں پڑھتے تھے بلکہ الحمد للہ رب العالمین شروع کر دیتے تھے۔

621 - حَدَّثَنَا زُبَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَهَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ التَّمَنِيُّ، قَالَا: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي هَانٍ تَغْلِبَ، قَالَ زُبَيْرٌ: حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ، أَبِي هَانٍ، وَغَيْرُهُ عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ: كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَخْنُو أَحَدٌ مِنَّا ظَهْرَهُ حَتَّى يَزِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ

یہی روایت بعض دیگر اسناد کے ہمراہ حضرت براء صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں: ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی شخص اپنی پیٹھ کو اس وقت تک نہیں جھکا تا تھا۔ جب تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں لیتا تھا کہ آپ نے (اپنی پیشانی مبارک زمین پر) رکھ دی ہے۔

622 - حَدَّثَنَا الزَّيْبِيُّ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ يَعْنِي الْفَزَارِيَّ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ، يَقُولُ عَلَى الْمَنْبَرِ: حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ، أَنَّهُمْ كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَكَعُوا، وَإِذَا قَالَ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، لَمْ تَزَلْ قِيَامًا، حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ وَضَعَ جَبْهَتَهُ بِالْأَرْضِ، لَمْ يَتَّبِعُونَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یحارب بن دثار بیان کرتے ہیں: میں نے عبد اللہ بن یزید کو منبر پر یہ بیان کرتے ہوئے سنا حضرت براء صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ حدیث بیان کی۔ وہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں جاتے تھے تو وہ بھی رکوع میں چلے جاتے تھے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے تھے۔ ہم اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جس وقت تک آپ کو دیکھ نہیں لیتے تھے کہ آپ نے پیشانی مبارک زمین پر رکھ دی ہے۔ پھر لوگ آپ کی پیروی کرتے تھے (یعنی سجدے میں جاتے تھے)

شرائط اقتداء کا بیان

۱. نیت اقتداء یعنی مقتدی کو امام کی متابعت یعنی اس کی پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا اور اس نیت کا تحریم کے ساتھ ہونا یا تحریم پر اس طرح مقدم ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی نماز کو توڑنے والا فعل نہ ہو، جموعہ وعیدین میں اقتداء کی نیت ضروری نہیں ۲. مردانہ ہو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن جموعہ وعیدین میں یہ شرط نہیں ہے ۳. مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا یعنی مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس میں ٹخنوں یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے پس اگر مقتدی کا ٹخنہ ایڑی امام کے ٹخنے اور ایڑی سے پیچھے ہو لیکن امام کا پاؤں چھوٹا ہو اور مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے پنجہ امام کے پنجے سے آگے ہو تو اقتداء درست ہے ۴. اتحاد نماز، یعنی امام اور مقتدی کی نماز کا متحد ہونا، پس دونوں کی نماز ایک ہی ہو جیسے ظہر کی نماز اسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے لیکن ظہر کی نماز عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، یا مقتدی کی نماز امام کی نماز کو متضمن (شامل) ہو جیسا کہ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ فرض نفل کو متضمن ہے لیکن اس کے برعکس درست نہیں کیونکہ نفل فرض کو متضمن نہیں اسی طرح ہر قوی نماز دالے کی اقتداء ضعیف نماز دالے کے پیچھے درست نہیں لیکن ضعیف نماز والی کی اقتداء قوی نماز دالے کے پیچھے درست ہے مثلاً نذر نماز دالے کی اقتداء نفل نماز دالے کے پیچھے درست نہیں، مسبوق کی اقتداء مسبوق کے پیچھے، ادا نماز دالے کی اقتداء دوسرے دن کی وہی قضا نماز پڑھنے والے کی پیچھے، مسافر کی اقتداء مقيم کے پیچھے وقت نکلنے کے بعد درست نہیں وغیرہ۔

۵. اتحاد مکان، امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا، پس سواری سے اتر کر نماز پڑھنے والی کی اقتداء سوار کے پیچھے یا ایک سواری پر نماز پڑھنے والی کی اقتداء دوسری الگ سواری پر نماز پڑھنے والے کی پیچھے درست نہیں۔

۶. امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سڑک) نہ ہونا، وہ راستہ جس میں تیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ و چرگز ر سکیں مانع اقتداء ہے جب کہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں، اگر اس سے کم فاصلہ ہو یا صفیں ملی ہوئی ہوں، تو مانع اقتداء نہیں ایک آدمی کے درمیان میں کھڑا ہونے سے صفیں نہیں ملتی دو میں اختلاف ہے تین آدمی کھڑے ہوں تو بلا اتفاق صفیں متصل ہو جائیں گی ۷. بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا، جس نہر میں کشتیاں اور بجرے (چھوٹی کشتیاں) گزر سکیں اور اس پر پل وغیرہ کے بغیر گزر نہ ہو سکے وہ نہر بڑی ہے اور وہ عام راستہ کے حکم میں ہے اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعے ہو سکتا ہے اور اگر نہر خشک ہو تو راستے کی طرح اس میں صفیں متصل ہو جانے سے اقتداء درست ہے، چھوٹی نہر جس میں کشتیاں اور بجرے نہ گزر سکیں مانع اقتداء نہیں ہیں۔

۸. کوئی بڑا میدان یعنی خالی جگہ امام اور مقتدی کے درمیان حائل نہ ہونا پس اگر میدان میں جماعت کھڑی ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے جس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکے تو اقتداء درست نہیں ہے، اس سے کم فاصلہ مانع اقتداء نہیں اور نماز درست ہو جائے گی، اسی طرح کوئی سی دو صفوں کے درمیانی فاصلے کے پچھلی صف کے لئے مانع اقتداء ہونے یا نہ ہونے کے حکم کی بھی یہی تفصیل ہے بہت ہی زیادہ بڑی مسجد میں بھی صفوں میں فاصلہ کے حکم کی تفصیل یہی ہے یعنی وہ میدان کے حکم میں ہے مسجد اگر چہ بڑی ہوں مکان واحد کے حکم میں ہیں اور ان میں فاصلہ خواہ دو صفوں کے برابر ہو یا زیادہ ہو مانع اقتداء نہیں ہے، لیکن بلا ضرورت مکروہ ہے، فنائے مسجد (محن) مسجد کے حکم میں ہے، بڑا مکان جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ بڑا ہو میدان کے حکم

میں ہے اس سے کم عام مسجد کے حکم میں ہے۔

۹. مقتدی پر امام کا حال مشتبہ نہ ہونا، اگر امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی کا معلوم ہو تو وہ امام یا مقتدیوں کو دیکھ کر ہو یا امام یا مکبر کی تکبیر کی آواز سن کر ہو تو اقتدا درست ہے خواہ دیوار یا منبر وغیرہ درمیان میں جاٹے ہوں ۱۰. امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صف کا حائل نہ ہونا، اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہوگی تو ان سے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں عورتوں کی صف ہوگی تو ان سے پیچھے والی مردوں کی سب صفوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، چار یا زیادہ عورتیں ہوگی تو پوری صف کا حکم ہوگا، تین عورتیں ہوں گی تو پیچھے والی تمام صفوں کے ان تین تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی جو ان عورتوں کی سیدھ میں پیچھے ہوں گے دو عورتیں پیچھے والی صف کے دو آدمیوں کی اور ایک عورت پیچھے والی صف پہلی صف کے صرف ایک آدمی کی نماز فاسد کرے گی اور اگر مردوں کی صف کے درمیان میں ایک یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو ان کے برابر والے داہنی و بائیں طرف کے ایک ایک آدمی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ۱۱. امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا۔

۱۲. مقتدی کا ارکان نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد متصل ہی ادا کرنا جس امر کسی رکن کو چھوڑ دے گا یا امام سے پہلے ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس رکن میں جس کو امام سے پہلے کر لیا ہے اپنے امام کو یا لیا مثلاً امام کے رکوع میں جانے سے پہلے چلا گیا اور رکوع میں یہاں تک رہا کہ امام نے بھی رکوع کر دیا یا وہ رکوع سے اٹھ گیا تھا لیکن پھر امام کے ساتھ رکوع میں واپس آ گیا تو اب امام کے ساتھ شرکت ہو کر نماز درست ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہیں ہوا تو اقتدا درست نہ ہوگی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۳. ارکان کی ادائیگی میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا پس امام اور مقتدی دونوں رکوع و سجود سے نماز پڑھتے ہوں یا دونوں اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یا امام رکوع و سجود سے پڑھتا ہو اور مقتدی اشارہ سے پڑھتا ہو تو اقتدا درست ہے، اور اگر امام اشارے سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی رکوع و سجود سے تو چونکہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے اس لئے اقتدا درست نہیں۔

۱۴. شرائط نماز میں مقتدی کا امام سے زیادہ جامع نہ ہونا، بلکہ امام کے مثل یا اس سے کم ہونا مثلاً سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو درست ہے، یا نہ کا آدمی دوسرے ننگے آدمی کے پیچھے پڑھے یا نہ کا آدمی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اقتدا درست ہے لیکن اگر امام نہ کا ہو اور مقتدی ستر ڈھانپے ہوئے ہو تو اقتدا درست نہیں۔

بَابُ التَّشْدِيدِ فِي مَنَ تَرْفَعُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَوْ يَضَعُ قَبْلَهُ

باب: ایسے شخص کی شدید مذمت جو امام سے پہلے سر اٹھاتا یا رکھتا ہے

623 - حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غُمَرَ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

623 - اسناد صحیح. واحمد بن حری (691)، ومسلم (427)، والترمذی (589)، والسنائی فی "الکبری" (904)، ودرمجموعہ (961)

من طرق عن محمد بن زید، بهذا الاسناد. وهو فی "مسند احمد" (7534)، و"صحیح ابن حبان" (2282).

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَّا يَخْشَى - أَوْ لَا يَخْشَى - أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ وَالْإِمَامُ سَاجِدٌ أَنْ يُحَوِّلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ - أَوْ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ -

﴿﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص اپنا سر اٹھا لیتا ہے اور امام اس وقت سجدے کی حالت میں ہو تو کیا وہ اس بات سے ڈرتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کے سر میں تبدیل کر دے (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) اس کی شکل کو گدھے کی شکل میں تبدیل کر دے۔“

امام سے پہلے سر سجدے سے اٹھانے پر وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جو امام سے پہلے (رکوع و سجود سے) سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ جل شانہ اس کے سر کو بدل کر گدھے جیسا سر کر دے گا۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف، جلد اول: حدیث نمبر ۱۱۱۹)

جو آدمی نماز کے ارکان امام کے ساتھ ادا نہیں کرتا بلکہ امام سے پہلے ہی ادا کر لیتا ہے مثلاً رکوع و سجود سے امام کے سر اٹھانے سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے تو ایسے آدمی کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث سخت ترین وعید ہے۔ گو علماء لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ایسا کرے گا اللہ تعالیٰ اسے گدھے کی مانند کم فہم و عقل کر دے گا کیونکہ تمام جانوروں میں گدھا ہی سب سے زیادہ کم فہم ہوتا ہے لہذا یہ مسخ حقیقی نہیں ہوگا بلکہ مسخ معنوی ہوگا تاہم علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو اپنے حقیقی معنی پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس امت میں بھی مسخ ممکن ہے جیسا کہ ”باب اشراط الساعة“ میں مذکور ہے اور اس کے مؤید ایک روایت ہے کہ یہ الفاظ ہیں کہ ان بحول اللہ صورتہ جمار یعنی اللہ تعالیٰ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کی صورت کو گدھے جیسی صورت کر دے۔ خطاب فرماتے ہیں کہ اس امت میں بھی مسخ جائز ہے لہذا اس حدیث کو اس کے حقیقی معنی پر محمول کرنا جائز ہے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مسخ خاص ہے اور امت کے لئے جو مسخ ممتنع ہے وہ مسخ عام ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ مسخ صورت کی ایک عبرت ناک مثال علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذکورہ بالا قول کی تائید ایک عبرت ناک واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ایک جلیل القدر محدث سے منقول ہے کہ وہ طلب علم اور حصول حدیث کی خاطر دمشق کے ایک عالم کے پاس پہنچے جو اپنے علم و فضل کی بناء پر بہت مشہور تھا انہوں نے اس عالم سے درس لینا شروع کیا مگر حصول علم کے دروان یہ واقعہ طالب علم کے لئے بڑا حیرتناک سمٹا رہا کہ استاد پوری مدت کبھی بھی ان کے سامنے نہیں آیا درس کے وقت استاد اور شاگرد کے درمیان ایک پردہ حائل رہتا تھا ان کو اس کی بڑی خواہش تھی کہ کم سے کم ایک مرتبہ اپنے استاد کے چہرے کی زیارت تو کریں۔ چنانچہ جب انہیں اس عالم کی خدمت میں رہتے ہوئے بہت کافی عرصہ گزر گیا تو اس نے یہ محسوس کر لیا کہ طالب علم حصول حدیث کے شوق اور تعلق شیخ کے بھرپور جذبات کا پوری طرح حامل ہے تو استاد نے ایک دن درمیان میں حائل پردہ کو اٹھایا ان کی حیرت اور تعجب کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ جو جلیل القدر عالم اور ان کا استاد جس کے علم و فضل کی شہرت چاروں طرف

پھلی ہوئی ہے اپنے انسانی چہرے سے محروم ہے بلکہ اس کا من گدھے جیسا ہے استاد نے شاگرد کی حیرت اور تعجب کو دیکھتے ہوئے جو بات کہی اسے سنئے اور اس سے عبرت حاصل کیجئے۔

اس نے کہا اے میرے بیٹے نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پھل کرنے سے بچنا میں نے جب یہ حدیث سنی کہ "کیا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے جیسا کر دے" تو مجھے بہت تعجب ہوا اور میں نے اسے بعید از امکان تصور کیا چنانچہ (یہ میری بد قسمتی کہ میں نے تجربہ کے طور پر) نماز کے ارکان ادا کرنے کے سلسلہ میں امام پر پھل کی جس کا نتیجہ میرے بیٹے اس وقت تمہارے سامنے ہے کہ میرا چہرہ واقعی گدھے کے چہرے جیسا ہو گیا۔ بہر حال ملا علی قاری اس کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد اصل شدید تہدید اور انتہائی وعید کے طور پر ہے یا یہ کہ ایسے آدمی کو برزخ اور دوزخ میں اس عذاب کے اندر جلا کیا جائے گا۔"

بَابُ فِيْمَنْ يَنْصَرِفُ قَبْلَ الْإِمَامِ

باب: جو شخص امام سے پہلے (نماز) ختم کر دیتا ہے

624 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ بُغْيَلٍ الْمُرَبِّعِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنِ الْمُطَّحَّرِ بْنِ قُلْفُلٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَضَّهُمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَنَهَاهُمْ أَنْ يَنْصَرِفُوا قَبْلَ انْصِرَافِهِ مِنَ الصَّلَاةِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو نماز ادا کرنے کی ترغیب دی اور لوگوں کو اس بات سے منع کیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز ختم کرنے سے پہلے اپنی نماز ختم کریں۔

بَابُ جُمَاعِ الْوَابِ مَا يُصَلِّي فِيهِ

باب: ان کپڑوں سے متعلق مجموعہ ابواب جن میں نماز ادا کی جاتی ہے

625 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ لِيُكَلِّمَكُمْ ثَوْبَانِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سے ایک کپڑا (پہن کر) نماز ادا کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم سب کے پاس دو، دو کپڑے ہیں؟

626 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى مَنْكِبَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”کوئی بھی شخص ایک کپڑے میں یوں نماز ادا کرے کہ اس کے کندھوں پر کوئی چیز نہ ہو۔ (یعنی کپڑا نہ ہو)۔“

627 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، ح وَحَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ الْمَغَنِيُّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فِي ثَوْبٍ فَلْيُخَالِفْ بِطَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز ادا کرے تو اسے چادر کے دونوں پلوؤں کو مخالف سمت میں کندھوں پر ڈال لیتا چاہئے۔“

628 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالِفًا بَيْنَ طَرَفَيْهِ عَلَى مَنْكِبَيْهِ

حضرت عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک کپڑے میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے جسے آپ نے الحاف کے طور پر لپیٹا ہوا تھا اور اس کے دونوں پلو مخالف سمت میں کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔

629 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا مُلَازِمُ بْنُ عُمَرَ الْحَنْفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَدْرٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَدِمْنَا عَلَى نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ مَا تَرَى فِي الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ، قَالَ: فَأُطْلِقُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَى طَارِقًا بِهِ رِذَاةٌ، فَاشْتَمَلَ بِهِمَا، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى بِنَا نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا أَنْ قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ: أَوْكَلَكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ؟

قیس بن طلحہ اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک شخص آیا اس نے عرض کی: اے اللہ کے نبی! ایک کپڑے میں نماز ادا کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ راوی کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنا بٹن کھولا تو آپ نے اپنی چادر کو لپیٹ لیا۔ آپ نے ان دونوں کو اشتمال کے طور پر لپیٹ لیا۔ پھر آپ کھڑے ہوئے اور اللہ کے نبی نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے نماز مکمل کر لی۔ تو ارشاد فرمایا: ”کیا تم سب کے پاس دو دو کپڑے ہیں۔“

شرح

اشتمال "اسے کہتے ہیں کہ کپڑے کا وہ کنارہ جو اپنے کندھے پر ہے بائیں ہاتھ کے نیچے سے نکالا جائے اور پھر وہ کنارے

628 - اسنادہ صحیح، اللیث: ابوہریرہ، یحییٰ بن سعید: ابو الانصاری، و ابو امامہ بن سہل: ابو اسعد بن سہل بن حنیف، و اخرجه مسلم (517) (280) عن قتیبہ بن سعید و عیسیٰ بن حماد، بهذا الاسناد، و اخرجه البخاری (354-356)، و مسلم (517) (278) و (279)، و الترمذی (339)، و النسائی فی "الکبیری" (842)، و ابن ماجہ (1049) من طریق ہشام بن عروہ، عن ابیہ، عن عمر بن ابی سلمہ، و بعضہم یرید علی بعض، و هو فی "مسند احمد" (16333)، و "صحیح ابن حبان" (2291) و (2292).

کرجو دائیں ہاتھ کے نیچے سے بائیں ہاتھ پر ڈالا گیا ہے دونوں کو ملا کر سینے پر گرہ لگائی جائے لیکن گرہ لگانے کی ضرورت صرف اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ کپڑے کے کنارے لمبے نہ ہوں اور ان کے کھل جانے کا خون ہو، اگر کنارے لمبے ہوں تو پھر گرہ لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ یمن کے سفیروں کے لباس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض شامین کی عہارتوں میں گرہ لگانے کی قید ذکر نہیں کی گئی ہے۔ ان احادیث میں "مشمٹل" متوشح اور مخالف بین طرفیہ کے جو الفاظ آئے ہیں سب کے ایک ہی معنی ہیں اور سب کی ایک ہی مذکور بالا صورت ہوتی ہے۔

صحابی رسول ﷺ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے صرف ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم سب ہی لوگوں کے پاس دو کپڑے ہو سکتے ہیں؟ پھر (یہی مسئلہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا تو انہوں نے کہا جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قباء میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قباء میں، کوئی جاکلیا اور قباء میں، کوئی جاکلیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی کہا کہ کوئی جاکلیا اور چادر میں نماز پڑھے۔ [صحیح البخاری 1/82]

اشتمال کے ساتھ نماز پڑھنے میں مذاہب اربعہ

اشتمال کی صورت میں تو نماز پڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس میں کپڑے کا کچھ حصہ کندھوں پر ہوتا ہے اور اگر کندھے پر کپڑے کا کچھ حصہ بھی نہ ہو تو اس صورت میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں ہوگی اور اس کی حکمت علماء یہ لکھتے ہیں کہ صرف ایک ہی کپڑا اگر ہو اور اسی کا تہ بند کر لیا جائے اور اس کا کچھ حصہ کندھوں پر ڈالا نہ جائے تو اس صورت میں ستر کھل جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور پھر یہ کہ رب ذوالجلال کے دربار میں حاضری کا وقت ہونے کی وجہ سے یہ بے ادبی کی شکل ہے۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور جمہور علماء رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک یہ بھی تزیینی ہے تحریمی نہیں ہے۔ چنانچہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی صرف ایک کپڑے میں اس طرح نماز پڑھے کہ اس کے کپڑے کا کچھ حصہ کندھوں پر نہ ہو مگر ستر چھپا ہوا ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی لیکن کراہت کے ساتھ ہوگی۔ حضرت امام احمد اور دوسرے علماء سلف رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس آدمی کی نماز نہیں ہوگی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَعْقِدُ الثُّوبَ فِي قَفَاهُ ثُمَّ يُصَلِّي

باب: آدمی کو گدی پر کپڑا باندھ کر نماز ادا کرنا

سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ الرَّجَالَ عَاقِدِي أَرْبَعَهُ فِي أَغْنَاتِهِمْ مِنْ ضَيْقِ الْأَزْرِ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ كَأَمْثَالِ الصَّبْيَانِ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُؤُوسَكُنَّ حَتَّى يَرْفَعَ الرَّجَالُ

❦❦ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے مرد حضرات کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرتے ہوئے چھوٹے بچوں کی طرح اپنے تہبند گردنوں پر باندھ لیتے تھے کیونکہ وہ چھوٹے ہوتے تھے۔

ایک صاحب نے کہا: اے خواتین کے گروہ! تم اپنے سر اس وقت تک نہ اٹھانا جب تک مرد نہیں اٹھا لیتے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى غَيْرِهِ

باب: آدمی کا ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کرنا جس کا کچھ حصہ کسی دوسرے پر ہو

631 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الطَّيَالِسِيُّ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ بَعْضُهُ عَلَى
❦❦ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک ایسے کپڑے میں نماز ادا کی جس کا کچھ حصہ میرے

اوپر تھا۔

بَابُ فِي الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَمِيصٍ وَاحِدٍ

باب: آدمی کا ایک قمیص میں نماز ادا کرنا

632 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنْ مُوسَى بْنِ إِبرَاهِيمَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ أَصِيدُ أَقْصَى فِي الْقَمِيصِ الْوَاحِدِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَادْرُزُهُ وَلَوْ بِشَوْكَةٍ

❦❦ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک ایسا شخص ہوں جو شکار کرتا ہے تو کیا میں ایک قمیص میں نماز ادا کر لیا کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جی ہاں! تم اس کے ثمن لگالیا کرو خواہ کانٹے کے ذریعے لگاؤ۔

شرح

حضرت محمد ابن منکدر فرماتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے صرف تہبند باندھ کر جسے انہوں نے اپنی گدی کی طرف باندھ رکھا تھا نماز پڑھی حالانکہ ان کے کپڑے کھوٹی پر لٹکے ہوئے تھے ان سے کسی کہنے والے نے کہا کہ آپ نے صرف تہبند میں نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ اس واسطے کیا تا کہ تم جیسا حق مجھے دیکھے بھلا رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم میں سے وہ کون تھا جس کے پاس دو کپڑے تھے۔ (صحیح البخاری)

مشجب" کا عام فہم معنی کھوٹی ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ مشجب اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کپڑے لٹکائے یا رکھے جاتے ہیں یا اس چیز

کو کہتے ہیں جس پر کبھی کبھی پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے مشک لٹکا دی جاتی تھی۔

بہر حال حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے کپڑے اس پر رکھ دیئے تھے اور نماز صرف ایک کپڑے میں اس طرح پڑھ رہے تھے کہ اس کپڑے کا تہبند کر رکھا تھا اور اس کے کونے اوپر کے گلے میں باندھ رکھے تھے چنانچہ ایک آدمی نے اس طریقے کو خلاف سنت سمجھتے ہوئے برا خیال کیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اتنے سارے کپڑوں کی موجودگی میں بھی صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میں صرف ایک کپڑے میں نماز اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ تم جیسا کم علم مجھے دیکھے اور جان لے کہ نماز صرف ایک کپڑے میں بھی پڑھی جاسکتی ہے یہ خلاف سنت نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی مقصد کے تحت اسے ڈانٹا اور کہا کہ احمق تو اسے برا کیوں سمجھ رہا ہے رسول اللہ ﷺ زمانہ میں ہم میں سے وہ کون تھا جس کے پاس دو کپڑے تھے، ہمارے پاس تو صرف ایک ایک کپڑا ہوتا تھا اسی میں ہم نماز پڑھتے تھے اور اسی کو دوسری ضرورتوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔

اس بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو کپڑوں میں نماز پڑھنا افضل ہے واجب نہیں ہے کیونکہ اس میں تنگی ہے نیز آپ ﷺ کے صحابہ نے ایک کپڑے میں نماز بھی تو اس لئے پڑھی کہ ان کے پاس کپڑا ہی صرف ایک تھا اور کبھی بیان جواز کی خاطر ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ لی۔

الحاصل اگر کوئی آدمی ایک ہی کپڑے میں نماز اس لئے پڑھتا ہے کہ اس کے پاس دوسرا کپڑا موجود نہیں ہے یا بیان جواز کی خاطر پڑھتا ہے تو جائز ہے۔ اور اگر کوئی آدمی سستی و کاہلی اور بہ نیت حقارت پڑھے گا تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ کسی کو صحابہ کے ترک سنت پر لعن و طعن کرنا نہیں چاہئے اور ان کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے۔ یعنی اگر کسی صحابی سے کوئی ایسا فعل صادر نظر آئے جو بظاہر خلاف سنت معلوم ہوتا ہے تو اس بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہئے کہ یہ بیان جواز کے لئے ہے یا پھر اس میں کوئی عذر ہوگا۔

633 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ بَزْزِيعٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، عَنْ إِسْرَائِيلَ، عَنْ أَبِي حَزْمٍ الْعَامِرِيِّ -

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: كَذَا قَالَ: وَالصَّوَابُ أَبُو حَزْمٍ - عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فِي قَبِيصٍ لَيْسَ عَلَيْهِ رِداءٌ، فَلَمَّا انْصَرَفَ، قَالَ: إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي قَبِيصٍ

محمد بن عبد الرحمن اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک قمیص پہن کر ہماری امامت کی انہوں نے چادر نہیں اوڑھی تھی۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو یہ بات بتائی کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو ایک قمیص پہن کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا يَتَزَرُّ بِهِ

باب: جب کپڑا چھوٹا ہو تو اسے تہبند کے طور پر باندھ لیا جائے

834 - حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدِّمَشْقِيُّ، وَيَحْيَى بْنُ الْفَضْلِ السَّجِسْتَانِيُّ، قَالُوا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ مُجَاهِدٍ أَبُو حَزْرَةَ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الْوَلِيدِ بْنِ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: أَكْبَنَا جَابِرًا يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: سِرْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ، فَقَامَ يُصَلِّي، وَكَانَتْ عَلَى بُرْدَةٍ ذَهَبَتْ أُخَالِفُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا فَلَمْ تَبْلُغْ لِي، وَكَانَتْ لَهَا ذَبَابٌ فَتَنَكَّسْتُهَا، ثُمَّ خَالَفْتُ بَيْنَ طَرَفَيْهَا، ثُمَّ تَوَاقَصْتُ عَلَيْهَا لَا تَسْقُطُ، ثُمَّ جِئْتُ حَتَّى قُمْتُ عَنْ يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَأَدَارَنِي، حَتَّى أَقَامَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَ ابْنُ صَخْرٍ، حَتَّى قَامَ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنَا بِيَدَيْهِ جَمِيعًا، حَتَّى أَقَامَنَا خَلْفَهُ، قَالَ: وَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزْمُقُنِي وَأَنَا لَا أَشْعُرُ ثُمَّ قَطَعْتُ بِهِ فَأَشَارَ إِلَيَّ أَنْ أَتَزَرَّ بِهَا فَلَمَّا فَرَغَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا جَابِرُ، قَالَ: قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: إِذَا كَانَ وَاسِعًا فَخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ، وَإِذَا كَانَ ضَيِّقًا فَأَشْدُدْهُ عَلَى حَقْوِكَ

عبادہ بن ولید بیان کرتے ہیں: ہم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بتایا: ایک غزوہ کے موقع پر میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوا۔ نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے لگے۔ میرے جسم پر ایک چادر تھی میں نے اسے مخالف سمت میں لپیٹنے کی کوشش کی لیکن وہ چھوٹی تھی۔ وہ اس طرح پوری نہیں آسکی۔ اس کی جھالیں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں الٹا کیا اور پھر اس کے دونوں پلوؤں کو مخالف سمت میں ڈال لیا۔ پھر میں نے گردن کو ذرا جھکا لیا تاکہ وہ چادر گرے نہیں۔ پھر میں آیا اور نبی اکرم ﷺ کے بائیں طرف آکر کھڑا ہو گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے گھما کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ پھر مغز کے صاحبزادے آئے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے بائیں طرف کھڑے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ نے ہم دونوں کا ہاتھ پکڑا اور ہمیں باپے پیچھے کھڑا کر لیا۔

راوی بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز کے دوران میرا جائزہ لیتے رہے لیکن مجھے اندازہ نہیں ہوسکا پھر آپ نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس چادر کو تہبند کے طور پر باندھ لوں نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کپڑا کھلا ہو تو تم اسے مخالف سمت میں ڈال لو جب وہ تنگ ہو تو اسے کمر پر باندھ لو (یعنی تہبند باندھ لو)۔

835 - حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِذَا كَانَ لِأَحَدِكُمْ ثَوْبَانِ فَلْيُصَلِّ فِيهِمَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ فَلْيَتَزَرَّ بِهِ، وَلَا يَشْتِمِلَ اشْتِمَالَ الْيَهُودِ

❦❦ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ”جب کسی شخص کے پاس دو کپڑے ہوں تو وہ ان دونوں میں نماز ادا کر لے اور جب ایک کپڑا ہو تو وہ اسے تہبند کے طور پر باندھ لے۔ اسے یہودیوں کی طرح اشتمال کے طور پر نہ لپیٹے۔“

636 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ قَارِسٍ الدُّنَلِيُّ، حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا أَبُو ثُمَيْلَةَ يَحْيَى بْنُ وَاصِحٍ، حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنِيبِ عُثَيْدُ اللَّهِ الْعَتَكِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي لِحَافٍ لَا يَتَوَشَّحُ بِهِ، وَالْآخِرُ أَنْ تُصَلِّيَ فِي سَرَاوِيلٍ وَلَيْسَ عَلَيْكَ رِذَاءٌ

❦❦ عبداللہ بن برید اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ ایک کپڑے کو پہن کر اس طرح نماز ادا کی جائے کہ اسے لپیٹا نہ گیا ہو اور دوسرا یہ کہ شلوار پہن کر نماز ادا کی جائے۔ (جبکہ اوپری جسم پر) چادر نہ ہو۔

بَابُ الْإِسْبَالِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز میں کپڑا (مخنوں سے نیچے) لٹکانا

637 - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ أَبِي عَوَّانَةَ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَسْبَلَ إِزَارَهُ فِي صَلَاتِهِ خِيَلًا فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي حِلٍّ وَلَا حَرَامٍ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا جَمَاعَةٌ عَنْ عَاصِمٍ مَوْثُوقًا عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ، مِنْهُمْ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَأَبُو الْأَخْوَصِ، وَأَبُو مُعَاوِيَةَ

❦❦ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص نماز کے دوران تکبر کے طور پر اپنا تہبند لٹکاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حلال یا حرام میں نہیں ہو گا۔“

635 - اسنادہ صحیح، لکن شک نالغ فی رفعہ الی النبی - علی اللہ علیہ وسلم - او وقفہ علی عمر، ورجع الطحاوی وقفہ کما سہاتی - ابوب: ہو ابن ابی نعیم السخیتی، وخرجه الطحاوی/3771، والبیہقی/2362، وابن عبد البر فی "المستدرک" /3716 من طریقین عن ابوب، بهذا الاسناد، وخرجه ابن حزم (766)، والبیہقی/2352 من طریق سعید بن ابی عروبہ، عن ابوب، بہ مرفوعاً من غیر شک، وخرجه عبد الرزاق (1390)، واحمد (6356)، والطحاوی/3771 من طریق ابن جریج، والطحاوی/3771 من طریق جریر بن حازم، کلاهما عن یافع، بہ علی الشک، وخرجه الطبرانی فی "الوسط" (7062) من طریق عمر بن نافع، عن ابیہ، عن ابن عمر - قال عمر بن نافع: لا أعلمہ الا لہ رفعہ - فذكرہ، وخرجه الطحاوی/3781، والطبرانی فی "الوسط" (9368)، والبیہقی/2352

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ایک جماعت نے عام کے حوالے سے یہ روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک موقوف روایت کے طور پر نقل کی ہے اس جماعت میں حماد بن سلمہ، حماد بن زید، ابواحوص اور ابو معاویہ شامل ہیں۔

628 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا ابْنَانُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: بَيْنَمَا رَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَةً إِذْ قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، ثُمَّ قَالَ: اذْهَبْ فَتَوَضَّأْ، فَذَهَبَ فَتَوَضَّأَ، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ، ثُمَّ سَكَتَ عَنْهُ، فَقَالَ: إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ مُسْبِلٌ إِزَارَةً وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ رَجُلٍ مُسْبِلٍ إِزَارَةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک شخص اپنے تہبند کو لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے فرمایا: تم جاؤ اور جا کر وضو کرو۔ وہ گیا اس نے وضو کیا اور وہ آیا پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تم جاؤ اور وضو اور وضو کر دو وہ گیا اس نے وضو کیا وہ پھر آیا۔ ایک صاحب نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یا رسول اللہ! آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں دیا اور پھر آپ کیوں اس سے خاموش رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وہ اپنے تہبند کو لٹکا کر نماز ادا کر رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتا جو اپنے تہبند کو لٹکائے ہوئے ہوتا ہے۔

شرح

من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة.

”جو شخص غرور و تکبر سے اپنا کپڑا گھسیٹے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نگاہ کرم نہیں فرمائے گا۔“ (بخاری و مسلم)

نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما أسفل من الكعبين من الازار في النار. (بخاری)

”غرور و تکبر سے“ چادر (یا شلوار، چنٹ، پاجامہ وغیرہ) کا جو حصہ کعبینوں سے نیچے ہیں، جہنم میں ہوگا۔“

وضاحت مسئلہ: ان ارشادات پر بار بار غور کریں جو شخص غرور و تکبر سے کپڑا گھسیٹے اسے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ اس کی نمایاں مثال چوہدری، جاگیردار ہیں جو اعلیٰ قیمتی تہ بند (دھوٹی) پہن کر زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں تاکہ لوگوں پر اپنا دولت مندی و امارت کا رعب ڈال سکیں۔ اسی چیز سے منع کرنا مقصود ہے کہ اپنے آپ کو بڑا اور دوسروں کو گھٹیا سمجھا جائے۔ اللہ کی نعمت کی بے قدری کی جائے اگر یہ وجوہات نہ ہوں تو شخصوں سے نیچے شلوار، دھوٹی یا پاجامہ، پتلون کا ہو جانا ہرگز گناہ یا منع نہیں اور یہ اعلان خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ خیلاء کے لفظ سے واضح ہے کہ غرور و تکبر سے چادر گھسیٹنا حرام ہے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو حرام نہیں، جائز ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة، فقال ابوبكر ان احد شقي ثوبي يستر خبي الا ان اتعاهد

ذالک منه، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انک لست تصنع ذلک خیلاً۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اپنا کپڑا تکبر و غرور سے مٹیٹے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرے نہیں فرمائے گا اس پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرے کپڑے کا ایک کونہ، اگر پکڑ نہ رکھوں، نیچے لٹک جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تم ایسا غرور و تکبر سے نہیں کرتے۔“ (صحیح بخاری، 1: 517، طبع کراچی)

گویا جس بات سے دوسروں کو اس لئے منع فرمایا کہ اس میں غرور و تکبر ہے اسی کی اجازت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس لئے دی کہ ان میں غرور و تکبر نہیں۔ پس اصل ممانعت غرور و تکبر کی ہے۔ پس اگر غرور و تکبر نہ ہو تو پتلون، شلوار، پاجامہ، چادر کا شیخوں سے نیچے ہونا ہرگز مکروہ، حرام یا منوع نہیں۔ زیادہ سے زیادہ بعض لوگوں نے ایسی صورت میں مکروہ تنزیہی کا قول کیا ہے جو خلاف اولیٰ ہوتا ہے حرام نہیں۔ (مشکوٰۃ للفتح مبداء الحق محدث دہلوی و تادی مائیکری)

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی آیات

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق قرآن مجید کی حسب ذیل آیت ہیں: ”کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار: اسی طرح اللہ ہر مغرور متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے“ (الہومن: 35)۔ ”وخاب کل جبار عنید: اور ہر متکبر معاند ہلاک ہو گیا“ (ابراہیم: 15)۔ ”انہ لا یحب المستکبرین: بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا“ (احمل: 23)۔ ”ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین: بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔“

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید کے متعلق احادیث

حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے کہ عزت میرا تہ بند ہے اور کبر یاہ (بڑائی) میری چادر ہے جس شخص نے ان میں سے کسی کو بھی کھینچا میں اس کو عذاب دوں گا۔ امام ابوداؤد کی روایت میں ہے جس نے ان میں سے ایک کپڑے کو بھی کھینچا میں اس کو دوزخ میں ڈال دوں گا۔ (صحیح مسلم ابرواحد: 136، 2620)

6557۔ سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 4090۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 4174۔ مسند حمیدی رقم الحدیث: 1194۔ مسند احمد ج 2، رقم الحدیث: 414، 248)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متکبروں کو قیامت کے دن مردوں کی صورت میں چیونٹی کی جسامت میں جمع کیا جائے گا ان کو ہر طرف سے ذلت و حانپ لے گی، ان کو دوزخ کے قید خانہ کی طرف ہٹایا جائے گا جس کا نام بولس ہے، اس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے، ان کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی (سنن الترمذی رقم الحدیث: 2492۔ السنن الکبریٰ للنسائی رقم الحدیث: 8800۔ مسند الحمیدی، رقم الحدیث: 598۔ مسند احمد ج 2، ص 179، رقم الحدیث: 6677، الادب المفرد رقم الحدیث: 557۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 8212)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیشہ آدمی اپنے آپ کو بڑا سمجھتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو متکبرین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو متکبرین کا عذاب پہنچتا ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 2007۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 8213)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ عزوجل نے تم سے زمانہ جاہلیت کے بوجھ کو اتار دیا ہے اور تمہارے باپ دادا کی بڑائی کو ختم کر دیا ہے، اب لوگوں کی دو قسمیں ہیں، نیک پرہیزگار، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک کریم ہے اور قاجر بد بخت، وہ اللہ عزوجل کے نزدیک ذلیل ہے، تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تمہاری مختلف قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کی شناخت کرو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: 3277۔ صحیح ابن خزمہ رقم الحدیث: 2781۔ جامع الاصول رقم الحدیث: 8214)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: دوزخ اور جنت نے مباحثہ کیا، دوزخ نے کہا: مجھ میں متکبرین اور متجربین داخل کیے گئے ہیں اور جنت نے کہا: مجھے کیا پرواہ ہے جب کہ مجھ میں صف کمزور، عاجز اور متواضع لوگ داخل کیے گئے۔ (الحديث) (صحیح مسلم النافعین: 35 (2846) 7040۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4850)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل ہو جائے گا جو اس حال میں مرا کہ وہ ان تین چیزوں سے بری تھا: تکبر، خیانت اور قرض۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: 1578۔ مسند احمد ج 8، رقم الحدیث: 22432)

حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: کیا میں تم کو اہل جنت کی خبر نہ دوں؟ ہر کمزور شخص جس کو بے حد کمزور سمجھا جاتا ہو اگر وہ اللہ پر (کسی کام کی) قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم ضرور پورا کرے گا، اور کیا میں تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، اکڑ کر چلنے والا متکبر

(صحیح البخاری، رقم الحدیث: 4918، 6071، 6657۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: 2853۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 4116)

حضرت نعیم بن حمار الغطفانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو بڑا بے اور تکبر کرے اور الکبیر المتعال (اللہ تعالیٰ جو حقیقتاً سب سے بڑا ہے) کو بھول جائے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو دین کے بدلہ میں دنیا لے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو لہو و لعب میں وقت گزارے اور قبروں کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو بھول جائے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جو شبہات سے حرام کو حلال کرے، اور کیسا برا بندہ ہے وہ بندہ جس کو خواہش (نفس) گمراہ کر دے، اور کیسا برا ہے وہ بندہ جو اس چیز میں رغبت کرے جو اس کو ذلیل کر دے۔ (سنن الترمذی رقم الحدیث: 2456۔ مجمع الزوائد ج 10، ص 234)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد شدہ غلام نافع بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین متکبر، بوڑھا، زانی اور اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ پر احسان جتانے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج 6، ص 256، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا رب واحد ہے اور تمہارا باپ واحد ہے، پس کسی عربی کو غمی پر اور کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا اور کسی وجہ سے فضیلت نہیں ہے، اور مسند بزار میں اس طرح ہے: تمہارا باپ واحد ہے اور تمہارا دین واحد ہے۔ تمہارا باپ آدمی ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا۔ (المجم الاوسط، ج 5، رقم الحدیث: 4143۔ مسند ابی یوسف رقم الحدیث: 3583، 2044، حافظ البیہقی نے لکھا ہے کہ مسند ابی یوسف صحیح ہے، مجمع الزوائد ج 8، ص 160، مطبوعہ دار الفکر، 1414ھ)

(طبع جدید)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو غلام تھے ایک حبشی دوسرا بھلی تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کو برا کہا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے تھے، ایک نے دوسرے سے کہا اے بھلی، دوسرے نے اس کو کہا اے حبشی۔ آپ نے فرمایا تم دونوں اس طرح نہ کہو، تم دونوں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہو۔

(مسند ابویعلیٰ ج 7، رقم الحدیث: 4146۔ مجمع الزوائد ج 8، ص 86۔ الطائبا للعالمیہ رقم الحدیث: 2524۔ تحف السادة السمر ج 7، رقم الحدیث: 6107)

تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کا مکروہ تحریمی ہونا اور تکبر کے بغیر مکروہ تحریمی نہ ہونا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا جس نے اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے (ٹخنوں سے نیچے) لٹکایا۔ (صحیح ابوداؤد رقم الحدیث: 5783۔ صحیح مسلم لباس: 42) (2085) 5353۔ سنن الترمذی رقم الحدیث: 1737۔ سنن النسائی رقم الحدیث: 5326۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 3569۔ موطا امام مالک رقم الحدیث: 570۔ مسند احمد ج 2، ص 56، رقم الحدیث: 5188۔ مسند الحمیدی رقم الحدیث: 636)

ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکا رہتا تھا، ان سے اس کے متعلق استفسار کیا گیا، انہوں نے کہا میں ایسا شخص ہوں جس کی پنڈلیاں پٹکی ہیں۔ (مسند ابن ابی شیبہ ج 8، ص 206، مطبوعہ ادارۃ القرآن، کراچی، 1406ھ)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانے کے متعلق فقہاء احناف کی تصریحات

علامہ بدرالدین محمود بن احمد یعنی حنفی متوفی 855ھ مذکور الصدر حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہبند ٹخنوں کے نیچے باندھا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لیے بھی ٹخنوں سے نیچے لباس لٹکانا جائز ہے، مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا عارض ہو یا اگر وہ ٹخنوں کو نہ ڈھانپے تو اس پر کھیاں اور دیگر حضرات الارض کے بیٹھنے کا خطرہ ہو اور لمبی قمیص یا لباس تہبند اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لیے میسر نہ ہو۔

(عمدة القاری ج ۲۱، ص ۲۹۵، مطبوعہ ادارۃ المطابع المیریہ مصر، ۱۳۱۸ھ)

نیز علامہ یعنی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے تہبند کے ایک جانب پھسل جانے کا ذکر کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۱) اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ جس شخص کا تہبند بلا قصد پھسل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر حال میں تہبند لٹکانے کو مکروہ کہتے تھے اس کے جواب میں علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کی تشدیدات میں سے ہے اور نہ حضرت ابن عمر تو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۱، ص ۲۹۶، مطبوعہ ادارۃ المطابع المیریہ مصر، ۱۳۱۸ھ)

علامہ بدرالدین یعنی حنفی مزید لکھتے ہیں: نماز کسوف کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے اپنا تہبند ہٹائے ہوئے کھڑے ہوئے۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۵) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر چلنا حرام نہیں ہے لیکن مکروہ

تہذیبی ہے۔ (عمدة القاری ج ۲۱، ص ۲۹۶، مطبوعہ ادارۃ المطابع المیریہ مصر، ۱۳۱۸ھ)

غیر ارادی طور پر تہبند قدموں سے نیچے گھسیٹ رہا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن اراداً تہبند یا شلواری اتنی لمبی رکھنا کہ قدموں کے نیچے گھسٹ رہی ہو حرام ہے خواہ تکبر کی نیت نہ ہو۔ کیونکہ اس میں بہر حال اسراف ہے اور اپنے کپڑوں کو نجاست سے آلودگی کے خطرہ میں ڈالنا ہے۔ البتہ اگر لباس قدموں کے نیچے نہیں گھسٹ رہا تھا صرف ٹخنوں سے نیچے تھا تو یہ بغیر تکبر کے مکروہ تنزیہی ہے اور تکبر کے ساتھ مکروہ تحریمی ہے۔

ملا علی بن سلطان محمد القاری الحنفی المتوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: بخاری کی حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ بغیر تکبر کے تہبند گھسیٹ کر حرام نہیں ہے لیکن یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (المرقات ج ۸ ص ۲۳۸ مطبوعہ مکتبہ المدینہ، سال ۱۴۲۹ھ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی متوفی ۱۰۵۲ھ لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص تکبر اسراف اور طغیان (سرکشی) کی نیت سے اپنے تہبند لبسا پاتا ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف لفظ وعنايت کی نظر نہیں فرمائے گا۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر تہبند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً منجن کے نیچے پونڈ زخم ہو جس پر کھیاں بیٹھتی ہوں تو ان سے زخم کو بچانے کے لیے منجن ڈھانپنے) تو بالکل مکروہ نہیں ہے۔

(مجموع المسائل ج ۳ ص ۵۳۷ مطبوعہ مطبعہ حجۃ الرحمن) نیز شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: حرام وہ صورت ہے جب کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا نکالے۔

نیز شیخ محقق فرماتے ہیں: طعام اور لباس میں توسیع اسراف اور تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس طرح نہ ہو تو پھر مباح ہے۔ (مجموع المسائل ج ۳ ص ۵۵۸ مطبوعہ مکتبہ دار الفکر)

فتاویٰ عالمگیری میں مذکور ہے: مرد کا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانا اگر تکبر کی وجہ سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۳۳ مطبوعہ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر ۱۳۱۰ھ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں: پانچوں کاکھین (ٹخنوں) سے بچا ہونا جسے عربی میں اسبال کہتے ہیں اگر براہ عجب و تکبر ہے تو قطعاً ممنوع و حرام ہے اور اس پر وعید شدید وارد۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے تکبر کی وجہ سے اپنی چادر کو لٹکایا قیامت کے دن اللہ عز وجل اس کی طرف نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ امام ابو داؤد، امام بن ماجہ، امام نسائی اور امام ترمذی نے بھی الفاظ متقاربہ کے ساتھ اسی طرح روایت کیا ہے اور اگر بوجہ تکبر نہیں تو بحکم ظاہر احادیث مردوں کو بھی جائز ہے جیسے کہ تکبر کی قید سے تم کو خدا معلوم ہوگا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ازار ایک جانب سے لٹک جاتی ہے فرمایا تو ان میں سے نہیں ہے جو ایسا براہ تکبر کرتا ہوا حدیث میں جو اس پر وعید ہے اس سے یہی صورت مراد ہے کہ یہ تکبر اسبال کرتا ہو ورنہ ہرگز یہ وعید شدید اس پر وارد نہیں مگر علماء در صورت عدم تکبر حکم کراہت تنزیہی دیتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے اگر اسبال تکبر سے نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اسی طرح غرائب میں ہے۔

بالجملہ اسبال اگر براہ عجب و تکبر ہے حرام ورنہ مکروہ اور خلاف اولیٰ نہ حرام و مستحب وعید اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ پانچ

جانب پاشنہ نیچے ہوں اور اگر اس طرف کھین سے بلند ہیں گو پنجہ کی جانب پشت پا پر ہوں ہرگز کچھ مضائقہ نہیں اس طرح کا نکاح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ امام ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چادر باندھی اور اگلی جانب سے چادر ان کے قدم کی پشت پر تھی اور چادر کی پچھلی جانب اوپر اٹھی ہوئی تھی میں نے پوچھا آپ نے اس طرح چادر کیوں باندھی ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح چادر باندھے ہوئے دیکھا ہے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث: ۴۰۹۶) اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں جن سے امام بخاری روایت کرتے ہیں۔ شیخ محقق مولانا عبدالحق مجدد دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اسبال کی نفی میں ایک جانب سے اونچا کرنا کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ ہاں اس میں شبہ نہیں کہ نصف سابق تک پانچوں کا ہوتا بہتر و عزیمت ہے اکثر ازار پر انوار سید الاربابیں تک ہوتی تھی۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۱۶۵ ایضاً ص ۲۹۰، ۱۱ مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا کراچی ۱۹۸۸ء)

تکبر کے بغیر ٹخنوں سے نیچے لباس رکھنے کے جواز پر شافعی مالکی اور حنبلی فقہاء کی تصریحات

علامہ شرف الدین حسین بن محمد الطی الشافعی الترمذی ۷۴۲ھ لکھتے ہیں: امام شافعی نے یہ تصریح کی ہے کہ کپڑا نکالنے کی تحریم تکبر کے ساتھ خاص ہے۔ ظواہر احادیث کا یہی تقاضا ہے اور اگر بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے کپڑا نکالے تو پھر یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

(شرح الطیحا ج ۸ ص ۲۰۸ مطبوعہ ادارہ القرآن کراچی ۲۰۲۳ء)

علامہ نووی شافعی اور علامہ کرمانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

(شرح مسلم ج ۲ ص ۱۱۰ مطبوعہ کراچی شرح کرمانی لیسٹری ج ۲۱ ص ۵۳ مطبوعہ بیروت)

حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی اندلسی متوفی ۴۶۳ھ لکھتے ہیں:

(موطا امام مالک کی) یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے بغیر تکبر کے اپنے تہبند کو گھسیٹا (یعنی تہبند اتار دیا اور اتار دیا) کہ زمین پر گھسٹ رہا تھا) اور نہ اس میں کوئی اکڑ تھی تو اس کو وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی۔ البتہ تہبند قمیص اور باقی کپڑوں کو گھسیٹے ہوئے چلنا ہر حال میں مذموم ہے اور جو تکبر سے کپڑا گھسیٹے اس کو یہ وعید بہر حال لاحق ہوگی۔

(التمیذ ج ۲ ص ۲۴۴ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور فتح المالک تہذیب التہذیب لابن عبد البر ج ۹ ص ۳۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۰ھ)

نیز حافظ ابن عبد البر مالکی الاستاذ کار میں تحریر فرماتے ہیں: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس شخص نے اپنے تہبند یا کپڑے کو تکبر یا اکڑ سے نہیں گھسیٹا تو اس کو یہ وعید مذکور لاحق نہیں ہوگی اور خیلاء اور بطر کا معنی ہے تکبر کرنا اکڑ کر چلنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔

(الاستاذ کار ج ۲۶ ص ۱۸۷ تا ۱۸۸ مطبوعہ موسسہ الرسالہ)

علامہ شمس الدین مقدسی محمد بن مفلح حنبلی متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں: صاحب العظم نے ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تکبر کا خوف نہ ہو اس کے لیے ٹخنوں سے نیچے کپڑا نکالنا مکروہ نہیں ہے اور اوٹی اس کو ترک کرنا ہے۔

(کتاب القروان ج ۱ ص ۲۴۱ مطبوعہ عالم الکتب بیروت ۱۴۰۵ء)

ان کثیر حوالہ جات سے یہ واضح ہو گیا کہ اگر تکبر اور اکڑ کر چلنے کی نیت کے بغیر تہبند یا شلوار یا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے ہو تو اس

میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی یا خلاف اولیٰ ہے۔ البتہ شلواریا یا جامہ یا تہبند انسان کی قامت اور اس کے قد سے لہجہ ہو کہ قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو اگر ایسا ہو تو یہ علامہ ابن عبد البر کی تصریح کے مطابق مذموم ہوگا بلکہ اسراف اور زمانہ قدیم کی عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

مطلق کو مقید پر محمول کرنے یا نہ کرنے کے قواعد

اللہ تعالیٰ نے قسم توڑنے کا کفارہ بیان فرمایا کہ وہ دس مسکینوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلائے یا ان کو کپڑے پہنائے یا ایک غلام آزاد کرے پھر اس کے بعد فرمایا: فمن لم يجد فصيام ثلاثة ايام:

اور جوان میں سے کچھ نہ پائے تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ (المائدہ: ۸۹)

اس آیت میں تین دن کے روزے مطلق ہیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ہے فصيام ثلاثة ايام متتابعات تین دن کے مسلسل روزے۔ پہلا حکم مطلق تھا اور دوسرا حکم مقید ہے۔ اب اگر مطلق کو مقید پر محمول نہ کیا جائے تو حکم میں تضاد لازم آئے گا۔ اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے اور تین دن کے پے درپے روزے رکھنا قسم کا کفارہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب مطلق اور مقید حکم میں وارد ہوں تو مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے لیکن جب مطلق اور مقید سبب میں وارد ہوں مثلاً ایک واقعہ میں ایک جگہ حکم کا سبب مطلق ہے اور دوسری جگہ اس واقعہ میں حکم کا سبب مقید ہے تو اب مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ ایک حکم کئی سبب ہو سکتے ہیں تو جائز ہے کہ ایک سبب مطلق ہو اور دوسرا سبب مقید ہو اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ جیسے ایک حدیث میں ہے: ہر آزاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو اور دوسری حدیث میں ہے: ہر آزاد اور مسلمان غلام کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرو۔ پہلی حدیث میں مطلق غلام کا ذکر ہے اور دوسری حدیث میں مقید ہے یعنی مسلمان غلام کا ذکر ہے اب مطلق کو مقید پر نہیں محمول کیا جائے گا کیونکہ صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کا سبب سر (مفخص) ہے پہلی حدیث میں اس حکم کا سبب مطلق سر یعنی (مطلق) غلام ہے اور دوسری حدیث میں مقید سر (مفخص) یعنی مسلمان غلام اس حکم کا سبب ہے اور ایک حکم کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ ان میں تضاد نہیں ہے اس لیے یہاں مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا۔

(نور الانوار ص ۱۶۰-۱۵۹، مطبوعہ کراچی التوفیق والنفع ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ کراچی تیسرے طبع ج ۱ ص ۳۲۴، ۳۳۰ کشف الاسرار ج ۲ ص ۵۲۵، ۵۲۶)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تکبر کے سبب سے اپنا کپڑا گھسٹا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر (رحمت) نہیں فرمائے گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! میرے تہبند کی ایک جانب ڈھلک جاتی ہے سو اس کے کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں۔ پس نبی ﷺ نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو یہ (تہبند گھسٹنا) تکبر سے کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴)

اس حدیث میں تہبند گھسٹنے پر وعید کو نبی کریم ﷺ نے وجود اور عدم اخلائی (تکبر) پر معلق فرمایا ہے۔ وجود کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص تکبر سے تہبند گھسٹے اس پر آپ ﷺ نے وعید سنائی ہے اور عدم کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے یعنی تم کو یہ وعید لاحق نہیں ہوگی۔ شیخ تھانوی نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ چونکہ خلاء سبب ہوتا ہے اس لیے سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۲۳) یعنی آپ ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ تم تکبر سے

ایسا نہیں کرتے اس کا معنی ہے تم عمدہ ایسا نہیں کرتے اور تکبر سے مراد عمدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ باطل باطل ہے کیونکہ سبب ہوں کہ سبب مراد لینا مجاز ہے اور مجاز کا ارادہ اس وقت کیا جاتا ہے۔ جب حقیقت محال یا معجز ہو اور یہاں پر اس کا نہ کو حقیقت پر محمول کرنے اور تکبر کا معنی مراد لینے پر کوئی عقلی یا شرعی مانع نہیں ہے اس لیے کلام رسول کو اپنی خواہش کا معنی بنا دینا باطل ہے۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ کپڑا لٹکانے یا گھسیٹنے کی علت تکبر ہے تو جس صورت میں تکبر نہیں ہوگا اس صورت میں وعید بھی لاحق نہیں ہوگی دیکھئے رہا بالفضل کی حرمت کی علت قدر اور جس کا اتحاد اور بیچ کا ادھار ہوتا ہے اور جب یہ مت نہیں ہوگی تو رہا بالفضل حرام نہیں ہوگا۔ یا جیسے نماز کی شرط وضو ہے جب وضو نہیں ہوگا تو نماز نہیں ہوگی یا جیسے مثلاً مغرب کی نماز کا سبب غروب آفتاب ہے جب غروب آفتاب نہیں ہوگا تو نماز مغرب کی نماز فرض نہیں ہوگی۔ اسی طرح جب کپڑا لٹکانے میں تکبر نہیں ہوگا تو اس کی وعید بھی لاحق نہیں ہوگی اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ بعض احادیث میں کپڑا لٹکانے پر وعید ہے مگر وہاں خیلاہ یا تکبر کا ذکر نہیں ہے۔ مثلاً:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ ما اسفل من الکعبین من الازار فقل النار
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: تبند کا جو حصہ نخنوں سے لٹک رہا ہو وہ دوزخ میں ہوگا۔ (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات کسی حکم یا کسی فعل کی کوئی شرط یا اس کا کوئی سبب یہ طور قید بیان فرماتے ہیں اور پھر اس حکم یا فعل کو اس قید کے بغیر بھی بیان فرماتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب وہ قید معتبر نہیں ہے وہ قید اب بھی معتبر ہوتی ہے اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ حدیث دلیل ہوتی ہے جس میں اس قید کا ذکر فرمایا ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حدیث ہے:

عن النبی ﷺ لیس فی مال زکوۃ حتی یحول علیہ الجول:

نبی ﷺ نے فرمایا: جب تک سال نہ گزر جائے کسی مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۳)

اس حدیث میں نبی ﷺ نے وجوب زکوۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط کا ذکر فرمایا ہے حالانکہ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس شرط کا ذکر نہیں کیا ہے اس کے باوجود وجوب زکوۃ میں اس شرط کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ اس حدیث میں اس شرط کا ذکر ہے ہم صرف ایک حدیث کا ذکر کر رہے ہیں جس میں وجوب زکوۃ کے لیے اس شرط کا ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ ایسی بے شمار احادیث ہیں:

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ قد عفوت عن الخیل الرقیقی فہا تو اصدقۃ الرقۃ من کل اربعین درہما درہم ولس فی تسعین ومائۃ شیئ فذا بلغت مائتین ففہا خمسۃ درہم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے گھوڑوں اور غلاموں سے زکوۃ معاف کر دی تم ہر چالیس درہم سے ایک درہم چاندی زکوۃ دو اور ایک سو نوے درہم میں بالکل زکوۃ نہیں ہے اور جب وہ سو درہم ہو جائیں تو اس میں پانچ درہم زکوۃ ہے۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث: ۱۵۷۴ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۲۰۰ سنن ابوالیٰ رقم الحدیث: ۲۱۷)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں تبند گھسیٹنے یا نخنوں سے نیچے لٹکانے پر عید بیان فرمائی ہے اور اس کو تکبر پر معلق فرمایا اور بعض احادیث میں اس قید کا ذکر نہیں فرمایا تو جہاں اس قید کا ذکر نہیں ہے وہاں بھی اس قید کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے اعتبار کرنے پر وہ احادیث دلیل ہیں جن میں آپ ﷺ نے اس قید کا ذکر فرمایا ہے جس طرح ہم نے زکوۃ میں سال گزرنے

کی شرط کے متعلق بیان کیا ہے۔

شیخ انور شاہ کا شمیری ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک کپڑے کو گھسیٹنا مطلقاً ممنوع ہے اور امام شافعی نے ممانعت کو تکبر کی صورت میں منحصر کیا ہے اور اگر تکبر کے بغیر کپڑا گھسیٹا جائے تو وہ جائز ہے اور اس وقت یہ حدیث احکام لباس سے نہیں ہوگی اور حق کے زیادہ قریب فقہاء احناف کا مذہب ہے کیونکہ تکبر فی نفسہ ممنوع ہے اور اس کی کپڑا گھسیٹنے کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو فرمایا تھا کہ تم تکبر کی وجہ سے تہیہ نہیں گھسیٹتے تو اس میں تکبر کو ایک مناسب علت کے طور پر بیان فرمایا ہے ہر چند کہ تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے تہیہ گھسیٹنے کے جواز کی علت یہ تھی کہ جب تک وہ خوب احتیاط سے تہیہ باندھیں ان کا تہیہ پھسل جاتا تھا۔ البتہ عدم تکبر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زائد علت کے طور پر بیان فرمایا جو جواز کی مفید ہے اور اس کی تاکید کرتی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کو پوچھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک ممانعت بہ طور عموم تھی۔ (یعنی تکبر ہو یا نہ ہو گھسیٹنا ممنوع ہے) اور اگر ان کے نزدیک یہ ممانعت تکبر کی وجہ سے ہوتی تو پھر ان کے سوال کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! میرے تہیہ کی ایک جانب پھسل جاتی ہے ال یہ کہ میں اس کو خوب احتیاط سے باندھوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں (صحیح البخاری رقم الحدیث: ۵۷۸۴) اور کسی مناسب امر کو بہ طور علت بیان کرنا معروف طریقہ ہے اور ہمارے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ تکبر سے تہیہ گھسیٹنا اس شخص کے لیے ممنوع ہے جو منظبوطی سے تہیہ باندھ سکتا ہو اس لیے فقط تکبر پر ممانعت کا مدار نہیں ہے۔

شیخ بدر عالم میرٹھی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ شریعت نے صرف گھسیٹنے کو تکبر قرار دیا ہے کیونکہ جو لوگ اپنے کپڑوں کو گھسیٹتے ہیں وہ صرف تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں اور ہم نے اپنے زمانہ میں بھی اس کا تجربہ کیا ہے (مشاہدہ لکھنا چاہیے تھا۔ سعیدی غفرلہ) اور اگر ہمارے زمانہ میں اس طرح نہ ہوتا ہو تو عرب میں بہر حال اس طرح ہوتا تھا اور اب اس حکم میں سبب کو مسبب کے قائم مقام کرنا ہے (کپڑا گھسیٹنا سبب ہے اور تکبر مسبب ہے اور کپڑا گھسیٹنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ وہ تکبر کا سبب ہے۔ سعیدی غفرلہ) جیسے نیند حدث (وضو ٹوٹنا) نہیں ہے لیکن وہ پنچوں کے ڈھیلے ہونے کا سبب ہے جس سے عموماً ہوا خارج ہو جاتی ہے اس لیے نیند کو حدث کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح سفر مشقت کے قائم مقام ہے اور مباشرت فاحشہ بھی کسی چیز کے نکلنے کا عادتاً سبب ہے اس لیے مباشرت فاحشہ کو حدث اکبر کا سبب قرار دے دیا۔ اسی طرح کپڑا گھسیٹنا بھی تکبر کا سبب ہے اور یہ ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا ادراک کرنا مشکل ہے جیسے سفر میں مشقت اور نیند میں حدث اور مباشرت فاحشہ میں کسی چیز کا نکلنا۔ اس لیے کپڑا گھسیٹنے پر ممانعت کا حکم لگا دیا گیا علاوہ ازیں ہم نے تجربہ کیا ہے کہ ظاہر کا باطن میں اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے نیک اور اچھے نام رکھنے کا حکم ہے اور جس شخص نے کپڑا گھسیٹا وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ اس کے باطن میں تکبر سرایت کر جائے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ نصف پنڈلیوں تک تہیہ باندھو۔ اور اگر تم انکار کرو تو ٹخنوں میں تمہارا حق نہیں ہے۔

(سنن الترمذی رقم الحدیث: ۸۳ سنن نسائی رقم الحدیث: ۵۲۴۴)

اس میں یہ دلیل ہے کہ یہ حدیث احکام لباس سے ہے اور ٹخنوں سے نیچے ہمارا حق نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس

قدموں کے نیچے سے گھسٹ رہا ہو تو یہ بغیر تکبر کے بھی مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی فائدہ کے کپڑے کا ضائع کرنا ہے سو یہ اسراف کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب کپڑا قدموں کے نیچے زمین پر گھسٹا رہے گا تو نجاست کے ساتھ آلودہ ہوگا اور کپڑے کو کل نجاست میں ڈالنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے کیوں کہ عہد رسالت میں عورتیں کپڑا گھسیٹ کر چلتی تھیں اور مردوں کے لیے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس لیے اگر جرثوبہ بغیر تکبر کے ہو پھر بھی مکروہ تحریمی ہے۔ حنفیہ ابن عبد البر مالکی نے اس کو مذموم فرمایا ہے۔ (حمید ج ۲ ص ۲۴۴)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۲۶۳) اور اگر جرثوبہ (کپڑا گھسیٹنے) کے ساتھ تکبر بھی ہو تو یہ شدید مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اور اگر اسباب ازار ہو یعنی تہبند یا شلوار کا پانچہ ٹخنوں کے نیچے ہو لیکن اس کے اندر قامت کے برابر ہو گھسٹ نہ رہا ہو تو اگر اس میں تکبر نہیں ہے صرف زینت کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اور اکڑا کڑا کر چلتا ہے اور اتراتا ہے تو پھر یہ تکبر کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے یہ طوطا رہے کہ حرمت کی علت صرف تکبر ہے اگر ایک مرد نصف پنڈلیوں تک تہبند باندھتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر کرتا ہے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سمجھتا ہے اور ان کو حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی مکروہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے اس لیے حرمت میں اصل تکبر ہے۔ (تبیان القرآن، ج ۳ ص ۳۳۱، لا ہور)

بَابُ فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ

باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی

639 - حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ قُنْفُذٍ، عَنْ أُمِّهِ، أَنَّهَا سَأَلَتْ أُمَّ سَلَمَةَ مَاذَا تُصَلِّي فِيهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الْيَتِيَابِ فَقَالَتْ: تُصَلِّي فِي الْخِمَارِ وَالذِّبْعِ السَّابِغِ الَّذِي يُغْتَبَبُ ظُهُورُ قَدَمَيْهَا ﴿﴾ محمد بن زید اپنی والدہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: انہوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: عورت کتنے کپڑوں میں نماز ادا کرے گی؟ تو سیدہ ام سلمہ نے بتایا: وہ اپنی اوڑھنی اور لمبی قمیص میں نماز ادا کرے گی جو اس کے پاؤں کو ڈھانپ لے۔

640 - حَدَّثَنَا مُجَابِدُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ دِينَارٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ - بِهَذَا الْحَدِيثِ - قَالَ: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ، أَنَّهَا سَأَلَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلْتُصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي دِيعٍ وَخِمَارٍ لَيْسَ عَلَيْهَا إِزَارٌ؟ قَالَ: إِذَا كَانَ الدِّيعُ سَابِغًا يُغْفَلُ ظُهُورُ قَدَمَيْهَا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ وَبَكْرُ بْنُ مُضَرٍّ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ وَاسْمَاعِيلُ

639 - رجالہ ثقات غیز ام حرام والدہ محمّد بن زید بن قنفذ، فلم یرو عنها غیر اینہا، وقال الذہبی فی "المیزان": لا تعرف، وهو فی "موطا مالک" 1421، ومن طریقہ أخرجه عبد الرزاق (5028)، والبیہقی 2322، والبغوی فی "شرح السنة" (526)، وأخرجه ابن سعد فی

"الطبقات" 4768، من طریق عبد الرحمن بن اسحاق، وابن ابی شیبہ 2252، والبیہقی 2322

بْنُ جَعْفَرٍ، وَابْنُ أَبِي ذُئْبٍ، وَابْنُ إِسْحَاقَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ لَمْ يَذْكُرْ أَحَدٌ مِنْهُمْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَرُوا بِهِ عَلَى أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

❦❦ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا: کیا عورت صرف اوڑھنی اور قمیص میں نماز ادا کر سکتی ہے جبکہ اس نے بند باندھا ہوا نہ ہو؟ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب اس کی قمیص اتنی لمبی ہو کہ اس نے اس کے پاؤں کو ڈھانپا ہوا ہو (تو پھر وہ نماز ادا کر سکتی ہے)

(امام ابوداؤد مجتہد فرماتے ہیں: یہ روایت مالک بن انس، بکر بن معمر، حفص بن غیاث، اسماعیل بن جعفر، ابن ابی ذؤب، ابن اسحاق نے محمد بن زید کے حوالے سے ان کے والد کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ ان میں سے کسی نے بھی نبی اکرم ﷺ کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے اسے صرف سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا (کے قول کے طور پر) نقل کیا ہے۔

بَابُ الْمَرْأَةِ تُصَلِّي بِغَيْرِ خِمَارٍ

باب: عورت کا اوڑھنی کے بغیر نماز ادا کرنا

641- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ الْحَارِثِ، عَنْ عَائِشَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَا يَقْبَلُ اللَّهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

❦❦ سیدہ عائشہ صدیقہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتی ہیں:

”اللہ تعالیٰ بالغ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر قبول نہیں کرتا۔“

(امام ابوداؤد مجتہد فرماتے ہیں: یہ روایت سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ کے حوالے سے حسن کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے نقل کی ہے۔

مرد اور عورت کی نماز میں فرق کے دلائل سے متعلق احادیث و آثار کا بیان

حدیث نمبر 1

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے وائل بن حجر تم نماز پڑھو تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ اپنی چھاتی کے برابر اٹھائے۔

641- اسنادہ حسن، صفیہ بنت الحارث - وہی البدریة لم طلحة الطلحات - روی عنہا محمد بن سيرين وقطادة وقد كرها بن حبان في لقات الناعمين / 3854-386، وتفرد ابن حجر في "التقريب" لعمدتها صحابة ولم يتابع، وكنت السيدة عائشة رضي الله عنها تترك عند ما بالبصرة بعد وقعة الحمل، وباقي رجاله لقات. حماد: هو ابن سلمة. واخرجه الترمذي (378)، وابن ماجه (655) من طريق حماد بن سلمة، بهذا الاسناد. وقال الترمذي: حديث حسن. وهو في "مستد احمد" (25167)، و"مصحح ابن حبان" (1711) و (1712). وانظر ما بعده.

حدیث نمبر 8

حدیث نمبر 9

حدیث نمبر 10

حدیث نمبر 11

حدیث نمبر 12

[جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 364 (26235):]

[جامع الترمذی «كتاب التوبة» باب في عزلة من صلى إلى نصف النهار... قدّم الحديث: 545]

حدیث نمبر 13

حدیث نمبر 14

(الترغيب والترہیب للمذہبی ج 1 ص 225 باب ترغیب النساء فی الصلاة فی یدہن ولزومہا وترہم من الخروج منها)

حدیث نمبر 15

مرد و عورت کی نماز کا فرق اور فقہاء اربعہ

ترجمہ: امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے ہاتھوں کو اپنے کندھوں تک اٹھائے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔ مزید فرمایا: عورت سجدوں میں اپنے جسم کو پست کرے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں کے ساتھ ملائے کیونکہ اس کے جسم کو زیادہ چھپانے والا ہے۔

(2) قَالَ الْإِمَامُ مَايْكُ بْنُ أَنَسٍ: وَالْمَرْأَةُ دُونَ الرَّجُلِ فِي الْجَهَنَّمَ وَهِيَ فِي هَيَاةِ الصَّلَاةِ مِثْلَهُ غَيْرَ

أَنَّهَا تَنْضَمُّ وَلَا تُفَرِّجُ فَخُذْنَهَا وَلَا عَضْدْنَهَا وَتَكُونُ مَنْظِمَةً مُتَرَوِّبَةً فِي جُلُوسِهَا وَسُجُودِهَا وَأَمْرِهَا
كَلْبَةٍ۔ (رسالت ابن ابی زید اہلبیروانی المالکی ص ۳۴)

ترجمہ: امام مالک بن انس رحمہ اللہ نے فرمایا: عورت کی نماز کی کیفیت مرد کی نماز کی طرح ہے مگر یہ کہ عورت سٹ کر نماز پڑھے اپنی رانوں اور بازوؤں کے درمیان کشادگی نہ کرے اپنے قہود سجود اور نماز کے تمام احوال میں۔

(۳): قَالَ الْإِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ إِدْرِيسَ الشَّافِعِيُّ: وَقَدْ آدَبَ اللَّهُ النِّسَاءَ بِالْإِسْتِثَارِ وَأَدَبَهُنَّ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُحِبُّ لِلْمَرْأَةِ فِي السُّجُودِ أَنْ تَنْضَمَّ بَعْضُهَا إِلَى بَعْضٍ وَتُلَاقِي بَطْنَهَا بِفَخْذَيْهَا وَتَسْجُدَ كَأَنَّهَا مَا يَكُونُ لَهَا وَهَكَذَا أُحِبُّ لَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالْجُلُوسِ وَجَمِيعِ الصَّلَاةِ أَنْ تَكُونَ فِيهَا كَأَنَّهَا مَا يَكُونُ لَهَا۔ (کتاب الاطعمہ ص ۱۸۸ م ۲۸۸ باب الجہن فی السجود)

ترجمہ: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے عورت کو پردہ پوشی کا ادب سکھایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ادب سکھایا ہے۔ اس ادب کی بنیاد پر میں عورت کے لیے یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ سجدہ میں اپنے بعض اعضاء کو بعض کے ساتھ ملائے اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر سجدہ کرے اس میں اس کے لیے زیادہ ستر پوشی ہے۔ اسی طرح میں عورت کے لیے رکوع، قعدہ اور تمام نماز میں یہ پسند کرتا ہوں کہ وہ نماز میں ایسی کیفیات اختیار کرے جس میں اس کے لیے پردہ پوشی زیادہ ہو۔

(۴): قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: وَالْمَرْأَةُ كَالرُّجُلِ فِي ذَلِكَ كَلْبَةٍ أَنَّهَا تُجَمِّعُ نَفْسَهَا فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَتَجْلِسُ مُتَرَبِّعَةً أَوْ تُسَدِّلُ رِجْلَيْهَا فَتَجْعَلُهُمَا فِي جَانِبٍ يَمِينِهَا۔۔۔۔۔ قَالَ أَحْمَدُ: السُّدُّ أَعْجَبُ إِلَيَّ۔ (الشرح الکبیر لابن قدامہ ج ۱ ص ۵۸۹ مفتی ابن قدامہ ج ۱ ص ۶۳۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: سب احکام میں مرد کی طرح ہے مگر رکوع و سجود میں اپنے جسم کو سیکڑ کر رکھے اور آلتی پالتی مار کر بیٹھے یا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ”عورت کا اپنے دونوں پاؤں اپنی دائیں جانب نکال کر بیٹھنا میرے ہاں پسندیدہ عمل ہے۔“

چند محدثین کے نام جنہوں نے مرد و عورت کی نماز میں فرق بیان کیا

- ۱۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ ص ۹۶۔ آپ محدث و مفتی کوفہ ہیں۔ ۲۔ امام مجاہد رحمہ اللہ ص ۱۰۲۔ محدث و مفتی مکہ ہیں۔
- ۳۔ امام عامر الشعمی رحمہ اللہ ص ۱۰۴۔ آپ کی ۵۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ثابت ہے۔ کوفہ کے بہت بڑے محدث فقیر مفتی اور مغازی کے امام تھے۔ ۴۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ ص ۱۱۰۔ بصرہ کے محدث اور مفتی تھے۔ ۵۔ امام عطاء رحمہ اللہ ص ۱۱۴۔ آپ محدث و مفتی مکہ ہیں۔

عبدالحی لکھنوی کا فیصلہ

قَالَ عَبْدُ الْحَكِيِّ اللَّكْنَوِيُّ: وَأَمَّا فِي حَقِّ النِّسَاءِ فَاتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ السُّنَّةَ لَهُنَّ رَفَعُ الْيَدَيْنِ عَنِ الصُّدْرِ لِأَنَّهَا مَا اسْتَوَتْ لَهَا۔ (امامیہ ص ۲۸ م ۱۵۸)

ترجمہ: عورتوں کے حق میں علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ اس کے لیے سینہ تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے۔

عورت کی امامت مکروہ ہے

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي ذَلْبٍ، عَنْ مَوْلَى لِبْنِي هَاشِمٍ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: "لَا تُؤْمَرُ الْمَرْأَةُ".
حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: عورت امامت نہ کرے۔

(مصنف ابن ابی حنیفہ: کتاب الصلوة، ابواب عبادۃ اللہ، من غررہ، ان تؤم المرأة، رقم الحدیث: 4822، مدنیہ الکبریٰ: ۱/۸۶، اعلام السنن: ۳/۲۳۳)
علماء کے نزدیک تو عورت کی امامت خواہ فرض نماز میں ہو یا نفل نماز میں مکروہ تحریمی ہے اور یہ کراہت عورتوں کی نفل نماز کی جماعت میں اور زیادہ شدید ہے کیونکہ نفل کی جماعت تداوی (اعلان) کے ساتھ مردوں کے لئے جائز نہیں تو عورتوں کے لئے کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ درمختار (۱: ۵۶۵) میں ہے: مکروہ تحریم (جماعة النساء) ولو فی التراویح فی غیر صلاة الجنائز۔
قضا نمازیں مرد کو سب ادا کرنی ہیں، جبکہ عورت کو ایام حیض میں نہ نماز ادا کرنی ہے اور نہ ہی بعد میں اس کی قضا لازم ہے: (رقم الحدیث: 511)

ترجمہ: حضرت معاذہ رضی اللہ عنہ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ کیا ہم میں سے کسی کو اس نماز صرف اسی قدر زمانہ میں جبکہ وہ ظاہر رہے کافی ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا تو حوروں سے ہے، یقیناً ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے اور حیض آتا تھا، مگر آپ ہمیں نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہ دیتے تھے، یا عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہا کہ ہم قضا نہ پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

مرد و عورت کی نماز میں فرق سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

اسی بناء پر چاروں ائمہ کرام، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اس بات پر متفق ہیں کہ عورت کا طریقہ نماز مرد کے طریقہ نماز سے مختلف ہے اور فقہاء کرام نے اپنی کتابوں میں یہ فرق ذکر کیا ہے۔
چنانچہ ہدایہ میں ہے: "والمرأة تنخفض في سجودها تلزق بطنها بفخذيه" لان ذلك استرلها (وفی موضع آخر قال) وان كانت امرأة جلست على اليتها اليسرى واخرجت رجليها من الجانب الايمن لانه استرلها۔ (۱۱۰: ۱۱۱)

شرح مفید میں ہے: "تدب مجافاة ای: مباعداً رجل فيه ای: سجود (بطنه فخذيه) فلا يجعل بطنه عليها ومجافاة (مرفقيه ركبتيه) ای: عن ركبتيه ومجافاة ضبعيه ای: ما فوق المرفق الى الابط جنبیه ای: عنهما مجافاة وسطا في الجميع" واما المرأة فتكون منضبة في جميع احوالها۔
(۳۲۹: ۱) ط: زوار المعارف ص ۹۲

شرح مہذب میں ہے: ”قال الشافعي والأصحاب: يسن أن يجافي مرفقيه عن جنبه“ ويرفع بطنه عن فخذه“ وتضم المرأة بعضها إلى بعض (قال قبل اسطر) روى البراء بن عازب أن النبي كان إذا سجد جخ وروى جخي“ والجخ الخاوي وإن كانت امرأة ضمت بعضها إلى بعض لأن ذلك استرلها“۔ (۳: ۴۲۹)

رانوں کو پیٹ سے جدا رکھنے میں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عضو کھل جائے۔۔۔۔۔ امام احمد رحمہ فرماتے ہیں مجھے عورت کے لئے سدل (بیٹھنے میں دونوں پاؤں کو دائیں جانب نکالنا) زیادہ پسند ہے اور اس کو خلال نے اختیار کیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث و آثار، اجماع امت اور فقہائے کرام کے اقوال سے ثابت ہو رہا ہے کہ مرد و عورت کی نماز ایک جیسی نہیں دونوں میں فرق ہے۔

(۱) مرد تکبیر تحریرہ کہتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائیں گے۔ اور عورتیں کندھوں تک جیسا کہ حدیث نمبر 1، نمبر 2، نمبر 3 سے واضح ہے۔

مراکز اسلام مدینہ طیبہ میں امام زہری رحمہ اللہ، مکہ مکرمہ میں حضرت عطاء رحمہ اللہ اور کوفہ میں حضرت حماد رحمہ اللہ یہی فتویٰ دیتے تھے (کہ عورت اپنے کندھوں تک ہاتھ اٹھائے) تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ (منصف ابن ابی شیبہ ج 1 ص 239)

(۲) مرد دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے اور عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ مولانا عبدالحی لکھنوی کے بیان سے واضح ہے۔

(۳) مرد سجدے میں پیٹ رانوں سے اور بازو بغل سے جدا رکھیں گے اور عورتیں ملا کر (اس کو فقہاء کی اصطلاح میں تھانی کہتے ہیں۔

(۴) مرد سجدے میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے اور دونوں بازو زمین سے جدا رکھیں گے اور عورتیں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر اور بازو زمین سے لگا کر سجدہ کریں گی۔

(۵) مرد دونوں سجدوں کے درمیان نیز دونوں قعدوں میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے اور عورتیں ان سب میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھوں پر بیٹھیں گی۔

(۶) اگر عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شریک ہو اور امام کو غلطی پر متنبہ کرنا پڑے تو مرد سبحان اللہ کہیں گے اور عورتیں ہاتھ کی پشت پر مار کر متنبہ کریں۔

(۷) مرد کی نماز ننگے سر بھی ہو جائے گی لیکن عورت کی نماز ننگے سر ہرگز نہیں ہوگی۔

642 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ، نَزَلَتْ عَلَى صَفِيَّةَ أُمِّ طَلْحَةَ الطَّلَحَاتِ فَرَأَتْ بَنَاتِ لَهَا، فَقَالَتْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ وَفِي حُجْرَتِي جَارِيَةٌ، فَأَلْقَى إِلَيَّ حَقْوَهُ، وَقَالَ لِي: شَقِيهِ بِشَقَّتَيْنِ فَأَعْطِي هَذِهِ نِصْفًا وَالْفَتَاةَ الَّتِي عِنْدَ أُمِّ سَلَمَةَ نِصْفًا، فَإِنِّي لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ حَاضَتْ، أَوْ لَا أَرَاهَا إِلَّا قَدْ حَاضَتْ،

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَكَذَلِكَ رَوَاهُ هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُمّ طلحہ صفیہ کے ہاں پڑاؤ کیا انہوں نے اس خاتون کی بیٹیوں کو دیکھا تو فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) تشریف لائے میرے حجرے میں ایک لڑکی موجود تھی۔ آپ نے اپنا تہبند میری طرف بڑھایا اور فرمایا اسے دو حصوں میں تقسیم کر دو اور اس کا ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو اور ایک حصہ اس لڑکی کو دے دو جو اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے

تھریے کیونکہ میرا یہ خیال ہے یہ بالغ ہو چکی ہیں۔ (یہاں پر ایک لفظ کے بارے میں راوی کو شک ہے)
(امام ابو داؤد بسطیف فرماتے ہیں:) ہشام نے ابن سیرین کے حوالے سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

باب: نماز کے دوران ”سدل“ کرنا

643 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَابْنُ أَبِي مُوَيْسٍ. عَنِ ابْنِ الْمُبَارَكِ. عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ذَكْوَانَ. عَنْ سُلَيْمَانَ الْأَخُولِ. عَنْ عَطَاءٍ - قَالَ ابْنُ أَبِي مُوَيْسٍ -: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ وَأَنْ يُغْفَلَ الرَّجُلُ فَاهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: رَوَاهُ عِيسَى. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ السَّدْلِ فِي الصَّلَاةِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے نماز میں ”سدل“ سے منع کیا ہے اور اس بات سے منع کیا ہے کہ آدمی اپنا منہ ڈھانپ لے۔

(امام ابو داؤد بسطیف فرماتے ہیں:) یہ روایت عسل نے عطا کے حوالے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔
”نبی اکرم ﷺ نے نماز میں سدل سے منع کیا ہے۔“

644 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْسَى بْنِ الطَّبَّاعِ. حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ. عَنِ ابْنِ جُوَيْجٍ. قَالَ: أَسْأَلُكَ مَا رَأَيْتَ عَطَاءَ يُصَلِّي سَادِلًا.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: وَهَذَا يُضْعِفُ ذَلِكَ الْحَدِيثُ

ابن جریج بیان کرتے ہیں: میں نے کئی مرتبہ عطاء کو سدل کے طور پر کپڑا لٹکا کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
(امام ابو داؤد بسطیف فرماتے ہیں:) یہ چیز اس حدیث کو ضعیف ثابت کرتی ہے۔

سدل کے معنی و مفہوم کا بیان

”سدل“ کے معنی یہ ہیں کہ کپڑے کو اپنے سر یا کندھوں پر ڈال کر دونوں طرف سے اسے لٹکا دیا جائے چنانچہ کپڑا استعمال کرنے کا یہ طریقہ مطلقاً منوع ہے کیونکہ اس سے غرور و تکبر کی شان پیدا ہوتی ہے اور نماز میں تو یہ طریقہ بہت ہی برا ہے۔ اس طرح نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ”سدل“ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنا ہاتھ اس کے اندر کرے اور اسی طرح رکوع و سجدہ کرتا رہے۔ چونکہ یہ طریقہ یہودیوں کا تھا اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے

عرب میں پگڑی کے کونہ سے منہ پر ڈھا بائیں ہاتھ لیتے تھے جس سے دہانہ چھپ جاتا تھا آپ ﷺ نے نماز میں اس سے بھی منع فرمایا ہے کیونکہ اس طرح نہ تو قرأت اچھی طرح ہوتی ہے اور نہ سجدہ پورے طور پر ہوتا ہے۔ ہاں اگر نماز میں کسی کو ڈکار آئے

منہ سے بدبو آئے تو اسے ہاتھ سے منہ ڈھانک لینا مستحب ہے۔

مکروہات نماز کا بیان

مکروہات کی دو قسمیں ہیں اول مکروہ تحریمی، یہ واجب کے بالمقابل ہے اور حرام کر قریب ہے، دوم مکروہ تنزیہی، یہ سنت اور مستحب واولیٰ کے بالمقابل ہے پس مکروہات کا علم واجبات و سنن و مستحبات کے علم سے آسانی ہو سکتا ہے یہاں بغرض وضاحت درج کئے جاتے ہیں۔

۱. سدل (کپڑے کو لٹکانا) یعنی کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں سرے لٹکے رہیں کپڑے کو اہل تہذیب اور عام عادات کے خلاف استعمال کرنا بھی سدل میں داخل ہے مثلاً چونغ یا شیروانی یا کرتے کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اور پہنے بغیر ہی اپنے مونڈھوں و پیٹھ پر ڈال لے یا چادر یا کھل اس طرح اوڑھے کہ اس کے دونوں سرے لٹکے رہیں، اگر اس کا ایک سر دوسرے کندھے پر ڈال لے یا اور دوسرا سر الٹا رہے تو مکروہ نہیں۔

۲. چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں، نماز کے علاوہ بھی بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور خطرے کی جگہ سخت مکروہ ہے۔

۳. آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا یعنی اگر وضو وغیرہ کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو مکروہ ہے، اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے کسی نے نماز کے اندر آستین چڑھائی، اگر کہنیوں تک چڑھائی تو عمل کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی اور اس سے کم ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی مگر مکروہ ہے، ایسی قمیض یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا جس کی آستین اتنی چھوٹی ہو کہ کہنیوں تک ہاتھ نکلے رہیں مکروہ تحریمی ہے۔

۴. کرتہ ہوتے ہوئے صرف تہبند یا پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۵. صافہ یا ٹوپی ہوتے ہوئے بلا عذر سستی یا بے پرواہی کی وجہ سے نیچے سر نماز پڑھنا۔

۶. صافہ یا رومال سر پر اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا رہے، یہ نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے۔

۷. جنگ کے علاوہ خود دوزخہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۸. کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لیکر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے اس کو اضطباع کہتے ہیں جو احرام کی حالت میں طواف عمرہ و طواف حج کے لئے کرتے ہیں نماز میں اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

۹. ایسے معمولی یا میلے کپڑوں میں نماز پڑھنا جن کو پہن کر وہ دوسرے بڑے لوگوں کے پاس مجمع میں نہ جائے، اگر اس کے پاس اور کپڑے ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اگر اور کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

۱۰. نماز میں ناک اور منہ ڈھانپ لینا یعنی ڈھانٹھا باندھ لینا۔

۱۱. نماز میں اپنے کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن سے کھیلنا یا سجدہ میں جاتے وقت کپڑوں کو سیٹنا (اوپر اٹھانا) خواہ عادت کے طور پر ہو یا مٹی سے بچانے کے لئے۔

۱۲. نماز میں ٹوپی یا کرتے کا اتارنا یا پہننا یا موزہ نکالنا اگر عمل قلیل سے ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں۔

مثلاً نماز میں ٹوپی یا صافہ وغیرہ گر پڑا تو اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے جبکہ عمل کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔

(۱) کپڑے یا داڑھی یا بدن سے کھینا (۲) کپڑا سینہ مثلاً سجدہ میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے دامن اٹھا لینا یا پا جامہ کے پانچوں کو اٹھا لینا (۳) کپڑا نکاتا مثلاً سر یا سونڈھوں پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے ہوں یا کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی اور اگر چادر وغیرہ کا ایک کنارہ دوسرے سونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا ٹک رہا ہے تو حرج نہیں۔ (۴) کوئی آستین آدمی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی رکھنا (۵) پاخانہ پیشاب کی شدید حاجت یا غلبہ ریاح کے وقت نماز پڑھنا (۶) بالوں کا جوڑا باندھے ہوئے نماز پڑھنا (۷) کنکریاں ہٹنا، ہاں اگر سنت کے مطابق سجدہ نہ ہوتا ہو تو ایک بار کی اجازت ہے۔ (۸) انگلیاں چٹکانا (۹) انگلیوں کی قینچی باندھنا یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا (۱۰) کمر پر ہاتھ رکھنا (۱۱) ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا (۱۲) نگاہ آسمان کی طرف اٹھانا (۱۳) تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا یعنی گھٹنوں کو سینے سے لگا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا (۱۴) مرد کا سجدہ میں کلائیوں کو بچھانا (۱۵) کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا (۱۶) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو (۱۷) چٹری اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو یعنی سر کھلا رہے (۱۸) ناک اور منہ کو چھپانا (۱۹) بے ضرورت کھنکار نکالنا (۲۰) بالقصد جماعی لینا (۲۱) جس کپڑے پر جامد ار کی تصویر ہو اسے پہن کر نماز پڑھنا (۲۲) ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ نمازی کے سر پر یا سامنے دائیں بائیں یا پس پشت تصویر ہو، ہاں اگر قصرے کسی پہاڑ، دریا وغیرہ کی ہو تو کچھ حرج نہیں۔ (۲۳) کسی واجب کو ترک کرنا مثلاً رکوع میں چینیہ سیدھی نہ کرنا اور قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدہ کو چلا جانا (۲۴) قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا (۲۵) رکوع میں قرات ختم کرنا (۲۶) امام سے پہلے مقتدی کا رکوع و سجود میں جانا یا اس سے پہلے سراٹھانا (۲۷) صرف پا جامہ یا تہ بند پہن کر نماز پڑھنا جبکہ کرتا یا چادر موجود ہے اور اگر دوسرا کپڑا نہیں تو معافی ہے۔ (۲۸) امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا جبکہ اسے پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مد نظر ہو اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے لیے بعد از ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں (۲۹) جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کہ صف میں داخل ہونا (۳۰) غصب کی ہوئی زمین یا پرائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہے یا جتے ہوئے کھیت میں نماز پڑھنا (۳۱) قبر کا نمازی کے سامنے ہونا جبکہ نمازی اور قبر کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو اور قبر اگر دائیں بائیں یا پیچھے ہو تو کرئی کراہت نہیں (۳۲) کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا بلکہ ان میں جانا بھی ممنوع ہے کہ وہ شیاطین کی جگہ ہیں۔ (۳۳) الناکپڑا پہن کر یا اوڑھ کر نماز پڑھنا (۳۴) اگر کھے کے بند نہ باندھنا (۳۵) اچکن وغیرہ کے ٹخن نہ لگانا جبکہ نیچے کرتا وغیرہ نہ ہو اور سینہ کھلا رہے اور نیچے کرتا وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ یعنی دوبارہ پڑھنا واجب ہوتا ہے۔

جن سے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے

(۱) سجدہ یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا، ہاں اگر مقتدی تین تسبیحیں نہ کہنے پایا تھا کہ امام نے سراٹھایا لیا تو امام کا ساتھ دے۔ (۲) کام کاج کے میلے کپڑوں سے نماز پڑھنا جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں (۳) سستی سے نیچے سر نماز پڑھنا اور خشوع و خضوع کے لیے سر برہنہ پڑھی تو مستحب ہے مگر بہتر یہ ہے کہ تنہائی میں ایسا کرے تاکہ تا واقف مسلمان اسے اس

حالت میں نہ دیکھیں اور یہ خود یا سے محفوظ رہے۔ (۳) پیشانی سے خاک وغیرہ چھڑانا، ہاں اگر تکلیف دہ ہونا یا خیال بنا ہوتا
 حرج نہیں اور نماز کے بعد چھڑا دینا چاہیے، تاکہ ریا نہ رہے۔ (۵) نماز میں انگلیوں پر آیتوں یا تسبیحات وغیرہ کو گننا، نماز فرض ہو
 خواہ نفل (۶) ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا (۷) نماز میں بغیر عذر چارزانو یعنی پالتی مار کر بیٹھنا (۸) انگڑائی لینا
 (۹) بالقصد کھانا یا کھنکارنا (۱۰) منفرد کو صف میں کھڑا ہونا (۱۱) مقتدی کو صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہونا جبکہ صف میں جگہ موجود ہو
 ورنہ حرج نہیں (۱۲) فرض کی ایک رکعت میں کسی آیت یا سورت کو بار بار پڑھنا (۱۳) سجدے کو جاتے وقت گھٹنے سے پہلے ہاتھ
 رکھنا اور اٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا اور اگر عذر ہو تو معافی ہے۔ (۱۴) رکوع میں سر کو پشت سے اونچا یا نیچا کرنا (۱۵) ثناء،
 تعویذ، تسمیہ اور آمین زور سے کہنا (۱۶) اذکار نماز کو ان کی جگہ سے ہٹا کر پڑھنا (۱۷) بغیر عذر دیوار وغیرہ پر ٹیک لگانا (۱۸) رکوع
 میں گھٹنوں پر ہاتھ نہ رکھنا (۱۹) سجدوں میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا (۲۰) آستین بچھا کر سجدہ کرنا، ہاں اگر گرمی سے بچنے کے لیے
 ایسا کیا تو حرج نہیں (۲۱) امام مقتدی کو آیت رحمت پر سوال کرنا اور آیت عذاب پر پناہ مانگنا اور منفرد نفل پڑھنے والے کے لیے
 جائز ہے۔ (۲۲) دائیں بائیں جھومنا اور تراخ یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر، یہ سنت ہے (۲۳) اٹھتے وقت
 آگے پیچھے پاؤں اٹھانا (۲۴) نماز میں آنکھیں بند رکھنا مگر جب کھلی رہنے میں خشوع و خضوع نہ ہوتا ہو تو بند کرنے میں حرج نہیں،
 بلکہ بہتر ہے (۲۵) سجدہ وغیرہ میں انگلیوں کو قبلہ سے پھیر دینا (۲۶) امام کو تنہا دروں یا محراب میں کھڑا ہونا اور اگر باہر کھڑا ہو اور
 سجدہ محراب میں کیا یا اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی محراب کے اندر ہوں مسجد ہی تنگ ہو تو کوئی کراہت نہیں (۲۷) پہلی جماعت
 کے امام کو محراب یعنی وسط مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ کھڑا ہونا (۲۸) امام کا تنہا بلند جگہ پر کھڑا ہونا جبکہ بلند قلیل ہو ورنہ مکروہ تحریمی
 ہے۔ (۲۹) بلا ضرورت امام کا نیچے اور مقتدی کا بلند جگہ پر ہونا (۳۰) مسجد میں اپنے لیے کوئی جگہ خاص کر لینا (۳۱) جلتی آگ
 نمازی کے آگے ہونا اور شمع یا چراغ میں کراہت نہیں۔ (۳۲) سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست کا ہونا۔ (۳۳) ایسی جگہ نماز پڑھنا
 جہاں نجاست کا گمان ہے۔ (۳۴) مرد کا سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا (۳۵) ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا جو دل کو
 مشغول رکھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي شَعْرِ النِّسَاءِ

باب: عورتوں کے کپڑوں پر نماز ادا کرنا

645 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ، عَنْ مُحَمَّدٍ يَعْنِي ابْنَ سِيرِينَ،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي فِي شَعْرَتَا
 أَوْ لِحْفَيْنَا، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: شَكَّ أَبِي

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ ہمارے کپڑوں میں (روای کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) ہمارے

لحافوں میں نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

عبد اللہ نامی راوی کہتے ہیں: (روایت کے الفاظ ہیں) شک میرے والد کو ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي عَاقِبًا شَعْرًا

باب: آدمی کا گدی پر یاں یا تہہ کرتھا زانو ادا کرے

646- حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ حِزَانَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْقُمَيْرِيِّ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَهُوَ يُصَلِّي قَائِمًا وَقَدْ غَوَّ شَعْرُهُ فِي قَفَا فَحَبَّهَا أَبُو رَافِعٍ قَالَتْ فَتَحَسَّنَ إِلَيْهِ مُغْضِبًا فَقَالَ أَبُو رَافِعٍ أَقْبِلْ عَلَى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ قِيًّا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ذَلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ يَغْوِي مَقْعَدَ الشَّيْطَانِ يَغْوِي مَقْعَرًا شَعْرًا

سعيد بن ابوسعید قمری اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے تہہ کرتے ہوئے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو کھڑے ہوئے نماز پڑھا کر رہے تھے انہوں نے اپنے پاؤں کی چوٹی اپنی گدی پر باندھی ہوئی تھی تو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے اسے کھول دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اسے کھول دیا اور فرمایا: تم نے اسے کھول دیا تو حضرت ابورافع نے کہا: آپ اپنی نماز کو چاروں رکھیں اور غصے نہ ہوں۔ میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”یہ شیطان کا حصہ ہے۔“

(راوی کہتے ہیں: یعنی شیطان کے بیٹھنے کی جگہ ہے یعنی دو جگہ جہاں پاؤں کی چوٹی پڑتی جائے۔)

647- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ وَثِيْقٍ عَنْ عُمَرُو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَأَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ يُصَلِّي وَرَأْسُهُ مَغْفُوضٌ مِنْ وَرَائِهِ فَقَامَ وَرَاءَهُ فَجَعَلَ يَحُلُّهُ وَأَقْرَلَهُ الْآخِرَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ: مَا لَكَ وَرَأْسِي قَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الَّذِي يُصَلِّي وَهُوَ مَكْتُوفٌ

کریب بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے اپنے بال پیچھے باندھے ہوئے تھے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ان کے بالوں کو کھولنے لگے جبکہ دوسرے صاحب انہیں ویسے ہی رکھنے پر مہر تھے۔ جب انہوں نے نماز مکمل کی تو وہ حضرت عبداللہ بن

646- صحیح لقیہ، وهذا اسناد حسن فی المتابعات، عمران بن موسى روى عنه ابن جريج واسماعيل بن غليلم وذكره ابن حبان في "الثقات"، وصححه له هو وابن حريمة، وقال العاصم في "الفتح" 2992/2: "سند جيد"، وهو في "مصنف عبد الرزاق" (2291)، ومن طريقه حرجه الترمذي (385) وقال: حديث حسن، وهو في "صحاح ابن حبان" (2279)، وأخرجه ابن ماجه (1042) من طريق شعبة عن معمر بن راشد، عن أبي سعيد رجل من أهل المدينة، عن أبي رافع، وقد احتلف في تعيين أبي سعيد، كما احتلف في إسناد علي معمر بن راشد كما هو مبين في التعليق على "المسند" (23856).

عہاس بن علیؓ کے پاس آئے اور بولے: آپ کا میرے سر کے ساتھ کیا واسطہ؟ تو حضرت عہد اللہ بن عہاسؓ نے فرمایا: میں نے نبی اکرمؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

”اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو اس طرح نماز ادا کر رہا ہو کہ اس کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہوں۔“

بَابُ الصَّلَاةِ فِي النَّعْلِ

باب: جوتا پہن کر نماز ادا کرنا

648 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ

بْنِ سُلَيْمَانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَوْمَ الْفَتْحِ وَوَضَعَ نَعْلَيْهِ عَنْ يَسَارِهِ

﴿﴾ حضرت عہد اللہ بن سائبؓ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی اکرمؐ کو فتح مکہ کے دن نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ نے اپنے جوتے اپنے بائیں طرف رکھے ہوئے تھے۔

649 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، وَأَبُو عَاصِمٍ، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ،

قَالَ: سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ عَبَّادٍ بْنَ جَعْفَرٍ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ سُلَيْمَانَ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُسَيَّبِ الْعَابِدِيُّ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ: صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِكَعَّةٍ فَاسْتَفْتَحَ سُورَةَ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ - أَوْ ذِكْرُ مُوسَى وَعِيسَى ابْنُ عَبَّادٍ يَشْكُ أَوْ خُتَلَفُوا - أَخَذَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَعْلَةً فَحَدَّثَ قَرْنَهُ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ السَّائِبِ حَاضِرٌ لِذَلِكَ

﴿﴾ حضرت عہد اللہ بن سائبؓ بیان کرتے ہیں: نبی اکرمؐ نے مکہ میں ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے سورۃ مومنوں کی تلاوت شروع کی جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے ذکر پر آئے (راوی کو شک ہے شاید یہ انطاہ ہیں:) جب آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر پہنچے تو آپ کو کھانسی آگئی۔ آپ نے قرأت مختصر کی اور رکوع میں چلے گئے۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عہد اللہ بن سائبؓ اس موقع پر موجود تھے۔

850 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي نَعَامَةَ السَّعْدِيِّ، عَنْ أَبِي

649 - اسناد صحیح، ابو عاصم: هو الصحاح ابن مغللہ الزہری، وهو فی "مصحف عبد الرزاق" (2707)، ومن طريقه اخرجه مسلم (455).

وا - رحمه الله (455) من طريق حجاج بن محمد، عن ابن جريج، به، الا انه قال: عبد الله بن عمرو بن العاص، وهو وهم، صوابه: عبد الله بن عمرو بن عبد القاري كما في "المصنف"، وقد به على هذا الحافظ ابن حجر ورحمه الله تعالى في "المصنف" 2/256 وعلقه البخاري في

"صحیحہ" فی کتاب الاذان: باب الجمع بین السورتین فی الركعة فقال: وقد ذكر عن عبد الله بن السائب: قال النبي - صلى الله عليه وسلم

المؤمنون في الصبح... وهو في "مسند احمد" (15394)، و"صحیح ابن حبان" (1815).

نَضْرَةً. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ إِذْ خَلَعَ ثَعْلَبِيهِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ يَسَارِهِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ الْقَوْمُ الْقَوَائِمَ عَلَيْهِمْ، فَلَمَّا قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: مَا حَمَلَكُمُ عَلَى الْقَائِمِ نَعَالِكُمْ، قَالُوا: رَأَيْنَاكَ أَلْقَيْتَ ثَعْلَبِيكَ فَأَلْقَيْنَا نَعَالَنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ جَبْرِيلَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي فَأَخْبَرَنِي أَنَّ فِيهِمَا قَدْرًا - أَوْ قَالَ: أَدَى - وَقَالَ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَلْيَنْظُرْ: فَإِنْ رَأَى فِي ثَعْلَبِيهِ قَدْرًا أَوْ أَدَى فَلْيَمْسَحْهُ وَلْيُصَلِّ فِيهِمَا.

❁❁ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ نے نماز کے دوران اپنے جوتے اتارے اور انہیں بائیں طرف رکھ دیا۔ جب لوگوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب نماز مکمل کی تو فرمایا تم لوگوں نے اپنے جوتے کیوں اتار دیے؟ انہوں نے عرض کی: ہم نے دیکھا کہ آپ نے اپنے جوتے اتار دیے ہیں تو ہم نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے فرمایا: ان پر گندگی لگی ہوئی ہے۔ (یہاں راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نجاست لگی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ اس بات کا جائزہ لے، اگر اس کو اپنے جوتوں پر گندگی (راوی کو شک ہے شاید یہ الفاظ ہیں:) نجاست نظر آتی ہے تو وہ اسے پونچھ لے اور پھر ان میں نماز ادا کر لے۔

651 - حَدَّثَنَا مُوسَى يَعْنِي ابْنَ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا أَبَانُ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا قَالَ: فِيهِمَا خَبَثٌ، قَالَ فِي التَّوْضِئِينَ: خَبَثٌ ❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: "ان میں خبث (نجاست) لگی ہوئی ہے۔"

652 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَرَارِيُّ، عَنْ هِلَالِ بْنِ مَيْمُونِ الرَّمْلِيِّ، عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نَعَالِهِمْ، وَلَا خِفَافِهِمْ ❁❁ یعلى بن شداد اپنے والد (حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں (نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "یہودیوں کے برخلاف کرو کیونکہ وہ جوتے یا سوزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے ہیں۔")

653 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ حُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَافِيًا وَمُتَّعِلًا ❁❁ عمرو بن شعیب اپنے والد کے حوالے سے اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: "میں نے نبی اکرم ﷺ کو جوتے اتار کر بھی اور جوتے پہن کر بھی نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

بَابُ الْمُصَلِّي إِذَا خَلَعَ نَعْلَيْهِ آيِنَ يَضَعُهُمَا

باب: نمازی جب جوتا اتارتا ہے تو اسے کہاں رکھے؟

654 - حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ رُسْتَمٍ أَبُو عَامِرٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ قَيْسٍ، عَنْ يُونُسَ بْنِ مَاهُكٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلَا يَضَعُ نَعْلَيْهِ عَنْ يَمِينِهِ، وَلَا عَنْ يَسَارِهِ، فَتَكُونُ عَنْ يَمِينٍ غَيْرِهِ، إِلَّا أَنْ لَا يَكُونَ عَنْ يَسَارِهِ أَحَدًا، وَلِيَضَعَهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اپنے جوتے اپنے دائیں طرف یا بائیں طرف نہ رکھے کیونکہ وہ کسی اور کے دائیں طرف ہو رہے ہوں گے البتہ اگر اس کے بائیں طرف کوئی نہ ہو تو (حکم مختلف ہے) آدھی کو اپنے جوتے دونوں پاؤں کے درمیان رکھنے چاہئیں۔“

655 - حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ نَجْدَةَ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةٌ، وَشُعَيْبُ بْنُ إِسْحَاقَ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَلَا يُؤْذِيهِمَا أَحَدًا، لِيَجْعَلَهُمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَوْ لِيُصَلَّ فِيهِمَا

❁ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”جب کوئی شخص نماز ادا کرے تو اپنے جوتے اتار دے اور ان کے ذریعے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ وہ ان دونوں کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان لکھ لے یا پہن کر نماز ادا کرے۔“

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخُمْرَةِ

باب: چٹائی پر نماز ادا کرنا

656 - حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ، حَدَّثَنَا مَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ، قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءُهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرَبَّنَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

❁ سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نماز ادا کر رہے تھے میں آپ کے برابر تھی میں حیض کی

656 اسناد صحیح، حاملہ: ابو ابن عبد اللہ الواسطی، والشیبانی: هو سليمان بن ابي سليمان، واحمرجه البخاری (333)، ومسلم (513)،

۱۰۰ اس ماجہ (958) من طرق عن الشيباني، بهذا الاسناد، وليس في رواية ابن ماجه الصلاة على الخمرة، وهو في "مسند احمد" (26806)

واحمرجه مختصر بالصلاة على الخمرة البخاری (381)، والنسائي في "الكبرى" (819)، وابن ماجه (1028) من طريقين عن الشيباني،

وهو في "مسند احمد" (26805) و (26849)، وانظر ما سلف برقم (369).

حالت میں تھی۔ جب آپ سجدے میں جاتے تھے۔ بعض اوقات آپ کا کپڑا میرے جسم پر لگ جاتا تھا آپ چٹائی پر نماز ادا کر رہے تھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

باب: بڑی چٹائی پر نماز ادا کرنا

657 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي رَجُلٌ ضَخْمٌ وَكَانَ ضَخْمًا، لَا أَسْتَطِيعُ أَنْ أَصِلَ مَعَكَ، وَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا وَدَعَا إِلَى بَيْتِهِ، فَصَلَّى حَتَّى أَرَاكَ كَيْفَ تُصَلِّي فَأَقْتَدَيْ بِكَ، فَتَضَخَّوْا لَهُ طَرَفَ حَصِيرٍ كَانَتْ لَهُمْ فَقَامَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ، قَالَ فَلَانُ بْنُ الْجَارُودِ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: أَكَانَ يُصَلِّي الضُّحَى؟ قَالَ: لَمْ أَرَهُ صَلَّى إِلَّا يَوْمَئِذٍ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انصار سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں ایک بھاری بھر کم شخص ہوں۔ (راوی کہتے ہیں: وہ ایک بھاری بھر کم شخص تھا) میں آپ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ کے لئے اس نے کھانا تیار کیا پھر اپنے گھر میں دعوت دی (اور یہ گزارش کی) آپ نماز ادا کریں میں آپ کو دیکھ لوں پھر میں آپ کی اقتداء کروں۔ ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے چٹائی کے کنارے پر پانی چھڑکا۔ پھر نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔

فلاں بن جارود نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا نبی اکرم ﷺ پاٹ کی نماز ادا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: میں نے صرف اسی دن نبی اکرم ﷺ کو یہ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

658 - حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِعِيُّ، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَزُورُ أُمَّ سُلَيْمٍ فَيَتَذَرُّهُ الصَّلَاةَ أَحْيَانًا فَيُصَلِّي عَلَى بَسَاطٍ لَنَا وَهُوَ حَصِيرٌ نَضَحَهُ بِالنَّارِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے ملنے جایا کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ کو وہاں نماز کا وقت ہو جایا کرتا تھا۔ آپ ہماری چٹائی پر نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ وہ ایک چٹائی تھی جس پر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا پانی چھڑک دیا کرتی تھیں۔

659 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ مَيْسَرَةَ، وَعُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، بِمَعْنَى الْإِسْنَادِ وَالْحَدِيثِ قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ، عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى الْحَصِيرِ وَالْفَرْوَةِ الْمَذْبُوغَةِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ چٹائی پر اور دباغت شدہ چڑے پر نماز ادا کر لیتے تھے۔

شرح

چڑے کا دباغت سے پاک کرنا۔ آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے آدمی کی کھال احرام دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی جائے گی تو پاک ہو جائے گی مگر اس سے نفع لینا احترام کی وجہ سے جائز نہیں۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں اول حقیقی جو دوائی اور چوٹے، بھکڑی، بول کے پتے وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ دوم حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھا کر۔ کے کی جاتی ہے دونوں قسم کی دباغت سے چڑا پاک ہو جائے گا۔

دباغت کھال کا بیان

ہر وہ کھال جس کو دباغت دی گئی ہو پس وہ پاک ہو گئی۔ اور اس میں نماز جائز ہے۔ اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ سوائے اس کھال کے جو آدمی کی ہو یا خنزیر ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ہر دباغت کی گئی کھال پاک ہو گئی۔ یہ حدیث اپنے عموم کے سبب مردار کی کھال کے بارے میں امام مالک علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور اس میں سے کوئی معارضہ نہیں کیا جائے گا جو مردار سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مردار کے کھال سے نفع حاصل نہ کرو کیونکہ اباب غیر دباغت والی کھال کا نام ہے۔ اور کتے کی کھال میں امام شافعی علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور وہ نجس العین بالکل نہیں۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کتے سے نگرانی اور شکار کے طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ بخلاف سور کے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان ”قائد جس“ میں ضمیر ”ہ“ کا مرجع خنزیر ہے۔ کیونکہ یہی قریب ہے۔ اور آدمی کے اجزاء سے حصول نفع کا حرام ہونا اس کی عزت کی وجہ سے ہے۔ لہذا ہماری بیان کردہ روایت سے یہ دونوں کھالیں خارج ہو گئیں۔ ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو روکے اسے دباغت کہتے ہیں۔ اگرچہ دھوپ یا مٹی کے لگانے سے حاصل ہو۔ کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے گا لہذا اس کیلئے اس کے کسی غیر کی شرط لگانے کا کوئی معنی ہی نہیں جتا۔ (ہدایہ، کتاب طہارت، بیروت)

دباغت کی تعریف

ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مر گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔ تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔

659- حسن لغیرہ، و هذا اسناد ضعیف، یونس بن الحارث ضعیف، زبیر بن عبد اللہ بن عوف - واسمہ عبد اللہ بن سعید الثقفی - مجهول لم یرو عنه غیر ابنہ ابی عوف محمد. ابو احمد الزبیری: هو محمد بن عبد اللہ بن الزبیر. وخرجه البیهقی فی "معرفۃ السنن" (5041)، والبغوی فی "شرح السنۃ" (531) من طریق المصنف، بهذا الاسناد. وخرجه احمد (18227)، وابن خزيمة (1006)، والحاکم (2591)، والبیهقی (2/420) من طریق ابی احمد الزبیری، والطبرانی (999/20)

اور پٹھوں سے نفع حاصل نہ کرو۔ (ابن ماجہ، طبرانی، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن عدی، بتصرف اسنادھا)
علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔ اور اس کی سند میں بھی اضطراب ہے۔ کیونکہ امام احمد کے نزدیک متن ”شہراو شہرین“ ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کو تقدم حاصل ہے کیونکہ وہ حدیث اس کی ناسخ یعنی معارض ہے۔ لہذا قوت والی حدیث حکم کو شامل ہوگا۔ اسی طرح امام احمد علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔

اسی طرح سند میں اضطراب اس طرح ہے۔ کہ عبدالرحمن نے ابن عکیم سے بیان کیا ہے۔ اور امام ابوداؤد نے خالد حذاء کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور انہوں نے حکیم بن عتیہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن اور لوگ عبداللہ بن عکیم کی طرف چلے پس وہ داخل ہوئے میں دروازے پر کھڑا ہوا۔ جب وہ نکلے تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ ان کو عبداللہ بن عکیم نے خبر دی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے جہینہ کی طرف مذکورہ حدیث لکھی ہے۔

اس سند میں واضح ہے کہ حضرت عبدالرحمن نے دروازے سے باہر نکلنے والوں سے حدیث سنی ہے اور دروازے سے نکلنے والے مجہول ہیں۔

اسی طرح اس حدیث کے متن بھی اضطراب ہے کہ ایک روایت میں ایک مہینہ ہے اور ایک میں چالیس دن ہیں۔ اور ایک روایت میں تین دن مع الاختلاف کے ذکر ہے۔ اختلاف بھی ان سے مذکور ہے جو حکیم کی صحبت اختیار کرنے والے ہیں لہذا اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث جس کو امام مسلم سمیت دیگر محدثین نے ذکر کیا ہے وہی ائمہ احناف کے مسلک کی دلیل ہوئی۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۶۷، دار المعرفہ بیروت)

اسی طرح مذہب احناف پر یہ حدیث بھی دلیل ہے جس کو امام دارقطنی نے ذکر کیا ہے۔

عن عائشة قالت قال النبي صلى الله عليه وسلم استمتعوا بجلود الميتة إذا بي دبغت ترابا كان أو رمادا أو ملحاً أو ما كان بعد أن تريد صلاحه۔ (سنن دار قطنی، ج ۱، ص ۴۹، دار المعرفہ بیروت)
حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مردار کی کھال سے نفع حاصل کرو جبکہ اسے مٹی یا راکھ یا نمک یا تو اس کو بہت عرصے بعد صحت دیکھے۔

اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کتے کے کھال کے بارے کو خنزیر کی کھال پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح خنزیر کی کھال دباغت سے پاک نہ ہوگی اسی طرح کتے کی کھال بھی پاک نہ ہوگی۔

امام شافعی کا یہ قیاس اس لئے درست نہیں ہے۔ کیونکہ خنزیر نجس العین ہے جس کے بارے میں نص وارد ہے۔ اور مبسوط میں مذکور ہے کہ امام شافعی کے نزدیک لایوکل لحم کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ لہذا امام شافعی نے کتے کو خنزیر پر قیاس کیا ہے حالانکہ اگر لایوکل لحم جانوروں پر قیاس کرتے تو درست ہوتا۔

احناف نے قرآن سے بھی استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”قائہ رجس“ میں حوضیر کا مرجع خنزیر ہے۔ لہذا وہ نجس العین ہو۔ اور نجس العین ہونا صرف خنزیر کی تخصیص ہے۔

جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہے اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہے

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ جس طرح دباغت رطوبات نجس کو دور کرنے کا عمل کرتی ہے اسی طرح ذبح بھی اس جانور کے گوشت کو پاک کر دیتا ہے۔ یہی صحیح مذہب ہے اگرچہ وہ جانور ایسا ہو جس کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو۔

ذبح کھال کی طہارت میں دباغت کھال والی طہارت کی طرح ہے (قاعدہ فقہیہ)

ہر وہ چیز جس کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اسکی کھال ذبح سے بھی پاک ہو جائے گی۔ (ہدایہ)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جس طرح دباغت سے کھال کے اندر سے نجاست اور وہ تمام مادے جو نجاست سے بھرے ہوتے ہیں یا جن میں نجاست حلول کیے ہوتی ہے وہ سب خارج ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ذبح کے ساتھ بھی وہ تمام فاسد مادے خارج ہو جاتے ہیں لہذا جس طرح دباغت سبب زوال نجاست ہوا اسی طرح ذبح بھی سبب زوال نجاست ہوا۔

ہر وہ جانور جو مایوکل لحم ہے یا لایوکل لحم ہے ان کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ذبح کرنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کسی جانور کو ذبح کرنے سے اس کے جسم کے اندر سے خون اور رطوبات نجاست خارج ہو جاتی ہیں اسی طرح دباغت سے بھی خارج ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح ایک تحقیق یہ بھی ہے کہ گوشت میں جس قدر رطوبات نجاست ملوث ہوتی ہیں اسی طرح کھال میں ملوث نہیں ہوتیں کیونکہ کھال گاڑھی ہوتی ہے اس میں نجاست اسی طرح حلول نہیں کرتیں۔ جس طرح گوشت میں حلول کر جاتی ہے۔ اور جب گوشت ذبح سے پاک ہو جاتا ہے جس میں زیادہ نجاست حلول کیے ہوتی ہے تو کھال بدرجہ اولیٰ دباغت و ذبح سے پاک ہو جائے گی۔

بَابُ الرَّجُلِ يَسْجُدُ عَلَى ثَوْبِهِ

باب: آدمی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا

۵۵۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ، حَدَّثَنَا يَشْرُوعُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا غَالِبٌ، عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَعْبُدُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ فَإِذَا لَمْ يَسْتَطِيعَ أَحَدُنَا أَنْ يَمْكِنَ وَجْهَهُ مِنَ الْأَرْضِ يَسَطُ ثَوْبَهُ فَسَجَدَ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم شدید گرمی میں نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کرتے تھے۔ جب ہم میں سے کسی کے لئے زمین پر پیشانی رکھنا ممکن نہیں ہوتا تھا تو وہ اپنا کپڑا بچھا لیتا تھا اور اس پر سجدہ کرتا تھا۔

شرح

حنفیہ کے نزدیک چونکہ نمازی اپنے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کر سکتا ہے اس لئے یہ حضرات اس حدیث کو اپنے مسلک کی دلیل میں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نمازی کے لئے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کرنا درست ہے۔

حضرات شوافع کے نزدیک چونکہ ایسے کپڑے پر جو نمازی کے ہٹنے سے حرکت کرتے ہوں سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے وہ حضرات اس حدیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے وہ ان کے بدن پر نہیں ہوتے تھے بلکہ گرمی سے بچاؤ کی خاطر انہیں علیحدہ فرش پر بچھائے رکھتے تھے۔

گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنا اور حسن نے فرمایا کہ لوگو عمامہ اور کٹنوپ پر سجدہ کرتے تھے اور ان کے ہاتھ آستینوں میں ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے بعض لوگ گرمی کی شدت سے سجدہ کی جگہ کپڑے کا کنارہ بچھالیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، جلد نمبر ۱، حدیث نمبر ۳۷۶)

سجدے کی سنتوں کا بیان

سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا۔

سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا۔

سات اعضاء (دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کے پچھے اور پیشانی) پر سجدہ کرنا، ناک پیشانی کے ساتھ شامل ہے اس لئے صرف پیشانی پر سجدہ کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صرف ناک پر سجدہ کرنا بلا عذر جائز نہیں عذر کے ساتھ جائز ہے جبکہ ناک کا سخت حصہ زمین پر لگے ورنہ جائز نہیں۔

سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا اور ان انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا۔

سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔

سجدے میں دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کو قبلہ رخ رکھنا اور سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا۔

اپنی ہتھیلیوں پر سہارا دینا

بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا لیکن جماعت کے اندر پہلو سے ملا رکھنا

کہنیوں کو زمین پر نہ بچھانا بلکہ اٹھا ہوا رکھنا

پیٹ کو رالوں سے جدا رکھنا (سجدہ کا یہ طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتیں بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور کہنیاں زمین سے ملا دیں پاؤں کے پچھے کھڑے نہ کریں اور ہاتھوں پر زور نہ دیں بلکہ جس طرح التحیات میں بیٹھتی ہیں اسی طرح بیٹھ کر اور سمٹ کر سجدے کے لئے پیشانی زمین پر لگائیں)

اگر عذر نہ ہو تو سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے علی الترتیب ایک ساتھ زمین پر رکھنا اگر عذر کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے تو دائیں ہاتھ اور گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرنا،

ہر سجدے میں تین بار منبہ خان زبہی الاعلیٰ کہنا

دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھنا،

گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا (عذر کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنے میں حرج نہیں)

تَفْرِیعُ أَبْوَابِ الصُّفُوفِ

باب: صفوں سے متعلق فروعی ابواب

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان

امام حدیث امام مسلم اپنی صحیح میں لکھتے ہیں حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں (اس طرح) برابر (سیدھی) کیا کرتے تھے کہ گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاسکتا تھا یہاں تک کہ ہم بھی آپ ﷺ سے (صفوں کی برابر کرنے کی اہمیت) سمجھ گئے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ (مکان سے نکل کر) تشریف لائے اور (نماز کے لئے) کھڑے ہو گئے اور تکبیر (تحریمہ) کہنے ہی کو تھے کہ ایک آدمی کا سینہ صف سے کچھ نکلا ہوا ہے آپ ﷺ نے دیکھ لیا چنانچہ (یہ دیکھ کر) آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔" (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1052)

عرب میں تیر کی ہمواری اور سیدھا پن اس قدر مشہور تھا کہ دوسری چیزوں کے سیدھے پن اور ہمواری کو بھی تیر سے تشبیہ دیا کرتے تھے اس طرح گویا تیر بھی ان صفوں سے سیدھا کیا جاتا تھا۔ "یہ جملہ کسی چیز کی ہمواری اور سیدھے پن کے لئے مثل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ تیروں کے ذریعہ دوسری چیزوں کو سیدھا اور برابر کرتے ہیں اور یہاں یہ مبالغے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے کہ صفیں اس قدر سیدھی اور ہموار ہوتی تھیں کہ تیر بھی ان کے ذریعہ سیدھے کئے جاسکتے تھے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اپنے عکس پر محمول ہے لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا صفیں تیروں کے ذریعہ برابر کرتے تھے" حدیث کے آخری جملے کا مطلب مولانا مظہر نے یہ بیان کیا ہے کہ ظاہری ادب و فرمانبرداری نہیں کرو گے تو تمہاری یہ ظاہری نافرمانی تمہارے باطن یعنی دلوں کے اختلاف کی طرف تمہیں پہنچائے گی۔ جو آگے چل کر آپس کے بغض و عناد اور کدورت و عداوت کا سبب بن جائے گی اور پھر قلوب کے یہ اختلاف اور یہ باطنی بری خصلتیں تمہاری ظاہری زندگی میں بھی اس طرح سرایت کر جائیں گی کہ تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا ہو جائے گی چنانچہ تم میں سے ہر آدمی ایک دوسرے سے اعراض کرے گا اور کسی کے دل میں کسی کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ باقی نہ رہ جائے گا بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ صفوں کو سیدھا اور ہموار رکھنے کی بڑی اہمیت ہے جب جماعت کھڑی ہو تو ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو صف کے برابر کر لے اور ایک دوسرے سے آگے پیچھے نہ کھڑا ہونا چاہیے، اگر صف سیدھا کرنے کے اس حکم کی پیروی نہیں کی جائے گی تو جان لو کہ رب قدوس اس کی سزا تمہیں یہ دے گا کہ تمہارے درمیان بغض و نفرت پیدا ہو جائے گی جس سے تمہارے معاشرتی و سماجی امن و سکون کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا۔

صفوں کو برابر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے جماعت میں کھڑے ہوں تو صف بندی اس طرح کریں کہ

آپس میں بالکل مل کر کھڑے ہوں تاکہ ایک دوسرے کے درمیان خلا نہ رہے اور آگے پیچھے ہٹ کر کھڑے نہ ہوں بلکہ برابر کھڑے رہیں اگر کئی صفیں ہوں تو وہ اس طرح قائم کی جائیں کہ ایک دوسری صف کے درمیان شروع سے لے کر آخر تک یکساں فرق رہے ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ سے تو دونوں صفوں کا درمیانی فاصلہ کم ہو اور کسی جگہ سے زیادہ۔ ان ابواب کے تحت جو احادیث نقل کی جائیں گی ان سے صفوں کو برابر کرنے کی اہمیت و تاکید معلوم ہوگی اور صف بندی کے جو مسائل و احکام ہیں وہ واضح ہوں گے۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

باب: صفوں کو سیدھا رکھنا

فرشتوں کی طرح صفوں کو سیدھا رکھنے کا بیان

661 - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّفِيلِيُّ، حَدَّثَنَا زُبَيْرٌ، قَالَ: سَأَلْتُ سُلَيْمَانَ الْأَعْمَشَ - عَنْ حَدِيثِ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ فِي الصُّفُوفِ الْمُقَدَّمَةِ، فَحَدَّثَنَا عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ، عَنْ تَيْمِيمِ بْنِ طَرْفَةَ، عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَا تَصِفُونَ كَمَا تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَلًّا وَعَظًا، قُلْنَا وَكَيْفَ تَصِفُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ؟ قَالَ: يُتِمُّونَ الصُّفُوفَ الْمُقَدَّمَةَ وَيَتَرَاصُّونَ فِي الصَّفِّ

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”تم لوگ اس طرح صف کیوں نہیں بناتے ہو جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں صف بناتے ہیں۔ ہم نے عرض کی: فرشتے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں کس طرح صف بناتے ہیں؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ پہلے آگے والی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہوتے ہیں۔“

662 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ، عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: أَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: أَقْبِمُوا صُفُوفَكُمْ ثَلَاثًا، وَاللَّهِ لَتُقِيمَنَّ صُفُوفُكُمْ أَوْ لِيَخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ قَالَ: فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ يَلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ وَرُكْبَتَهُ بِرُكْبَةِ صَاحِبِهِ وَكَعْبَهُ بِكَعْبِهِ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کی طرف رخ کر کے ارشاد فرمایا: تم اپنی صفیں

ٹھیک کر دینا بات آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔

661- اسنادہ صحیح، زہیر: ہر ابن معاویہ، والاعمش: ہو سلیمان بن مہران، واخرجه مسلم (430)، والنسائی فی "الکبری" (892) ر

(11370)، وابن ماجہ (992) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد، وهو فی "مسند احمد" (20964) و (21024)، و "صحیح ابن حبان"

(2154) و (2162)، و "صحیح ابن خزیمہ" (1544).

”اللہ کی قسم! یا تو تم اپنی صفیں ٹھیک رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔“
راوی کہتے ہیں: میں دیکھتا تھا کہ ہر شخص اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ ملاتا تھا اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

863 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَمَّادٌ، عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّينَا فِي الصُّفُوفِ كَمَا يُقَوِّمُ الْقِدْحَ حَتَّى إِذَا ظَنَّ أَنْ قَدْ أَخَذَنَا ذَلِكَ عَنْهُ، وَفَقِهْنَا أَقْبَلَ ذَاتَ يَوْمٍ بِوَجْهِهِ إِذَا رَجُلٌ مُتَكَبِّدٌ بِصُدْرِهِ، فَقَالَ: لَتُسَوِّنَ صُفُوفُكُمْ أَوْ لِيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجُوهِكُمْ

﴿﴾ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ہماری صفیں یوں سیدھی کیا کرتے تھے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آپ کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ہم نے آپ سے یہ حکم حاصل کر لیا ہے اور ہم اسے سمجھ گئے ہیں تو ایک دن آپ نے توجہ کی تو ایک شخص کا سینہ سب سے آگے نکلا ہوا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”یا تو تم لوگ صفیں برابر رکھو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔“

864 - حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، وَأَبُو عَاصِمٍ بْنُ جَوَّاسٍ الْحَنْفِيُّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ طَلْحَةَ الْيَامِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْسَجَةَ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَلَّلُ الصَّفَّ مِنْ نَاحِيَةٍ إِلَى نَاحِيَةٍ يَنْسَحُ مُدُورَنَا وَمَنَا كِبَنَّا وَيَقُولُ: لَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ يَقُولُ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى الصُّفُوفِ الْأُولَى

﴿﴾ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ ایک کونے سے دوسرے کونے تک صف کے درمیان چلتے ہوئے تشریف لے جاتے تھے۔ آپ ہمارے سینوں اور کندھوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے: (صف کو سیدھا کرتے ہیں) اختلاف نہ کرو ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا۔

نبی اکرم ﷺ یہ بھی فرماتے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف والوں پر رحمت نازل کرتے ہیں۔

865 - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ، حَدَّثَنَا حَاتِمٌ يَعْنِي ابْنَ أَبِي صَغِيرَةَ، عَنْ سِمَاكِ، قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّى صُفُوفَنَا إِذَا قُمْنَا لِلصَّلَاةِ فَإِذَا اسْتَوَيْنَا كَبَّرَ

﴿﴾ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب ہم نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نبی اکرم ﷺ ہماری صفوں کو سیدھا کرتے تھے جب ہم سیدھے ہو جاتے تو پھر نبی اکرم ﷺ تکبیر کہتے تھے۔

664- اسنادہ صحیح، ابو عاصم بن جواس: مسند احمد، وابو الاحوص: هو سلام بن سليم، ومنصور: هو ابن المعتز، وطلحة الیامی، هو ابن منصور، واخرجه السانی فی "الکبری" (887) من طریق ابی الاحوص، بهذا الاسناد، واخرجه مقتصرأ علی القطعة الثانیة منه ابن ماجة (997) من طریق شعبه، عن طلحة بن مصرف، به، وهو فی "مسند احمد" (18516) و (18518)، وانظر ما سلف برقم (543).

666 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْغَافِقِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، وَحَدِيثُ ابْنِ وَهْبٍ اَتَمُّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ كَثِيْرٍ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ قُتَيْبَةُ: عَنْ أَبِي الزَّاهِرِيَّةِ، عَنْ أَبِي شَجَرَةَ - لَمْ يَذْكُرِ ابْنُ عُمَرَ - اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: اَقِيْمُوا الصُّفُوْفَ وَحَاذُوا بَيْنَ الْمَنَاكِبِ وَسُدُّوا الْخَلَلَ وَلِيْمْنُوا بِاَيْدِي اِخْوَانِكُمْ - لَمْ يَقُلْ عِيْسَى بِاَيْدِي اِخْوَانِكُمْ - وَلَا تَذَرُوا فُرُجَاتِ الشَّيْطَانِ وَمَنْ وَصَلَ صَفًّا وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَ صَفًّا قَطَعَهُ اللهُ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: أَبُو شَجَرَةَ كَثِيْرٌ بْنُ مُرَّةَ، قَالَ أَبُو دَاوُدَ: مَعْنَى وَلِيْمْنُوا بِاَيْدِي اِخْوَانِكُمْ: اِذَا جَاءَ رَجُلٌ اِلَى الصَّفِّ فَذَهَبَ يَدْخُلُ فِيْهِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُلِيْنَ لَهُ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكَبِيْهِ حَتَّى يَدْخُلَ فِي الصَّفِّ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں: "صفوں کو درست رکھو۔ کندھوں کو برابر رکھو۔ درمیان میں قامل نہ رہنے دو اور اپنے بھائیوں کے لئے نرم ہو جاؤ۔"

عیسیٰ نامی راوی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔ "اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم لوگ شیطان کے لئے خلا نہ چھوڑ دو جو شخص صف کو ملا کر رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ملائے گا اور جو شخص صف کو منقطع کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو منقطع کرے گا۔"

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) ابو شجرہ نامی راوی کثیر بن مرہ ہے۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) روایت کے یہ الفاظ "اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص صف میں شامل ہونا چاہے تو وہ شخص (جو پہلے سے صف میں موجود ہے) وہ اپنے کندھے نرم کر دے تاکہ وہ شخص صف میں داخل ہو سکے۔

667 - حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ، حَدَّثَنَا ابْنُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: رُضُّوا صُفُوفَكُمْ وَقَارِبُوا بَيْنَهَا وَحَاذُوا بِالْاَعْتَاقِ، فَوَالَّذِي لَفِيْ بِيْدِيْ اِنِّيْ لَا رَمِي الشَّيْطَانُ يَدْخُلُ مِنْ خَلَلِ الصَّفِّ كَاَنِّهَا الْحَدَفُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ: نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

"اپنی صفوں کو اچھی طرح ملا کر رکھو۔ ایک دوسرے کے قریب رہو۔ گردنوں کو برابر رکھو اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں یوں گھس آتا ہے جیسے وہ بکری کا بچہ ہو۔"

668 - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيْدِ الطَّيَالِسِيُّ، وَسُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ اَنَسِ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَاِنَّ تَسْوِيَةَ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ

الصَّلَاةُ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:
”صفوں کو برابر رکھو کیونکہ صفوں کو برابر رکھنا نماز کی تکمیل کا حصہ ہے۔“

669 - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ، حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ مُضْعَبِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ بْنِ السَّائِبِ، صَاحِبِ الْمُقْصُورَةِ، قَالَ: صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمًا فَقَالَ: هَلْ تَذَرِي لِمَ صُنِعَ هَذَا الْعُودُ، فَقُلْتُ: لَا وَاللَّهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَهُ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: اسْتَوُوا وَعَدِلُوا صُفُوفَكُمْ

❁❁ محمد بن مسلم بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پہلو میں نماز ادا کی تو انہوں نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ ہے؟ یہ لکڑی کیوں رکھی گئی ہے میں نے کہا: جی نہیں! اللہ کی قسم! (مجھے نہیں معلوم) انہوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ اس پر اپنا دست مبارک رکھتے تھے اور پھر یہ ارشاد فرماتے تھے۔
”برابر ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو۔“

670 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ، حَدَّثَنَا مُضْعَبُ بْنُ ثَابِتٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ أَخَذَهُ بِيَمِينِهِ ثُمَّ التَفَتَ، فَقَالَ: اسْتَوُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ أَخَذَهُ بِيَسَارِهِ، فَقَالَ: اسْتَوُوا صُفُوفَكُمْ

❁❁ یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں: وہ بیان کرتے ہیں۔

”نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو آپ اپنے دائیں دست مبارک میں اسے پکڑ لیتے تھے۔ پھر آپ متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے تھے۔

”سیدھے ہو جاؤ اور صفیں درست کرلو۔“

پھر نبی اکرم ﷺ اسے اپنے بائیں دست مبارک میں لے کر ارشاد فرماتے تھے۔

”سیدھے ہو جاؤ اور اپنی صفیں درست کرلو۔“

671 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَنْبَارِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ يَعْنِي ابْنَ عَطَاءٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ قَتَادَةَ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: آتُوا الصَّفَّ الْمُقَدَّمَ، ثُمَّ الَّذِي يَلِيهِ، فَمَا كَانَ مِنْ نَقْصٍ فَلْيَكُنْ فِي الصَّفِّ الْمُؤَخَّرِ

❁❁ حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

”آگے، ادا صف کو کھلا کر دوپہر اس کے بعد والی کو (کھلا کرو) جو پیچھے ہو۔ وہ آخری صف میں ہونی چاہیے۔“

پہلی صف کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف (والوں) پر رحمت بھیجتے ہیں (یہ سن کر) صحابہ کرام نے عرض کیا "یا رسول اللہ! دوسری صف (والوں) پر بھی (یعنی اس طرح فرمائے کہ پہلی اور دوسری صف پر رحمت بھیجتے ہیں مگر) رسول اللہ ﷺ نے (اس مرتبہ بھی دوسری صف کا ذکر نہیں کیا بلکہ) فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں" صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اور دوسری صف پر بھی فرمائیے۔ آنحضرت ﷺ نے (پھر یہی فرمایا) کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دوسری صف پر بھی فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور دوسری صف پر بھی (اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں) پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "اپنی صفوں کو برابر کو اپنے کندھوں کو ہموار رکھو (یعنی ایک سطح اور ہموار جگہ پر کھڑا ہو اور ادنیٰ نیچا ہو کر مت کھڑے ہو) اور اپنے بھائیوں کے ہاتھ کے آگے نرم رہو۔ (یعنی اگر کوئی آدمی کندھے پر ہاتھ رکھ کر تمہیں صف میں برابر کرے تو اس سے انکار نہ کرو بلکہ برابر ہو جاؤ، نیز صفوں میں خلا پیدا نہ کرو کیونکہ شیطان خذف یعنی بھیڑ کا چھوٹا بچہ بن کر تمہارے درمیان گھس جاتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1068)

صحابہ کے قول و علی الثانی میں جو عطف ہے اسے عطف تلقین فرماتے ہیں یعنی صحابہ کا مطلب یہ تھا کہ پہلی صف کی فضیلت آپ ﷺ نے بیان فرمادی دوسری صف کی فضیلت بھی بیان فرمادیجئے کہ دوسری صف پر بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے تیسری مرتبہ دوسری صف کو بھی پہلی صف کی صف مذکورہ میں شامل فرمادیا جس سے معلوم ہو کہ فضیلت کے اعتبار سے دوسری صف کا درجہ پہلی صف سے کم تر ہے۔

672 - حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى بْنِ ثَوْبَانَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَيْبَةُ عُمَارَةُ بْنُ ثَوْبَانَ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِيَارُكُمْ أَلْيُنُكُمْ مَنَاكِبَ فِي الصَّلَاةِ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: جَعْفَرُ بْنُ يَحْيَى مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ

① حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جن کے کندھے نماز کے دوران نرم ہوتے ہیں۔"

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:) جعفر بن یحییٰ کا تعلق مکہ سے ہے۔

شرح

نماز میں نرم کندھے کی توضیح و فائدے میں علماء نے بہت کچھ لکھا ہے اس کے کئی معنی ہیں چنانچہ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس طرح کھڑا ہو کہ صف برابر نہ ہوئی ہو اور پیچھے سے آکر کوئی آدمی اس کا کندھا پکڑے اسے سیدھا کھڑا ہو جانے کے لئے کہے تو وہ ضد و ہٹ دھرمی اور تکبر نہ کرے بلکہ اس آدمی کا کہنا مان لے اور سیدھا کھڑا ہو کر صف برابر کر لے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی آدمی صف میں آکر کھڑا ہونا چاہیے اور جبکہ صف میں جگہ بھی ہو تو اسے منع نہ کرے صف میں کھڑا ہو

جانے دے۔ اس کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ "کندھوں کو نرم رکھنا" نماز میں خشوع و خضوع اور سکون و قار کے لئے کنایہ ہے۔ یعنی نماز میں سب سے بہتر وہ آدمی ہے جو نہایت خاطر جمعی حضوری قلب اور اطمینان و وقار کے ساتھ نماز پڑھتا ہے۔

بَابُ الصُّفُوفِ بَيْنَ السَّوَارِي

باب: ستونوں کے درمیان صف بنانا

673 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ هَانٍ، عَنْ عَبْدِ الْحَمِيدِ بْنِ مَعْمُودٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَدْ فُتِنَا إِلَى السَّوَارِي، فَتَقَدَّمْنَا وَتَأَخَّرْنَا، فَقَالَ أَنَسٌ: كُنَّا نَتَّقِي هَذَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (عبد الحمید بن محمود بیان کرتے ہیں: جمعہ کے دن میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی تو ہمیں ستونوں کی طرف دھکیل دیا گیا۔ ہم آگے پیچھے ہو گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ کے زمانہ اقدس میں ہم اس چیز سے بچا کرتے تھے۔)

بَابُ مَنْ يُسْتَحَبُّ أَنْ يَلِيَ الْإِمَامَ فِي الصَّفِّ وَكَرَاهِيَةُ التَّأَخُّرِ

باب: صف میں کس کا امام کے قریب کھڑے ہونا مستحب ہے اور (صف سے) پیچھے ہونے کا

نا پسندیدہ ہونا

674 - حَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ عُبَادَةَ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ أَبِي مَعْمُودٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِيَلِيَنَّ مِنْكُمْ أُولُو الْأَخْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ. (حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "تم میں سے تجربہ کار اور سمجھدار لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر ان کے بعد کے مرتبے ہوں پھر ان کے بعد کے مرتبے ہوں۔")

675 - حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ أَبِي مَعْمُودٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ وَزَادَ: وَلَا تَخْتَلِفُوا فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ، وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ

674 - اسناد صحیح، ابن کثیر: ابو محمد، وسفیان: ابو الثوری، والاعمش: هو سليمان بن مهران، وابو معمر: هو عبد الله بن محبوب، وابو مسعود: هو عقبة بن عمرو، والاصحاری البدری، واخرجه مسلم (432) (122)، والنسائی فی "الکبری" (883) و (888)، وابو ماجہ (976) من طرق عن الاعمش، بهذا الاسناد، وهو فی "مسند احمد" (17102)، و "صحیح ابن حبان" (2172).

(۱۰) یہی روایت ایک اور سند کے ہمراہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے تاہم اس میں یہ الفاظ ہیں:

”صف بناتے ہوئے آگے پیچھے نہ ہو، ورنہ تمہارے دلوں میں اختلاف آجائے گا اور تم بازاروں کے شور و شغب سے بچو۔“

876 - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى مَيِّمٍ مِنَ الصُّفُوفِ

﴿﴾ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے معنوں میں دائیں طرف والوں پر (بطور خاص) رحمت نازل کرتے ہیں۔“

شرح

چونکہ دوسری صف کو بھی ان معنوں پر جو اس کے بعد ہوتی ہیں فضیلت حاصل ہے اس لئے جب رسول اللہ ﷺ نے پہلی صف کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی تو ”پہلی معنوں“ کی اور دوسری صف کی فضیلت کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔

جب رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو آپ نے پہلے آسمان پر سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ وہ جب اپنی دائیں طرف دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں اور بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رو دیتے ہیں۔ سیدنا جبریل نے آپ کو بتایا کہ سیدنا آدم کی دائیں جانب وہ لوگ تھے جو جنت میں داخل ہونے والے ہیں اور بائیں طرف وہ لوگ تھے جو جہنم میں داخل ہوں گے، اس سے بھی اصحاب الیمین سے مراد اہل جنت ہوئے۔ اور اگر یمین کو یمین سے مشتق سمجھا جائے جو برکت اور خوش بختی کے معنوں میں آتا ہے تو اس سے مراد خوش بخت اور خیر و برکت والے اصحاب ہیں اور مطلب دونوں معنوں کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس روز حضرت آدم کی پشت سے ان کی ساری نسل برآمد کی گئی تھی، ان کے دو گروہ بنادئے گئے تھے۔ ایک گروہ دائیں طرف والا جن کے متعلق اللہ نے فرمادیا تھا: هُوَ الْاَلُ لِلْخَبَةِ اصحاب الیمینہ سے وہی لوگ مراد ہیں اور دوسرا گروہ بائیں طرف والا دو زخیوں کا تھا جن کو اصحاب المشئمۃ کہا گیا ہے۔ انہی کے متعلق اللہ نے فرمایا تھا: هُوَ الْاَلُ لِلنَّارِ۔

عبدالرزاق و عبد بن حمید و ابن المنذر رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ آیت و کتیم ازواج ثلثہ سے مراد ہے قیامت کے دن لوگوں کی منزلیں تین قسم کی ہوں گی۔ آیت فاصحاب الیمینہ ما اصحاب للیمینہ (اور دائیں طرف والے کیسے اچھے ہوں گے دائیں طرف والے) یعنی کیا ہی شان ہوگی۔ دائیں ہاتھ والوں کی اور جو کچھ ان کے لیے تیار کیا گیا۔ آیت واصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ (اور بائیں طرف والے کیا ہی برے ہوں گے بائیں طرف والے) یعنی کیا ہی برا حال ہوگا بائیں ہاتھ والوں کا اور جو کچھ تیار کیا گیا ان کے لیے آیت والسبقون السابقون (اور جو اعلیٰ درجہ کے ہوں گے وہ تو اعلیٰ درجہ کے ہوں گے) یعنی ہر امت میں سے سبقت لے جانے والے ہیں۔

عبد بن حمید وابن المنذر وابن جریر نے حسن رحمہ اللہ سے آیت و کتیم ازواج ثلثہ سے لے کر آیت وثلثة من الاخرین تک کے بارے میں روایت کیا کہ برابری اور مساوات کر دی جائے گی۔ سابقہ امتوں کے دائیں ہاتھ والوں اور اس امت کے دائیں ہاتھ والوں کے درمیان۔ اور نیکیوں میں سبقت لے جانے والے پہلی امتوں میں سے زیادہ ہوں گے اس امت کے نیکیوں میں سبقت لے جانے والوں میں سے۔ (تفسیر درمنثور، سورہ واقعہ، بیروت)

میدان حشر میں حاضرین کی تین قسمیں

ابن کثیر نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام لوگ تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک قوم عرش کے دائیں جانب ہوگی، یہ وہ ہوں گے جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائیں جانب سے پیدا ہوئے اور ان کے اعمال ثابے ان کے دائیں ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کو عرش کی دائیں جانب میں جمع کر دیا جائے گا، یہ سب لوگ جنتی ہیں۔

دوسری قوم عرش کے بائیں جانب میں جمع ہوگی جو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں جانب سے پیدا ہوئی اور جن کے اعمال ثابے ان کے بائیں ہاتھوں میں دیئے گئے، ان سب کو بائیں جانب میں جمع کر دیا جائے گا اور یہ سب لوگ جہنمی ہیں (نعوذ باللہ من ہم)

اور تیسری قسم طائفہ سابقین کا ہونا جو رب عرش کے سامنے خصوصی اختیار اور ترقی کے مقام میں ہوگا، جن میں انبیاء و رسل، صدیقین، شہداء اور اولیاء اللہ شامل ہوں گے، ان کی تعداد بہ نسبت اصحاب الیمین کے کم ہوگی۔

۲۔ یہ یاتاہم یعنی سے ماخوذ جس کا معنی ہے دایاں ہاتھ۔ کیونکہ ان نیک بختوں کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے یا ان کا ثابہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑا یا جائے گا یا اس لیے کہ ان کی رو میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں جانب تھیں اس لیے انہیں اصحاب الیمین کہا گیا ہے۔ یا یہ یمن سے ماخوذ ہے جس کا معنی یمن و برکت والا۔ کیونکہ ان کی ساری زندگی اپنے رب کریم کی بندگی میں بسر ہوئی، اس کی یاد میں ان کے رات دن کٹتے تھے، اس کو راضی کرنے کے لیے وہ جدوجہد کرتے رہے۔ ایسے لوگوں سے بڑھ کر یمن و برکت والا کون ہو سکتا ہے، اس لیے اصحاب الیمین کہا گیا۔

۳۔ اصحاب المشرقۃ: اس کی وجہ تسمیہ میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ یا تو یہ شامی سے مشتق ہے جس کا معنی ہے بایاں ہاتھ کیونکہ ان بد بختوں کو بائیں سے پکڑ کر جہنم رسید کیا جائے گا یا ان کے عمر بھر کے گناہوں کا پلندہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ یا اس لیے کہ ان کی رو میں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بائیں ہاتھ تھیں، اس لیے اصحاب المشرقۃ کہا گیا۔ یا یہ شام سے ماخوذ ہے جس کا معنی فحش و بد بختی ہے۔ بے شک جن لوگوں نے اپنی ساری عمر نافرمانی اور غفلت میں بسر کی، ان سے بڑا منحوس اور بد بخت کون ہو سکتا ہے۔

اب ذرا اصحاب الیمین کی ترکیب پر غور فرمائیے۔ اصحاب الیمین مبتدائے ثانی۔ اصحاب الیمین خبر۔ مبتدائے اولیٰ خبر سے مل کر خبر ہو مبتدائے اولیٰ کی۔ ما استفہامیہ برائے تعجب ہے۔ یعنی دائیں ہاتھ والوں کی عظمت شان کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ یہی کیفیت اصحاب المشرقۃ کی بھی ہے۔

آخر میں تیسری قسم کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ان کے مدارج عالیہ اور ان پر جو فضل و کرم کیا جانے والا ہے اس کو بھی

بیان کر دیا۔ السابقون کا معنی ہے سبقت لے جانے والے۔ اس سے مراد وہ ازلی سعادت مند ہیں جنہیں جب دعوت حق دی گئی تو انہوں نے اسے فوراً قبول کر لیا۔ جب بھی انہیں کسی کار خیر کی طرف بلایا گیا یہ اپنے ساتھیوں سے چار قدم آگے ہی دکھائی دیے۔ دین کی سر بلندی کے لیے اگر ان کے مال کی ضرورت پڑی تو سب کچھ لاکر قدموں میں ڈھیر کر دیا۔ اگر جان کی ضرورت ہوئی تو بھر مسرت سر بکف میدان میں حاضر ہو گئے۔ غرضیکہ نیکی اور بھلائی کے ہر کام میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ ان کی تعریف رحمت عالم ﷺ نے اپنے ان کلمات سے فرمائی ہے۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورہ واقعہ، لاہور)

بَابُ مَقَامِ الصَّبِيَّانِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف میں بچوں کے کھڑے ہونے کی جگہ

677 - حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ شَاذَانَ، حَدَّثَنَا عِيَّاشُ الرَّقَّامُ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، حَدَّثَنَا قُرَّةُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا بُدَيْلٌ، حَدَّثَنَا شَهْرُ بْنُ حَوْشَبٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنَمٍ، قَالَ: قَالَ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ: أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَأَقَامَ الصَّلَاةَ، وَصَفَّ الرِّجَالُ وَصَفَّ خَلْفَهُمُ الْغُلَمَاءُ، ثُمَّ صَلَّى بِهِمْ فَذَكَرَ صَلَاتَهُ، ثُمَّ قَالَ: بِكَذَا صَلَاةُ - قَالَ عَبْدُ الْأَعْلَى: لَا أَحْسِبُهُ إِلَّا قَالَ: صَلَاةُ أُمِّي -

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں؟ انہوں نے بتایا: نبی اکرم ﷺ نے نماز کے لئے اقامت کہلوائی۔ آپ نے پہلے مردوں کی صفیں بنوائیں۔ پھر بچوں کی اور پھر ان لوگوں کو نماز پڑھائی اس کے بعد راوی نے نبی اکرم ﷺ کی نماز کے طریقے کا ذکر کیا جس میں یہ بات بیان کی ہے۔ ”اس طرح نماز ہو گی“ عبد الاصل نامی راوی کہتے ہیں: میرے خیال میں روایت میں یہ الفاظ ہیں: ”میری اُمّت کی“۔

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور صفوں کی ترتیب کا بیان

۱۔ اگر صرف دو آدمی جماعت کریں تو ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی بن کر اس کے برابر میں داہنی طرف کھڑا ہو اگرچہ وہ دوسرا شخص جو مقتدی بنے گا لڑکا ہی ہو، اکیلا مقتدی امام سے آگے نہ کھڑا ہو ایڑی اور ٹخنے برابر میں ہوں امام سے آگے نہ ہوں، اگر مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے ہوں تو مضائقہ نہیں، اگر مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے برابر میں ہوں تب بھی مضائقہ نہیں زیادہ پیچھے یا بالکل امام کے پیچھے اکیلے مقتدی کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور خالف سنت ہے اگر مقتدی اکیلی عورت یا لڑکی ہو تو اس کو امام کی پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

۲۔ اگر دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو امام کو ان کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے اور ان کے برابر میں بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے، اگر مقتدی ایک مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو مرد امام کے برابر میں اور عورت یا لڑکی پیچھے کھڑی ہو، اگر دو مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو دونوں مرد امام کے پیچھے اور عورت یا لڑکی ان مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔

۳۔ اگر دو مرد یعنی ایک امام اور ایک مقتدی جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں پھر ایک تیسرا شخص آجائے تو پہلا مقتدی خود ہی

پیچھے ہٹ جائے تاکہ دونوں مل کر امام کے پیچھے صف بنالیں اگر وہ نہ بنے تو دو تیسرا آدمی اس کو پیچھے کھینچ لے گا اور تحریرہ باندھ کر یا اس سے پہلے کھینچے یا امام آگے بڑھ جائے تاکہ تیسرا آدمی اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے، جیسا موقع ہو کر لے، آج کل لوگ مسائل سے واقف نہیں اس لئے اگر گنجائش ہو تو امام ہی آگے بڑھ جائے۔

۴۔ صرف عورتوں کی جماعت جس میں کوئی مرد نہ ہو مکروہ ہے لیکن اگر پھر بھی عورتیں جماعت کریں تو جو عورت امام ہے وہ مقتدی عورتوں کے برابر وسط صف میں کھڑی ہو خواہ کتنی ہی عورتیں ہوں ترتیب صفوف اگر مقتدی مختلف قسم کے افراد ہوں یعنی مرد نابالغ لڑکے، غنٹی، قریب الملوغ لڑکیاں ہوں تو امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہوں خواہ جتنی بھی صفیں ہوں ان کے پیچھے لڑکوں کی صف یا صفیں ہوں پھر غنٹی پھر عورتیں پھر لڑکیاں صف بنائیں، بڑے آدمیوں کی صفوں میں بچوں کو کھڑا کرنا مکروہ ہے، صرف ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے یعنی سرے پر بائیں طرف کھڑا کیا جائے، غنٹی اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں شامل ہو عورت یا لڑکی اکیلی ہو یا زیادہ ہر حال میں مردوں و لڑکوں و غنٹی سے الگ صف بنائیں۔

بَابُ صَفِّ النِّسَاءِ وَ كَرَاهِيَةِ التَّأَخُّرِ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب: خواتین کی صف (کا حکم)، پہلی صف سے پیچھے ہونے کا ناپسندیدہ ہونا

678 - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ. حَدَّثَنَا خَالِدٌ. وَاسْمَاعِيلُ بْنُ زَكْرِيَاءَ. عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ. عَنْ أَبِيهِ. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ صُفُوفٍ الزَّجَالِ أَوَّلُهَا وَشَرُّهَا آخِرُهَا. وَخَيْرُ صُفُوفِ النِّسَاءِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أَوَّلُهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”مردوں کی صفوں میں سب سے بہتر پہلی ہے اور سب سے کم بہتر آخری ہے۔ خواتین کی صفوں میں سب سے بہتر آخری ہے اور سب سے کم بہتر پہلی ہے۔“

شرح

حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردوں کی بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین صف پچھلی صف ہے عورتوں کی بہترین صف پچھلی صف ہے اور بدترین صف پہلی صف ہے۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1059)

بہترین سے مراد ثواب کی زیادتی ہے یعنی پہلی صف والے دوسری صف والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ ثواب کے حق دار ہوتے ہیں۔ مردوں کے لئے بہترین صف پہلی صف کو اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس صورت میں وہ امام سے قریب ہوتے ہیں اور عورتوں سے دور اور پچھلی صف بدترین اس لئے ہوتی ہے کہ اس شکل میں امام سے دوری ہو جاتی ہے اور عورتوں سے نزدیکی۔ اس طرح عورتوں کے لئے پہلی صف اس لئے بدترین ہے کہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہونے سے مردوں سے نزدیک ہو جاتی ہیں پچھلی صف ان کے لئے اس وجہ سے بہترین ہے کہ اس صورت میں وہ مردوں سے دور رہتی ہے۔ بہر حال حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ

مردوں کو تو پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرنی چاہیے اور عورتوں کو آخری صف میں شامل ہونے کی سعی کرنی چاہیے۔

پہلی صف میں شامل نہ ہونے والوں پر وعید کا بیان

679 - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ. حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ. عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ. عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ. عَنْ أَبِي سَلَمَةَ. عَنْ عَائِشَةَ. قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ عَنِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ فِي النَّارِ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"لوگ مسلسل پہلی صف سے پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں انہیں پیچھے کر دے گا۔"

شرح

حتیٰ یؤخر اللہ فی النار کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ "(جو لوگ پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کریں گے اور برابر پیچھے کی صفوں میں شامل ہوتے رہیں گے تو) اللہ تعالیٰ انہیں آخر الامر دوزخ میں داخل کرے گا یا دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ میں پیچھے رہنے والا کرے گا۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ پہلی صف میں شامل ہونے کی کوشش کرتے مگر انہوں نے چونکہ اپنی تساہلی اور کاہلی کی بناء پر ہمیشہ پچھلی صفوں میں کھڑا رہ کر اپنے آپ کو اس ثواب سے محروم رکھا اس لئے اس کے بدلہ میں وہ یہ سزا پائیں گے۔

680 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ. وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخُرَاعِيُّ. قَالَا: حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْهَبِ. عَنْ أَبِي نَضْرَةَ. عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي أَصْحَابِهِ تَأَخُّراً. فَقَالَ لَهُمْ: تَقَدَّمُوا فَاتَّبُوا بِي. وَلَيَأْتَنَّ بِكُمْ مَن بَعْدَكُمْ. وَلَا يَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے اپنے کچھ صحابہ کرام کو آگے والی صفوں سے پیچھے ہوتے ہوئے دیکھا۔ تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگ آگے بڑھ کر میری پیروی کرو تا کہ تمہارے بعد والے لوگ تمہاری پیروی کریں۔ لوگ پیچھے ہونے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے کر دے گا۔

شرح

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کرام تاخیر کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو! اور میری اقتداء کرتا کہ وہ لوگ جو تمہارے پیچھے کھڑے ہیں وہ تمہاری اقتداء کریں۔ ایک جماعت ہمیشہ (پہلی صف میں کھڑے ہونے میں) تاخیر کرتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی (اپنا فضل اور رحمت بھی) انہیں پیچھے ڈال

680 - اسنادہ صحیح. ابو الاشهب: هو جعفر بن حیان. وابو نضرة: هو المنذر ابن مالك البجلي. واحوجه مسلم (438)، والسانی فی "الکبری" (872)، وابو ماجہ (978) من طرق عن ابی الاشهب، بهذا الاسناد. واحوجه مسلم (438)، والسانی (873) من طریق سعید بن ایاس الجری، عن ابی نضرة، به. وهو فی "مسند احمد" (11142).

دے گا۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1057)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو دیکھا کہ وہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کرتے تو ان سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور پہلی صف میں کھڑے ہو کر میری اقتداء کرو یعنی پیچھے مجھ سے قریب ہو کر کھڑے رہو تاکہ میرے افعال دیکھتے رہو اسی طرح جو لوگ تم سے پیچھے کھڑے ہوں وہ تمہاری متابعت کریں کیونکہ پہلی صف کے لوگ اگلی صف کے لوگوں کی متابعت بایں طور کرتے ہیں کہ نماز کے جو افعال اگلی صف والے کرتے ہیں وہی افعال پہلی صف والے کرتے رہتے ہیں لہذا یہ متابعت اور اقتداء ظاہر کے اعتبار سے ہے ورنہ تو حقیقت میں سب نمازی امام ہی کے تابع ہوتے ہیں۔

بَابُ مَقَامِ الْإِمَامِ مِنَ الصَّفِّ

باب: صف (کے مد مقابل) میں امام کے کھڑے ہونے کا مقام

681- حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُسَافِرٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ بَشِيرٍ بْنِ خَلَّادٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ، فَسَمِعَهُ يَقُولُ: حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَيَسْطُوا الْإِمَامَ وَشُدُّوا الْخَلَلَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”امام کو اپنی صف کے درمیان (کے مد مقابل) کھڑا کرو اور (منوں میں موجود) خالی جگہ کو پر کر دو۔“

بَابُ الرَّجُلِ يُصَلِّي وَخَدَهُ خَلْفَ الصَّفِّ

باب: جو شخص صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے

682- حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، وَحَفْصُ بْنُ غُمَرٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ هَلَالِ بْنِ يَسَافٍ، عَنْ عَمْرِو بْنِ رَاشِدٍ، عَنْ وَائِصَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي خَلْفَ الصَّفِّ وَخَدَهُ فَأَمَرَهُ أَنْ يُعِيدَ - قَالَ سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ: الصَّلَاةُ -

حضرت وائصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا تو اس کو نماز دوبارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ سلیمان بن حرب نامی راوی نے لفظ ”نماز“ نقل کیا ہے۔

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز سے متعلق فقہی مذاہب اربعہ

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ چونکہ پہلی صف میں جگہ خالی تھی اس کے باوجود وہ آدمی صف کے پیچھے تنہا کھڑا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطور استحباب دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی صف کے پیچھے تنہا کھڑا ہو کر نماز پڑھے گا یعنی پہلی صف میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نمازی نہیں ہوگا۔ تو امام احمد کے مسلک کے مطابق اس کی نماز نہیں ہوگی۔ مگر حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم ان تینوں ائمہ کے نزدیک صف کے

پچھے تہا پڑھنے والے کی نماز ہو جاتی ہے۔ تاہم ان حضرات کا قول یہ ہے کہ صف کے پیچھے تہا نماز نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَرْكَعُ دُونَ الصَّفِّ

باب: آدمی کا صف (تک پہنچنے) سے پہلے رکوع میں چلے جانا

683 - حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ، أَنَّ يَزِيدَ بْنَ زُرَيْعٍ، حَدَّثَهُمْ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ، عَنْ زِيَادِ الْأَعْلَمِ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ، حَدَّثَ أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَنَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ، قَالَ: فَرَكَعْتُ دُونَ الصَّفِّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ

حسن بھری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: وہ مسجد میں داخل ہوئے تو نبی اکرم ﷺ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے راوی کہتے ہیں: میں صف سے پہلے ہی رکوع میں چلا گیا تو (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص میں اضافہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

عبادت میں حرص کی دعا کا بیان

684 - حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا حَنَادٌ، أَخْبَرَنَا زِيَادُ الْأَعْلَمِ، عَنِ الْحَسَنِ، أَنَّ أَبَا بَكْرَةَ جَاءَ وَرَسُولُ اللَّهِ رَاكِعٌ، فَرَكَعُ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاتَهُ، قَالَ: أَيُّكُمْ الَّذِي رَكِعَ دُونَ الصَّفِّ ثُمَّ مَشَى إِلَى الصَّفِّ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرَةَ: أَنَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدْ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: زِيَادُ الْأَعْلَمِ زِيَادُ بْنُ فُلَانٍ بْنِ قُرَّةَ وَهُوَ ابْنُ خَالَةِ يُونُسَ بْنِ عُبَيْدٍ

حسن بھری بیان کرتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مسجد میں) آئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صف سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے۔ پھر وہ چلتے ہوئے آ کر صف میں شامل ہو گئے جب نبی اکرم ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو آپ نے دریافت کیا۔ تم میں سے کس نے صف سے پہلے رکوع کر لیا تھا اور پھر چلتا ہوا آ کر صف میں شامل ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری حرص میں اضافہ کرے لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

(امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زیاد اعلم نامی راوی زیاد بن فلاں بن قرہ یہ ہے۔ یہ یونس بن عبید کی خالہ کا بیٹا ہے۔)

رکوع والی تکبیر سے متعلق تکبیر تحریمہ کے ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب اربعہ کا بیان

جب امام کو رکوع کی حالت میں پائے تو اسے ایک تکبیر ہی کافی ہے جو کہ تکبیر تحریمہ ہے یہی رکوع کی بھی تکبیر ہوگی، یہ زید بن ثابت، ابن عمر، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، سعید، عطاء، حسن، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ سے مروی ہے، اور آئمہ اربعہ (ابو حنیفہ، مالک، شافعی، احمد) کا بھی یہی کہنا ہے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا: میں امام کو رکوع کی حالت میں

پالوں تو؟ امام احمد نے جواب دیا: آپ کو ایک تکبیر ہی کافی ہے۔ (مسائل الامام احمد صفحہ نمبر 35)

یہ اس لیے کہ رکوع کی حالت میں غالباً دونوں تکبیروں کو جمع کرنا مشکل ہے، اور اس لیے بھی کہ دونوں عبادات ایک ہی جنس اور ایک ہی جگہ میں ہیں، اور رکوع کی نیت کرنا نماز شروع کرنے کے منافی نہیں، لہذا رکن جو کہ تکبیر تحریمہ ہے واجب جو کہ رکوع کی تکبیر کے لیے کافی ہوگا، جیسا کہ طواف افاضہ اگر آخر میں کیا جائے تو طواف واداع سے کافی ہو جاتا ہے۔

(المغنی (2/183)، نور التواضع لابن رجب، قاعدہ نمبر (18)

اور اگر دونوں تکبیریں کہنا ممکن ہوں تو یہ اولیٰ ہے، یعنی پہلی تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع کے لیے تو یہ اولیٰ اور بہتر ہوگا۔

ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: میں نے امام احمد سے کہا: آپ کے نزدیک دو تکبیریں کہنا زیادہ پسند ہیں؟ تو ان کا جواب تھا:

اگر وہ دوبار تکبیر کہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (مسائل الامام احمد صفحہ نمبر 35)

اگر مقتدی نماز کے لیے آئے اور امام رکوع کی حالت میں ہو تو کیا وہ تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر کہے، یا کہ صرف تکبیر کہ کر رکوع

میں چلا جائے؟ اولیٰ اور احتیاط تو اسی میں ہے کہ وہ دو تکبیریں کہے: ایک تکبیر تحریمہ جو کہ رکن ہے، اور یہ تکبیر اسے کھڑا ہو کر کہنی

ضروری ہے، اور دوسری تکبیر رکوع کی اس وقت کہے جب وہ رکوع کے لیے نیچے جھکے، اور اگر اسے رکوع چھوٹ جانے کا خدشہ ہو تو

پھر علماء کرام کے صحیح قول کے مطابق تکبیر تحریمہ کہنی ہی کافی ہوگی، کیونکہ دونوں عبادتیں ایک ہی وقت جمع ہو گئی ہیں، لہذا بڑی عبادت

چھوٹی سے کفایت کر جائے گی، اور اس حالت میں اکثر علماء کرام کے ہاں اس کی رکعت ہو جائے گی۔

رکوع میں ملنے والے شخص کے لیے تکبیر کھڑے ہو کر کہنا ضروری ہے اگر وہ رکوع کے لیے جھک کر تکبیر کہتا ہے تو اس کا رکوع صحیح

نہیں ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ "الجموع" میں کہتے ہیں۔ اگر کسی شخص نے امام کو رکوع کی حالت میں پایا تو وہ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے

اور پھر رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے، اگر تکبیر کا کچھ حصہ کھڑے ہو کر اور کچھ رکوع کے جھک کر کہی جائے تو بغیر کسی اختلاف

کے اس کی فرضی نماز صحیح نہیں، اور صحیح قول کے مطابق نقلی نماز بھی صحیح نہیں ہوگی۔ (الجموع للنووی (4/111) اور مغنی (2/130)

مقتدی کی اقسام کا بیان

مقتدی کی چار قسمیں ہیں: (۱) مدرک، (۲) لاحق، (۳) مسبوق، (۴) لاحق مسبوق، مدرک اسے کہتے ہیں جس نے اول

رکعت سے تشہد تک امام کے ساتھ پڑھی اگرچہ پہلی رکعت میں امام کے ساتھ رکوع ہی میں شریک ہوا ہو۔ لاحق وہ کہ امام کے

ساتھ پہلی رکعت میں اقتدا کی مگر بعد اقتدا اس کی کل رکعتیں یا بعض فوت ہو گئیں خواہ عذر سے فوت ہوں جیسے غفلت یا بھیڑ کی وجہ

سے رکوع سجود کرنے نہ پایا یا نماز میں اسے حدیث ہو گیا یا مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتدا کی یا نماز خوف میں پہلے گروہ کو جو رکعت

امام کے ساتھ نہ ملی خواہ بلا عذر فوت ہوں جیسے امام سے پہلے رکوع سجود کر لیا پھر اس کا اعادہ بھی نہ کیا تو امام کی دوسری رکعت اس کی

پہلی رکعت ہوگی اور تیسری دوسری اور چوتھی تیسری اور آخر میں ایک رکعت پڑھنی ہوگی۔ مسبوق وہ ہے کہ امام کی بعض رکعتیں

پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا۔ لاحق مسبوق وہ ہے جس کی کچھ رکعتیں شروع کی نہ ملیں۔ پھر شامل ہونے کے بعد

لاحق ہو گیا۔

امام کی اتباع نہ کرنے سے متعلق فقہی جزیات کا بیان

شیخ نظام الدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

پانچ چیزیں وہ ہیں کہ امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی نہ کرے اور امام کا ساتھ دے تکبیرات عیدین، قعدہ اولیٰ، سجدہ تلاوت، سجدہ سہو، قنوت جبکہ رکوع فوت ہونے کا اندیشہ ہو ورنہ قنوت پڑھ کر رکوع کرے۔ مگر قعدہ اولیٰ نہ کیا اور ابھی سیدھا کھڑا نہ ہوا تو مقتدی ابھی اس کے ترک میں متابعت امام کی نہ کرے بلکہ اسے بتائے تاکہ وہ واپس آئے اگر واپس آ گیا فہما اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب نہ بتائے کہ نماز جاتی رہے گی بلکہ خود بھی قعدہ چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے۔ چار چیزیں وہ ہیں کہ امام کرے تو مقتدی اس کا ساتھ نہ دیں نماز میں کوئی زائد سجدہ کیا، تکبیرات عیدین میں اقوال صحابہ پر زیادتی کی، جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں۔ پانچویں رکعت کے لئے بھول کر کھڑا ہو گیا پھر اگر اس صورت میں اگر قعدہ اخیرہ کر چکا ہے تو مقتدی اس کا انتظار کرے اگر پانچویں کے سجدہ سے پہلے لوٹ آیا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اس کے ساتھ سلام پھیرے اور اس کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور اگر پانچویں کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیر دے اور اگر قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو سب کی نماز فاسد ہو گئی اگرچہ مقتدی نے تشہد پڑھ کر سلام پھیر لیا ہو۔

نواشیاء ایسی ہیں کہ امام اگر نہ کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کرے بلکہ بجائے تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھانا، (۲) ثنا پڑھنا جب کہ امام فاتحہ میں ہو اور آہستہ پڑھتا ہو (۳) رکوع، (۴) سجود کی تکبیرات و (۵) تسبیحات، (۶) تسبیح، (۷) تشہد پڑھنا، (۸) سلام پھیرنا (۹) تکبیرات تشریق۔ (منیری، فتاویٰ ہندیہ، کتاب صلوٰۃ، بیروت)

شرح سنن ابوداؤد جلد اول کے اختتامی کلمات و دعا کا بیان

الحمد للہ! شرح سنن ابوداؤد کی تیسری جلد مکمل ہو چکی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے میرے اس کام کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میرے صغیرہ و کبیرہ، سہوا، عمدہ ہر قسم کے گناہوں کو معاف کر دے اور مجھے دنیا و آخرت میں ہر قسم کی پریشانیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

جامعہ انوار مدینہ لاہور



خوشخبری

مسلم اہلسنت و جماعت کے عقائد و

نظریات۔۔۔

بد مذہبوں کے باطلہ عقائد اور ان

کے رد۔۔۔

اہلسنت پر کئے جانے والے

اعتراضات کے جوابات پر مشتمل

کتب و رسائل، آڈیو ویڈیو بیانات اور

والیپیپر حاصل کرنے کے لئے

تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں

<https://t.me/tehqiqat>